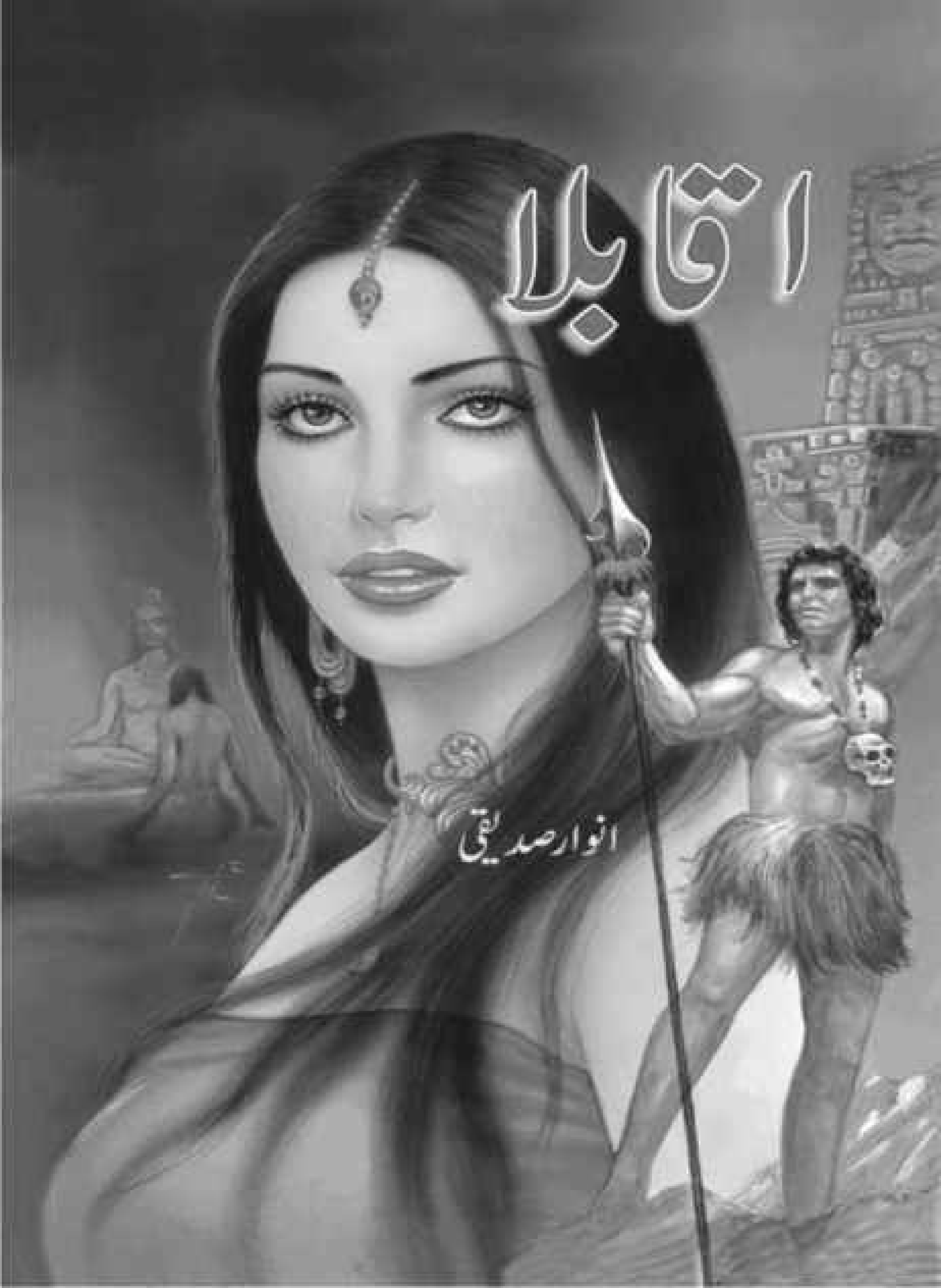

اقابلا
انوار صدیقی

اقابلا.....تاریک اور پراسرار براعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ.....
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے.....انور صدیقی کے جادو بیاں قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

اقابلا

مصنف : انور صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

نسبتہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

نوٹ:

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف (انور صدیقی) اور پبلشرز (آفتاب پبلی کیشنز) محفوظ ہیں۔ ادارہ نے اردو زبان اور ادب کی ترویج کیلئے اس کتاب کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے، جس کیلئے ہم انکے بے حد ممنون ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرِعام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کرید یں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بارِ خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آ جاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُر خلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں ابھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آ جاتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا..... جس میں ہر سمت، ہر رخ پیار ہی پیار تھا..... اپنائیت تھی..... پُر خلوص جذبوں کی فراوانی تھی..... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی..... زبان و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے..... تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی..... دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں..... رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے..... ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا..... انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا ..... اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں..... اے لوگوں کو پذیرائی بھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور..... ایسا تو پہلے بھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یاران طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں..... لیکن..... ذرا ٹھہریے.....

کون صحیح ہے اور کون غلط؟..... اس کا فیصلہ کون کرے گا؟..... اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے.....!!

انوار صدیقی

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

عرض مکرر۔۔۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں "انکا"۔ "اقابلا"۔ "سونا گھاٹ کا پجاری" اور "غلام روحیں" گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو "انکا"۔ "اقابلا"۔ "سونا گھاٹ کا پجاری" اور "غلام روحیں" کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہو رہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح "انکا"۔ "اقابلا"۔ "غلام روحیں" اور "سونا گھاٹ کے پجاری" کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

ختم نبوت ﷺ زندہ باد **عظمت صحابہ زندہ باد**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کرکے کاروائی عمل میں لائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117 | 0343-7008883 | 0333-8033313

محمد سلمان سلیم | پاکستان زندہ باد | راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد **پاکستان پائندہ باد**

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

عزیزو آنسہ فلورا کے ساتھ بحری سفر کی مسرت نے مجھے دیوانہ کر رکھا تھا، کسٹم کے سائبان میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، مسافروں کا ہجوم امڈا آ رہا تھا، مجھے خطرہ تھا کہ کہیں مسافروں کی ریل پیل سے نازک اندام فلورا کا مزاج برہم نہ ہو جائے۔

پہلی بار کسٹم کے سائبان کے بیرونی دروازے کے قریب جب ایک اطالوی باشندہ غیر ارادی طور پر اس کے نازک بدن سے مس ہو گیا تو فلورا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے اپنا بدن سمیٹتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ ''سمندری سفر کے آغاز میں یہ غیر جمالیاتی ہجوم مجھے بڑا گراں گزرتا ہے۔''

میں نے فلورا کے چہرے پر برہمی و بیزاری کے آثار دیکھے تو دل چاہا، اس گستاخ اور بھدے اطالوی باشندے کو گریبان سے پکڑوں اور سامان سمیت اٹھا کر ساحل سے ٹکراتی ہوئی موجوں کے حوالے کر دوں لیکن ظاہر ہے یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح جلد از جلد کسٹم سے فراغت پا کر جہاز پر جانے کے لئے بے تاب تھا۔ اصل میں مجھے اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ خدانخواستہ بندرگاہ پر پولیس کے کسی افسر سے مڈبھیڑ ہو گئی تو فلورا کے میرے ساتھ دیکھے جانے کی اطلاع میرے محترم والد تک پہنچ جائے گی۔ جس کے بعد یہ بات تقریباً طے تھی کہ مجھے اگلی بندرگاہ پر فلورا سے بچھڑ کر جبراً وقہراً بیروت لوٹنا پڑتا۔ میرے والد یوسف الباقر خفیہ پولیس کے محکمے میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے، اسی لئے میں نے فلورا کی برہمی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''سارا قصور تمہارے جمال دل افروز کا ہے کہ لوگ اپنے اوسان کھو بیٹھتے ہیں کچھ دیر کی بات ہے۔ اس کے بعد ہم اپنے سرد کیبن میں ہوں گے جہاں کوئی ہمیں پریشان نہیں کر سکے گا۔''

''جابر......'' فلورا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ''تم نے لندن میں دوسری ملاقات کے دوران مجھے بتایا تھا کہ تمہارے والد پولیس میں کسی بڑے عہدے پر ہیں۔''

''ہاں، شبہ ہے کیا؟'' میں نے فخر سے کہا۔

''ارے نہیں۔'' فلورا بولی۔ ''تم جلد فیصلے کرنے کے عادی ہو۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جہاز کے کیبن تک پہنچنے کے لئے تم اپنا اثر استعمال کر سکتے ہو۔'' اور اس سے پہلے کہ میں فلورا کی بات کا کوئی جواب دیتا ایک پولیس سب انسپکٹر نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ ''محترم جابر...... آپ یہاں کہاں، کہاں کے ارادے ہیں؟''

مجھے مخاطب کرنے والا پولیس افسر میرے والد کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا اور مجھ سے خاصا بے تکلف تھا۔ وہ مخاطب مجھ سے تھا مگر اس کی نظریں فلورا کے ہوشربا حسن کا جائزہ لے رہی تھیں میں نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنی چاہی۔

''آج کل تم غالباً میں پورٹ پر ہو شاید؟''

''ہاں شرفا کو سفر کرتے ہوئے چیک کرنا میری ڈیوٹی ہے۔'' اس نے ایک بار پھر انکھیوں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے لائق کوئی خدمت؟''

میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنا مدعا کھل کر بیان کر دوں، سب انسپکٹر نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر دوسری طرف سے جہاز پرے گیا میرے اور فلورا کے سامان کی چیکنگ کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا، ہمیں کیبن تک چھوڑ کر جب وہ جانے لگا تو میں اس کے ساتھ ہولیا۔ فلورا سے ذرا ہٹ کر میں نے اس سے رازداری سے کہا۔ ''عزیز ابوسلمان، کیا میں امید رکھوں کہ تم اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے؟''

''جابر۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ ظاہر ہے اگر محترم یوسف الباقر کو حالات کا علم ہو گیا تو آپ کے ساتھ ساتھ یقیناً میری شامت بھی آجائے گی۔'' ابوسلمان نے شرارت سے جواب دیا پھر سرگوشی کی۔ ''معاملہ کیا ہے۔ کون ہیں یہ؟''

''آکسفورڈ میں ملاقات ہوئی تھی، اگر لکیروں نے ساتھ دیا تو یہ تمہاری بھابی بھی بن جائے گی۔'' ابوسلمان کو مطمئن کرنے کے لئے یہ دروغ جائز تھا۔

''اللہ اکبر۔'' اس نے سانس کھینچ کر کہا۔ ''تو ارادے لمبے ہیں؟''

سلمان کچھ چھیڑ خانی کرنے کے بعد رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اس کیبن کی جانب قدم اٹھا دیئے جو میں نے پہلے ہی سے مخصوص کرا لیا تھا۔

فلورا سے میری پہلی ملاقات آکسفورڈ میں ہوئی تھی، وہاں بھی یہی حال تھا بے شمار لڑکے اس کی ایک نظر التفات کے متمنی رہتے لیکن فلورا ایک سرد اور سنجیدہ لڑکی تھی۔ اگر کبھی یوں ہی سرسری طور پر کسی سے توجہ سے دو باتیں کر لیتی تو دوسرے دن اسکینڈل کھڑا ہو جاتا لیکن جلد ہی دل جلے لڑکوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ جو کچھ مشہور ہوا ہے وہ بہتان ہے۔ عجیب بات یہ تھی کہ فلورا مغربی تہذیب کی پروردہ ہونے کے باوجود لڑکوں سے الگ تھلگ اور بہت محتاط رہنے کی عادی تھی۔

فلورا کی اسی خصوصیت نے مجھے اس کے قریب آنے پر اکسایا تھا، میں نے اس سے ربط ضبط بڑھانے کے لئے حتی الامکان کوشش کی لیکن بات کسی طور آگے نہ بڑھ سکی، فلورا کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ خوش مزاجی سے میری باتیں سن کر مجھے نظر انداز کرتی رہی۔ جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے ایک ترکیب سوچی، مجھے معلوم تھا کہ مشرق کی رومانی اور سحر انگیز فضا مغرب کی لڑکیوں کو بہت متاثر کرتی ہے۔ میں نے اپنے شہر بیروت، اپنے خاندان، اپنی امارات اور اپنے باپ کے اعلیٰ پولیس کے عہدے کے متعلق بلند بانگ دعوے کیے، میری یہ ترکیب کسی قدر کارگر نکلی۔ میری سحر طراز گفتگو سے وہ متاثر ہوئی اور اس کی حسین نگاہوں میں ایک لمحے کے لئے مخصوص چمک پیدا ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بڑی بے نیازی سے مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ فلورا کی اس بے رخی سے میرے ارادوں میں جولانی آگئی میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پر اس کافر ادا دوشیزہ کا قرب حاصل کر کے رہوں گا۔ ان دنوں فلورا فرسٹ ایئر میں تھی، امتحان قریب تھے لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ فلورا نے یونیورسٹی آنا بند کر دیا۔ دو چار روز تو کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی مگر بعد میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ہر لڑکے نے فلورا کی کمی شدت سے محسوس کی، خود میرا بُرا حال تھا۔ میں نے بھی فلورا کو بہت تلاش کیا لیکن زبردست کوشش کے باوجود مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، فلورا کی اس اچانک گمشدگی نے اس کی شخصیت کو میرے لئے خاصا پُر اسرار اور تجسس انگیز بنا دیا۔ امتحان کی مصروفیت کے باوجود میں فلورا کو نہ بھلا سکا۔

مجھے حیرت تھی کہ مجھ جیسا مشاق شخص فلورا کے قرب سے، کوشش کے باوجود کیوں محروم رہا ہے۔ یہ خودستائی نہیں بلکہ اسے حقیقت کا اظہار سمجھئے...... میں ایک مکمل عرب مرد ہوں۔ عربوں کی مخصوص وجاہت، دبدبہ، مردانہ پن اور دل کشی میری شخصیت میں اپنی تمام صفات کے ساتھ سمٹ آئی ہیں۔ میں اس سے پہلے کہیں ناکام نہیں ہوا۔ جہاں جہاں میری نظر گئی پیغام وصال لائی لیکن فلورا عجیب قسم کی لڑکی تھی اور میں ایک ضدی اور جذباتی شخص ہوں اس لئے فلورا میرے لئے مسئلہ بن گئی تھی اور میں اسے فتح کرنے کے لئے ہر قدم اٹھانے پر تل گیا تھا لیکن اچانک وہ غائب ہوگئی۔

آکسفورڈ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں بیروت واپس آگیا لیکن فلورا میرے دل و دماغ سے نہ نکل سکی۔ بیروت آ کر میں اپنی مصروفیات میں ایسا الجھ گیا کہ کچھ ہی عرصے بعد میں نے فلورا کو یکسر نظرانداز کر دیا مگر ایک روز اچانک پرانی یادیں پھر تازہ ہوگئیں۔ اس روز میں معمول کے مطابق اپنے دوستوں کے ساتھ ایک مقامی ہوٹل کے ریستوران میں گیا تو توقع کے خلاف فلورا کو وہاں دیکھ کر مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ فلورا اپنی روایتی اُداسی کے ساتھ اپنی میز پر تنہا بیٹھی کسی مشروب سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ بیروت میں اسے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

میں اس سے ملنے کے لئے تڑپنے لگا لیکن دوستوں کی موجودگی کے باعث ضبط کئے بیٹھا رہا۔ پھر میں ایک خیال کے تحت دوستوں سے معذرت چاہ کر منیجر کے کمرے میں گیا جو میرا واقف کار تھا۔ میں نے اس سے فلورا کے بارے میں دریافت کیا تو یہ جان کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ فلورا اسی ہوٹل میں گزشتہ چوبیس گھنٹوں سے مقیم ہے۔ منیجر نے مجھے بتایا کہ فلورا نے اپنا کمرہ ایک ہفتے کے لئے محفوظ کرایا ہے۔ البتہ منیجر نے جب مجھے یہ بتایا کہ کمرہ روزی البرٹ کے نام سے مخصوص کرایا گیا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ نام کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی۔ بہرحال میں اسے فلورا کی کوئی مصلحت سمجھ کر خاموش ہوگیا۔ منیجر کے کمرے سے نکل کر میں دوبارہ اپنی میز پر آگیا جہاں میرے دوست خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ فلورا بدستور ڈائننگ ہال میں موجود تھی میری نگاہیں بار بار اس کی جانب بھٹک رہی تھیں۔ ایک بار نظروں کا تصادم ہوا تو فلورا مجھے دیکھ کر چونکی اس کا خوبصورت تبسم اس بات کی علامت تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اس کی یہ ایک ہی نظر کاری وار کرگئی۔ میں پھر گھائل ہوگیا۔ دوستوں کی موجودگی کے باوجود میرا دل چاہا کہ اس کی جانب بڑھوں لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ ضبط کئے بیٹھا رہوں۔ فلورا مسکراتی ہوئی اٹھی، اس نے ستم کی ایک اور نظر مجھ پر ڈالی، پھر اقامتی کمروں کی سمت جانے والے زینے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ جب تک وہ میری نظروں کے سامنے رہی میں کنکھیوں سے اسے دیکھتا رہا پھر احباب کی گفتگو میں شامل ہوگیا۔ بظاہر میں اپنے احباب کے ساتھ تھا لیکن باطن میں صرف فلورا کا تصور تھا جس میں میں گم ہوگیا تھا۔ اس دن میں ہوٹل سے جلدی واپس لوٹ آیا۔ رات بھر بے چینی رہی۔ اگلی صبح تک انتظار مشکل ہوگیا۔ میں صبح صبح ہوٹل پہنچ گیا۔ منیجر سے معلوم ہوا کہ فلورا اس وقت اپنے کمرے میں ہے۔ میں منیجر کو اعتماد میں لے کر اقامتی کمروں کی جانب گیا۔ فلورا کے دروازے پر دستک دیتے وقت میرے سینے میں ایک سچے عاشق کا دل دھڑک رہا تھا۔ گزشتہ رات فلورا کا وہ دل نشین تبسم میرے شوق کو کامیابی کی نوید دے رہا تھا۔ بہت سے وسوسے دل میں اُجاگر ہو رہے تھے کہیں فلورا پھر بے نیازی اختیار نہ کرے مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ مجھ سے آکسفورڈ والی فلورا سے مختلف انداز میں ملی۔ فلورا سے میں نے اتنی باتیں کیں کہ جلد ہی وہ مجھ سے بے تکلف ہوگئی۔ گفتگو کے دوران میں نے آکسفورڈ سے اس کی اچانک علیحدگی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑی ادا سے اپنی آوارہ زلفیں پشت کی جانب جھٹک کر بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''کیا واقعی تم نے بھی یونیورسٹی میں میری کمی محسوس کی تھی؟''

"ہاں......" میں نے مسکراتے ہوئے نظریں چرا کر جواب دیا۔ "میں سمجھتا ہوں تمہاری کمی محسوس کرنے والوں میں میرا نام سرفہرست تھا۔"

"اوہ" فلورا میرا جواب سن کر شرما سی گئی، اس نے بڑی خوبصورتی سے آکسفورڈ والا موضوع بدل دیا اور بیروت کے تفریحی مقامات کا ذکر چھیڑ دیا۔ میں اسے تفریح گاہوں کے بارے میں بتاتا رہا پھر جب میں نے دریافت کیا کہ وہ ہوٹل میں اپنے اصل نام کے بجائے روزی کے نام سے کیوں ٹھہری ہے تو فلورا کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ براہ راست میری نظروں سے نظریں ملا کر بولی۔ "سیدی جابر—— یہ باتیں نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ نجی حالات کی کرید میرے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے، میں تمہیں بتاؤں کہ گزشتہ رات تمہیں ہوٹل میں دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی کہ ایک پرانا واقف کار مل گیا۔ یہ بیروت تو اجنبی شہر لگتا ہے میں نے اس وقت تم سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا تم اس وقت اپنے احباب میں گھرے ہوئے تھے، بیروت میں میرا قیام بڑا مختصر ہے، کیا ہی اچھا ہوگا کہ ہم اس دوران دو اچھے دوستوں کی طرح ملتے جلتے رہیں۔ ہمیں غیر ضروری سوالات سے گریز کرنا چاہئے۔"

فلورا کے مزاج سے میں کسی قدر واقف تھا۔ اس کی یہ سنجیدگی اور بے رخی ہی تو نشتر چلاتی تھی۔ اس کا طرز عمل دیکھ کر مجھے خود اپنے آپ پر غصہ آ گیا، پہلی ملاقات میں غالباً مجھے فلورا سے کوئی ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہ بات عشق کی بلاغت کے خلاف تھی، میں نے معذرت چاہی اور گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "بیروت میں تمہارا قیام کب تک ہے؟"

"زیادہ سے زیادہ چھ روز، اس کے بعد میں ذربن روانہ ہو جاؤں گی۔"

فلورا نے آہستہ سے جواب دیا۔ میری معذرت کے بعد اس کے چہرے پر شگفتگی آ گئی تھی۔ وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولی۔

"سیدی اگر میں درخواست کروں تو تم ان چھ دنوں میں میرے لئے کچھ وقت نکال سکو گے؟ میں بیروت کے بعض مقامات دیکھنے کی شائق ہوں، تمہارے سوا یہاں میرا کوئی واقف کار نہیں ہے۔"

"زہے نصیب۔ یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔" میں نے بے باکی کا مظاہرہ کیا تو فلورا نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔

دوسرے روز سے میں فلورا کو سارا سارا دن لئے پھرتا۔ یہ میری زندگی کی سب سے دلچسپ اور رنگین شامیں تھیں۔ تین روز تک میں اسے مختلف تفریحی مقامات کی سیر کراتا رہا، چوتھے روز میں نے اسے ایک اعلیٰ درجے کے شبینہ کلب میں لے جانے کی پیش کش کی۔ میرا خیال تھا کہ فلورا میری پیش کش رد کر دے گی، گزشتہ تین دنوں میں اس کا بیشتر وقت میرے ساتھ گزرا تھا لیکن اس نے مجھے کبھی ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا تھا، وہ اچانک بے تکلفی سے ہنستے ہنستے سنجیدگی اختیار کر لیتی، عجیب طبیعت پائی تھی اس نے، بہر حال جب میں نے شبینہ کلب کا پروگرام بنایا تو فلورا تھوڑی سی جھجک کے بعد راضی ہو گئی، مجھے امید تھی کہ شبینہ کلب میں مجھے اس سے کچھ اور قریب ہونے کا موقع مل سکے گا میں وہ لمحات پوری طرح استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ عرصہ اس پر چھانے کے لئے کم تھا لیکن میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کر رہا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ یورپ کی عام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ وہ کھل رہی تھی مگر بہت آہستہ آہستہ۔ کلب میں، میں نے عربوں کی تمام تر فصاحت کے ساتھ کچھ شوق کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ میرا چہرہ تکنے لگی۔ پھر شرما کر بولی۔ "ہاں سیدی جابر۔ یورپ میں تو یہ شوق عام ہے، اس لئے میں بھی اس سے محروم نہیں ہوں، واقعی

ایک دو پیگ شیری کے بغیر یہاں کا لطف تشنہ رہ جائے گا۔''

میں نے بیرے کو بلا کر فلورا کے لئے شیری کا آرڈر دیا۔ دوسرا پیگ ختم کر کے اس نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''کیا خیال ہے سیدی جابر۔ ہمیں اب چلنا چاہئے۔''

میں نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا۔ ''اتنی جلدی کیا ہے فلورا، ابھی تو محفل کا رنگ اور نکھرے گا۔''

''مجھے ان ہنگاموں سے کوئی خاص دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی ہے سیدی جابر۔'' فلورا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یقین کرو میں یہاں محض تمہاری وجہ سے چلی آئی تھی۔ یہ لوگ حسن و جمال، لطافت اور نزاکت سے بے بہرہ ہیں۔ مجھے یہاں اب وحشت ہو رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مجبوراً مجھے بھی اُس کی پیروی کرنا پڑی، باہر آ کر جب میں نے گاڑی سٹارٹ کی اور کھلی سڑک پر آیا تو فلورا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

''سیدی...... تم اچانک اُداس کیوں ہو گئے، کیا میری کوئی بات گراں گزری ہے؟''

میرا دل چاہا کہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دوں، فلورا جس لہجے اور رویے سے پیش آ رہی تھی وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا میں نے گردن گھما کر اسے غور سے دیکھا، پھر نظریں سڑک پر جما دیں، مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا فلورا نے میری کیفیت کا اندازہ لگایا تو ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے یہ حسین لمحات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے، کاش میں کچھ دن اور یہاں قیام کر سکتی۔''

''کیا تمہارا اوٹ جانا بہت ضروری ہے فلورا؟'' میں نے اکتاہٹ سے پوچھا۔

''ہاں...... '' وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''ضروری ہی سمجھو جابر، کچھ ایسا ہی کام ہے۔''

''ایک بات کہوں، میں تو ابھی تمہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہوں فلورا۔'' میں روانی میں کہہ گیا پھر بات بنا کر بولا۔ ''میرا مقصد ہے کہ اگر تم بیروت میں کچھ دن اور رک جاتیں تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی۔''

فلورا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے شبہ تھا کہ شاید میں نے کچھ تلخی اختیار کی ہے۔ میں نے انکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینا چاہا، فلورا میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ میں اُس حسین لمحے میں الجھ گیا اور میں نے سامنے سیاہ سڑک پر نظریں جما دیں، کچھ لمحے یوں ہی خاموشی میں گزر گئے۔ پھر اچانک میرے دل کا عجیب عالم ہو گیا، فلورا نے قریب ہو کر اپنا سر میرے بازو پر ٹکا دیا، اور مترنم آواز میں بولی۔ ''سیدی جابر...... اگر میرے بس میں ہوتا تو میں بیروت کو کبھی خیر باد نہ کہتی۔''

''خوب!...... یہاں کی کیا چیز تمہیں پسند آ گئی؟'' میں نے لطیف انداز میں دریافت کیا۔

''یہاں بہت کچھ ہے...... یہاں تم بھی تو ہو۔''

''فلورا...... '' میں جذباتی ہو گیا۔ ''تم میرے لئے ایک معمہ بن گئی ہو، ایسا معمہ جو حل نہ ہو سکے۔''

''جو معمہ حل ہو جائے وہ معمہ نہیں ہوتا سیدی؟'' فلورا کا انداز فلسفیانہ تھا۔

''کیا تم بیروت میں اپنا قیام چند دنوں کے لئے اور نہیں بڑھا سکتیں؟'' میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''کم از کم میری درخواست پر۔''

"میں مجبور ہوں سیدی..... البتہ ایک صورت ہو سکتی ہے تم میرے ساتھ....."

مجھے کرب کا احساس اور شدید ہو گیا، میں اس کا مفہوم سمجھ چکا تھا لیکن پوری بات اس کی زبان سے سننے کا متمنی تھا۔

"فلورا..... تم چپ کیوں ہو گئیں؟ تم کچھ کہہ رہی تھیں۔"

"مجھے خیال آ گیا سیدی۔" فلورا نے اس بار کسی قدر درد بھرے لہجے میں کہا۔ "مجھے خیال آ گیا کہ میں تم سے اپنی بساط سے بڑھ کر کچھ کہہ رہی ہوں۔ اگر تم میری خواہش سے انکار کر دیتے تو مجھے یقیناً دکھ ہوتا، میں بھول گئی تھی کہ ہماری ملاقات ابھی محض رسمی حدود میں ہے۔"

"نہیں نہیں عزیز فلورا..... مجھ پر پھر جذبے طاری ہو گئے۔ "میں تو اتنا بڑھ گیا ہوں کہ تمہاری خاطر اپنی زندگی بھی قربان کر سکتا ہوں۔"

"جابر..... "فلورا نے پہلی مرتبہ میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر کے کہا۔ "میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ڈربن چلو، وہاں میرا قیام صرف تین دن رہے گا اس کے بعد میں بیروت واپس آ جاؤں گی، تم ساتھ رہو گے تو یہ طویل سفر بہت دلچسپ ہو جائے گا۔" میں نے گاڑی کا رخ ساحلی سڑک کی جانب موڑ دیا کیوں کہ یہ راستہ قدرے طویل تھا، ہوٹل تک فلورا مجھ سے مسکرا مسکرا کر گفتگو کر رہی، میری خواہش تھی کہ کچھ لمحے فلورا کے ساتھ اس کے کمرے میں بھی گزاروں لیکن ہوٹل پہنچ کر جب اس نے گاڑی سے اترتے ہی ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا تو میں ہاتھ مل کر رہ گیا اور مایوس ہو کر گھر کی سمت چل دیا۔

اگلے روز میں نے ڈربن جانے والے پہلے جہاز میں اول درجے کا ایک کیبن محفوظ کروا لیا اور فلورا کے ہوٹل پہنچ کر اسے ٹکٹ دکھایا تو اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ وہ ترشی سے بولی۔ "تم نے عجلت سے کام لیا ہے، اس سلسلے میں تم نے مجھ سے کسی رقم کا مطالبہ بھی نہیں کیا؟"

فلورا کی اس بات پر مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی، بلاشبہ اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو میرا ردعمل مختلف ہوتا لیکن فلورا کی بات ہی کچھ اور تھی، جیسے جیسے وہ مجھ سے کھنچی کھنچی رہنے کا اظہار کرتی، میں اور بے قرار ہو جاتا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس ضدی اور سرکش لڑکی کو تسخیر کر کے رہوں گا۔

بہرصورت میں نے فلورا کے اس رویے کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ میں نے کہا۔ "پرسوں ہماری روانگی ہے، صرف کل کا دن درمیان میں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اگر ہم آج ہی سفر کے لئے کچھ خریداری کر لیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔"

فلورا نے ایک بار پھر کرائے کی رقم ادا کرنے کی پیش کش کی۔ میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر اس نے دوبارہ اصرار کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ وہ خاموش ہو گئی، میں اسے بیروت کے بازاروں میں گھماتا رہا۔ فلورا نے اپنے لئے سفری ضرورت کی دو چار چیزیں خریدیں اور کچھ سامان میرے لئے بھی خریدا، رقم اسی نے ادا کی، میں نے زبان بند رکھی، خطرہ تھا کہ وہ ناراض نہ ہو جائے، دوپہر تک میں اس کے ساتھ رہا پھر گھر آ گیا۔ اب والد صاحب سے روانگی کی اجازت لینا میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ اپنے محکمے اور عہدے کے اعتبار سے وہ بڑے سخت مزاج واقع ہوئے تھے، ان کے سامنے میرے لئے ڈربن جانے کا کوئی جواز پیش کرنا بہت مشکل تھا، کوئی معقول عذر سمجھ میں نہ آیا تھا۔ اس روز رات بھر میں اسی فکر میں مبتلا رہا کہ والد صاحب کو کس طرح مطلع کیا جائے۔ جہاں تک گھر کے ماحول اور والد صاحب کی طبیعت کا تعلق تھا وہ خاصے آزاد خیال

تھے، بیروت میں انہوں نے میرے نجی تفریحی مشاغل کبھی تشویش کی نظروں سے نہیں دیکھے لیکن وہ اتنے زیادہ آزاد خیال بھی نہیں تھے کہ اگر میں کھل کر دل کی بات کہہ دیتا تو وہ میری صاف گوئی سے متاثر ہو کر مجھے ایک مغربی لڑکی کے ساتھ ڈربن جانے کی اجازت دے دیتے، اب یہی ایک صورت تھی کہ کوئی عذر تراشوں اور انہیں اس بات کی ہوا تک نہ لگنے دوں کہ میں ڈربن تنہا نہیں بلکہ ایک مجسم قیامت دوشیزہ فلورا کے ساتھ جا رہا ہوں۔ یقیناً فلورا کسی قیامت سے کیا کم تھی...... سفر کے تصور اور والد صاحب کی ناراضگی کی فکر سے میرا ذہن متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

دوسری صبح میں جلدی اُٹھ گیا۔ میرے پاس صرف ایک دن باقی تھا۔ اگلی صبح مجھے فلورا کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ گزشتہ رات میں مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ چاہے کتنی ہی رکاوٹیں ہوں، فلورا کے ساتھ سفر کرنے کا یہ خوب صورت موقع کسی قیمت پر ہاتھ سے نہ جانے دوں گا لیکن یہ بات اپنی جگہ تھی کہ والد صاحب کی ناراضگی میرے لئے وبال جان بن سکتی تھی۔

ناشتے کے دوران کئی بار ارادہ کیا کہ ہمت کر کے والد صاحب سے ڈربن کے سفر کا ذکر چھیڑ دوں مگر زبان سے مدعا بیان نہیں ہو پا رہا تھا۔ والد صاحب بھی اُس صبح کچھ فکر مند اور پریشان نظر آتے تھے۔ میز پر کوئی فائل کھلی پڑی تھی اور بار بار فون آ رہے تھے، ماتحتوں سے ان کی گفتگو کچھ اس انداز میں ہوتی تھی کہ عام آدمی کچھ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ میں اتنا ضرور سمجھ گیا کہ کوئی خاص معاملہ درپیش ہے۔ وہ دفتر جانے کے لئے تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلے تو میری حالت قابل رحم ہو گئی۔ عجیب کش مکش تھی' میرے لئے یہ آخری موقع تھا اس لئے کہ دفتر سے والد صاحب کی واپسی کا وقت ہمیشہ غیر متعین اور غیر یقینی ہوتا تھا۔ وہ اکثر آدھی آدھی رات کے بعد لوٹتے تھے۔ مجھے بہر قیمت صبح روانہ ہونا تھا، ابھی میں اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ والد صاحب کے پاس ایک فون آیا۔ فون پر کوئی اہم بات کرنے کے بعد انہوں نے مجھے آواز دی' میں دھڑکتے ہوئے دل سے قریب گیا تو انہوں نے جیب سے ایک بند لفافہ نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''اس لفافے میں ایک خاص تصویر اور کچھ اہم دستاویزیں موجود ہیں، تمہیں یہ لفافہ لے کر آج ہی ہانگ کانگ جانا ہے، آج رات کی پرواز سے اپنی نشست محفوظ کروالو۔ باقی ہدایات بعد میں دی جائیں گی۔''

''ہانگ کانگ!'' میں چونک پڑا۔ ''مگر میں......''

میرے منہ کی بات منہ میں رہ گئی، والد صاحب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''تم اس کام کے لئے موزوں شخص قرار دیئے گئے ہو۔ تمہیں آج ہی روانہ ہونا ہے۔''

میں کچھ نہ کہہ سکا۔ ''بہتر ہے۔'' میں نے بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

میرے لئے والد صاحب کی یہ ہدایت کوئی نئی بات نہیں تھی اس سے پیشتر بھی وہ متعدد بار مجھے اہم سرکاری دستاویزات دے کر مختلف شہروں میں بھیج چکے تھے۔ ہانگ کانگ اور ڈربن دو بالکل مختلف سمتیں۔ میرا دماغ چکرا گیا۔ بھلا میں ڈربن جانے کا ارادہ کیسے ملتوی کر سکتا تھا۔ اچانک ایک ترکیب ذہن میں آئی میں نے والد صاحب کی یہ ہدایت غنیمت سمجھی۔ گویا خود قدرت نے بیروت سے روانہ ہونے کی سبیل پیدا کر دی تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میرے ہانگ کانگ نہ پہنچنے پر والد صاحب ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے لیکن فلورا کے ساتھ بحری سفر کے حسین تصور کے آگے والد صاحب کی برہمی اور ناراضی کا سودا اتنا مہنگا نہ تھا۔ میں نے اسی رات رخت سفر باندھا اور ہوائی اڈے جانے کے بہانے مقررہ وقت سے بہت

پہلے فلورا کے ہوٹل چلا گیا۔ فلورا سے میں نے یہ بہانہ کر دیا کہ مجھے صبح دیر سے اٹھنے کی عادت ہے اس لئے رات ہی سے آ گیا ہوں۔

دوسرے روز جب میں ہوٹل سے بندرگاہ کے لئے روانہ ہوا تو میری عجیب حالت تھی۔ مجھے اس بات کا خوف پریشان کئے ہوئے تھا کہ اگر راستے میں یا بندرگاہ پر کسی نے مجھے دیکھ لیا اور اس کی اطلاع والد صاحب کو پہنچا دی تو قیامت آ جائے گی لیکن قسمت مجھ پر مہربان تھی اس لئے ابو سلمان کے علاوہ کسی اور سے ملاقات نہ ہوئی اور ابو سلمان نے مجھ سے رازداری کا وعدہ بھی کر لیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا کیونکہ گزشتہ دنوں ایک دو موقعوں پر میں والد صاحب سے اس کی سفارش کر چکا تھا۔

ابو سلمان کو رخصت کر کے میں اپنے کیبن کی طرف چل دیا جہاں فلورا موجود تھی۔ پورٹ سعید تک میں نے بہت احتیاط سے کام لیا، نہ فلورا سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش کی نہ کیبن سے زیادہ دیر تک باہر رہا لیکن پورٹ سعید کے گزرنے کے بعد میں نے ذرا آزادی کا سانس لیا اور میرے ارادوں پر بہار آنے لگی۔ فلورا اور میں ایک ہی کیبن میں تھے، اس لئے ہمارے درمیان تکلفات کی وہ دیوار اس حد تک برقرار نہ رہ گئی جو بیروت کی بندرگاہ تک قائم تھی۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ فلورا کے انداز میں بڑی تبدیلی آ گئی ہے۔ وہ میری شریک سفر بننے پر بے حد مسرور تھی مگر ابھی تک راز و نیاز کی کوئی بات اس سے نہیں ہوئی تھی ایک حجاب اب بھی موجود تھا۔ جہاز میں میری ملاقات سیکنڈ آفیسر احمد بن طاہر سے ہو گئی جو کسی زمانے میں بیروت میں میرا ہم جماعت تھا، احمد بن طاہر سے ملاقات کے بعد میرا وقت بہت اچھا گزرنے لگا، فلورا بھی احمد سے بے تکلف ہونے لگی۔ اب مجھے والد صاحب کے دیئے ہوئے بند لفافے کے سوا اور کوئی فکر نہیں تھی۔ دو ایک بار میں نے ارادہ کیا کہ یہ لفافہ ہانگ کانگ میں اپنے چچا کے پتے پر روانہ کر دوں۔ میرے چچا وہاں کاروبار کرتے تھے لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ایک ہفتے تک کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں ہوئی جسے قلم بند کیا جائے لیکن ساتویں روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے بہت کچھ الجھا دیا۔ اس روز شام کے ناشتے کے بعد میں اپنے دوست احمد بن طاہر کے ساتھ اس کے کیبن تک چلا گیا اور آدھ گھنٹے بعد واپس لوٹا تو فلورا کیبن میں موجود نہیں تھی، مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے وہ ابھی تک طعام گاہ میں ہو، میں اس طرف چلا گیا لیکن فلورا وہاں بھی نہیں ملی، میں نے اسے کھیلوں کے کمرے اور بار میں بھی تلاش کیا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں عرشے کی طرف بڑھا، مجھے معلوم تھا کہ جہاز میں احمد کے سوا فلورا کی کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ ایسی صورت میں اس کا نظر نہ آنا تشویش کا باعث تھا، میں نے عرشے پر مسافروں کی ریل پیل میں اسے ڈھونڈا۔ وہاں بھی مایوسی ہوئی، بے شمار مسافر عرشے پر جمع تھے اور سمندر کا نظارہ کر رہے تھے، میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ریلنگ کے قریب چلا گیا اور کچھ دیر وہاں کھڑا ہو کر فلورا کے بارے میں سوچتا رہا۔ کچھ میں نہیں آتا تھا کہ فلورا کہاں غائب ہو گئی ہے۔ میں اسی الجھن میں تیزی سے پلٹا تو اچانک میرا ٹکراؤ افریقی نسل کی ایک بوڑھی عورت سے ہو گیا، جسے میں عرشے پر آتے وقت پیچھے دیکھ چکا تھا، ٹکر خاصی شدید تھی۔ بوڑھی عورت اپنا توازن کھو بیٹھی اور لڑکھڑا کر عرشے پر گری تو اس کی پیشانی سے خون بہہ نکلا۔ میں پشیمان ہو کر اسے دیکھنے لگا اس کے دونوں ہاتھوں میں زنگ آلود لوہے کے کڑوں کے علاوہ ہاتھی دانت کی بے ہنگم موٹی موٹی چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ گلے میں آٹھ دس مالائیں جھول رہی تھیں جن میں سے کچھ مالائیں موٹے موٹے پتھروں کی تھیں، ایک دو میں سیپیاں پروئی گئی تھیں، ایک مالا کسی جانور کی کھوپڑی کی تھی جسے میں نے عرشے پر آتے وقت خاص طور سے دیکھا تھا، وہ اپنی خون آلود پیشانی

پونچھتی ہوئی اٹھی تو اس کی آنکھوں میں سخت غصے کی کیفیت تھی، وہ بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھی۔ حقارت، نفرت اور انتقام کا جذبہ اس کی آنکھوں میں عود کر آیا۔ ان نظروں میں کچھ ایسا جادو تھا کہ مجھے جھرجھری آ گئی، میں نے افریقہ کے کالے جادو اور پُراسرار دیوتاؤں کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، مجھے افریقی زبان پر عبور نہیں تھا لیکن ٹوٹی پھوٹی بول لیا کرتا تھا، چنانچہ میں نے بوڑھی عورت سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''ماما...... آشوریکا'' (مقدس ماں، میں معافی کا خواستگار ہوں)

اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی تھیں اور شکل بھیانک ہو گئی تھی، وہ مجھے کسی ڈائن اور چڑیل کے روپ میں نظر آئی، وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی پُراسرار ساحرہ ہو۔ مجھے افریقی زبان بولتے دیکھ کر وہ ایک پل کے لئے چونکی پھر اس نے بُرا سا منہ بنا کر غصے سے عرشے پر تھوکا اور غضب ناک نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی بولی

(بڑھی نہیں جا رہی)

راہوغوغا۔'' (تو مجرم ہے، تو نے میری روح زخمی کی ہے، دیوتا تجھے برباد کریں گے)

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا بوڑھی ساحرہ نے گردن جھکا کر اپنے گلے کی وہ مالا دیکھی جس میں جانور کی مختصری کھوپڑی ٹوٹی ہوئی حالت میں موجود تھی، میں نے بوڑھی ساحرہ کو سرتاپا لرزتے دیکھا، اس کی شعلہ بار نگاہوں سے آنسو بہہ نکلے، وہ وزدیدہ نظروں سے ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کی طرف دیکھتی رہی، پھر دوبارہ اس نے مجھے خوف ناک آنکھوں سے دیکھ کر دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور قہر و غضب کے لہجے میں بولی۔ ''راہوشی گاما، جاراکاکالی اور اساگوتا روشی مارا، راہوغوغا...... راہوغوغا۔'' (تو نفرت کے قابل ہے، تو نے عظیم ''جاراکاکا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کی ہے، اب آسمان کی نحوستیں تیرا مقدر بنیں گی، دیوتا تجھے برباد کر دیں گے)

''جاراکاکا'' کا نام سن کر میں حیرت سے اس لرزتی ہوئی بڑھیا اور اس کی مالا کی طرف گھورنے لگا۔ مالا میں ٹوٹی ہوئی کھوپڑی جھول رہی تھی، مجھے جاراکاکا کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ افریقہ کے گھنے اور ناقابل تسخیر جنگلوں میں پائے جانے والے آدم خور نیولوں کی نسل میں سب سے افضل اور قابل پرستش دیوتا سمجھا جاتا تھا، پس ماندہ اور ضعیف الاعتقاد جنگلیوں کا عقیدہ تھا کہ جس شخص کے پاس جاراکاکا کی کھوپڑی ہو وہ دنیا کے ہر جادو سے محفوظ رہتا ہے اور مقدس جاراکاکا کی کھوپڑی اس شخص کو نعمتوں سے مالا مال کرتی رہتی ہے، کچھ دیر تک میں تعجب خیز نظروں سے وہ ٹوٹی ہوئی بے ہنگم کھوپڑی تکتا رہا پھر میں نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ ''ماما...... آشوریکا لی گورا آشربی۔'' (مقدس ماں، میں معافی کا خواستگار ہوں میں نے تمہیں دیدہ و دانستہ تکلیف نہیں دی ہے۔)

''اپش...... اپش، میکو بالوراہو۔'' (خاموش، خاموش، آہ مقدس دیوتا مجھے بلا رہے ہیں) بوڑھی ساحرہ نے سرتا کانپتے ہوئے کہا پھر وہ برق رفتاری سے بھاگتی ہوئی ریلنگ کے قریب گئی اور دوسرے ہی لمحے اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور تیزی سے ہوا کہ میری آنکھوں میں سوزش ہونے لگی۔ میرے نزدیک مختلف رنگ و نسل کے بہت سے مسافر کھڑے تھے وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔ بڑھیا کے اس سنگین اقدام سے ہر طرف سنسنی دوڑ گئی۔ پھر جہاز کے افسروں نے آ کر معاملے کی چھان بین کی

اور ضروری خانہ پُری کے بعد معاملہ رفع دفع کر دیا۔ میں بوجھل قدم اٹھاتا ہوا عرشے سے نیچے آیا اور اپنے کیبن کی سمت جانے لگا۔ فلورا کی گمشدگی اور بوڑھی ساحرہ کی پُراسرار موت نے ہیجان برپا کر دیا تھا۔ بوائلر کے قریب سے گزر کر میں فرسٹ کلاس کے کیبن کی طرف والی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ میری نظر معاً دوسرے درجے کے کیبنوں کی سمت اٹھ گئی اور میں ٹھٹک کر رک گیا، ہر چند کہ فلورا کا نصف چہرہ ایک کیبن کی آڑ میں تھا تاہم وہ فلورا تھی۔ وہ اس وقت ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مرد سے گفتگو میں مصروف تھی۔ شکل وصورت کے اعتبار سے وہ شخص امریکی نژاد معلوم ہوتا تھا۔ فلورا کے ساتھ اس کے اندازِ تخاطب سے معلوم ہوتا تھا جیسے اسے فلورا پر کوئی برتری حاصل ہے۔ میرا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ یہ کون شخص ہے اور فلورا اس رازداری سے اس سے کیوں باتیں کر رہی ہے۔ فلورا تو اور معمہ بنتی جا رہی تھی۔ میں نے دوسرے درجے کے اس حصے کی سمت جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وہ پستہ قد آدمی فلورا سے کچھ کہہ کر دوسری سمت چلا گیا اور فلورا اپنے کیبن کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات عیاں تھے، وہ اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھی کہ اس نے مجھے بھی نہیں دیکھا اور میرے قریب سے گزرتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔ میرے جی میں آیا کہ اب مجھے فلورا سے کھل کر بات کر لینی چاہیے اور اس پستہ قد شخص کے بارے میں اس سے بازپرس کرنی چاہیے لیکن پھر کچھ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اپنی جذبات کشاکش کم کرنے کے لئے اور بوڑھی ساحرہ کی موت کا ہول ذہن سے جھٹک دینے کے ارادے سے میں جہاز کے بار روم کی جانب چلا گیا۔

پہلے ہی گھونٹ نے اپنا اثر دکھایا اور کچھ دیر بعد میں قدرے معمول پر آ گیا۔ پھر مجھ پر سرور طاری ہو گیا اور میں بل ادا کرنے کے بعد بار روم سے باہر نکل آیا۔ اس عرصے میں سکون کے ساتھ میں نے بہت سوچا اور فلورا کی شخصیت کے بارے میں چھان بین کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس پستہ قد شخص کو فلورا سے گفتگو کرتے دیکھ کر فلورا کے متعلق میرے احساسِ جمال پر چوٹ سی لگی۔ تمام لطافتیں تاثر کھوتی جا رہی تھیں۔ فلورا مجھے ایک بالکل عام لڑکی کی صورت میں نظر آئی اور میں نے ارادہ کر لیا کہ حسن کے اس سمندر سے تشنہ کام لوٹنا حماقت ہے۔ میں نے سوچا کہ اب وہ حد بندیاں پھلانگنے میں بھی دیر نہیں لگائی جائے گی جو فلورا کے محتاط رویے نے ایک ہی کیبن میں رہنے کے باوجود قائم رکھی تھیں۔ فلورا جب دوسرے درجے کے مسافروں تک کو نواز رہی تھی تو پھر میں کیوں تشنہ رہ سکتا تھا۔ میں اپنے انہی ارادوں میں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے میرا دوست احمد بن طاہر آ گیا۔ اس نے مجھے روک کر بوڑھی عورت کی پُراسرار موت کا ذکر چھیڑ دیا جس کی اطلاع غالباً اسے جہاز کے دوسرے افسران سے مل چکی تھی۔ میں نے سرسری طور پر اسے اصل واقعے سے آگاہ کیا تو وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ ''جابر۔ اگر میرا مشورہ مانو تو آنے والی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس بیروت چلے جاؤ۔''

''کیوں......؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''اچھا سمجھا۔ تم اب غالباً مجھے افریقہ کے دیوی دیوتاؤں اور اس علاقے کے بارے میں مشہور پُراسرار واقعات کی تفصیل بتا کر توہمات کا شکار کرنے کی کوشش کرو گے؟''

''تم اس وقت مستی میں ہو جابر جو ایسا کہہ رہے ہو۔'' احمد بن طاہر نے اداس لہجے میں کہا۔ ''ورنہ تم عظیم افریقہ کے اسرار کے بارے میں ضرور سنجیدگی اختیار کر لیتے۔''

''اب چپ بھی رہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم جن روایتی باتوں اور مفروضہ قصے کہانیوں کو اہمیت دے بیٹھے ہو ان کی میرے

نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میرے خیال سے جنگلی قبائل نے سیاحوں سے محفوظ رہنے کے لئے من گھڑت کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ میرے دوست اس سائنسی دور میں ان کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"تم جانو......" احمد نے کہا۔ "کوئی مصدقہ بات تو تم بھی نہیں کہہ سکتے۔ میں ایک بار پھر تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہ سفر ترک کر دو۔"

"میرے دوست، میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں، بشرطیکہ تم اس ضمن میں کچھ ایسے ٹھوس دلائل پیش کر سکو جنہیں عقل سلیم تسلیم کر لے۔"

"میں عقل سلیم کی بنا پر نہیں بلکہ ذاتی تجربوں کی بنا پر تمہیں ایک معقول مشورہ دے رہا ہوں۔" احمد بن طاہر نے جواب دیا۔ "تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں کیپٹن سے بھی ملوا سکتا ہوں، ویسے میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ افریقی بندرگاہوں سے گزرتے ہوئے ہم سب جہاز کے وسیع و عریض گوشوں سے سمٹ کر اپنے کیبنوں تک محدود رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری آٹھ سال کی ملازمت کے دوران میں جو پُر اسرار اور حیرت انگیز واقعات رونما ہو چکے ہیں، اگر میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں تو تم کیا" کوئی" بھی سمجھدار شخص ان باتوں پر یقین نہیں کرے گا مگر کچھ باتیں جو میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا ہوں، ان کے بارے میں تم کیا کہو گے؟"

"ہو سکتا ہے تم نے وہ چشم دید واقعات غلط رنگ دے کر سمجھنے کی کوشش کی ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

احمد بن طاہر طنزیہ انداز میں مسکرا کر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "گیارہ ماہ پہلے کا واقعہ ہے، ایک بدنصیب مسافر میرے جہاز پر سفر کر رہا تھا، وہ بھی تمہاری طرح سفر کے دوران اتفاقیہ طور پر ایک عجیب حادثے سے دوچار ہو گیا تھا۔ جانتے ہو بعد میں اس پر کیا گزری تھی؟"

میں نے مضحکہ اڑایا۔ "تو افریقی چمگاڈر کی مقدس کھوپڑی نے فضا میں اچانک نمودار ہو کر اس سے فری اسٹائل شروع کر دی ہو گی اور انجام کار وہ بدنصیب اپنے آپ کو بچانے کی خاطر تمہارے جہاز کے بوائیلر میں کود کر انجن کا ایندھن بن گیا ہو گا۔ کیوں؟"

احمد بن طاہر ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ بکھیر کر بولا۔ "میرا خیال ہے اس وقت تمہاری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے، پھر کسی وقت گفتگو ہو گی۔"

احمد واپس جانے کے لئے مڑا تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ احمد میرا اچھا دوست تھا، میں اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے بتاؤ احمد کہ اس بدنصیب مسافر کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ میں تفصیل جاننے کے لئے مضطرب ہوں۔"

احمد بن طاہر بگڑ کر پھر رک گیا اور جب اسے یقین آ گیا کہ میں اسے مزید پریشان نہیں کروں گا تو وہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے ریلنگ کے قریب پڑی ہوئی کرسیوں کی جانب لے گیا اور ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "اس بدنصیب مسافر کا نام جان پیٹر تھا، سیاحی کا شوق اسے کشاں کشاں افریقی بندرگاہوں تک کھینچ لایا تھا، اس نے استنبول سے سفر کا آغاز کیا تھا، وہ بڑا ہی خوش مذاق اور باغ و بہار طبیعت کا مالک تھا اس لئے جہاز کے عملے سے اس طرح گھل مل گیا جیسے برسوں پرانا دوست ہو، اس کی خوش گپیاں مسافروں میں زندگی کی روح پھونک دینے کی تاثیر رکھتی تھیں، اس نے مجھے بتایا تھا کہ مڈغاسکر پہنچ کر وہ بوگا ما قبیلے تک جانے کی کوشش کرے گا، میں نے اسے اس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیاحی کے شوق نے اسے جنون کی سرحدوں تک پہنچا دیا تھا اس نے کسی طور پر میری بات نہ مانی، میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔ ممباسا تک ہمارا سفر بڑا

اچھا گزرا لیکن اس کے بعد جان پیٹر کے لئے حالات انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ اس نے ممباسا سے جہاز پر سوار ہونے والی ایک افریقی خاتون میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ وہ دوسرے درجے کی مسافرہ تھی، وہ دونوں جہاز پر اکثر ساتھ دیکھے جاتے تھے لیکن پھر ایک روز جہاز کے مسافروں نے اس خاتون کو سمندر میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا اور حیرت زدہ رہ گئے۔ مسافروں کے بیان کے مطابق جان پیٹر اور وہ افریقی خاتون ریلنگ کے قریب کھڑے ہوئے ہنس بول رہے تھے، یکلخت افریقی خاتون پیٹر کی کسی بات پر اس قدر برہم ہو گئی کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ ایک دن جان پیٹر نے میرے استفسار پر بتایا کہ اس نے اس خاتون سے اس کے مقدس دیوتاؤں کے بارے میں کچھ دریافت کیا تھا اور گفتگو کے دوران میں پیٹر نے کسی وجہ سے دیوتاؤں کے بارے میں کچھ مضحکہ خیز باتیں کہہ دی تھیں جنہیں سن کر افریقی خاتون برافروختہ ہو گئی۔ چند ثانیے تک وہ اپنی زبان میں پیٹر کو بددعائیں دیتی رہی، پھر اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن نے پیٹر کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اسے مشورہ دیا کہ وہ اگلی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس لوٹ جائے لیکن افسوس' پیٹر نے یہ بات نہیں مانی تھی۔'' احمد بن طاہر ایک لمحے کے لئے رکا اس کے بعد بولا۔ ''جانتے ہو پھر کیا ہوا؟ بعد میں پیٹر پر جو گزری اس کا اندوہناک تاثر ابھی تک جہاز کے لوگوں کے دلوں پر باقی ہے، یہ بات اگر کسی اور شخص کی زبانی معلوم ہوئی ہوتی تو شاید میں بھی اس پر یقین نہ کرتا لیکن جو کچھ ہوا وہ میری نظروں کے سامنے، میری موجودگی میں ہوا۔ لوسٹو کی اس روز ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر سے گزر رہا تھا۔ پیٹر اور میں عرشے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے، صبح کا وقت تھا، مطلع صاف اور خوش گوار تھا پھر اچانک جیسے ایک طوفان آ گیا، جہاز موجوں کے زیر و بم پر ڈولنے لگا، فضا سیاہی مائل دھول سے دھندلانے لگی ۔ مجھے حیرت تھی کہ کھلے سمندر میں یہ سیاہ دھول کہاں سے آ گئی، پیٹر نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''طوفان کے آثار نظر آ رہے ہیں، کیبن میں چلنا چاہیے۔''

پھر ہم دونوں کرسیوں سے اٹھے ہی تھے کہ یکلخت پیٹر نے ایک کربناک چیخ ماری اور عرشے پر گر کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے جہاز کے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے جانا چاہا لیکن نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکا، میری نگاہیں پیٹر پر مرکوز تھیں، وہ ایک ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین ہے، پیٹر کے جسم کی رنگت بڑی تیزی سے سیاہی مائل ہونے لگی اور وہ صرف دو منٹ میں مکمل طور پر سیاہ ہو گیا، میں حیرت زدہ کھڑا ہوا سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر اس وقت تو میرے حلق سے بھی گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی جب پیٹر کے جسم پر آبلے نمودار ہونے شروع ہوئے، سیاہ دھول نے اسے لپیٹے میں لے رکھا تھا، پیٹر موت اور زیست کی کربناک کشمکش سے دوچار تھا۔ عملے کے کچھ اور افسران بھی آ گئے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے قریب جانے کی ہمت نہ کر سکا، پیٹر سب کی نظروں کے سامنے تڑپ تڑپ کر سرد ہو گیا اس کی موت کے ساتھ ہی ہواؤں کے جھکڑ یک بہ یک ختم ہو گئے، موجوں کا تلاطم جاتا رہا، فضا کا رنگ دوبارہ نکھر آیا لیکن ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے کی طرف استعجابیہ انداز میں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب ہوش سنبھلنے کے بعد پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا تو عملے کے افراد دہشت زدہ ہو کر فوراً پیٹر کی لاش سے دور ہو گئے جیسے وہ نحوست بن کر ان پر جھپٹ پڑے گا، یہ خبر مسافروں تک پہنچی تو پورے جہاز میں سراسیمگی کا عالم طاری ہو گیا، کپتان کو یہ حالت ختم کرنے کے لئے

جبراً وقہراً...... خود یہ کام انجام دینا پڑا۔ بعد میں دو روز تک کپتان کو شدید بخار رہا۔ اس کے بعد اس کی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔"

احمد بن طاہر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "میرے دوست، تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ کپتان نے جب جہاز کے عملے سے طوفان کی بابت کچھ دریافت کیا تو اسے کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا۔ طوفان ریکارڈ کرنے والا آلہ بھی بے کار ہو چکا تھا۔"

میں احمد بن طاہر کی باتیں دلچسپی سے سن رہا تھا۔ کھلی ہوا میں بیٹھنے کی وجہ سے میرا نشہ ہوا جا رہا تھا۔ میں نے احمد بن طاہر کی بیان کردہ کہانی کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اسے ٹالنے کے لئے میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "میں تمہارا شکر گزار ہوں میرے عزیز دوست! تم نے مجھے جس نیک مشورے سے نوازا ہے، میں اس پر سنجیدگی سے غور کروں گا۔"

احمد سے مصافحہ کر کے میں اپنے کیبن کی طرف جانے لگا۔ میرے ذہن میں اب صرف فلورا تھی جسے کچھ دیر پیشتر میں نے ایک پستہ قد امریکی سے رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تھا۔ میں کیبن میں داخل ہوا۔ فلورا لباس تبدیل کر چکی تھی اور بستر پر نیم دراز ہو کر ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ میں آنکھیں ملنے لگا۔ فلورا نے مجھے اپنی طرف رُخ کر کے اس طرح آنکھیں ملتے دیکھا تو رسالہ رکھ کر مسکراتی ہوئی اُٹھ گئی اور شکایت بھرے لہجے میں بولی۔ "جابر اگر مجھے علم ہوتا کہ اس جہاز پر تمہارا کوئی جگری دوست مل جائے گا تو میں یقیناً کسی دوسرے جہاز پر سفر کرنے کو ترجیح دیتی۔ کتنی دیر لگا دی تم نے احمد کے پاس۔"

"کچھ پرانی باتیں چھڑ گئی تھیں فلورا!" میں نے سرشاری سے جواب دیا۔ "ویسے آج احمد نے مجھے خاص طور پر رائی کے اثر انگیز مشروب سے نوازا ہے۔"

"تم نے مجھے کیوں نظر انداز کر دیا؟" فلورا نے شکایتی انداز میں کہا۔ "ایسے موقع پر میں تمہیں یاد کیوں نہیں آئی؟"

میرا دل چاہا کہ اس فریب مجسم سے کہوں کہ تم اب میری نظروں سے گر چکی ہو، اسے بتا دوں کہ میری آنکھیں اسے ایک رقیب کے ساتھ دیکھ چکی ہیں لیکن اس جلد بازی سے میں اس کے حسن جہاں سوز سے لطف اُٹھانے کا موقع کھو دیتا۔ میں نے خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "فلورا...... کئی بار جی چاہا۔ اُٹھوں اور تمہیں یہاں سے لے چلوں لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ کسی اور کے ساتھ تمہیں گفتگو کرتے دیکھ کر نہ جانے کیوں میرا خون کھولنے لگتا ہے۔"

"اوہ" فلورا معنی خیز لہجے میں بولی۔ "تم بڑے خود غرض ہو۔ مجھ پر صرف اپنا تسلط جمانا چاہتے ہو؟"

"تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" میں نے مخمور نظروں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی۔ میں نے جسارت کی اور اس کے قریب جا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم تو میرا خواب ہو تم میری منزل ہو۔"

"جابر...... تم نے بہت متاثر کیا۔ ذرا ذہن سے واپس آ جانے دو۔ مجھے کچھ اور سنبھلنے اور سوچنے کا موقع دو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ میرا وعدہ ہے۔" اور پھر میں نے دوستی کی حدود پھلانگنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے اس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ واپسی کے سفر کا بہانا کر کے میرے جذبات بڑے خالصانہ انداز میں رد کر رہی ہے۔ اس کی جادو بھری اداؤں نے مجھے مدہوش کر دیا اور میں یہ بھی بھول گیا کہ میں نے کچھ دیر پہلے فلورا کو

ایک امریکی مسافر کے ساتھ دیکھا تھا، میں اس بوڑھی اور پراسرار ساحرہ کو بھی بھول گیا جس نے "جاراکاکا" کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کے باعث اپنی زندگی قربان کر دی تھی۔

دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ احمد بن طاہر نے ایک بار پھر مجھے اس امر پر آکسانے کی کوشش کی کہ میں اپنا سفر ترک کر دوں لیکن میں نے خوش اخلاقی سے اُسے ٹال دیا۔ میں نے اس پستہ قد امریکی کے بارے میں تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بیروت ہی کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہوا ہے لیکن اس کی منزل ڈربن کے بجائے جاہانسبرگ تھی۔ میں ان دونوں میں سائے کی طرح فلورا کے پیچھے لگا رہا لیکن اس نے پستہ قد امریکی سے دوبارہ ملنے کی کوشش نہیں کی، ایک دو بار عرشے پر شام کے وقت فلورا اور اس امریکی کا آمنا سامنا بھی ہوا لیکن دونوں نے ایک دوسرے پر کوئی توجہ نہ دی، مجھے مجبوراً اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔ میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا کہ اس روز بوڑھی افریقی ساحرہ کی دردناک موت کی وجہ سے میں اُلجھا ہوا تھا اس لئے ممکن ہے کہ میں نے جو کچھ محسوس کیا اور سوچا، وہ غلط ہو سکتا ہے کہ فلورا اور اس پستہ قد امریکی کی وہ ملاقات کسی غلط فہمی یا اندازے کی غلطی کی وجہ سے سرسری طور پر اتفاقاً ہو گئی ہو فلورا کی جانب سے میرے دل میں جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ کچھ مٹنے لگے اگر وہ اس پستہ قد امریکی سے واقف ہوتی تو اس سے دوبارہ ملنے کی کوشش ضرور کرتی۔ یا آمنا سامنا ہونے پر اس سے کوئی نہ کوئی اضطراری حرکت ایسی ضرور سرزد ہوتی جو میرے شبے کی تصدیق کا باعث بن سکتی لیکن ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

میں تیسرے دن دوپہر کے وقت فلورا کے ساتھ طعام گاہ سے اپنے کیبن کی طرف جا رہا تھا کہ احمد بن طاہر سے مڈبھیڑ ہو گئی، میں کترا کر نکل جانا چاہتا تھا لیکن احمد نے مجھے آواز دی تو مجبوراً مجھے اس سے ملنا پڑا۔

"جابر......" احمد بن طاہر کے لہجے میں خوف شامل تھا۔ "آج شام تک ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر میں داخل ہو جائے گا۔"

"اوہ......" میں نے احمد کی بات سُن کر طنز و استہزا سے اُسے گھورا۔ "اور اب یقیناً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تاریخ اپنے آپ کو پھر دہرائے گی کیوں......؟"

"احتیاط کوئی بری چیز نہیں ہے میرے دوست۔" احمد واقعی سہما ہوا تھا۔ "تم نے میرا مشورہ نہ مانا ٹھیک کیا تمہاری مرضی، بہرحال اب وقت گزر چکا ہے، اب میری عاجزانہ درخواست ہے کہ تم کل صبح سے پہلے اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنا۔"

"بہت خوب، گویا تمہارا خیال ہے کہ جادو بھی اندھا ہوتا ہے جو مجھے بند کیبن میں نہ دیکھ سکے گا؟" میں نے زہرخند سے کہا۔

احمد فکرمند ہو کر بولا۔ "خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو جابر...... سنو مجھے یقین ہے کہ اس بوڑھی افریقی جادوگرنی کی موت رنگ لا کر رہے گی، میں ضعیف الاعتقاد آدمی نہیں ہوں لیکن بہت سے چشم دید واقعات اور ذاتی تجربوں نے مجھے محتاط رہنا سکھا دیا ہے۔"

"فکر نہ کرو دوست، اگر جاراکاکا کی مقدس کھوپڑی نے اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہا تو اس کا نشانہ صرف میں بنوں گا تم اور تمہارا عملہ اور جہاز کے مسافر اس سے محفوظ رہیں گے، ہاں...... میں ایک آخری خواہش کا اظہار تم سے ضرور کروں گا۔ میری لاش سمندر میں پھینکنے کا ناخوشگوار کام اگر

تم انجام دے سکو تو میری روح تمہاری شکر گزار ہو گی۔"

احمد بن طاہر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے فلورا کا بازو تھاما اور احمد کو پکارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ فلورا ہماری گفتگو سے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیبن میں پہنچ کر اس نے مجھ سے ٹوہ لینے کی کوشش کی۔ میں نے سوچا فلورا یہ سب فرسودہ باتیں سن کر پریشان ہو جائے گی اور سفر کا لطف کرکرا ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے اسے ٹالنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن جب فلورا نے بے حد اصرار کیا تو میں نے اسے بوڑھی ساحرہ کا پورا واقعہ سنا دیا۔ فلورا کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ وہ میری باتیں سن کر بے حد خوف زدہ ہو گئی، اس کا سرخ چہرہ زرد ہو گیا۔

یہ دیکھ کر میں نے لاپروائی سے کہا۔ "یہ سب باتیں محض بکواس ہیں جان من، تم تو آکسفورڈ میں پڑھی ہو۔ ایک نیولے کی بے جان کھوپڑی اور کسی ذی ہوش انسان کا گلا۔ ان میں کیا نسبت؟"

"مقدس مریم تمہاری امین رہے۔" فلورا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "میں نے جارا کاکا کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں سنا البتہ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ افریقی سرزمین اور خاص طور پر وہاں کے کچھ جزیرے اپنے اسرار کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہیں، تم نے احمد کی ہدایت پر عمل نہ کر کے بُرا کیا جابر۔ تمہیں واقعی سفر ترک کر دینا چاہئے تھا، پر اسرار اور ناقابل یقین حادثات کہہ کر نہیں آیا کرتے، افریقی طلسمات اور وہاں کے جادوگر اور جادوگرنیاں دنیا والوں کے لئے ابھی تک ایک لاینحل معمہ بنے ہوئے ہیں۔"

"ختم کرو فلورا..... مجھے اس وقت سخت نیند آ رہی ہے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "تم بھی آرام کرو۔"

میں نے بستر پر دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں مجھے احمد بن طاہر پر دل ہی دل میں بے حد تاؤ آ رہا تھا اس نے فلورا کے سامنے بوڑھی ساحرہ کی موت کا ذکر چھیڑ کر میری طبیعت مکدر کر دی تھی، میں آنکھیں بند کئے لیٹا رہا، جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی، پھر اس وقت میں ایک چیخ مار کر اٹھ بیٹھا جب میں نے اپنے سر پر کسی وزنی چیز کے گرنے کی شدید ضرب محسوس کی۔ ساتھ ہی فلورا بھی نہایت خوف ناک انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے جلدی اپنے حواس بحال کیے۔ مجھے کیبن کی ہر شے ناچتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ فلورا اپنے بستر سے اٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔

اس نے مجھے ہوش میں دیکھا تو ہذیانی انداز میں چلا کر بولی۔ "جابر معلوم ہوتا ہے ہمارا جہاز کسی خطرناک طوفان میں گھر گیا ہے، باہر بڑی افراتفری کا عالم ہے۔"

اس وقت بجلی کی طرح میرے ذہن میں احمد بن طاہر کے الفاظ گونجے۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی ساحرہ کے وہ جملے بھی صدائے بازگشت کی طرح ابھرے جو اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے سے پیشتر کہے تھے مجھے وحشت ہونے لگی۔ میں فلورا کو ایک طرف ہٹا کر تیزی سے اٹھا اور بڑی مشکل سے کیبن کی دیواروں کا سہارا لے کر باہر نکل گیا۔ ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی، مسافروں کے ساتھ ساتھ جہاز کے عملے کے افراد بھی چیخ پکار کر رہے تھے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، عورتیں اور بچے موت کا بھیانک رقص دیکھ کر ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے، جہاز تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا، جہاز کے لاؤڈ اسپیکر پر مسلسل اعلانات ہو رہے تھے لیکن چیخ پکار کی آواز زیادہ بلند تھی، اچانک جہاز نے دوسری سمت جھکولا کھایا اور بے شمار افراد لڑھکتے ہوئے ریلنگ کی طرف چلے گئے کچھ افراد جھونک میں توازن برقرار نہ رکھ سکے اور سمندر میں گر گئے میں نے کیبن کے دروازے کا

ہینڈل پوری قوت سے تھام رکھا تھا، ہوا کے شدید جھکڑوں نے پوری فضا گدلی کر رکھی تھی۔ جہاں لائف بوٹ بندھی ہوئی تھی وہاں لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے ہر شخص دوسروں کو پیچھے دھکیل کر زندگی کا یہ آخری سہارا خود حاصل کرنے کے لیے دیوانگی اور وحشی پن کا ثبوت دے رہا تھا جہاز کے خلاصی پاگلوں کی طرح بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔

''جابر..... اندر آجاؤ، باہر موت ہے۔'' کیبن کے اندر سے فلورا کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس طوفان کو کیا نام دوں، اسے کیا سمجھوں۔ اگر جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہتی تھی تو پورے جہاز کو طوفان نے کیوں نرغے میں لے رکھا تھا، آخر اس نے موت کے خوفناک کھیل میں معصوم اور بے گناہ مسافروں کو کیوں شامل کیا تھا؟ میں اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ کوئی شخص پشت کی جانب مجھ سے ٹکرایا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو احمد بن طاہر تھا، اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ''ابو جابر......'' احمد مجھے دیکھ کر کرخت لہجے اور بلند آواز میں بولا۔ ''میں تمہیں انسانیت کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ تم اپنا منحوس وجود سمندر کے حوالے کر دو، مجھے قوی امید ہے کہ تمہاری یہ قربانی مسافروں کی زندگی کی ضمانت بن سکتی ہے، جہاز پر یہ تباہی محض تمہاری وجہ سے نازل ہوئی ہے۔''

''احمد......'' میں نے تلملا کر کہا۔ ''شاید تم بھی جہاز کی طرح اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہو......''

''میں...... میں تمہیں حکم دیتا ہوں ابو جابر کہ آگے بڑھو اور سمندر میں چھلانگ لگا دو ورنہ مجھے مجبوراً تمہارے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں گے۔ اب عظیم جارا کا کا کی مقدس روح تمہاری زندگی کی بھینٹ لے کر ہی پُر سکون ہوگی۔''

''ہوش کی باتیں کرو احمد، تم شاید پاگل ہو رہے ہو۔'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

احمد بن طاہر کا چہرہ کسی اندرونی جذبے کے تحت سرخ ہو گیا، اس نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا، اب میرے لئے بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں حملے میں پہل کرتا، میں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کیبن کا ہینڈل چھوڑ کر پوری قوت سے احمد کے تنے ہوئے چہرے پر ایک مکا رسید کر دیا، اس کے ساتھ ہی میرا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑا، اور میرا دوست احمد بن طاہر کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح عرشے پر گرا اور پھر لڑھکتا ہوا ریلنگ سے جا ٹکرایا اور ایک کربناک چیخ بلند کرتا ہوا سمندر میں گر گیا، احمد کی وہ چیخ اس قدر خوفناک اور بھیانک تھی کہ مجھے جھرجھری آگئی ٹھیک اسی وقت لاؤڈ اسپیکر پر کپتان کی چیختی ہوئی آواز ابھری۔ ''میں مسافروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حوصلے کا ثبوت دیں۔ نظم وضبط برقرار رکھیں اور جہاز کے عملے کو اتنا موقع دیں کہ۔ لائف بوٹ سمندر میں اتاری جاسکے۔ جہاز کے پیندے میں متعدد سوراخ ہو چکے ہیں، اگر مسافروں نے عملے کو کام کا موقع نہ دیا تو ایک مسافر بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔''

کپتان کی اس اپیل نے مسافروں میں اور ہیجان برپا کر دیا، عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا، کچھ مسافروں نے سمندر میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں، کچھ مدد مدد چلا رہے تھے، لائف بوٹ کے گرد لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا۔ قیامت صغریٰ بپا ہوئی تھی۔

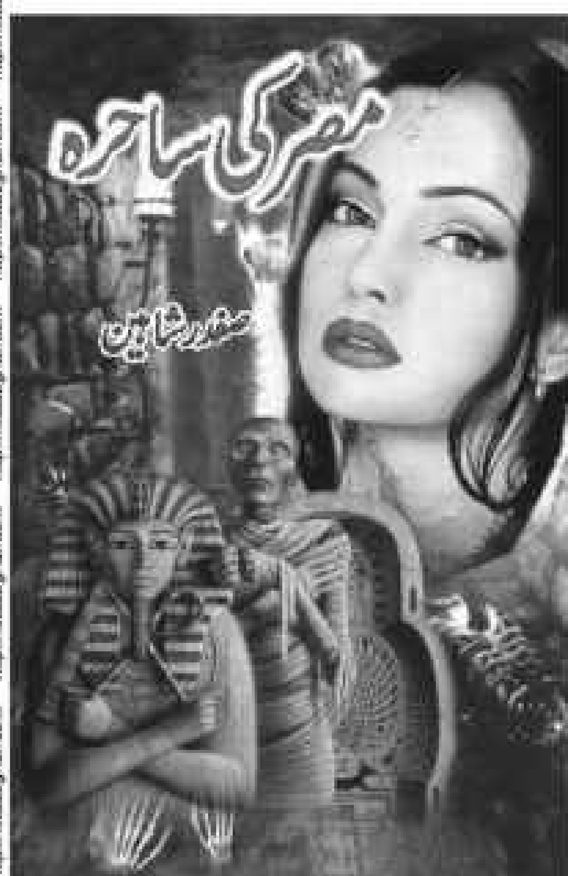
''جابر...... کیبن کے اندر سے فلورا کی آواز پھر ابھری۔ ''تمہیں مقدس مریم کی قسم اندر آجاؤ، مرنا ہی ہے تو ہم دونوں ایک ساتھ مریں گے۔''

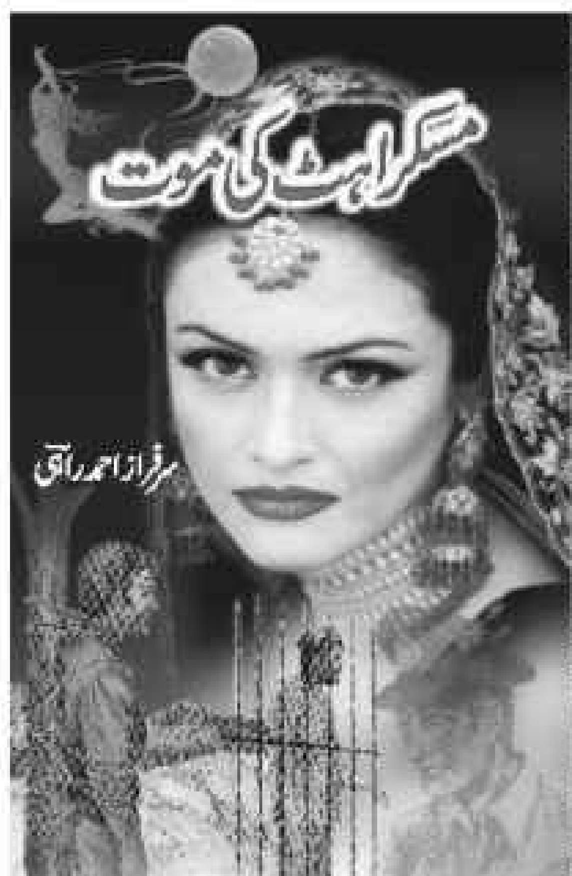
جہاز اب بھی بپھری ہوئی موجوں پر تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا، اور بہ تدریج نیچے بیٹھتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے فلورا کی محبت آمیز اپیل

پر اندر جانے کا ارادہ کیا مگر ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ جہاز کا بوائلر ایک خوفناک دھماکے سے پھٹا، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں، میری آنکھوں کے پیچھے اندھیرا اچھل گیا، یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور کیبن کی چوکھٹ سے ٹکرا کر نیچے آ پڑا۔

اس وقت میں نے ایک ہجوم کا بوجھ اپنے جسم پر محسوس کیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ ہجوم خود بخود مجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ زندہ انسانوں کے جسم بے جان اشیا کی طرح عرشے پر لڑھک رہے تھے۔ میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر کیبن میں داخل ہو سکوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ فلورا تیزی سے میری طرف آ رہی ہے، میں نے اسے کیبن میں جانے کا اشارہ کیا لیکن میرا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا اور جہاز نے ایک طوفانی کروٹ لی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں لڑھکتا ہوا ریلنگ تک آ گیا۔ پھر میرے اعصاب جواب دے گئے اور آنکھیں بند ہو گئیں۔

☆==========☆==========☆







پبلیکیشنز بابا فرید ضلع کچہری لاہور. Ph: 7311965

سرد پانی کے تھپیڑے تھے جنہوں نے میرے منتشر اعصاب کو جھنجوڑ دیا، میری آنکھ یوں کھل گئی جیسے گہری نیند میں ہڑبڑا کر اٹھا ہوں۔ منہ کا مزہ کھارا ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو نیچے کی سمت اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا، میرا دم گھٹ رہا تھا۔ صرف لمحوں کا معاملہ تھا، لمحوں میں اس تحریر کا راقم ایسی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا کہ پھر دنیا والے اس کا نام و نشان بھی نہ پا سکتے۔ مجھے یاد نہیں کہ لمحوں کے اس الٹ پھیر میں کیا ہوا، مجھے مطلق ہوش نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں، زندہ ہوں یا مر گیا۔ میری روح عالم بالا کی طرف کوچ کر رہی ہے یا ابھی جسم سے رشتہ جوڑے ہوئے ہے لیکن جب پانی کی زد سے میرا سر آزاد ہوا تو پہلی بار مجھے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت ملا اور ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوا کہ میں جلد ہی سمندر کی نذر ہو جاؤں گا۔ میں کھلے سمندر کے رحم و کرم پر تھا۔ تیز طوفانی لہریں مجھے ادھر ادھر پٹک رہی تھیں اسی وقت لوگوں کی چیخ پکار کی آوازیں سنائی دیں اور مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ اتنے بہت سے لوگوں کو ڈوبتا دیکھ کر میرے اندر زندگی بچانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی اور میں نے جدوجہد شروع کر دی۔

بعض مشغلے جو یوں ہی تفریح طبع کے لئے اختیار کر لیے جاتے ہیں، کبھی کبھی بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ میں نے آکسفورڈ کے تعلیمی دور میں حسین دوشیزاؤں کے بدن کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے لئے پیراکی سیکھی تھی۔ پھر میں نے اس میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ پرانے پیراکوں کو پیچھے چھوڑنے لگا۔ گھنٹوں متواتر تیرتے رہنا میرے لئے کوئی دشوار بات نہیں تھی۔ ہر چند کہ نہانے کے کسی مصنوعی تالاب اور ایک سمندر میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن ریت کے ذرات پر دھوپ میں چمکتے ہوئے جسموں نے مجھے سمندر میں اپنی پیراکی کے جوہر دکھانے پر بارہا اکسایا تھا۔ میں تعطیلات کے دوران ساحلوں پر نکل جاتا اور چھتریوں کے سائے میں دوشیزگان افرنگ کے ساتھ زندگی کے سب سے حسین لمحے گزارتا۔ جابر، جو ایک وجیہ اور باوقار عرب تھا ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب رہتا۔ جب میں دیر تک پانیوں میں چھپا رہنے کے بعد سر باہر نکالتا تو حسین دوشیزاؤں کے چہروں پر اطمینان کی لہریں آ جاتیں اور وہ عزت و عظمت کے احساس کے ساتھ میری جانب ملتفت ہوتیں، آج معاملہ دوسرا تھا۔ یہ موقع نہ تو کچھ کر دکھانے کا تھا نہ جلد بازی کا۔ حالات نے مجھے جس امتحان سے دوچار کر دیا تھا، اس میں صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔ میں نے چاروں طرف خطرہ محسوس کر کے اپنے پاؤں کو آہستہ سے جنبش دی اور پانی کے اوپر آ گیا۔ میرے بازوؤں میں شدید درد ہو رہا تھا۔ جہاز کا بوائلر اچانک پھٹنے کی وجہ سے ایک ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اسی دوران میں میرا بازو رہ گیا۔ اب اس میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔

پانی کی سطح پر ابھر کر میں نے تیرنے کی رفتار تیز کر دی۔ اپنے متعلق اتنا بتا دوں کہ میں زبردست قوت برداشت کا مالک ہوں۔ میں دیکھنے میں ایک جذباتی من چلا اور بے پروا قسم کا شخص نظر آتا ہوں لیکن اپنی زندگی کی مشکل ترین ساعتوں میں، میں نے ہمیشہ زبردست قوت برداشت اور تحمل کا ثبوت دیا ہے۔ جب میرے اوسان کسی قدر بحال ہوئے اور ہاتھ پاؤں قابو میں آئے تو میں نے چیختی آوازوں کی سمت تیرنا شروع کر دیا۔ جارا کاکی مقدس روح نے احمد بن طاہر کے بیان کے مطابق اپنی ہولناک تاریخ بھیانک انداز میں پھر دہرائی تھی۔ میرا دل اب بھی یہ باتیں تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن میرے ساتھ تباہیوں کا خوفناک تماشا ہوا تھا۔ میں جہاز کے ان تمام بدنصیب مسافروں کی تباہی و بربادی کا ذمے دار تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے محض ان افراد پر بلائیں نازل ہوتی تھیں جنہوں نے پراسرار افریقہ کے دیوتاؤں اور ان کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اڑایا تھا، اس بار میری ایک اتفاقی اور حادثاتی غلطی کی سزا پورے جہاز کی تباہی اور اس کے معصوم مسافروں کی غرقابی کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ

میری زندگی بڑی مختصر رہ گئی ہے۔ تاحد نظر پھیلے ہوئے اس پُر شور سمندر میں دوبارہ خشکی کی شکل دیکھنے کی اُمید کون کر سکتا تھا، اس کے باوجود زندگی کی تمنا تھی کہ رہ رہ کر دل میں حوصلہ پیدا کر رہی تھی۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا اور میری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان مسافروں کے قریب پہنچ جاؤں جن کی آہ وزاری سے میرا کلیجا شق ہوا جا رہا تھا۔ وہ صرف میری وجہ سے اس طوفان بلاخیز کے شکار ہوئے تھے۔

میں کبھی سمندر کی سرکش اور بپھری ہوئی موجوں کے سامنے سر جھکاتا اور کبھی ان کا سینہ چیرتا آگے بڑھتا رہا۔ آوازوں کا دل خراش شور وغل اور زندگی اور موت کی درد انگیز صدائیں جوں جوں میرے قریب آ رہی تھیں، میری رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دور موجوں کے زیر و بم پر اچھلتے کودتے ناچتے اور چکراتے ہوئے انسانی ہیولے نظر آئے۔ میں نے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نظریں دوڑائیں لیکن جہاز کا کوئی نام ونشان نہ تھا یقیناً اُسے بے رحم سمندر نے نگل لیا تھا۔ میرے دل کو دھچکا لگا نہ جانے کتنے معصوم بچے، عورتیں اور بوڑھے جہاز کے ساتھ تہ آب ہو گئے ہوں گے۔

وہ ہیولے بہت دور تھے جنہیں میں قریب سمجھ رہا تھا، جب میں آگے بڑھنے کے لیے پر تولتا تو بگڑی ہوئی موجیں مجھے اٹھا کر ادھر اُدھر پھینک دیتیں۔ میں ایک بار پھر ہمت کرتا اور پھر میرے ساتھ موجوں کا یہ شیطانی رقص جاری ہو جاتا۔ خدا کسی کو سمندری طوفان سے دوچار نہ کرے۔ یہ موت بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ ایک لمحہ زندگی کی اُمنگ بحال کرتا ہے تو دوسرا لمحہ موت سے قریب کر دیتا ہے کوئی دو گھنٹے تک میں موجوں کے ساتھ ساتھ قلابازیاں کھاتا رہا۔ اعصاب شل ہو چکے تھے۔ آہ وہ منحوس گھڑی۔ جب میں نے فلورا سے ایک بار جدا ہونے کے بعد اُسے دوسری بار بیروت کے ہوٹل میں دیکھا تھا، فلورا کے حسن کی قربت میں موت پنہاں تھی، یہ مجھے کیا معلوم تھا اور کسے معلوم ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں اس سے اتنی دور بھاگتا کہ اس کا تصور بھی میرے قریب نہ پھٹک سکتا۔

فلورا کے سحر نے یہ وقت دکھایا تھا...... وہ سیاہ زبان والی مکروہ صورت بڑھیا میری نظروں میں گھوم گئی جس نے جارا کا کی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی دیکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیے تھے اور اپنے وحشی دیوتاؤں سے گریہ وزاری کی تھی اور بعد ازاں اپنی زندگی سمندر کی بھینٹ چڑھا دی تھی۔ کاش میں نے اپنے دوست احمد بن طاہر کی بات مان لی ہوتی جس نے بڑے درد اور خلوص سے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنا سفر ترک کر کے بیروت واپس چلا جاؤں۔ مجھے اپنی لغزشیں بے وقت یاد آ رہی تھیں، اب ندامت اور پچھتاوے سے کیا ہوتا تھا۔ بلائیں میری منتظر تھیں۔ موت تیزی سے میرا تعاقب کر رہی تھی، انجام کار اس بڑھیا کی سیاہ زبان نے کام تمام کر دیا۔ ممکن ہے یہ سرگزشت پڑھنے والے چند حضرات موت کے اتنے قریب گئے ہوں جتنا میں پہنچ گیا تھا، وہ میرا کرب سمجھ سکیں گے۔

کتنا وقت اور گزر گیا، پتہ نہیں کہ میں سمندر کی گود میں کہاں کہاں ہچکولے کھاتا رہا۔ ان آخری لمحوں میں اپنا ماضی یاد کرنے سے مجھے کچھ سکون سا ملا۔ منتشر خیالات تھے کہ اُمڈے چلے آ رہے تھے گزشتہ دنوں کی ان یادوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کچھ اور طویل ہو گئی ہے۔

ذہن اسی پراگندہ خیالی میں مشغول تھا اور ہاتھ پاؤں مشینی انداز میں موجوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھے کہ موجوں کا ایک ریلا کسی دیو قامت عفریت کا روپ اختیار کر کے آیا اور مجھے جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔ کوئی ٹھوس چیز پوری قوت سے میرے اوپر آ کر گری اور میری آنکھیں دھندلانے لگیں۔ میں نے بدحواسی کی بنا پر تیرنے کے بجائے غیر اصولی طور پر الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔ میں نے سر پر پڑنے والی اس

ضرت کی شدید اذیت میں غیر شعوری طور پر اپنے ہاتھ کسی غیبی مدد کے لئے اوپر اٹھائے تو میں نیچے کی سمت جانے لگا پھر جلد سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوگئی۔ جو کچھ یاد رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ ہر احساس مردہ ہو چکا تھا۔ جابر جیسے شخص کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔

☆==========☆==========☆

میرا جسم کسی ٹھوس شے پر پڑا ہوا تھا۔ جب جسم میں کوئی حرکت پیدا ہوئی اور ذہن ان غنودگیوں سے بیدار ہونا شروع ہوا تو کچھ عجیب سا لگا۔ بدن کے اوپری حصے میں تپش تھی زیریں حصہ نم سرد محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا۔ غالباً یہ عرصہ موت ہے روح اور جسم میں شدید کشمکش جاری تھی۔ نسوں کا جال اور ہڈیوں کا پنجر روح کو مقید رکھنے پر بضد تھا اور روح تھی کہ ان خرافات سے آزاد ہو کر اپنے اصل مقام کی طرف گامزن ہونا چاہتی تھی۔ وہ ایک ایسا احساس تھا جہاں فردشکست قبول کر لیتا ہے۔ معاً میرا جسم لڑھکتا ہوا کسی گداز شے سے ٹکرایا، پھر سیدھا ہو گیا۔ اسی لمحے کہیں دور سے آتی ہوئی ایک آواز میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجی۔ "اسے سمندر میں پھینک دینا ہی مناسب ہوگا۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔" دوسری خشک آواز ابھری۔ "اس کی لاش کا بوجھ کم ہو جانے سے ہمیں کچھ اور تحفظ ملے گا۔"

"وہ مرا نہیں ہے خدا کے لئے رحم کرو۔ وہ زندہ ہو سکتا ہے۔" ایک نسوانی آواز نے التجا کی۔

"وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر موت طاری ہے۔" کسی نے کہا۔

"بہر حال ہمیں کچھ انتظار کرنا چاہئے۔"

"ہاں کچھ دیر اور صبر کر لو۔" کسی نے دردمندانہ انداز میں کہا۔ "میں نے اس کی نبض دیکھی تھی۔ ابھی اس کے جسم میں زندگی کی حرارت باقی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بچ جائے، کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔"

"ڈاکٹر۔ یہ ہسپتال نہیں ہے۔ اس کا ناخوشگوار بوجھ ہم سب کی موت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔" اس آواز میں الجھن اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ سختی بھی نمایاں تھی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اسے اٹھا کر پھینک دینا چاہئے۔" ایک اور آواز میرے ذہن میں نشتر بن کر اترتی چلی گئی۔ "اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ہے۔"

"ٹھہرو۔ کوئی انسانیت سوز فیصلہ کرنے سے پہلے خدا کے لئے کچھ سوچ لو۔ اگر یہ مر گیا تو بھی ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔ احمقو، اس کی لاش ہماری زندگیوں کی ضمانت بن سکتی ہے۔"

"ڈاکٹر......" ایک نسوانی آواز نے احتجاج کیا مگر اس کی آواز ڈاکٹر کے بھاری لہجے تلے دب گئی۔

"غور سے سنو خاتون۔" ڈاکٹر نے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ "ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارا یہ خطرناک سفر کب تک جاری رہے۔ کون جانے کبھی خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہو یا نہیں۔ ایسی صورت میں زیادہ دنوں تک زندہ رہنے کے لئے خوراک کا مسئلہ ہمارے لیے بے حد اہم ہے۔ میرے بدنصیب ساتھیو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، جو کچھ میں اس وقت کہہ رہا ہوں، ہو سکتا ہے اس کا تصور بھی تمہارے لیے ناقابل

برداشت ہو لیکن کل کیا ہونے والا ہے۔ یہاں کون یقین سے کہہ سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دن ہم فاقوں سے تنگ آ کر درندے بن جائیں اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑیں۔ آنے والے لمحے ہمیں بدترین صورت حال سے دوچار کر سکتے ہیں کیوں نہ ہم ابھی سے کل کی فکر کریں۔"

اقرار اور استرداد، ہجوم اور احتجاج کے یہ مایوس کن لہجے میں بخوبی سن رہا تھا۔ میں اپنی بکھری ہوئی قوت مجتمع کر کے ان انسانیت دشمن لوگوں کے سامنے اپنے وجود کا اثبات ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کوشش بسیار کے بعد کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ اطراف میں سراسیمگی سے نظر دوڑائی تو آٹھ تو قصاب نما انسانی چہرے نظر آئے اور مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ اس وقت میں کسی لائف بوٹ میں سوار ہوں۔ یہ کس طرح ممکن ہو گیا، مجھے کوئی ہوش نہیں تھا۔ عالم ضعف میں بے چارگی سے میں اپنے اوپر جھکے ہوئے، سہمے سمٹے، سوچوں میں غرق انسانی چہرے دیکھا کیا۔ ان میں سے دو اس جہاز کے خلاصی تھے، جو جارا کا کی مقدس روح کی ساحرانہ قوت سے غرق آب ہو گیا تھا۔ تیسرا چہرہ ڈاکٹر جواد کا تھا جس سے میری ملاقات تباہ ہو جانے والے بدقسمت جہاز پر میرے دوست احمد بن طاہر نے کرائی تھی۔ ڈاکٹر جواد جہاز پر ڈاکٹر کی حیثیت سے تعینات تھا۔ باقی چہرے شناسا ضرور تھے لیکن میں اُن کے نام نہیں جانتا تھا۔ میں ابھی ان چہروں کو حیرانی و پریشانی سے تک رہا تھا کہ ڈاکٹر جواد میرے قریب آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا۔ "اللہ رب۔ اللہ رب۔" (اللہ پالنے والا ہے)

ڈاکٹر کی زبان سے ہمدردی کے یہ دو لفظ سن کر میری آنکھیں نم ہو گئیں۔ ڈاکٹر نے بدستور مجھے دلاسا دیتے ہوئے عربی زبان میں کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔ مجھے یقین تھا کہ تم بچ جاؤ گے۔"

ادھر نقاہت اور پیاس کی شدت سے میری حالت دگرگوں تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، میں نے ڈاکٹر کے ہمدردانہ رویے پر اظہار تشکر کرنا چاہا، لیکن زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ ڈاکٹر نے میرے چہرے سے دلی کیفیت کا اندازہ لگایا تو جلدی سے بولا۔ "مایوسی کفر ہے میرے عزیز۔ خدا نے چاہا تو تم جلد روبہ صحت ہو جاؤ گے۔"

میں نے اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھا۔ ڈاکٹر نے بڑی پھرتی دکھائی اس نے میری قمیض کے بٹن کھولے اور سینے پر مالش کرنے لگا۔ مجھے اس عمل سے تقویت ہوئی۔ وہ کچھ دیر تک سینے کی مالش کرتا رہا پھر اس نے میرے ہاتھ اور پاؤں کی مالش کی جس سے میری نقاہت قدرے دور ہو گئی اور زیادہ صاف نظر آنے لگا لیکن بھوک اور پیاس بدستور برقرار تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے اردگرد کھڑے ہوئے انسانوں پر نظر ڈالی، پشت کی جانب دیکھا تو آنکھوں کی روشنی تیز ہو گئی۔ وہاں فلورا کھڑی تھی، اُس کا لباس تار تار تھا اور چہرہ وحشت زدہ تھا۔ فلورا کو اپنے قریب دیکھ کر مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اُس کے چہرے کی شوخی افسردگی میں تبدیل ہو چکی تھی اور غزالی آنکھوں میں شرارت کے بجائے مایوسی کا راج تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور رخساروں پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ اس کیفیت کے باوجود اس کے حسن و جمال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر میرا مضمحل جسم کروٹیں بدلنے لگا۔ میں بدقت تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ "فلورا...... تم!"

"جابر...... "اس نے والہانہ انداز سے میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ "اس وقت کوئی بات نہ کرو زندہ رہے تو بہت باتیں ہو جائیں گی۔ تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ قسمت میں جو لکھا تھا وہ ہو رہا ہے۔"

''فلورا......'' میں نے کچھ اور کہنا چاہا تو ڈاکٹر نے انگلی کے اشارے سے روک دیا۔

ڈاکٹر جواد ان پریشان کن حالات کے باوجود بڑی تن دہی سے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف تھا، اس کی چارہ گری میں اعجاز تھا، مالش کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اپنی قمیض اُتار کر سمندر کے پانی سے بھگوئی پھر اسے میرے منہ پر نچوڑ کر میرا چہرہ صاف کرنے لگا پیاس کی شدت نے مجھے بے حال کر رکھا تھا رخساروں پر پانی کے قطرے پڑے تو میں نے منہ کھول دیا۔ نمکین پانی نے حلق کے نیچے اتر کر میرے سینے میں آگ لگادی مجھے اُبکائی آنے لگی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے میری کنپٹیاں سہلانی شروع کر دیں۔ نہ معلوم یہ اس کے ہاتھوں کے دباؤ کا کرشمہ تھا یا کمزوری کا اثر کہ مجھ پر ایک بار پھر غنودگی کا غلبہ ہونے لگا۔ سمندر کی پُر شور موجوں کی آواز میری سماعت میں بتدریج مدھم ہوتے ہوتے ختم ہوگئی۔ فلورا کی آغوش میں میری گردن ڈھلک گئی اور میں بے سدھ ہوگیا۔

☆===========☆===========☆

اگلے دو روز میں میری حالت معجزانہ طور پر سنبھل گئی میں اب خود کو اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح چاق و چوبند محسوس کرنے لگا جو سمندر کی موجوں کے رحم و کرم پر کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہے تھے، اس میں بلاشبہ ڈاکٹر جواد اور فلورا کی حسین قربت کے علاوہ میری خود اعتمادی کو بھی بڑا داخل تھا۔ فلورا ابھی میری صحت یابی سے بہت خوش تھی لیکن دوسرے افراد کو میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ہم سب ایک دوسرے کی صورت دیکھا کرتے تھے۔ باہر کی دنیا کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ ہماری نظریں سمندر پر جمی ہوئی تھیں، لائف بوٹ اب پُر سکون سمندر میں داخل ہو چکی تھی، ہماری نظریں ہمہ وقت موجوں کے اس پار کسی جزیرے کی تلاش میں بھٹکتی رہتی تھیں، اس کشتی حیات میں گیارہ افراد موت سے فرار کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ میں تفصیل سے ان کا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر جواد فلورا اور جہاز کے دو خلاصیوں کے بارے میں، میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ باقی چھ افراد میں ایک سیاہ فام حبشی تھا جو قد و قامت اور ڈیل ڈول میں ہم سب سے زیادہ طاقت ور نظر آتا تھا۔ وہ کوئی چالیس پینتالیس سال کا خوف زدہ کر دینے والا ایک شخص تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے اُسے کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی آنکھیں بے حد چمکیلی تھیں، نہ جانے کیوں دن میں متعدد بار وہ سورج کی طرف گھورنے لگتا تھا۔ اس وقت اُس کے موٹے اور بھدے ہونٹ پھڑ پھڑاتے رہتے تھے۔ جب وہ سورج کی جانب سے نظریں ہٹا لیتا تھا تو ہونٹوں کی جنبش رُک جاتی۔ دوسرا شخص کمال نامی ایک مصری تاجر تھا۔ وہ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط تھے اور اُس کی عمر بھی کوئی چالیس سال ہوگی۔ ایک دو بار میں نے اسے ڈاکٹر جواد سے گفتگو کرتے دیکھا تھا وہ عام طور پر لائف بوٹ کے درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ وہ فلورا پر گاہے گاہے ایک مایوس کن نظر ڈال کر ٹھنڈی آہیں بھرتا۔ تیسرا مسافر ایک یہودی تھا جو ہم سب سے زیادہ پریشان نظر آتا تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں اس سے شدید نفرت تھی۔ بار بار یہ خیال آتا کہ اگر موت ہمارا مقدر ہے تو سب سے پہلے مرنے والا یہی شخص ہوگا۔ اُس کا بیشتر وقت نچلا ہونٹ چبانے میں گزرتا تھا۔ فلورا نے مجھے بتایا کہ اسی نے سب سے پہلے مجھے مردہ سمجھ کر میری لاش سمندر میں پھینکنے کا مشورہ دیا تھا۔ چوتھا شخص ایک انگریز نوجوان طالب علم جم پارک تھا جو تعطیلات گزارنے کے ارادے سے اپنی والدہ کے پاس ڈربن جا رہا تھا۔ اُس کی والدہ کو کیا معلوم تھا کہ اب وہ بیٹے کا چہرہ مشکل ہی سے دیکھ سکے گی یہودی کی طرح یہ بھی موت کے تصور سے بے حد ہراساں نظر آتا تھا۔ یہ فلورا سے بہت زیادہ دلچسپی لیتا اور بعض

اوقات اُس سے ایسے سوالات شروع کر دیتا جیسے اُسے یہ معلوم ہو کہ ہماری لائف بوٹ کب کنارے لگے گی اور کب ہمیں خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ وہ لانبے قد اور اُبھرے جسم کا جاذبِ نظر نوجوان تھا۔ باقی دونوں اشخاص ہندی تھے۔ ان میں ایک بوڑھا شخص سرنگا داس تھا جو ہندوستان کے مشرقی علاقے بنگال سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شخص مجھے حبشی کی طرح پُراسرار نظر آتا تھا۔ سرنگا داس بارعب شخصیت کا مالک تھا اور بہت کم گو تھا۔ اس کی زیرلب مسکراہٹ میں بڑا بھید پہ تھا۔ وہ دن بھر خلا میں گھورتا رہتا اور کسی عورت کی چھوٹی مورتی سامنے رکھ کر مالا پر جاپ کرتا رہتا۔ اُسے چومتا اور اوپر کی جیب میں رکھ لیتا۔ اس کے ساتھ ایک بہت ہی حسین لڑکی سریتا بھی موجود تھی۔ شرمیلی، نازک، تیکھے خدوخال، لانبے سیاہ بال اور کھلتا ہوا گندمی رنگ۔ وہ بہت سہمی ہوئی خاموش خاموش اپنے بابا کے پہلو میں بیٹھی رہتی تھی۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جس سے بات کرنے کو خود بخود دل چاہے۔ اس کے چہرے پر حزن، تقدس اور پاکیزگی تھی۔ وہ ایک ایسا شاداب پھول تھی جو ڈال پر لٹکا ہوا ہو اور کسی ہاتھ نے اُسے مس نہ کیا ہو۔

خلاصیوں میں ایک کا نام جعفر اور دوسرے کا شیخ طاہر تھا۔ یہ دونوں ہی پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسموں کے مالک تھے۔ سمندری سفر میں چونکہ ایک عمر گزر گئی تھی اس لئے وہ دونوں ہم لوگوں کے مقابلے میں نسبتاً کم پریشان تھے۔ میں نے ان دونوں کو ہمیشہ قریب قریب اور چوکنا دیکھا تھا۔ البتہ ایک بات میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ یہ کہ دونوں خلاصی سیاہ فام حبشی کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے تھے، جیسے جہاز کی تباہی کا اس سیاہ فام حبشی سے کوئی گہرا تعلق رہا ہو۔

سمندر سات روز تک ہماری لائف بوٹ سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا۔ اس عرصے میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ دھوپ کی تمازت اور رات کی خنکی نے ہماری جلد کے رنگ بدل دیئے تھے، لباسوں میں ایک عجیب سی بو بس گئی تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے ہوش و حواس معطل کر رکھے تھے۔ ہر شخص نڈھال تھا۔ بے رحم آسمان سر پر تھا۔ بے رحم سمندر تاحد نظر مستیاں کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ ہمارے پاس جو تھوڑی بہت غذا تھی وہ ختم ہو چکی تھی حلیہ جنگلیوں جیسا ہو گیا تھا۔ فلورا کا حسین اور شاداب چہرہ کملا گیا تھا میں اس سے دل جوئی کی باتیں کرتا تو وہ ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ سمندر پر نظریں جما دیتی۔ میں اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے برداشت اور تحمل کی تلقین کرتا تو وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر ہچکیاں لینے لگتی۔ پاس ہی بیٹھی ہوئی ہندی دوشیزہ فلورا سے زیادہ پریشان تھی۔ ہر شخص بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ اپنے اپنے خشک حلق تر کرنے کے لئے مضطرب تھا۔ ہر شخص اُونگھ رہا تھا۔ سوائے اس پُراسرار قسم کے سیاہ حبشی کے۔ اُس کی آنکھیں کھلی رہتیں۔ شروع کی راتیں جاگتے گزر گئیں لیکن آٹھویں رات کا ذکر ہے کہ ہم سب اونگھنے لگے، ایک کو سوتا دیکھ کر دوسرے کو ترغیب ملی، اُس رات میری آنکھ بھی لگ گئی، میں فلورا کے قریب اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سو گیا۔ ہندی دوشیزہ بھی فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ ہوا اس کی سبز ساڑھی بار بار اُڑا دیتی تھی۔ اب اُس نے کچھ اس طرح اُسے باندھ لیا تھا کہ سوتے میں تیز ہوائیں اس سے چھیڑ خانی سے باز رہنے لگیں، کچھ کھنکناہٹ ہوئی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میری چھٹی حس نے کوئی خطرہ سونگھ لیا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سیاہ فام حبشی کو بدستور جاگتا پایا۔ تاریکی میں اُس کا ہیبت ناک چہرہ کچھ زیادہ ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس وقت اُس کی بڑی بڑی خوفناک نظریں یہودی پر جمی ہوئی تھیں جو اُس کے قریب ہی لائف بوٹ میں پڑا ہوا تھا۔ یہ کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں تھی اس کے باوجود میں نہ جانے کیوں پلکوں کی جھری سے سیاہ فام حبشی کی حرکات و سکنات گھورتا رہا۔ کسی اندیشے کے پیش نظر میرے دل کی حالت غیر ہوگئی۔ میں حبشی کو دیکھتا

رہا وہ کچھ دیر تک یہودی کو نفرت سے گھورتا رہا۔ پھر اس نے احتیاط سے دوسرے مسافروں پر نظر ڈالی۔ پھر آہستہ سے اُٹھ کر ایک خلاصی کے قریب گیا اور اور جھک کر کچھ ٹٹولتا رہا۔ وہ جب دوبارہ کھڑا ہوا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ کہیں میری طرف تو نہیں آ رہا ہے اس کے ہاتھ میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ میں پوری طرح مستعد ہو گیا۔

حبشی نے وہ خنجر خلاصی کی پیٹی سے نکالا تھا۔ خوف سے میرا بُرا حال تھا مگر وہ میری طرف آنے کے بجائے یہودی کے قریب گیا اور اُسے غور سے گھورنے لگا۔ میں چپ چاپ دم سادھے پڑا رہا۔ حبشی نے ایک بار پھر سرسری نظروں سے سوتے ہوئے باقی افراد کو دیکھا پھر ایک گھٹنا ٹیک کر یہودی کے سیدھے ہاتھ کی جانب بیٹھ گیا۔ حبشی اب ہر طرف سے بے نیاز تھا۔ اُس نے خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اُلٹے ہاتھ کو پوری قوت کے ساتھ یہودی کے منہ پر رکھ دیا اور آن واحد میں خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ میری آنکھیں دہشت سے بند ہونے لگیں۔ حبشی پے بعد دیگرے یہودی پر خنجر کے وار کر رہا تھا۔ اُس کا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے یہودی کے منہ پر جما ہوا تھا۔ یہودی کا جسم کسی ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے جو منظر دیکھا اس پر شاید ہی یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں، مگر اس کا تصور آج بھی میرے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ سیاہ فام حبشی نے یہودی کی ران سے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا کاٹا اور اس طرح کھانے لگا جیسے لذیذ روسٹ کھا رہا ہو۔ گوشت کھاتے کے ساتھ ساتھ وہ بار بار یہودی کے جسم پر منہ مارتا تھا، ایک بار ہلکی پیڑ پیڑ کی آواز اُبھری تو میرا جی اُلٹنے لگا۔ آدم خور درندہ صفت حبشی، یہودی کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

آدھ گھنٹے تک میں بے حس و حرکت پڑا رہا۔ حبشی جب پیٹ بھر کر یہودی کا گوشت کھا چکا تو اس نے ایک لمبی اور کراہت آمیز ڈکار لی۔ خنجر دوبارہ خلاصی کی پیٹی میں اڑسنے کے بعد اس نے سمندر کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر ایک طرف سٹ کر لیٹ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور آسانی سے ہو گیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ایک میں ہی بدنصیب تھا جو زندگی کا یہ انسانیت سوز کھیل دیکھنے کے لئے جاگ رہا تھا۔ اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ میری زندگی کی وہ طویل ترین رات تھی۔ کبھی آنکھ لگ جاتی تو تصور میں یہودی کا پھڑ پھڑاتا جسم اُبھرتا۔ آنکھیں کھلی رکھتا تو اس کی خون آلود لاش نظر آتی۔

میرا خیال تھا کہ جب دوسرے بدقسمت مسافر بیدار ہوں گے اور لائف بوٹ پر اپنے ایک ساتھی کی لاش دیکھیں گے تو باز پرس کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی الصباح جب وہ بیدار ہوئے تو ایک تماشے کے لئے میں ہکا بکا رہ گیا۔ انہوں نے کچھ دیر توقف کیا۔ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہے پھر خلاصی شیخ طاہر ندیدوں کی طرح لاش پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تقلید دوسرے خلاصی نے کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندی سرنگا اور سریتا کے سوا سب لوگ لاش پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اس کے جسم کا گوشت نوچ نوچ کر اور کاٹ کاٹ کر جانوروں کی طرح کھانے میں مصروف تھے۔ فلورا بھی وہاں تھی۔ میں نے خود پر جبر کیا لیکن جب اشتہا حد سے بڑھی تو میں انسان سے درندہ بن گیا اور جھپٹ کر یہودی کی لاش پر ٹوٹ پڑا۔ اکڑے ہوئے کچھ گوشت کا ٹکڑا جب میں نے پہلی بار دانتوں تلے دبایا تو میرا جی متلا گیا۔ مجھے کراہت کا شدید احساس ہوا لیکن یہ سب وقتی باتیں تھیں۔ پیٹ بھرنے اور زندگی برقرار رکھنے کی خاطر انسان بڑے سے بڑا گناہ کر گزرتا ہے۔ انسانی گوشت بھی حقیقت رکھتا تھا۔ یہودی کا گوشت کھاتے وقت میں نے ایک بار

کنکھیوں سے حبشی کی طرف دیکھا جو ایک بوٹی لیے بڑی دیر سے چبا رہا تھا۔ صرف سرنگا اور سریتا دونوں منہ پھیرے علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ اس درندگی میں شریک نہیں تھے۔ مجھے اس بوڑھے اور لڑکی کے ضبط اور تحمل پر حیرت ہوئی۔ خلاصی شیخ طاہر نے اُسے آواز دی۔ ''سرنگا۔ مجبوری ہے۔ آؤ اپنے پیٹ کا جہنم بھر لو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔''

بوڑھے سرنگا نے جواب میں نفرت سے منہ پھیر لیا۔

''ہاں ہاں آ جاؤ، پھر یہ گوشت بے کار ہو جائے گا۔ نہ جانے کب تک ہمیں بھوکا رہنا پڑے۔ تم نہیں آتے تو لڑکی کو بھیج دو۔'' جم نے بوڑھے سے کہا۔

''تم کتے ہو.....'' سرنگا نے حقارت سے کہا۔ ''میں ایک ماہ اسی طرح رہ سکتا ہوں۔ سریتا میں بھی تم سب سے زیادہ قوت برداشت ہے۔''

''تم پچھتاؤ گے۔'' ڈاکٹر جواو نے کہا۔

''میں مر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔''

شیخ طاہر نے سرگوشی میں مسکراتے ہوئے ہم سے کہا۔ ''تو پھر ہم کچھ دن اور زندہ رہ لیں گے۔'' بوڑھے نے یہ بات نہیں سنی۔ اس نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سریتا آمادہ نظر آتی تھی مگر وہ بوڑھے سرنگا سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی۔

مجھے احساس ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو پھاڑ کھانا سنگین ترین گناہ ہے لیکن ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ مسلسل فاقوں نے ہمیں درندہ بنا دیا تھا۔ اگر سیاہ فام حبشی پہل نہ کرتا تو عین ممکن تھا کہ یہ لرزہ خیز کام ہم میں سے کسی اور کو بالآخر انجام دینا پڑتا۔

غرضیکہ جب ہم میں سے ہر شخص یہودی کے جسم کا گوشت حلق تک ٹھونس چکا تو طے ہوا کہ اس کی لاش کا باقی ماندہ حصہ جو اب ہڈیوں کے پنجر پر مشتمل رہ گیا تھا۔ سمندری جانوروں کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ مشورہ سب سے پہلے فلورا نے دیا تھا جو شکم سیری کے بعد اب لاش دیکھ کر خوف زدہ ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے فلورا کے مشورے کی تائید کی۔ اس کا خیال تھا اگر لاش لائف بوٹ پر پڑے رہنے دی گئی تو اس کا تعفن دوسروں کی بیماری یا کسی وباء کا باعث بن سکتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اس بات پر متفق ہو گیا لیکن پُراسرار قاتل اور سیاہ فام حبشی نے اس وقت بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس کی نظریں اب بھی یہودی کے بھیانک چہرے اور اُدھڑے ہوئے جسم پر مرکوز تھیں۔ ڈاکٹر نے جب ایک خلاصی کی مدد سے یہودی کی لاش اٹھانا چاہی تو وہ پُراسرار حبشی جو آٹھ روز تک اپنی زبان کو تالو سے چپکائے رہنے پر قادر تھا، چپ نہ رہ سکا۔ اس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ ''ڈاکٹر۔ لاش کو سمندر میں مت پھینکو۔ یہ ہمارے لیے کار آمد ثابت ہوگی۔''

ہر شخص کو حبشی کے بولنے پر تعجب ہوا اور سب کی نگاہیں اس کے چہرے کی جانب اٹھ گئیں۔ ڈاکٹر نے وجہ دریافت کی تو حبشی نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں پھر کچھ بڑبڑانے کے بعد خوفناک انداز میں ڈاکٹر سے بولا۔ ''ابھی وجہ مت پوچھو۔ سورج کو سر پر آنے دو۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ اس بدبخت کی لاش ہمارے لیے کتنی قیمتی ہے۔ مجھے ایک موقع دو جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ خاموش رہو۔''

ڈاکٹر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنے شانے اُچکائے اور لاش کو دوبارہ لائف بوٹ میں چھوڑ دیا۔ حبشی سے کسی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ میری طرح شاید سبھی اُس سے خائف تھے۔ فلورا مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ حبشی نے نظریں سمندر کی طرف گھمائیں تو اس نے بہت آہستہ سے سرگوشی کی۔ ''جابر مجھے یہ حبشی کوئی بہت خطرناک شخص لگتا ہے مگر اس کا وجود ہمارے لیے اعتماد کا باعث ہے۔ شاید یہ ہماری کوئی مدد کر سکے۔''

''مدد... وہ کیسے؟'' میں نے آہستگی سے مسکرا کر پوچھا۔

''اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھو۔ ان میں ساحرانہ چمک ہے۔ ساری دوپہر کو سورج سے آنکھیں لڑاتا ہے۔ میں نے ڈربن کا سفر کئی بار کیا ہے۔ افریقی جادوگروں کے بارے میں، میں نے بہت کچھ معلوم کیا۔ تم نہیں جانتے وہ بڑی پُراسرار قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں لیکن افریقہ میں جگہ جگہ اس کا چرچا ہے۔ یہ حبشی بھی کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ کیا تم نے غور کیا کہ وہ گزشتہ سخت دنوں میں ایک لمحے بھی فکرمند نظر نہیں آیا؟'' فلورا نے کہا۔

فلورا کی باتوں نے میرے خدشات کو ہوا دی۔ افریقہ کی گھنی اور تاریک بستیوں کے اسرار کے متعلق سنا ہی سنا تھا کہ ان لوگوں کی دنیا ہی عجیب ہے، وہ ساری دنیا کے لوگوں سے مختلف ہیں، ان کے عقیدوں، رسم و رواج کی بنیاد توہمات پر ہے۔ سنا تھا کہ ان کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ جہاز کے اندوہناک حادثے اور فلورا کی زبانی تاریک افریقہ کے پُراسرار واقعات سن کر میں ڈانواڈول ہو گیا اور تو ہم کے ریلے میں بہہ گیا۔ ہم دونوں اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ گرانڈیل حبشی نے ایک دم پلٹ کر خونخوار انداز میں فلورا کی جانب نگاہیں اٹھائیں۔ فلورا نے وہ تمام باتیں اتنی آہستہ کی تھیں کہ ان کا حبشی کے کانوں تک پہنچنا محال تھا لیکن اس کی وحشت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے ہماری ساری باتیں سن لی ہیں۔ فلورا میری طرف متوجہ تھی اس لئے وہ حبشی کی خوف ناک نظریں نہ دیکھ سکی چند لمحوں تک وہ اسی طرح آنکھیں نکالے بیٹھا رہا، پھر اس کی نگاہوں کی وحشت کسی قدر کم ہوئی۔ اس نے نفرت بھرے انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ ''سیکا جو جی۔ میکو آنالاما۔ مستی راہو غوغا۔ سیکا۔ ایش۔'' (اپنی عورت کو سمجھاؤ میں شہرت پسند نہیں کرتا۔ مقدس دیوتا کی نظریں دل کا حال بھی پڑھ لیتی ہیں، اپنی عورت کو خاموش رہنے کی ہدایت کرو۔)

حبشی کی بات سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا میں ہر اعتبار سے ایک مکمل عرب نظر آتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ جہاز پر میری اُس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر اُسے کیسے علم ہو گیا کہ میں ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان بول سکتا ہوں یقیناً فلورا کا خیال درست تھا، میں نے اُسے ادب سے جواب دیا۔

''سیکا آبی اگاما۔ سوبارو لیناسے وں۔'' (میں اپنی عورت کو سمجھا دوں گا تم مطمئن رہو۔)

''جابر!'' فلورا نے سہمتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟''

''تم اس کے بارے میں کچھ مت پوچھو، زبان بند رکھو۔ جو کچھ تم کہتی ہو اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے کان بہت بڑے ہیں۔ کوئی اور بات کرو...'' میں نے اُسے سمجھایا۔

فلورا نے گھگیا کر حبشی کی سمت دیکھا پھر کسی ڈر سے نظریں جھکا لیں۔ میں نے اُسے دوسری باتوں میں لگا لیا۔ ہم سب کو اس بات کا انتظار تھا کہ سورج سر پر آئے تو حبشی کو ٹٹولا جائے چنانچہ جیسے جیسے سورج بلند ہوتا جاتا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ جب سورج چار سمت چھا گیا اور

اس کی کرنیں جسم میں چبھنے لگیں تو ڈاکٹر نے حبشی کو مخاطب کیا۔ اُس کا لہجہ بڑا نرم تھا۔ ''میرے دوست اب لاش کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

حبشی نے ایک نظر آگ اگلتے ہوئے سورج پر ڈالی پھر اپنی جگہ سے اُٹھا جہاز کے ایک خلاصی کی جانب اشارہ کر کے اس نے خنجر مانگا پھر یہودی کی لاش کے نزدیک بیٹھ کر بڑی چابکدستی سے اُس کی آنکھیں نکالنے لگا۔ اس کا یہ عمل بڑا جارحانہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اس کام میں مہارت تامہ حاصل ہو۔ ہم سب کی نظریں اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ہڈیوں کے حلقے کے اندر دھنسی ہوئی بے جان آنکھیں آہستہ آہستہ باہر آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر جواد بڑی توجہ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یکلخت وہ وحشت ناک انداز میں چلایا۔ ''یہ ظلم ہے، درندگی ہے تم سب وحشی اور پاگل ہو گئے ہو۔''

پھر اس سے قبل کہ ہم دخل دیتے کہ ڈاکٹر جواد کو نہ جانے کیا ہوا اس نے چیتے کی سی پھرتی سے حبشی پر چھلانگ لگا دی۔ حبشی لڑکھڑایا مگر دوسرے ہی لمحے اُس کی بھرپور لات ڈاکٹر کے پیٹ پر پڑی تو وہ تلملا کر لائف بوٹ کے درمیان میں گرا۔ دوبارہ سنبھل کر کھڑا ہوا لیکن حملہ کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اُس کے قدم رک گئے جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے جکڑ لیا ہو۔ وہ آگے بڑھنے کے لئے پاؤں چلاتا رہا۔ پھر تیورا کر بے ہوش ہو گیا حبشی نے لاپروائی سے اپنا عمل جاری رکھا۔ میں نے ڈاکٹر کو دیکھ کر حبشی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ملوسی پراقو سا؟'' (کیا یہ مر گیا)

''شابو۔ دم بالوہ کوسیٹس وان۔''

(نہیں البتہ یہ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) حبشی نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حبشی سے کچھ اور پوچھوں یا اٹھ کر ڈاکٹر کی نبض دیکھوں۔ کسی میں جرات نہیں تھی سب دم بخود تھے۔

حبشی نے یہودی کی دونوں آنکھیں نکال کر خنجر خلاصی کی طرف پھینک دیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں بے جان آنکھوں کو اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر رکھا۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے اپنی زبان میں بدبدانے لگا۔ اس کی آواز لمحہ بہ لمحہ بھیانک ہوتی جا رہی تھی، نظریں سورج پر جمی ہوئی تھیں، وحشت کے آثار جب اُس کے چہرے پر گہرے ہو گئے تو اس نے اچانک دونوں آنکھوں کو سمندر میں پھینکا اور گھٹنے ٹیک کر اپنا سر لائف بوٹ سے ٹکرانے لگا۔ وہ کسی عبادت میں مصروف تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے اور کشتی بری طرح ڈولنے لگی۔ پھر یہ ہوا کہ لائف بوٹ کا رُخ ہوا نے موڑ دیا۔ لمحوں میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ہم کسی جوار بھاٹا کی زد میں آ گئے ہوں۔ فلورا مجھ سے اور سریتا فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو پناہ دی تھی بوڑھا سرنگا بڑی دلچسپی اور انہماک سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ طوفانی ہواؤں نے خس و خاشاک کے مانند لائف بوٹ کو اڑانا شروع کر دیا تھا۔ حبشی کی عبادت کا عجیب و غریب عمل جاری تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک سیاہ فام حبشی نے اپنی عبادت ختم کی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اس نے شعلہ بار نظروں سے سورج کو دیکھا اور پھر پرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے ہمت کر کے اس سے پوچھا۔ ''دوست ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے طوفانی ہوائیں لائف بوٹ کو غرق کر دیں گی۔''

''نہیں۔ حبشی بڑے اعتماد سے بولا۔ ''میں نے اُسے یہودی کی آنکھیں بھینٹ کر دی ہیں۔ دیوتا ہماری رہبری کریں گے۔ ہم جلد ہی کسی

قریبی جزیرے تک پہنچ جائیں گے۔"

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن میں نے دیکھا ہنڈی بوڑھا سر ہلا مسکرا رہا تھا اور افریقی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز تک سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا کہ ڈاکٹر جو واقعتاً ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ طوفانی ہواؤں کا زور بدستور قائم تھا۔ ہماری لائف بوٹ حیرت انگیز طور پر ہوا کے رخ پر ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی، ہم میں سے ہر شخص نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ سیاہ فام حبشی یقیناً کوئی جادوگر ہے چنانچہ ہر شخص اس سے خائف تھا۔ ڈاکٹر کی ذہنی حالت تشویشناک حد تک خراب ہو چکی تھی، متعدد بار اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن حبشی اس کی طرف سے غافل نہیں تھا جب وہ تنگ آ گیا تو ڈاکٹر کو لائف بوٹ کی رسیوں کے ساتھ اس طرح جکڑ دیا گیا کہ وہ بیٹھے بیٹھے محض پاؤں کو حرکت دے سکتا تھا نہ کھڑا ہو سکتا نہ اپنے ہاتھوں کو کسی کام میں لا سکتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر کہ حبشی ڈاکٹر کے سلسلے میں اس قدر محتاط کیوں ہے اس نے مجھے بتایا کہ وہ اور اس کے قبیلے کے لوگ ڈاکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر قیمت پر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تیسرے روز علی الصباح ایک اور ہولناک حادثے نے حبشی کی شخصیت ہمارے لیے خوفناک حد تک پُر اسرار بنا دی، بات گو اتنی خاص نہیں تھی لیکن اس اچانک ہی حالات نے بدترین صورت اختیار کر لی۔ حبشی حسب دستور ڈاکٹر کے قریب بیٹھا ہوا اسے عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ڈاکٹر نے ہذیانی انداز میں ہانک لگائی۔ "ہالٹ...... کون ہے، جواب دو ورنہ گولی مار دوں گا۔"

ہم سب ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سیاہ فام حبشی زبان کے بجائے ہاتھ کے الٹے سیدھے اشارے کر کے ڈاکٹر کو نہ جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر حبشی کی الٹی سیدھی حرکتوں کو آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔ پھر دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔ اس نے کچھ جنگی احکام صادر کرنے شروع کر دیے۔

"بے وقوف مت بنو ڈاکٹر...... ہم اس وقت میدان جنگ میں نہیں ہیں۔" جم پارک نے ناگوار لہجے میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ اس کے لہجے میں بیزاری کا عنصر شامل تھا۔ جم پارک ایک جذباتی، ضدی اور مغرور نوجوان تھا۔ اپنی حرکتوں سے وہ ناپسندیدہ سمجھا جانے لگا تھا کئی بار اس نے فلورا اور سرینا سے بے ہودگی کی کوشش کی مگر ہر بار اسے تنبیہ کر کے خاموش کر دیا گیا۔ جب ڈاکٹر کی حماقتیں بڑھ گئیں تو جم پارک جو خاصا چڑچڑا ہو گیا تھا، بھڑک اٹھا اور اس نے ڈاکٹر کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

حبشی ڈاکٹر کے بارے میں یہ الفاظ سن کر آگ بگولا ہو گیا، اس کی آنکھیں بتدریج سرخ ہونے لگیں، یہیں مجھے احساس ہو گیا کہ جم پارک کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اس نے خاموش رہ کر معاملہ رفع دفع کرنے کے بجائے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم...... سیاہ کتے، اپنی زبان بند کرو، تم نے ان معصوم لوگوں کو بہت متاثر کر لیا۔ اپنی اوقات سے نہ بڑھو تمہارے جیسے کتنے آدمی ہماری غلامی کرتے ہیں۔"

جواب میں حبشی اچھل کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا، لائف بوٹ پر موت کا بھیانک سکوت طاری تھا، مجھے یقین تھا کہ اب حبشی کا سحر جم

پارک کو برباد کر دے گا، تمام نظریں حبشی پر مرکوز تھیں۔ کچھ دیر تک وہ جم کو خوں خوار نظروں سے تو لتا رہا پھر اس نے جھک کر سمندر سے تھوڑا پانی چلو میں لیا ایک نظر آسمان پر ڈالی۔۔۔۔۔اس کے بھدے ہونٹ ہلے، کچھ پڑھ کر اس نے چلو کے پانی پر پھونکا اور پھر جم کی طرف اُچھال دیا۔ پانی کا جم کے جسم پر گرنا تھا کہ وہ کربناک انداز میں چلاتا ہوا لوٹ لگانے لگا۔ حبشی نے ایک بار پھر یہی عمل کیا، جم کے جسم پر بڑے بڑے آبلے اُبھر آئے، وہ ہیبت ناک انداز میں چیختے چلانے لگا۔ بمشکل پانچ منٹ کے اندر اندر جم کا جسم آبلوں سے بھر گیا۔ حبشی نے حقارت سے نظریں دوسری جانب کر لیں اور جب جم کا جسم ساکت ہو گیا تو وہ اٹھا جم کی آبلہ زدہ خوفناک اور اکڑی ہوئی لاش کو اٹھا کر سر سے بلند کیا اور سمندر میں پھینک دیا، جس جگہ جم کی لاش گری وہاں سمندر کے اندر یوں بڑے بڑے بلبلے اٹھنے لگے جیسے پانی میں چونے کے سینکڑوں ڈھیلے ڈال دیئے گئے ہوں۔

ہمارے چہرے خوف سے زرد ہو چکے تھے لیکن حبشی پُر سکون تھا اس نے الٹے سیدھے اشاروں میں ڈاکٹر سے دوبارہ کچھ گفتگو شروع کر دی تھی۔ مجھے اس وقت سخت تعجب ہوا جب ڈاکٹر جواد نے بھی ہاتھ کے اشاروں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ اس وقت ڈاکٹر کے چہرے پر گہری سنجیدگی کا تسلط تھا۔ اسی شام ہمیں اپنے ایک اور ساتھی سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر قبل جعفر کی حالت غیر ہونے لگی، پہلے اسے ایک لمبی قے ہوئی پھر وہ لمبا لمبا لیٹ گیا حبشی نے اٹھ کر نبض ٹٹولی اور مایوس ہو کر گردن جھکا لی جس کا مطلب یہی تھا کہ خلاصی کی روح اس کے جسم سے پرواز کر چکی ہے۔ جعفر کی لاش کو بھی سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے ہم سب کے چہرے فق کر دیئے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی ہمارا مصری ساتھی جو ابھی تک خاموش تھا اچانک کچھ دیکھ کر خوشی سے چلایا، وہ غروب آفتاب کا وقت تھا۔

''وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو سامنے خشکی کے نشان نظر آ رہے ہیں، کیا میری نظریں دھوکہ کھا رہی ہیں۔''

مصری تاجر نے جس سمت اشارہ کیا تھا ہم سب کی نظریں اس جانب اُٹھ گئیں اور ہمارے چہرے خوشی سے دمک اٹھے، دور ایک چٹان سر اُٹھائے ہمیں زندگی کا پیغام دے رہی تھی اتنی مایوسیوں کے بعد زندگی کی اُمید نے ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیں کیا واقعی وہ کوئی چٹان ہے یا محض ہمارا گمان۔ مگر لائف بوٹ بڑی تیزی سے نظر آنے والی چٹان کی طرف بڑھ رہی تھی، مجھے یقین تھا کہ رات میں کسی وقت ہم خشکی تک پہنچ جائیں گے سیاہ فام حبشی نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست ثابت ہو رہی تھی، فلورا میرے اور قریب ہو گئی اور لرزتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جابر۔۔۔۔۔ مجھے ہول اُٹھ رہا ہے، نہ جانے یہ کون سا جزیرہ ہو اور ہمارے اوپر کیا بیتے؟''

''ہمت سے کام لو فلورا۔ اس کے سوا کیا چارہ ہے۔ خوش قسمتی سے زمین نظر آئی ہے۔ یہاں کی موت لائف بوٹ کی موت سے زیادہ دردناک نہ ہوگی۔ خشکی پر پہنچنے کے بعد ممکن ہے کوئی بہتر صورت نکل آئے۔''

''خدا کرے تمہاری زبان مبارک ہو، مگر جابر، افریقہ میں بے شمار ایسے جزیرے ہیں جہاں باہر کی دنیا کا کوئی فرد نہیں پہنچا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں اسرار ہی اسرار ہیں، وہ لوگ ہماری مہذب دنیا سے بالکل مختلف ہیں مجھے ڈر ہے کہیں ہم ایسے کسی گمنام جزیرے پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر ہم ان وحشیوں کی خوراک بن جائیں گے۔ ان کی عبرتناک سزائیں سن کر ہی کلیجا دہل جاتا ہے، ان سے کسی رحم و کرم کی امید رکھنا فضول ہے، یہ

بات عام ہے کہ یہ درندے اپنے علاقے میں قدم رکھنے والوں کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہیں، خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ان کا رویہ بڑا ہی انسانیت سوز ہوتا ہے یہاں ہر آدمی جادوگر ہے۔ خدا ہمیں ان کے عذاب سے دُور کرے۔''

''مگر فلورا...... لائف بوٹ میں غذا اور پانی نہیں ہے۔ اس جزیرے پر اترنے کے سوا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں، حوصلے سے کام لو۔ مقابلہ کریں گے۔ لڑ کر مر جائیں گے۔''

میری بات سن کر فلورا کے چہرے پر پھیکی پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پتہ نہیں، اب کیا ہو۔ جابر۔ تم مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا اور اگر یہ لوگ میرے ساتھ زیادتی کریں تو میرا گلا گھونٹ دینا۔''

''تمہیں مجھ سے کوئی چھین سکتا ہے میری جان؟'' میں نے اس کا بازو دبا کر کہا۔ ''بس حوصلے اور جرات کی ضرورت ہے۔''

افریقہ کے گمنام جزیروں اور وہاں کے جنگلی وحشی قبائل کے بارے میں آئے دن اخبارات و رسائل میں سنسنی خیز واقعات اور مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میرا خود بُرا حال تھا لیکن فلورا کو مطمئن کرنے کے لئے اسے جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی جب تک اُجالا رہا، آنکھیں پھاڑے اسی چٹان کی سمت دیکھتے رہے، جس کی شکل آہستہ آہستہ واضح ہو رہی تھی، اس وقت ہمارے دل بُری طرح دھڑک رہے تھے۔ خشکی پر قدم رکھنے کے خوش گوار تصور سے میرے اور فلورا کے سوا سبھی شاداں و فرحاں تھے۔ مقدس جارا کاکا کے بارے میں، صرف میں جانتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سرنگا بھی بے چینی سے پہلو بدل رہا ہے۔

توقع کے خلاف ہم جلد ہی چٹان کے قریب پہنچ گئے، سمندری چٹان اب ہم سے بمشکل ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ جوں جوں یہ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ ہر شخص سب سے پہلے اُترنے کے لئے بے چین نظر آتا تھا۔ گیارہ بارہ روز کے اذیت ناک سمندری سفر کے بعد زمین قریب آ رہی تھی، لیکن یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ زمین انہیں کیا دینے والی ہے۔ موت، مصائب، اذیتیں یا مسرت، نجات، زندگی...... کون سی تباہی ان کی منتظر ہے اور کون سا مژدہ ان کی سماعت میں رس گھولنے والا ہے۔ سمندری چٹان ہر لمحے اپنا دائرہ وسیع کر رہی تھی، درختوں کے جھنڈ بھی اب سیاہی کی شکل میں نظر آنے لگے تھے۔ اندھیرا بڑھ گیا تھا اور چاند کسی دوسری دنیا کی سیر کر رہا تھا۔ میں نے سیاہ فام حبشی کی طرف دیکھا۔ میں دراصل اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنا چاہتا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ اپنی ساحرانہ قوتوں کی کامیابی دیکھ کر پھولا نہ سما رہا ہو گا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ حبشی کے چہرے پر جہاز کے ڈوبنے کے بعد آج پہلی بار فکر مندی کے تاثرات نمایاں تھے، وہ کچھ سوچ رہا تھا بہت ہی سنجیدگی اور استغراق سے۔ وحشت اور پریشانی میں وہ اچانک ہولناک انداز میں چیخا سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے پھر وہ پاگلوں کی طرح بال نوچنے لگا۔ ڈاکٹر نے اُسے اس عالم میں دیکھ کر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا لیکن جلد ہی لوگ قریب نظر آنے والی چٹان کے ہیولے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''اب ہم چند لمحوں میں خشکی پر پہنچنے والے ہیں۔'' میں نے حبشی کے قریب جا کر اپنی شکستہ افریقی زبان میں اسے مخاطب کیا۔ ''تم نے جو کہا تھا وہ ٹھیک ثابت ہوا۔ یہودی کی آنکھوں اور دیوتاؤں کی مہربانی نے ہمیں زندگی سے قریب تر کر دیا ہے۔''

حبشی میری آواز سن کر یوں چونکا جیسے سو رہا تھا، اسے میری دخل اندازی پر غصہ آ گیا۔ اس کی بڑی آنکھوں سے شدید بیزاری اور مایوسی

جھلک رہی تھی...... ''تم اندھے ہو۔'' وہ جھنجلا کر بولا۔ ''کل پیش آنے والے واقعات تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ تم اس دنیا سے تعلق رکھتے ہو جہاں آدمی کے اندر کی آنکھیں بینائی سے محروم ہوتی ہیں۔ تم لوگ لافانی دنیا اور لافانی قوتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کیوں کہ تم مادے کی باتیں کرتے ہو۔ مادہ روح کے بغیر بے کار ہے لیکن روح مادے کے بغیر بھی محترم رہتی ہے۔ تمہارے ہاں روحانی بالیدگی کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ تمہارے پاس جو سب سے قیمتی شے ہے تم اس سے کام لینا نہیں جانتے۔ کل کیا ہونے والا ہے، تم نہیں جان سکتے۔ مگر تومفا جانتا ہے۔ تومفا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ تومفا کے پاس اندر کی آنکھیں ہیں جاہلو!''

اس پُراسرار افریقی شخص کی باتوں نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا۔ میں تو اس کے پاس اطمینان قلب کے لئے گیا تھا، اس نے میرے قلب کو اور پریشان کر دیا۔ پہلی بار مجھے معلوم ہوا کہ اس کا نام تومفا ہے لیکن اس وقت مجھے اس کے نام سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ کل کیا ہونے والا ہے، چنانچہ میں نے اس کے جملوں کی تلخی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''تومفا میرے دوست۔ تم ہمارے محسن ہو۔ مجھے بتا کہ خشکی پر کیا گزرنے والی ہے تم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ تم سب اندھیرے کی طرف جا رہے ہو، وہاں آتش فشاں ہے، وہاں کانٹے ہیں، وہاں خون ہی خون ہے۔ احمقو! تم وہاں نہ جاؤ۔ لائف بوٹ کا رخ موڑ دو۔'' تومفا نے چلاتے ہوئے کہا۔

''معزز تومفا!'' میں نے جھرجھری لیتے ہوئے جلدی سے کہا۔ ''مجھے تمہاری ساحرانہ قوتوں پر پورا یقین ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم لائف بوٹ کا رخ کسی اور قریبی جزیرے کی طرف پھیر دو۔''

تومفا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اپنے موٹے بھدے ہونٹوں کو تیزی سے حرکت دینے لگا۔ غالباً وہ کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔ اس اثناء میں، میں نے بوٹ کے جملہ افراد کو ہموار کرنے کے لئے انہیں متوجہ کیا۔ ''دوستو!'' میں نے زور زور سے کہا۔ ''تومفا کا خیال ہے کہ اس جزیرے پر ہمارا جانا ٹھیک نہیں۔ وہاں ہم اور مصائب میں گھر سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم راستہ بدل لیں''

''ہمارے پاس کھانے کو نہیں، پانی نہیں۔ دوسرا جزیرہ نہ جانے کب نظر آئے۔ کون کہہ سکتا ہے۔'' ان لوگوں کی دلیل معقول تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔ میری ایک نہ چلی۔ ادھر تومفا اپنے عمل میں مصروف تھا میں پوری توجہ سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور ہر قیمت پر تومفا کو اس امر پر راضی کر لینا چاہتا تھا کہ وہ اپنی قوتوں کے کسی کرشمے سے لائف بوٹ کا رخ موڑ دے لیکن افسوس قدرت ہمارے اطراف اپنا جال بُن چکی تھی۔ تومفا کا عمل ادھورا رہ گیا۔ طوفانی ہواؤں کا زور اچانک بڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم سیاہی مائل دھندلکوں کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔

میرے ذہن میں میرے دوست احمد بن طاہر کا وہ واقعہ ابھر آیا جو اس نے جہاز کا سفر ترک کرنے کی خاطر مجھے سنایا تھا۔ خوف کی لہر میری رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ میں اٹھ کر جلدی سے فلورا کے پاس آ گیا۔ میرے دوسرے ساتھی بھی اس گھور اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔ تومفا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے آواز دی تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اچانک تومفا کی ایک کریہہ چیخ سنائی دی اور گرد کا طوفان تیز ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد نے کربناک انداز میں چلانا شروع کر دیا تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے

کو آواز دے رہے تھے۔ سیاہ دھول کے بھنور نے لائف بوٹ کو ان گنت چکر کھلائے مگر لمحوں میں قیامت خیز بھنور ختم ہو گیا اور کہیں آگے بڑھ گیا۔ مطلع جلد ہی صاف ہو چکا تھا۔ اندھیرا کم ہو گیا تھا۔ اس لئے ہم ایک دوسرے کی شکلیں کسی قدر دیکھ سکتے تھے ہم نے تومغا کی طرف توجہ کی تو ششدر رہ گئے تومغا لائف بوٹ پر موجود نہیں تھا۔ خدا جانے وہ سمندر میں غرق ہو گیا یا پھر سیاہ دھول کے ذرات اسے اڑا لے گئے یا وہ کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ کوئی بات بھی ممکن تھی۔ ان پُراسرار حالات نے ہم سب کو گنگ کر دیا تھا۔ ہمارے اوپر سکتے کا عالم طاری تھا۔ فلورا مجھ سے لپٹی بُری طرح کپکپا رہی تھی۔ ہر شخص مایوس نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے سرنگا نے سریتا کو اپنے بازوؤں میں چھپا رکھا تھا۔ اب لائف بوٹ ہوا کے دوش اور لہروں کے زیر و بم پر اُچھلتی تیزی سے جزیرے میں داخل ہو رہی تھی۔

خشکی کا وہ حصہ قریب آ رہا تھا تو وہاں کا منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ ہر چند کہ رات کا وقت تھا لیکن دور کھڑے ہوئے درختوں کی قطار کو پہچاننا کچھ مشکل نہ تھا۔ تومغا کی حیرت انگیز گمشدگی نے زمین پر اترنے کی جستجو کو دہشت میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہمارے چہرے زرد، عقلیں گم اور آنکھیں حیرت سے واتھیں۔

''جابر، اب کیا ہونے والا ہے؟'' فلورا کی گھٹی گھٹی آواز سناٹے میں ارتعاش پیدا کر گئی۔ میں نے جواب میں اس کی پشت تھپتھپائی۔ میری اپنی عقل بھی خبط تھی۔ طرح طرح کے توہمات نے ذہنوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مقدس جارا کا کا نے تومغا کے خیالات پڑھ لیے ہوں۔ تومغا جو میری درخواست پر لائف بوٹ کا رُخ موڑنے کے لئے کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔ وہ لاعلمی میں جارا کا کا کے عتاب کا شکار ہو گیا۔ پھر کیا ہوا؟ تومغا کہاں گیا؟ وہ کن خطروں کی پیشگوئی کر رہا تھا وہ کون سے اندھیروں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

لائف بوٹ کو اچانک جھٹکا لگا اور مصری تاجر خوشی سے دیوانہ وار چلایا۔ ''ہم زمین پر پہنچ گئے۔ یہ خشکی ہے۔ خدا کی قسم کتنی فرحت بخش جگہ ہے۔''

لائف بوٹ زمین پر جا کر ہچکولے کھا رہی تھی۔ فلورا میرے بازوؤں میں سمٹی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے مصری تاجر لائف بوٹ سے چھلانگ لگا کر خشکی پر کودا۔ پھر شیخ طاہر نے پیروی کی۔ وہ دونوں گزشتہ واقعات بھول کر خوشی سے دیوانہ وار چلا رہے تھے اور زندگی پا لینے کی خوشی میں اُچھل کود کر رہے تھے۔ میں نے فلورا کو آہستہ سے خشکی پر اتارا۔ سریتا نے سرنگا کو سہارا دیا جب سب اتر گئے تو میں نے لائف بوٹ کھینچ کر ساحل پر کی اور ڈاکٹر جواد کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگا۔ رسیاں چونکہ بھیگی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں کھولنے میں بڑی دشواری پیش آ رہی تھی۔ رسی کھلتے ہی ڈاکٹر جواد ایک طرف بھاگنے لگا۔ میں نے اُسے بڑی مشکل سے پکڑا۔

''خاموشی کے ساتھ آگے بڑھو۔'' میں نے حکیمہ انداز میں کہا۔ سب سے آگے میں، میرے ساتھ فلورا اور اس کے پیچھے باقی لوگ تھے۔ ڈاکٹر جواد کو خلاصی نے سنبھال رکھا تھا۔ آگے گہرا اندھیرا تھا۔ ریتیلی زمین پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے درختوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دور دور تک روشنی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس خاموشی اور تاریکی سے اور وحشت ہونے لگی اتنے دنوں بعد زمین پر قدم رکھنے کی وجہ سے ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ ڈگمگاتے ہوئے جیسے ہم نے بہت ساری شراب پی لی ہو۔ ہم چلتے رہے درختوں کا سلسلہ قریب ہی تھا اور یہ بات طے تھی کہ یہ کوئی گھنا جنگل ہے جنگل میں ایسے خانماں برباد افراد کی شب بسری کا تصور ہی ہولناک تھا۔ میں نے ان سب کو متنبہ کیا کہ وہ بے حد محتاط ہو کر قدم بڑھائیں اور ایک

دوسرے کے ہاتھ پکڑے رہیں۔ جنگل کے پار کسی آبادی کے ملنے کا امکان ہے اور کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ جنگل کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کیڑے مکوڑوں اور درندوں کے بکثرت پائے جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے ذہن نے اس مشکل رات اور سیاہ جنگل سے نمٹنے کے لئے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ اسکیمیں مرتب کرنے کا کام مجھے خاصا آتا ہے۔ میں نے انہیں تمام خطرات سوگھ کرتا یا کہ رات چھوٹے درختوں کے قریب زمین پر گزاری جائے اور ہم میں سے دو آدمی جاگتے رہیں۔ غذا کی تلاش صبح سویرے ہی کی جا سکتی ہے۔ وہ سب میری بات پر صاد کرتے جاتے تھے۔ مجھے اس کا شدید احساس تھا کہ سرنگا بہت دنوں سے بھوکا ہے مگر اس وقت درختوں کو چھیڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

درختوں کی پہلی قطار کو ہم نے عبور کیا۔ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے سر درختوں سے ٹکرانے لگے۔ میں نے آہستگی سے چند شاخیں توڑ کر اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں میں تھما دیں اور انہیں ہدایت کی کہ وہ راستہ ٹٹولتے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھیں۔ ایک دوسرے سے بات کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سرگوشی میں ہی کچھ پوچھیں۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی ہم سب کو اندازہ ہو گیا کہ ہمیں درختوں کے اوپر رات بھر بیٹھے رہنا ہوگا مگر وہاں جنگلی چیونٹیوں اور چھوٹے موٹے زہریلے کیڑوں کا اور نیچے زمین پر سانپ، بچھو اور درندوں کا امکان تھا۔ اس امکان کی سریتا کی چیخ نے تائید کی وہ اچانک چیخنے لگی اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ چھوڑ کر سریتا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ان سب کو حکم دیا۔ "دوستو! اس خطرناک جنگل میں رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لائف بوٹ کے قریب ہم زیادہ محفوظ طریقے سے رات گزار سکتے ہیں جہاں اتنا انتظار کیا گیا ہے وہاں اندھیرے سے دور ہونے تک اور انتظار کر لیا جائے۔"

وہ سب بغیر کچھ کہے واپس ہونے لگے، اس لئے کہ یہ بہترین مشورہ تھا ہم دوبارہ تھک کر ہار کر لائف بوٹ تک واپس آ گئے۔ میں نے ڈاکٹر کے ایک پیر سے رسی باندھ کر اس کا دوسرا سرا اپنے پیر سے باندھ لیا۔ ریتیلی زمین پر ہم نیم مردہ حالت میں دراز ہو گئے۔ سریتا سسک رہی تھی۔ میں نے اس کے بازو پر اپنی قمیض باندھ دی لیکن وہ دیر تک تڑپتی اور سسکتی رہی۔ سرنگا بار بار اسے تسلیاں دیتا رہا۔ ہمارے پاس اس غریب کا دکھ دور کرنے کے لئے کچھ بھی تو نہیں تھا۔ علی الصباح پو پھٹنے سے قبل سب سے پہلے میں بیدار ہوا اور مجھ سے کچھ دیر بعد سرنگا۔ سرنگا جاگتے ہی سمندر کی طرف گیا۔ نہانے کے بعد اس نے اپنی جیب سے مورتی نکالی اور اس کے سامنے عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا۔

☆==========☆==========☆

دل پھولوں کی بستی

خواتین کی مقبول مصنفہ **نگہت عبداللہ** کا انتہائی خوبصورت اور طویل ناول، **دل پھولوں کی بستی**، جس نے مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کیے، کتاب گھر پر دستیاب ہے جسے **رومانی ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

علی الصباح ہی باقی تمام افراد بیدار ہو گئے۔ سریتا کا ہاتھ سوج چکا تھا۔ میں نے اُسے ضبط کرنے کی تلقین کی۔ سمندر پر منہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم پھر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ پرندوں کے شور وغل اور جنگلی جانوروں کی آوازیں ساحل تک آ رہی تھیں۔ ہم نہتے تھے اور ہر صورت ہمیں جنگل میں داخل ہونا تھا۔ سات آدمیوں کا یہ قافلہ دل میں دہشت و نگاہوں میں خوف لیے پھر زندگی کی امید میں جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر ابھی ہم کچھ ہی آگے بڑھے تھے کہ مصری تاجر کمال بھیانک چیخ مار کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی فلورا کی ہذیانی چیخ بھی سنائی دی۔ ہم نے کمال کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ایک دوسرا نیزہ میرے قریب زمین پر آ گرا۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ مصری تاجر ساحل پر چت پڑا تھا اور اس کے سینے میں اندر تک نیزہ پیوست ہو گیا تھا۔ خطرہ محسوس کر کے باقی پانچ افراد نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ ہمارا مصری ساتھی کسی وحشی کے نیزے سے ہلاک ہو چکا تھا یہ اس جزیرے کی منحوس صبح کا آغاز تھا۔ ہماری نگاہیں درختوں کی طرف تھیں۔ سامنے درختوں کے جھنڈ کی طرف کھلبلی سی ہوئی اور ہمیں اپنا خون شریانوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ چھ سات ننگ دھڑنگ سیاہ فام وحشی ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھامے ہماری طرف نپے تلے قدم اٹھائے بڑھ رہے تھے۔

میری کیفیت اُس مسافر سے مختلف نہ تھی جس نے منزل کے قریب پہنچ کر دم توڑ دیا ہو۔ شیخ طاہر میرے پہلو میں کھڑا سرتاپا لرز رہا تھا۔ فلورا میرے قدموں کے قریب بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر جواد کی ذہنی حالت چونکہ درست نہ اس لئے وہ موت کے پیغامبر ان ننگ دھڑنگ وحشیوں کا منہ چڑا رہا اور کڑوی کسیلی شکلیں بنا رہا تھا سرنگا کے حمل میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہ سریتا کے ساتھ ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ میری اپنی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ گنگ کھڑا ان بدہیت وحشیوں کو دیکھ رہا تھا وہ نیزے سنبھالے محتاط قدموں سے ہماری سمت آ رہے تھے۔ ان کے جسم پر کوئی ایسی شے نہیں تھی جس سے جسم کا کوئی حصہ بھی چھپا سکے۔ سیاہ جسموں پر سفید رنگوں سے آڑے ترچھے نقوش بنے ہوئے تھے۔ کانوں اور نتھنوں میں ہاتھی دانت کے بڑے بڑے بالے نظر آ رہے تھے۔ خونخوار نگاہوں سے جھلکنے والی بے رحمی میری ہر امید ختم کر رہی تھی۔

زندگی اور موت کا فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔ شیخ جس انداز میں سرتاپا کانپ رہا تھا اُس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ حد درجے خائف ہے اور کسی بھی لمحے بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ معاً وہ میرے پہلو سے جدا ہو گیا اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کی یہ بچکانہ حرکت ہم سب کی رہی سہی امیدوں کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میں نے جلدی ہی دبی زبان میں اُس سے کہا۔ "شیخ طاہر اپنی جگہ جمے کھڑے رہو۔ بھاگنے کی حماقت مت کرنا ورنہ ہوا میں پھینکے ہوئے نیزے ہمارے جسموں کو بھی چھید کر رکھ دیں گے۔ عقلمندی سے کام لو۔"

میری بات پر شیخ طاہر اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ جنگلیوں نے قریب پہنچ کر طاہر کو بازوؤں سے جکڑ لیا۔ پھر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے سرنگا اور سریتا کو علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔ دو جنگلیوں نے جھپٹ کر مجھے بھی جکڑ لیا۔ پھر ایک نے فلورا کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر جواد کو گھسیٹا گیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ تمام جنگلی فلورا کو دیکھ کر نظروں نظروں میں مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ البتہ جب ڈاکٹر جواد پر ان کی نظر پڑی تو ان کے چہرے نفرت سے کھنچ سے گئے۔ ڈاکٹر دیوانگی کے عالم میں خود کو ان کے شکنجے سے چھڑانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور ہذیان بک رہا تھا۔ "پکڑو۔ پکڑو۔ جانے نہ پائے۔ لپک جھپک۔ ہائے ابوالہول۔ تھا میں تھا میں ٹس......"

ڈاکٹر دیوانگی کی حالت میں اناپ شناپ بکے جا رہا تھا۔ اُس کی مزاحمت نے جنگلیوں کو بھڑکا دیا۔ ایک چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "دم ہوگا ماشی لاؤ۔" (اسے مار ڈالو یہ بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے) میں نے اس کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسرے جنگلی کو اچھل کر نیزہ اسنبھالتے دیکھا۔ اُس کے ارادے خطرناک تھے۔ نیزے کی انی سے اُس نے گھٹنوں کے بل ہلکا سا دباؤ ڈال کر عجیب انداز میں ڈاکٹر کے پیٹ کا نشانہ لیا اور آگے بڑھنے لگا۔ میری حالت غیر ہو رہی تھی۔ موت بڑی تیزی کے ساتھ ڈاکٹر کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہی تھی۔ مجھے سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اتفاقاً میرے ذہن میں تومغا کا کہا ہوا جملہ ابھرا۔ اُس نے کہا تھا کہ افریقی جنگلی قبائل ڈاکٹروں کو قابلِ پرستش سمجھتے ہیں اور ہر حال میں ان کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اندھیرے میں امید کی کرن نظر آتے ہی میں نے ٹوٹی پھوٹی زبان میں چوڑے چکلے سینے والے جنگلی کو مخاطب کر کے کہا۔

"اپی روگالا۔ اپی روگالا۔" (یہ ڈاکٹر ہے۔ یہ ڈاکٹر ہے)

روگالا (ڈاکٹر) کا لفظ سنتے ہی اُس جنگلی نے اپنا نیزہ جلدی سے پیچھے کر لیا جو پہلے آ کے ڈاکٹر کے پیٹ میں اتار دینے کے لئے پر تول رہا تھا۔ چوڑے چکلے سینے والا مجھے اپنی زبان بولتا دیکھ کر چونکا۔ پھر سینہ تانے میرے نزدیک آیا اور خشک لہجے میں بولا۔

"تما کو چیتا؟" (تم لوگ کون ہو؟)

میں نے اکھڑی ہوئی سانس اور ڈوبتے دل پر قابو پا کر اسے مختصراً اپنی روداد سنا دی۔ ان لوگوں کی زبان قدرے مختلف تھی۔ تاہم میری ٹوٹی پھوٹی زبان کسی کام تو آئی۔ جارا کاکا تذکرہ میں دیدہ و دانستہ نظر انداز کر گیا۔ میں نے اُس کو یہ بتایا کہ ہمارا جہاز طوفان میں پھنس کر تباہ ہوا تھا جنگلی کی آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں، یوں جیسے وہ میری کہانی کی تصدیق کر رہا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتا، اس کا ایک دراز قد ساتھی قریب آ کر حقارت سے بولا۔

"لابو آما...... لابوشی بورا...... آغورا غوغا۔" (یہ جھوٹ بولتا ہے، یہ ہمارا دشمن ہے، ہم اسے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا ئیں گے۔)

"ایش......" چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا پھر مجھے اور شیخ طاہر کو دیکھ کر کہا۔ "می گورائی لاہو، اقابالا پا پونار۔" (ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، اقابلا محترم و مقدس ہے) پھر وہ دوبارہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "روگالا سو بوگارا؟" (ڈاکٹر نے بھاگنے کی کوشش کیوں کی تھی؟)

"روگالا یگا۔ لابوشی کالی۔" (ڈاکٹر پاگل ہے، یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

کچھ دیر تک میں جنگلیوں کے اُلٹے سیدھے سوالات کا اُلٹے سیدھے انداز میں جواب دیتا رہا۔ شیخ طاہر اس تمام عرصے میں مہر بلب رہا۔ البتہ مجھے جنگلیوں سے گفتگو کرتا دیکھ کر اس کے چہرے سے مُردنی کے اثرات کسی قدر چھٹ چکے تھے۔ ڈاکٹر جواد بھی بڑی سنجیدگی سے ہماری گفتگو سننے لگا اور کبھی ہذیان بکنا شروع کر دیتا۔ فلورا بدستور ریت پر بیہوش پڑی تھی اور ننگ دھڑنگ جنگلی اُسے دلچسپ نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا کہ فلورا کے سلسلے میں ان کا رویہ جارحانہ نہیں تھا۔ سرنگا نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ بھی محفوظ تھا۔ سرنا

اب جنگلیوں کے نرغے میں تھی۔

مجھ سے کچھ مطمئن ہو جانے کے بعد ہمیں نیزوں کی نوک سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ فلورا کو چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ فلورا، سریتا اور ڈاکٹر جواد کی زندگیاں محفوظ ہیں۔ دوران گفتگو مجھے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ ہمیں دو روز تک قید میں رکھا جائے گا۔ اس کے بعد جنگلیوں کے سردار شوالا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو ہفتے میں صرف دو بار قبیلے والوں کے سامنے آتا ہے اور ضروری مسئلوں کا حل پیش کرتا ہے اور دوسرے مسائل کا فیصلہ کراتا ہے۔ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ ان جنگلیوں کا طریقہ زندگی کس قدر مہذب ہے۔

میرے ذہن میں شوالا کے مختلف خاکے بنتے اور بگڑتے رہے۔ مگر یہ اقابلا کون ہے جس کا نام جنگلیوں نے بڑے احترام کے ساتھ لیا تھا۔

اقابلا یقیناً ان کی کوئی پُراسرار لائق پرستش ہستی ہے۔ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے اپنے ذہن میں منصوبے بنا تا رہا۔ شیخ طاہر نے راستے میں ایک بار مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پشت سے ایک جنگلی نے اس کے شانے پر اس زور سے نیزے کا الٹا حصہ مارا کہ وہ بلبلا اٹھا۔

کھلے میدانی حصے میں ابھرتے سورج کی روشنی موجود تھی، درختوں کے جھنڈ سے گزرتے وقت ہمارے لیے راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتے رہے۔ پھر دوبارہ کھلے آسمان کے نیچے آ گئے۔ مجھے تعجب تھا کہ راستے میں ہماری ملاقات کسی دوسرے جنگلی سے نہیں ہوئی اس جنگل سے گزر کر ہمیں احساس ہوا کہ گزشتہ رات یہاں سے واپس ہو کر اور ساحل پر سونے کا فیصلہ کر کے ہم نے اپنی زندگیاں بچائی تھیں اگر ہم رات یہاں گزار رہے ہوتے تو جنگلی جانور صبح تک ہمارا کام تمام کر چکے ہوتے۔ عجیب بات یہ تھی کہ جنگلیوں کی موجودگی میں کسی درندے نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔ جنگلی ان مشکل راستوں پر بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ سریتا کے ہاتھ کی تکلیف خاصی بڑھ چکی تھی مگر وہ باحوصلہ لڑکی آنسو چھپائے سر جھکائے خاموش خاموش چل رہی تھی، ایک جنگلی نے جب اس کا سوجا ہوا ہاتھ دیکھا تو مجھ سے اس کا سبب معلوم کیا۔ میں نے رات کا سارا واقعہ اُسے بتا دیا۔ اس نے میری بات سن کر ایک قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کی کوئی تک نہیں تھی میں نے بھی چہرے پر مسکراہٹ لا کر اُس کا ساتھ دیا۔ جس پر اس کی آنکھوں سے غصہ مترشح ہونے لگا پھر مجھے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہی بنی اور یہی بات سمجھ میں آئی کہ کسی ردعمل کا اظہار کئے بغیر چپ چاپ ان کے ساتھ چلتے رہنا بہتر ہے۔ جنگلی ہمیں ساتھ لیے ایک بڑے درخت کی طرف بڑھے، اس درخت کے تنے میں ایک بہت بدصورت بوڑھا جنگلی آرام کر رہا تھا۔ اس کے پاس جڑی بوٹیاں اور عجیب و غریب قسم کے پتھر کے اوزار تھے۔ جنگلیوں نے اس سے سریتا کا احوال کہا پہلے تو وہ ہمیں حیران کن نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر اس نے سریتا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خود ایک پھونک ماری اور زمین سے اپنا عصا اٹھا کر ہاتھ کے متاثرہ حصے پر تیزی سے پھیر دیا۔ چشم زدن میں اس کی سوجن کم ہو گئی۔ سریتا کی آنکھیں پھٹ گئیں، اس کی ساری تکلیف رفع ہو چکی تھی، بوڑھے سرنگا نے اس عمل پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ابتدا تھی میں یہ معجزانہ علاج دیکھ کر اس جزیرے سے اور خوفزدہ ہو گیا۔

کھلے میدان کو عبور کرنے کے بعد ہمیں ایک مختصر مگر دشوار گزار چٹان سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد ہمیں ایک جھونپڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ جو بانسوں اور سرکیوں سے بنائی گئی تھی، اس جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دس بارہ جھونپڑیاں اور بنی ہوئی تھیں، جھونپڑی میں دھکیل کر باہر

سے دروازہ بند کر دیا گیا۔ چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ اگر تم نے بلا اجازت باہر نکلنے یا فرار ہونے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہو گی، ڈاکٹر کو وہ اپنے ساتھ دوسری جھونپڑی میں لے گئے۔ البتہ فلورا کو ہمارا ساتھ ہی چھوڑ دیا گیا۔ مجھے اس فراخدلی کی مطلق توقع نہیں تھی، جھونپڑی کے دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد چوڑے چکلے سینے والے کی آواز پھر مجھے سنائی دی، اس نے اپنے تین ساتھیوں سے ہماری نگرانی کرنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔

جھونپڑی میں پہنچ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ فلورا ابھی تک بے ہوش تھی میرے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی ہم بری طرح گھر چکے تھے جنگلیوں کے باہر چلے جانے کے بعد میں نے دروازے کے قریب جا کر جھری سے باہر جھانکا۔ دروازے پر تین جنگلی نگراں تعینات تھے، میں نے جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ اس کی پیمائش بمشکل نو دس مربع فٹ رہی ہو گی، نکاسی کے لئے محض وہی راستہ تھا جس کے باہر تین بدصورت جنگلی پہرا دے رہے تھے فرش پر خشک گھاس بچھی ہوئی تھی۔ جس پر فلورا بے سدھ پڑی تھی، شیخ طاہر سہما ہوا ایک طرف نڈھال بیٹھا تھا۔ سرنگا اور سریتا بھی ایک کونے میں گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھے تھے، میں نے سب سے پہلے فلورا کی خبر لی، نبض کی رفتار تسلی بخش تھی، میں اسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کہ سرنگا میرے پاس آیا اور پہلی بار مخاطب ہوا۔ اس کے لہجے میں بڑا ادب تھا۔ وہ کہنے لگا۔ ”جابر۔ تم دروازے پر جا کر ان جنگلیوں سے کہو کہ وہ ہمیں کچھ کھانے کو دیں، میں لڑکی کو ہوش میں لاتا ہوں۔“

بھوک سے ہم سب کا برا حال تھا۔ میں ہمت کر کے دروازے کے پاس گیا اور زوردار آواز میں ایک جنگلی کو مخاطب کیا۔ میں نے جھری سے دیکھا کہ وہ میری آواز کی طرف لپکا ہے، جب وہ برق رفتاری کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میں نے اس سے ادب کے ساتھ کچھ غذا لانے کو کہا۔ وہ کوئی جواب دیئے بغیر میری بات سن کر چلا گیا اور میں فلورا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

سرنگا نے اس کے جسم کے چند ایسے حصوں پر مالش شروع کر دی تھی کہ وہ کسمسانے لگی، آنکھیں کھول کر اس نے جھونپڑی کو حیرت سے دیکھا اور کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوئی ”ہم کہاں ہیں؟“

میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”ہم خیریت سے ہیں یہ جنگلی لوگ تو بڑے مہذب ہیں فلورا۔“

”جابر! کیا وہ درندے چلے گئے؟“ فلورا کی گھٹی گھٹی آواز ابھری۔

”ہاں۔ وہ تو کبھی کے چلے گئے اب ہم دوسری جگہ ہیں تم تو بہت باحوصلہ لڑکی تھیں، یہ دیکھو سرنگا ہمارے پاس ہیں، وہ سامنے سریتا بیٹھی ہے، سرنگا تمہیں ہوش میں لائے ہیں۔“ میں نے بچوں کی طرح اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں جابر نہیں۔“ فلورا بے اختیار میرے سینے سے لپٹ کر سسکتی ہوئی بولی۔ ”ہم مصیبت میں گھر گئے ہیں۔“

میں اسے اپنے طور پر سمجھاتا رہا لیکن خوف اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا اور جنگلیوں نے وحشیانہ انداز میں پھل اور نیم پکا گوشت ہماری طرف پھینک دیا۔ ہم سب اس پر کتوں کی طرح جھپٹ پڑے، پھلوں اور گوشت کی مقدار کم نہیں تھی لیکن ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے زیادہ حصہ وقف کرنا چاہتا تھا۔ فلورا بھی تمام خطروں سے بے نیاز ہو کر کھانے پر ٹوٹ پڑی۔

جب ہم خوب سیر ہو کر کھا چکے تو جنگلیوں نے ہمیں پانی فراہم کیا اتنے دنوں بعد یہ مقوی غذا کھا کر نشہ طاری ہونے لگا تھا۔ نرم گھاس کا فرش نرم و لطیف ہوا جلد ہی غنودگی ہم پر غالب آ گئی۔ سرنگا سب سے پہلے سویا پھر شیخ طاہر اور سریتا۔ میں اور فلورا جاگتے رہے۔ فلورا ان سب کی موجودگی کے باوجود میرے بہت قریب آ کر دراز ہو گئی اور میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اتنے دنوں کی اذیت کے بعد طبیعت میں کچھ ترنگ سی محسوس ہوئی تھی، فلورا میرے سینے سے لگ کر اس میں گم ہوئی جاتی تھی، ایک بار پھر اُسے اختلاج ہوا۔ وہ سسک سسک کر کہنے لگی۔ ''جابر تم ان جنگلیوں کے رسم و رواج سے واقف نہیں ہو، سفید فام عورت کے معاملے میں یہ بڑے بدیدے ہوتے ہیں۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے، تم مجھے اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مار ڈالو، میں تمہاری شکر گزار رہوں گی۔''

''تم کیسی باتیں کر رہی ہو فلورا؟'' میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔

''نہیں جابر ہر لمحہ جو گزر رہا ہے مجھے خطرے کا احساس دلا رہا ہے تم میری بڑی تمنا رکھتے تھے، قسمت نے ہمیں کس قدر و قریب کر دیا ہے کاش میں تمہیں بیروت میں ملتی فلورا بڑی دل شکن باتیں کر رہی تھی۔

''پگلی!'' میں نے کہا۔ ''ہم یہاں سے ضرور آزاد ہو جائیں گے۔ میں اب بھی مایوس نہیں ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں پھر تم اتنی ہراساں کیوں ہو۔''

فلورا کا خوف کم نہیں ہوا۔ وہ مایوس کن باتیں کرتی رہی ہم دونوں جلد سو گئے۔ کب سوئے اس کا علم نہیں، بس باتیں کرتے کرتے سو گئے۔

ڈاکٹر جواد کے ہذیانی قہقہوں کی آواز نے مجھے جگا دیا جو کسی قریبی جھونپڑے میں مقید تھا۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی، اس وقت دن کے تین کا عمل تھا۔ میری کمر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ کروٹ بدل کر میں دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ ابھی غنودگی کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا تھا کہ باہر سے کسی جنگلی کی آواز ابھری وہ اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا۔

''شوالا اسے لے گیا اس نے کالاری کی بات مان کر اچھا نہیں کیا، مقدس اقابلا سے مشورہ کئے بغیر شوالا اسے لے گیا۔''

''اگر مقدس اقابلا ناراض ہو گئی تو اس کا صحرا سے تباہ کر دے گا اور اگر کالاری نے شوالا کو روکنے کی کوشش کی تو شوالا اُسے ختم کر دے گا۔''

''مقدس اقابلا محترم ہے، وہ عظیم ہے، وہ شوالا کو من مانی نہیں کرنے دے گی۔ وہ موت کو اشارہ کر کے اُسے ختم کر دے گی۔''

''مگر اس سے پہلے شوالا اس خوبصورت لڑکی کی نرم ہڈیوں کا سارا گودا چوس چکا ہوگا۔'' دوسرے نے کہا۔ ''تم نے دیکھا، شوالا کس خاموشی سے اُسے اٹھا لے گیا، کالاری تو کیا۔ لڑکی کے ساتھیوں تک کو خبر نہ ہو سکی۔''

''آہستہ بولو۔ ہمیں خود زبان نہیں کھولنی چاہئے، اقابلا کے کان بڑے ہیں، شوالا بھی دور بیٹھا ہماری باتیں سننے پر قادر ہے۔ لڑکی کا ساتھی بھی ہماری زبان سمجھ سکتا ہے، ہو سکتا ہے وہ جاگ رہا ہو۔''

اب نیند کا کیا سوال تھا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر گھاس پھوس کو ٹٹولا۔ سب وہاں موجود تھے لیکن فلورا؟

☆==========☆==========☆

فلورا وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے اُٹھ کر ایک بار پھر جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ شیخ طاہر ایک کونے میں بدمست سو رہا تھا۔ سریتا اور سرنگا ایک دوسرے کے قریب سمٹے سمٹائے ہوئے تھے۔ کیا وہی ہو گیا؟ وہی جس کا اندیشہ کچھ دیر پہلے فلورا نے ظاہر کیا تھا؟ پہرے داروں کا وہ جملہ میری سماعت میں سیسہ سا اُنڈیلنے لگا۔ جو انہوں نے ابھی کہا تھا۔ ''شوالا اُسے لے گیا۔ اس نے کالاری کی بات مان کر اچھا نہیں کیا۔ مقدس اقابلا سے مشورہ کیے بغیر شوالا سے لے گیا۔'' میرے ذہن میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ جابر تمہارا تو سب کچھ لٹ گیا، فلورا چلی گئی ہے، اب کیا باقی رہ گیا ہے؟ یہ کیسی اُلجھن تھی کہ میں اُسے کہیں تلاش کرنے بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ راستے اجنبی، یہ فضا نامانوس، باہر پہرے دار موجود۔ ہر لمحے ایک تازہ اذیت کا اندیشہ، ہر وقت موت کا خطرہ۔ میں نے جھونپڑی کے تنکے ہٹا کر باہر کی طرف دیکھا۔ وہاں جنگلیوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ اس صورت میں باہر نکلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، میری مجبوریاں، میری بے بسیاں، ایک سرکش اور مہم جو شخص جو آگ میں کود پڑتا تھا اُسے اس طلسم خانے میں اپنا وجود ایک حقیر کیڑے کی طرح محسوس ہوا۔ میں نے جھنجھلا کر اپنے بال نوچ لیے۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ کہہ رہی تھی۔ ''جابر۔ یہ جنگلی لوگ سفید فام عورت کے مقابلے میں بڑے درندے اور درندے ہوتے ہیں، ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار ڈالو'' کاش میں اسے مار دیتا۔ اب نہ جانے وہ کہاں ہوگی اور اس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ یہ ظالم اس کے ساتھ کیسا اور کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی ہمیں نحوستوں نے گھیر لیا تھا۔ میں جھونپڑی میں اِدھر سے اُدھر دیوانہ وار گھوم رہا تھا۔ کوئی صورت سمجھ میں نہیں آ ئی تھی۔ ایک بار پھر میں نے باہر کی طرف جھانکا۔ پہرے دار سرگوشیوں میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے جھونپڑی سے کان لگا دیے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''یہ لوگ منحوس ہیں۔ یہ سفید فام اجنبی ضرور کوئی مصیبت کھڑی کریں گے۔ اگر شوالا اور کالاری میں ٹھن گئی تو ان دونوں پر آسمانی بلائیں نازل ہوں گی۔''

''شوالا۔ عظیم شوالا۔ وہ اس جزیرے کا چہیتا ہے۔ مقدس اقابلا کی اس پر نظر ہے۔ کالاری کے اُس سے ٹکرانے کا مقصد یہی ہوگا کہ اس کے دن پورے ہو چکے ہیں۔''

''چپ رہو! ہمیں کوئی بات، کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ شوالا اور کالاری دونوں اقابلا کے سردار ہیں۔ ان دونوں پر اقابلا کی عنایتیں سایہ گستر ہیں، کالاری سیاہ جنگل کے جانوروں کا بادشاہ ہے، اور زمین پر رینگنے والے تمام حشرات الارض شوالا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں، مقدس اقابلا نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ طاقتیں دی ہیں، اس نے کالاری کو شوالا سے کم رتبہ نہیں دیا اور شوالا کو کہیں بھی اُس سے فروتر نہیں رہنے دیا۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے کہ شوالا یا کالاری میں، کسی ایک سے ہماری طرف داری ظاہر ہو۔ ہم مقدس اقابلا کے غلام ہیں اس کی قوتیں لامحدود ہیں، وہ ہمیں اپنی امان میں رکھے۔''

''مقدس اقابلا ہمیں معاف کرے...... مگر سنو! کیا شوالا ہماری موجودگی میں اُس سفید فام لڑکی کو مقدس اقابلا کی اجازت کے بغیر نہیں لے گیا ہے...... اگر اس نے باز پرس کی تو ہم کیا جواب دیں گے؟''

''مگر شوالا کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم شوالا کو کس طرح روک سکتے تھے، وہ ہمیں اژدھوں کے حوالے کر دیتا۔''

''ہمارے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔''

''خاموش رہو۔''

''دیکھو اندر کوئی جاگ گیا ہے شاید انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کی ساتھی ان سے جدا کر دی گئی ہے۔''

میرے کھٹکے پر وہ ہوشیار ہو گئے اور کنکھیوں ہوا کہ میں نے عالم اضطراب میں بانسوں کی بنی ہوئی جھونپڑی کی ایک درز، خاصے بڑے سوراخ میں تبدیل کر دی تھی اور اگر وہ چوکنا نہ ہو جاتے تو میں شاید اضطراری کیفیت میں جھونپڑی کی کوئی دیوار ڈھا دیتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اندر گھاس کے فرش پر بے سدھ گر گیا۔ میرے اوسان خطا تھے، پھر بھی میں رینگتا ہوا سرنگا کی طرف کھسک گیا اور اس کے پیر کا انگوٹھا پکڑ کر اسے بیدار کرنا چاہا۔ وہ نیند سے یوں ہڑ بڑا کر اٹھا جیسے کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے چونک کر مجھے دیکھا اور فوراً اپنی جیب پر نظر ڈالی جس میں ہر وقت ایک مورتی پڑی رہتی تھی۔ مورتی بدستور موجود پا کر اس نے اطمینان کا سانس لیا اور مجھ سے شفیق لہجے میں کہنے لگا۔

''کیا ہے عزیزم جابر؟ کیا پھر کوئی خطرہ پیش ہے؟''

''محترم سرنگا۔ فلورا موجود نہیں ہے۔'' میں نے مضطرب لہجے میں کہا۔

''کیا کیا؟..... فلورا موجود نہیں ہے؟ مگر وہ کہاں گئی؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ اسے لے گئے سرنگا۔ حبشیوں کے قبیلے کا کوئی سردار فلورا کو اغوا کر کے لے گیا۔'' میں نے سرگوشیوں میں سرنگا کو ساری تفصیل بتا دی۔ وہ تعجب اور تردد سے آنکھیں پھیلائے میری سرگوشیاں سنتا رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے اوپر کی جیب سے عورت کی چھوٹی مورتی نکالی اور مورتی نظروں کے سامنے کر کے نہ جانے کس زبان میں کچھ الٹے سیدھے فقرے دہرانے لگا۔ میں اس کی عجیب و غریب حرکتیں دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد سرنگا نے مورتی دوبارہ آنکھوں سے لگا کر جیب میں رکھی اور سرد لہجے میں بولا۔ ''جابر..... وہ اسے لے گئے اس لئے کہ وہ انہیں پسند آگئی تھی۔ عزیزم ہم یہاں کیا کر سکتے ہیں۔ یہ پوری فضا طلسماتی ہے۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسی پر قناعت کرو۔ فلورا تو چلی گئی، جو رہ گئے ہیں ان کی فکر کرو۔''

''سرنگا۔ خدا کے لئے کچھ سوچو۔ اتنی سنگ دلی کی باتیں نہ کرو۔''

''جابر..... مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا خوب اندازہ ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ سفر تم نے فلورا ہی کی وجہ سے اختیار کیا تھا مگر یقین کرو فلورا کا اغوا ہمارے لیے نیک شگون ہے، دنیا کا اصول ہے کہ کچھ قربانیاں دے کر ہی کچھ حاصل کیا جاتا ہے۔ فلورا کی بربادی ہمارے لیے بڑی کارآمد ثابت ہوگی۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ یہ جو سانس لگا ہوا ہے، پتہ نہیں کیوں ہے؟ ہم سب کو تو مر جانا چاہئے تھا مگر ہم زندہ ہیں۔''

''تم کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟ تم بڑے مردم آزار آدمی ہو۔ میں نے سکونِ دل کے لئے تمہیں بیدار کیا تھا لیکن تم تو نشتر چلا رہے ہو۔'' سرنگا کی بے رحم بے نیازی اور زہریلی باتیں سن کر میرا خون کھول اٹھا۔ وہ نازک بدن لڑکی نہ معلوم کن اذیتوں سے دوچار ہوگی؟ میری چشم تصور تو ان اذیتوں کا خاکہ کھینچنے پر بھی قادر نہ تھی اور بوڑھا سرنگا اس کی بربادی کو نیک شگون کہہ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ بدبخت سرنگا کی زبان کھینچ لوں لیکن حبشیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ میں اسے اور کم نہیں کرنا چاہتا تھا، لہٰذا خون کا گھونٹ پی کر اور دل پر جبر کر کے بمشکل بولا۔

''سرنگا!اس۔فلورا کے بجائے وہ سریتا کو بھی ساتھ لے جاسکتے تھے۔اس وقت تمہارے دل پر کیا گزرتی؟''

سرنگا کے چہرے پر کھنچاؤ پیدا ہوا مگر اس نے بڑے تحمل سے کہا۔''عشق نے تمہیں مضطرب کر دیا ہے۔تم میری بات پر ناراض ہو گئے ہو مگر عزیزم وقت کا انتظار کرو۔عشق میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں۔وقت تمہیں بتائے گا کہ بوڑھے سرنگا نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ ہے۔کیا تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ۔۔۔۔بلاکت جسے عشق کہتے ہیں، انسانوں پر ایک خاص عمر پر کیوں نازل ہوتی ہے۔میرے سفید بالوں سے تجربے منتج نہیں ہوتے؟میں عشق نہیں کرتا مگر میں سریتا کے لئے ایک اور اعلیٰ قسم کا جذبہ رکھتا ہوں جو عام عشق اور شباب وحسن کے مقبول و معروف تصور سے کہیں زیادہ برتر و افضل ہے۔حقیقت پسند ہو۔یہ واقعات بہت غیر معمولی ہیں۔ہم بلاؤں میں گھر گئے ہیں۔جابر۔۔۔۔تم نے ابھی خطرے پوری طرح محسوس نہیں کیے۔تم نوجوان ہو،میں کچھ دیکھ رہا ہوں تمہاری آنکھیں اُسے نہیں دیکھ سکتیں۔میں جو کچھ سوگھ رہا ہوں وہ تمہاری حس شامہ کی رسائی سے دور ہے۔تم اپنے بدن سے سوچ رہے ہو،میں دماغ سے۔۔۔۔میں یہاں ایک نئی دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہوں، جنگ وجدال کے بارے میں غور مت کرو۔بس جو کچھ ہو رہا ہے اُسے تسلیم کرتے رہو۔''

سرنگا کے لہجے میں بڑی سریت تھی۔۔۔۔مگر میرا حال تو بہت ابتر تھا۔میں تو ابھی اپنی سانسوں میں فلورا کے لبوں کی خنکی محسوس کر رہا تھا۔اس کے بدن کا گداز ابھی تک میرے اعصاب میں رینگ رہا تھا۔ابھی اس کی وارفتگی اور اس کے شوق بے پایاں کا سرور میرے دماغ سے کہاں اترا تھا۔

''مگر سرنگا،تم یہ تو تسلیم کرتے ہو۔''میں نے جھنجلا کر کہا۔''کہ معراج عشق کے لئے جو وقت اور عمر متعین ہے میں اسی سے گزر رہا ہوں، پھر میری سرشوریاں، میرا یہ اضطراب اور میری یہ بے تابیاں فطری ہیں اور ان کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔''

''میں جانتا ہوں۔میں جانتا ہوں۔''سرنگا نے سر ہلا کر کہا۔

''پھر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ سریتا بھی اسی طرح اغوا کی جاسکتی ہے۔وہ چاہے جذبہ عشق نہ ہو مگر کوئی تو جذبہ ہو گا کہ تم ساری بستی کو آگ لگانے پر آمادہ ہو جاؤ۔''میں نے تلملا کر کہا۔

''سریتا کا ذکر نہ کرو جابر۔۔۔۔تم نہیں جانتے کہ میں اس سیاہ براعظم افریقہ میں کیوں آیا ہوں۔یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتاؤں گا لیکن غور سے اتنا سن لو کہ سریتا کو دنیا کی کوئی طاقت برباد نہیں کر سکے گی جب تک سرنگا زندہ ہے وہ دریائے گنگا کے مقدس پانیوں کی طرح پاک وصاف رہے گی۔''

سرنگا کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا۔میں اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔نہ جانے وہ کیا سوچ کر ایسی باتیں کر رہا تھا۔شاید وہ سٹھیا گیا تھا۔اگر اس نے پہرے داروں کی گفتگو سن لی ہوتی جو اقابلا کے دوسرداروں شوالا اور کالاری کے متعلق وہ ابھی ایک دوسرے سے کر رہے تھے تو یقیناً وہ ایسی لن ترانیاں نہ کرتا۔میں نے اس کی باتوں پر غور کرنے کے بجائے بے زاری کے ساتھ اس کی طرف سے نگاہیں پھیر لیں، پھر میں دو قدم آگے بڑھ کر دوبارہ جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا، باہر سے پہرے داروں کی مدھم سرگوشیوں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں لیکن میں انہیں ٹھیک طور پر نہ سن سکا۔سریتا بھی کسمسا رہی تھی مگر شیخ طاہر ابھی تک بے سدھ پڑا تھا۔وقت کچھ زیادہ نہیں گزرا تھا۔ہاں شام کے آثار قریب تھے اور سورج انحطاط کی طرف مائل نظر آ رہا تھا۔عجیب کربناک وقت تھا۔میں اپنے پریشان خیالات میں اُلجھا ہوا تھا کہ سرنگا میرے قریب آیا اور میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مدہم آواز

میں بولا۔" عزیزم جابر۔ میں تمہارے دل کی حالت محسوس کر رہا ہوں۔ اپنی حالت سنبھالو، وقت کا انتظار کرو، خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں دیوی دیوتاؤں سے تمہارے لیے دعا کر رہا ہوں۔"

مجھے معلوم تھا، سرنگا کیا کہے گا...... سارے سفر میں وہ پُرسکون رہا تھا۔ اس کی قوت برداشت یقیناً کئی آدمیوں کی قوت برداشت کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ میں اپنے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ میرے اندر برداشت اور ہمت، جرات اور اقدام کی کوئی کمی نہ تھی۔ میں ایک تنومند، لانبے قد اور مردانہ وجاہت کی تمام تر خوبیوں سے متصف تھا۔ مگر میں ہمت ہار رہا تھا۔ یہ واقعات اتنے ہمت شکن اور روح فرسا تھے کہ جابر جیسا شخص نڈھال ہو گیا تھا۔ فلورا ملی، رخصت ہو گئی، رخصت ہوئی پھر ملی۔ پھر ملی اور رخصت ہو گئی۔ یہ کیسی ستم ظریفی تھی کہ میں اس کے دائمی حصول کا گوہر مقصود نہ پا سکا۔ ادھر سرنگا کی باتیں بڑی سنگ دلانہ تھیں، جب میری محبوبہ فلورا کسی شوالا کی ہوسناکی اور درندگی کا شکار ہو رہی تھی، مجھے سرنگا کی یہ پُرسکون اور ٹھنڈی گفتار قطعاً اچھی نہیں لگی۔ اس کے لہجے میں مجھے زہر کی کڑواہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اپنے شانے سے دور کیا۔ اس وقت میرے دل میں شدید خواہش اُبھری کہ کاش سریتا بھی کسی ایسے ہی حادثے سے دوچار ہو اور میں سرنگا کی بے بسی کا مذاق اُڑا سکوں۔ بہرحال میں سرنگا کا ہاتھ جھٹک کر دور ہٹا رہا تھا کہ باہر آہٹ سنائی دی میں بڑی تیزی سے گھاس پھوس کے ڈھیر پر دراز ہو گیا۔ سرنگا نے بھی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور لپک کر سریتا کے قریب دراز ہو گیا۔

قدموں کی آہٹ جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر رک گئی۔ کسی نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ میں نے اپنی آنکھیں اس طرح بند رکھیں کہ انہیں میرے جاگنے کا گمان بھی نہ ہو اور میں انہیں دیکھتا بھی رہوں۔ پہلے دو سیاہ فام حبشی اندر آئے۔ ان میں سے ایک کے سر پر کوئی شخص لدا ہوا تھا۔ اس نے کچھ خوف زدہ حالت میں بڑی احتیاط کے ساتھ اس بوجھ کو یعنی فلورا کو گھاس پر لٹا دیا۔ فلورا کی واپسی سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ جب میرے قریب حبشی آیا تو میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں، وہ روح فرسا منظر جو میں نے دیکھا تھا آنکھیں بند کرنے کے لئے بہت تھا۔ کچھ دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں جا چکے تھے۔ البتہ دو سیاہ فام عورتیں فلورا پر جھکی ہوئی تھیں اور ان کے کڑے حرکت میں آ کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ میں دروازہ بند دیکھ کر اس طرح اٹھا جیسے ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ ان دونوں عورتوں نے میری طرف گھور کر دیکھا اور حیرت سے مجھے تکتی رہیں، شاید انہوں نے زندگی میں پہلی بار کسی سفید فام شخص کو دیکھا تھا میں بہت عجلت میں اٹھ کر زمین پر لیٹی ہوئی بے ہوش فلورا کے پاس پہنچا۔ اف الامان والحفیظ...... کون اس بات پر یقین کرے گا مگر میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری بات پر یقین کیجئے۔ فلورا کے سارے بدن پر ایسے موٹے موٹے کیڑے رینگ رہے تھے جنہیں میں نے تصور میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ زرد زرد کیڑے چھوٹے بچھوؤں کی شکل کے تھے۔ فلورا کا صرف چہرہ ان سے محفوظ تھا اور یہ بڑی حیرت کی بات تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر بے چینی سے انہیں علیحدہ کرنا چاہا تو ایک لڑکی نے بہت غیر مہذب طریقے سے میرا ہاتھ جھٹک دیا اور پہلی بار میں نے غور سے ان کی طرف نگاہ کی۔ کوئی مبالغہ نہیں اگر میں یہ کہوں کہ وہ اپنے قبیلے کی سب سے حسین لڑکیاں تصور کی جاتی ہوں گی۔ ان کا رنگ سانولا تھا، نقش و نگار تیکھے، اعضا متناسب کسی قدر لانبا قد وہ دونوں اور فلورا کے سر کے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے جسموں پر ان گنت رنگوں سے مختلف نقش و نگار

بنے ہوئے تھے۔ رخساروں پر پھول کندہ تھے اور ماتھے پر رنگ برنگے پتے۔ تحریر کی تہذیب مانع ہے ورنہ ان کی عریانی کی تفصیل کم چونکا دینے والی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اور میں نے انہیں تجسس اور تشویش سے دیکھا اور پھر دو نظروں کا کوئی اشارہ کر کے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

شاید انہیں اس کا احساس ہی نہیں تھا کہ ستر پوشی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میری حالت یہ تھی کہ میں خود انہیں دیکھ کر آنکھیں چرا رہا تھا اور غالباً میری اس کیفیت، شرمیلے پن اور جھینپ سے وہ محظوظ ہونے لگی تھیں۔ میں چند لمحوں میں ان کے لئے ایک تماشا بن کر رہ گیا تھا۔ قبل اس کے کہ میں فلورا کے جسم پر رینگنے والے زرد کیڑوں کے بارے میں اُن سے پوچھتا میں نے سرنگا جیسے بقراط شخص کو اٹھانا زیادہ مناسب سمجھا جو خود ان عورتوں کو کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے اشارے کا منتظر تھا..... میں نے انگریزی میں طنزاً اس سے کہا۔ ''محترم سرنگا۔ مژدہ ہو یا د۔ فلورا واپس آگئی ہے۔ مگر وہ نیم جاں اور بے اماں ہے۔ اس کے بدن پر زرد رنگ کے بے شمار کیڑوں کا تسلط ہے۔ میرا خیال ہے یہ منظر تمہارے ہوش و حواس گم کر دینے کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے مشاہدے میں کچھ اضافے کا موجب ہوگا۔''

سرنگا بے چینی سے اٹھ بیٹھا اور آ کر فلورا کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئی تھیں۔

''دیکھا تم نے، یہ کیا ہے؟'' میں نے اس طرح پوچھا جیسے اسے سب کچھ معلوم ہو۔

''یہ بہت دلچسپ ہے جابر۔'' اس نے مختصراً جواب دیا اور پھر گہری نظروں سے فلورا کے بدن کا مشاہدہ کرنے لگا۔

''دلچسپ؟'' میرا جی چاہا کہ اس کی گدی سے زبان کھینچ لوں۔ ''سرنگا فلورا کے بدن پر ان کیڑوں کی موجودگی کا آخر کیا جواب ہو سکتا ہے؟''

''ذرا صبر سے کام لو مجھے دیکھنے دو۔ بظاہر یہ کوئی معمولی کیڑے نہیں ہیں لیکن ایک بات ضرور ہے۔ یہ فلورا کی ہلاکت کا سبب نہیں بنیں گے۔''

''مگر یہ ہیں کیا بلا؟''

''یہ ساری بستی جادوگری معلوم ہوتی ہے میرے دوست تو یہ تو ان کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔''

''سرنگا۔ کیا تم کچھ سمجھ رہے ہو؟ میری عقل تو حیران ہے۔''

''ہاں جابر۔ معلوم ہوتا ہے کسی شخص نے اسے اپنے لیے محفوظ کر لیا ہے۔''

''کسی شخص نے؟'' پھر مجھے پہرے داروں کی گفتگو کا خیال آیا اور میں نے کہا۔ ''سرنگا۔ میں نے سب پہرے داروں کی باتیں سنی تھیں، وہ کچھ اس طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ اس بستی کے دونوں سردار شوالا اور کالاری پُراسرار طاقتوں کے مالک ہیں۔ اقابلا نے شوالا کو تمام حشرات الارض کا مختار بنا دیا ہے اور کالاری کو تمام درندوں کا۔ یہ یقیناً شوالا کا کارنامہ ہے، وہ حشرات الارض پر قادر ہے۔ مگر اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' میں نے جز بز ہو کر پوچھا۔

اقابلا، شوالا اور کالاری کے نام پر دونوں لڑکیاں چونکیں، ایک نے دوسری کو مخاطب کیا۔ ''تم نے اس کی زبان سے کالاری، شوالا اور اقابلا کا نام سنا؟ یہ انہیں جانتا ہے۔''

''یہ لوگ کون ہیں؟'' دوسری نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ کسی دوسری دنیا کے لوگ ہیں۔ سنا ہے انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔'' پہلی نے کہا۔

''ان کی شکلیں کیسی ہیں اور کتنے سفید ہیں۔ میں نے ایسے آدمی کبھی نہیں دیکھے۔'' دوسری نے تعجب کا اظہار کیا۔

''اقابلا ہم پر رحم کرے۔ یہ آسمانی دیوتا کی طرح ہیں۔''

''یہ ہماری قید میں ہیں۔ ہمیں ان سے نہیں گھبرانا چاہئے۔'' ان کی باتیں سن کر ہم دونوں خاموش ہو گئے تھے۔ سرنگا نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

یہ سن کر سرنگا سرگوشی کے انداز میں مجھ سے بولا۔ ''تم تو جوان آدمی ہو۔ ذرا ہمت، حوصلے اور دماغ سے کام لو۔ ایک صورت سمجھ میں آتی ہے۔ شاید قسمت نے ایک موقع فراہم کیا ہے۔ کیوں نہ تم ان عورتوں سے گفتگو شروع کر دو۔ اگر تم نے انہیں متاثر کر لیا تو ہمیں بہت سی ضروری باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو؟ ہمیں ان لوگوں سے نجات کے لئے ایسے منصوبے با دل نخواستہ بنانے ہی پڑیں گے۔ تم سرینا کی موجودگی کی بھی فکر کرنا۔ اسے میں سنبھال لوں گا۔ تم انہیں کسی طرح اپنے قابو میں کر لو۔ جانے کب یہ یہاں سے چلی جائیں۔ یقیناً یہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوں گی؟''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں سرنگا۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ گو ان حالات میں جب کہ میری محبوبہ کے بدن پر یہ خوفناک زرد کیڑے بلبلا رہے ہیں، میں کسی نمائشی اقدام کا متحمل نہیں ہو سکتا، تاہم تمہاری تجویز مجھے وزنی نظر آتی ہے۔''

میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور مسکرا کر انہیں دیکھنے لگا۔ میری نظروں میں دعوت تھی اور میں نے ان کی زبان اور آکسفورڈ کے خاص لہجے میں ان سے کہا۔

''خواتین! مقدس اقابلا زندہ باد۔ آپ کو میری دُنیا کا اور میرا سلام۔''

''اقابلا محترم ہے۔'' دونوں نے بیک زبان کہا۔ مجھے ٹوٹی پھوٹی زبان بولتے دیکھ کر ان کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ سراسیمگی سے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''معزز خواتین۔ کیا میں سرزمین افریقہ کی حسین ترین مخلوق سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کر سکتا ہوں۔'' میں نے تمام تر نفاست سے کہا۔ ''اقابلا کا سایہ ہم پر ہے۔''

''تم کون ہو؟'' ان میں سے ایک خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''میں بھی آپ کی طرح ایک آدمی ہوں، جس دنیا سے میں آیا ہوں وہاں اسی طرح کے آدمی پیدا ہوتے ہیں، میں آپ کے لئے اجنبی ضرور ہوں لیکن غیر نہیں ہوں، میرا نام جابر ہے معزز خواتین۔''

''جابر...... جابر۔'' انہوں نے مشکل سے دہرایا۔ ''مگر تم یہاں کیسے آ گئے؟''

میں نے یہ استفسار غنیمت جانا اور سرسری طور پر بہت دردناک اور تاثر انگیز انداز میں انہیں اپنی تباہی کی داستان سنائی اور ان کی دلچسپی دیکھ کر

اسے طول دیا۔ عورتوں کا دل موم ہوتا ہے، چاہے وہ کسی جگہ کی ہوں۔ فلورا کے سوا کوئی عورت مجھے مشکل نظر نہیں آئی، اس سلسلے میں مجھے اپنی مردانہ وجاہت پر ناز تھا۔ میرے داستانی انداز بیان اور لہجے کی معصومیت نے یقیناً انہیں متاثر کیا۔ میں نے جب بولنا شروع کیا تو بولتا گیا۔ شام ہونے لگی تھی۔ میں نے ان کی جھجک دور کرنے اور ان کے دل میں اپنے لیے کوئی گداز پیدا کرنے کے لئے باہر کی دنیا کا ایک عجیب طلسماتی نقشہ کھینچا۔

مجھے اس بے بسی کا شدت سے احساس ہوا کہ میں ان کی زبان سے پورے طور پر واقف نہیں تھا۔ جب میں نے ان کے سیاہ حسن کی تعریف کی اور نوبت عشق کے اظہار تک آپہنچی تو مجھے بڑی دشواری پیش آئی۔ اظہار عشق کے لئے محبوب کی زبان میں پختگی اور بلاغت سے واقفیت لازمی ہے۔ اب دوسری صورت یہ رہ گئی تھی کہ میں اپنی حرکات وسکنات سے ان کے لئے اپنے اشتیاق کا اظہار کروں جو تمام دنیا میں یکساں ہے۔ فلورا ابھی تک میرے سامنے بے ہوش پڑی تھی اور میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ گفتگو ابھی اس مرحلے تک نہیں پہنچی تھی جہاں مجھے یہ اعتماد ہوتا کہ میں ان سے کوئی سوال کروں تو وہ جواب دیں گی۔

آنکھیں زبان رکھتی ہیں، جہاں زبان سے کام نہیں چلتا وہاں آنکھیں کام کرتی ہیں۔ پھر جب لڑکیوں نے مجھ سے بقول ان کے، باہر کی دنیا کے متعلق کچھ سوال کیے تو میں نے ایسے جوابات دیئے جن سے ان کا تجسس بڑھے میں نے تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد میں انہیں خاصا بے تکلف کر لیا۔ جب کچھ کامیابی ہوئی تو میں نے یہ مہم اور تیز کردی۔ اب وہ مجھ سے آنکھیں پھرا پھرا کر نہ جانے کیا کیا پوچھنے لگیں، گویا میں ان سے ہم کلامی کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا۔ جھونپڑی میں اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ شیخ طاہر اور سرینا کو سرنگا نے خاموش کررکھا تھا اور میں ان لڑکیوں سے اپنے متعلق گفتگو میں مصروف تھا۔ ان کے جذبات ہمارے ہاں کی عورتوں سے بہت مختلف تھے۔ ان کے محرکات اور ردعمل کا سلسلہ بھی ہمارے ہاں سے مختلف تھا۔ مجھے جلد ہی اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ وہ امتناع جو میرے ذہن میں تھا، ان کے ہاں نہیں تھا۔ میں نے اپنی جذباتی گفتگو کو شہوانیت کا رنگ دے دیا اور اپنی دنیا کے متعلق عورتوں کی آزادی، ان کی دعوت، اور پہل کرنے کے انداز کے بے سروپا اور جھوٹے واقعات سنا کر انہیں اکسانا چاہا لیکن وہ ہر لحاظ سے میری فکر اور میرے خیال سے آگے کی عورتیں تھیں۔ جذبات کی بات تو وہاں کارگر ہوتی ہے جہاں امتناع ہو، وہ تو ایک کھلی ہوئی کتاب تھیں، میں نے انہیں خود سے اور زیادہ شناسا کرنے کے لئے اندھیرا ہو جانے کے بعد سرینا سے ملوایا۔

تہذیبوں کا اجتماع ضدین تھا۔ سرینا مشرق کی انتہائی شرمیلی لڑکی تھی وہ بات کرتی تو حیا اس کی آنکھوں سے ٹپکتی، آہ وہ کیسی بے غیرتی کی حالت سے دوچار ہوئی تھی۔ انہیں عریاں دیکھ کر کئی بار سرینا نے بھاگنا چاہا، سرنگا سے نظریں چرائیں مگر سرنگا نے اپنی زبان میں کچھ کہہ سن کر اسے خاموش کردیا۔ عجیب دل سوز بات تھی کہ باپ بیٹی سے حیا سوزی پر اصرار کررہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سے بڑی اذیت سرنگا کو کہیں محسوس نہ ہوئی ہوگی۔ سرینا نے تشویش سے فلورا کے بدن پر رینگتے ہوئے کیڑے دیکھے اور چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے اس کا بازو پکڑا تو دونوں افریقی لڑکیاں مجھ سے اس کی وحشت کا سبب پوچھنے لگیں۔ میں کچھ دیر کے لئے ان سب کا ترجمان بن گیا تھا۔ سرنگا نے اپنی اور سرینا کی انگلی سے دو سونے کی انگوٹھیاں نکال کر ان دونوں لڑکیوں کو نذر کردیں، وہ اس تحفے پر بہت اچھلیں، کودیں اور انگوٹھیاں الٹ پلٹ کر غور سے دیکھتی رہیں۔ انگوٹھی میں نگینے جڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک اور جسارت کی۔ انگوٹھیاں ان کے ہاتھ سے لے کر ان کی انگلیوں میں پہنانے لگا۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں

کہ اس عمل میں، میں نے کتنا وقت لیا ہوگا اور ہاتھوں کے لمس اور دباؤ سے کیا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ جب ان کے نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھوں میں آئے تو میں نے وہی کیا جو ایسے موقعوں پر مرد، عورتوں کے ساتھ کرتے ہیں جسم کا لمس کئی دل کش جملوں کا بدل ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نکلا۔ انہوں نے پہلی بار شوق و التفات کی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ جب سریتا نے ان لڑکیوں سے انسیت محسوس کی، میں نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ پوچھتی ہے کہ اسے کیا ہو گیا ہے، کیا تم ہمارا تجسس دور کرو گی۔"

"اسے......؟ یہ بہت خراب عورت ہے۔" انہوں نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا۔

"کیوں؟ کیا اس نے کوئی زیادتی کی ہے؟" میں نے ملائمت اور تشویش سے پوچھا۔

"ہاں! اس نے شوالا کی توہین کی ہے۔"

"اس نے یہ جرأت کیسے کی؟" میں نے تنک کر پوچھا۔ "شوالا نے اسے سزا نہیں دی؟"

"شوالا نے اس کے جسم پر شدید ضربیں لگائیں، اس نے انکار کر دیا تھا......"

یہ سن کر میرا عجیب حال ہوا مگر میں نے بہت ضبط کیا۔ "یہ اس نے بُرا کیا۔" میں نے ان سے افسوس کا اظہار کیا۔

"اس نے مقدس اقابلا کے ایک سردار سے انکار کیا ہے۔ اس پر اقابلا کا عذاب نازل ہوگا۔"

"مگر اس کے بدن پر یہ کیڑے کیسے رینگ رہے ہیں حسین لڑکیو؟"

"شوالا نے اسے پسند کر لیا ہے، اب یہ ایک سال تک شوالا کی ملکہ رہے گی۔ شوالا نے اپنے زرد کیڑوں کو حکم دیا کہ اس کے جسم سے چمٹ جائیں، اب یہ صرف شوالا کی ہے، بستی کا کوئی دوسرا شخص اسے حاصل نہیں کر سکتا، کالاری بھی نہیں۔"

"یہ کیڑے کب تک اس کا بدن چاٹتے رہیں گے اور یہ کب ہوش میں آئے گی؟" میں نے فلورا سے بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شوالا جس لڑکی کو پسند کر لیتا ہے اس پر یہ کیڑے مسلط کر دیتا ہے، جو اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ جب چاہتا ہے انہیں علیحدہ کر دیتا ہے۔ اقابلا کے سوا کوئی بھی یہ کیڑے لڑکی کے بدن سے جدا نہیں کر سکتا۔ ان کیڑوں میں ان کے بیان کے مطابق عجیب تاثیر ہوتی ہے کہ وہ شباب اور حسن کی مدت بڑھا دیتے ہیں، ان کے علیحدہ ہونے کے بعد بدن میں ایک دل کش خوشبو پیدا ہو جاتی ہے جو ایک عرصے تک قائم رہتی ہے۔ یہ زرد کیڑے بہت زہریلے ہوتے ہیں، مگر جب شوالا انہیں حکم دیتا ہے تو ان کا زہر تریاق بن جاتا ہے۔ بستی کی کئی عورتوں کو شوالا نے یہ لباس پہنایا ہے اور لڑکیاں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں کہ ان کے شباب کی عمر طویل ہو جاتی ہے اور وہ بستی میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، شوالا کی قربت کا مطلب حصول عزت ہے۔"

"شوالا عظیم ہے۔" میں نے یہ دردانگیز روداد سن کر کہا۔

"شوالا طاقتور ہے۔" انہوں نے میری تائید کی۔ "اس پر اقابلا کا سایہ ہے۔"

"مگر خوبصورت لڑکیو! تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟"

انہوں نے کسی جھجک کے بغیر بتایا کہ جب شوالا کسی لڑکی کو پسند کر لیتا ہے تو اس کے حسن و جمال کی نگرانی کے لئے دو خادمائیں مقرر کی جاتی ہیں، جو اس کے بدن پر خوبصورت نقش و نگار بناتی ہیں۔ کل جب یہ کیڑے علیحدہ ہو جائیں گے اور مر جائیں تو وہ دونوں فلورا کے بدن پر رنگ کاری کریں گی۔"

رات ہونے تک ہمیں ان سے بہت سی باتیں معلوم ہو گئیں، میں ان سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا مگر ساری باتیں ایک ساتھ پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ سرنگا کی تجویز درست ثابت ہوئی کہ مجھے ان لڑکیوں سے ربط و ضبط بڑھانا چاہئے لیکن شوالا کی نظر بد اور اس کے حسن انتخاب پر میرے خون کی حدت تیز ہو گئی تھی۔ میری وحشت کا یہ عالم تھا کہ میں اسی لمحے باہر نکل کر ظالم شوالا کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا جس نے فلورا جیسی حسین اور مہذب لڑکی کو مضحکہ خیز بنا دیا تھا مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ کاش میں ان لڑکیوں سے کچھ نہ پوچھتا۔ اب تو اضطراب اور فزوں ہو گیا تھا۔ رات کو پھر جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور ہمیں باہر آنے کی اجازت دی گئی۔ جلد ہی ہمیں پھر اندر بھیج کر کھانے کے لئے وہی گوشت دیا گیا۔ ہم سب نے مل کر کھا لیا۔ سرنگا کو جب میں نے تفصیلات بتائیں تو اس نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور کہا۔ "تمہارے لیے ساری رات پڑی ہے، تم انہیں قریب کر کے اور بھی بہت سی باتیں پوچھ سکتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "لیکن سرنگا، میں فلورا کی اذیت سے جل رہا ہوں۔"

"میرے عزیز!" سرنگا نے مجھے نصیحت کی۔ "تمہیں ہر حال میں حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا۔ عقل کے سوا کوئی چیز استعمال نہیں کی جا سکتی۔"

☆===========☆===========☆

سونا گھاٹ کا پجاری

سونا گھاٹ کا پجاری...... بے پناہ پراسرار قوتوں اور کالی طاقتوں کا مالک جو اپنی موت کے بعد بھی زندہ تھا۔ افضل بیگ...... ایک مسلمان فارسٹ آفیسر جو سونا گھاٹ کے قہر کا نشانہ بنا...... پھر وہ انتقام لینے کے جوش میں اندھا ہو گیا اور اپنا مذہب ترک کر کے جادو ٹونے کے اندھیروں میں ڈوب گیا۔ ایک ایسا ناول جو پراسرار کہانیوں کے شائقین کو اپنے سحر میں جکڑ لے گا۔ **سونا گھاٹ کا پجاری** اپنے انجام تک کیسے پہنچا۔ افضل بیگ گناہ اور غلاظت کی دنیا سے کیسے لوٹا؟ ہندو دھرم، دیوی دیوتاؤں، کالے جادو، بیروں کے خوفناک تصادم سے مزین یہ داستان آپ **کتاب گھر** کے **پراسرار خوفناک ناول** سیکشن میں پڑھ سکتے ہیں۔

''سنولا کی کیا تم سو رہی ہو؟'' میں نے شیریں اور جذباتی انداز میں کہا۔

''نہیں مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔'' اس نے آہستگی سے جواب دیا۔

''تم اس علاقے کی سب سے خوبصورت لڑکی ہو۔ تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔''

''مگر شوالا مجھے پسند نہیں کرتا۔'' اس نے طورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''شوالا نے غلطی کی ہے جو تم جیسی حسین لڑکی چھوڑ دی۔''

''اب مجھے ایک سال اور انتظار کرنا پڑے گا۔''

''ایک سال اور فرض کرو، ایک سال بعد بھی اس نے تمہیں پسند نہیں کیا تو؟''

''تو میں مجبوراً اس کی خادمہ بنی رہوں گی۔''

''یہ تو بہت ظلم ہے، کاش میں شوالا کی جگہ ہوتا۔''

''تو تم کیا کرتے؟''

''میں تمہیں زندگی بھر کے لئے ملکہ بنا لیتا۔''

''تم تو ایک قیدی ہو۔''

''مگر میں ایک انسان بھی تو ہوں، ارے ہاں خوبصورت لڑکی! تمہارا نام کیا ہے؟''

''توشا۔''

''توشا، کتنا خوبصورت نام ہے۔ اس کا؟'' میں نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''نیری۔''

''توشا، تم بہت حسین ہو۔'' میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

''نہیں نہیں۔ میں شوالا کی امانت ہوں۔'' اس نے علیحدہ ہونا چاہا۔

مگر جابر بن یوسف الباقران معاملات کی باریکیوں سے خوب واقف تھا۔ یہ تو وحشی افریقی دوشیزہ انگلستان اور بیروت کی ذہین اور تیز لڑکیوں کے سامنے حیثیت ہی کیا رکھتی تھی۔ ایسے موقعوں پر جو جملے بولنے چاہئیں' جو اشغال لطیف سرزد ہونے چاہئیں، میں ان کا ماہر تھا۔ خوف طوالت کے سبب میں وہ گفتگو مختصر کر رہا ہوں جو اس رات اس افریقی دوشیزہ سے کی۔ صرف چند ساعت میں، میں نے اس کے مثالیے شوالا کو اس کے ذہن میں مبہم کر دیا اور اُسے ایک نئی دنیا کے خواب دکھائے، ایک نئی لذت سے قریب کیا۔ معلوم ہوا کہ بستی کی بے مثل حسینائیں آغاز شباب ہی میں دونوں سرداروں کے انتخاب کی کسوٹی پر لائی جاتی تھیں، جس میں ہر سال آٹھ کالاری کے حصے میں آ جاتی تھیں اور آٹھ شوالا کی جھولی میں، اس کے بعد ان کا ایک اور آخری انتخاب ہوتا تھا، اس انتخاب کے بعد ان میں سے ایک لڑکی ایک سال کے لئے سردار کی ملکہ منتخب کر لی جاتی تھی، توشا اور

تیری پہلے انتخاب میں کامیاب ہو چکی تھیں اور اب دوسرے اور آخری انتخاب کی تیاری کے لئے اپنے حسن و شباب میں اضافے کی ہر ممکن کوشش میں لگی ہوئی تھیں، لیکن اسی اثناء میں شوالا نے فلورا کو منتخب کر لیا تھا۔ ہر چند کہ یہ انتخاب اقابلا کی مرضی کے بغیر کیا گیا تھا، تاہم اقابلا شوالا کی بات کیسے رد کر سکتی تھی، توشا فلورا کے انتخاب پر سخت برہم اور آزردہ خاطر نظر آتی تھی، مجھے اندازہ ہوا کہ آج تک کوئی مرد اس کے اس قدر قریب نہیں آیا ہے جتنا میں آ چکا ہوں، چنانچہ جب میرا دستِ شوق دراز ہوا تو اس کی کمزور مزاحمت بھی جواب دے گئی۔ میں نے اُسے شباب و حسن کے نئے احساسات سے روشناس کیا، اس عرصے میں اس سے بہت سی ضروری باتیں دریافت کر لیں۔ اُس نے بتایا کہ اقابلا ان کی عظیم دیوی ہے وہ گاہے گاہے ہی اپنی بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے، اس کا حسن بے مثال، لافانی اور ساری دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے وہ غیر معمولی قوتوں کی مالک ہے، اُسے اس بستی کی تمام مخلوق اور نباتات و حیوانات پر قدرت حاصل ہے، وہ ان کی خالق نہیں ہے لیکن وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال ضرور کر سکتی ہے، اقابلا کے خوف سے بستی کے تمام لوگ لرزتے ہیں، وہ ایک سخت گیر، مطلق العنان منتظمہ ہے اور کہیں دور ایک غار میں اس کا عظیم الشان قصر ہے، جسے بستی کے بہت سے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ صرف چند با اثر لوگ اس کے ہاں جا سکتے ہیں، جو شخص اقابلا کے قریب رہتا ہے، اس پر برکتیں نازل ہوتی ہیں، اقابلا کا نام ان کے لئے متبرک و مقدس ہے، کیونکہ وہ جاراکاکا کی نمائندہ ہے، جاراکاکا کی کھوپڑی اقابلا اپنے خاص لوگوں کو عطا کرتی ہے، وہ لوگ بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، جو شخص عظیم جاراکاکا کی کھوپڑی حاصل کر لیتا ہے، اس کا شمار قبیلے کے بزرگوں میں ہو جاتا ہے۔ نحوستیں اس سے دور رہتی ہیں، توشا نے اقابلا کے متعلق حیرت انگیز واقعات اور اتنی خوفناک داستانیں سنائیں اور شوالا اور کالاری کے متعلق اپنی معلومات کے متعلق مجھے اتنا کچھ بتایا کہ پہلی بار مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔ یہ جزیرہ دور تک آباد تھا اور نہ صرف اس جزیرے پر بلکہ اس سے دور دور کے جزیروں پر بھی اقابلا کی حکمرانی تھی، توشا نے جب ان انسانی اذیتوں کا بے باکی سے ذکر کیا جو اقابلا اور اس کے سردار بستی کے نافرمانبردار لوگوں کو دیتے تھے تو توشا پر میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ توشا کی معلومات اس کی عمر کے مطابق بہت محدود ہوں گی لیکن اس علاقے کے اسرار کے متعلق چند بنیادی باتوں کا بہر حال پتہ چل گیا تھا۔ اب اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہم چاروں طرف سے غیر معمولی قسم کے انسانوں میں گھرے ہوئے ہیں اور ہمارا کوئی بھی غیر محتاط عمل ہماری موت کا فتویٰ صادر کر سکتا ہے۔ میں اس ادھیڑ بن میں اُلجھ گیا تھا کہ شوالا کی دسترس سے فلورا کو کیسے حاصل کیا جائے اور اس جزیرے اور یہاں کے عجیب الخلقت لوگوں سے نجات کیسے پائی جائے، توشا سے گفتگو کے بعد سے یہ کام اور مشکل معلوم ہوتا تھا مگر وہ میرا ایک اسہارا بن سکتی تھی، میں نے اس کے سرد جذبات برانگیختہ کر کے یہ معلومات تو فراہم کر لیں، لیکن اب میرا دل بجھ گیا تھا۔ میں نے اس سے جزیرے کے محل وقوع کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہا تو اس نے خاطر خواہ جوابات نہیں دیئے۔ شوالا اور کالاری کہاں رہتے ہیں؟ میں سوچ رہا تھا اگر مجھے باہر جانے کا موقع مل جائے تو میں کچھ کر گزروں لیکن باہر پہرے دار موجود تھے، ادھر یہ خطرہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ شوالا کی منتخب لڑکی سے کوئی آخری قسم کا رابطہ قائم کیا گیا تو یہ بات چھپی نہ رہے گی۔

علی الصباح میں نے اس سے کہا۔ ”دیکھو توشا میری جان، اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ ورنہ میرے لیے بے حد دشواریاں پیش آئیں گی۔“ اس نے وعدہ کیا۔ تیری علی الصباح بیدار ہو گئی، میں اُٹھ کر سرنگا کے پاس آ گیا۔ مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے خجالت سی ہوئی لیکن اس

نے میرا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔" یہ بہت ضروری تھا جابر، میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔"

میں نے اسے بلاکم وکاست تو شا سے معلوم کی ہوئی تمام باتیں سنا دیں، جنہیں سن کر وہ خاموش رہا اور غور وفکر میں ڈوب گیا مجھے شدید نیند آ رہی تھی، میں اس کا ردعمل دیکھنے کے بجائے سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سورج خوب نکل آیا تھا اور جھونپڑی روشن نظر آ رہی تھی، تو شا اور تیری فلورا پر جھکی ہوئی تھیں اور اس کے بدن پر مرے ہوئے کیڑے چن چن کر ایک ٹوکری میں ڈال رہی تھیں کئی جگہ سے فلورا کا صاف وشفاف بدن جھانکنے لگا تھا۔

جھونپڑی کی درز سے باہر دیکھا تو دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی رات کے بچے ہوئے پھل اور گوشت پیٹ میں ڈال کر میں نے ایک انگڑائی لی تھی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور دو حبشی اندر داخل ہوئے، انہوں نے ہمیں سخت لہجے میں باہر چلنے کا اشارہ کیا اور عورتوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ سرنگا اس پر بہت جز بز ہوا لیکن پھر ساتھ چل پڑا۔ باہر آئے تو وہاں حبشیوں کا ایک اژدھام موجود تھا۔ دھوپ کی تپش نے ہمارا برا حال کر دیا تھا۔ مستقل ایک دن تک جھونپڑی کے سائے میں رہنے کے بعد آج ہم باہر نکلے تھے۔ ہم اس وقت کھلے میدان میں تھے جہاں تقریباً بیس بائیس تنگ دھڑنگ سیاہ فام حبشی نیزے لیے کھڑے تھے، میں نے سرنگا کی طرف تشویش سے دیکھا تو وہ آہستگی سے کہنے لگا۔" جابر ہم اس وقت سخت خطرے میں ہیں، عقل سے کام لینے کی کوشش کرنا۔"

میں نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ سامنے ڈاکٹر جواد حبشیوں کے نرغے میں رسیوں سے جکڑا ہوا پڑا تھا۔ میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حبشیوں نے ڈاکٹر جواد کو اٹھا کر درخت کے تنے سے لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اسے تنے کے ساتھ باندھنے لگے۔ ڈاکٹر اس وقت خلاف توقع بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے حبشیوں کے کسی عمل پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ حبشیوں نے بڑی پھرتی سے جواد کو درخت کے تنے کے ساتھ ایسے جکڑ دیا کہ وہ غریب جسم کے بالائی حصے کو ایک انچ بھی حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ اس کی پیشانی پر بھی رسیوں کی تہیں موجود تھیں، البتہ جسم کے زیریں حصہ کو شکنجے میں جکڑنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ محض بندھا ہوا تھا۔ دونوں حبشی ڈاکٹر کو تنے سے جکڑنے کے بعد دور ہٹ گئے۔ گدھ جیسا ایک بوڑھا شخص آگے بڑھا۔ اس نے ہاتھ میں ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا۔ جواد کے قریب پہنچ کر اس نے تھیلے سے ایک کیل نما چھینی اور ہتھوڑا اور پھر پتھر کا ایک مرتبان نکالا جس کے ساتھ عجیب وغریب شکل کی ایک قیف بھی تھی، اس کے بعد بوڑھا چھینی اور ہتھوڑا لے کر ڈاکٹر کے پیچھے اور قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ جواد اب بھی خاموش تھا۔ بوڑھے نے ایک نوجوان شخص کو اشارہ کیا۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر کسی درخت کے تازہ پتے اس کے ہاتھ میں تھما دیئے بوڑھے نے انہیں مٹی میں مسل کر ان کا عرق ڈاکٹر کے سر پر ڈال دیا، پھر اس نے چھینی اٹھائی اور اسے ڈاکٹر جواد کے سر پر رکھ دیا اور ہتھوڑے والا ہاتھ بلند کیا۔ میں آنے والے اذیت ناک لمحے کا تصور کر کے لرز گیا۔ میرے خدا کس قدر ہولناک تھا وہ منظر جب بوڑھے نے چھینی پر ہتھوڑے سے ضرب لگائی اور ڈاکٹر جواد کے سر سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے جواد کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کا بھیجا کھل گیا۔ غالباً اس کے حواس جواب دے گئے تھے، مجھ میں تاب نظارہ نہ تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسی لمحے سرنگا کی سرگوشی دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔"

عزیزم جابر اگر تم نے ہمت ہار دی تو ہم سب بے موت مارے جائیں گے، جواد کی فکر مت کرو، وہ ڈاکٹر ہے، حبشی اسے مار نہیں سکتے۔"

میں نے بمشکل تمام آنکھیں کھول کر جواد کی طرف دیکھا۔ بوڑھا اب جواد کی کھوپڑی سے بہنے والا خون صاف کر رہا تھا۔ اس کام سے فراغت پا کر اس نے قیف جواد کے سر پر جما کر مرتبان اس میں اُلٹ دیا۔ سیاہ رقیق محلول قطرہ قطرہ کر کے قیف میں گرنے لگا۔ اب مجھ میں آیا کہ دراصل یہ ڈاکٹر جواد کا ذہنی مرض دور کرنے کے لیے ایک ہولناک طریقہ علاج اختیار کیا گیا تھا یہ دیکھ کر میرا دماغ چکرانے لگا۔ شیخ طاہر کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ میرے بائیں جانب کسی بے جان مجسمے کے مانند کھڑا جواد کو گھورے جا رہا تھا۔ البتہ سرنگا کے چہرے پر اس وقت بھی ایک ٹھہراؤ اور سکون تھا۔ اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات کی ترجمانی کرنے سے قاصر تھا۔

ننگ دھڑنگ سیاہ فام حبشیوں کا غول پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ شیخ طاہر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "سیدی جابر اب ان کا رخ ہماری طرف ہے خدا خیر کرے۔"

میں نے زبان بند رکھی، جواب کیا دیتا جبکہ خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ اب ان کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ آگے وہی شیطان صفت بوڑھا تھا جس نے سفاکانہ طریقے سے ڈاکٹر جواد کا علاج کیا تھا۔ ہمارے قریب آ کر اس نے باری باری ہمیں دیکھا۔ ہماری آنکھوں کی پتلیاں ہٹا ہٹا کر جائزہ لیا اور ہجوم کو مخاطب کر کے بولا۔ "یہ لوگ ٹھیک ہیں، کام کر سکتے ہیں۔" پھر وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ "روگالا ماشی کا۔ راہو آپی راما۔" (ڈاکٹر اب خیریت سے ہے دیوتا اس کا مرض دور کر دیں گے۔)

"بائیگا۔" (شکریہ) میں نے بوڑھے کو جواب دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "ایکا باگارا راجوتی؟" (ہمارے لیے اب کیا فیصلہ کیا گیا؟)

"باگالا۔ آہو اقابلا راشی۔" (فیصلہ؟ فیصلے کا اختیار صرف اقابلا کو ہے) بوڑھے نے اس بار ہمدردی سے جواب دیا۔ ادھر برہنہ نوجوان نیزے تانے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے تول رہے تھے، بوڑھا اپنا جملہ مکمل کر کے جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ میں نے جلدی سے دریافت کیا۔ "لی گورا آہو اقابلا ما شوروگی؟" (ہم مقدس اقابلا سے کب مل سکیں گے؟)

"آہو اقابلا بائی گوغا، ماش جوجی رہکا۔" (مقدس اقابلا عظیم ہے اپنا دیدار کرانا اسی کی مرضی پر منحصر ہے) بوڑھے نے بڑی عقیدت سے کہا پھر میرے ساتھیوں کو نکھیوں سے دیکھ کر آہستہ سے مجھے مخاطب کیا۔

"لی اورا۔" (موت برحق ہے)

پھر اس سے قبل کہ میں کوئی اور بات دریافت کرتا وہ تیزی سے ایڑیوں کے بل گھوما اور درختوں کے جھنڈ کی سمت چلا گیا۔ باقی حبشیوں نے ہمیں آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہمیں کوئی دو میل دور گھنے جنگلوں میں لے گئے وہاں بڑے بڑے لکڑی کے گٹھے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہم یہ گٹھے اپنی اپنی پیٹھ پر باندھ کر بستی میں پہنچائیں۔ یہ کام سخت جان لیوا اور اذیت ناک تھا۔ خصوصاً گرمی اور دھوپ کی تمازت میں لکڑی پیٹھ پر ڈالے بستی کا دو میل طویل سفر ہمارے لیے ناممکن تھا۔ شیخ طاہر اور میں تو کسی طور پر مصیبت برداشت بھی کر سکتے تھے لیکن سرنگا بالکل اس قابل نہیں تھا کہ وہ یہ بوجھ اپنی ناتواں کمر پر لاد سکے۔ میں نے سرنگا سے پوچھا کہ "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

اُس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تو مقاکی پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی۔ انکار کی کیا مجال ہے۔ اُٹھاؤ یہ لکڑی اور اپنی عافیت کی دعا مانگو۔"

حبشیوں نے ہماری کمر پر بھاری گٹھے رسیوں سے جکڑ دیے اور ہمیں دشوار گزار راستوں سے گزرنے کے لیے حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمارے سانس پھول گئے اور کمر میں درد ہونے لگا۔ شیخ طاہر نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے حبشیوں سے فریاد کی کہ "یہ لکڑ بہت وزنی ہیں اور ہماری طاقت سے باہر ہیں۔"

اس پر انہوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ "یہ شوالا کا حکم ہے۔"

"مگر یہ ہمارے لیے ناممکن ہے۔" میں نے جرات سے کہا۔

"پھر شوالا کے حکم سے ہر نیزہ تمہارے جسم کے پار کر دیا جائے گا۔" انہوں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اب کوئی داد و فریاد بیکار تھی۔ خمیدہ پشت ہو کر ہم نے ہانپتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہم ایک دوسرے کے چہرے نہیں دیکھ سکتے تھے اس اذیت کا تذکرہ کس طرح کیا جائے۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ کے بعد اعصاب جواب دینے لگے اور ایک قدم بھی آگے بڑھانا مشکل ہو گیا۔ اچانک شیخ طاہر نے دھاڑنا شروع کر دیا۔ وہ پانی طلب کر رہا تھا۔ حبشیوں نے مٹی کا ایک کٹورا اس کے منہ سے لگا دیا۔ کوئی ایک میل تک ناہموار راستوں پر چلتے چلتے قدم لرزنے لگے تھے۔ میں نے اُن سے کچھ دیر آرام کرنے کی درخواست کی۔ انہیں نہ معلوم کیوں ہم پر رحم آ گیا۔ وہ تیار ہو گئے اس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ ہماری سست رفتاری سے وہ خود بھی تھک گئے تھے۔ انہوں نے ہماری رسیاں کھول دیں۔ رسیاں کھلنے کے فوراً بعد ایک دلخراش سانحہ پیش آیا۔ شیخ طاہر کو نہ جانے کیا سوجھی۔ وہ ہذیان بکنے لگا اور اس نے سامنے کی سمت بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے اُسے پوری طاقت سے چیخ کر آواز دی کہ وہ ٹھہر جائے لیکن وہ اسی تباہی بکتا ہوا بھاگتا ہی رہا۔ پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک حبشی نے ہاتھ اٹھا کر نیزہ تان لیا اور وہ اُسے شیخ کے جسم میں اتارنے ہی والا تھا کہ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر روکنا چاہا اور گڑگڑا کر فریاد کی کہ وہ پاگل ہو گیا ہے، اُس پر رحم کیا جائے۔ یکلخت شیخ طاہر کچھ آگے جا کر خود بخود رک گیا جیسے اُسے پگڈنڈی پر اپنی موت نظر آ گئی ہو۔ وہ مڑا تو اس کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ نہ جانے آگے جا کر اسے کیا چیز دکھائی دی تھی۔ یہ ہم اُس سے کبھی نہیں پوچھ سکے، ہمیں اس کا موقع ہی نہیں ملا کچھ دور واپس ہونے کے بعد اس نے پھر دوسری سمت اچانک بھاگنا شروع کر دیا۔ میری درخواست کا کیا اثر ہوتا۔ میری پشت سے ایک نیزہ تیر کی طرح لپکا اور شیخ طاہر کا بازو چھد گیا۔ میں نے اُسے کربناک چیخ مار کر گرتے دیکھا۔ پھر وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا مجھے اور سرنگا کو حبشیوں نے گھیر لیا۔ چند حبشی بھاگ کر چیختے چلاتے شیخ طاہر کے قریب گئے۔ وہ خاردار جھاڑیوں میں اوندھے منہ پڑا آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ حبشیوں نے اُسے کھینچ کر سیدھا کیا۔ شیخ کے منہ سے جھاگ اُبل رہا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں بے بسی اور بے کسی کی وہ نگاہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ مجھے اس کی اذیت دیکھ کر جھرجھری آ گئی۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو نیزے کی انی میرے جسم میں چبھنے لگی۔ سرنگا بہت متاسف نظر آ رہا تھا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے سرنگا کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔ جن حبشیوں نے شیخ طاہر کو سیدھا کیا تھا وہ اب اپنے نیزے پھینک کر نہ جانے کیوں دردناک آہ و بکا کرتے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ اُن کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حد درجہ خوفزدہ ہیں جن حبشیوں نے ہمیں گھیر رکھا تھا۔ اُن کی نظر جب

شیخ طاہر کے خون آلود جسم پر پڑی تو اُن کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ وہ بھی بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں اور سرنگا ایک دوسرے کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے، شیخ طاہر جھاڑیوں میں بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میں اور سرنگا اُس کے قریب گئے تو خوف کی ایک لہر ہمارے اعصاب جھنجوڑ گئی۔ شیخ طاہر کے سینے پر جارا کا کا کی کھوپڑی کا اُبھرا ہوا نشان واضح طور پر نظر آرہا تھا جیسے اسے باقاعدہ سینے پر داغا گیا ہو۔ اس کے منہ سے نیلا نیلا جھاگ بہہ رہا تھا اور آنکھیں حلقوں سے باہر آگئی تھیں۔ جلد کی رنگت تیزی سے سیاہ پڑ رہی تھی۔ سرنگا نے جارا کا کا کی اُبھری ہوئی کھوپڑی کا نشان دیکھ کر دلچسپی لینی شروع کر دی۔ میری کیفیت سرنگا سے مختلف تھی۔ اس عجیب و غریب نیولے کی روحانی قوت کے بارے میں احمد بن طاہر، تومغا اور رات والی افریقی دوشیزہ توشا نے مجھے بہت کچھ بتایا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ اس جزیرے کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس شخص کے پاس جارا کا کا کی کھوپڑی موجود ہو وہ دنیا کے ہر جادو اور ٹونے سے محفوظ رہتا ہے، جارا کا کا کی بدصورت کھوپڑی آدمی کو تمام روحانی اور دنیوی نعمتوں سے نوازتی ہے، میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ دور دور تک کوئی حبشی موجود نہیں تھا۔ اُن کے بھاگنے کی وجہ یقیناً جارا کا کا کی مقدس کھوپڑی ثابت ہوئی تھی۔ مگر یہ ہمارا ساتھی آخر کیوں جارا کا کا کے عتاب کا نشانہ بنا؟

میں گم سم سا کھڑا اس غیر معمولی واقعے پر غور کرتا رہا۔ تومغا نے کہا تھا کہ ہم اندھیروں کی طرف جا رہے ہیں۔ جہاں آتش فشاں ہے، کانٹے ہیں، خون ہی خون ہے۔ ہم کس مصیبت میں گھر گئے تھے، پورا جہاز تباہ ہو گیا۔ ہمارے تمام ساتھی مارے گئے۔ اب ہم صرف پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے۔ جن میں سے فلورا کو شوالا نے اپنے لیے منتخب کر لیا تھا اور ڈاکٹر جو اد موت کے قریب تھا۔ ایسے عالم میں کوئی کیا کر سکتا ہے اور کیا سوچ سکتا ہے؟ کیا ہماری موت اسی جزیرے میں لکھی ہے؟ فرار کا خیال عبث تھا لیکن ذہن میں بار بار فرار کے منصوبے اُبھر رہے تھے۔ فرار اگر میں اس منحوس جزیرے سے نکل جاؤں تو ممکن ہے یہ غیر مرئی قوتیں میرا تعاقب ختم کر دیں مگر فرار کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔

فلورا کو ان مکروہ لوگوں کے حوالے کر کے فرار کا خیال کرنا ایک عاشق صادق کو زیب نہیں دیتا تھا۔ یہ غیرت و حمیت کی بات بھی تھی مگر فلورا کو ساتھ لے کر اور اُسے شوالا کی نظروں سے بچا کر لے جانے کا خیال بھی حماقت تھا۔ یہ موقع بہت غنیمت تھا۔ حبشی دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے ہم ان جنگلوں میں چھپتے چھپاتے اپنی کشتی کہیں نہ کہیں تلاش کر کے سفر شروع کر سکتے تھے، میں نے سرنگا کو ہم خیال بنانے کے لئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ حسب معمول اپنی مورتی کو عقیدت سے چوم رہا تھا۔ اس دوران وہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے اُس کا انتظار کیا۔ جب وہ مورتی پر گلہائے عقیدت نچھاور کر چکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ "جابر یہ کتنی عجیب اور حیران کن بات ہے کہ یہاں ایک نیولا مر جانے کے بعد دیوتا کا روپ اختیار کر لیتا ہے، وہ قابل پرستش ہو جاتا ہے، جارا کا کا کی یہ حقیقت باعث حیرت ہے۔ یہ سرزمین افریقہ کا ایک عجوبہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھی کی موت کا جارا کا کا سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"تومغا نے مجھے اس جزیرے کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا محترم سرنگا ہم نے اُس کی پروا نہ کی۔" میں نے اُداسی سے کہا۔ "مگر سرنگا میں سوچتا ہوں کہ کیا ہم اس سنہرے موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟ موقع پھر شاید نہ آئے۔ ہم بہت آسانی سے ساحل تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"فرار کا خیال ذہن سے نکال دو عزیزم جابر۔" سرنگا نے اس بار ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، ابھی اس

کا موقع نہیں آیا۔ اس قدر بددلی کی ضرورت نہیں۔''

''بعض اوقات تم بہت بقراط بنتے ہو۔ میں کہتا ہوں پھر سوچ لو۔''

''تم نوجوان ہو سیدی جابر۔ میری آنکھوں کی طرف دیکھو۔ تمہیں ان میں کچھ نظر نہیں آتا؟ غور سے دیکھو۔ ان میں تجربوں کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انتظار کرو جابر۔ حیرت ہے تم فلورا کو چھوڑ رہے ہو جس کے لئے تم اتنے پریشان اور مضطرب تھے اور مجھے سریتا کو چھوڑنے کے لئے مجبور کر رہے ہو۔ تم اتنے خود غرض کیسے ہو گئے؟'' سرنگا نے جھنجھلا کر کہا۔

''سریتا اور فلورا کا خیال چھوڑ دو سرنگا۔ وہ ہمارے لیے مر گئیں، یہ منحوس جزیرہ کسی بھی لمحے ہماری المناک موت کا سبب بن سکتا ہے' تم کہتے ہو کہ وہ سریتا کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ خیال خام ہے، اُن کے ہاں حسن کی کوئی قدر نہیں۔ تم اپنی بچی کی عصمت اپنے سامنے لٹتی ہوئی دیکھو گے اور کچھ نہ کر سکو گے، اس سیاہ فام جزیرے سے سفید فام عورتیں واپس چلی جائیں، کیا تمہیں یہ آسان بات لگتی ہے؟''

''سیدی۔ تمہارے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ میں نے ایسے حالات سے نمٹنے کے لئے اپنی جوانی اور عمر کا بڑا حصہ گنوایا ہے۔ میں اپنی بچی کا خیال چھوڑ دوں؟ اور اُسے ان وحشیوں کے حوالے کر جاؤں؟ سرنگا کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ سرنگا داس کی ایک عمر عبادت و ریاضت میں گزری ہے۔ سنو سیدی جابر۔ تم انگلستان کے پڑھے ہوئے نوجوان ہو اور روحانی کرشموں کے قائل نہیں ہو۔ میں تمہیں بتاؤں کہ سرنگا کا ساتھ تمہارے لیے یقیناً نجات و عافیت کا موجب ہے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنے اور پوچھنے کی کوشش نہ کرنا۔ ایسی باتیں محسوس کی جاتی ہیں، بتائی نہیں جاتیں۔ اب آؤ میرے ساتھ چلو بستی میں وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، ہم خود کو ان کے حوالے کر دیں گے۔''

سرنگا کے لہجے میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں گردن جھکائے اس کے ساتھ ہو لیا۔ آخری بار میں نے شیخ طاہر کے سیاہ جسم پر ایک نظر ڈالی اور اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ ہمارا ایک ساتھی ہم سے جدا ہو گیا تھا۔ واپسی میں سارے راستے ہمیں کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ جب ہم بستی کے قریب پہنچے تو وہاں شام ہو چکی تھی۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی پکڑ لیا اور جانوروں کی طرح ہانکتے اور دھکے دیتے ہوئے ''ہاہا۔ ہوہو۔'' کے بے ہنگم اور بے ربط نعرے لگاتے ہوئے ہمیں جھونپڑی میں چھوڑ گئے۔

وہاں توشا اور نیری، سریتا اور فلورا محفوظ اور موجود تھیں۔ توشا کی آنکھوں میں مسرت رقصاں تھی۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ فلورا ابھی تک فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے بدن کے بڑے حصے سے کیڑے مر کر علیحدہ ہو چکے تھے۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اس نے میری طرف حسرتناک نظروں سے دیکھا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر بول نہ سکی، جہاں جہاں سے کیڑے علیحدہ ہوئے تھے، وہاں وہاں اس کا بدن اور نکھر گیا تھا جھونپڑی مردہ کیڑوں کی ایک عجیب خوشگوار مہک سے بسی ہوئی تھی۔ میں نے توشا سے فلورا کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ رات تک تمام کیڑے علیحدہ ہو جائیں گے مگر وہ گفتگو کرنے کے قابل دو تین دن بعد ہو سکے گی، وہ اس کے منہ میں ایک محلول ٹپکا رہی تھی۔ فلورا کو...... دیکھ کر میری حالت عجیب تھی۔ وہ بلاشبہ حسن و جمال کا ایک شاہکار تھی۔ کوئی اپسرا، کوئی پری، ایسی عورتیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں مگر وہ حور شمائل دوشیزہ بدصورت اور بدہیئت شوالا پر قربان کی جا رہی تھی۔ کوئی انصاف کرنے والا نہیں تھا، کوئی داد رسی کو موجود نہیں تھا۔ میں گردن جھکائے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ سرنگا سریتا سے

باتوں میں مصروف تھا۔ ہم لوگوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا مگر بھوک کسے تھی۔ شیخ طاہر کی دردناک موت نے بھوک اڑا دی تھی۔ ہم بری طرح تھکے ہوئے تھے، مجھ پر تو اضمحلال طاری تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں کسی طرح جارا کا کا کی کھوپڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میرے فرار میں آسانی ہو سکتی ہے اور میں اس قبیلے کی سزاؤں سے بھی محفوظ ہو سکتا ہوں۔ جارا کا کا کی کھوپڑی قبیلے کے مقتدر لوگوں کے گلے میں موجود تھی۔ اس جھونپڑی میں مقید رہ کر اسے حاصل کرنے کا خیال جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ مجھے خیال آیا کہ بستی کے اس طبیب کے گلے میں وہ کھوپڑی موجود ہے جس نے ڈاکٹر جواد کا آپریشن کیا تھا۔ اگر میں رات کو کسی طرح یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو جنگل کے آخری سرے کے غار پر واقع طبیب کی اقامت گاہ میں داخل ہو کر اس کی گردن سے جارا کا کا کی کھوپڑی والی مالا اُتار سکتا ہوں۔ یہ کام رات کے اندھیرے ہی میں ہو سکتا ہے جب طبیب سو رہا ہو، ہر چند کہ اس اقدام میں خطرے ہی خطرے تھے اور کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن موت تو یوں بھی سر پر منڈلا رہی تھی۔ میں نے طے کر لیا کہ رات کو میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں اس سلسلے میں توشا سے مدد لے سکتا تھا جتنا وقت گزرتا گیا منصوبے کی تنظیم و ترتیب میرے ذہن میں واضح ہوتی گئی۔ میں ایک عزم کے ساتھ اٹھا اور میں نے بے اختیار سا ہو کر توشا کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ رات کو حسب معمول ہمارے لیے کھانا آیا۔ توشا اور تیری نے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔

جب میں نے پورے طور پر ان لڑکیوں کو اپنا گرویدہ اور والہ و شیدا بنا لیا تو اس علاقے کے محل وقوع، شوالا وکالاری کی جھونپڑی بستی کے طبیب خاص کی اقامت گاہ، فاصلوں، رسوم و رواج اور دوسرے معاملوں کے متعلق ضروری معلومات باتوں باتوں میں حاصل کر لیں۔ وہ رات خوب گزری۔ اب مجھے فاصلوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا تھا۔ رات کے پچھلے پہر جب ہم سب بری طرح تھک گئے اور عیش و نشاط کے لمحوں میں وہ کیف باقی نہ رہا تو میں نے تیری اور توشا کو سونے کی طرف مائل کیا۔ مجھے یقین تھا کہ پہرے دار اونگھ رہے ہوں گے۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ توشا اور تیری سے فرار میں مدد لوں لیکن الھڑ لڑکیاں کوئی بھی غلطی کر سکتی تھیں یا شور مچا سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کے سونے کا انتظار کیا۔ میں بار بار اٹھ کر دروازے سے باہر کا منظر دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ باہر موت کا سناٹا طاری تھا۔ جنگلی جانوروں اور جھینگروں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز اس ویرانے میں نہیں اٹھ رہی تھی لیکن میں پہرے داروں کی نقل و حرکت مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر تھا کیونکہ اندھیرا بہت گہرا تھا اور ان کے سیاہ جسم اندھیرے میں گم ہو گئے تھے لیکن اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو ان کے جسم کے کڑے ایک دوسرے سے ٹکرا کر..... ضرور کوئی نہ کوئی آواز کرتے جیسا عموماً ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ میں نے جھونپڑی کا دروازہ کھسکایا۔ باہر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے دروازہ ذرا سا کھول کر دیکھا تو وہ دونوں زمین پر دراز تھے۔ نیزے ان کے سینے پر تھے۔ میں کسی اور لمحے کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول کر نہایت سرعت لیکن بہت خاموشی سے باہر آ گیا مگر جیسے ہی میں نے باہر قدم رکھا ایک حبشی میری آہٹ سن کر جاگ گیا۔ اسے سنبھلنے کا کوئی موقع دینا اپنی زندگی کھو دینے کا سامان پیدا کرتا تھا۔ وہ صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ میں دوڑ کر اس کے سینے پر چڑھ گیا اور اس کی گردن پر اتنے زور کی لات ماری کہ ایک جھٹکے میں اس کی گردن ڈھلک گئی۔ میں نے اسے چیخنے کی مہلت نہ دی اور پوری شدت سے ایک اور ضرب سر پر لگائی لیکن اس کے تڑپنے سے اس کے جسم کا کوئی حصہ دوسرے سوئے ہوئے پہرے دار کے جسم سے مس ہو گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ادھر میرے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ اپنا نیزہ قابو میں کرنے اور کوئی وار کرنے کی تیاری میں تھا کہ میں تیزی کے ساتھ وہاں

سے اُٹھ گیا اور میدان کی ایک سمت بھاگنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ شور نہ مچا دے اور دوسرے حبشیوں کو نہ جگا دے۔ آس پاس مرکزی بستی تو نہیں تھی لیکن یہاں اِدھر اُدھر کی جھونپڑیاں موجود تھیں۔ اس لیے میں نے اسے دُور لے جانے کا موقع دیا اور خود ایک جگہ جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے مجھے رُکتے دیکھ کر نیزہ مارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور میرے نزدیک پہنچ کر کوئی حکم دینا ہی چاہتا تھا کہ میں اس کے نیزے سے پہلو بچا کر اس پر کود پڑا۔ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ بس اس کے گرنے کی دیر تھی کہ میں نے اپنا نیزہ اس کی گردن میں چبھو دیا اور آہستہ سے کہا۔ ”خاموش رہو۔ اگر بولے تو یہ نیزہ تمہاری گردن کے پار کر دیا جائے گا۔“ وہ بیچارا اچانک افتاد، میرا انکھسانہ انداز اور اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر کچھ ایسا خوفزدہ ہوا کہ گھگھیانے لگا۔ اُسے مارنے کے سوا میرا اپاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر نیزہ اس کے سینے میں اُتار دیا۔ وہ تڑپا، مچلا، خرخرایا اور آخر بے سدھ ہو گیا۔ اُس کا نیزہ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا اور پوری توانائی سے جنگل کی سمت دوڑنا شروع کر دیا مجھے ہوش نہیں تھا کہ پیچھے مڑ کر دیکھوں۔ میں بھاگتا رہا، بھاگتا رہا تاوقتیکہ جنگل قریب آ گیا۔ اس اندھیری رات میں حکیم کی غار تلاش کرنا بہت مشکل کام تھا۔ میں دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا رہا۔ چاند سورج کی آمد کے لیے راستہ صاف کر رہا تھا۔ غار کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔ میں اس وقت جس کشمکش میں گرفتار تھا اس کا اظہار مشکل ہے۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رُکے نہیں۔ مجھے صرف اتنا یاد تھا کہ جہاں جنگل ختم ہوتا ہے وہاں اس خطرہ جاں کا قیام ہے۔ آخر ایک طویل فاصلہ ذہن میں رکھ کر میں نے دوبارہ اُس کا کھوج لگانے کا ارادہ کیا اور اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہستہ روی سے بھاگنا شروع کیا۔ مجھے اس مرتبہ ناکامی نہیں ہوئی آخر میں اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ وہ وہی غار تھا۔ غار کے باہر جھونپڑی خالی تھی اور غار میں اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا لیکن میں بے خوف و خطر اندر داخل ہو گیا اور راستہ ٹٹولتا ہوا اندھوں کی طرح غار کے اندر بڑھتا گیا۔ حکیم غار کے بہت اندر نہیں سو سکتا تھا اور غار تھا کہ اندر تک بہت گہرا تھا۔ پھر جب ایک جگہ میرے پاؤں سے کچھ چیزیں ٹکرائیں۔ شاید وہ ادویات کا سامان تھا تو میں سمجھ گیا کہ حکیم یہیں کہیں سو رہا ہوگا۔ یہیں زمین پر چنانچہ میں نے بہت آہستہ آہستہ وہاں کی اشیا ٹٹولنی شروع کر دیں اور آخر میں حکیم کے پاؤں کے پاس پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ اس کے پاؤں سے مَس ہوئے۔ پاؤں سے ہاتھ اُٹھا کر میں نے اندازے سے کچھ دور رکھا۔ اب میرا ہاتھ اس کے سینے سے مَس ہوا۔ حکیم کو شاید کوئی جھرجھری آئی مگر میں نے اس کی پروا نہ کی۔ تیزی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کی گردن میں پڑی ہوئی مالا کھینچ لی۔ حکیم ایک چیخ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ جارا کا کی کھوپڑی اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے نیزہ تان کر اندھیرے میں اِدھر اُدھر وار کرنا شروع کر دیے۔ اس کی کربناک چیخ سے غار گونج گیا۔ یہ تیسرا آدمی تھا جو آج رات میرے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ آکسفورڈ کا مہذب نوجوان جابر بن یوسف البا قر درندہ بن گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

اب میرے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو میں تن تنہا کشتی تلاش کر کے نامعلوم سمتوں کی طرف سمندر میں سفر کروں یا اس جنگل میں چھپتا رہوں مگر کب تک؟ آخر وہ مجھے تلاش کر لیں گے۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ جارا کا کی مقدس کھوپڑی میرے پاس ہے لیکن یہ مجھے شوالا اور کالاری اور اقابلا کی دست برد سے کس حد تک دور رکھ سکتی ہے؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں نے مالا کے کنڈے ٹھیک کیے اور اُسے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ذہن منتشر تھا۔ فلورا اور سرنگا کو بے آسرا چھوڑ کر جانے کے لیے دل آمادہ نہیں ہو رہا تھا اور موت چار سو تعاقب میں تھی۔ اگر

میں بستی میں واپس پہنچتا ہوں تو وہ میرے بارے میں صرف ایک فیصلہ کریں گے۔ موت کا فیصلہ۔ میں نے ان کے تین آدمی ہلاک کر دیے ہیں جن میں ایک مقتدر شخص یعنی طبیب بھی تھا جس کی وہ لوگ بڑی عزت کرتے تھے۔ کیا میں نے عجلت اور جلد بازی سے کام لیا ہے؟ میں ان حالات پر جس قدر سوچتا تھا الجھنیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ آخر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ مجھے اس جزیرے سے ہر حال میں فرار ہو جانا چاہیے۔ مشکل یہ تھی کہ سورج ابھرنے والا تھا۔ دن کی روشنی میں ساحل تک پہنچنا اور کشتی تلاش کر کے سمندری سفر اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں انہیں اپنی دوبارہ گرفتاری کا خوبصورت موقع فراہم کر رہا ہوں۔ دن اسی جنگل میں گزارنے اور رات کے وقت ساحل تک پہنچنے ہی میں عافیت تھی۔ ساحل کے نزدیک رہنے کے لیے میں نے گھنے اور سیاہ جنگلوں میں سفر شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آخری سرے پر خود کو کسی گھنے درخت کی شاخوں میں چھپائے رکھوں۔ وہاں جہاں جنگل ختم ہوتا ہے اور ساحلی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر میں آگے بڑھتا رہا اور جب سورج کی کرنیں درختوں سے چھن چھن کر نیچے آنے لگیں تو میں کافی دور نکل آیا تھا۔ میں اس عرصے میں ہمت کر کے ساحل تک پہنچ سکتا ہوں۔ جب تک وہ ساحل پر آئیں گے میں دور نکل چکا ہوں گا۔ میں نے ٹھہرنے کے بجائے بھاگنے کو ترجیح دی۔ جنگل میں بھاگنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جگہ جگہ جنگلی جانوروں کا خوف ہوتا ہے مگر انسانی جرات و ہمت بڑی چیز ہے۔ موت پیچھے ہو تو باقی خطرے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ راستے میں مجھے کن بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ شاید جارا کا کی مقدس کھوپڑی میری حفاظت کر رہی تھی۔ کوئی ایک میل چل کر مجھے سمندر نظر آنے لگا آزاد اور سرمست سمندر۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی اور سمندری ریت پر دوڑنا شروع کر دیا لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہاں دور دور تک کشتی کا نشان نہیں تھا۔ انہوں نے ہمارے فرار کا واحد ذریعہ کشتی حیات یا تو ضائع کر دی تھی یا کہیں چھپا دی تھی۔ وہ اتنے بیوقوف نہیں تھے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاحد نظر کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وقت ضائع کرنا بے کار تھا۔ مجھے فوراً جنگل میں روپوش ہونا تھا۔ شدید مایوسی اور بیزاری کی حالت میں مجھے واپس ہونا پڑا۔ میں نے عام راستہ بدل دیا اور احتیاطاً ایک لمبا چکر کاٹ کر جنگل میں داخل ہو گیا۔

کسی درخت پر چھپنے کا موقع نہیں تھا۔ آخر کار وہ مجھے تلاش کر لیتے لیکن اتنی آسانی سے خود کو موت کے حوالے کر دینے پر جی آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اس تذبذب کی کیفیت میں فیصلے کی قوت ختم ہو گئی۔ میں جنگل میں ٹھوکریں کھاتا رہا۔ کبھی ادھر کبھی ادھر اگرچہ میں زندگی سے مایوس ہو گیا تھا لیکن مجھے ان جنگلیوں کے ہاتھوں اذیت ناک طور پر مرنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ میں پناہ کی تلاش میں تھا لیکن امید جاتی رہی تھی۔ زندہ رہنا چاہتا تھا مگر زندگی مجھ سے دور ہو رہی تھی۔ یہ دیوانگی اور وحشت مجھے ادھر سے ادھر آوارہ تنکے کی طرح پھراتی رہی۔ ممکن ہے کوئی اور صورت نکل آئے۔ مجھے کسی کھوہ میں خود کو چھپانا چاہیے۔ کھانے کی یہاں کوئی کمی نہیں تھی۔ ہاتھ میں تیزہ تھا، شکار آسان تھا۔ پانی بھی وافر مقدار میں موجود تھا۔ یہ سرسبز اور شاداب جنگل بہت دنوں تک مجھے اپنی آغوش میں چھپا کر رکھ سکتا تھا۔ کوئی بھی شخص ہوتا تو اسی طرح موت سے فرار کے لئے سوچتا میں بھی بھٹکتا رہا۔ درندوں کی خوفناک آوازوں اور سانپوں سے بچتا بچاتا۔ دن چڑھے اچانک میرے کانوں میں جنگلیوں کی خوفناک چیخ پکار گونجنے لگی مجھے معلوم تھا وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ ان کے علاقے میں ان سے مفر ممکن نہیں لیکن میں آوازوں کی مخالف سمت بھاگتا رہا۔ آوازیں کوئی ایک طرف سے نہیں آ رہی تھیں۔ وہ وحشت ناک انداز میں غالباً چاروں طرف سے جنگل میں بڑھ رہے تھے۔ کون سی پناہ گاہ ڈھونڈوں؟ کسے پکاروں؟ وہ لمحہ بہ لمحہ میرے نزدیک آ رہے

http://kitaabghar.com

تھے۔ میری موت کو دیکھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ وہ پورے جنگل میں پھیل گئے تھے۔ میں نے مجبوراً مغرب کا رخ کیا جہاں زیادہ گھنا جنگل تھا۔ میں جھاڑ جھنکار روندتا ہوا کسی غار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اور تلاش بسیار کے بعد طویل درختوں میں گھرا ہوا ایک اندھیرا غار مجھے نظر آ گیا۔ وہ جگہ بہت خوبصورت تھی لیکن یہ لطف لینے کا وقت نہیں تھا۔ میں دوران اس غار میں گھس گیا۔ تھوڑی دور جا کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ غار نہیں تھا کوئی سرنگ تھی۔ ممکن ہے یہ جگہ درندوں کی پناہ گاہ ہو۔ یہ خیال کر کے میرے رواں رواں کانپنے لگا مگر اندر آ کر واپس جانے کا سوال نہیں تھا۔ وہ غار کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ان کی آوازیں میرا کلیجا دہلائے دے رہی تھیں مگر یکایک انہی آوازوں میں مجھے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ پہلے تو میں کچھ سمجھ نہیں سکا لیکن جب اس دلکش قہقہے کی آوازیں غار میں چہار طرف گونجنے لگیں تو مجھ پر دہشت طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غار کی ہر دیوار سے لطیف و جمیل قہقہے پھوٹ رہے ہوں، جیسے گھنٹیاں بج رہی ہوں کیا میرے ہوش و حواس درست ہیں؟ ہاں میرے ہوش و حواس درست تھے۔ وہ آواز اتنی حسین اور دلکش تھی کہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ باہر حبشیوں کی مہلک آوازیں تھیں اور اندر زندگی کے یہ نقرئی قہقہے، جیسے کوئی میرے حال زار پر ہنس رہا ہو۔ پھر وہ آوازیں اتنی تیز ہو گئیں کہ میرے کان پھٹنے لگے۔ یہ کوئی پُر اسرار غار تھا۔ میں اس وحشت کا متحمل نہیں ہو سکا اور غار کے دہانے کی سمت بھاگنے لگا۔ حبشیوں کی آوازیں سن کر میرے قدم رُکے مگر ادھر اندر شاید کوئی طلسمی دنیا آباد تھی۔ نہ میں اندر جا سکتا تھا نہ باہر نکل سکتا تھا۔ غار میں تاریکی تھی اور باہر مجھے معلوم تھا کہ کون ہے؟ نیزہ بردار حبشی جو میرے خون کے پیاسے تھے۔

اگر میں باہر نکلتا تو وہ درندے، وہ وحشی چند لمحوں میں اپنے نوکیلے نیزوں سے میرا جسم چھلنی کر دیتے۔ انہیں یقین تھا کہ میں اس غار میں موجود ہوں۔ میں نے سوچا کہ وہ غار کے اندر کیوں نہیں آ جاتے؟ باہر کیوں شور مچا رہے ہیں؟ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ یہ دلکش نسوانی ہنسی، یہ ترنم آمیز قہقہے، شاید وہ اسی لیے اندر آنے سے گریز کر رہے ہیں کہ اس غار سے چند اسرار وابستہ ہیں۔ گھپ اندھیرے کی وجہ سے میرا دم گھٹنے لگا۔ پھر یکایک مجمع کا شور کم ہوا۔ کوئی انہیں خاموشی کی تلقین کر رہا تھا۔

''وہ یقیناً اسی غار میں ہے۔'' باہر سے کسی حبشی کی خوفناک آواز ابھری۔

''اندر چلو۔ اندر چلو۔ ہمیں اُسے ہر صورت میں پکڑنا ہے۔'' ایک دوسرے شخص نے کہا۔

''خاموش خاموش۔ ہمیں کسی غار میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ محترم شوالا اور کالاری کا حکم ہے۔ مجھے سوچنے دو۔'' ایک بھاری بھرکم آواز مکھیوں کی طرح بھنبھناتی ہوئی سرگوشیوں کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔ اچانک باہر موت کا سا سکوت طاری ہو گیا۔

ممکن ہے وہ اندر آنے کا فیصلہ کر لیں۔ موت کا حلقہ میرے گرد ہر لمحے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ، بیروت کے ایک بڑے گھرانے کا چشم و چراغ، ایک ذہین باپ کا ذہین بیٹا اس طرح بے یار و مددگار موت کی آغوش میں جا رہا تھا۔ میں نے زندگی میں جو کچھ کیا تھا وہ سب رائیگاں گیا۔ بچپن اور جوانی، وہ خوبصورت دن جو اعلیٰ مستقبل کے لیے صرف کیے گئے تھے یوں ہی ضائع ہو گئے۔ باہر سیاہ رنگ دھڑنگ وحشی میرے لیے کسی خطرناک سازش کا جال بن رہے تھے۔ کسی بھی لمحے کوئی نیزہ اندھیرے میں میری شمع حیات گل کر سکتا تھا۔ میں غار کے دہانے سے اندر کی طرف آ گیا۔ ان وحشیوں کے ہاتھوں مرنے کے بجائے میں نے غار کے اندر جانے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے بھاگنے کی حماقت نہیں کی۔ پنجوں کے بل

تیز تیز اندرونی حصے کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ نقرئی قہقہوں کی آوازیں میرے قدم اٹھاتے ہی مدہم پڑ گئیں اور پھر ختم ہو گئیں۔ اب اندر باہر ہر طرف خاموشی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بڑی بڑی سیاہ آنکھیں میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہیں۔ بے شمار بد روحیں میرے تعاقب میں ہیں۔ غار اندر جا کر اور تنگ ہو گیا تھا اور اس نے واضح طور پر ایک سرنگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ موت میرے پہلو سے گزر رہی تھی۔ اب بزدلی بے معنی تھی۔ میرے قدم آگے بڑھتے رہے۔ راستہ بڑھتا گیا تو منتشر اعصاب کو کچھ سکون سا محسوس ہوا اور میں نے اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بزدلی کے ساتھ مرنے سے بہتر ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مرو۔ جب ہر شخص کا انجام موت ہے تو موت سے خوف کیسا؟ میری آنکھیں اندھیرے سے شناسا ہو چکی تھیں۔ ادھر اُدھر دائیں بائیں پتھر کی ناہموار سیاہ دیواریں نظر آ رہی تھیں جن سے کبھی کبھی میں ٹکرا جاتا تھا۔ ایک بار پھر حبشیوں کی بھیانک آوازیں غار کے اندر آئیں۔ غالباً کسی نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے پھر شور مچانا شروع کر دیا تھا لیکن اس مرتبہ وہ آوازیں کہیں دور سے آ رہی تھیں۔ میں سرنگ میں دور تک نکل گیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کا دوسرا دہانہ بھی ہوگا کیونکہ سرنگ کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اب صرف امید میری رہبر تھی۔ میں اس کا دامن تھامے اس تنگ و تاریک ناہموار اور حبس زدہ سرنگ میں اپنے جسم کو کسی نہ کسی طرح آگے کی طرف کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس نیزے پر گرفت مضبوط کر لی جس نے جارا کا کی مقدس کھوپڑی کے حصول کے لیے حبشی طبیب کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ اس نیزے سے مجھے آگے کا راستہ متعین کرنے میں بڑی مدد ملی۔ میں اس سے دیواریں ٹٹولتا اور راستہ ڈھونڈتا آگے بڑھ رہا تھا۔ جنگلی درندوں، حشرات الارض اور تنہائیوں میں رہنے والے موذی جانوروں کا خدشہ ہر لمحے تھا۔ مرنے سے پہلے میری صرف ایک خواہش تھی کہ تنہا نہ مروں، دو چار کو ضرور اپنے آخری سفر میں شریک سفر بنا لوں۔

دور اندر جا کر سرنگ کے دو راستے ہو گئے تھے۔ ایک سیدھے ہاتھ کی طرف دوسرا بائیں ہاتھ کی طرف۔ سامنے کا راستہ ایک کھردری چٹان سے بند ہو گیا تھا۔ میں یہ طے کرنے کے لئے ٹھہر گیا کہ کس طرف کا رخ کروں؟ کس طرف زندگی کی امید ہے اور کہاں موت میری منتظر ہے۔

اچانک ایک پُر وقار نسوانی آواز اُبھری اور میرے بڑھتے ہوئے قدم ساکت ہو گئے۔ کسی نے حکم دیا تھا۔ "رُک جاؤ"

میں تیزی سے اُلٹے قدموں آ کر اس ناہموار دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا، جسے اب تک ہاتھ اور نیزے سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا۔ وہاں قرب و جوار میں تا حد نظر کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ ویسے نظر کی حد بھی محدود تھی۔ تو کیا یہ آواز میرے اندرونی خلفشار اور ذہنی انتشار کا مفروضہ ہے؟ میں سانس روکے دیوار کے سہارے کھڑا کسی آہٹ کی سن گن لیتا رہا۔ وقت کی رفتار جیسے میری سانسوں کے ساتھ رُک گئی تھی۔ ایک منٹ، دو منٹ کی مدت گزر گئے۔ یقیناً یہ نسوانی آواز میرا وہم تھی۔ یہ سوچ کر اور سر کو جنبش دے کر میں کسی ارادے کے بغیر بائیں ہاتھ والے راستے پر گامزن ہو گیا۔ تھوڑی دور آگے گیا ہوں گا کہ پھر وہی نسوانی آواز میرے قریب پشت سے سنائی دی۔

"ٹھہر جاؤ! تم نے سنا نہیں؟"

میں نے نیزہ سنبھال کر پشت کی جانب دیکھا۔ آواز اتنے قریب سے سنائی دی تھی کہ پشت پر کسی کے موجود ہونے کا یقین ہوتا تھا۔ میں نے اندازے سے اس آواز کی سمت نیزہ پھینکا۔ دور کہیں نیزہ گرنے کی آواز ویران سرنگ میں گونجتی ہوئی سنائی دی اور پھر لطیف نسوانی قہقہوں کا شور

جاری ہو گیا۔ اپنے متعلق غالباً میں نے یہ بات بہ کمال وتمام واضح کر دی ہے کہ میں طبعاً بزدل نہیں ہوں۔ خطرناک حالات سے سینہ سپر ہو جانے کا عادی ہوں۔ میرے حواس کہیں بہت آخر میں جواب دیتے ہیں، آج تک کسی خطرے نے میری پشت نہیں دیکھی تھی، لیکن ان آوازوں کی سمت کا تعین میرے لیے آسان نہیں تھا۔ اس ویران سرنگ میں کسی عورت کی آوازیں؟ میں اس حد تک خوفزدہ ہو گیا کہ پاؤں میں لرزش آ گئی۔ تاریکی میں وحشت سے آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھا، کیا یہ میرا گمان تھا؟ یہاں یقیناً کوئی نہیں ہے اور میں کسی طلسم کا اسیر ہو گیا ہوں، میں نے ہمت کر کے اندھیروں میں پھر آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ اچانک غار کا وہ حصہ بقعۂ نور بن گیا جہاں میں موجود تھا۔ ہر شے تیز روشنی میں نہا گئی۔ اس غار میں یہ تیز روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی اور میں نے سوچنا چھوڑ دیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پُراسرار روشنی وہاں کے ایک ایک ذرے سے پھوٹ رہی ہو۔

آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ گھپ اندھیرے میں اچانک اس تیز روشنی میں آنکھیں چندھیانا ایک قدرتی بات تھی۔ چند لمحوں کی اس کشمکش کے بعد میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ یہ سرنگ سنگلاخ چٹان میں کاٹ کر بنائی گئی تھی اور فنِ تعمیر کا کوئی قابلِ قدر نمونہ نہیں تھی۔ جگہ جگہ ابھرے ہوئے پتھر نظر آتے تھے۔ روشنی میں اندازہ ہوا کہ وہاں سے بھی دو راستے نکلتے ہیں۔ میں اس بار بائیں جانب جانے کا ارادہ رکھتا تھا کہ اچانک وہی پُراسرار نسوانی آواز میرے سیدھے ہاتھ کی سمت کہیں دور سے سنائی دی۔

''جابر بن یوسف الباقر، آخر تم خود ہماری طرف چلے آئے۔ اقابلا کی قوت لافانی ہے، وہ لامحدود ہے تم کہاں تک اپنے ذہن پر زور دو گے سیدھے ہاتھ کی طرف چلے جاؤ۔''

میری آنکھیں آواز کی سمت مرکوز ہو گئیں۔ اقابلا کا نام سن کر خوف کی ایک سرد لہر میرا جسم لرزا گئی۔ اعصاب پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ قدم ڈگمگانے لگے تھے لیکن ذہن اس فسوں کار ماحول میں اپنی تمام صلاحیتوں کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اچانک مجھے تو شاید آ گئی۔

مجھے یاد آیا کہ میں جذباتی لمحوں میں اس سے چند ضروری معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق اس علاقے کی عظیم و برتر دیوی اقابلا جس کا حسن لافانی اور جس کی طاقت دوامی ہے، کسی غار میں مقیم ہے اور گاہے گاہے حبشی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے۔ چند بااثر سرداروں کے سوا اس کی اقامت گاہ سے کوئی واقف نہیں ہے۔

تو کیا میں کسی ایسے غار میں آ گیا ہوں جو اقابلا کا مسکن ہے؟ کیا میں اقابلا کی قید میں ہوں؟ کیا پُراسرار قوتوں کی مالک اقابلا مجھ سے مخاطب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا مجھے آواز کی سمت والی سرنگ کی طرف اپنا رخ کر لینا چاہئے یا اس سرنگ سے واپس چلا جانا چاہئے۔ جب حبشیوں کا عتاب اس قدر ہولناک ہے تو اقابلا کا عذاب کیسا ہو گا؟ دس پندرہ مسلح افراد مجھے گھیر لیں تو ڈر کر بھاگنے کے بجائے میں مقابلے کو ترجیح دوں گا لیکن نادیدہ اور پُراسرار طاقتوں کے سامنے یہ دلیری اور شجاعت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کے بارے میں اب تک مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ انتہائی ناقابلِ یقین اور حیرت انگیز تھیں۔ انہوں نے اپنی دیوی کا کچھ ایسا نقشہ پیش کیا تھا جیسے چہار دانگ عالم پر اس کی حکمرانی ہو۔ حشرات الارض، شوالا کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ درندے کالاری کے قبضہ و تصرف میں ہیں، تو پھر ان کی دیوی کتنی طاقتوں کی امین

ہوگی؟ یہاں روز نئی نئی باتیں سامنے آ رہی تھیں۔ شیخ طاہر کی دردناک موت اور اس کے سینے پر جا را کاکا کی ابھری ہوئی کھوپڑی کا نقش، میرے معبود میں کہاں آ گیا ہوں؟ مجھے یقین ہے میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی دردناک سرگزشت اسی غار تک محدود ہو جاتی۔ اقابلا کا خیال آتے ہی میری حالت ابتر ہوگئی۔ وہ تمام حوصلہ جواب دے گیا جو کچھ دیر پہلے مجھے زندہ رہنے کے لیے اکسا رہا تھا۔ میرے قدم ٹھٹک کر ٹھہر گئے تھے اور سارا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔ میں اپنی ابلی ہوئی آنکھوں سے سامنے کی جانب دیکھ رہا تھا کہ وہ نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار اس کا لہجہ اور مترنم تھا۔ وہ جس روانی سے فصیح و بلیغ انداز میں عربی بول رہی تھی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے عربی پر مکمل عبور حاصل ہے۔

''جابر۔ ذہن پر زور مت ڈالو۔ آگے اس سمت میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

آواز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی، اس میں ایک سحر تھا۔ وہ اتنی خوبصورت اور سریلی تھی کہ عرب کی خوش ادا مطربائیں سن لیں تو قربان ہو جائیں۔ میرے قدم خود بخود چلنے لگے۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا گیا روشنی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ سرنگ آگے جا کر اور تنگ ہوگئی۔ ایک مقام پر بمشکل اتنا راستہ تھا کہ کوئی شخص جھک کر یا زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا اندر جا سکے۔ میں وہاں پہنچ کر رک گیا لیکن میں اپنے ارادے کی قوت کھو بیٹھا تھا۔ ایک سحر زدہ معمول کی طرح جھکا اور آہستہ سے ناہموار زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا تنگ راستہ طے کرنے لگا۔ وہ کوئی طویل راستہ نہیں تھا۔ راستے کے خاتمے پر ایک بہت بڑا غار تھا اور دور پتھروں کا بنا ہوا ایک عالیشان دروازہ نظر آ رہا تھا۔ دروازہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ تصور سے بالاتر حقیقت تھی۔ دروازے کے نزدیک لوہے کی ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے غیر ارادی طور پر اسے کھینچ لیا۔ دروازہ آہستہ سے کھلنے لگا اور جیسے ہی وہ کھلا میں جھجک کر رک گیا۔ میرے سامنے ایک عظیم الشان محل موجود تھا۔ پتھروں سے تراشا ہوا یہ محل کسی قدیم یونانی محل کا نقشہ پیش کرتا تھا وہ عجائب و نوادر سے بھرا ہوا تھا۔ اس سیاہ و تاریک براعظم میں زیر زمین کسی ایسے محل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، اس پر یقین نہیں آیا لیکن یہ حقیقت تھی۔ میں خود وہاں موجود تھا کوئی اور نہیں۔ ایک ہوشمند اور نوجوان شخص جابر وہاں موجود تھا۔ جابر نے دیکھا کہ وہ کسی ایسے شخص کی خوابگاہ تھی جو برطانیہ عظمیٰ کے امراء کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی تھی جو امریکہ کے سب سے دولت مند افراد کی چشم تصور سے بھی بعید تھی۔ پلوٹارک نے یونان کی کسی قدیم سلطنت اور اس کا جاہ و جلال رقم کرتے وقت کسی ایسی خوابگاہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو شان و شکوہ میں اتنی باوقار، پرجلال اور آراستہ ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اس دنیا کا آدمی نہیں ہوں۔ میں ہزاروں سال پہلے کی کسی عظیم و جلیل سلطنت میں کسی قدیم شہنشاہ کے ایوان میں کھڑا ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، میں نے ایک سنگین ستون کا سہارا لے کر اپنے اثبات کا یقین کرنا چاہا۔ ہاں میں اپنے ہوش و حواس میں تھا مگر میں ماضی میں سفر کر رہا تھا۔ اس وقت میں صدیوں پہلے کا کوئی شخص تھا جو زمانوں کا سفر کرتے کرتے واپس اپنے عہد میں پہنچ گیا تھا۔ اس وقت میں بیروت کی چمک دار شاہراؤں اور شبینہ رقص گاہوں کا کوئی زندہ دل اور سرمست شخص نہیں تھا۔ میں اپنے عظیم ماضی سے دوبارہ ہم کنار ہو گیا تھا۔ میں ان نوادر و اشیا اور اس شوکت و حشمت کا نظارہ کر رہا تھا اور سب کچھ بھول گیا تھا کہ یکا یک اسی نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ قدیم عربی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''سیدی جابر۔ آخر تمہاری تقدیر تمہیں یہاں لے آئی۔ افسوس ہے یہاں تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔''

''میں کہاں ہوں؟'' میں نے اپنی تمام تر طاقت مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

''تم میری قید میں ہو۔ تم نے مقدس طاقتوں کے انصاف کا انتظار نہیں کیا۔ تم نے فرار ہونے کی ناکام سعی کی۔ تم نے جزیرہ توری کے ایک معزز طبیب سمیت کئی آدمیوں کا خون کیا اور عظیم جاراکا کی مقدس نشانی پر قبضہ کر لیا۔ تم نے شوالا کی امانت توشا اور نیری کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر غیر ضروری معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔'' آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ ایک روح پرور سکون، اس میں کوئی اشتعال نہیں تھا۔

''خطروں سے نجات کی کوشش کوئی ماورائے انسانی اقدام نہیں۔'' میں نے کسی قدر حوصلے سے جواب دیا۔ ''اے مقدس آواز میں نے جو کچھ کیا وہ اپنی زندگی کے دفاع میں کیا۔ میرے نزدیک یہ گناہ نہیں ہے۔'' میری نظریں ادھر اُدھر بھٹکتی رہیں لیکن وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

''تم نے انتظار کے بجائے عجلت کو ترجیح دی۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ تم ایک ایسی سرزمین میں داخل ہو گئے ہو جو تمہاری سرزمین سے مختلف ہے۔ تم سے کہہ دیا گیا تھا کہ یہاں مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ اقابلا تمہارے ساتھ انصاف کرے گی مگر تم نے اپنے جذبات اور نفس کے سوا کسی چیز پر توجہ نہیں دی۔'' نسوانی آواز نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''محترم خاتون، آپ کے اس پُرسکون لہجے سے میرے دل میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ میں آپ سے سامنے آنے کی درخواست کروں۔ یقین کیجئے میں نے جو کچھ کیا وہ اس وحشت ناک ماحول سے نجات کے لئے کیا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا ظلم ہوا ہے۔ مصیبت زدہ مسافروں کی یہاں کیسی پذیرائی ہوئی ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے بسی کی موت مجھے پسند نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے ایک اشارے پر میرا قصہ زندگی تمام ہو سکتا ہے اس لیے میں جرات کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری تشنہ نگاہوں کو اپنے دل کش وجود سے سیراب کریں۔ میں آپ کی ہر بات کا جواب دوں گا۔'' میں نے عزم کے ساتھ کہا۔

دوسری جانب سے فوراً کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ بس قدموں کی چاپ محسوس ہو رہی تھی جیسے کوئی میرے قریب آ رہا ہو، آہستہ آہستہ، بہت پُروقار انداز میں، میں نے اپنے ذہن میں یہ بات پوری طرح بٹھالی تھی کہ میں طلسمات کے ایک وسیع جال میں ہوں۔ یہاں میرے ذہن کی کوئی پکھرتی اور میرے قوٰی کی کوئی حرکت کام نہیں دے گی۔ خود کو حالات کے سپرد کر دینے ہی میں سکون قلب مضمر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میرے اندر حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے اس ماحول سے دلچسپی لینی شروع کر دی۔ خطرہ میرے گرد وپیش منڈلا رہا تھا لیکن کچھ کر گزرنا میرے امکان میں نہیں تھا۔

''تم ایک عجیب اور حوصلہ مند انسان ہو۔ تم اس وقت جو سوچ رہے ہو وہ مناسب ہے۔'' اس بار آواز بالکل قریب میرے پہلو سے اُبھری، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے قریب، بہت قریب کھڑی ہے۔ ایک دلنواز مہک مشام جاں معطر کر گئی۔

''کیا یہ ممکن نہیں مقدس دیوی کہ میں تمہارے حیات پرور وجود سے اپنی روح منور کر سکوں۔'' میں نے کمال فصاحت سے کہا، اس لیے کہ اس کی آواز اور لہجہ میری جادو بیانی اور فصاحت سے متاثر نظر آتا تھا۔

''تم اس کی تاب نہ لاسکو گے۔'' وہ آہستہ سے مترنم آواز میں گویا ہوئی۔ ''تمہاری بصارت میں اتنی استطاعت نہیں ہے۔''

''اگر وہ کوئی ایسا ہی ہوش ربا اور مہلک جلوہ ہوا تو اس طرح میری موت سب سے آسان موت ہوگی۔ اگر میری درخواست نے قبولیت کا

شرف حاصل کر لیا تو میں خود کو دنیا کا خوش قسمت آدمی سمجھوں گا۔" میں نے وارفتہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کر لو۔" مجھے حکم ملا۔

میں نے اس نازنین آواز کی ہدایت پر آنکھیں موند لیں۔ میرا ذہن ایک حسین عورت کی شبیہیں بنا رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اقابلا ہے جو حسن میں سارے جہاں کی عورتوں سے افضل و برتر ہے۔ اس کے حسن اور شباب کے بارے میں تو شانے مجھے بہت کچھ بتایا تھا۔ اب میں چند لمحوں میں تاریک براعظم کی اس حسین ساحرہ کا جلوہ دیکھنے والا تھا۔ جس کی سرزمین پر ہم نے ایک نئی دنیا دیکھی تھی۔ اچانک برقی رو کی طرح ایک خیال دماغ میں در آیا۔ مقدس اقابلا ایک حسین و جمیل اور پرشباب عورت ہے۔ اگر میں اپنے تاثر انگیز لہجے اور اپنے اشتیاق آمیز برتاؤ، والہانہ اظہار اور دلگداز رویے سے اُسے کسی طرح متاثر کر لوں تو مجھے اپنی زندگی کی ضمانت مل سکتی ہے۔ میں اب تک کسی عورت کو مسخر کرنے کی مہم میں ناکام نہیں ہوا تھا۔ میں نے نہ جانے کتنے حسین اور مغرور فتنوں کو اپنے نت نئے تجربوں سے سر کیا تھا۔ تو شا اور نیری بھی میری حیرت انگیز صلاحیتوں کا شکار ہو گئی تھیں۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا کہ اپنی مردانہ وجاہت، دلیری، بے خوفی جرات، اقدام، پہل، نیازمندی، وارفتگی اور گفتگو سے اقابلا کو متاثر کرنے کے لئے تمام تر تجربے آزماؤں گا۔ اس خوش فہمی نے میرا اشتیاق بڑھا دیا اور میری بند آنکھوں کے سامنے زرتار قبا میں ملبوس ایک حسین و جمیل دوشیزہ لہرا گئی۔

"تم آنکھیں کھول سکتے ہو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔" جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دلنشین اور سحر کار آواز میرے جسم و جان کو لرزہ براندام کر گئی۔ میں نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ میں کہوں گا کہ سارے عرب کے شاعروں کو لاؤ، تمام دنیا کے جادو بیان فن کاروں کو لاؤ۔ ان میں سے کوئی یا وہ سب اس سراپا قیامت، اس حسن کامل، اس کرۂ ارض کے ماہتاب کی جمال و دلربائی کا اظہار کرنے سے قاصر رہیں گے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا مکمل، اتنا شاداب، اتنا مسحور کن اتنا دلفریب حسن نہیں دیکھا۔۔۔۔۔ اس کے خدوخال دنیا کی تمام عورتوں سے مختلف یونانی لڑکیوں سے کسی قدر مشابہ اور سب سے جدا تھے۔ اس کے بدن کا ہر عضو حسن کے سانچوں کی تکمیل تھا۔ مجھے اس کے بدن سے سرخ سرخ شعاعیں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں اس کی نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں نہ جانے کس قسم کی کشش تھی کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں غرق ہو رہا ہوں۔ اس کا رنگ گلابی تھا اور ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم تھام لیے۔ رعب حسن اور اقابلا کی سرفراز قوتوں کا تصور مجھ پر حاوی تھا۔ میں نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا۔ "اے حسن کی دیوی مقدس اقابلا، تجھے ایک نظر دیکھ لینے کے بعد زندگی کی تمام حسرتیں پوری ہو گئیں۔ اگر مجھے تیرے ہاتھوں سے موت نصیب ہو تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔ میں شروع ہی سے ایک حسن پرست شخص ہوں۔ میرے لیے تیرے جمال کی دید کے بعد زندہ رہنا محال ہے۔"

"مقدس اقابلا؟" دوشیزہ مشکبار نے دہرایا اور پھر اس کے قہقہوں سے خوابگاہ کے در و بام گونجنے لگے۔ کچھ دیر قہقہے گونجتے رہے پھول برستے رہے پھر اچانک اس کے چہرے پر سنجیدگی آ گئی۔ اور وہ مطربہ طرب آگیں انداز میں بولی۔ "سیدی جابر تم غلط سمجھے، میں اقابلا نہیں ہوں میں اس کی ایک خادمہ، ایک کنیز ہوں۔ اس کی عظمت کی قسم اس نے مجھے اپنی تمام کنیزوں میں سب سے بڑا درجہ دیا ہے اور ایک ممتاز و اعلیٰ مقام سے نوازا

ہے۔ میں اس کے مقدس بدن کی گند ہوں، وہ معظم و محترم ہے۔''

میرے ذہن پر ایک ضرب سی لگی۔ میں آہستگی کے ساتھ اس کے پیروں سے اُٹھا اور اُلجھن میں مبتلا ہو گیا کہ مجھے کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

''کیا تمہیں میرے قرب سے کوئی فرحت نہیں ہوئی۔''

''میری نگاہیں نظارے کی متحمل نہیں ہیں۔ تم، تم مقدس اقابلا نہ سہی مگر حسن و جمال کا شاہکار ہو۔'' میں نے سنبھل کر یہ حسین مہم سر کرنے کی ابتدا کی۔

''میں تو شالا اور نیری کی طرح توری قبیلے کی کوئی لڑکی نہیں ہوں۔ میرا نام ژولین ہے۔ مجھے اقابلا کا قرب حاصل ہے۔ میں نے تمہیں دوبارہ زندگی دی ہے۔ تم موت کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے تمہیں اپنی طرف کا راستہ بتایا جو سلامتی اور شادابی کا راستہ ہے۔ تم اب میرے قیدی ہو۔''

پھر پُر معنی لہجے میں مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔ ''میرے سلسلے میں تمہارے وسیع تجربات کام نہیں آسکیں گے۔ میں اپنی خواہشوں پر قادر ہوں۔''

''تمہاری قید میں رہنا میرے لئے باعث شادمانی و سعادت ہے۔'' میں نے نفی میں سر کو جنبش دی۔ ژولین کی سرد مہری نے مجھے محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے سامنے ہوشیاری اور تجربوں کی آزمائش فضول تھی۔ میں خود کو بے دست و پا محسوس کرنے لگا تھا۔

''سنو سیدی جابر!'' ژولین پُر وقار انداز میں بولی۔ ''مجھے مقدس اقابلا کی رفاقت اور خدمت میں ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ یہاں چہار سو عظیم اقابلا کی حکومت ہے۔ شالا اور کالاری صرف ایک جزیرے اور قبیلے توری کے سردار ہیں۔ مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ تمہارے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ تم اپنے متعدد جرائم کی وجہ سے عظیم اقابلا کے عتاب کی زد میں آگئے ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ تمہارے متعلق کیا سوچ رہی ہے۔ دیوی کی فکر ارفع و اعلیٰ ہے کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا فیصلہ دے گی۔ موت یہاں اتنی آسانی سے نہیں آتی جتنا تم سوچتے ہو۔ اگر مقدس اقابلا نہ چاہے تو موت کی دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آسکتی۔ وہ تمہیں کبھی نہ ختم ہونے والی اذیتوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔ تمہیں اپنے گناہوں کی عبرت ناک سزائیں بھگتنی ہوں گی۔''

میں نے ژولین کے حسین چہرے پر جاہ و جلال کی کیفیت دیکھی، تمام تر استقلال اور عزم کے باوجود میرے جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا۔

''میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ اے آسمان کی پری ژولین، لیکن جو کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں۔ اس میں میرے ارادے کا اتنا دخل نہیں تھا جتنا ان غیر معمولی واقعات اور ماحول کی سریت کا دخل تھا۔ آزادی کے خیال نے مجھے اس جزیرے سے فرار ہونے پر اکسایا تھا۔ میں عظیم اقابلا کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کر سکتا ہوں۔ میری محبوبہ فلورا کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ کیا شالا نے اسے جبراً حاصل نہیں کیا؟'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''فلورا کا خیال ذہن سے نکال دو۔'' ژولین نے غیر جذباتی لہجے میں کہا۔ ''شالا اسے پسند کر چکا ہے۔ اس نے اقابلا سے تائید حاصل نہیں کی۔ یہ فیصلہ اقابلا کرے گی کہ وہ شالا کے لئے کوئی سزا تجویز کرے یا اسے معاف کر دے۔ اب فلورا شالا کی ہے۔ ہاں اگر شالا چاہے تو اسے

چھوڑ سکتا ہے۔''

ژولین کی بات سن کر میرے دل میں غبار پیدا ہوا۔ میں نے اپنی برہمی چھپانا چاہی لیکن میرے منہ سے نکل گیا۔ ''یہ انصاف نہیں۔ شوالا نے زبردستی میری محبوبہ کو مجھ سے چھینا ہے۔ میں اس وقت حالات کی ستم ظریفیوں کا شکار ہوں ورنہ اگر یہ بات ہمارے معاشرے میں ہوتی تو میں شوالا کا سر قلم کر دیتا۔''

''سیدی جابر، یہاں کے قوانین یہاں کی اقدار تمہارے معاشرے سے جدا ہیں، جب بھی کسی اجنبی نے یہاں قدم رکھا ہے، ہمارا سکون منتشر ہو گیا ہے۔ ہم یہاں اجنبیوں کی موجودگی پسند نہیں کرتے اور انہیں غلاموں سے بدتر سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔'' ژولین نے افتخار سے کہا۔

''میں عالی مرتبت ژولین کو بتا چکا ہوں کہ میں غلامی کی زندگی سے، موت پسند کرتا ہوں۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔

''تمہارے پسند کرنے سے کیا ہوتا ہے، تم ہمارے غلام ہو۔''

''میں ایک مجبور آدمی ہوں۔''

''تم چرب زبان ہو اور تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کہاں آ گئے ہو کن بلاؤں میں گھر چکے ہو۔ اذیتیں اب تمہارا مقدر ہیں۔''

ژولین کی نظریں متضاد کش مکش سے دوچار ہو کر میرے گلے میں پڑی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

یہ عورت کسی طور پگھلنے کے لئے تیار نہ تھی۔ میں نے ایک نئی کروٹ لی اور کہا۔ ''میرے گناہوں کی معافی کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی ژولین؟ کیا تم اقابلا سے میری سفارش نہیں کر سکتیں؟ میں نے اس قبیلے کی اقدار نادانستگی میں توڑی ہیں۔ کیا مجھ پر رحم نہیں کیا جا سکتا؟'' میں نے عاجزانہ کہا۔

ژولین کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ ''مقدس اقابلا چاہے تو تمہیں معاف کر سکتی ہے مگر یاد رکھو کوئی اجنبی آج تک یہاں سے واپس نہیں گیا۔ شاید تمہاری موت بھی اسی جزیرے پر لکھی ہے۔'' پھر کچھ دیر ٹھہر کر کہنے لگی۔ ''اقابلا سے بھلا میں تمہاری سفارش کیوں کروں؟ میرا تمہارا کیا تعلق؟''

''تم ایک حسین اور عالی جمال دیوی ہو۔ مجھے امید ہے تم اتنی بے رحم اور سنگدل نہیں ہو سکتیں۔'' میں نے ایک بار پھر اسے نرم کرنے کی کوشش کی۔ کچھ دیر اس نے جواب دینے سے احتراز کیا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی پھر کہنے لگی۔

''اچھا سیدی جابر، میں کوشش کروں گی کہ اقابلا تمہیں معاف کر دے، مگر ایک شرط پر......''

''مجھے ہر شرط منظور ہے۔'' میں نے بے اختیار کہا۔

اس کے چہرے پر فکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ میں اس کی شرط سننے کے لئے مضطرب تھا۔ وہ بولی۔ ''مگر شرط سننے سے پہلے تم جارا کا کی کھوپڑی اس ستون پر رکھ دو۔''

میں نے پس و پیش کیا اور جھجکنے لگا۔ اس نے میری یہ کیفیت محسوس کر لی اور سخت لہجے میں بولی۔ ''میں تمہیں حکم بھی دے سکتی ہوں لیکن نرمی سے کہہ رہی ہوں۔ کھوپڑی ستون پر رکھ دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ یہ کھوپڑی تمہیں واپس کر دی جائے گی۔''

''کب؟''میں نے کھوپڑی دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی۔

''کچھ دیر بعد......ابھی؟''اس نے کہا۔

اس کے وعدے پر میں نے کھوپڑی گردن سے اتاری اور قریبی ستون کے کنارے پر رکھ دی۔''میں شرط سننے کے لیے مضطرب ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر! تمھیں عمر بھر میری غلامی میں رہنا ہوگا۔ اس محل میں میرے غلام کی طرح۔ تم کبھی اس محل سے باہر قدم نہیں نکالو گے اور تم اپنی خواہشوں پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ہمیشہ میری خواہش کی تعمیل کرتے رہو گے۔''ژولین نے عجیب شرط پیش کی۔

''میں عمر بھر یہیں رہوں گا یا ایک مدت بعد مجھے یہاں سے رہائی مل جائے گی۔''میں نے وضاحت چاہی۔

''تم تا زندگی یہیں رہو گے۔ میں تمھیں آبِ زندگی پلاؤں گی تاکہ تمام عمر اسی طرح جوان اور شاداب رہو۔''ژولین کے لہجے میں کشش اور شیرینی تھی۔

لیکن اس پُر اسرار ماحول میں ایک عورت کے غلام کی طرح زندگی گزارنا جابر کی حمیت و غیرت کو گوارا نہ تھا۔ میں نے کہا۔''اگر میں یہ شرط ماننے سے انکار کر دوں تو؟''

میری اس جسارت پر اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ ایک طرف جھٹکا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک میرا سارا وجود پگھل رہا ہے اور میں رس رس کر سیال کی صورت میں تحلیل ہو رہا ہوں اور میرا سارا جسم آگ پر رکھا ہوا ہے اور میرے ہاتھ اور پیر موم کی طرح پگھل رہے ہیں جسم میں اینٹھن اور مروڑ شروع ہو گئی۔ یہ اتنی شدید اذیت تھی کہ ایک ہی لمحے میں مجھے اپنا انجام نظر آ گیا۔ دم گھٹنے لگا اور میں بے اختیار اس کے قدموں کی طرف لپکا اور دردناک آواز میں چیخنے لگا۔''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔''میں نے شکست خوردگی سے کہا۔

اس نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور اپنا دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ میرا جسم حیرت انگیز طور پر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اتنی کربناک اذیت سہہ کر اور ژولین کی طاقت و سربلندی سے متاثر ہو کر میں عقیدت و خوف کا اظہار کرنے کے لئے اس کی سرخ ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ اس کے بدن سے مس ہو کر مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میری آنکھوں میں خمار آ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھڑا کیا۔ ایک لمحے بڑے غور سے میری طرف دیکھتی رہی۔ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے ستون پر رکھی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی میرے گلے میں ڈال دی۔

مجھے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ ژولین مجھے پسند کر چکی تھی۔ میرے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ مجھے ژولین جیسی سراپا قیامت کا قرب حاصل ہوگا۔ ظاہر ہے اب میری کوئی انا، کوئی شخصیت نہیں تھی۔ علیحدہ کوئی وجود نہیں تھا۔ میں دیوانہ وار اس پر نثار ہونے لگا۔

شوق و اضطراب کی یہ شدت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ ژولین کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہوئے اور اس کی آنکھوں میں خوف اترنے لگا۔ اس نے کسمسا کر مجھے دور دھکیل دیا اور کسی نامعلوم زبان میں چیخنے چلانے لگی۔ میں نے اس کے دل سوز لہجے سے اندازہ لگایا کہ وہ کسی

سے کچھ فریاد کر رہی ہے اس کا جسم "تڑپا" پگھلا اور گھر گھر کر چھانے والے سرخ رنگ کے بادلوں نے اُسے میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ وہ چیختی رہی اور جب بادل وہاں سے ہٹے تو ژولین کی جگہ، راکھ کا ایک ڈھیر تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ چند لمحات میں یہ کیا سے کیا ہو گیا؟ یہ ناقابل فراموش اور دلخراش منظر دیکھ کر مجھ پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور جب میں آنکھیں کھولنے کے قابل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میں جھونپڑی میں موجود ہوں، سرنگا میرے سرہانے بیٹھا، مجھ پر جھکا ہوا کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سریتا خوف سے میرے ہاتھ سہلا رہی ہے، توشا اور نیری دور کھڑی ہوئی کانپ رہی ہیں۔ فلورا کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس نے مجھے دیکھ کر کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ میں خود کو دوبارہ جھونپڑی میں دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا؟ میں ابھی کہاں تھا؟ میں نے سرنگا کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا اور پوچھا کہ میں یہاں کب آیا ہوں۔ اس نے بتایا کہ پلک جھپکنے کی دیر ہوئی ہے کہ اس نے مجھے جھونپڑی میں پڑا ہوا پایا ہے وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ میں خود یہاں آیا ہوں یا کوئی اور مجھے لے کر آیا ہے۔ میرے گلے میں جارا کا کا کی کھوپڑی موجود تھی۔ سرنگا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"عزیزم جابر...... تم رات بھر کہاں غائب رہے؟" اس نے مضطرب انداز میں کہا۔ "رات بھر یہ وحشی تمہاری تلاش میں سرگرداں رہے وہ متعدد بار جھونپڑی میں آئے اور ان دونوں لڑکیوں سے کچھ پوچھ گچھ کر کے چلے گئے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔"

میں نے سرنگا کی بات کا جواب دینے کے بجائے ٹھنڈی سانس لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سریتا کا ہاتھ میں نے الگ کیا اور معذرت خواہانہ انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ دُبلی پتلی معصوم، خوبصورت لڑکی نہیں مانی اور بدستور میرے ہاتھ دباتی رہی۔ گزشتہ رات میرے ساتھ جو ہولناک واقعات پیش آئے تھے وہ ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ ژولین کو کیا ہوا؟ کیا یہ سب ایک سحر سیاہ تھا؟ میری واپسی کتنی اچانک ہوئی ہے۔ کیا میں جارا کا کا کی کھوپڑی کی وجہ سے اس عظیم الشان قصر سے واپس آ گیا؟ کیا ژولین؟ میں رات کے واقعات کی عقلی اور منطقی توجیہہ ڈھونڈنے میں غلطاں و پیچاں تھا اور یہ میری بھول تھی۔ اس طلسم خانے میں عقل و منطق کی کیا گنجائش؟ مجھے خاموش اور فکر میں مستغرق دیکھ کر سرنگا کہنے لگا۔" سیدی جابر، یہ کھوپڑی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟" اس نے دریافت کیا۔ "کیا رات تم نے کوئی معرکہ سر کرنے کی کوشش کی تھی؟"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بوڑھے سرنگا کو کیا جواب دوں۔ مقدس کھوپڑی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک پیدا ہوئی مجھے گمان ہوا کہ کہیں اس کھوپڑی کے حصول کے لیے سرنگا مجھے قتل نہ کر دے۔ چنانچہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں نے کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس طرح میں سرنگا کو ٹال کر یہ فیصلہ کرنے کا وقت لے سکتا تھا کہ مجھے اسے یہ سارا واقعہ بتانا چاہئے یا نہیں۔ سرنگا اب تک میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا تھا۔ اس کی رفاقت میرے لیے بڑی غنیمت تھی۔ مگر میرا دماغ ان پے در پے ناقابل قیاس واقعات سے پریشان تھا۔ میں کچھ دیر سکون چاہتا تھا لیکن سکون اس جزیرے میں قدم رکھتے ہی ہم سے جدا ہو گیا تھا۔ ادھر میں نے آنکھیں بند کیں، ادھر جھونپڑی کے دروازے پر شور ہوا۔ پھر روشنی کے ساتھ ہی ایک خونخوار، دیو ہیکل حبشی گلے میں بڑے بڑے کڑے ڈالے جسم پر نقش و نگار بنائے اندر داخل ہوا۔ اس کی صورت اتنی خوفناک اور بھیانک تھی کہ مجھے جھرجھری آ گئی۔ سریتا نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا۔ توشا اور نیری اس مکروہ شخص کو دیکھتے ہی تیزی سے اٹھیں اور اس کے قدم چاٹنے لگیں۔ یہ ان کی گہری عقیدت اور اس شخص کی عظمت و برتری کا ثبوت تھا لیکن وہ شخص ان دونوں سے بے نیاز فلورا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے

دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے جھک کر فلورا کا ایک ہاتھ اٹھایا۔ اسے سونگھا اور پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر بدن کے مختلف حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی اور حیرت سے مجھے گھورنے لگا۔ ''شوالا!'' میرے ذہن میں جب شوالا کا نام اُبھرا تو میں سرتا پا لرز گیا۔ اس کی گردن پر سانپ جھول رہے تھے اور عجیب و غریب قسم کے کیڑے اس کے جسم سے چپٹے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی نگاہوں میں قہر آ گیا۔ کچھ دیر تک وہ خوں بار انداز سے گھورتا رہا جیسے مجھے قید خانے کی آخری تہہ میں پہنچانے کے منصوبے سوچ رہا ہو۔ سرنگا نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا کہ میں پیچھے ہو جاؤں لیکن خوف و لرزش کے باوجود میں نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں سے نہیں ہٹائیں۔ پھر وہ میرے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی دیکھتے ہی چونک پڑا۔ ایسا لگا جیسے یہ مقدس کھوپڑی میرے گلے میں دیکھ کر اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی گہری ہو گئی۔ وہ اپنی زبان میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

''تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟'' اس کی زبان اس کے چہرے کی طرح کرخت اور سخت تھی۔

''ہاں، مقدس شوالا! میں رحم کا خواستگار ہوں۔'' میں نے بمشکل تمام کہا۔

''تم نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے، تم پر دیوتاؤں کا قہر نازل ہوگا۔'' شوالا نے حقارت سے کہا۔

میں نے گڑگڑا کر اس سے رحم کی اپیل کی لیکن اس نے ہر بار مجھے دیوتاؤں کے قہر و غضب سے دھمکایا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ یہاں ہمارا حکم چلتا ہے۔ تم نے من مانی کیوں کی؟'' اس نے شعلہ بار لہجے میں کہا۔

''مجھ سے غلطی ہو گئی مقدس شوالا۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تمہیں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نے ایک گناہ نہیں، کئی گناہ کئے ہیں۔'' یہ کہہ کر شوالا نے ایک چیخ بلند کی اور پشت پر کھڑے ہوئے تیز ابرواروں کو اشارہ کیا۔ وہ مجھ سے دور دور تھے۔ میں نے انکار کی جرأت نہیں کی۔ چپ چاپ ان کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے حسرت کی ایک نظر سریتا، سرنگا اور فلورا پر ڈالی۔ ہر لمحے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہ ہمارا آخری وقت ہے۔ سریتا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کی اس محبت پر میرا دل بھر آیا۔ جب مجھے وہ جھونپڑی کے باہر کھلے میدان میں لے گئے تو ڈھول پیٹے جانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک انبوہ کثیر نظر آنے لگا۔ شوالا قہر و غضب کے کسی دیوتا کی طرح میرے قریب کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار میرے گلے میں پڑی ہوئی جارا کاکا کی کھوپڑی کی طرف اُٹھ جاتی تھیں اور ان میں خون اتر آتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی اضطراب سے دوچار ہے۔ وہ عجیب عجیب، بے ہنگم قسم کی حرکتیں کر رہا تھا۔ کبھی اپنے گلے میں پڑے ہوئے کڑے کھینچنے لگتا۔ کبھی اپنے جسم کا رنگ کھرچنے لگتا۔ کبھی بال کھسوٹنے لگتا۔ وہ اسی کیفیت سے کافی دیر تک دوچار رہا۔ پھر اس نے ایک گرج دار آواز اپنے حلق سے نکالی۔ اتنی بھیانک کہ میرے اطراف کھڑے ہوئے تیز ابروار حبشی بھی کانپ اُٹھے۔ موت کا یہ جشن نقاروں کی گونج میں منایا جا رہا تھا۔ شوالا نے ہلاکت خیز آواز میں کہا۔ ''اے منحوس اجنبی مقدس جارا کاکا کی کھوپڑی اپنی گردن سے اتار دے، یہ شوالا کا حکم ہے۔''

شوالا کا حکم سن کر مجھے اپنی سانس اُکھڑتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن میں مستعد کھڑا رہا۔ مجھے تو شایاد آئی جس نے کہا تھا کہ جس شخص کے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی ہو وہ آسمانی بلاؤں اور زمینی فساد و شر سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خیال آیا تو کچھ ہمت پیدا ہوئی۔ میں نے سوچا جابر شوالا کھوپڑی

اتارنے کا حکم اتنی سختی سے کیوں دے رہا ہے اور ژولین نے اپنی شرط منواتے وقت کھوپڑی اتارنے کی ہدایت کیوں کی تھی۔ بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔ میں نے ہمت کر کے شوالا کو مخاطب کیا۔ "شوالا، مجھے علم ہے کہ تم توری قبیلے کے معزز سردار ہو، میں تمہاری پُراسرار طاقتوں کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔ حالات نے مجھے تمہارے آگے بے بس کر دیا ہے لیکن میں ذلت کی زندگی کے بجائے عزت کی موت مرنا پسند کرتا ہوں۔ مقدس جاراکا کی یہ کھوپڑی میں نے طاقت سے حاصل کی ہے۔ میں اسے نہیں اتار سکتا۔ تم ایک بے بس انسان کے سامنے اپنی پُراسرار طاقت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو یہ شعبدے علیحدہ رکھو، میں تم سے لڑنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، تجھے یہ سب کہاں سے معلوم ہوا ہے۔" شوالا نفرت انگیز لہجے میں بولا۔ "تو نے اس بدبخت توشا کو مجبور کر دیا تھا۔ تو نے میری امانت میں خیانت کر کے ایک ذلیل جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ شوالا مدفون مردوں کا حال بھی جان سکتا ہے تو شا نے مجھ سے غداری کی ہے۔"

شوالا نے چند وحشیوں کو اشارہ کیا۔ اس کے حکم پر نیزہ بردار حبشی دوبارہ جھونپڑی میں گئے اور توشا کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے مجھے حیرت تھی کہ توشا کے منہ سے اس وحشیانہ رویے پر ایک آہ تک نہ نکل سکی۔ البتہ وہ خوف سے زرد ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے سرنگا، سرینا اور نیری بھی نیزہ برداروں کے ساتھ اس اژدہام میں شامل ہو گئے۔ توشا نے مجھے دیکھا تو نفرت سے منہ پھیر لیا۔

شوالا نے با آواز بلند توشا پر غداری کا الزام عائد کیا۔ توشا جواب دینے کے بجائے خاموش کھڑی رہی۔ شوالا چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھ سینے کی سیدھ میں آگے کی جانب پھیلائے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو حرکت دی۔ اچانک میرے، سرینا اور توشا کے منہ سے ایک چیخ نکل پڑی جس جگہ توشا کھڑی تھی، وہاں زہریلے ناگوں نے نہ جانے کن راستوں سے آ کر گھیرا ڈال لیا تھا اور خطرناک انداز میں پھنکار رہے تھے۔ توشا کی خاموشی برقرار نہ رہ سکی۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں وحشت سے باہر نکل آئی تھیں۔ زہریلے ناگ اپنی زبانیں نکالے جھوم رہے تھے۔ پھر جو منظر میں نے دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے۔ زہریلے ناگوں نے جس حصے کا احاطہ کر رکھا تھا وہاں زمین کے چھوٹے موٹے سوراخوں سے بے شمار آدم خور چیونٹیاں نمودار ہو کر توشا کے بدن سے لپٹ گئیں۔ توشا نے خود کو بچانے کی جدوجہد کی لیکن ناکام رہی۔ اس کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ چیونٹیوں نے اسے چھپا لیا اور منٹوں میں ان کا زہر تیزی سے اس کے خون میں سرایت کر گیا۔ وہ تڑپتی اور زمین پر ہاتھ پیر مارتی رہی لیکن چیونٹیوں کے اس ہجوم نے اس طرح یلغار کی تھی کہ توشا زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی۔ شوالا اپنے عمل میں مصروف تھا اور گردن اٹھا اٹھا کر دلچسپی سے توشا کا یہ عبرتناک انجام دیکھ رہا تھا۔ ڈھول پٹ رہے تھے۔ میری حالت ابتر ہو گئی تھی میں نے افریقہ کے جنگلوں میں پائی جانے والی ان چیونٹیوں کے بارے میں پہلے سنا ہی تھا۔ اب آنکھوں سے دیکھ لیا۔ توشا کا سارا بدن ان چیونٹیوں نے کھا ڈالا۔ میری نظروں کے سامنے محض ہڈیوں کا پنجر رہ گیا تھا۔

سرینا بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ میری طبیعت بھی مکدر ہو گئی تھی۔ شوالا نے مجھے مخاطب کیا۔ "دیکھا تو نے مجرم توشا کا انجام؟ یہ ہے میری طاقت، میں کہتا ہوں تو مقدس جاراکا کی کھوپڑی اتار دے۔"

سرنگا نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ میں انکار کر دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ شوالا تلملا کر رہ گیا اور مجھے بھیانک سزاؤں سے ڈرانے

دھمکانے لگا۔ یہ بات اب آسانی سے سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ لوگ خود بڑھ کر جارا کا کا کی کھوپڑی میری گردن سے اتارنے میں گریز کر رہے ہیں۔ یقیناً اس میں بھی ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ میں نے کھوپڑی پر اپنی گرفت اور مضبوط کرلی اور سرنگا کے اشارے پر دوبارہ منع کر دیا۔ شوالا یہ کہہ کر وہاں سے پیر پٹختا ہوا رخصت ہو گیا کہ وہ دو دن کی مہلت دے رہا ہے، اگر کھوپڑی نہیں اتاری گئی تو کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔

ہم سب نیم جان و دل جھونپڑی میں واپس آ گئے۔ سریتا کا برا حال تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اندر فلورا نجانے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ غالباً اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ سرنگا اس سر جھکائے کچھ سوچنے لگا تھا۔ یکایک وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "عزیزم جابر! تم نے بتایا نہیں، کہ یہ کھوپڑی تم نے کہاں سے حاصل کی ہے، کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا؟"

"نہیں نہیں، سرنگا۔" میں نے شرمندگی سے کہا۔ "اگر ہم بچے کھچے لوگ ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کریں گے تو پھر کس پر کریں گے۔"

"رات کی سرگزشت بتاؤ، شاید میں کوئی راہ نکال سکوں۔" سرنگا نے حوصلہ دلایا۔

"راہ..... تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں سرنگا، ہماری کشتی چھپا دی گئی ہے یا ضائع کر دی گئی ہے۔ ہم یہاں مرنے کے لئے آئے ہیں۔ اب کیا رہ گیا ہے۔ جلد ہی یہ روز روز کا تماشا ایک دم ختم ہو جائے گا سرنگا اب میں تھک چکا ہوں۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"تم ہمت ہار بیٹھے؟ ہو جب تم نے جارا کا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے ایک کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ مجھے بتاؤ یہ سب کیسے ہو گیا؟"

اس کے اصرار پر میں نے گزشتہ رات کی تمام سرگزشت سنا دی۔ سرنگا شوق اور حیرت سے سب کچھ سنتا رہا اور آنکھیں پٹ پٹاتا رہا۔

"جابر! کیا تمہیں وہ غار یاد ہے؟" اس نے کہا۔

"میں اسے تلاش کر سکتا ہوں۔" میں نے اضمحلال سے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے لے کر وہاں چل سکتے ہو؟"

"مگر سرنگا یہ کس طرح ممکن ہے کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔"

"مگر کیوں؟"

"تمہیں پتہ نہیں کہ تم منزل سے کس قدر قریب پہنچ گئے تھے، تم نے اپنی جذباتی طبیعت، کم فہمی اور جلد بازی سے بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ تم نے مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ بہر حال یہ کھوپڑی اپنے پاس محفوظ رکھو۔ یہاں ابھی تمہیں کچھ اور بھی دلچسپ اور خوبصورت مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے پاس کھوپڑی موجود ہے، میری اور سریتا کی فکر نہ کرو۔ میں اپنی حفاظت خود کر سکتا ہوں۔ میرے عزیز۔ یہ اسرار کی دنیا ہے۔ میں نے تمہیں بہت سمجھایا لیکن تم نے شاید غور سے میری باتوں پر توجہ نہیں دی۔ عزیزم حوصلے سے کام لو مجھے کسی طرح اس سرنگ میں پہنچا دو۔"

"کیا تم سریتا کے ساتھ جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

''نہیں سریتا یہیں رہے گی۔''

''کیا سریتا کا یہاں تنہا رہنا ٹھیک ہوگا؟''

سرنگا نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ سریتا کو یہاں تنہا نہیں چھوڑا جاسکتا تھا۔ نہ جانے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ سرنگا اس بے چینی سے پہلو بدلنے لگا اور آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ سریتا کا یہاں رہنا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ ہم نے طے کیا کہ جب فلورا یہاں سے شوالا کے پاس چلی جائے گی اور نیری اس کے ساتھ رخصت ہو جائے گی تو ہم سریتا کے ساتھ یہاں سے فرار کی کوشش کریں گے۔

ہم دونوں دیر تک اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچتے رہے۔ سرنگا کے لہجے کی تمکنت اور معنی خیزی سے میں پہلے ہی متاثر تھا۔ وہ میرے لیے ایک بہت ہی انمول شخص ثابت ہوا تھا۔ اسے اپنے آپ پر قابو رکھنے کی غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ وہ کچھ ایسی پُر اسرار باتیں اور حرکتیں کرتا رہتا تھا جو میری عقل میں نہیں آتی تھیں۔ سارا دن ہم دونوں ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہے۔ سریتا بھی میرے قریب بیٹھی غور سے گفتگو سنتی رہی، صبح سے شام تک آنسو بہانے کے سوا اسے کوئی کام نہیں تھا۔ نیری نے دن بھر مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ وہ حسرت ناک نظروں سے میری طرف دیکھتی اور فلورا کے بدن سے کیڑے علیحدہ کرنے میں مصروف ہو جاتی۔ مجھے اس کی حالت پر رہ رہ کر ترس آتا تھا۔ سریتا بے کار بیٹھے بیٹھے اکتا گئی تھی۔ اسے جب کوئی کام نہیں ملا تو وہ میرا سر دبانے لگی۔ یہ معصوم لڑکی دھیرے دھیرے، بہت آہستہ آہستہ اپنے اندر کے جوہر مجھ پر عیاں کر رہی تھی۔ جب اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تو ہم خاموش ہو گئے۔ کب تک باتیں کرتے؟ ہم آنے والی کل کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔ آنے والی کل بڑی غیر یقینی تھی۔ میں سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے کہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی میرے گلے سے یہ کھوپڑی نہ اتار لے۔ ممکن ہے سرنگا کی نیت خراب ہو جائے ممکن ہے نیری اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس کھوپڑی کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلسل جاگتا رہوں۔ سوچتے سوچتے میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ کھوپڑی گلے سے اتار کر اپنی شکستہ پتلون کے اندر ڈال لوں اور اس کا سرکسی بٹن سے باندھ لوں لیکن اس سے کہیں کھوپڑی کی بے حرمتی نہ ہو۔ میں لیٹا رہا۔ جب بھی غنودگی طاری ہونے لگتی میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا۔ جب بھی اٹھتا نیری کو اداسی کے عالم میں بیٹھی ہوئی دیکھتا۔ وہ توشا کی المناک موت کے غم سے نڈھال تھی اور اپنے انجام کی طرف سے متفکر نظر آتی تھی۔ آج تو شوالا نے اسے چھوڑ دیا تھا مگر کل کیا ہوگا؟ اس کا جرم بھی توشا کی نوعیت کا تھا۔

میرا دل کہنے لگا کہ اسے قریب بلاؤں۔ آخر وہ جاگ کیوں رہی ہے؟ آہ کل یا پرسوں وہ بھی ذبح کر دی جائے گی۔ میں نے اسے انگلی کا اشارہ کیا۔ جب وہ نہیں آئی تو کچھ توقف کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ ''نیری۔ مجھے توشا کے انجام پر افسوس ہے مگر تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں محض ایک قیدی ہوں۔ کاش میں اس کی کوئی مدد کر سکتا۔''

جواب میں وہ سسکنے لگی میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جارا کا کی کھوپڑی سے خوفزدہ ہے۔ میں نے بار پلٹ کر کھوپڑی کا رخ پشت کی طرف کر دیا۔ ''آؤ آؤ نیری۔ مقدس جارا کا کی کھوپڑی اب تمہارے سامنے نہیں ہے کل پتہ نہیں تمہارے اور میرے ساتھ کیا ہو؟ ہمارے پاس صرف آج کی مہلت ہے۔ کل کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہاں ہر سو خوں ریزی ہے، درندگی کا کھیل ہے ہم تم جو اس وقت سچے انسان

ہیں کیوں نہ انسانوں کی طرح ملیں۔ زندگی کا جو مختصر وقت ملا ہے اسے کیوں نہ لطف کے ساتھ گزارا جائے۔ تم موت سے ڈرتی ہو۔ ایک وقت تھا کہ میں بھی ڈرتا تھا مگر موت کئی بار آ کر ٹل گئی۔ ہر بار میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور ہر بار مجھے زندگی ملی۔ اب میں نے موت کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیا ہے۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔'' میں اس کی افسردگی دور کرنے کے لئے حیات و ممات کے فلسفے پر اس کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں آہستہ آہستہ درس دے رہا تھا۔ نہ معلوم وہ میری باتیں سمجھ رہی تھی یا نہیں۔ میں اسے باتوں میں لگا کر کچھ وقت لینا چاہتا تھا۔

یہی موقع تھا جب میں اس سے مقدس اقابلا، جارا کا کا کی کھوپڑی کے کمالات اور اثرات کے بارے میں ضروری باتیں پوچھنا چاہتا تھا لیکن تیری آج کچھ بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ وہ جواباً میری آغوش پر چھپنے لگتی اور جب میں اسے زیادہ پریشان کرتا تو سسکیاں لینے لگتی۔ مگر میں نے سوالات کا سلسلہ بند نہیں کیا۔ پوچھتا رہا۔ اس نے بھی اپنی خاموشی نہیں توڑی۔ چپ چاپ میری باتیں سنتی رہی۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور جھنجوڑ کر اس سے پوچھا تو اس نے رو دینے والے انداز میں کہا کہ وہ مزید کچھ نہیں جانتی۔ وہ اور تو شاید جتنا کچھ جانتی تھیں، وہ پہلے ہی بتا چکی تھیں۔ جارا کا کا کی کھوپڑی کے متعلق اس نے صرف اتنا بتایا کہ وہ ان کے نزدیک سب سے مقدس اور محترم ہے۔ اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس کے اطلاقات اور طریقہ استعمال سے وہ قطعاً ناواقف تھی۔ میں کچھ اس انداز میں سوالات کر رہا تھا جیسے میں جانتا تو سب کچھ ہوں لیکن برائے گفتگو برائے بحث پوچھ رہا ہوں۔

تیری معصومانہ انداز میں صرف ہوں ہاں کر رہی تھی۔ وہ بڑے لطیف احساسات کی حامل تھی۔ میں ایک بار اسے خوب اچھی طرح پرکھ چکا تھا۔ اب پھر وہ میرے قریب تھی۔ بہت قریب۔ میں نے اسے زمین پر لٹا دیا اور خود بھی اس کے برابر لیٹ گیا۔ اس کا بدن گرم تھا اور میرا لہو بھی سرد تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونوں یہ بھول گئے کہ ہم وادی اجل میں ہیں۔ موت ہمارے سرہانے کھڑی ہے اور کسی بھی لمحے ہمیں دبوچ سکتی ہے۔ تیری اب پوری طرح مغلوب ہو چکی تھی۔ جارا کا کا کی کھوپڑی میرے دائیں بازو کے قریب پڑی آتش شوق کا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ میں جذبات کے طوفانی دھارے میں بہنے لگا۔

''بس بس۔'' اس نے کہا۔ ''اب یہ ناممکن ہے۔''

''کیوں؟ آخر تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔'' اس نے اکراہ سے کہا۔

''کیا تم پھر خوفزدہ ہو گئی ہو؟'' میں نے پیار سے پوچھا۔

''نہیں، وہ، یہ گناہ ہے۔'' اس نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''گناہ؟ وہ کیسے؟'' میں نے ہنس کر پوچھا۔

''وہ، وہ سامنے ہے۔'' اس نے جارا کا کا کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا۔

''تو کیا ہوا؟''

http://kitaabghar.com

''اس کی موجودگی میں یہ گناہ ہے۔ یہ ہمارے قبیلے کی رسم ہے کہ جن لوگوں کے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی ہوتی ہے وہ جسمانی میل ملاپ نہیں کرتے۔''

میں نے عالم وارفتگی میں اسے اور دبوچتے ہوئے کہا۔ ''تم اس کھوپڑی سے ڈرتی ہو؟ اس بے جان شے میں کیا دھرا ہے۔ یہ تم لوگوں کا اندھا اعتقاد ہے۔'' میں نے اسے آمادہ کرنے کے لئے یہ بات کہہ تو دی، لیکن میں خود اس کھوپڑی کا قائل ہو گیا تھا۔

''نہیں۔ جب تک تمہارے جسم پر یہ مقدس کھوپڑی ہے، ایسا نہیں کیا جا سکتا۔'' نیری نے بہکی بہکی سانسوں کے درمیان کہا۔

اس لمحہ سرمستی میں نیری کے اچانک انکار سے مجھ میں سرکشی آ گئی تھی مجھ پر ایک جنون طاری ہو گیا تھا۔ میری عقل کھوپڑی کی علیحدگی کے لئے ہرگز تیار نہیں تھی مگر دل تھا کہ نیری کی بات مان لینے کو بے چین تھا۔

میری عقل نے دلیل دی کہ اگر میں صرف تھوڑی دیر کے لئے جارا کاکا کی کھوپڑی اتار دوں تو آخر کیا حرج ہے۔ اس لڑکی کے دست و بازو اتنے قوی نہیں ہیں کہ وہ زبردستی اپنے گلے میں یہ طوق زریں پہن سکے۔ سرنگا بے حس و حرکت پڑا ہے۔ فلورا اپنے حواس میں نہیں ہے۔ سرجا کونے میں دبکی سو رہی ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''نیری میرے پاس آؤ دیکھو میں یہ کھوپڑی اپنے گلے سے اتار رہا ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

ابھی میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ہار اتارنا چاہا ہی تھا کہ سرنگا بجلی جیسی سرعت سے اٹھ گیا اور اس نے میرا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ ''کیا غضب کرتے ہو جابر۔'' سرنگا گرجنے لگا۔ ''شاید تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ بدبخت اگر یہ کھوپڑی تمہارے گلے سے اتر گئی تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ تم سمجھتے کیوں نہیں؟ یہ لڑکی توشا کا انجام دیکھ چکی ہے۔ اب غالباً شوالا سے اپنی سزا معاف کرانے کے لئے یہ اس کی خدمت میں جارا کاکا کی کھوپڑی تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے۔ تم کیسا زبردست خطرہ مول لے رہے ہو بڑے نادان ہو۔''

سرنگا کے مخل ہونے پر میں بہت تلملایا۔ اس وقت کوئی اور ہوتا تو میں اس کا خاتمہ کر کے بھی اپنے جسم کی آگ بجھا لیتا مگر سرنگا پر میرا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا تھا۔ سرنگا نے میرے بال نوچنے شروع کر دیئے تھے تاکہ میں اپنے بھٹکتے ہوئے خیالات کا رخ موڑ سکوں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ نیری اتنی ذہین ہو سکتی ہے، میں نے ندامت سے گردن جھکا لی۔ سرنگا فلسفیانہ انداز میں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ رات گزرتی گئی۔ نیری ابھی تک جاگ رہی تھی۔ مجھے اب نیند آنے لگی تھی لیکن نیری کی شب بیداری میں سونا خطرہ کا سبب بن سکتا تھا مگر میں کب تک جاگتا رہتا۔ آخر میری آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب نیری میرے گلے پر جھکی ہوئی بہت آہستگی سے ہار نکالنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ میں تیزی سے اٹھا۔ نیری مجھے اچانک اٹھتا ہوا دیکھ کر جھونپڑی کے دروازے تک بھاگی۔ سرنگا کا گمان سچ نکلا میں نے طے کر لیا کہ مجھے اس کا کام تمام کر دینا چاہئے۔

یہ کام بہت سخت تھا اور میرے جیسے شخص کے لئے تقریباً ناممکن تھا لیکن نیری کی بے وفائی اور حشیوں کے خلاف نفرت نے مجھے انتقام لینے پر مجبور کر دیا۔ میں نے مصمم عزم کر لیا کہ نیری کو ہمیشہ کے لئے سلا کر اپنی زندگی کا چراغ جلاؤں۔ میں اٹھا اور بلا کی طرح اس کی طرف بڑھا لیکن اسی وقت ایک تیز آواز سے جھونپڑی کا دروازہ کھلا جیسے کسی نے زور سے اسے دھکا دیا ہو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کا ذکر نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ مختصراً

یہ کہ کسی آدمی کے بجائے کرکٹ کی گیند کے برابر ایک روشن گولا فضا میں تیرتا ہوا اندر داخل ہو کر اوپر فضا میں معلق ہو گیا۔ نیری وہ پُراسرار گولا دیکھ کر ہذیانی انداز میں چیختی چلاتی ہوئی ایک طرف ہٹی، لیکن روشن اور متحرک گولے نے پھر اس کی طرف رخ کر لیا۔ نیری کا برہنہ بدن گولے سے ٹکرایا اور دیکھتے دیکھتے شعلوں کی زد میں آ گیا اور ایک ہی لمحے میں راکھ بھی ہو گیا۔ اسے تو شاکی طرح نہ پھڑ پھڑانے کی اجازت ملی نہ آہ و بکا کی۔ وہ شوالا یا اقابلا یا جارا کا کا، پتہ نہیں کس کے طلسم کا نشانہ بن گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آگ کے شعلے نے نہ تو وہ خشک گھاس جلائی جو زمین پر پڑی تھی اور نہ ہی جھونپڑی کو کوئی نقصان پہنچا اور دوسری تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس ہنگامے میں سریتا اور سرنگا کی آنکھ تک نہ کھلی۔ حالانکہ سرنگا عموماً جاگتا رہتا تھا۔ وہ ایک مضبوط اعصاب کا شخص تھا جس کے متعلق میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ سوتا نہیں ہے۔ تاریک براعظم کے ان کرشموں نے اسے بھی سلا دیا تھا۔ جب نیری کا جلا ہوا بدن راکھ کا ڈھیر بن گیا تو میں نے سرنگا کو جگانا چاہا مگر اس کے بجائے سریتا خود بخود انگڑائی لے کر اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''سریتا۔ کیا بات ہے؟ تمہاری آنکھ کیسے کھل گئی؟'' سریتا میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے آہستہ سے اٹھی اور سرنگا کو پھلانگ کر دروازے کی جانب بڑھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کسی ضرورت سے بیدار ہوئی ہے لیکن اس کے چلنے کا انداز عجیب تھا۔ وہ میرے قریب سے کترا کر نکل گئی۔ میں نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ ''سریتا رات کے وقت تمہارا تنہا باہر جانا مناسب نہیں ہے۔ سرنگا کو بیدار کر لو'' اس بار بھی سریتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اس سے اس رویے کی توقع نہیں تھی۔ اچانک مجھے خیال آیا کہیں وہ بھی کہیں وہ بھی اس وقت کسی طلسمی عمل کا شکار تو نہیں؟ میں نے لپک کر اسے جا لیا اور اس کی کلائی پکڑ کر درشت لہجے میں پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو تم؟''

میرے خدا۔ سریتا نے خوفناک نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی قہر آلود نظریں میرے جسم میں چبھنے لگیں۔ میں نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔ سرنگا کو آواز دینا چاہی لیکن اس سے پیشتر ہی اس دھان پان سی نازک شرمیلی لڑکی نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑا لی۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے دبلے دبلے ہاتھوں میں اس قدر طاقت ہو گی۔ اس کا کلائی چھڑانے کا انداز دیکھ میں گھبرا کے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سریتا مشینی انداز سے گھومی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

میں نے بھی اس کی پیروی میں دروازے سے باہر جانا چاہا لیکن پہرے دار حبشیوں نے اپنے نیزوں سے میرا راستہ روک دیا۔ میری عقل خبط تھی۔ ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو میں نے سرنگا کو جھنجوڑنا شروع کر دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور تعجب سے پوچھنے لگا۔ ''جابر۔ کیا بات ہے کیا پھر کوئی واقعہ پیش آیا ہے۔''

''جلدی اٹھو سرنگا۔ سریتا چلی گئی۔''

''سریتا چلی گئی؟ کہاں؟'' سرنگا نے تیزی سے نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر چیتے کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ''کہاں گئی سریتا؟''

''مجھے نہیں معلوم میں نے اسے روکا تھا لیکن.....''

''لیکن کیا؟''

میں نے پہلی بار سرنگا کو حواس باختہ دیکھا۔ وہ مجھ پر برہم ہو گیا اس نے میری گردن جکڑ لی۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لیے کہ

اس کا یہ اضطراب اور جنون قطعی فطری تھا۔ اس نے جلد ہی مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا۔ ''تم نے اسے جانے کیسے دیا؟ تم ایک لڑکی کو نہ روک سکے؟''

میں نے اسے تحمل کی تلقین کی اور ایک ہی سانس میں پوری رات کی ہلاکت خیز روداد تفصیل سے سنا دی۔ وہ کچھ پاگل سا ہو گیا لیکن اس کی یہ کیفیت عارضی تھی۔ اس نے جلد ہی سر جھٹک کر اپنے بے لگام دل و دماغ کو قابو کیا۔ اس کے بعد وہ پھر سے ایک پرانا، ٹھنڈا، پُر اسرار اور تجربہ کار بوڑھا گدھ ہو گیا۔ اندھیرا میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''جابر۔ سریتا کو اغوا کر کے ان حبشیوں نے اچھا نہیں کیا۔ بہت برا کیا ہے۔ انہیں سریتا کو واپس کرنا ہو گا۔''

میں نے اس کی بات پر ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''تم کہاں تک جاؤ گے؟ ان طلسمی چکروں سے کب تک بچو گے؟ یہ تو بہت پہلے ہونا تھا!''

سرنگا کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ اُبھر آئی۔ اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنی مورتی نکالی جو میں متعدد بار دیکھ چکا تھا۔ پھر اس نے کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا۔ میں نے پھر ایک قہقہہ لگایا لیکن وہ میرے ہذیان سے بے پروا مورتی سامنے رکھے اناپ شناپ کچھ کہتا رہا۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل زمین پر جھک گیا۔ اس کی آواز بتدریج تیز ہونے لگی اور کسی مجنوں کی سی کیفیت ہو گئی۔ میرا خیال تھا کہ سریتا کے جانے سے اس کے دماغ پر برا اثر پڑا ہے لیکن مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ مورتی اپنا حجم بڑھا رہی ہے۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سرنگا تیزی سے کچھ پڑھ رہا تھا۔ میرا خون شریانوں میں منجمد سا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا کہ پتھر کی اس مورتی نے ایک جیتی جاگتی ہندوستانی عورت کی شکل اختیار کر لی۔ وہ کوئی دیوی تھی۔ جھونپڑی کے سناٹے میں ایک شیریں آواز ابھری یہ ای پُر اسرار عورت کی آواز تھی۔ اس نے سرنگا کو مخاطب کر کے کچھ کہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ سرنگا فرطِ عقیدت سے عورت کے قدموں پر اپنی آنکھیں اور گال رگڑنے لگا اور آنسو بہاتا ہوا گڑگڑانے لگا۔ یہ بڑا ناقابلِ یقین سا پُر اسرار منظر تھا۔ سرنگا نے عاجزی سے اور عورت نے پُر سکون لہجے میں کچھ باتیں کیں۔ میں ان کی زبان سے ناواقف تھا۔ جب سریتا اور سرنگا کے نام درمیان میں آتے تو میں کچھ سمجھ جاتا کہ بات انہی کے متعلق ہو رہی ہے۔

سرنگا کا یہ عمل کوئی دو منٹ سے زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ جب اس نے عورت کے پیر چھوئے تو اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور غائب ہو گئی۔ اب وہاں وہی چھوٹی سی مورتی تھی اور سرنگا تھا۔ سرنگا نے احتیاط سے مورتی جیب میں رکھی اور فخر سے میرے پاس آیا۔ ''حیران ہو سیدی جابر؟''

میں خاموش رہا تو کہنے لگا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔''

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر حکمیہ انداز میں کہا۔ ''ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لو اور دوسرے ہاتھ سے جارا کاکا کی کھوپڑی تھام لو اور مجھے اس غار تک لے چلو۔''

''سرنگا۔'' میری زبان میں لکنت آ گئی۔

''سرنگا میں کہتا ہوں اب تمہارا وہاں جانا بے سود ہو گا۔'' میں نے اس وحشت زدہ شخص کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس گلبدن ژولین کو اپنی نظروں کے سامنے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا۔''

''میری ہدایت پر عمل کرو عزیزم جابر۔ ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ تھام لو اور دوسرا ہاتھ جارا کاکا کی کھوپڑی پر جما لو۔ ہمارا اس غار تک پہنچنا

ضروری ہے۔ جہاں تم ژولین سے ملے تھے۔'' سرنگا نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن سرنگا تم......'' میری آواز میں لکنت آ گئی۔

''دیر مت کرو عزیزم جابر گھبراؤ نہیں، میں نے تم سے کہا نہیں کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ ہم یہاں کب تک پڑے رہیں گے؟ اب سرینا بھی غائب ہوگئی۔ فلورا تمہارے سامنے بے ہوش پڑی ہے انھوں نے ایک ایک کر کے ہمارے ساتھیوں کو ختم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر جوزا ابھی تک بیمار ہے۔ کیا تم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے یہاں بیٹھے رہنا چاہتے ہو؟ کیا ہمیں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے؟ کیا ہم ان وحشیوں کے ظلم و ستم کا اسی طرح نشانہ بنتے رہیں؟''

''سرنگا۔ سرینا چلی گئی ہے تو تم اس طرح کی باتیں کرنے لگے ہو حرکت کی ابتدا تو میں نے کی تھی۔ تم اس وقت میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے، مجھے پُر سکون رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ فلورا اور سرینا میں اتنا فرق ہے کہ سرینا کی گمشدگی سے تمہارے سرد خون میں ابال آ گیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری کوئی کوشش کامیاب ہوگی؟ جادو، پُر اسرار واقعات، چاروں طرف سمندر، یہ اجنبی چہرے یہ طلسمی ماحول اور ہماری ناتوانی، خاموشی اور سکون سے موت کے منتظر رہو۔ اب مفر کی کوئی صورت نہیں۔'' میں نے زہر خند سے کہا۔ ''یہاں تم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے، کیوں الجھن میں پڑے ہو؟ ژولین نے کہا تھا کہ آج تک کوئی اجنبی اس جزیرے سے واپس نہیں گیا۔ بس موت ہی ہمیں ان مصائب سے نجات دلا سکتی ہے۔''

''جابر کچھ سمجھنے کی کوشش کرو، اب کیفیت وہ نہیں ہے جو پہلے تھی۔ تم نے ایک غار کا پتہ چلا لیا ہے اور جارا کا کی مقدس کھوپڑی حاصل کر لی ہے اور میں نے اپنی دیوی سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ عزیزم یہ وقت تلخ باتیں کر کے گنوانے کا نہیں، ہمیں متحد ہو کر کچھ کرنا چاہیے۔ زندگی رہی تو تم مجھے بہت سے طعنے دے لینا۔'' سرنگا کے لہجے میں شکستگی اور اضمحلال تھا۔

''فلورا یہاں اسی طرح تنہا پڑی رہے گی؟ اب اس کے پاس تو شا اور نیری بھی نہیں ہیں، کیا ہمارا اسے تنہا چھوڑ کر جانا مناسب رہے گا، یہ ظلم ہے سرنگا۔''

میں نے فلورا کی جانب اشارہ کیا۔ جو نیم جاں حالت میں تماشائے عبرت بنی وہاں پڑی ہوئی تھی۔ سامنے نیری کا جلا ہوا ڈھانچا تھا۔ اس بوڑھے پُر سکون شخص سرنگا کو میں نے پہلی بار مشتعل اور حواس باختہ دیکھا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ مکروہ چہرے والے حبشی سرینا کے ساتھ بھی فلورا والا واقعہ دہرائیں گے۔ سرنگا بڑے اطمینان سے کہا کرتا تھا کہ وہ سرینا پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ اس کا یہ اعتماد کسی قدر بجا بھی تھا کیونکہ میں نے ابھی ابھی پتھر کی چھوٹی مورتی کو ایک ہندی عورت کی شکل میں نمودار ہو کر سرنگا سے کچھ باتیں کر کے غائب ہوتے دیکھا تھا۔ عورت کے غائب ہو جانے کے بعد سرنگا کے چہرے پر اطمینان سا نظر آیا تھا۔ میرے لیے اس کی شخصیت پہلے ہی پُر اسرار تھی، اب اور اس نے متاثر کر دیا تھا لیکن میں ان پے در پے اتو کھے اور ناقابل فہم واقعات سے کچھ ایسا دل برداشتہ ہو گیا تھا کہ اب زندہ رہنے اور آزاد ہو جانے کی موہوم سی امید بھی ختم ہو گئی تھی۔ سرنگا کے اصرار پر میں نیم دلی سے اٹھا اور باہر جھانک کر دیکھا۔ پہرے دار جاگ رہے تھے میں نے سرنگا کو بتایا کہ اس وقت باہر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے ان کی تعداد پوچھی۔ وہ دو تھے۔ سرنگا نے دروازے کی آڑ میں کھڑا کر کے ایک دم چیخنا شروع کر دیا۔ باہر حبشیوں کی آواز ابھری۔ وہ منتشر رہے تھے۔ سرنگا کی کربناک چیخیں سن کر ان میں سے ایک سرنگا کے کرب کی وجہ

جانے کے لئے اندر آیا۔ اس کا اندر جھانکنا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اس کی گردن پوری قوت سے دبوچ لی اور اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دیے بغیر پشت سے ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ چیختا ہوا زمین پر منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔ ادھر سرنگا نے نوجوانوں کی سی پھرتی سے نیزا چھین کر اُسے بلند کیا اور وحشیانہ انداز میں اس کی پشت میں گھونپ دیا۔ اس عرصے میں دوسرا پہریدار اپنے ساتھی کی آوازیں سن کر اندر آ گیا تھا۔ اس نے سرنگا پر نیزا تان لیا پھر سرنگا کا کام تمام ہونے ہی والا تھا کہ میں سامنے آ گیا۔ میرے گلے میں جاراکا کی کھوپڑی لٹکی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر حبشی پہرے دار کے جسم میں رعشہ سا پیدا ہوا۔ بس اسی ایک لمحے کی رعایت میں میں نے اس پر سامنے سے حملہ کر دیا۔ وہ زمین پر آ گرا اور اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جب سرنگا نے نیزا اٹھا کر مجھے علیحدہ کر کے اس کے جسم میں نیزہ پیوست کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ دوسرے پہرے دار کا سانس خود بخود بند ہو گیا تھا اور گردن ڈھلک گئی تھی۔ اب ہم دونوں کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں نے ایک الوداعی نظر فلورا پر ڈالی اور ہم دونوں تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ سرنگا کا ایک ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہم جنگل کی سمت بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ اونچے نیچے راستوں پر کئی جگہ ہمیں ٹھوکر لگی لیکن ہم چوٹوں اور ٹھوکروں کی پروا کیے بغیر آگے بڑھتے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ سرنگا کی دیوانگی ہے شاید اسے اس علاقے کی سریت کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ زندگی کے لئے یہ جدوجہد بے سود ہے۔ موت ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے مگر سرنگا کی چال میں اب بھی دم تھا۔ زندگی کی ایک موہوم سی امید انسان کے دل سے کبھی نہیں جاتی۔ بس وہ ایک کرن، ایک ہلکی سی کرن ہی تھی کہ شاید کوئی معجزہ رونما ہو جائے اور اس جدوجہد سے کوئی نتیجہ نکلے۔ یہی امید ہمیں آگے لیے جا رہی تھی۔ افریقہ کے اس تاریک علاقے میں جب مہذب دنیا کے لوگ روشنیوں اور رنگینیوں میں زندگی کے گیت گا رہے ہوں گے ہم سیاہ رات اور اس ہولناک ویرانے میں موت و زندگی کی کش مکش سے دوچار تھے۔ نہ جانے ہمارے اعزا ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟ میرے سخت گیر باپ۔ انہوں نے کہاں کہاں مجھے تلاش نہ کیا ہوگا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا نوجوان بیٹا بلاؤں میں گھر گیا ہے۔ یہ کیسی دردناک موت ہے جو ہم سے مذاق کر رہی ہے اور ہماری آمادگی اور سپردگی کے بعد بھی ہم سے روٹھی ہوئی ہے مگر ہمارے ساتھ چلتی ہے۔ سرنگا کا سانس پھول گیا تھا۔ میں نے اسے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے کہا لیکن وہ نہیں مانا۔ گرتا پڑتا چلتا ہی رہا حتیٰ کہ ہم جنگل میں پہنچ گئے۔

جنگل کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں کہ وہ کتنا وسیع اور گھنا تھا۔ اس کے راستے کتنے دشوار گزار اور خطرناک تھے۔ جگہ جگہ درندوں اور اژدہوں کا خدشہ لاحق رہتا تھا۔ جنگل کی رات بڑی وحشتناک ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو میری طرح بے بسی کے عالم میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے ہوں۔ وہاں داخل ہو کر سرنگا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات گزرنے سے پہلے غار کی تلاش ناممکن ہے۔ آگے بڑھتے تھے تو کسی درخت سے سر ٹکرا جاتا تھا۔ پھونک پھونک کر اور ٹٹول ٹٹول کر قدم بڑھاتے تھے تو دم گھٹنے لگتا تھا۔ ایک جگہ کسی درخت سے ٹکرانے پر ہماری ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور جسموں کی ایک ذرا سی آہٹ ہوئی تو سارا جنگل جاگ گیا۔ عجیب خوفناک قسم کی آوازیں چہار سمت گونجنے لگیں اور ہمیں معلوم ہوا کہ جنگل میں درندوں کی کس قدر کثرت ہے۔ پھر آگے بڑھنے کے بجائے ہم نے واپس جانے کو ترجیح دی۔ ابھی جنگل کی ابتدا تھی اور ہم ذرا سی جدوجہد کے بعد واپس ہو سکتے تھے۔ میں نے اپنا رخ موڑ لیا اور میری پیروی میں سرنگا بھی چار و ناچار پیچھے کی جانب چلنے لگا۔ کنارے پر ہمیں تاریکی کچھ کم

http://kitaabghar.com

معلوم ہوئی اور ہم درختوں کی گھنی قطار میں ایک ایسے درخت پر چڑھ گئے جہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ رات گزرنے میں ابھی وقت تھا میں اور سرنگا ایک موٹے سے تنے پر گم صم بیٹھے ایک دوسرے کے ہاتھ ہاتھوں میں دبائے اپنی دلی کیفیات اور اضطراب کا اظہار آپس میں کر رہے تھے۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم اسی کیفیت میں بیٹھے رہے۔ کمر درد سے دہری ہو گئی۔ کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ چیونٹیاں جسم سے چپک گئی تھیں اور ہم دونوں جسم کے مختلف حصوں سے انہیں بار بار علیحدہ کر رہے تھے۔ اس جان لیوا مشغلے سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہم پوری طرح بیدار رہے صبح کاذب کے وقت ہم درخت سے اترے، اندھیرا دم توڑ رہا تھا۔ رات بھر کی تھکن سے جسم چور چور تھا' کہیں بھی بے سدھ گر کر گہری نیند لینے کے لیے اعضا تڑپ رہے تھے لیکن صبح کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ سرنگا کا جوش بھی طلوع ہو رہا تھا۔ وہ اب تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کی استقامت پر مجھے رشک آتا تھا۔ سورج طلوع ہوا تو جنگل میں طائروں کی چہکار بچ گئی اور ہم بچتے بچاتے جنگل کے اندر اپنا مطلوبہ غار تلاش کرنے لگے۔ ہر طرف ایک جیسے درخت سر اٹھایا کھڑے تھے اس لیے سمت کا تعین مشکل ہو گیا تھا۔ بار بار مختلف کھوہ، کنجوں اور جھنڈوں میں ہم گھس کر دیکھتے۔ وہ غار تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں نظر نہیں آیا۔ اس سے جھنجلاہٹ اور بڑھ گئی۔ سورج سر پر آچکا تھا اور اس کی روشنی کہیں کہیں درختوں سے بچ بچا کر ہمارے سروں پر پہنچ جاتی تھی ہمیں یہ ڈر تھا کہ جھونپڑی میں ہماری عدم موجودگی کی اطلاع پا کر حبشی ہماری تلاش میں جنگل کی سمت نہ دوڑ پڑیں۔ میں نے سرنگا کو مشورہ دیا کہ ہم ایک بار ساحل کی طرف چلیں۔ شاید وہاں سے غار کی سمت متعین کرنے میں مجھے کوئی مدد مل سکے۔ جنگل ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا تھا اور یہ فیصلہ خاصا طویل تھا کوئی اور چارہ نہ دیکھ کر ہم نے سمندر کی طرف کوچ کیا۔ سمندر کو دیکھ کر سرنگا کے چہرے پر عجیب تاثر پیدا ہوا۔ اس نے تمام کام چھوڑ کر اپنا آدھا جسم پانی میں ڈبو دیا اور دیر تک پانی کے اندر دم سادھے بیٹھا رہا۔ میں نے بھی اپنے شکستہ لباس کی پرواہ کیے بغیر ساحل کے لہراتے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ نہانے سے جسم میں چستی آگئی اور زندہ رہنے کو دل چاہنے لگا۔ ساحل سے اندازے کے مطابق میں نے ایک طرف رخ کیا اور ہم دونوں بھاگتے ہوئے پھر گھنے جنگل میں داخل ہو گئے۔ راستے میں ایک بار پھر میں نے سرنگا سے جھونپڑی میں واپس چلنے پر اصرار کیا لیکن سرنگا نے ایک طویل تقریر کر کے مجھے خاموش کر دیا۔ غار اب بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ سرنگا نے جھنجلا کر مجھ سے پوچھا۔ ''کچھ یاد آیا؟ آخر تمہاری یادداشت کیسی ہے؟ عزیزی جابر، کہیں تم راستہ تو نہیں بھول گئے؟''

''مجھے بخوبی یاد ہے سرنگا، وہ غار جنگل کے اسی حصے میں واقع ہے مگر یہ سارا چکر طلسماتی ہے۔ جنگل کا یہ حصہ یکساں ہے۔ بے فکر رہو مآل کار ہم اسے تلاش کر لیں گے۔'' میں نے اسے دلاسا دیا۔

''جلدی کرو سیدی، ہم جتنی جلدی وہاں پہنچ جائیں، اتنا ہی اچھا ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''مگر سرنگا، میرا خیال ہے تم غلطی کر رہے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس تنگ و تاریک غار کے اندر ایک عجیب اور حیرت انگیز دنیا دیکھی ہے۔ تم تن تنہا ان طاقتوں کا کیسے مقابلہ کرو گے؟''

''جابر! آنے والا وقت بتائے گا کہ سرنگا کیا کر سکتا ہے۔''

''کیا تم سمجھتے ہو وہ سرینا کو چھوڑ دیں گے؟''

''سریتا ان کے لیے اتنی سہل نہ ہوگی جتنی فلورا تھی کیونکہ سریتا سرنگا کی بیٹی ہے۔''

''سوچ لو۔ ہم جس سرزمین پر ہیں وہاں کا ہر ذرہ اپنے اندر بے شمار اسرار رکھتا ہے۔''

''مجھے اندازہ ہے۔ ہم ایسے ایسے مناظر دیکھیں گے جو تصور میں بھی نہیں آ سکتے۔ مگر اس تاریک برِاعظم کا قصد کرتے وقت میں نے ان باتوں پر غور کر لیا تھا عزیزم!'' سرنگا نے بزرگی سے کہا۔

''کیا ہم یہاں سے رہا ہو جائیں گے؟'' میں نے بچوں کی طرح پوچھا جیسے سرنگا کو اس کا جواب معلوم ہو۔

سرنگا نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ میرے ذہنی بلوغ پر شبہ کر رہا ہو۔ میں جھینپ سا گیا۔ سرنگا نے کہا۔ ''جابر، کوئی انقلاب ضرور آئے گا ہم اتنے آسان اجنبی ثابت نہیں ہوں گے، جتنے آسان اس جزیرے پر پہلے آ چکے ہیں۔''

''تم مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتاتے؟'' میں نے ضد کی۔

''تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔ بس حوصلہ برقرار رکھو۔ تم اپنے عزم سے طوفان کو شکست دے سکتے ہو عقل اور برداشت، جرات اور جذبے کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے۔''

''ماورائی قوتوں کے آگے عقل کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

''ماورائی قوتوں کے استعمال کے لیے بھی عقل کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہم پہلے انہیں حاصل کریں گے۔ جارا کا کا کی کھوپڑی کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال عقل ہے۔''

مغرب کی جانب سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا شور ابھی تک ہمیں سنائی دے رہا تھا۔ میں ابھی غار کی تلاش میں ادھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ عجیب وغریب آوازوں کا شور ابھرا اور فوراً معدوم ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لاتعداد بد روحیں چیختی چنگھاڑتی جزیرہ توری پر یلغار کرتی ہوئی گزر گئی ہوں۔ ''یہ شور کیسا تھا؟'' میں نے سرنگا کو ہکلاتے ہوئے مخاطب کیا۔

''غار تلاش کرو جابر جلدی۔'' سرنگا چیخا۔ ''کالی طاقتیں ہمارے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں۔''

''عقل کیا کہتی ہے؟'' میں نے طنز کیا۔

''عقل تم جیسے کوڑھ مغز پر ماتم کر رہی ہے جو ایک اہم غار کا راستہ بھول گیا۔'' سرنگا نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

آوازوں کے شور اور سرنگا کی بوکھلاہٹ نے مجھے گڑبڑا دیا تھا۔ اب بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ غار تلاش کر لیتا جو پہلے بھی میرے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا تھا۔ سرنگا بار بار مجھے خطرے کا احساس دلا رہا تھا مجھے حیرت تھی کہ وہ شخص جو تمام راستے صبر اور برداشت کا ثبوت دیتا آیا ہے وہ اچانک کیوں اس قدر بوکھلانے لگا ہے۔ کیا اس کی مضبوط قوت شامہ نے کوئی خطرہ سونگھ لیا ہے۔ کیا ان رفتہ رفتہ قریب آنے والی آوازوں میں کوئی رمز پنہاں ہے۔ جس کا سرنگا کا بصیرت افروز ذہن کو عرفان ہو گیا ہے۔ میں گھبرایا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور جھاڑ جھنکار کو ایک جگہ سے ہٹا رہا تھا اور سخت خوفزدگی کے عالم میں تھا کہ ایک گرج اور نسوانی آواز ابھری۔ ''رُک جاؤ سرنگا۔ آگے مت بڑھو۔''

میں دہشت سے اُچھل پڑا اور پلٹ کر سرنگا پر نگاہ ڈالی۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ اس سحر کار آواز کا پیغام ایک بار پھر سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی سرنگا کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ میرے لیے مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے سرنگا کو رکتے دیکھا تو تیزی سے لپک کر اس کے قریب گیا اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "سرنگا یہ آواز کیسی ہے؟ یہ شور کیسا ہے؟ میرا مشورہ مانو تو بھاگ چلیں، مگر اب تو مفر کی بھی کوئی صورت نہیں ہے۔ میں نہ کہتا تھا کہ یہ خطرہ مول لے کر تم موت کو قریب کر رہے ہو؟ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ خطرہ ہمیں گھیرے میں لے چکا ہے۔"

سرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جسم اور زبان میں ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں ہوئی۔ مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے خوف کی شدت نے سرنگا پر سکتے کی کیفیت طاری کر دی ہو میں نے اس کا بازو تھام کر اُسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بازو کسی انسان کا نہیں تھا۔ مجھ پر حیرتیں چھا گئیں۔ وہ بازو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو پتھر تھا اپنے شبہے کی تصدیق کی خاطر میں نے سرنگا کے جسم کے دوسرے حصے بھی چھو کر دیکھے۔ وہ چشم زدن میں سرتاپا پتھر کے ٹھوس مجسمے کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میرے خدا کس قدر دہشت ناک تھا وہ لمحہ میرا دل ڈوبنے لگا۔ وقت کی رفتار جیسے تھم سی گئی تھی۔ میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر مجھ میں کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہ رہی۔ نہ جانے کتنے لمحات دبے قدموں یوں گزر گئے کہ مجھے احساس تک نہ ہوا۔ پھر میں اس وقت چونکا جب قریب ہی کہیں سے حبشیوں کا شور بلند ہوا۔ موت میرا تعاقب کرتی ہوئی جنگل کے اس حصے تک آ گئی تھی۔ موت میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں اس طرح چونکا جیسے سوتے میں کسی نے کوئی نوک دار چیز میرے جسم میں چبھو دی ہو۔ پھر موت کو شکست دینے اور زندگی برقرار رکھنے کی خواہش نے میرے منجمد خون کو دوبارہ حدت بخشی۔ میں آنے والی آوازوں کی مخالف سمت میں دوڑنے لگا۔ خاردار جھاڑیاں شکستہ کپڑوں سے اُلجھ کر انہیں اور تار تار کیے دے رہی تھیں مگر زندگی ان خراشوں سے زیادہ قیمتی تھی۔ میں کسی غیبی مدد کی امید میں دوڑتا رہا۔ کبھی کسی جھاڑی میں اُلجھ کر گرتا کبھی کسی تناور درخت سے ٹکرا کر کراہتا ہوا اٹھتا۔ حبشیوں کی رفتار مجھ سے تیز تھی۔ میرا سانس رکنے لگا لیکن میں نے جدوجہد جاری رکھی۔ قدرت کو میری حالت پر شاید رحم آ گیا۔ بھاگتے بھاگتے میں کسی پتھر سے ٹکرایا۔ پھر کسی غار میں اوندھے منہ گر کر نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔

"باکوش باکوش۔ چیکو لارابی گوماشومو۔" (تلاش کرو، تلاش کرو وہ یہیں کہیں روپوش ہوگا۔) یہ تعاقب کرنے والے حبشیوں کے آخری الفاظ تھے جو میرے ذہن میں محفوظ رہے۔ پھر مجھے کچھ سننے اور یاد رکھنے کا یارا بالکل نہ رہا۔

☆==========☆==========☆

چہرے پر نمی محسوس ہوئی تو میں پھر کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ غار میں مکمل تاریکی تھی اور ایک نظر اطراف میں گھما لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ وہ غار نہیں ہے جہاں میں پہلے آیا تھا۔ یہ کوئی اور غار تھا۔ دیکھئے اب قسمت کہاں لے آئی ہے۔ یہ سوچ کر میں اٹھا۔ غار میں کسی سوراخ سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اندر کوئی جھرنا تھا جس سے زمین بھیگ گئی تھی۔ میں نے اپنے شکستہ و درماندہ اعصاب سمیٹے اور ابھی زمین سے اٹھا ہی تھا کہ مجھے اپنے سامنے اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں جیسے اندھیرے میں کسی خونخوار بلی کی آنکھیں چمکتی ہیں۔ کسی درندے کا خیال کر کے میں لرز گیا اور میرے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور یکبارگی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جب دوبارہ کھولیں تو وہ دہکتی ہوئی آنکھیں

http://kitaabghar.com

میرے مقابل تھیں۔ وہ کسی درندے کی آنکھیں نہیں تھیں۔ کوئی شخص میرے سامنے کھڑا تھا۔ ''مدد مدد مجھے پناہ دو۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں ہیں۔'' میں نے ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان میں کہا۔ حالانکہ اس علاقے کے کسی باشندے سے مدد اور پناہ کی امید رکھنا عبث تھا لیکن بے اختیار یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ میری چیخ و پکار سے ان چمک دار آنکھوں میں جنبش ہوئی وہ میرے قریب آ گئیں۔ میں وحشت سے پیچھے ہٹ گیا اور غار کی کھردری دیوار سے چپک گیا۔ اچانک مجھے اپنے ہاتھ پر ایک تنومند ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' وہ بھاری بھرکم لہجے والا کوئی انسان تھا جو افریقی زبان میں مجھ سے مخاطب تھا۔ اگر میں اس سے پہلے کسی غار میں آباد ایک نئی دنیا کا کرشمہ نہ دیکھ چکا ہوتا اور حسین ژولین سے میری ملاقات نہ ہو چکی ہوتی تو ممکن تھا کہ یہ آواز سن کر خوف و دہشت سے میری حرکت قلب بند ہو جاتی لیکن یہ کوئی عام طرز کا علاقہ نہیں تھا۔ یہ جزیرہ قوری تھا جہاں کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' اس نے دوبارہ اسی پر وقار انداز میں حکم دیا۔

میں اس کے اشارے پر اس کا ہاتھ پکڑے مزید کوئی سوال کیے بغیر غار کے اندر چلنے لگا۔ تھوڑی دور جا کر غار کشادہ ہو گیا وہ بلا کی تاریکی چھٹ گئی جو ابتدا میں تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ آنکھیں اتنی دیر میں اندھیرے سے مانوس ہو گئی ہوں۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اب بھی مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو آنکھیں اور ایک ہاتھ میرے ساتھ چل رہا ہو۔ وہ کوئی بہت ہی سیاہ بدن شخص تھا جس کا جسم تاریکی سے مشابہ تھا۔ اس لیے صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں جو جسم سے مختلف رنگ کی تھیں اور انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ مجھے ساتھ لے کر تاریکی سے روشنی کی طرف چلنے لگا۔ راستہ آگے جا کر اور صاف ہو گیا۔ اب مجھے اس کا جسم صاف نظر آنے لگا تھا۔ وہ ایک طویل قامت اور قوی الجثہ حبشی تھا۔ اس کے گلے میں مختلف قسم کے ہار اور کڑے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں جارا کا کی کھوپڑی بھی موجود ہے۔ پچھلے اذیت ناک تجربوں کے بعد میرے لیے فی الفور کسی حبشی پر اعتبار کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ سب میری جان کے دشمن تھے مگر ایسے وقت میں میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا کہ میں بے چون چرا اس کے ساتھ چلتا رہوں۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے اور میں انہیں رد کرتا ہوا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

''ادھر آؤ۔'' اس نے بائیں سمت مڑتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے مڑ گیا۔ اتنا اندازہ اس مختصر سفر میں یقیناً ہو گیا تھا کہ وہ کوئی عام حبشی نہیں ہے۔ اس کی آواز میں طنطنہ اور چال میں وقار تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے دونوں ہاتھ سینے کی طرف باندھ کر پھر انہیں کھول دیا۔ اس کا یہ عمل کرنا تھا کہ سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور ہم خاموشی سے معمولی قسم کے پتھروں کے بنے ہوئے چھوٹے کمرے میں داخل ہو گئے۔ پہلے کمرے میں جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں اور مختلف اقسام کی کھوپڑیاں ادھر ادھر پتھروں پر لگی ہوئی تھیں۔ سامنے لوہے کا ایک کڑھاؤ رکھا تھا۔ وہاں ہر چیز اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور پر اسرار تھی۔ اس کمرے سے گزر کر ہم دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے جو نسبتاً زیادہ صاف، کشادہ اور روشن تھا اور وہاں اس وقت کسی قسم کی بو سی ہوئی تھی جو نہ زیادہ خوشگوار تھی نہ اتنی ناگوار۔ بس ایک بو تھی جو سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں بھی عجیب و غریب قسم کی اشیاء کا

انبار تھا۔ ایک بڑا سا سفید پتھر میز کی شکل میں پتھر کے چار ٹکڑوں پر رکھا ہوا تھا۔ سامنے کی دیوار پر ایک روشن مشعل ایستادہ تھی۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اشارہ کیا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

میں اس کا حکم سن کر ایک پتھر نما اسٹول پر بیٹھ گیا اور اس کے دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ خود کچھ کہنے سے پہلے میں اس کی زبانی کچھ سننا چاہتا تھا تا کہ اپنے بارے میں اس کے رویے کا تعین کر سکوں۔ وہ غور سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ میں اس سے آنکھیں چار کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی روشنی تھی چہرے پر کرختگی اور تدبر جھلک رہا تھا۔ کچھ دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک دوسرے کو تکتے رہے پھر وہ شاہانہ انداز میں بولا۔ ''کچھ کھاؤ گے؟''

''نہیں شکریہ میرے حواس درست نہیں ہیں۔ میں پہلے یہ یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری پناہ میں ہوں یا......'' میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''تم میری پناہ میں ہو۔ اس مسکن میں لوگ ہمیشہ کچھ لینے کے لئے آتے ہیں تم نے پناہ مانگی تھی۔ میں نے پناہ دے دی۔'' اس کا سارا جسم ساکت تھا مگر لب ہل رہے تھے۔

میں نے اطمینان سے پہلو بدلا۔ وہ شخص اپنے لہجے سے زبان کا پکا اور عزت دار معلوم ہوتا تھا لیکن یہ سارا ماحول، یہ کھوپڑیاں، یہ اشیاء؟ میرے ذہن میں بہت سے سوال کلبلا رہے تھے۔ اپنی چرب زبانی سے میں اکثر مصیبت میں پڑ چکا تھا۔ لہٰذا میں نے کم بولنے پر اکتفا کی اور اس طرح اپنی مظلومیت کی شہادت پیش کرنا چاہتی۔

''جزیرہ توری میں صرف ایک جگہ ہے جہاں تم پناہ لے سکتے تھے اور وہ یہ ہے۔ یہاں تم اطمینان سے رہ سکتے ہو۔'' اس نے شاید میرا اضطراب بھانپ کر کہا۔

''تم کون ہو؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے جیسے وہ جواب دینے سے گریز کر رہا ہو۔ اپنے بارے میں کچھ بتاتے ہوئے وہ ایک لمحے جھجکا، پھر کہنے لگا۔ ''تمہارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ تم محفوظ جگہ ہو۔''

''بہتر ہے۔'' میں نے اطمینان سے اس بار زبان کھولی۔ ''جب سے ہم بدنصیب مسافروں نے اس جزیرے پر قدم رکھا ہے۔ ہم ایک ساعت بھی سکون سے نہیں سوئے ہیں۔ ہمارے بے گناہ ساتھی مارے گئے، ہماری عورتیں اغوا کر لی گئیں، جب ہم نے آزادی کے لئے کوشش کی تو ہم پر عرصہ حیات اور تنگ کر دیا گیا۔ ابھی ابھی میرے ایک ساتھی کو پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس جزیرے پر تم پہلے آدمی ملے ہو جس نے مجھ سے ہمدردی کی بات کی۔ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم ایک غرق شدہ جہاز کے بدقسمت مسافر ہیں جنہوں نے اس علاقے میں زندگی برقرار رکھنے کے لئے قدم رکھے تھے لیکن......''

''مجھے معلوم ہے۔'' اس نے درمیان میں دخل دیا۔

''تمہیں معلوم ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''تمہیں معلوم ہوگا۔ یہاں کوئی بات بعید نہیں ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کیا یہ لوگ انسان نہیں ہیں کہ انہیں اپنے جیسے انسانوں کو مصیبت میں دیکھ کر دکھ نہیں ہوتا۔''

''اجنبی منحوس ہوتے ہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

میں نے سوچا کیوں۔ اجنبی عورتیں منحوس نہیں ہوتیں؟ لیکن اس تومند وحشی سے زیادہ بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے خوف آیا۔ وہ بہت تحمل سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اس کے جواب پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ ٹکٹکی باندھے دیواروں پر نظر کیے رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے اپنی ران پر زور سے دو ہاتھ مارے اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ کمرے میں موجود پتھر کا کوئی دروازہ آواز کرتا ہوا کھلا اور اس میں سے ایک نوجوان لڑکی برآمد ہوئی جو نقش و نگار کے اعتبار سے توشا اور تیری سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ وہ ایک مکمل، شاداب اور تازہ لڑکی تھی۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ ہونٹ عام افریقیوں کی طرح بھدے نہیں تھے۔

آنکھوں میں اپنی طرف کھینچ لینے کی ساری طاقت موجود تھی۔ اس کے دلکش بدن کے بعض حصے رنگے ہوئے تھے۔ جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ اس نے مہذب دنیا کے کسی نئے فیشن کا لباس پہن لیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں شاید اس کی زندگی میں پہلا شخص تھا جس کی جلد کی رنگت اتنی بدلی ہوئی تھی اور جو لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ اندر آ کر ٹھٹکی، حیرت زدہ ہوئی۔ حبشی نے مجھے اشارہ کر کے پھر بٹھا دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ میرے لیے کھانا لائے۔ وہ جس طرح آئی تھی، اسی طرح واپس چلی گئی۔

''یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام دیوتاؤں نے ترام رکھا تھا۔'' میں نے مہذب انداز میں سر جھکایا۔ ترام پتھر کی ایک کشتی میں پھل اور گوشت لے آئی اور اس نے میرے ہاتھ میں تھما دی۔ رات کی صعوبت اور بیداری کے بعد صبح ہی صبح یہ مقوی ناشتہ جب سامنے آیا تو اشتہا بڑھ گئی۔ میں نے حبشی سے اجازت لے کر اسے کھایا وہ دونوں آپس میں کوئی بات کیے بغیر مجھے دیکھتے رہے۔ پھر ایک کٹورے میں میرے سامنے پانی پیش کیا گیا۔ اپنی یہ خاطر تواضع اور نگہداشت دیکھ کر مجھے خود پر شبہ ہوتا تھا کہ میں سو رہا ہوں یا بیدار ہوں، کھانے سے خوب سیر ہونے کے بعد حبشی نے اپنی بیٹی کو اشارہ کیا اور مجھ سے کہا۔ ''اس کے ساتھ چلے جاؤ۔''

میں کسی معمول کی طرح اٹھا اور لڑکی کے پیچھے ہولیا۔ اب میں نے اسے قریب سے دیکھا۔ بھوک اور وحشت کے سبب سے میں اپنے ذہن میں اس کے حسن کا کوئی بہت غیر معمولی تاثر قائم نہیں کر سکا تھا لیکن اس کے بدن کی جنبش اور اس کے دل نواز پہلو کی رفاقت سے مجھے معلوم ہوا کہ میں اس کے حسن کی داد میں کوتاہی کر رہا تھا۔ حبشی اس کمرہ میں رہ گیا۔ لڑکی مجھے لے کر ایک ایسے کمرے میں آئی جو پہلے والے دو کمروں سے مختلف تھا۔ چوکی نما اونچے پتھروں پر گھاس بچھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں وہاں سو جاؤں۔ میرا دل اس سے بات کرنے اور کچھ سراغ لگانے کے لئے مضطرب ہوا لیکن جس انداز سے یہ واقعات پیش آ رہے تھے، اس میں مجھے محتاط رہنے کی ضرورت تھی ہاں اتنا میں نے ضرور کیا کہ جو کام زبان سے لے سکتا تھا وہ اشاروں اور رویے سے لیا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میری داڑھی کتنی بڑھ گئی ہے۔ کاش میرے پاس ریزر ہوتا۔

یہ حبشی کون ہے؟ جو اس غار میں جانوروں اور انسانوں کی کھوپڑیوں اور اپنی نوجوان بیٹی کے ساتھ رہتا ہے؟ یہ غار انہوں نے کتنی مشقت

سے بنائے ہوں گے۔ اس کے اندر قیام کرنے والے اس حبشی کے اطوار کتنے مہذب ہیں اور وہ کتنے دبدبے اور بزرگی سے بولتا ہے۔ کیا میں کسی غلط جگہ تو نہیں آ گیا؟ پھر اس کی مہربانی کی وجہ سے کیا ہے؟ کیا؟ مگر نہیں۔ اب مزید سوچنا بیکار ہے۔ مجھے اس نرم اور خشک گھاس پر اس کی منشا کے مطابق سو جانا چاہئے۔ میں نے اپنے بے اعتباروں کو سمجھایا۔ آدمی چاروں طرف سے مشکلوں میں گھرا ہو اور ایک گوشہ عافیت کا نظر آئے تو اسے وہ بھی مشکوک نظر آتا ہے۔ میں بار بار ذہن جھٹکتا تھا کہ جو ہوگا اسے کوئی نہیں روک سکتا میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ اس کے سوا کہ اس کی خوشنودی حاصل کر کے اپنی بقا کے امکانات وسیع کروں۔ میں نے شرماتی ہوئی ترام کو مسکرا کر دیکھا اور چوکی پر دراز ہو گیا۔ پھر میں ایسا سویا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

بہت دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں بصرف میں تھا اور ایک مشعل فروزاں تھی۔ کیا میں اس کی قید میں ہوں؟ چاروں طرف سے یہ کمرہ بند ہے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا اور سارے کمرے کا جائزہ لیا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں تھیں۔ دیواروں میں راستہ ٹٹولتے ہوئے مجھے ایک دروازہ نظر آ گیا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ ذرا سا کھسک گیا اور جھانک کر جو منظر میں نے دیکھا، اس پر میری آنکھوں کو یقین نہیں آیا۔ کمرے کا ماحول اسرار میں ڈوبا ہوا تھا وہاں عجیب قسم کی دردناک آوازیں دیواروں سے پھوٹ رہی تھیں۔ حبشی اس کی نوجوان بیٹی اور ایک تیرہ چودہ سالہ بچہ ایک بڑے کڑھاؤ کے سامنے جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ کڑھاؤ کے نیچے آگ روشن تھی اور اوپر بھاپ، حبشی کی پشت میری طرف تھی۔ وہ سید ھا ہوتا اور بار بار کوئی چیز کڑھاؤ میں ڈال دیتا۔ کڑھاؤ میں تیل بھڑک اٹھتا اور آوازیں اور تیز ہو جاتیں۔ پھر اس نے ایک مالا اتار کر جس میں کسی جانور کی کھوپڑی آویزاں تھی، کڑھاؤ میں ڈال دی اور اس کے بعد ایسا شور ہوا جیسے ان گنت انسانی پنجر آپس میں کھڑکھڑا رہے ہوں اور کمرے میں رکھی ساری کھوپڑیوں نے ہنسنا شروع کر دیا ہو اور ان کے قہقہوں سے کمرے کی تنگ دیواریں اب گرنے والی ہوں۔ حبشی کے اس عمل کے بعد چھوٹے لڑکے نے یہ عمل دہرایا پھر ترام نے۔ بار بار یہی بے ہنگم لرزہ خیز شور اٹھا اور دب گیا۔ پھر وہاں سکون چھا گیا۔ قبرستان کی سی خاموشی میں چپکے سے اپنی چوکی پر آ کر لیٹ گیا اور خوف کے سبب دروازہ بھی اس کی جگہ نہیں کیا میں ان کے رحم و کرم پر تھا اور بار بار اٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔

کچھ دیر بعد ترام اور چھوٹا لڑکا اندر داخل ہوئے لڑکے نے مجھے دزدیدہ نظروں سے دیکھا۔ شاید ترام نے اسے کچھ بتا دیا تھا۔ میں نے اسے پاس بلایا، وہ جھجکتا ہوا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ان کا التفات حاصل کرنے کے یہ بہترین موقع تھا۔ میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس سے پوچھا۔ ”تمہارا نام کیا ہے؟“

غالباً اسے یقین نہیں تھا کہ میں بولتا بھی ہوں۔ اس نے حیرت سے نظریں اٹھائیں۔ میں نے اس سے اسی شفقت آمیز لہجے میں دوبارہ اس کا نام پوچھا۔ ترام بھی دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لڑکے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ترام بولی۔ ”اس کا نام جمرال ہے، یہ میرا بھائی ہے۔“

”تمہارا بھائی؟ کتنا پیارا بچہ ہے۔ بہت ذہین معلوم ہوتا ہے۔“

”تم کون ہو؟“ میری خوش آوازی سے متاثر ہو جمرال نے لب کھولے۔

”میں ایک بدنصیب اجنبی ہوں۔ میرا نام جابر ہے۔“

”جابر۔“ اس نے دہرایا۔

''ہاں جابر! ایک مظلوم اور بدقسمت شخص۔'' اپنا نام بتاتے ہوئے میرے سینے سے ایک آہ نکلی اور میں نے خواہ مخواہ مختصراً اسے اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات سنا کر اس کی ہمدردی حاصل کرنا چاہی۔ اس طرح میں ترام سے بھی مخاطب تھا۔ میرے پُر اثر لہجے اور مظلومیت کی داستان سن کر ان دونوں کے چہرے پر شکنیں ابھر آئیں۔ میں نے جبرال کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے چمٹا لیا۔ ''اس علاقے میں صرف تم تین آدمی ایسے ملے ہو جنہوں نے مجھ سے انسانیت کا برتاؤ کیا ہے۔'' باہر کی دنیا کے واقعات تو شاہ اور میری کے لئے بھی دلچسپی کا باعث تھے انہیں سن کر ترام کی دلچسپی بھی بڑھ گئی۔ اس نے مجھ سے میرے لباس کے بارے میں سوال کرنے شروع کر دیے۔ اس کا سوال مختصر ہوتا اور میرا جواب اتنا جستجو انگیز، طویل اور دلچسپ کہ ان کا اشتیاق بڑھا دیتا تھا۔ ان دونوں کو قریب لانے کا یہ موقع میں نے نہیں کھویا۔ کچھ ایسے دلکش پیرائے اور تجسس کے ساتھ اپنے ہاں کے لوگوں، ان کی عادات واطوار، تہذیب اور ترقی کے بارے میں باتیں کیں کہ وہ ایک ہی نشست میں مجھ سے گھل مل گئے۔ ترام بھی میرے دائیں جانب بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اس کے مرمریں کاندھے پر جانے اور جبرال کی طرح اُسے قریب کرنے کے لئے بے تاب سا ہوا لیکن میں دانستہ اس عمل سے باز رہا۔ اس طرح میں اپنے اور اس کے درمیان ایک طرح کی دوری پیدا کر کے ایک طرح کی قربت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں ان سے باتیں کر رہا تھا کہ پُر اسرار حبشی اندر داخل ہوا اور اس نے اپنے بچوں کو مجھ سے قریب پا کر کسی بھی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا یہ انداز بہت غنیمت تھا۔ وہ ہم پر ایک نظر ڈالتا ہوا کسی دوسرے دروازے سے رخصت ہو گیا یہ جگہ بہت دلکش تھی۔ غار کے اندر کچھ ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ سورج کی روشنی اندر آ سکے۔ وہاں تازگی تھی۔ تازگی کا احساس مجھے یوں بھی ہوا کہ ان کے ہمدردانہ چہرے دیکھ کر اپنے قلب میں طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ وہ دونوں مجھے گھسیٹ کر اپنا غار دکھاتے رہے۔ وہ میری توقع کے خلاف ایک بہت کشادہ غار تھا جس میں جھرنے کا پانی مختلف جگہوں پر بہتا اور روشنی کے لئے ہمیشہ جلنے والی مشعلیں روشن رہتیں۔ میں نے زیادہ تر باتیں جبرال سے کیں۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس اجتناب کی بنا پر ترام نے مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کی۔ رات تک مختلف ملاقاتوں کے دوران میں نے ان سے بہت سی باتیں پوچھ لی تھیں۔

وہ ایک کاہن تھا جو قسمتیں تقسیم کرتا تھا اور پیشگوئیاں کرتا تھا۔ اسے اقابلا کا کاہن اعظم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ سارا جزیرہ اس سے کانپتا تھا۔ اس کا نام سورال تھا۔ کاہنوں اور قدیم تاریخ میں ان کی اہمیت کے متعلق میں نے یونانی دیومالا اور مصری تاریخ کی کتابوں میں بہت کچھ پڑھا تھا۔ جب ترام نے مجھے اشارتاً اپنے باپ کی عظیم حیثیت کے متعلق بتایا تو میں سب کچھ سمجھ گیا کہ وہ ایک جادوگر ہوگا جس کے فیصلے اور احکام کی سرتابی کی ہمت اقابلا میں بھی نہ ہوگی۔ وہ اس غار میں پُر اسرار طاقتوں کو زیر اثر رکھنے اور کالی قوتوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھنے کے لئے گوشہ نشین ہو کر اپنے دو بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔ باہر کے لہو لعب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ احساس میرے لیے مژدہ راحت تھا کہ میں تاریک براعظم میں اقابلا کے بعد سب سے مضبوط شخص کی پناہ میں ہوں۔ وہ میرے ساتھ کوئی غداری نہیں کر سکتا۔ اس کے عظیم مرتبے کے لحاظ سے یہ بات اس کے شایان شان بھی نہیں تھی مگر وہ آخر مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے؟ یہ سوال بار بار ذہن کو پریشان کرتا تھا اور میں مختلف انداز میں اس کی توجیہیں کرتا رہتا تھا۔ شاید جارا کا کی کھوپڑی کی وجہ سے ایسا ہو کہ وہ مجھے لائق ہمدردی سمجھ رہا ہو۔

رات کو جبرال اور ترام ایک ساتھ میرے لیے کھانا لے کر آئے اور میں نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور انہیں بھی ساتھ کھانے کی دعوت

دی۔ جمرال نے منع کیا کہ وہ آج کل اپنے باپ کے حکم پر ترک لذات کی مشق کر رہا ہے اور صرف گھاس پھوس کھاتا ہے۔ تر ام اس منزل سے گزر چکی تھی۔ میرے اصرار پر اس نے ساتھ کھانا منظور کر لیا اور میں نے نہایت محبت سے اس کے منہ کے آگے گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا۔ اس نے جھجک کر دانت مار لیا اور پھر میں نے اسی جگہ سے جہاں اس نے دانت مارا تھا کھانا شروع کر دیا۔ اس نوجوان لڑکی کے دل میں میری اس حرکت پر کیسا فشار برپا ہوگا۔ اس کا مجھے اندازہ تھا۔ میرے کھانا کھانے کے بعد وہ چلے گئے۔ اس لیے کہ جمرال کو رات گئے تک اپنے آباؤ اجداد کی روحوں سے ملاقات کرنا تھی۔ رات بخیریت گزر گئی تو علی الصباح میں بیدار ہو گیا۔ سب سے پہلے سورال کمرے میں آیا۔ میں نے اُٹھ کر اسے ادب سے سلام کیا۔ جس کے جواب کی امید نہیں تھی اور یہی ہوا میں نے...... احتیاطاً اس سے پوچھا۔ ''مجھے یہاں کب تک رہنا چاہیے عظیم سورال؟''

میری زبانی اپنا نام سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔ ''تم ابھی باہر نہیں جا سکتے۔''

''معلوم نہیں میرے ساتھی سرنگا کا کیا حشر ہوا؟ اس کی لڑکی سریتا بھی پرسوں رات اچانک غائب ہو گئی تھی۔ فلورا وہاں بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر جواد بیمار ہے۔ اے مقدس کاہن اعظم ہم سب لوگوں کا کیا ہوگا؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔'' اس نے صرف اتنا کہا۔

''آپ نے مجھے پناہ دی ہے سورال! مجھے کوئی مشورہ دیجئے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم یہیں ٹھہرے رہو۔'' اس نے حکم دیا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے زیادہ بات کرنی مناسب نہیں سمجھا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اپنے کمرہ خاص میں آ کر اس نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو آگ لگا دی اور کسی ایسی زبان میں کچھ پڑھنے لگا جس سے میں ناواقف تھا۔ پھر اس نے جارا کا کی کھوپڑی احترام سے اپنے ہاتھ میں پکڑی اور مجھے کڑھاؤ کے اندر جھانکنے کا حکم دیا۔ ''اس میں دیکھو۔''

میں نے گومگو کی کیفیت میں جھجکتے ہوئے کڑھاؤ میں جھانک کر دیکھا اور اس میں رکھے ہوئے تیل میں ایک لہر سی محسوس کی۔ یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں گے؟ میں نے ایک دہشت ناک منظر دیکھا۔ سرنگا کی شبیہ تیل پر ابھری۔ وہ جنگل میں مارا مارا اور بدحالی میں اِدھر اُدھر گھومتا پھر رہا تھا۔ ''یہ سرنگا ہے۔'' میں نے اچھل کر کہا۔ ''یہ پھر حرکت میں آ گیا ہے کاہن اعظم! مجھے بتاؤ کہ اس کی مدد کس طرح کی جا سکتی ہیں؟''

''وہ تنہا نہیں ہے۔''

''اس کے ساتھ کوئی نظر نہیں آ رہا۔'' پھر مجھے فوراً اس مختصر جملے کے معنی سمجھ میں آ گئے۔ ''ہاں تم سچ کہتے ہو۔ وہ تنہا نہیں ہے مگر سریتا کہاں ہے؟'' میں نے کاہن اعظم سے پوچھا۔

اس نے پھر اپنا عمل دہرایا اور اس طرح تیل میں جنبش پیدا ہوئی اور میں نے دیکھا سریتا بے حال ایک جھونپڑی میں پڑی ہے، فلورا کی طرح دو خوبصورت لڑکیاں اس کے بدن پر گلکاری کر رہی ہیں۔

''یہ کہاں ہے مقدس کاہن؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

''وہ کالاری کے پاس ہے۔''

''کالاری؟'' میں نے دانت بھینچ کر غصے سے کہا۔ ''کاش میرے پاس کوئی طاقت ہوتی کہ ابھی جا کر اس کا کام تمام کر دیتا۔ مقدس کاہن۔ خدا کے لئے یہ دلدوز منظر بند کرو۔ میری آنکھوں میں مزید دیکھنے کی قوت نہیں ہے۔ میری مدد کرو۔ تم ایک بڑے کاہن ہو کالی طاقتیں تمہارے پاس ہیں۔ کیا تم میری مدد نہیں کر سکتے؟ تمہارے لیے یہ کون سا بڑا کام ہے؟ ہم اس جزیرے سے فی الفور بھاگ جائیں گے یقین کرو۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آناً فاناً وہ منظر غائب ہو گیا۔

''بتاؤ۔ ہماری نجات کا کیا راستہ ہو گا؟'' اس کی خاموشی دیکھ کر میں نے کہا۔ ''مقدس کاہن ایسا کرو کہ مجھے اپنا غلام بنالو۔ میں ہمیشہ تمہارا وفادار ثابت ہوں گا لیکن مجھے اجازت دو کہ میں شوالا اور کالاری کو تہس نہس کر دوں۔''

''تم ایک بہادر جوان ہو۔ اس قبیلے میں وہی سرفراز ہوتا ہے جو خود کو دوسروں سے افضل ثابت کرتا ہے۔'' اس نے اپنا سکوت توڑا۔

''مگر میں ان نادیدہ قوتوں کے سامنے ایک حقیر شخص ہوں۔ میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں؟''

''تم نے مقدس جاراکا کی مقدس کھوپڑی حاصل کی ہے۔ اقابلا کو وہ لوگ پسند ہیں جو شجیع اور حوصلہ مند ہیں۔''

''جاراکا کی مقدس کھوپڑی نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ مجھے بتاؤ کہ میں اس سے کس طرح فائدے حاصل کر سکتا ہوں؟''

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ جاؤ اندر جا کر آرام کرو۔ ترام تمہارے لیے کھانا لے کر آگئی ہے۔''

میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اندر واقعی ترام موجود تھی اور ساتھ میں جمرال بھی۔ میں نے کھانا زہر مار کیا۔ سریتا جیسی نازک بدن اور شرمیلی لڑکی بھی کالاری کی بھینٹ چڑھ گئی۔ یہ سوچ سوچ کر میرے جسم میں آگ لگ رہی تھی۔ یہاں سے جانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر ارادہ کیا اور اپنا ذہن تردد اور تفکر کی آلودگی سے آزاد کر کے ترام سے باتیں شروع کر دیں۔ ایک دن کی شوخی رنگ لائی تھی۔ ترام کچھ اور بے تکلف ہو گئی تھی۔ اس لڑکی اور جمرال کو قابو میں کر کے میں کاہن اعظم سورال کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا تھا۔ خالی بیٹھے بیٹھے دل اکتا گیا تھا۔ اس لئے میں نے گوشت کے پارچے لے کر اپنی معمولی شدبد کے مطابق انہیں پکایا۔ روسٹ کیا اور جب انہوں نے اسے کھایا تو وہ چٹخارے لینے لگے۔ خود کاہن اعظم بھی مزے لے لے کر کھاتا رہا۔ ایک ہفتہ انہی بے تکے ہنگاموں میں اسی طرح گزر گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مجھ پر کمرے کے اندر باہر آنے جانے کے لئے کوئی پابندی نہیں رہی۔ میں نے وہاں نفس کشی اور ترک لذت کے ایسے واقعات دیکھے جو اس سے قبل کبھی سننے میں بھی نہیں آئے تھے۔ وہ تینوں غیر معمولی صفات کے انسان تھے۔ ان کی ریاضت گھنٹوں جاری رہتی تھی۔ کبھی وہ رات کے سناٹے میں روحیں طلب کرنے کا عمل شروع کرتے اور ان سے باتیں کرتے اور کبھی ڈھانچوں کا رقص اور بے جان اشیاء کے متحرک ہونے کا مظاہرہ ہوتا۔ میں نے ایک ہفتے میں اپنے حسن سلوک اور محتاط رویے سے کم از کم ترام اور جمرال کے دلوں میں ضرور گھر کر لیا تھا۔ میں نے انہیں ایسے قصے کہانیاں سنائیں جو انہوں نے آج تک نہیں سنی تھیں۔ کاہن اعظم کو اپنے جادوئی افعال واشغال سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ انہیں عام بچوں کی طرح تربیت دیتا۔ اس کا مقصد زندگی غالباً صرف یہ تھا کہ وہ کسی طرح اپنے بچے جمرال کو اپنی جانشینی کے لئے تیار کرے اور اسے اس کا اہل ثابت کرے۔ اس سلسلے میں اس نے کم

سن جمراں کو تنس مارنے اور کڑی ریاضت کرنے کی بہت خوب تربیت دی تھی۔ بہر حال اس غار میں ایک عجیب دنیا اور عجیب لوگ آباد تھے۔ اب شبے اور بے اعتباری کا کیا سوال تھا؟ میں اپنی آنکھوں سے ماورائی مظاہر کا کئی بار مشاہدہ کر چکا تھا۔ اپنی اہمیت جتانے کے لیے میں نے سوراں کی متبرک اشیاء کی دیکھ بھال اور صفائی شروع کر دی تھی۔ ان کی غذا میں تبدیلی کی تھی، انہیں زیادہ اشیاء کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی تھیں اور سلیقے اور خوش اخلاقی سے روشناس کرایا تھا۔ وہ لطیف باتیں جن سے وہ نا آشنا تھے میں نے بڑے خوبصورت انداز میں ان کے گوش گزار کی تھیں۔ غرضیکہ میں نے بہت غیر شعوری انداز میں انہیں خواہشوں کی ترغیب دلائی اور اس قصر کے وسائل میں رہ کر کچھ ایسی دل کشی پیدا کر دی کہ وہ سب مجھ پر مائل نظر آنے لگے۔

اس غار کا احوال رقم کرتے وقت میں نے غالباً ایک کوتاہی کی ہے میں نے ترام کے سلسلے میں کچھ بخل سے کام لیا ہے شاید میں پوری طرح اس کا اظہار نہیں کر سکا کہ وہ کتنی نفیس اور حسین لڑکی تھی۔ اس بیان میں ابھی تک میں نے اس کے حسن کے شایان شان کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ ایک پُر شباب لڑکی تھی جسے ابھی تک کسی مرد نے ہوس کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا، ایسی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا جس سے طوفان آ جاتے ہیں۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہوا جاتا تھا اور میں اسے اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے ہر وقت مضطرب رہتا تھا۔ جابر بن یوسف الباقر کے لئے یہ کیسی آزمائش کا مقام تھا؟ مجھے معلوم تھا کہ وہ پُرشباب دوشیزہ میرے برابر کے کمرے میں تنہا سو رہی ہے۔ اس کے سینے میں بھی اک آگ لگی ہوئی ہے لیکن کیا کاہن اعظم کی پناہ میں آیا ہوا کوئی شخص اس سے حظ حاصل کر سکتا تھا؟ جب کہ اس نے کاہن کے عظیم الشان کارنامے چشم خود دیکھے ہوں۔ ہاں میں نے ایک ماہ کے اندر اپنی لطیف گفتگو اور شوخیوں سے اس کے خوابیدہ جذبات میں ہلچل ضرور مچا دی تھی۔ میں نے وہ سب کچھ کیا جس کا اظہار مشرق کے رومان پرور شاعر اپنے اشعار میں محبت کے آغاز میں کیا کرتے ہیں، کاش مجھے اس کی زبان کی فصاحت پر عبور ہوتا مگر جذبوں کی زبان تو اور ہی ہوتی ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہماری گفتگو کے دوران اچانک کاہن اعظم سوراں کمرے میں داخل ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر کوئی رنگ نہیں آیا۔ میں اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا اور وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

مجھے اس کے پاس رہتے ہوئے چالیس دن ہو گئے۔ یہ مدت کسی غار میں موجود تین چار آدمیوں میں محبت کے فروغ کے لئے کافی ہوتی ہے اس عرصے میں مسلسل تگ و دو اور کوششوں کے بعد مجھے کئی جادوئی عمل آ گئے اور جارا کا کی مقدس کھوپڑی سے کام لینے کے بہت سے طریقے بھی معلوم ہوئے۔ مجھے اس بات کا گمان بھی نہ تھا کہ جارا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے میں نے اس جزیرے میں اپنے تحفظ کے لئے کیسا زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس عرصے میں کئی بار میں نے سوراں سے باہر جانے کی خواہش ظاہر کی مگر اس نے مجھے جھڑک دیا۔ تین نفوس کی آبادی پر مشتمل اس غار میں آخر میرا دل اکتا گیا۔ شروع شروع میں کئی کام تھے۔ دن کٹ گئے۔ ترام کو اپنی طرف راغب کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ بھی حل ہو گیا۔ ان کے اسرار دیکھنے کا شوق تھا، وہ بھی پورا ہوا۔ جارا کا کی کھوپڑی کے تقدس کا عرفان حاصل کرنا تھا، اس کی بھی تکمیل ہوئی۔ جو کھانے پکانے تھے، وہ پکا لیے۔ ترام قریب آئی مگر اس کی قربت نے تو اور پریشان کر دیا کیونکہ کاہن اعظم جو غار سے باہر کی دنیا کے مناظر اپنے تاریک کمرے میں دیکھنے کی طاقت پر قادر تھا، اس سے خود اپنے گھر کا حال کیسے روپوش رہتا؟ ان تمام باتوں نے مجھے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیا اور میں اپنے

محسن کی قربت سے فرار ہونے کی کوشش میں مصروف رہا۔ اس لئے کہ اس نے جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اور اب اس سے رخصت کے لئے پوچھتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ وہ اب مجھے اپنی عبادت میں بھی شریک کرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ میں کالے علم کے خوفناک کرشمے دیکھنے کا عادی ہو گیا۔ ۴۳ ویں دن میں نے اس سے سرینا، سرنگا اور فلورا کا حال جاننے کے لئے اصرار کیا جسے وہ ٹال گیا۔ اس بات سے میں اور مضطرب ہو گیا اور میں نے طے کر لیا کہ اب مجھے کسی نہ کسی طرح یہاں سے فرار ہونا ہی ہے۔ ساری زندگی بیروت کی اعلیٰ سوسائٹی میں رہنے والا مہذب نوجوان جابر یہاں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ زندگی صرف گزار لینا تو کوئی بات نہ ہوئی۔

کاہن اعظم گاہے گاہے ہی غار سے باہر نکلتا تھا اور فرار کی کوشش صرف اس کی عدم موجودگی میں کی جا سکتی تھی۔ ۴۴ ویں دن وہ اقابلا کی طلبی پر مختلف قسم کی کھوپڑیوں کے ہار گلے میں ڈالے اور ترام کے جسم پر نیا رنگ کرا کے اور ہاتھوں پیروں میں لمبے لمبے کڑے پہن کر غار سے نکلا۔ چلتے وقت اس نے ترام اور جمراں کو اور مجھے غور سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ میرے ارادے تاڑ چکا ہے، مجھے جھرجھری آ گئی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے ترام کو بتایا کہ میں دو دن کے لئے اس جگہ سے جانا چاہتا ہوں۔ ترام اور جمراں دونوں اس امر پر راضی نہ ہوئے۔ ترام تو آبدیدہ ہو گئی۔ لیکن اگر میں یہ موقع کھو دیتا تو پھر نہ جانے کب کاہن اعظم غار سے باہر نکلتا۔ باہر میرے لیے کوئی مخملیں فرش بچھائے استقبال کے لئے نہیں کھڑا تھا۔ قدم قدم پر خطرے تھے۔ اس ہوش ربا طلسمی جزیرے میں صرف ایک عافیت کی جگہ تھی اور میں وہ جگہ چھوڑ رہا تھا۔ اس موقع پر لوگ کہیں گے کہ کیا میں پاگل ہو گیا تھا؟ میرا جواب یہ ہے کہ میں اس طرح اپنی تمام زندگی گزارنے پر موت کو ترجیح دیتا تھا۔ جمراں اور ترام میرے پیچھے سائے کی طرح لگے رہے لیکن مجھے ان کی مصروفیت کے اوقات کا علم تھا۔ وہ شام کو طلسمی عصا لے کر ہولناک قسم کی مشقیں کیا کرتے تھے اور جب شام کو معمول کے مطابق اس عمل میں مصروف ہو گئے تو میں نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور پہلے کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے میں بڑا دروازہ تھا جو غار کے ویران حصے میں کھلتا تھا اور جہاں سے دہانے کی طرف کا راستہ جاتا تھا۔ بڑا دروازہ بند تھا۔ بظاہر اس میں کوئی کنڈی یا قفل نہیں تھا مگر زور لگا کر دیکھا تو وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ میں جارا کا کا کی کھوپڑی سے مدد کیوں نہ لوں؟ میں نے اسے گلے سے اتار کر بازو میں باندھ لیا اور سمورال کے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دونوں ہاتھ باندھے اور پھر انہیں پھیلا دیا۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا ہے۔ غار میں اندھیرا تھا پھر بھی راستہ ٹٹولتا ہوا میں دہانے تک پہنچ گیا۔ باہر تازہ اور فرحت بخش ہوا نے میرا استقبال کیا۔ اتنے دنوں بعد اس کھلی فضا میں آنے سے دل پر ایک عجیب خوش گواری طاری ہوئی۔ غار کی نشان دہی کے لئے میں نے ادھر ادھر سے چند پتھر اکٹھا کر کے انہیں ایسی ترتیب سے رکھ دیا کہ مجھے دوبارہ آنا پڑے تو کوئی زحمت نہ ہو۔ پھر میں کچھ خوف کچھ امید لیے جنگل میں جگہ جگہ سرنگا کو تلاش کرتا ہوا ساحل سمندر کی طرف نکل آیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور سرنگا کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ میں ہر جگہ رک رک کر آوازیں دیتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ رات کو جنگل میں ٹھہرنے کا کوئی محل نہ تھا۔ چارو ناچار میں نے سرنگا کی تلاش ختم کی اور دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ سرنگا بھی ان لوگوں کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ وہ بوڑھا بھی شاید رخصت ہو گیا۔ اگر کہیں ہوتا تو مجھے مل جاتا...... مجبور ہو کر میں نے اس کوٹھری کی راہ لی جس میں ہم چار اشخاص قید تھے۔ راستے میں اکا دکا حبشیوں کے ملنے کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ مجھے جارا کا کا کی کھوپڑی کے رموز کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ جارا کا کا کی

کھوپڑی جس کے پاس ہوتی تھی وہ انہیں ایک مخصوص اصطلاح سے مخاطب کر کے اپنی عظمت کا پہلے سے اعلان کر دیتا تھا اور جب وہ قریب آ کر اُسے دیکھ لیتے تھے تو مخاطب کے احکام کی بجا آوری ان پر فرض ہو جاتی تھی۔ جنگل سے جھونپڑی تک کا راستہ بخیریت گزر گیا وہ جگہ سنسان پڑی ہوئی تھی جہاں ہمارا زنداں تھا۔ میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو وہاں ہمارے کسی ساتھی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ایک حبشی خاندان رہ رہا تھا۔ میں نے سرد پُر وقار لہجے میں کہا۔ ''تیر ماجارا۔'' میری زبان سے یہ لفظ نکلنا تھا کہ سارا حبشی خاندان دوزانو ہو گیا۔

''وہ اجنبی کہاں ہیں جو اس جگہ قید تھے؟'' میں نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

''مقدس شوالا کو معلوم ہے۔ مقدس کالاری کو معلوم ہے۔'' اس نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

''ان کی عورتیں کہاں ہیں؟''

''شوالا اور کالاری کے پاس۔'' اس نے جواب دیا۔

''یہ کہاں رہتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ اور مجھے بتاؤ۔'' حبشی میرے حکم پر اُٹھا اور سر جھکا کر جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور پہلی بار میں اس جزیرے کی اصل آبادی میں داخل ہوا۔ یہاں جھونپڑیوں کی تعداد بے شمار تھی۔ تا حد نظر جھونپڑیاں نظر آتی تھیں جو رات کی سیاہی میں عجیب ویران اور اُداس منظر پیش کر رہی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی مشعل روشن تھی۔ ورنہ ہر جگہ سکوت چھایا ہوا تھا۔ راستے میں ہمیں چند حبشی بھی ملے۔ سب سے پہلے کالاری کی وسیع جھونپڑیاں پڑتی تھیں۔

''یہ ہے وہ جگہ جہاں مقدس کالاری رہتا ہے۔ اس سے آگے دوسری بستی مقدس شوالا کی ہے۔'' میرے حبشی رہبر نے کہا۔

''کالاری۔'' میں نے زیر لب دہرایا۔ پھر نفرت اور غصے میں اس کی جھونپڑیوں کے سلسلے کی طرف بڑھنے لگا۔ حبشی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس سے مختلف جھونپڑیوں کے بارے میں اطلاعات حاصل کیں اور حبشی کو باہر چھوڑ کر ایک بڑی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ میرے سامنے گھاس پھوس کے بستر پر سریتا پڑی تھی۔ قریب ہی دو لڑکیاں دراز تھیں۔ قریب جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سریتا کا بدن رنگ دیا گیا ہے۔ اس نازک شرمیلی لڑکی کو اس حال میں دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے لڑکیوں کو ہٹایا اور سریتا کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ مجھے اس پر بہت رحم اور پیار آیا۔ میں نے اس کی لٹیں درست کیں اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ دونوں لڑکیاں میرے حکم پر ایک کونے میں سمٹ کر کھڑی ہو گئیں۔

''آنکھیں کھولو سریتا۔ میں آ گیا ہوں۔'' میں نے سرگوشی کی۔

''کون؟'' اس کی سہمی ہوئی آواز اُبھری۔

''میں۔ میں جابر...... میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہیں لینے آیا ہوں۔ اٹھو میرے ساتھ چلو۔''

''جابر...... جابر تم؟ تم زندہ ہو؟'' اس کے منہ سے خوشی کی بنا پر لفظ نہیں نکل رہے تھے۔

''ہاں میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اب تمہیں کوئی نہیں ستا سکتا۔ میں آ گیا ہوں۔'' میں نے عزم کے ساتھ کہا۔

''باوا کہاں ہے؟ کیا ....؟'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''نہیں۔'' میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''وہ جنگل میں کہیں روپوش ہے۔ بس تم اپنے حواس درست کرلو۔ تمہارے ساتھ ان ظالموں نے کیسا سلوک کیا ہے۔''

سریتا بے اختیار میرے سینے سے چمٹی اور زار وقطار رونے لگی۔ میرا سینہ تر ہوگیا۔ میں اسے سمجھانے اور تسلیاں دینے لگا۔ ''سریتا جلدی اٹھو جاؤ۔ کسی ہنگامے سے پہلے بہتر ہے ہم یہاں سے فرار ہو جائیں۔''

''جابر...... میں...... اس حالت میں۔'' سریتا نے شرم سے نظریں جھکاتے ہوئے دبی زبان میں کچھ کہنا چاہا۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا۔

''یہ وحشیوں کی بستی ہے سریتا۔ کیا تم کبھی سوچ سکتی تھی کہ تمہارے سامنے مرد برہنہ ہوکر آئیں گے؟ ہم بدقسمتی سے جن حالات کا شکار ہوگئے ہیں، ان میں سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔''

میں نے اسے اُٹھایا، وہ ایک کراہ کے ساتھ اٹھی۔ میں نے اس کی کمر کے گرد دایاں بازو حمائل کرکے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ دونوں لڑکیاں گم صم کھڑی تھیں لیکن ابھی میں دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک کریہہ صورت گرانڈیل حبشی اندر داخل ہوا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ وہ شوالا کی طرح اپنا جسم آراستہ کیے ہوئے تھا۔ ہاتھوں میں کڑے، کانوں میں بالے، گلے میں ہار، رنگ برنگا جسم اور بائیں کاندھے پر ایک سیاہ خون خوار بندر بیٹھا ہوا۔ اندر آکر وہ چنگھاڑا اور اس نے ایک جھٹکے سے سریتا کو مجھ سے علیحدہ کردیا۔ سریتا کی حالت قابل رحم ہوگئی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں سے دہشت عیاں تھی۔ کالاری نے اس کی کلائی تھام کر جھٹکا دیا تو وہ کراہ کر رہ گئی۔ سریتا کی چیخ پکار پر کالاری نے اسے ایک جھٹکے سے فرش پر ڈھیر کردیا۔ اس کی آنکھوں میں درندگی تھی۔ پلک جھپکتے اس نے جھپٹ کر سریتا کا نازک بدن اپنے بدہیئت بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ سریتا نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز جیسے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ دہشت سے اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کالاری پر کس طرف سے حملہ کروں چنانچہ میں نے اس کی پشت پر جاکر اس کے گلے میں پڑے ہوئے کڑے کھینچنے شروع کردیے۔ کالاری کو امید نہیں تھی کہ میں یہ جسارت کروں گا۔ اس کے جوابی ردعمل سے اس کا خون خوار بندر مجھ پر جھپٹا۔ میں پہلو بچا گیا اور بندر ان دونوں لڑکیوں پر جا گرا۔

میں نے اپنا عمل جاری رکھا اور دفعتہً کالاری کو سریتا کے بدن سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹا اس نے اچانک پینترا بدلا اور اپنے دونوں ہاتھ جھونپڑے کی چھت کی طرف اُٹھائے۔ یکایک باہر کی طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں جھونپڑی میں آنے لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ کالاری نے اپنے تابع درندوں کی آواز دی ہے۔ میں نے جادا کاکی کھوپڑی ہاتھ میں تھام کر دل ہی دل میں اپنے تحفظ کی خواہش کی۔ یہی عمل پھر کالاری نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی کھوپڑی کے ذریعے کیا۔ ادھر خون خوار بندر دوبارہ میری ٹانگوں سے چمٹ گیا تھا۔ کالاری نے اسے مجھ سے الجھا ہوا دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ وہ بندر طاقت میں شیر کا ہم پلا تھا۔ اس نے میری ٹانگ میں جگہ جگہ کاٹنے کی کوشش کی لیکن مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بعد کو میری سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس وقفے میں جب میں بندر سے الجھا ہوا تھا کالاری پھر سریتا پر

جھپٹ پڑا۔ شاید وہ مجھ سے مقابلہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سرجنا نے اس کی دست درازی پر یک فلک شگاف چیخ ماری۔ میں پھر کالاری پر حملہ کرنے والا تھا کہ جھونپڑی میں اچانک وہی عورت نمودار ہوئی جو ایک بار سرنگا کے پاس آئی تھی۔ یہ وہ دیوی تھی جس کی مورتی سرنگا اپنی جیب میں رکھتا تھا۔ دیوی کے تیور آج خطرناک نظر آتے تھے۔ اس نے نمودار ہوتے ہی کالاری کو افریقی زبان میں حکم دیا۔ ''دور ہو جا، اس لڑکی کو چھوڑ دے۔'' دیوی نے قہر بھری آواز میں کالاری کو للکارا تو کالاری یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے وہ اب تک سرجنا کے بجائے بجلی کے ننگے تاروں سے الجھا ہوا تھا۔ دیوی کی آمد پر میں ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور خون خوار بندر دوبارہ اپنے مالک کے کاندھے پر جا بیٹھا۔ کالاری غیظ و غضب کے عالم میں اس وقت کسی آدم خور درندے سے مشابہ تھا۔ وہ دیوی کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر آ گئی؟'' وہ دہاڑا۔ ''لیکن میں آج اسے نہیں چھوڑوں گا اور تجھے بھی۔''

''تو اسے چھوڑ دے۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں۔'' دیوی نے تمکنت سے کہا۔ ''تیری بربادی قریب ہے۔''

کالاری غضب ناک انداز میں اٹھا اور دیوی کی طرف بڑھا۔ ''یہ علاقہ ہمارا ہے۔ تو ہمارے معاملات میں داخل نہ دے، ورنہ عظیم اقابلا تجھ سے سردار کالاری کی توہین کا بدلہ لے گی۔''

''میں تیرے معاملات اور تیری ملکہ کے درمیان نہیں پڑنا چاہتی۔ تو اس لڑکی کو آزاد کر دے تو میں تجھے چھوڑ دوں گی۔'' دیوی نے حکیمہ انداز میں کہا۔

''جارا کاکا کی عظمت کی قسم۔ اس علاقے پر صرف اقابلا کی حکمرانی ہے۔ تو یہاں سے اب نہیں جا سکتی۔''

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی کالاری نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے زور زور سے ہلانے شروع کر دیے۔ دوسرے ہی لمحے جھونپڑی کے باہر لاتعداد شکاری کتوں کی خون خوار غراہٹ سنائی دی۔ دیوی کے ہونٹوں پر ابھرنے والا تبسم بڑا ہی معنی خیز تھا۔ اس نے کالاری پر حقارت کی ایک نظر ڈالی۔ پھر تیزی کے ساتھ لپک کر جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

کالاری اس کے تعاقب میں جھپٹا۔ میں بھی تیزی سے جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا۔ باہر جو سماں مجھے نظر آیا وہ انتہائی خوفناک اور حیرت انگیز تھا۔ خوبصورت دیوی کو کالاری کے درجنوں کتوں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اور اسے بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ دیوی ان کے درمیان کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک اس نے اپنی نظریں ان بھونکتے ہوئے کتوں پر ڈالیں تو وہ سارے کے سارے پل بھر میں کریہہ آوازیں نکالتے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ کالاری نے اضطرابی کیفیت میں دیوی کی طرف دیکھا۔

''سرجنا کو لے جاؤ۔'' دیوی نے مجھے حکم دیا۔

اچانک کالاری نے خود کو زمین پر گھٹنے کے بل گرا دیا۔ پھر زمین پر سر ٹیک کر دوبارہ اٹھا تو اس کی بڑی بڑی آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ اس نے اپنے سینے پر دو ہاتھ مارے۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ پُراسرار دیوی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میری نظر اچانک آسمان کی طرف اٹھ گئی۔ میں سر تا پا لرز اٹھا۔ جہاز کی تباہی اور حفاظتی کشتی کا تباہ کن سفر میرے ذہن میں تازہ ہو گیا۔ دل کی دھڑکنیں غیر متوازن ہونے لگیں،

ایک سیاہ ٹکڑا فضا میں تیرتا ہوا نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ میں پہلے بھی سیاہ ذرات کی اس آندھی کا حیرت انگیز کرشمہ دیکھ چکا تھا۔ مجھے تو مقایاد آیا جوان پُراسرار سیاہ ذرات کا شکار ہوا تھا۔

کالاری بار بار سینے پر بے تحاشا ہاتھ مار رہا تھا۔ پُراسرار دیوی کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں دم بخود کھڑا آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سرنگا کی پُراسرار دیوی اب تک کالاری کے مقابلے میں بڑی پُرسکون تھی اور اس پر حاوی رہی تھی لیکن کیا وہ سیاہ ذرات کی اس زبردست آندھی سے خود کو محفوظ رکھنے کی تاب لاسکتی ہے؟ میرے ذہن میں یہ سوال بڑی تیزی سے چکرا رہا تھا۔ سیاہ ذرات خوفناک انداز میں چکراتے ہوئے دیوی کے سر پر پہنچ کر رُکے تو دیوی نے اپنی ایک انگلی اوپر اٹھا کر اسے جنبش دی۔ سیاہ خطرہ اس کے سر پر معلق تھا۔ غالباً اس کی انگلی کے اشارے نے اسے ایک فاصلے پر روک دیا تھا۔ یہ تمام تماشا میرے لیے بے حد حیرت انگیز تھا۔ میں نے سریتا کا ہاتھ پکڑا اور اس ہنگامے میں موقع غنیمت جانتے ہوئے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن کالاری چیختا چنگھاڑتا ہوا پھر آڑے آ گیا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات منڈلا رہے تھے۔ میں نے نہ جانے کیا سوچ کر کالاری کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور تاک کر جارا کا کی کھوپڑی پوری قوت سے کھینچ لی۔ میرے اس اچانک اقدام سے کالاری حواس باختہ ہو گیا اور میں نے کمال پھرتی سے دروازے کے باہر کھڑے ہوئے حبشی کے ہاتھ سے نیزہ کھینچ کر کالاری کے سینے میں گھونپ دیا۔ کالاری ایک خوفناک چیخ مار کر زمین پر گر گیا لیکن گر کر تڑپنے کی اسے مہلت نہیں ملی۔ اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ حبشی چیختا چلاتا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات کی یلغار بھی معدوم ہو گئی اور خود دیوی بھی...... میں نے جارا کا کی دوسری کھوپڑی سریتا کے ہاتھ میں دے دی اور اسے ساتھ لے کر طوفان کی طرح جنگل کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ کالاری کے خوفناک بندر نے میرا تعاقب کیا۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی لیکن بندر اچک کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا اور میرا کان سہلانے لگا۔ میں نے اسے دھتکارنا چاہا لیکن وہ میرے کاندھے سے چمٹا رہا۔ میں حواس باختگی کے عالم میں سریتا کو لے کر آگے کی طرف بھاگتا رہا۔ مشکل یہ تھی کہ سریتا میری رفتار کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ ناہموار راستوں پر کئی جگہ وہ ٹھوکر کھا کر گری پھر ایک مقام پر نڈھال ہو کر اس نے مجھ سے کچھ دیر ٹھہرنے اور سانس درست کرنے کی التجا کی۔

یکا یک پیچھے سے شور بلند ہوا۔ انہوں نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن نہ معلوم کیا بات تھی کہ اس وقت مجھے اُن کے شور اور تعاقب سے پہلے جیسا خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ تاہم حفاظت اور دفاع کی خاطر میں نے سریتا کو اپنی پشت پر بٹھایا اور اپنے جسم کی ساری توانائی بھاگنے میں صرف کر دی۔ میرا رُخ جنگل کی طرف تھا۔ بندر میرے کاندھے سے اُتر کر اب میرے ساتھ بھاگ رہا تھا اور فرار ہا تھا۔

سریتا اب بھی ہانپ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے میرا جسم مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا۔ میں اسے اپنی کمر پہ اٹھائے ہوئے آخر اس تاریک رات اور تاریک جنگل میں داخل ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

میرے تعاقب میں شور غل ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔ اُدھر کالاری کا بندر میرے ساتھ بھاگ رہا تھا۔ کبھی وہ میرے آگے آ کر زور زور سے غراتا اور مجھے رُکنے کا اشارہ کرتا۔ کبھی اُچھل اُچھل کر تعاقب کرنے والوں کو عجیب و غریب انداز میں کچھ سمجھاتا مگر میں اس کی ان حرکتوں سے بے

پرواہ ہو کر تیزی کے ساتھ تاریک جنگل میں آگے کی جانب بھاگ رہا تھا۔ میرا سانس مسلسل بھاگنے کی وجہ سے پھول گیا تھا۔

یہ خوش گوار بوجھ اُٹھا کر بھاگنے میں مجھے کوئی ایسی خاص دشواری پیش نہیں آ رہی تھی، لیکن اس تاریکی اور جنگل کے پر پیچ راستوں میں جلدی اندازہ ہو گیا کہ میں زیادہ دور تک سریتا کو اپنی کمر پر لادے ہوئے نہیں بھاگ سکتا۔ میں جوں جوں جنگل میں بڑھتا جا رہا تھا، تاریکی کی چادر دبیز ہوتی جا رہی تھی۔ خار دار جھاڑیوں میں اُلجھنے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بچے کھچے کپڑے تار تار ہو رہے تھے بلکہ جسم پر جا بجا خراشیں بھی لگ گئی تھیں۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک تناور درخت سے ٹکرا کر گرا تو سریتا کی گرفت میری پشت پر ڈھیلی ہو گئی۔

میں نے سنبھل کر اسے دوبارہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ وہ سسکنے لگی۔ ''جابر! تم مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالتے ہو؟ تم ان سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ وہ اس بستی میں ہر جگہ تمہیں تلاش کر لیں گے۔''

''ہمت سے کام لو سریتا! مایوسی گناہ ہے۔'' میں نے ایک جھٹکے سے اُسے اٹھا کر دوبارہ پشت پر لاد لیا اور اندھیرے میں بھاگنا شروع کر دیا۔ بے ہنگم آوازوں کا شور اب اور قریب آ گیا تھا۔ وہ ان راستوں کے عادی تھے، جب وہ خاصے قریب آ گئے تو میں اندھا دھند اِدھر اُدھر اپنے لیے کوئی پناہ گاہ، کوئی دفاعی جگہ تلاش کرنے لگا، مجھے یقین تھا کہ اب عنقریب تنگ دھڑنگ حبشی ہمیں دبوچ لیں گے اور پھر وہ میرے ساتھ ظاہر ہے، کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ میں نے ان کے قبیلے کے ایک عظیم سردار کالاری کو ہلاک کر دیا تھا۔

''کوجا۔ کوجا۔ آہولارا۔'' (رُک جاؤ۔ بھاگو مت) پشت سے ملی جلی آوازوں میں مجھے یہ آواز واضح طور پر سنائی دی۔ کالاری کا بندر اپنے حلق سے تیز تیز آوازیں نکال کر تعاقب کرنے والے حبشیوں کو سمت کا نشان بتا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اور جارا کا کا کی سال خوردہ کھوپڑی ہاتھ سے چھو کر اس بات کی شدت سے خواہش کی کہ وہ کاہن اعظم کے غار تک میری رہنمائی کر دے۔ میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پھر بھی یہ یقین تھا کہ جارا کا کا کی کھوپڑی کی موجودگی میں مشتعل حبشی میرا یا سریتا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن میں اس وقت وہاں رُک کر کسی قسم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اُکھڑی اُکھڑی سانسوں پر قابو پاتا میں آگے کی سمت بڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی پتھر سے ٹھوکر لگی اور میں سریتا سمیت کسی غار میں پشت کی جانب لڑھکتا چلا گیا۔ توازن برقرار ہونے پر میں نے سریتا کو دوبارہ سنبھالا اور غار میں اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ ان غاروں میں روپوش افراد کے بارے میں مجھے تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا تھا۔ کالاری کا بندر اب میرے نزدیک نہیں تھا لیکن غار کے دہانے پر اس کی آوازیں ابھی تک اندر آ رہی تھیں، حبشیوں کی چیخ و پکار بھی ایک مرکز پر ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ میں ان آوازوں سے دُور ہوتا گیا۔ پھر جب میں ایک دروازے کے قریب پہنچا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیوں کہ اب میں جزیرہ وتوری کے سب سے محفوظ مقام کاہن اعظم کے غار کے اندر تھا۔ میں نے سریتا کو اُتار کر ایک طرف کھڑا کیا اور جارا کا کا کی کھوپڑی گلے سے اُتار کر بازو میں باندھی اور سموراں کے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دونوں ہاتھ باندھے، پھر انہیں پھیلا دیا، میری توقع کے مطابق دروازہ کھل گیا۔ سریتا کا ہاتھ تھام کر میں نے اُسے آگے کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اپنے پیروں پر چلنے لگی۔ اس راستے سے مجھے پوری واقفیت تھی۔ سریتا دم بخود تھی۔ کبھی وہ میرا چہرہ دیکھتی اور کبھی غار کا اندرونی انتظام سمجھنے کی کوشش کرتی۔ میں نے اُس کی وحشت دور کرنے کے لئے

مختصراً سمجھا دیا کہ اس وقت کوئی خطرہ ہمارا تعاقب نہیں کر سکتا۔ ہم جزیرہ وتوری کے سب سے محفوظ مقام پر ہیں۔ پھر بھی سرینا کا خوف کم نہیں ہوا۔ ان پریشان کن حالات کے باوجود اپنے بدن کے بعض حصے چھپانے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔ میں اسے غار کے اس حصے میں لے گیا جہاں ترام اور جمرال کی موجودگی کی توقع تھی۔ کاہن اعظم سورال کے بارے میں مجھے علم تھا کہ اس کی واپسی دو روز بعد ہوگی کیوں کہ وہ مقدس اقابلا کی طلبی پر گیا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میں اس کی واپسی سے پہلے ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر اس پناہ گاہ میں آ گیا تھا۔

دوسرے کمرے میں ترام اور جمرال دونوں موجود تھے۔ جمرال گھاس کے بستر پر محو خواب تھا لیکن ترام جاگ رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ سن کر وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی نگاہوں میں مسرت کی چمک پیدا ہوئی مگر جب اس کی نگاہیں سرو قد سرینا پر پڑیں تو اس کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا ہو گیا۔ مجھے ترام کی یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا۔ جزیرہ وتوری کے متعلق توشا اور نیری نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں جنس کی کوئی قدر موجود نہیں ہے۔ تاہم عورتیں ایک خاص عرصے کے لئے یا اگر وہ چاہیں تو عمر بھر کے لئے کسی مرد کے ساتھ وابستہ کر دی جاتی تھیں۔ وہ مرد اگر چاہے تو اپنے مہمان مردوں کو اپنے تصرف کی عورتیں خوشنودی کے حصول اور مہمان نوازی کے جذبات کے طور پر پیش کر سکتا تھا لیکن اقدار کے اس اختلاف کے باوجود تمام دنیا کی عورتیں جذبوں میں یکساں ردعمل کا اظہار کرتی ہیں۔ مجھے ترام کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانے میں دیر نہیں ہوئی۔

سرینا نے بھی شاید ترام کی یہ کیفیت محسوس کر لی۔ وہ ترام کی نظروں کی تاب نہ لا کر جلدی سے میری پشت پر آ گئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "سیدی جابر! یہ لڑکی کون ہے؟ شاید اسے میرا آنا ناگوار گزر رہا ہے۔"

"نہیں سرینا! یہ بہت اچھی لڑکی ہے۔" میں نے انگریزی میں کہا۔ "یہ لڑکی ایک عظیم کاہن کی بیٹی ہے، وہ کاہن میرا محسن ہے۔ تم جو ابھی تک مجھے زندہ دیکھ رہی ہو، یہ سب اسی خانوادے کے سبب سے ہے۔ اگر ان لوگوں نے مجھے پناہ نہ دی ہوتی تو تم شاید کالاری کی ہوس پر قربان ہو گئی ہوتیں۔"

سرینا کو مطمئن کر کے میں ترام کے نزدیک گیا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ وہ ابھی تک نظریں چرا کر سرینا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی۔ ترام کے اندرونی جذبات جابر جیسا شخص نہ سمجھتا تو پھر کون سمجھتا؟ میں نے اسے اعتماد میں لینے اور اس کے دل کا غبار دور کرنے کے لئے کہا۔ "ترام! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع دیے بغیر یہاں سے چلا گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم کبھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں دو گی اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ لڑکی...... تم اس سے ملو۔ اس کا نام سرینا ہے، یہ ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ کالاری اسے اپنے لیے اٹھا کر لے گیا۔ اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو کالاری اسے برباد کر دیتا۔"

ترام کچھ دیر خاموش رہی جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "تم اس لڑکی کی خاطر باہر جانے کے لئے بے چین تھے؟ اسی وجہ سے تم نے میری، جمرال کی اور جزیرہ وتوری کے کاہن اعظم کی ہدایتیں بھی نظر انداز کر دیں؟" وہ پُروقار لہجے میں بولی۔

"ہاں ترام! میں اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ کمزور لڑکی میری مدد کے باعث ظلم و ستم سے بچ گئی ہے۔" میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ "میں کاہن اعظم سورال کے احسانات کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس مقدس شخص نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اس کی عظمت کا ثبوت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نیک دل سورال میری نیت سے واقف ہوگا اور اس گستاخی اور نافرمانی پر مجھے معاف کر دے گا۔"

''اس لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے ہو؟'' ترام نے سرد لہجے میں پوچھا۔

وہ بار بار تیکھی نظروں سے سریتا کو دیکھ رہی تھی، سریتا اپنا بدن سمیٹے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

''اس لیے کہ اس پُر اسرار علاقے میں سب سے محفوظ جگہ ہے، یہاں کے باشندوں کے شر سے محفوظ رہے گی۔'' میں نے حوصلے سے جواب دیا۔'' کاہن اعظم کے احسانات اور محبت کے سبب میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس جسارت پر برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ یہ لڑکی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔''

''کیا تم اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے؟''

ترام کا تجسس اور گلہ میں نے محسوس کر لیا۔ وہ مجھ سے سریتا کے سلسلے میں کوئی حتمی بات سننے کے لیے مضطرب نظر آتی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں سریتا جیسی نازک بدن، دل کش لڑکی سے منہ موڑ لوں؟ جس نے آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی، کیا میں اس ہندی دوشیزہ سے دست بردار ہو جاؤں؟ میں نے ایک نظر سہمی ہوئی سریتا پر ڈالی پھر ترام سے فیصلہ کن انداز میں مخاطب ہوا۔'' میں نے اس لڑکی کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اس کی قسمت کا فیصلہ مقدس سوراں کرے گا۔''

ترام جز بز ہو کر بولی۔'' اگر میرے باپ نے اس لڑکی کے خلاف کوئی حکم صادر کیا تو کیا تم اُسے قبول کر لو گے؟''

''مجھے معلوم ہے وہ پاک باطن شخص ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو مقدس سوراں کا ہر حکم مجھے ہر حال میں قبول ہو گا۔'' میں نے صاف دلی سے اس سے کہا۔

میرا یہ واضح جواب سن کر ترام کی آنکھوں میں معنی خیز چمک پیدا ہوئی۔ ہمارے درمیان چونکہ مقامی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لیے سریتا گم صم کھڑی رہی۔ ترام کا تجسس بڑی حد تک دور ہو گیا تھا۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گئی تو اس نے آگے بڑھ کر سریتا کا ہاتھ تھاما اور اسے ہمراہ لے کر قریب لے جا کر اشارے سے گھاس کے بستر پر آرام کرنے کے لیے کہا۔ میں نے سریتا کو ترام کا عندیہ سمجھایا تو وہ کسی قدر جھجکی، پھر اپنا پھول جیسا جسم سمیٹ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ میں ترام کو سریتا کے پاس چھوڑ کر غار کے اس حصے میں آ گیا جو چوالیس دنوں تک متواتر میرے تصرف میں رہا تھا میں نے ایک طویل انگڑائی لے کر خود کو فرش پر بے سدھ گرا دیا اور سیاہ چھت کو گھورنے لگا۔ مشعل کی روشنی اس ویران کمرے میں بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھی، ابھی میں غنودگی کی منزل میں تھا کہ ترام آ گئی۔

میں سوراں کی وجہ سے اپنے سرکش نفس کو دبائے رکھنے پر مجبور تھا۔ جب وہ میرے پاس فرش پر آ کر بیٹھ گئی تو اس نے بہت مدھم لہجے میں کہا۔'' جابر! کیا یہ لڑکی تمہیں پسند ہے......؟''

''پسند......؟'' میں نے اس کا مطلوب سمجھ کر کہا۔'' ہاں پسند ہے۔ مگر تمہیں ایسی باتیں کرنا کہاں سے آ گئیں؟''

''یہ سب تمہی نے سکھایا ہے۔ کیا تم اسے بہت پسند کرتے ہو؟''

''ہاں بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔'' مگر...... مگر تم سے زیادہ نہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ”خدا کی قسم، مقدس سوراِل کی عظمت کا خیال مانع ہے ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاتا۔“

”پھر تم میرا کیا کرتے؟“ ترام نے معصومیت سے کہا۔

”میں تمہیں اپنے دل کی ملکہ بناتا۔ میں تمہیں بیروت لے جاتا۔ جب تم اعلیٰ لباس میں وہاں کی سڑکوں پر جلوہ گر ہوتیں تو لوگ دنگ رہ جاتے۔“ میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

غار کے اس حصے میں میرے اور ترام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ جمرال سو رہا تھا۔ سریتا کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ نازک بدن حالات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ اپنی جگہ سے ہلنے تک کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ سوراِل، مقدس اقابلا کی طلبی پر اس کی بارگاہ میں گیا ہوا تھا۔ یہ سناٹا، یہ بھڑکتی ہوئی مشعل، یہ دوشیزہ اور میں۔ میں کہ ایک سرمست نوجوان۔ اندر چھپے ہوئے اس بدبخت شخص نے مجھے ہوس کی طرف لاکھا کسایا۔ میرا دل چاہا کہ ترام کو گھسیٹ کر اس اقتاع کا دروازہ بند کروں جو ایک حسین عورت کو ایک نوجوان مرد سے دور کرنے کا غیر فطری جبر ہے لیکن مقدس سوراِل نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ حالانکہ اس علاقے میں اس قسم کے اعتماد، دوشیزگی، عصمت اور جنس کے بارے میں وہ گریز نہیں تھے جو ہمارے معاشرے میں موجود ہیں لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ ہوس بدنیتی اور نفس کے بارے میں نہ جانتے ہوں۔

میں اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اگر میں دیوانگی اور سرشوری کے اس لمحے میں بہک گیا تو مقدس سوراِل ناراض ہو سکتا ہے اور پھر جزیرہ توری کا کوئی گوشہ میری پناہ گاہ نہیں بن سکتا۔ کاہن اعظم اس وقت اقابلا کے روبرو موجود ہے۔ لیکن کاہن اعظم کی نگاہیں اس کے گھر میں موجود ہوں گی۔ وہ ساری باتیں محسوس کر رہا ہوگا اور دیکھ رہا ہوگا۔ چونکہ وہ برتر طاقتوں کا حامل ہے، اب جبکہ میں جزیرے کے ایک سردار کو ختم کر کے ایک سنگین جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں تو میرے لیے احتیاط لازم ہے۔ یقیناً اقابلا اپنے سردار کی موت پر برہم ہوگی اور سوراِل بھی لازماً اپنی ملکہ کا ہم نوا ہوگا۔ کالاری کے خاتمے کے بعد حالات اور سنگین ہو گئے ہیں، مجھے سریتا کو حاصل کرنے کے جوش میں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ سکون اور آرام کی یہ ساعتیں اس خونیں ہنگامے کے بعد کہیں نصیب ہوئیں تو مجھ پر خوف غالب آ گیا۔ ان دیکھی بلاؤں کا خوف، آنے والے سانحوں کا خوف، ایک سردار کی موت کوئی چھوٹا واقعہ نہیں ہے۔ نہ جانے اب کیا؟ کون سے امتحانوں سے گزرنا پڑے۔

ترام نے پھر مجھے چونکا دیا۔ وہ حیرت سے مجھے ٹہلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ ”تم نے سردار کالاری سے اسے کیسے حاصل کر لیا؟“

”مقدس سوراِل نے مجھے حوصلہ بخشا تھا ورنہ کالاری جیسے دیوزاد اور بڑے سردار پر میری برتری محال تھی۔“ میں نے کہا۔

مگر تم نے اسے زیر کیسے کر لیا؟ یہ ایک ناممکن کام ہے۔“

میرے ساتھ سچائیاں تھیں میرے پاس حوصلہ تھا اور سریتا کا ساتھ تھا اور طاقتیں دے رہی تھیں۔ اسی لئے مجھے اسے مارنے میں آسانی ہوئی۔“

”کیا؟...... کیا تم نے اُسے مار دیا؟“ ترام حیرت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

”ہاں میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔“ میں نے پُرسکون لہجے میں اسے جواب دیا۔

”یقین نہیں آتا...... جانتے ہو، کالاری مقدس اقابلا کا ایک سردار تھا۔ اُس پر آسمان کی طاقتوں کا سایہ تھا اور عظیم اقابلا کی عنایتیں اس کی

جلو میں تھیں کسی معمولی انسان کا اس کے مقابلے میں کامیاب ہونا ممکن نہیں ہے۔" ترام مجھے تجسس آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی حیرت بے جا نہیں تھی۔ میں نے ایک لمحے تامل کیا، پھر شروع سے آخر تک کے تمام واقعات ترام کو سنا ڈالے۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی جیسے میں کوئی ان ہونا واقعہ سنا رہا ہوں۔ اس نے میری کہانی سننے کے بعد کسی رائے کا اظہار نہیں کیا البتہ اس کے انداز سے الجھن اور خوف مترشح تھا۔ میں نے اس خشک موضوع سے اجتناب کیا اور اس کے نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے کہا۔" تم یہاں سے چلی جاؤ۔۔۔۔ ورنہ تمہارا قرب مجھے بہکا دے گا۔ میں مقدس سورال کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں چاہتا۔"

قریب تھا کہ میں اس جنون خیز سیلاب میں بہہ جاتا کہ غار کا بیرونی دروازہ کھلنے کی تیز آواز نے میرے جسم میں سنسنی پیدا کر دی۔

ترام مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے ہاتھوں سے نکل گئی۔ وہاں رکنے کے بجائے وہ بھاگتی ہوئی اس حصے کی طرف چلی گئی جہاں سریتا اور جمرال موجود تھے۔ میں ششدر بیٹھا اپنے منتشر اعصاب مجتمع کرنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ میرے کمرے میں سورال نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر بلا کی درشتی تھی، آنکھوں میں ایسا دبدبہ تھا کہ اس سے نظریں نہیں ملا سکا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ہوس ناک ارادوں سے باخبر ہو گیا ہے۔ خوف زدہ ہو کر میں نے اسے اپنے رواج کے مطابق سلام کیا اور خاموشی سے گردن جھکا کر کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ غار کے در و دیوار پر موت کا سکوت طاری تھا۔ کچھ لمحے اسی بھیانک سکوت میں گزر گئے، پھر سورال کی گرج دار آواز ابھری۔" میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سورال غار کے دوسرے حصے کی طرف جانے کے لئے گھوم چکا تھا۔

انکار کی کیا مجال تھی؟ میں نے تمام تر عجلت سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مجھے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے اپنے اندر کے وحشی انسان کو بے لگام چھوڑ کر اور ترام کا نا آسودہ بدن برانگیختہ کر کے یقیناً کسی دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ لمحات بڑے جاں گسل تھے۔ میں اس کی تقلید میں دو کمروں سے گزر کر اس کی مخصوص عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ کابن اعظم بڑے کڑھاؤ کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو مشعل دکھا دی۔ آگ بھڑک اٹھی تو وہ اپنی زبان میں کچھ پڑھنے لگا۔ میں سکتے کے عالم میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اونچی آواز میں کچھ پڑھتا رہا۔ پھر اس نے مقدس جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر اپنے ہاتھ میں لے لی اور میری طرف گھور کر تحکمانہ آواز میں بولا۔" اس میں جھانک کر دیکھو۔"

میں نے ڈرتے ڈرتے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں جھانکا۔ تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر اس اندھیری رات میں غار کے باہر کا منظر روز روشن کی طرح تیل کی لہروں پر نمودار ہو گیا۔ غار کے باہر ننگ دھڑنگ مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر اکٹھا تھا۔ کالاری کا بندرا اچھل اچھل کر سینہ کوبی میں مصروف تھا۔ بظاہر وہ سب میرے خون کے پیاسے معلوم ہو رہے تھے۔ میرے جسم میں سردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں رعشہ براندام تیزی سے گھوم کر کابن اعظم سے بولا۔" مقدس سورال، یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

" تم کیا سمجھ رہے ہو؟" سورال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

" یہ لوگ آج مجھے تمہاری پناہ سے نکال لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔" میں نے بدقت تمام کہا۔

''غلط۔'' سوراال نے جواب دیا۔ ''یہ سچ ہے کہ یہ تمہیں یہاں سے لے جانے کے لئے آئے ہیں۔''

''اور یہاں سے لے جا کر یہ لوگ مجھے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیں گے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''نہیں یہ تمہیں اپنا حکمران بنانے کے لیے بے چین ہیں۔''

''حکمراں...... تم کیا کہہ رہے ہو مقدس کاہن؟''

''ہاں حکمراں...... تم نے کالاری کو مار کر خود اس کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس جزیرے کی یہی رسم ہے جب کوئی سردار کو مقابلے کی دعوت دیتا ہے یا اسے مار دیتا ہے تو اسے سرداری کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ تم عظیم اقابلا کے آسمانی قانون کی رو سے اب کالاری کے جانشین ہو کیونکہ تم ایک ایسے شخص سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوئے جو یہاں کا سردار تھا۔ مقدس اقابلا کی عظمت تم پر سایہ گیر رہے۔ اب تم یہاں کے سردار ہو۔ کسی اجنبی کو آج تک یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔''

''تم...... تم۔'' مگر میں کچھ نہ کہہ سکا۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے مذاق کیوں کر رہا ہے لیکن میں اس کے سامنے اس بے ادبی اور گستاخی کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ انکشاف سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اچانک مجھے جزیرہ توری میں ایک بڑے سردار کا منصب مل سکتا تھا۔ حیرت اور خوشی کی بنا پر میرے منہ سے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ یہ لوگ جو باہر چیخ پکار مچا رہے ہیں یہ مجھے اپنا حاکم بنانے کے لئے آئے ہیں۔ بیروت کا ایک عرب نوجوان پُر اسرار جزیرہ توری کا ایک سردار تسلیم کر لیا جائے گا؟ اس جزیرے کا سردار جس کی زمین کل تک خود اس کے لئے تنگ تھی وہ ان لوگوں پر حکمرانی کرے گا جو کل تک اس کے خون کا ذائقہ چکھنے کے لئے مضطرب تھے۔ میری عقل میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں نے رحم طلب نظروں سے سوراال کی جانب دیکھا۔ وہ میرا اضطراب بھانپ کر نرم لہجے میں یوں گویا ہوا۔

''کاہن کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتا جس وقت تم نے کالاری کو زیر کیا تھا۔ اس وقت میں مقدس اقابلا کی بارگاہ میں حاضر تھا لیکن مقدس اقابلا نے مجھے فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ کاہن اعظم ہی کسی شخص کے سرداری کا منصب سنبھالنے کی ضروری رسمیں انجام دیتا ہے۔ اب تمہیں کالاری کی ذمے داری سنبھالنی ہے تم نے مشکل حالات کے باوجود جس جواں مردی، شجاعت اور حوصلے کا ثبوت دیا ہے، اس کا صلہ تمہیں مل گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نے مصائب سے نجات حاصل کر لی ہے۔ توری جزیرے کے رسم و رواج کے مطابق ابھی تمہیں کالاری کا منصب سنبھالنے سے پہلے چند امتحانات سے گزرنا ہوگا اور چونکہ تم اجنبی ہو۔ اس لیے اقابلا کے آسمانی...... قانون سے واقف ہونا ہوگا۔''

''عظیم سوراال! مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا میں اس منصب جلیل سے پوری طرح انصاف کر سکوں گا؟ اور وہ امتحانات کیا ہیں اے کاہن اعظم...... جن سے مجھے گزرنا ہوگا۔'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''میں دیکھ رہا ہوں اور مجھ سے پہلے بہت سے کاہنوں نے دیکھا ہے...... میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جزیرہ توری کی تاریخ کے وہ شخص ہو جس کی پیش گوئی بہت پہلے کر دی گئی تھی...... میں تمہیں کچھ اور نہیں بتا سکتا۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''مقدس کاہن! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہوا۔ تم نے مجھے پناہ دی۔ مجھے اسرار سمجھائے اور حوصلہ بخشا۔ میں تم سے

وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ تمہاری رضامندی کو اولیت دوں گا۔'' میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''ادھر دیکھو......'' کاہن اعظم نے میری باتیں نظر انداز کر کے مجھے پھر کڑھاؤ میں جھانکنے کا حکم دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں دیکھا۔ حسب دستور تیل میں ایک لہری پیدا ہوئی۔ پھر جو منظر نظر آیا، اسے دیکھ کر تو میرا خون ہی خشک ہو گیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ منظر جلتے ہوئے تیل پر نظر آنے لگا جو ابھی کچھ دیر پہلے کاہن اعظم کی عدم موجودگی میں اس اندھیرے کمرے میں پیش آیا تھا۔ میں نے سموراں کے چہرے کی جانب اس کا ردعمل جاننے کے لئے نظریں اٹھائیں۔ اس کی عقابی نگاہیں میرے جسم میں نیزے کی انی کی طرح چبھنے لگیں۔'' اس علاقے میں پتا کھڑکنے کی آواز بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔'' سموراں کی ٹھوس آواز کمرے کے درو دیوار سے ٹکراتی ہوئی ابھری۔ ''تم نے ترام کا خوابیدہ بدن جگا کر میری ریاضت میں رخنہ ڈالا ہے۔ میں اپنے دونوں بچوں کو نفسانی آلائشوں سے دور رکھنا چاہتا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ انہیں تربیت دے کر اقابلا کے حضور پیش کروں گا لیکن تم نے میری بچی کو راستی کی راہ سے ہٹا دیا۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں مقدس کاہن!'' میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ ''جو کچھ ہوا، اس میں ترام سے میری محبت کا کم از کم دخل تھا وہ ایک جذباتی فعل تھا لیکن میں نے ہر مرحلے پر کاہن اعظم کی بیٹی کا احترام ملحوظ رکھا ہے۔''

''خاموش۔'' سموراں نے بلند آواز میں کہا۔ ''کاہن وضاحت طلب نہیں کرتے کیونکہ وہ قلب کے اندر جھانکنے کی قوت رکھتے ہیں۔''

میرا جسم پسینے پسینے ہو گیا۔ سموراں نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ''تم ایک بہادر نوجوان ہو۔ اب تم ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ جن سے جزیرہ توری کی سرداری کے لئے تمہیں گزرنا ہے اور سوچ لو کہ کاہن اعظم کی کسی بات سے انکار کی جرأت کرنے والا اس جزیرے پر فوراً ہی موت کی آغوش کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔''

''میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''کیا تم اس کڑھاؤ کے ابلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگا سکتے ہو؟'' سموراں نے تیز آواز میں دریافت کیا۔

میں یہ حکم سن کر لرز اٹھا۔ کڑھاؤ میں ابلتا ہوا تیل میرے امتحان کا منتظر تھا۔ میں نے سموراں کی طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھا مگر مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سموراں کا انداز بہت بے رحمانہ تھا۔ میں نے ایک لمحے میں کچھ سوچا یقیناً یہ کوئی آزمائش ہے۔ مگر یہ کوئی فریب نہ ہو؟ لیکن انکار کس طرح ممکن ہے؟ کیا میری تمام مشقتیں اور صعوبتیں رائیگاں جا رہی ہیں؟ اور کیا یہ خونیں غسل میری نجات کا پروانہ ہے؟ میں لرز لرز گیا۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھا اور کاہن اعظم کے سوال کے جواب میں چارو ناچار جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگانے کی ٹھان لی۔ کڑھاؤ کے نیچے آگ جل رہی تھی اور تیل اس کے اندر ابل رہا تھا۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی لیکن میں سینہ تان کر آگے بڑھا اور قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر چڑھ کر جلتے ہوئے تیل میں چھلانگ لگا دی۔ اس وقت میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں لیکن کڑھاؤ میں گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا جسم سرد پانی میں ڈوب گیا ہو۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ابلتا ہوا تیل سرد پانی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں کود کر کڑھاؤ سے باہر آیا تو سموراں نے میرے کاندھے پر شفقت کا ہاتھ رکھ دیا اور میں نے پہلی بار اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ محسوس کی۔ ''تم یقیناً اس جزیرے کی سرداری کے

اہل ہو۔" وہ بلند آواز میں بولا۔" لیکن یہ ایک آسان سا امتحان تھا۔ اس سرد مقدس پانی میں غسل کر کے تم نے باہر کی دنیا کی گندگی دھو ڈالی ہے۔ دوسرے امتحان ایک ہفتے کے اندر اندر تمہیں اطلاع دیے بغیر لیے جائیں گے۔ اگر تم اس میں ثابت قدم رہے تو ایک ہفتے بعد تمہیں آبادی کے روبرو قبیلے کی سرداری سونپ دی جائے گی۔"

"میرے لیے اور کیا حکم ہے؟" میں نے سعادت مندی سے پوچھا۔

"تم اب آرام کر سکتے ہو۔ میں غار کے باہر ان لوگوں کو مطمئن کر کے آتا ہوں جو تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔"

"میں ایک خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ادب سے کہا۔

"کہو......؟"

"میں مقدس کاہن کو زیادہ قریب رکھنے کے لیے اس سے ایک چیز مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری یہ گستاخی معاف کر دو گے۔"

"تم اس جزیرے کی جس لڑکی کو چاہو ملکہ بنا سکتے ہو۔"

"میں صرف ترام کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ترام!" سموراں نے دہرایا اور اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں......

"کیا تم اسے جزیرہ توری کے ایک شریف النفس سردار کی بیوی بنانے پر تیار نہیں ہو گے؟ اس طرح ہم دونوں اور قریب آ جائیں گے اور جب ہم دونوں قریب آ جائیں گے تو پھر کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔" میں نے جوش سے کہا۔

سموراں کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔" ہم اب بھی قریب ہیں۔ جزیرہ توری کا ہر سردار مجھ سے قریب رہتا ہے۔"

"مگر ترام سے میں محبت کرتا ہوں۔" میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔

وہ میرے پیہم اصرار پر بہت دیر بعد کہیں راضی ہوا۔" میں ترام تمہیں دیتا ہوں لیکن خیال رہے وہ کاہن اعظم کی بیٹی ہے۔"

"میں اسی احساس برتری کے لیے اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم اب جا سکتے ہو۔" وہ میری چرب زبانی سے غالباً برہم ہو گیا تھا۔

"میں سرنگا کے سلسلے میں تمہارا ارادہ جاننے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے چلتے چلتے پوچھا۔ "کیا تم اسے کچھ دنوں تک اسی غار میں رکھو گے؟"

"ہاں۔ کچھ دنوں تک اسے یہاں میرے پاس رہنا ہو گا۔ پھر اسے سرنگا کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"کیا سرنگا زندہ ہے؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"ہاں سرنگا ابھی زندہ ہے۔" سموراں کا جواب مختصر اور معنی خیز تھا۔ سرنگا کے بارے میں مجھے کچھ اور معلومات کرنے کی جستجو ہوئی لیکن سموراں کا معنی خیز لہجہ اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ سرنگا کسی مشکل سے دوچار ہے اور وہ بتانے سے گریز کر رہا ہے۔ سموراں نے مجھے مزید کچھ

سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے مجھے کمرے سے جانے اور آرام کرنے کی ہدایت کی۔ میں بادل نخواستہ وہاں سے چلا آیا اور اپنے کمرے میں فرش پر دراز ہو گیا۔ اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ حالات نے کس قدر انقلابی انداز میں پلٹا کھایا تھا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ جزیرہ توری کے ایک اجنبی کو یہ اعزاز حاصل ہوگا۔ اس رات مجھے اپنے وطن اپنے شہر اور اپنے گھر کی بہت یاد آئی اور ایک ایک کر کے سارے منظر میری نگاہوں میں گھوم گئے۔ حسین فلورا کی یاد نے مضطرب کیا اور میں نے خود کو اس بات کے لئے آمادہ کرنا شروع کر دیا کہ اب میں کبھی وطن واپس نہ جا سکوں گا۔ میرا جسم اسی قبیلے کی خاک میں مل جائے گا اپنے عزیزوں کو دیکھنے کا دوبارہ کوئی موقع مجھے نصیب نہیں ہوگا۔ اس قربانی کے عوض مجھے اس جزیرے کی سرداری مل گئی ہے، زندہ رہنے کے لئے یہ سہارا بہت کافی ہے۔ مجھے بہر حال اپنے حالات سے مفاہمت کرنی چاہئے اور اس جزیرے کی حبشی آبادی کی کایا پلٹ دینی چاہئے۔ میں نے دیر تک بہت سے منصوبے بنائے اور سوچنے لگا کہ میں ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ میں اقابلا کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ اور فلورا کو شوالا سے کیسے بچا سکتا ہوں؟ فلورا کی جدائی کا داغ میرے سینے سے دھواں دیتا ہے غرضیکہ رات کے پچھلے پہر تک میں جاگتا رہا اور اپنے ذہن میں آئندہ زندگی کے خاکے بناتا رہا۔ فرار کا خیال کرنا بھی اس جزیرے میں گناہ تھا۔ کیونکہ کاہن اعظم کو ہر بات کی خبر ہو جاتی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی نیت صاف کی اور صمیم قلب کے ساتھ اپنی آبادی میں گھل مل جانے پر خود کو آمادہ کیا۔

علی الصباح کاہن اعظم نے مجھے طلب کیا۔ جبرال کے ساتھ میں اس کے پاس پہنچا تو ہراساں و پریشاں سرتا وہاں موجود تھی۔ میرے پہنچنے کے بعد ترام کو بلایا گیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی سموراں کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ ''ادھر آؤ میرے قریب۔'' سموراں نے تحکمانہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ وہ قریب آئی تو سموراں نے میرا ہاتھ تھاما۔ پھر ترام کا ہاتھ پکڑ کر ہم دونوں کے ہاتھوں میں کڑا ڈال دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک کڑے میں پڑے ہوئے تھے۔ اس عمل کے بعد وہ پھرتی سے جلتی آگ کے سامنے کچھ پڑھنے لگا۔ ترام کے چہرے پر سرخی چھا رہی تھی اور اس کی گردن شرم سے جھک گئی تھی۔ سموراں کی آواز تیز ہوتی گئی۔ ہم سب خاموشی سے سموراں کی عبادت دیکھ رہے تھے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو اس نے ترام کو کچھ اشارہ کیا۔ ترام اچانک گھٹنوں کے بل جھکی اور اپنا سر میرے پاؤں سے رگڑنا شروع کر دیا۔ یہ غالباً کوئی رسم تھی جس کی ادائیگی ترام پوری تن دہی سے کر رہی تھی۔ دیر تک وہ یہی عمل کرتی رہی پھر سموراں نے اسے اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے بائیں ران پر بندھا ہوا خنجر نکالا۔ میں حیرت زدہ اور سراسیمہ ہو کر وہ عجیب و غریب رسمیں دیکھ رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سموراں نے خنجر کی نوک اپنے سینے میں اتار لی۔ پھر خون میں اپنے سیدھے ہاتھ کی درمیانی انگلی ڈبو کر اسے ترام کے سینے پر لگا دیا۔ ترام کے سینے پر سرخ خون کی لکیر بہنے لگی اور اس کا سر عقیدت سے جھک گیا۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور اس نے خنجر کی نوک میری انگلی میں چبھو دی۔ مجھے شدید درد کا احساس ہوا لیکن میں برداشت کر گیا۔ ترام نے کمال تیزی سے میری کٹی ہوئی انگلی چوسنی شروع کر دی۔

''جابر بن یوسف! ترام اس جزیرے کے رسم و رواج کے مطابق تمہاری بیوی ہے آج کے بعد سے تم اس کے محافظ ہو۔ میری ذمے داری ختم ہوئی۔'' سموراں کے لہجے میں کرب تھا۔ میں وہاں کے رسم و رواج سے بالکل ناواقف تھا۔ پھر بھی میں نے اپنی عقل کے مطابق آگے بڑھ کر سموراں کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ''مقدس سموراں! تیری عنایتوں نے مجھے غلام بنا لیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ترام میرے پہلو میں محفوظ

رہے گی۔ اس کی حفاظت مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہوگی۔"

سمورال نے مجھے اور ترام، سریتا اور جمرال کو اپنی عبادت گاہ سے رخصت کر دیا۔ سریتا بہت مایوسی اور خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ہم جب دوسرے کمرے میں آ گئے تو بھی اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے رسمی طور پر اس کی خیریت پوچھنے کے بعد اپنے کمرے کی راہ لی۔ اس سے نگاہ ملاتے ہوئے نہ جانے کیوں مجھے جھجک سی محسوس ہوئی تھی۔ ایک خلش سی محسوس ہو رہی تھی اور یہ خلش اس وقت تک قائم رہی جب تک میں ترام کے ساتھ گھاس کے فرش پر نڈھال ہو کر گر نہ گیا۔ ترام قریب آئی تو میں سب کچھ بھول گیا۔

یہاں مجھے شاعری کی اجازت دیجئے۔ میں نے ایسے تیور دیکھے جن سے اب تک ناآشنا تھا۔ میں اس پھول کی مہک سے بے خود ہو گیا۔ ترام کی بات ہی اور تھی۔ شاید کاہن اعظم نے اسے زیادہ لطیف اور دلکش بنانے میں اپنی ماورائی قوتوں سے بھی کام لیا تھا۔

اب میں اپنی اس عجیب وغریب داستان کے کچھ غیر اہم درمیانی حصے چھوڑ کر اصل کہانی کی طرف آ رہا ہوں۔ سمورال کے غار میں مجھے ایک ہفتہ گزر گیا۔ ترام سے شادی کے بعد اب اس گھر میں میری حیثیت کسی پناہ گزین کی نہیں تھی بلکہ گھر کے ایک فرد کی سی تھی۔ میں نے اس مدت میں جمرال، ترام اور سمورال سے بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قبیلے کے رسم و رواج سے آگاہی اور کالی طاقتوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے اور سرداری کے آداب سیکھنے میں مجھے سارا ہفتہ گزر گیا۔ ترام کے دل کش جسم کی رفاقت کے ساتھ ساتھ میں دشوار گزار مراحل سے بھی گزرا۔ وہ امتحانات جن کا تذکرہ سمورال نے کیا تھا، ان میں بھی میں نے بہ کمال وتمام کامیابی حاصل کی۔ ان آزمائشوں کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ترام کی عبادت گاہ کی جادوئی اشیاء اور ہڈیوں کے پنجروں نے متحرک ہو کر میری برداشت اور حوصلے خوب آزمائے۔ اچانک مجھ پر کوئی افتاد پڑ جاتی تھی کبھی کوئی ڈھانچہ میرا گلا دبوچنے کے لئے رات کے اندھیرے میں میری طرف بڑھتا، کبھی خوف ناک شکلوں کے جانوروں کی کھوپڑیاں بھیانک آوازوں سے مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتیں۔ یہ پورا ہفتہ اسی آنکھ مچولی میں گزر گیا اور آخر وہ لمحہ آ پہنچا جب سمورال نے مجھے باہر جانے اور قبیلے کی سرداری کی مسند سنبھالنے کی اجازت دے دی۔ میں جب سمورال کے ساتھ باہر آیا تو وہاں مردوں، عورتوں اور بچوں کا اژدہام تھا۔ مجھے دیکھ کر کالاری کا بندر خوشی سے ناچنے لگا اور اچھل کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا۔ حبشی مردوں اور عورتوں کے مرجھائے ہوئے چہرے مجھے دیکھ کر کھل گئے۔ انہوں نے خوشی کے اظہار کے طور پر وحشیانہ انداز میں رقص کرنا شروع کر دیا، ڈھول، چیخیں اور مستانہ نعرے۔ ان آوازوں کے درمیان مجھے جلوس کی صورت میں کالاری کی بستی میں پورے تزک و احتشام سے لے جایا گیا، سمورال میرے ہمراہ تھا اور اس کے ساتھ ترام بھی تھی۔ ترام کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا لیکن کاہن اعظم ایک جذبات سے عاری شخص معلوم ہو رہا تھا۔

کالاری کی بڑی جھونپڑی کے سامنے یہ قافلہ رک گیا۔ پھر قبیلے کے رواج کے مطابق بے شمار درندوں کو کھلے میدان میں اکٹھا کر کے ان کا خون پتھروں کے بنے ہوئے بڑے بڑے برتنوں میں جمع کر لیا گیا اور اس خون سے مجھے غسل دیا گیا۔ میرے کپڑے پہلے ہی اتار دیئے گئے تھے۔ اب میں بالکل برہنہ آبادی کے درمیان کھڑا تھا۔ میں نے بہ کراہت مجبوراً برداشت کر گیا۔ خون کے اس غسل کے بعد مجھے بستی کے بزرگ برہنہ افراد کے سامنے لایا گیا اور سمورال نے جاراکا کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھ کر ایک قسم کا حلف وفاداری مجھ سے اٹھوایا۔ میں اسے حلف وفاداری ہی کہوں گا۔ سمورال

جو کچھ کہتا گیا، اس کا میں اپنی گردن ہلا ہلا کر اقرار کرتا رہا۔ اس رسم سے فارغ ہونے کے بعد میری تاج پوشی کا جشن برپا ہوا۔ یہ جشن تین روز تک مسلسل جاری رہا۔ اس عرصے میں سوراال برابر میرے ساتھ رہا اور مجھے میرے آئندہ فرائض کے بارے میں ہدایتیں دیتا رہا۔ میرا تمام جسم مختلف رنگوں اور اشکال سے رنگ دیا گیا تھا اور گلے اور ہاتھوں میں بڑے بڑے کڑے ڈال دیئے گئے تھے۔ کان چھید کر ان میں بندے جیسی اشیا لٹکا دی گئی تھیں۔ تین روز تک کھلے میدان میں سالم جانور بھونتے، مقامی شراب پینے، رقص کرنے اور ڈھول پیٹنے کے ہنگامے ہوتے رہے۔ پانچویں روز سوراال جانے لگا تو اس نے مجھے علیحدہ لے جا کر کہا۔ ''جابر بن یوسف! آسمان تم پر رحم کرے، میں اب تم سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن جاتے جاتے چند ضروری نصیحتیں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔''

میں ہمہ تن گوش تھا۔ سوراال مجھ سے کہنے لگا۔ ''کالاری کی جگہ سنبھالنے کے بعد اب مقدس اقابلا کے حکم سے اس کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہو گئے ہیں۔ جزیرہ توری کے تمام درندے تمہارے حکم کے تابع ہیں، لیکن جزیرے کے دوسرے سردار شوالا کے پاس بھی غیر معمولی طاقتیں ہیں...... اسے اپنی طاقت اور مقدس اقابلا کی عنایتوں کی وجہ سے ایک بڑا درجہ حاصل ہے۔ یقیناً وہ اقابلا کے سامنے اپنی سرخ روئی کے لئے تمہیں زیر کرنے کی کوشش کرے گا لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب تم اپنی بستی کی حدود سے باہر نکلو۔ بہتر یہی ہے کہ جزیرہ توری کے تم دونوں سرداروں میں مفاہمت کی فضا قائم رہے۔ اقابلا اس جزیرے کے سرداروں کے درمیان خون ریزی پسند نہیں کرتی۔ دوسرا شخص جو تمہیں کسی وقت بھی نقصان پہنچانے کے درپے ہو سکتا ہے وہ تمہارا ہندی ساتھی سرنگا ہے۔ تمہیں اس سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''سرنگا؟'' میں نے چونک کر حیرت سے کہا۔ ''سرنگا ایک خاموش اور وضع دار بوڑھا ہے۔ میں نے سریتا کو کالاری کے چنگل سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا ہے۔''

''تم اس سرزمین کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ طاقت کی پرستش کرتا ہے، انسان یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہر سمت اقابلا کی حکمرانی ہے، ہر طرف کالی طاقتوں کا جال بکھرا ہے۔ تم انہیں محسوس کر سکتے ہو، دیکھ نہیں سکتے، یہاں تمہیں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا پڑے گا۔ ورنہ یہاں کا طلسمی جال تمہیں اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ و برباد کر دے گا۔ تمہیں ہر طرح مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل کرنی ہوگی، اسی طرح تم بلاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔''

''عظیم سوراال...... کیا مقدس اقابلا میرے اس منصب سے خوش نہیں ہے؟''

''اس کی خوشی ناخوشی اس کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔'' اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ اہم باتیں چھپا رہا ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن سوراال بڑی خوب صورتی سے میرا تجسس بہلانے میں کامیاب ہو گیا۔ جاتے جاتے اس نے مجھے اپنے گلے سے گھونگھوں کی ایک مالا اتار کر دی اور بڑی رازداری سے بولا۔ ''جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی طرح یہ مالا بھی حیرت انگیز صفات کی حامل ہے۔''

میں نے شکریے کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ سوراال مجھ سے رخصت ہو کر جانے لگا تو میری بستی کے بوڑھے مرد اس کے ساتھ ساتھ ہو لیے۔ یہ گویا عقیدت کا اظہار تھا۔ سوراال کے جانے کے بعد میں نے اپنی جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ یہ دو بڑے کمروں اور ایک چھوٹے کمرے پر مشتمل

http://kitaabghar.com

تھی۔ میں نے اسے سنوارنے اور اپنی پسند کا بنانے کے لیے بستی کے لوگوں کی مدد حاصل کی اور اسے جلد ہی ایک خوب صورت مکان میں تبدیل کر دیا۔ ارد گرد متعدد جھونپڑیاں کنیزوں اور سردار کے محافظوں کے لیے بکھری ہوئی تھیں۔ صبح و شام بستی کی کنواریاں میری نگاہ التفات کی منتظر رہتیں، وہ اپنے سردار کو غسل دیتیں، اس کے جسم کی مالش کرتیں۔ رقص کرتیں اور اپنے ساز بجاتیں اور ترام کی خدمت کرتیں۔ میں شاہانہ انداز سے ان کے درمیان فروکش ہوتا۔ میرا رفیق بندر ان سے اٹکھیلیاں کرتا رہتا۔ اس کا نام کا ہوتھا۔ تین دن بعد میں نے بستی کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سے ان کی ضروریات پوچھنے کی خواہش ظاہر کی۔

آج تک کسی سردار نے ان سے اس قسم کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی وہ حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگے۔ میں نے غذا کی صورت حال، جھونپڑیوں کی تعداد اور دوسرے امور پر ان سے بحث کی۔ وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور زندگی صرف اس لیے بسر کرتے تھے کہ سردار کو کسی طور خوش رکھ سکیں۔ یہ کانفرنس طلب کر کے میں نے جھونپڑی کے درمیان سڑکوں کا ایک وسیع منصوبہ تیار کیا، جگہ کی وہاں کمی نہ تھی۔ زرخیزی بہت تھی۔ بارش بھی خوب ہوتی تھی۔ مجھے جزیرہ توری میں اپنی سرداری سنبھالے ہوئے اکیس روز گزر گئے، اپنی اس دنیا میں مجھے ہر قسم کی آسائش حاصل تھی، اکیس دنوں میں مجھ پر کچھ اور انکشاف ہوئے، کالاری کی دو حسین بیویاں اور بہت سی کنیزیں تھیں جو اپنے شوہر کی موت پر بے حد رنجیدہ تھیں ان دونوں نے ایک نئے سردار کی حیثیت سے میرا قرب حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے انہیں قریب نہیں پھٹکنے دیا۔

اصل میں ترام کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ بستی کے اپالیش نامی ایک بوڑھے شخص نے جو کالاری کے بعد اب میرا نائب تھا، مجھے بتایا کہ اس کی بستی کے لوگ میری سرداری سے بے حد خوش ہیں۔ وہ کالاری کی سخت گیر طبیعت سے بہت ہراساں رہتے تھے۔ اپالیش نے بھی مجھے کابن اعظم کے مشورے کے مطابق محتاط رہنے کی تاکید کی۔ اپالیش ہر طریقے سے میرا رفیق اور وفادار ثابت ہوا، مجھے اب اس کی زبان پر خاصا عبور حاصل ہو گیا۔ ایک روز گفتگو کے دوران میں نے اس سے سرنگا کے بارے میں معلوم کیا۔

اس نے کہا۔ ''آقا۔ اپالیش تمہارا تابعدار ہے، مجھے آج تک سرداری نصیب نہ ہو سکی، لیکن میں جزیرہ توری کا ایک عمر رسیدہ شخص ہوں، بہت سے تجربے رکھتا ہوں، میں اپنے علم کے زور سے دور دور تک دیکھنے پر قادر ہوں، سرنگا کی بابت مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے۔''

''کیا اس کی لڑکی اسے مل چکی ہے۔''

''عظیم جابر۔ سربتا آج کل سرنگا کے پاس ہے۔ کابن اعظم نے اسے آزاد کر دیا۔ یقیناً اس میں اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔'' اپالیش نے فرماں برداری سے کہا۔

''مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟'' میں نے حکیمہ لہجے میں کہا۔

اپالیش لرزنے لگا۔ اس کی جھجک پر میرا اصرار بڑھ گیا۔ وہ مجھے حالات سے پورے طور پر باخبر رکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ آخر میرے اصرار پر وہ بولا۔ ''مقدس جابر۔ ایک نائب کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں ایسے حالات سے لاعلم رکھوں جو تمہاری پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔''

''مگر یہ لاعلمی میرے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ مجھے سب کچھ بتاؤ۔''

''اپلیش کی زندگی اپنے آقا کے لئے وقف ہے۔ جب بھی کوئی ایسا موقع آیا، اپلیش تمہیں قبل از وقت حالات سے باخبر کر دے گا۔''

''تم نے کالاری کو خطرے سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟''

''میں نے اس سے کہا تھا اور وہ خود مجھ سے بہتر جانتا تھا لیکن شاید اس سے برگزیدہ طاقتیں روٹھ گئی تھیں، ہر ترکیب بے کار ثابت ہوئی۔'' اپلیش نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ بات کیا ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟''

اپلیش میری بات سن کر کسی گہری فکر میں غلطاں ہو گیا۔ چند لمحے وہ کسی ذہنی انتشار کا شکار رہا پھر کہنے لگا۔ ''اے مقدس آقا! تم پر اقابلا کی برکتیں نازل ہوں، میں ابھی یہ راز سینے میں دفن رکھنا چاہتا تھا لیکن تمہارے حکم سے سرتابی ممکن نہیں ہے۔ دراصل سرنگا اور سریتا نے شوالا سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ سرنگا شوالا کے ہاں مہمان ہے۔''

شوالا کا نام سن کر مجھے سورال کی باتیں یاد آ گئیں اور فلورا کی یاد بھی تازہ ہو گئی۔ فلورا جس کی خاطر یہ تمام مصائب مجھ پر ٹوٹے تھے۔ قسمت نے کہاں سے لا کر کہاں پھینک دیا تھا۔ حالات کے تحت میں فلورا کے لئے کچھ نہ کر سکا مگر اب جب کہ میرا اور شوالا کا رتبہ مساوی تھا۔ میرے لیے یہ خیال ہی ناقابل برداشت تھا کہ فلورا کسی اور کی قید میں ہو۔

میرے چہرے پر جلال کے آثار دیکھ کر اپلیش نے کہنا شروع کیا۔ ''آقا شوالا تمہاری سرداری کے جشن میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اس نے تمہارا یہ عہدہ خوش دلی سے قبول نہیں کیا۔ تمہاری وجہ سے اس کی دو خوبصورت داشتائیں توشا اور نیری موت کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ اگر تمہارے پاس مقدس جاراکا کی کھوپڑی نہ ہوتی تو وہ تمہیں کبھی کا اپنے عتاب کا نشانہ بنا چکا ہوتا۔ اب شوالا نے سرنگا کو اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ سرنگا کے پاس ایک دیوی کی طاقت موجود ہے جس نے سریتا کو کالاری کی ہوس سے بچایا تھا۔ سرنگا شوالا کے قریب رہ کر یہاں کی کالی طاقتوں کا راز جاننا چاہتا ہے۔ شوالا اپنی مکاری سے کام لے کر سرنگا کو اس بات پر اکسانا چاہتا ہے کہ وہ تمہیں ہلاک کر کے تمہارے بجائے خود بستی کی سرداری کا شرف حاصل کرے، ساتھ ہی وہ سرنگا کی دیوی کی طاقت کا راز جاننا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ عظیم قوتوں کا مالک بن جائے گا۔''

''اپلیش..... میری زندگی میں یہ ناممکن ہے، شوالا کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ فلورا کو شوالا سے چھین لیا جائے۔ رہا سرنگا کا مسئلہ تو میں اس ہندی بوڑھے کو بھی لوں گا۔'' میں نے غصے سے کہا۔

''آقا۔ آقا۔'' اپلیش میرا فیصلہ سن کر پریشان ہو گیا۔ ''اپنا یہ ارادہ دل سے نکال دیجئے۔ شوالا کی سرکوبی فی الحال ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنے جسم پر بے شمار آنکھیں رکھتا ہے۔ اس پر مقدس اقابلا کا سایہ ہے۔ اگر بستی کی حد بندیوں کی خلاف ورزیوں کا خوف نہ ہوتا تو شوالا اب تک تمہارے نزدیک پہنچ چکا ہوتا۔''

''میں شوالا سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''اسے فلورا کو ہر قیمت پر میرے حوالے کرنا ہوگا۔''

''فلورا کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار کرو۔ حالات ابھی تمہارے حق میں سازگار نہیں ہیں۔ جب تک عظیم اقابلا تمہیں ملاقات کے

شرف سے سرفراز نہیں کرتی اس وقت تک تمہیں ہر قدم پر محتاط رہنا ہوگا۔''

''مقدس اقابلا سے ملاقات کی کیا صورت ہو سکتی ہیں؟ میں اسے دیکھنے کے لیے مضطرب ہوں۔ میں نے اس کی عظمت کے بارے میں اتنا کچھ سنا ہے کہ اب اشتیاق اور زیادہ ہو گیا ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس سلسلے میں کاہن اعظم بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی مرضی کی مختار ہے۔ البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ بستی کے سرداروں کو اپنے دیدار کی عزت ضرور تقسیم کرتی ہے۔''

ابالیش کے جانے کے بعد میں کچھ اور نہ سوچ سکا۔ سرنگا اور شوالا کی سازباز کے انکشاف نے میرا خون اور گرما دیا۔ دانش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ میں سوراال اور ابالیش کے مشوروں پر عمل کروں لیکن شوالا کا کانٹا دل سے نہیں نکلتا تھا۔ میں اس جزیرے پر اپنے ساتھ ایک دوسرے وحشی اور غیر مہذب شخص کی برتری کیسے برداشت کر سکتا تھا؟

دو روز تک میں نے اپنی جھونپڑی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ تیسرے روز میں باہر جانے کے لیے تیار ہوا تو ترام ابالیش کی طرح ناصح بن کر سامنے آئی۔ اس نے شوالا کا خیال دل سے نکال دینے کا وہی فرسودہ مشورہ دیا جو میری چڑ بن گیا تھا۔ اس نے مجھے شوالا کی طاقت سے خوف زدہ کیا لیکن میں شوالا کو کوئی مہلت دینا نہیں چاہتا تھا۔ جب سے فلورا کا خیال آیا تھا سکون مفقود ہو گیا تھا۔ میں نے ترام کو فلورا کے سلسلے میں تمام سرگزشت سنائی پھر بھی وہ مصر رہی کہ میں شوالا کے سلسلے میں بے صبری سے کام نہ لوں، آخر ہم دونوں میں یہ طے پایا کہ ہم شوالا کو اپنی بستی میں مدعو کریں۔

اس طرح اس کی نفرتیں اور عزائم جاننے کا ہمیں ایک موقع مل جائے گا اور اگر بات آگے بڑھی تو اس سے فلورا کی واپسی کی بھی درخواست کی جائے گی۔ ترام اور ابالیش نے مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ میری بستی میں شوالا کی آمد پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اسے عظیم مہمان کی طرح خوش آمدید کہا جائے گا اور خوش دلی سے رخصت کر دیا جائے گا کیونکہ اقابلا کے جزیرے پر مہمانوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرنا چاہئے۔ اگر کوئی اس کے برعکس کرتا ہے تو اقابلا اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔ میں مطمئن تھا کہ میں اپنی گفتگو اور سیاسی سوجھ بوجھ، تدبر اور ایک برتر تہذیب کے پروردہ شخص کی حیثیت سے شوالا کو زیر کر لوں گا۔ جب سے میں نے سرداری کی مسند سنبھالی تھی، میرا ذہن خود بخود میکانکی انداز میں سیاسی پہلوؤں پر غور کرنے لگا تھا۔ اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے منصوبہ بندی، قبیلے کے ابھرتے ہوئے نوجوانوں پر کڑی نظر رکھنا، رعایا سے ایک خاص قسم کی دوری برقرار رکھنا، اپنے عزائم کے بارے میں رازدارانہ طور طریق برتنا میرے معمولات تھے۔ میرا خیال ہے جب آدمی کو کوئی ذمے داری سونپی جاتی ہے تو وہ خود بخود اس کے متعلق دور رس باتیں سوچنے لگتا ہے۔ مجھے خود اپنے ذہنی تغیر پر حیرت تھی۔ یہ بردباری، یہ سنجیدگی، یہ وقار، یہ صفات میرے ہاں کبھی نہ تھیں۔

دوسرے دن شام کو جب میں جھونپڑی میں بیٹھا شوالا کی آمد کا منتظر تھا۔ میرا محافظ بندر کا ہوا چیختا ہوا اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر کی جانب اشارہ کرنے لگا۔ اس کی حرکت میں اضطرار تھا۔ میں ابھی باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ابالیش اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ گردن پر باندھ کر دوزانو ہو گیا۔ ''مقدس جابر! مقدس شوالا تم سے ملاقات کے لئے باہر موجود ہے۔''

''شوالا!'' میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہیں؟''

''مقدس شوالا آتا ہے میرے آقا'' اپالیش نے جواب دیا۔

''اسے عزت سے اندر لے آؤ'' پھر میں نے تالی بجائی۔ کنیزوں کا ایک ہجوم کمرے میں جمع ہو گیا۔ میں نے اُن سے شراب لانے کے لئے کہا اور ایک کنیز سے اس رقص کی فرمائش کی جو میں نے اسے بطور خاص سکھایا تھا۔

اپالیش آہستگی سے اُٹھا اور اُلٹے قدموں بھوتیزی سے باہر نکل گیا۔ کاہو اُچھل کر میرے کاندھوں پر بیٹھ گیا۔ ترام میرے قریب موجود تھی، وہ اُٹھ کر اندر چلی گئی۔ چند لمحوں بعد جب اپالیش اندر داخل ہوا تو اس کے ساتھ میرا حریف شوالا تمام تر نخوتوں، تمام تر اختشام اور رعونت سے موجود تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں، میں نے اپنے لیے حقارت کا جذبہ محسوس کیا۔ اس کی ایک ایک حرکت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ خود کو مجھ سے برتر سمجھ رہا ہے۔ اس کا برتاؤ ایک ہم رتبہ سردار کے شایان شان نہیں تھا۔ میرا گرم خون ایک ہی اشارے میں اپنے اس کینہ خصلت دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے کھولنے لگا لیکن سوراں، ترام اور اپالیش کی ہدایتوں نے مجھے سرد رکھا۔ میرے کمرے کی زیبائش دیکھ کر مسکراہٹ اس کے لبوں پر چھا گئی اور اس نے میری کنیزوں کے طائفے کی طرف دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ میں نے رقص کرتی ہوئی کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ شوالا کی خدمت میں شراب پیش کرے۔ اور اس نے رقص کرتے ہوئے شوالا کو ایک جام پیش کیا جو اب پیال کے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں اب میرے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ ایک اجنبی اس کے جزیرے میں اس کا ہم رتبہ بن گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ تلخ گھونٹ اتنی آسانی سے اس کے حلق سے نہیں اتر سکتا تھا۔ اپالیش ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ کاہو میرے کاندھے پر سہما ہوا بیٹھا تھا۔ شوالا کی آمد کے بعد اس نے اچھلنا کودنا بند کر دیا اور شوالا کے جسم پر لہراتے ہوئے حشرات الارض سے خوف زدہ ہونے لگا۔

''مقدس شوالا۔'' میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ ''میں ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں اپنی بستی کی حدود میں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''مجھے تمہاری سرداری کی اطلاع مل گئی تھی مقدس جابر!'' شوالا نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ ''لیکن میں جنگل میں اپنی مصروفیت کے سبب تمہارے جشن میں شریک نہ ہو سکا۔''

''بہر حال مجھے خوشی ہے کہ اب تم یہاں آئے ہو، ہمارے درمیان جو تلخیاں پیدا ہو گئی تھیں انہیں اب نظر انداز کر دینا چاہیے اور نئے سرے سے دوستی کی تجدید کرنی چاہیے۔ اب ہمارا درجہ مساوی ہے۔'' میں نے تلے تلے الفاظ استعمال کیے۔

''ہاں۔'' شوالا نے زہر خند سے کہا۔ ''جزیرہ توری میں یہ انقلاب حیرت انگیز ہے مگر میرا خیال ہے۔ یہ وقتی باتیں ہیں۔''

''کیا تمہیں کالاری کی جگہ مجھے مسند نشین دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی؟'' میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

شوالا نے شروع ہی میں مغائرت کی فضا پیدا کر دی تھی۔ میں بہت مشکل سے اپنی زبان پر قابو پا رہا تھا۔

''مقدس اقابلا محترم ہے، اس کے فیصلوں پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔'' شوالا نے خشک آواز میں کہا۔ پھر میرے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے بولا۔ ''تم نے مجھے یہاں کس مقصد سے دعوت دی ہے؟''

''میں جزیرے توری کے ایک سردار سے مفاہمت پیدا کرنا چاہتا ہوں، ہم دونوں میں اتفاق و اتحاد ہے تو یہ جزیرے کی بھلائی ہو گی۔

میں تم سے چند اہم باتیں کرنے کا متمنی تھا۔" میں نے سفارتی انداز میں کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے۔" شوالا کی نفرت میں کمی نہیں آئی۔ "مجھے تعجب ہے کہ تمہیں اس کی اہمیت کا احساس جلد ہونے لگا۔"

"جو باتیں باہمی مشوروں سے طے ہو جائیں وہ بہتر رہتی ہیں۔" میں پینترا بدل کر بولا۔

"تم شوالا سے کس قسم کے مشوروں کے خواہاں ہو؟" شوالا بیزاری سے بولا۔ "میں معزز سردار جابر کو آگاہ کرتا ہوں کہ شوالا اسے کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔"

شوالا کہیں سے بھی بات شروع کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے ٹھنڈے دل اور سرد لہجے میں اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی لیکن اس کا توہین آمیز رویہ نہیں بدلا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس سرکش سے مفاہمت ناممکن ہے۔ اس بے ہودہ شخص سے اب دوسرے انداز میں بات کرنی چاہئے۔ مجھے صرف اتنا خیال تھا کہ وہ میری دعوت پر یہاں آیا ہے۔ میں نے رسمی باتیں بالائے طاق رکھ کر براہ راست اصل مقصد کی جانب اشارہ کیا۔ "مقدس شوالا! میں تم سے فلورا کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"فلورا!" شوالا اس کا نام سنتے ہی اُچھل کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ شدید غصے اور نفرت کے لہجے میں بولا۔ "معزز جابر! تمہیں سرداری کے آداب نہیں آتے۔ میری مرضی کے بغیر میری شوشی (داشتہ) کا نام لے کر تم نے میری توہین کی ہے، تمہیں اپنے اس بے باک رویے کی معافی مانگنی ہوگی۔ شوالا پسند نہیں کرتا کہ اس کی ذاتی زندگی میں کوئی دوسرا شخص دخل دے، یہ ایک سردار کی توہین ہے۔"

"مقدس شوالا! فلورا میری محبوبہ تھی۔ تم نے زبردستی اپنی طاقت اور اقتدار کے بل پر اسے اغوا کیا تھا۔" میں نے حتی الامکان اپنے طیش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "فلورا پہلے صرف میری محبوبہ تھی، لیکن اب وہ جزیرہ توری کے ایک معزز سردار کی عزت اور وقار کا مسئلہ بن گئی ہے، میں چاہتا ہوں یہ مسئلہ آسانی سے طے ہو جائے۔"

"معزز جابر! فلورا کو میں نے اس وقت حاصل کیا تھا، جب تم اس جزیرے میں ایک قیدی کی حیثیت رکھتے تھے۔ تم نے ہماری سرزمین پر آنے کی گستاخی کی تھی۔ مقدس اقابلا محترم ہے۔ اس کے رحم و کرم نے تمہیں سرداری بخش دی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ایک قدیم اور معزز سردار شوالا کو اس طرح للکارو۔"

"میں صرف فلورا چاہتا ہوں۔ کیا تم اسے واپس کرو گے؟ یا تمہارا جواب نفی میں ہے؟ اس کے سوا مجھے تم سے کوئی عناد نہیں۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔

"ہواو ہواو......" غیظ و غضب کی حالت میں شوالا کی گردن میں رعشہ پیدا ہوا اور اس کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے اعتماد تھا کہ میری بستی کی حدود میں وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کا یہ تمام طیش اور جلال، یہ حقارت اور نفرت بے سود تھی۔

چنانچہ میں نے تلخی سے اسے مخاطب کیا۔ "حالات سے تمہیں سبق سیکھنا چاہئے۔ مقدس شوالا۔ ایک اجنبی تمہاری بستی کا سردار ہے۔ تمہارا واسطہ مہذب دنیا کے ایک فرد جابر بن یوسف الباقر سے ہے۔ شاید تم غلطی کر رہے ہو۔ شاید تمہیں اس وقت احساس ہو جب پانی سر سے اونچا ہو

جائے۔ میں اپنے معزز مہمان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ سختی کے بجائے نرمی کا رویہ اختیار کرے۔"

"معزز جابر!" شوالا نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا۔ اس کے کڑے جھنجھنا اٹھے۔ "یہ بستی کے ایک دوسرے سردار شوالا کے ساتھ دعوت مبازرت ہے۔ اقابلا کی قسم آج تک کسی سردار نے دوسرے سردار سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی۔ یہاں خون ریزی ہوگی۔ میں مقدس اقابلا سے کہوں گا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔"

"اور سنو شوالا! سرنگا تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گا، وہ ہندی بوڑھا گدھا اپنی غرض سے یہاں آیا ہے۔" میں نے شوالا کو جھڑکانے کے لئے کہا۔ "سرجا کے معاملے میں تم کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ دیوی جس کی تم تمنا کر رہے ہو تمہارے ہاتھ نہیں آ سکتی۔ تمہیں کالاری کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔" میں نے شعلہ بیانی کی۔

شوالا کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ پھر اس نے ایک جست لگائی اور میری جھونپڑی سے آناً فاناً نکل گیا۔ میں اس کے تعاقب میں باہر نکلا لیکن شوالا اپنی کالی طاقتوں کے ذریعے میری بستی کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔ مجھے شوالا سے گفتگو کر کے مسرت ہو رہی تھی۔ جھونپڑی میں واپس جاتے ہوئے اپالیش کے سراسیمہ اور متوحش چہرے پر میری نظر پڑی تو وہ ہکلا کر کہنے لگا۔ "مقدس جابر! تم نے شوالا کو چھیڑ کر تدبر کا ثبوت نہیں دیا وہ انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اپالیش۔" میں نے تیز اور خشک لہجے میں کہا۔ "ایک سردار کی حیثیت سے میں اپنے فیصلوں کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ شوالا کے سلسلے میں میں نے یہ رویہ سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔"

اپالیش نے مجھے حیرت کی نظروں سے دیکھا پھر مؤدبانہ واپس ہو گیا۔ میں اپنی جگہ مطمئن تھا کہ قلورا کے سلسلے میں شوالا سے جو تلخ و تند گفتگو ہوئی ہے وہ دوررس اثرات کی حامل ہوگی۔ میں نے جو فیصلے کئے تھے وہ آہنی اور ٹھوس چٹانوں کی طرح اٹل تھے۔ جھونپڑی کے اندر ترام میری منتظر تھی وہ بھی سخت پریشان دکھائی دے رہی تھی لیکن اس نے اس وقت مجھ سے نہیں کہا۔ غالباً وہ میرے ارادوں سے آگاہ ہو چکی تھی کیونکہ وہ بہر حال کاہن اعظم کی بیٹی تھی۔

دو روز اسی طرح گزر گئے، کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ دو روز تک مجھے شوالا کو شکست دینے کے وسائل کی تلاش کرنے میں خاصا وقت مل گیا۔ میں نے سکون سے کئی منصوبے بنائے۔ اس عرصے میں ترام کی حیثیت ایک خاموش تماشائی کی رہی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی آنے والے خطرے کی بو محسوس کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی کوئی دل جوئی کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ تیسری رات جب وہ میرے پہلو میں دراز میرے قرب کے احتساد میں تھی، بولی۔ "تم نے کاہن اعظم کی ہدایتوں پر عمل نہ کر کے اچھا نہیں کیا مجھے ڈر ہے کہ حالات پھر تمہارے خلاف نہ ہو جائیں۔"

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ "اے جنگلی دوشیزہ! ہمارے ہاں شطرنج کا ایک کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہ اسی تماشے سے مشابہ ہے جو اس جزیرے میں ہم دونوں کے مابین جاری ہے۔ تم ہراساں نہ ہو۔ حالات کی کروٹیں ہمیشہ منفی اثرات مرتب نہیں کرتیں۔ خطرے مول لیے بغیر زندگی میں کامیابی نہیں ہوگی۔"

''مجھے اجازت دو کہ میں کچھ کہوں..... تم سمجھ نہیں سکتے مقدس سردار جو میں دیکھ رہی ہوں۔'' ترام نے میرے سینے میں سماتے ہوئے کہا۔

''کاش میں تمہیں کاہن اعظم کی تربیت یافتہ بیٹی ہونے کے ناطے کچھ بتا سکتی۔''

''کیا تمہیں کوئی خطرہ لاحق ہے؟'' میں نے تشویش سے کہا۔

''عظیم قوتیں..... برتر قوتیں معزز جابر۔'' ترام نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''کاش میں تمہیں کچھ بتا سکتی۔ مجھ پر اپنے قبیلے اور ایک سردار کی بیوی ہونے کی حیثیت سے کچھ بندشیں عائد ہیں، میں وہ حدود پھلانگنے کی ہمت نہیں کر سکتی میں تمہیں اتنا ضرور بتاؤں گی کہ مقدس.....''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اس سے قبل کہ وہ کوئی انکشاف کرتی، اس کی آواز حلق میں بیٹھ گئی۔ پھر وہ کسی مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکلی۔ اسے کوئی کھینچ رہا تھا، کوئی غیر مرئی طاقت۔ میرے بازوؤں کے حلقے سے نکل کر وہ پیال کے بستر پر شدید کرب کے عالم میں تڑپنے لگی۔ پھر ساکت ہو گئی۔ میں نے اس دہشت ناک افتاد پر دھڑکتے ہوئے دل سے اس کی نبض ٹٹولی اس کا تنفس جاری تھا۔ میں تیزی سے اٹھ کر باہر کی جانب لپکا۔ ترام کو فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت تھی لیکن میں جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں پہنچتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ دوشیزہ ژولین میرے سامنے کھڑی تھی جو حسن میں بے مثال تھی اور جسے میں ایک غار میں آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں غائب ہوتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اسے دوبارہ اپنی نگاہوں کے سامنے زندہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''جابر!'' ژولین نے سرد لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''ترام اپنی سزا کو پہنچ گئی ہے، وہ آئندہ اپنی حدود پھلانگنے کی حماقت نہیں کرے گی۔ اس کی سزا میں رعایت کی گئی ہے۔''

''ترام کو سزا دی گئی ہے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''مگر کس کی طرف سے؟''

''مقدس اقابلا کی طرف سے۔''

''مقدس اقابلا؟'' میں نے حیرت سے ژولین کو دیکھا۔ اقابلا کا نام سن کر میرا قلب سینے میں کہیں معدوم ہونے لگا۔ میں نے دیوار کا سہارا لے لیا اور اپنے منتشر اعصاب یکجا کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مجھے اپنے اعصاب پر غنودگی طاری ہونے کا احساس ہونے لگا۔

''مقدس اقابلا نے تمہیں طلب کیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔''

یہ ژولین کی آواز کا سحر تھا یا کسی پُراسرار قوت کا کرشمہ کہ میں اعصابی طور پر بالکل ماؤف ہو گیا۔ ژولین کا ہیولا آہستہ آہستہ دھندلا ہو رہا تھا۔ میری نظروں کے سامنے ہر طرف دھند ہی دھند پھیلی ہوئی تھی، میرے قدم خود بخود حرکت کرنے لگے لیکن اس دھویں میں کوئی چیز صاف نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجھے اپنے چاروں طرف دھند کے بادل پھیلتے ہوئے نظر آئے اور میرے قدم میرے ارادے کے بغیر خود بخود متحرک ہو گئے۔ پھر ایسا ہوا کہ بصارت نے ہر طرف اندھیرا محسوس کیا۔ کوئی عجیب سحر تھا نہ سفر کی تکان تھی، نہ وقت گزرنے کا احساس ہوتا تھا۔ ہاں میں چل رہا تھا۔ زمین پر نہیں۔ قدموں کے نیچے کسی سخت چیز کا گمان نہیں ہوتا تھا لیکن میں برق رفتاری سے چل رہا تھا۔

جب کہر چھٹی فضا رفتہ رفتہ صاف نظر آنے لگی۔ اب ہم دونوں ایک روشن غار میں تھے۔ وہ ایک چوڑا اعلیٰ درجے کی تراشی ہوئی دیواروں کا

غار تھا۔ غار میں دونوں طرف مشعلیں جل رہی تھیں اور راستہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ میرے دل پر خوف کا غلبہ تھا اور میں اقابلا کی عظمت وجلال کا غیر معمولی احساس لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

جب وہ طویل راستہ ختم ہو گیا تو ژولین ایک عالی شان دروازے کے سامنے جا کر رک گئی اور اس نے کسی غیر زبان میں چند جملے ادا کیے۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میرا خیال تھا کہ اندر ایک وسیع وعریض محل ہوگا۔ سنگ مرمر کے بنے ہوئے در وبام ہوں گے، فنکاری کے نادر نمونے دیکھنے کو ملیں گے اور ژولین کی اقامت گاہ سے کہیں زیادہ پُر شکوہ، کہیں زیادہ عظیم الشان کوئی محل ہوگا۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو مجھے اپنے تصور کی کم مائیگی کا احساس ہوا۔ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ میں نے الف لیلیٰ کی داستانوں میں ان پرستانوں کا حال صرف پڑھا تھا۔ وہ میرے تصور اور میری نگاہ کی وسعت سے کہیں زیادہ شاندار اور پُر جلال جگہ تھی۔ ژولین کو دیکھ کر خوب صورت لڑکیوں کا ایک ہجوم اس کے سامنے جھک گیا اور ژولین نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی پذیرائی سراہی۔ ہر طرف خوبصورت در و دیوار تھے اور نیلے، اودے، آسمانی، سرخ، پیلے رنگ کے بادل دروں سے ہم آغوش ہوئے جا رہے تھے۔ یہ منظر ایسا رومانی اور افسانوی تھا کہ میں مبہوت ہو گیا اور آنکھیں پھاڑے ایک ایک چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ ژولین بے نیازی سے اس بڑے کمرے سے گزر گئی اور ہم ایک چھوٹی سی راہداری عبور کر کے ایک وسیع ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال کے درمیان میں ایک حوض تھا اور دیواروں پر دیوتاؤں کے مجسمے ایستادہ تھے۔ ہال کے سامنے والی دیوار پر مقدس جارا کا کی کھوپڑی کا ایک مجسمہ نصب تھا۔ میں اگر وہاں کے فن تعمیر کی دلکشی اور خوبی کا احوال بیان کرنے بیٹھوں تو کتابیں جمع ہو جائیں۔ بڑے ہال میں مجھے دو تنگ دھڑنگ حبشی ایک اونچی کرسی کے گرد نظر آئے۔ یوں اس ہال میں ان دو کے سوا اور کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ یہ اتنا بڑا ہال تھا کہ اس میں آسانی کے ساتھ تین چالیس ہزار آدمی سما سکتے تھے۔ یہ سارا ہال سنہرا تھا اور بلاشبہ سونے کا معلوم ہوتا تھا۔ اونچی کرسی بھی سنہری تھی اور اس کے دونوں ہتھوں پر نیولے کھدے ہوئے تھے۔ میں نے حیرت سے آنکھیں گھما کر اس ہال پر نظر ڈالی۔ اقابلا کے جلال و جمال کا رعب میرے دل و دماغ پر کچھ اور مسلط ہو گیا لیکن میں نے اپنا خوف زدہ ذہن گرفت میں رکھا۔ ژولین نے ایک زنجیر پکڑ کر زور زور سے ہلائی۔ ہال میں چاروں طرف گھنٹیوں کا دلنشیں شور گونج گیا۔ پھر اچانک یہ گھنٹیاں بجتی بند ہو گئیں اور ہال کے ایک کونے سے ایک حسین وجمیل لڑکی برآمد ہوئی۔

اب کس کس کے حسن کا تذکرہ کروں اور قدرت کی صناعی کی داد کن الفاظ میں دوں۔ وہ سراپا تمکنت لڑکی اپنے سرخ بالوں کے ساتھ بیروت اور یورپ کے کسی کلب میں نظر آ جاتی تو اہل شہر پاگل ہو جاتے اور سڑکوں پر خون بہنے لگتا۔ ژولین نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور اس نے مجھے ایک دل نواز تبسم کے ساتھ انگلی کا اشارہ کیا۔ میں نے کچھ سوچ کر سر نہیں جھکایا مگر اس کے اشارے پر دائیں جانب مڑ گیا۔ وہ مجھے ایک دروازے سے اندر لے گئی۔ اندر کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ خوب صورت آرائش، محرابیں، رنگ، موسیقی، حسین لڑکیاں، حوض، فوارے، ایک عجب چہل پہل۔ ہر طرف ہوش ربا نظارے، ہر طرف حسن۔ میں اس حسن وجمال کا حق ادا نہیں کر رہا ہوں۔ میں اچٹتی اچٹتی باتیں بیان کر رہا ہوں۔

آخر مجھے ایک کمرے میں روک دیا گیا۔ یہ کمرہ دوسرے کمروں سے مختلف تھا۔ سونے کے در و دیوار پر جانوروں اور دیوتاؤں کی شکلیں ابھاری گئی تھیں۔ فرش بھی اتنا گداز تھا کہ پیر زمین میں دھنسے جاتے تھے۔ پورے کمرے میں اعلیٰ نوادر ہمارے ہاں سے مختلف قدیم طرز کا فرنیچر

موجود تھا۔ یہ سارا ساز و سامان گزرے ہوئے کسی عظیم دور کی یاد دلاتا تھا۔ کمرے میں نیلگوں روشنی کی ٹھنڈی ٹھنڈی شعاعیں فضا کو سحر آگئیں اور کیف آور بنا رہی تھیں۔ وہی بادلوں کا منظر، رنگ رنگ کے بادل چھت اور دیواروں پر امنڈ رہے تھے۔ میں ششدر تھا کہ میں کہاں آگیا ہوں، میں اس شیش محل میں ایسا جانور تھا جسے جنگل سے لا کر قید کر دیا گیا ہو۔ جو چیز دیکھتا وہ انسانوں کے دست صناعی سے ماورا نظر آتی۔ عقل حیران تھی کہ اس زندگی میں یہ سب کس طرح دیکھا جا سکتا تھا۔ میں اس طلسمی ماحول کے سحر میں پوری طرح کھو چکا تھا کہ ایک ترنم ریز آواز کمرے کے چاروں کونوں سے گونجتی ہوئی ابھری۔ میرے ساتھ آنے والی لڑکی رخصت ہو گئی۔

''جابر بن یوسف الباقر! اس وقت تم اقابلا کے قصر میں ہو۔''

میں نے گھبرا کر چاروں سمت نظر دوڑائی۔ اس نسوانی آواز کا کوئی ایک رخ نہیں تھا۔ اس کی گونج ہر سمت تھی اور فصیح و بلیغ عربی میں گویا تھی۔

''مقدس اقابلا کا غلام اس کی طلبی پر حاضر ہے۔'' میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا اور اپنا آدھا جسم ادب سے جھکا دیا۔

''تم یہاں بے خوفی سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' وہ شیریں آواز گونجی۔

''میں اس سعادت کے لئے مقدس اقابلا پر اپنی جان پیش کر سکتا ہوں۔'' میں نے کمال فصاحت سے کہا۔

میں نے خود کو سمجھایا کہ جابر اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم کبھی یہاں کے اسرار سے واقف نہ ہو سکو گے۔ کاہن اعظم سوراں نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ تاریک براعظم کا یہ علاقہ اقابلا کے طلسم سے مسحور ہے۔ اس آواز میں شاہانہ جلال تھا لیکن اس مختصر عرصے میں میرے اندر خاصا اعتماد آ گیا تھا اور میں اور زیادہ مکمل، جامع اور دل کش جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری فتح، میری شجاعت اور اعتماد میں مضمر ہے۔ ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مقدس اقابلا نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟ لیکن ظاہر ہے یہ سوال کرنے کی جرات کر کے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ ہاں وہ قصر دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے مقدس اقابلا کی سلطنت اور اقتدار کا تخمینہ لگانے میں غلطی کی تھی۔

''جابر بن یوسف! کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں شرف باریابی سے کیوں نوازا گیا ہے؟'' اس آواز نے مجھے مخاطب کیا۔

''کاہن اعظم سوراں نے مجھے بتایا تھا کہ مقدس اقابلا اپنے ہر سردار کو اس اعزاز سے نوازتی ہے۔'' میں اس مبارک موقع کا منتظر تھا لیکن اگر مجھے اجازت دی جائے تو عرض کروں کہ شاید اس وقت مقدس اقابلا کے حضور میری طلبی کا مقصد اس اعزاز کے سوا کچھ اور بھی ہے؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''اس کی وضاحت کی جائے۔'' شیریں آواز نے دبدبے سے پوچھا۔

''آسمان مقدس اقابلا کے ساتھ ہے۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔ ''یقیناً غلام سے کچھ غلطیاں غیر شعوری عالم میں سرزد ہوئی ہیں، یہ اجنبی اس مملکت حسن و اسرار کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ پہلے اس نے فرار کی کوشش کی۔ پھر یہاں کے رسم و رواج کے خلاف اس سے کچھ ناروا حرکتیں سرزد ہو گئیں لیکن جب اسے مقدس اقابلا کی عظمت کا عرفان ہوا تو وہ اس کا مطیع ہو گیا اور اس کے بعد سے وہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ مگر اسے یقین ہے کہ مقدس اقابلا اس کی سادہ دلی محسوس کر رہی ہوگی کیونکہ اس سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی۔ اس اجنبی کے دل میں اب

کوئی شر نہیں ہے۔''

''ہم نے سنا تھا تم ایک ذہین آدمی ہو۔ اس سلطنت میں اجنبی برداشت نہیں کئے جاتے۔ تم وہ پہلے اجنبی ہو جو زندہ ہو اور جزیرہ اقوری کے ایک حصے کے سردار بھی بنا دیئے گئے ہو۔ یہ اعزاز آج تک کسی اجنبی کو حاصل نہیں ہوا۔'' دلکش آواز نے اس بار کسی قدر نرمی سے مخاطب کیا۔

''مجھے اندازہ ہے میرے ساتھ کچھ رعایتیں کی گئی ہیں۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''نہیں...... تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی گئی۔'' آواز کے لہجے میں برہمی تھی۔ ''اس علاقے میں وہی شخص سرفراز رہتا ہے جو ذہین اور شجیع ہو۔''

''میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن میں زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہی کوشش مجھے اس مقام تک لے آئی کہ میں آج اقابلا کے حضور حاضر ہوں۔ میری یہ درخواست ہے کہ اگر آداب شاہی کی نزاکت و لطافت پر کوئی بات گراں گزرے تو مجھے ایک اجنبی سمجھ کر معاف کر دیا جائے، ایسے دلکش نظارے، یہ خوبصورت در و بام، اتنی شیریں آوازیں اور یہ نظر فریب ماحول۔ میں ایک اجنبی ان سب کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میری زبان اپنا مقام بھول سکتی ہے۔'' میں نے اور جرات سے کام لیا۔ ''میں بہک سکتا ہوں۔''

میرے اس جملے پر نقرئی گھنٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کا لطیف قہقہہ اس بات کا ثبوت تھا کہ میری شیریں بیانی نے اس پر اچھا اثر مرتب کیا ہے۔ وہ پھر کہنے لگی۔ ''تمہیں بے باکی سے گفتگو کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن گفتگو کی حدود کا تعین تمہاری ذہانت پر منحصر ہے۔''

''میں اپنے قدموں پر کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ کمرے میں گونجتی ہوئی آوازیں مجھے سراسیمہ کیے دے رہی ہیں۔ میں مقدس اقابلا کے دیدار سے اپنی بصارت منور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی عظیم ملکہ اپنی دیوی کو دیکھنے کی شدید خواہش ہے۔ خوش نصیبی سے آج یہ موقع ملا ہے۔ غلام کو اپنے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور کیجئے۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''تمہارے اعصاب جواب دے جائیں گے۔ تم تاب نہ لا سکو گے۔''

''میں اپنی دیوی کے جمال افروز دیدار کے بعد مرنا تک پسند کروں گا لیکن مجھے اس مقدس جلوے سے محروم نہ کیا جائے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم سامنے والے تخت پر بیٹھ جاؤ۔'' اس آواز نے مجھے حکم دیا میں فوراً اس تخت پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کی دیر تھی کہ میرے سامنے عجیب و غریب تراش کی ایک سنگی میز خود بخود نمودار ہوئی اور چشم زدن میں اس پر ایک جگ اور سنہرا پیالہ بھی نمودار ہو گیا۔ ''اسے تم پی سکتے ہو۔''

میں نے تعمیل میں جگ سے وہ مشروب انڈیلا اور اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔ پہلا گھونٹ اترتے ہی مجھے اندازہ ہوا کہ میں روئے زمین کا سب سے نفیس، سب سے معطر اور سب سے شیریں مشروب اپنے حلق میں انڈیل رہا ہوں۔ اچانک مجھے طمانیت کا احساس ہوا اور میرا جسم بہت لطیف ہو گیا۔

''میں اس عزت افزائی کے لئے مقدس اقابلا کا ممنون ہوں۔ کوئی اجنبی اقابلا کا مہمان ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ مقدس اقابلا

کی فیاضی اور رحم و کرم کے سبب ہی ممکن ہے۔'' میں نے کہا۔

''تمہاری دنیا اور اس دنیا میں بہت بڑا فرق ہے۔'' دل کش آواز نے سنجیدگی سے کہا۔ اب اس کی سمت کا تعین میرے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ یقیناً میرے دائیں جانب کوئی دس قدم کے فاصلے پر تھی۔

''مجھے اس کا احساس ہے۔ یہاں ہر چیز مختلف ہے۔ صرف جسمانی ہیئت یکساں ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ میں خود کو اس علاقے کے مطابق ڈھال لوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''تمہیں سرداری کے منصب سے نوازا گیا ہے لیکن جو لوگ اپنی حدود پھلانگنے کی جرات کرتے ہیں وہ اپنی تباہی کو دعوت دیتے ہیں۔'' آواز آئی۔

''مجھے اس کا علم ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ناانصافی مقدس اقابلا کو یقیناً پسند نہ ہوگی۔ اُسے اپنے علاقے میں انصاف اور سکون پسند ہوگا۔'' میں نے سنبھل سنبھل کر کہا۔

''جزیرہ توری اس عظیم سلطنت کا صرف ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جس پر دو سردار حکومت کرتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے اس کی حدود مقرر کر دی گئی ہے اور اسے نظم و ضبط کے لئے ماورائی قوتوں سے مسلح کیا گیا ہے۔ اس طرح طاقت کا ایک توازن رکھا گیا ہے۔ عموماً ایک سردار دوسرے سردار سے نہیں الجھتا۔'' آواز نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

میں سمجھ گیا کہ میری طلبی کا کیا مقصد ہے۔ یقیناً شوالا نے میری شکایت اقابلا سے کی ہوگی یا اقابلا کو شوالا کے ساتھ میری ملاقات کا حال معلوم ہوگا۔ جب ترام نے مجھے کچھ بتانے کی کوشش کی تھی تو اسے سزا دے دی گئی تھی۔ میں تخت پر پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے خشک گلا ابھی اسی مشروب سے تر کیا۔ ''میں مقدس شوالا کی عزت کرتا ہوں۔ چونکہ مجھے یہاں بے جھجک ہو کر گفتگو کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ شوالا ایک متکبر، سخت مزاج، سنگدل اور جابر شخص ہے۔ اس نے ہم اجنبیوں کو سخت اذیتوں میں مبتلا کیا۔ حالانکہ ہم پہلے ہی مصیبت زدہ تھے اور بدقسمتی سے ایک جہاز کی تباہی کے سبب ادھر آ نکلے تھے۔ اس نے میری محبوبہ فلورا کو میری مرضی کے بغیر اغوا کرلیا اور جب سردار بننے کے بعد میں نے اس سے فلورا کی واپسی کا مطالبہ کیا تو وہ برہم ہوگیا۔ اب اس نے میرے ساتھی سرنگا اور اس کی لڑکی سریتا دونوں کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس کا مقصد یقیناً مقدس اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔ کیا میں نے ایک سردار کی حیثیت سے فلورا کی واپسی کا ناجائز مطالبہ کیا تھا؟ میں نے اسے اپنے ہاں بلا کر اس کی عزت کی تھی لیکن وہ کسی اجنبی کو جزیرہ توری کے ایک حصے پر سرداری کے منصب پر فائز نہیں دیکھنا چاہتا۔'' میں نے پُراثر انداز میں اس کے سامنے اپنا موقف پیش کیا۔

''جابر بن یوسف! اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس سرزمین پر کیوں آئے اور جہاز کیوں تباہ ہوا، یہ تمہاری ظاہر بین آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہاں جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کی گئی تھی۔ تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ اس علاقے میں اجنبی پسند نہیں کیے جاتے۔ شوالا اور کالاری کو پورا اختیار تھا کہ وہ تمہارے ساتھ جس طرح کا سلوک چاہیں کریں۔ تمہیں معلوم تھا کہ سرداری کی حیثیت سے انہیں رعایتیں حاصل ہیں لیکن تم نے

سرکشی اختیار کی۔ تمہاری سرکشی ہی تمہاری زندگی کا سبب بن گئی۔ تم نے اس عظیم سلطنت کی سربراہ کو اپنی جرات اور بے باکی سے متاثر کر لیا اور تمہارے سلسلے میں اجنبیوں کا قانون واپس لے لیا گیا۔ تمہیں سرداری سے نواز دیا گیا لیکن کاہن اعظم نے تمہیں بتایا تھا کہ شوالا کس حیثیت کا مالک ہے۔''

آواز کا لہجہ تیز ہو گیا۔ ''تمہیں بتایا گیا تھا کہ شوالا کو خاص مراعات حاصل ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اے مقدس آواز! مگر وہی مراعات جو شوالا کو حاصل ہیں، انہیں میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میری یہ خواہش غیر فطری نہیں ہے جس طرح فرار کی جدوجہد غیر فطری نہیں تھی۔ مقدس اقابلا کے قوانین بلاشبہ سب سے بالا ہیں لیکن انسانوں کو چند خاص قسم کے جذبوں سے نوازا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مقدس اقابلا بنیادی انسانی جذبے کے محرکات نظر انداز نہیں کر سکتی۔''

''تم اپنی گفتگو جاری رکھ سکتے ہو۔'' آواز نے وقار سے کہا۔

''میرے دل کا راز مقدس اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے سرداری کے منصب پر فائز ہونے کے بعد اس جزیرے کے لوگوں کو نئی زندگی سے روشناس کرانے اور انہیں خوش حالی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ میں ایک مختصر مدت میں ان کی زندگی میں انقلاب لے آؤں گا اور پھر مجھے یقین ہے کہ مقدس اقابلا مجھے اپنے قرب دل نشیں اور صحبت رنگین سے نوازے گی۔''

''تمہاری باتوں کا کیا مطلب ہے؟'' آواز نے دلکشی سے کہا۔

''میں اس شاندار ایوان اور زریں ماحول سے کچھ ایسا متاثر اور مسحور ہو گیا ہوں کہ تمام زندگی یہیں گزارنے کو جی چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اس پر کیف ماحول میں رہنے کی اجازت حاصل کرلے وہ دنیا کا خوش قسمت شخص ہے۔ یہاں وہ سب کچھ ہے جسے میرا دل چاہتا ہے۔ یہاں حسن ہے جو میری کمزوری ہے۔ یہاں موسیقی ہے جو میری رگ جاں ہلا دیتی ہے۔ یہاں میرے خواب ہیں، یہاں رنگ ہیں، یہاں بدن ہیں، یہاں خوشبوئیں ہیں، یہاں طاقت ہے، یہاں کیا نہیں ہے؟ میں اس آستانے کا غلام بننا چاہتا ہوں۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تم نے ابھی اس قصر کی سربراہ کا دیدار نہیں کیا ہے۔ پھر تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟'' آواز کے لہجے میں اب دلچسپی کا عنصر نمایاں تھا۔

''میں نے اس جہاں سوز نظارے کا اندازہ لگا لیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری درخواست رد کر دی گئی لیکن میں مقدس اقابلا سے مایوس نہیں ہوا ہوں۔ مجھے اپنی بدبختی کا شدت سے احساس ہے کہ میں آواز کا بدن نہیں دیکھ سکا۔'' میں نے حسرت سے کہا۔

''تم فلورا کو شوالا سے حاصل کرنا چاہتے ہو؟'' اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

''ہاں۔ وہ میری محبوبہ تھی۔ اسی کے لئے میں نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا۔ اب وہ میری ضد بن گئی ہے۔ میں اسے بلاشبہ شوالا سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے زور دے کر کہا۔

''لیکن تمہیں ابھی سرداری کے منصب کی پختگی کے لئے بہت سے امتحانات سے گزرنا ہے۔ تم سیاہ علوم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''یہ سارا جزیرہ قدم قدم پر امتحان گاہ ہے۔ میں ہر امتحان سے گزرنے کے لئے خود کو مستعد پاتا ہوں۔ مجھے حکم دیا جائے کہ میں یہ خنجر نکال کر اپنا کام تمام کر لوں۔'' میں نے حوصلے سے کہا۔

''دلچسپ۔'' اس نے دھیرے سے سریلی آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تمہاری ذہانت، شجاعت، دور اندیشی اور بہادری پر تمہارے مستقبل کا انحصار ہے۔ تمہیں دوسرے سرداروں کی طرح موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے خود کو برتر ثابت کر سکو۔ یہ کھیل اقابلا کو ہمیشہ پسند آتا ہے لیکن یہ تمام کھیل ازلی قوانین کے دائرہ کار میں کھیلے جا سکتے ہیں۔ تم کوئی ایسا کام نہیں کرو گے جو اس علاقے کے قوانین کے خلاف ہو اور تمہیں خود کو برتر ثابت کرنے کی مکمل اجازت بھی ان قوانین کے تحت حاصل ہے لیکن اقابلا کے فیصلے محفوظ رہتے ہیں اور وہ سب سے بالا ہے وہ قوانین سے بلند ہے۔''

''یہ بات مجھے کاہن اعظم سورال نے بتا دی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ناانصافی، جبر اور ظلم کو کوئی رعایت ان قوانین میں نہیں دی گئی ہوگی۔'' میں نے تنقید کے انداز میں کہا۔

''نہیں.....تم اپنی دنیا کے قوانین سے ان کا موازنہ نہ کرو۔ آسمانی قانون غلاموں اور حکمرانوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان سب کی حدود ہیں حکمرانوں کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق فیصلے صادر کریں۔ طاقت سب سے بڑا فیصلہ ہے جس کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ انکار کر کے دوسری طاقت کو للکار سکتا ہے اور کامیاب ہو کر برتر جگہ حاصل کر لیتا ہے اور غلاموں پر حکومت کرنے لگتا ہے لیکن وہ بھی غلام رہتا ہے۔ ان غلاموں اور عام غلاموں میں صرف یہ فرق ہے کہ بعض کو اقابلا کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اپنے حکمران تک محدود رہتے ہیں۔'' آواز کے انداز میں تمکنت اور تدبر تھا۔

''میں اس وضاحت کے لئے شکر گزار ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اقابلا کے زیادہ قریب آنے کے لئے برتر و افضل مقام حاصل کروں لیکن اگر مقدس اقابلا مجھے اپنے دیدار سے نوازنے کا شرف بخشتی تو میں اپنے اندر جدوجہد کرنے کا کچھ اور جذبہ محسوس کرتا۔ میں دوبارہ درخواست گزار ہوں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''آج تک کسی سردار کو پہلی طلبی پر اقابلا نے اپنے دیدار سے نہیں نوازا اگر تمہاری یہ خواہش پوری کی جائے گی۔ تم اپنی آنکھوں میں استقامت اور اعصاب میں توانائی پیدا کرو۔ تم تصور کرو کہ تم ماورائے تصور ماحول میں ہو۔ کوئی بھی چیز تمہارے سامنے، کوئی بھی غیر معمولی چیز کسی قسم کا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔'' آواز نے دل نشیں لہجے میں کہا۔

''یہ احکام میری بے قراریاں بڑھا رہے ہیں۔ میں اس علاقے کی سب سے حسین، سب سے عظیم ہستی کو دیکھنے کا منتظر ہوں۔'' میں نے بلیغ انداز میں جواب دیا۔

پھر ایک نقرئی قہقہہ کمرے میں گونج گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر اس جانب دیکھا تو ایک ہی جھلک میری نظریں خیرہ کر گئی۔ اس کے حسن و جمال کا ذکر کون کم بخت کر سکتا ہے، وہ ایک ہزار دلہنوں کے جمال کا ہم رتبہ تھی۔ میرے پاس قدرت کلام نہیں۔ میری زبان، بخچ، میرا لہجہ ہلکا ہے۔ اس کی حشر سامانی ماورائے بیاں ہے۔ اس کے بال سرخ، آنکھیں بڑی بڑی اور بدن۔ شاید میں بیان و اظہار کی شدت میں کمی کا جرم کر رہا ہوں۔ اسے دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے دنیا ایک بے رونق جگہ ہے۔ ساری دنیا وہی ہے۔ وہ کائنات ہے۔

وہ...... میں تشبیہ دینے سے قاصر ہوں۔ جابر بن یوسف الباقر۔ ایک حسن پرست شخص اس کے قیامت خیز حسن کے سحر میں گم ہو کر رہ گیا۔ اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے اس کا جسم لرزنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی مترنم آواز نے میری محویت میں خلل ڈالا اور مجھے احساس ہوا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ مجھ سے کیا گستاخی سرزد ہو رہی ہے۔ ہوسکتا ہے میری پہلی بیباک نگاہ میری یہ دریدہ چشمی اسے گراں گزرے۔ میں نے جبر کر کے نگاہیں جھکالیں اور مرتعش آواز میں کہا۔ ''میں مقدس اقابلا کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں یقیناً میرے ہوش و حواس میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں اس ہوش ربا جلوے کا تا دیر نظارہ کرسکوں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہے کہ میں نے اس جزیرے میں آ کر وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔'' وہ ایک دعوت تھی اسے دیکھ کر میرے اشتہا بڑھ گئی۔ نہ جانے کیوں میرا جی چاہا کہ اسے نوچ کھسوٹ لوں، میں اسے سمو جاؤں نگل جاؤں۔ الفاظ میری زبان پر تھے لیکن دل پر ایک وحشت طاری تھی۔ میں اپنے اوپر جبر کر رہا تھا، ایسا جبر جو شدید ترین اذیت میں بھی میں نے کبھی نہیں کیا تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے سامنے کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اس طرح کہ اس کا ایک ہاتھ کمر پر تھا اور دوسرے سے اس نے ٹیک لگا رکھی تھی۔ میری ستائش اور وحشت نے شاید اسے اور حسین کر دیا تھا۔ میں کبھی نظریں جھکا تا تھا کبھی حیرانی سے اسے دیکھنے لگتا تھا۔ کسی ایک جگہ جم کر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔ آخر وہ کچھ دیر تک میری وحشت کا نظارہ کرتی رہی۔ پھر بولی۔ ''اقابلا کی خوشنودی اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے صدیوں میں لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ نظارہ تمہارے تصور سے ماورا نہیں ہے؟ کیا یہ انسانوں کو غیر معمولی کارنامے کرنے پر نہیں اکساتا؟'' اس نے بے تکلفی سے کہا۔

''یہاں انسان پاگل ہو جاتے ہوں گے۔ جو اس نظارے کے متحمل ہوتے ہوں گے۔ ان کے اعصاب یقیناً فولاد کے ہوں گے۔ میں اپنے ذہنی توازن پر مشکل سے قابو پا رہا ہوں۔ تاہم جابر بن یوسف الباقر امید فردا میں اپنے ہذیان اور ضبط سے دستبردار ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جذبہ صادق مقدس اقابلا کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔ مجھے حکم دو کہ میں کیا کیا کروں؟ میں اپنا خون پیش کروں؟ اپنا دل نکال کر رکھ دوں۔ میرے سینے میں جو آگ لگی ہے وہ اب مقدس اقابلا کے قرب دائم ہی سے دور ہوسکتی ہے کیا کوئی شخص اس قصر میں غلامی کے لئے نہیں رکھا جا سکتا۔'' میں نے جذبات انگیز لہجے میں کہا۔

''میں تمہارے قریب آنا چاہتی ہوں۔'' اس کے انداز میں شوخی آ گئی۔

''میں موت کا منتظر ہوں۔'' میں نے نیازمندی سے جواب دیا۔

''میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔'' اس نے جذبات میں ہل چل مچا دینے والے انداز میں کہا۔

''یہ میری ثابت قدمی کا سب سے بڑا امتحان ہے۔'' میں نے کہا۔

اس کے انداز میں اچانک حیرت انگیز تبدیلی آ گئی تھی۔ مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگا۔ میں سانس روکے کھڑا رہا۔ بہت تیزی سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے اور میں اس کی اس وارفتگی پر حیران تھا۔ پھر اچانک میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ میں کسی سحر میں تو مبتلا نہیں ہوں؟ کہیں یہ میرا امتحان تو نہیں ہے؟ اس سے قبل ژولین بھی اسی طرح مجھ پر وارفتہ و شیدا ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہ اقابلا نہ ہو۔ میں عجب کشمکش و

بخ میں مبتلا ہو گیا۔ جب اس خیال نے دل میں جگہ پکڑی تو کسی نے میرے اندر سے کہا۔ احتیاط شرط ہے۔ اقابلا جیسی عظیم ہستی بذات خود اتنی وارفتگی کا اظہار کیسے کر سکتی ہے۔ مجھے پسینہ آ گیا۔ کاہن اعظم سوروال کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ یقیناً یہ میری برداشت، صبر و ضبط، قوت و استقامت کا امتحان ہے لیکن یہ حسین لڑکی، اتنی حسین لڑکی، اتنا شباب، اس قدر قربت، یہ ماحول، وہ شیریں مشروب۔ میرے بہکنے میں اب کیا دیر تھی؟ لیکن میں نے سختی سے اپنے دانت بھینچ لیے اور قدم نرم فرش پر مضبوطی سے جما دیے۔ وہ میرے جسم کا جائزہ معنی خیز نظروں سے لیتی رہی۔ میں چپ چاپ کسی مجسمے کی طرح کھڑا رہا۔

میں سوچ ہی رہا تھا کہ اقابلا اتنی جلدی اپنے کسی غلام پر مہربان نہیں ہو سکتی۔ سرداری کے منصب میں جن خصوصیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اقابلا مجھے ان خصوصیات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ کیا میں غلطی کر رہا ہوں؟ کیا میں غلطی نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں توہین کا مرتکب ہو رہا ہوں؟ کیا میرے دل میں میری سابق تہذیب کی جھلک موجود ہے؟ کیا میں یہ خسروانہ عنایت ٹھکرانے کی جسارت کر رہا ہوں؟ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں؟ میرا عمل کس قدر درست ہے۔ مجھے اس وقت کاہن اعظم بار بار یاد آیا۔ میں نے زیر لب اس کا نام لیا، مجھے کوئی جواب نہیں ملا لیکن مجھے بہر حال ایک فیصلہ کرنا تھا کہ میں اس کی نرم و گداز حسین و جمیل گداز بانہوں میں خود کو گرا دوں یا یوں ہی نظریں نیچی کیے ساکت و جامد کھڑا رہوں اور اس کے کسی دوسرے حکم کا منتظر رہوں؟ آخری بات مجھے زیادہ صائب نظر آئی۔ اس بات میں خطرے کے امکان کم تھے۔ دل نہیں مانتا کہ اقابلا، عظیم مقدس اقابلا، یہاں چاروں طرف جس کی حکمرانی ہے، وہ اتنی جلد قرب کا مظاہرہ کرے گی۔ پھر یہ کون ہے؟ میں خاموش کھڑا رہا اور میں نے گویا اس کا التفات مسترد کر دیا۔ تاریک براعظم کی حکمراں، میں جس کی طلسماتی دنیا کا اسیر، وہ جب چاہتی مجھے اشارے پر ناچنے کے لیے مجبور کر دیتی، اتنی عجلت کا مظاہرہ کم از کم اقابلا کے شایان شان نہیں ہو سکتا۔ کچھ دیر سکوت رہا پھر دل کش موسیقی سارے کمرے میں گونجنے لگی۔ میں نے گھبرا کر نظریں اٹھائیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا صرف میں کمرے میں کھڑا تھا۔ پھر کمرے میں رنگ رنگ کے بادل تیرنے لگے۔ موسیقی کی آواز تیز ہو گئی۔ میری آنکھوں پر بادلوں نے پردہ کر دیا۔ میں یوں ہی سراسیمہ و مبہوت کھڑا رہا کہ اب کیا منظر پیش آنے والا ہے؟ لمحوں میں بادل چھٹنے لگے اور میں نے دیکھا کہ حسین و جمیل لڑکیوں کا ایک پرا دائیں جانب کھڑا ہے۔ میں کس کس کے حسن کی اور کہاں تک مدح و ثنا کروں؟ وہ لڑکی برابر کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے کے بڑے تخت پر بادلوں کی اوٹ میں ایک زہد شکن، شعلہ رخ، دراز قد لڑکی شان و شوکت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی جو کچھ دیر پہلے ہم کلام تھی۔ اب بھی حسین نظر آ رہی تھی۔ مگر ان سب میں یکتا، نادر روزگار جہاں حسن ختم ہو جاتا تھا اور جہاں قدرت نے اپنے سانچے توڑ دیے ہوں گے اور جہاں خدا کو خود اپنی صناعی پر حیرت ہوئی ہو گی۔ وہ لڑکی جاہ و جلال کے ساتھ فروکش تھی اور اب کوئی شبہ نہیں تھا کہ میں اقابلا کے روبرو کھڑا ہوں۔ اس کی آنکھیں سحر انگیز تھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر ایک ادا کے ساتھ مجھے دیکھا۔ سیاہ زلفوں میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ سب کی سب یونانی خد و خال کی عورتیں تھیں۔ حسین عورتوں کے خد و خال تمام دنیا میں یکساں ہوتے ہیں۔ اسے مشرق و مغرب کسی بھی جگہ کی حسین لڑکی کہا جا سکتا تھا۔ اقابلا کے حسن کی شان میں شاعر تمام عمر لکھ سکتے تھے۔ مصور تمام عمر رنگ بھر سکتے تھے۔ مجسمہ ساز تمام عمر بدن تراش سکتے تھے اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے اقابلا کو تمام و کمال منتقل کر دیا ہے۔

پھر وہ لڑکی کھڑی ہوئی اور اس نے با آواز بلند بالکل بدلے ہوئے شاہانہ لہجے میں مخاطب کیا۔ ''جابر بن یوسف! میں مقدس اقابلا کی نائب اشمار تم سے مخاطب ہوں۔ تم نے اپنی ذہانت، دور اندیشی، صبر اور ضبط نفس کے اس امتحان میں کامیاب ہو کر مقدس اقابلا کو شادماں کیا ہے۔ تم نے ثابت کیا ہے کہ تم اقابلا کی عظمت و جلال کے سچے اطاعت گزار ہو۔ تم جزیرہ توری کے دوسرے سردار کی حیثیت سے منتخب کر لیے گئے اور اقابلا نے تمہاری اہلیت کی سند دی ہے لیکن اسے دائم و قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تم ایک سردار کی عام تعلیم وصفات سے خود کو مسلح کر لو۔ ان بقیہ امتحانوں سے گزر جاؤ جو ایک جزیرے کے سردار کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔''

میں نے سر جھکا دیا۔ ''میں مقدس اقابلا کے حضور اپنی بہترین صفات بروئے کار لانے کا عہد کرتا ہوں۔ مگر میں ایک درخواست اپنے دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں مجھے نہیں معلوم کہ اس قصر کے کیا آداب ہیں اور مقدس اقابلا کی حکمرانی کا سلسلہ کب سے جاری ہے۔ صدیوں پر پھیلی ہوئی اس زندگی اور شباب میں کون سا راز پوشیدہ ہے۔ میں اقابلا کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتا ہوں لیکن کیا مقدس اقابلا مجھے اپنی بارگاہ میں خدمت کرنے اور اپنے قریب رہنے کا موقع فراہم نہیں کرے گی؟'' میں نے دیکھا کہ اقابلا کے لبوں پر ایک دلآویز تبسم چھا گیا۔ خرمن عقل و ہوش پر بجلی گرانے والا تبسم۔ اقابلا نے جواب میں اشمار کو اپنے دست حنائی سے اشارہ کیا۔

''تم سے جو باتیں ابھی کہی گئی ہیں۔ انہیں اقابلا ہی کی جانب سے سمجھا جائے۔ اقابلا کا قرب حاصل کرنے کے لئے خود کو اقابلا کا اہل ثابت کرو۔ تم جزیرے میں واپس جاؤ اور اپنی برتری کی جدوجہد کرو۔ جبھی تم اقابلا کی بارگاہ میں قبول کیے جا سکتے ہو۔'' اشمار نے کہا۔

''یہاں سے جانے کے بعد مجھے مقدس اقابلا کا جلوہ یاد آتا رہے گا۔ اب ساری دنیا سے کنارہ کش ہو کر یہیں کا ہو جانا چاہتا ہوں۔ مقدس اقابلا کی ایک نگاہ التفات میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیا جائے۔ میں اب کہیں کا نہیں رہا۔ میں مقدس اقابلا کے پیر چاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اس کے حسن سے مغلوب ہو کر کہا۔

''تم ابھی شوالا اور فلورا کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اقابلا اس معرکے میں دلچسپی رکھتی ہے۔'' اشمار نے کہا۔

''میں شوالا سے کوئی معرکہ نہیں چاہتا۔ میں فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر اس نے مجھے فلورا دینے سے انکار کر دیا تو مقدس اقابلا کی اجازت سے اس سے معرکہ آرا بھی ہوں گا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

میرے جواب میں اشمار نے اقابلا کی طرف دیکھا اور اقابلا نے میری طرف دیکھا۔ اس کی نظروں میں نہ جانے وہ کونسی کشش تھی کہ میں لڑکھڑا گیا۔ اسی لمحے اشمار مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''عظیم اقابلا کو طاقت کا کھیل پسند ہے۔ وہ تمہیں شوالا سے زور آزمائی کا موقع فراہم کرے گی۔ مردانگی کے کھیلوں میں اسے گہری دلچسپی ہے۔''

میں نے اقابلا کی طرف ایک کھوئی ہوئی نظر کی۔ وہ شکل و صورت سے بڑی معصوم اور شوخ نظر آتی تھی اور کسی طرح بھی اس میں درندگی کی علامات نہیں پائی جاتی تھیں۔ میرا عالم یہ تھا کہ میں اپنا سب کچھ اسی آستانے پر، حسن کی اس جلوہ گاہ پر قربان کر دینا چاہتا تھا۔ اس کی پہلی ہی نظر میرے دل میں فشار برپا کر گئی۔ میں نے اشمار کو ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کے قالب میں اتارنے کی کوشش کی اور اشاروں کنایوں میں اپنے اس طوفان کا

ذکر کیا جو اقابلا کو دیکھ کر میرے جسم میں اٹھا تھا۔ میری جذباتی گفتگو پر اقابلا نے ایک دل نشین مسکراہٹ کے سوا کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ اقابلا کا جسم شاداب، بھرپور تھا اور وہ بھی بے داغ تھا۔ جلد کی رنگت اتنی صاف، سرخ و سپید تھی کہ میں فلورا، ژولین اور اشمار کو بھول گیا حالانکہ وہ تینوں غیر معمولی حسین عورتیں تھیں۔ میں اس میں کھویا ہوا تھا کہ اشمار نے میری محویت توڑی۔ ''سموراں کو ہدایت کردی گئی ہے کہ وہ اس معرکے کا بندوبست کرے جو تمہارے اور شوالا کے درمیان طے پایا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں شکست کھا جائے گا، اسے دوسرے سردار کی کسی منتخب اور پسندیدہ چیز سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ پھر تم فلورا کو اس سے مانگ سکتے ہو۔''

''عظیم اور مقدس اقابلا کی عنایتیں مجھ پر سایہ گستر رہیں۔ اگر یہ حکم ہے تو مجھے منظور ہے اور اگر یہ خواہش ہے تو میرا سر حاضر ہے لیکن میں ایک نیا سردار ہوں جو ابھی اس قبیلے کے رسم و رواج اور سیاہ علوم سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ اگر یہ مقابلہ جسمانی قوتوں تک محدود رہا تو مجھے اپنی کامیابی کی امید ہے۔ بصورت دیگر طلسماتی حربوں اور پُراسرار قوتوں کے سامنے میری شکست یقینی ہے۔'' میں نے مہذب انداز میں جرات سے کہا۔

''اقابلا اس پر غور کرے گی۔'' اشمار نے شان بے نیازی سے کہا۔ ''یہ فیصلہ کرنا اقابلا کا کام ہے کہ وہ تمہارے معرکے کے لئے کون سا طریقہ استعمال کرے۔''

''میں انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ کیا مقدس اقابلا مقابلے میں بہ نفس نفیس موجود ہوگی؟'' میں نے یوں ہی گفتگو بڑھانے کے لئے ایک سوال کر لیا۔

''اقابلا کی آنکھیں مکانی قیود سے آزاد ہیں۔ ہاں وہ چاہے گی تو ضرور اس میں شریک ہوگی۔'' اشمار نے کہا۔

''مقدس اقابلا کا یہ فرمان میرے لیے عزت کا باعث ہے۔'' میں نے عجز کا اظہار کیا۔ اسی وقت اقابلا نے اشمار کو ہاتھ کا اشارہ کیا اور میری نظروں سے یہ خوبصورت منظر اوجھل ہو گیا۔ بادلوں کے اس ہجوم نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا اور خلاؤں میں سفر کرتا ہوں واپس اپنی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ میں غنودہ تھا۔ جب میں اپنی جھونپڑی کے فرش پر نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا کہ ایالیش نے مجھے اٹھایا اور ترام نے میرے شانے جھنجھوڑے۔ ترام اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔ نوجوان ترام اور میری دونوں خادماؤں کے نوجوان سیاہ بدن اب میرے لیے کوئی کشش نہیں رکھتے تھے۔ اقابلا کے حسن جہاں سوز کا نشہ کچھ اس طرح میرے دل و دماغ پر طاری رہا کہ میں تین دن تک اپنی جھونپڑی میں پڑا چھتیں گھورتا رہا تھا۔ چوتھے روز ایالیش کی درخواست پر میں باہر آیا اور میں نے اپنے قبیلے کے معاملات میں دلچسپی لی۔ اب میں اس دن کے انتظار میں تھا، جب شوالا سے میرا مقابلہ منعقد ہو۔ میرا ذہن منصوبوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور میں اس علاقے میں اقابلا کی خوشنودی کے لئے غیر معمولی کارنامے انجام دینے کی ترکیبوں میں لگا ہوا تھا۔ رات اور دن اسی غور و فکر میں گزر رہے تھے۔ ایک ہفتے تک میری حالت نہیں سنبھل سکی لیکن یہ سلسلہ کب تک چلتا؟ آخر میں نے اپنے قبیلے کا دورہ کیا اور سموراں سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مقابلے کے سلسلے میں سموراں کے مشورے میرے لیے بڑے کارآمد ثابت ہوتے لیکن اس رات جب میں لیٹے لیٹے قصرِ اقابلا کے خوب صورت مناظر میں کھویا ہوا تھا میری جھونپڑی پر دستک ہوئی۔ اتنی رات گئے اس قسم کی دستک پہلی بار ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر جھونپڑی کے درزوں میں سے باہر دیکھا۔ اندھیری رات میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ ''کون ہے؟'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''دروازہ کھولو سیدی جابر! میں سرنگا ہوں۔ میں تم سے چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

میں نے بادل نخواستہ اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سرنگا ہانپتا کانپتا اندر داخل ہوا۔ ''تنہائی کا کوئی موقع مل سکے گا؟'' وہ آتے ہی بولا۔

میں اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے سرنگا کو ایک چوکی نما پتھر پر بٹھایا اور اندر سے مشعل لے آیا۔ ''کیا بات ہے سرنگا؟ تم اتنے دنوں تک کہاں تھے اور اس وقت یہاں کیسے؟''

''میں الجھنوں میں گھر گیا تھا جابر! میں بہت پہلے تمہارے پاس آنا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ تمہاری سرداری سے پہلے شوالا نے مجھے پناہ دی تھی اور صرف اس لیے کہ وہ مجھ سے میری عظیم دیوی کا راز جاننا چاہتا ہے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر کاہن اعظم نے سریتا کو میرے حوالے کر دیا۔ سریتا کی موجودگی میں یہ اور بھی مشکل تھا کہ میں وہاں سے فرار ہو کر تمہارے پاس آتا۔'' سرنگا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''پھر تم یہاں کیسے آ گئے؟'' میں نے سرنگا کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں بڑی مشکل سے تمہارے پاس پہنچا ہوں۔ جب فرار کی کوئی صورت نہ نکلی تو آخر میں نے اپنی عظیم دیوی سے مدد لی۔ میں نے شوالا کو اس بات پر راضی کرنا چاہا کہ وہ مجھے تم سے ملنے کا موقع فراہم کرے لیکن شوالا تیار نہیں ہوا۔ نتیجتاً میری دیوی نے میری مدد کی۔'' سرنگا کے لہجے میں وہی پہلے جیسی بردباری اور سنجیدگی تھی۔

کاہن اعظم سمورال اور میرے نائب ابالیش نے بتایا تھا کہ مجھے اس ہندی بوڑھے سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ سرنگا کی اس وقت اچانک آمد سے کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ سرنگا کے چہرے پر کسی قسم کا فریب نہیں جھلکتا نہیں پھر بھی میں اپنی جگہ محتاط رہا۔ میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟''

''یہ تم کیسی عجیب بات کہہ رہے ہو؟ بھلا میں اپنے ساتھی جابر بن یوسف کے عہدہ سرداری کے بعد اس سے علیحدہ کس طرح رہتا؟ اس علاقے میں اب تم ہی میری پناہ گاہ تھے۔ تم نے ان مصائب کا مقابلہ کر کے غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا ہے۔ قسمت تم پر مہربان ہے۔ کوئی تصور کر سکتا تھا کہ کوئی اجنبی قیدی ایک جلیل عہدے پر فائز ہوگا۔ اصولاً مجھے تمہارے پاس آنا ہی چاہیے تھا۔'' سرنگا نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں سرنگا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم شوالا کے ساتھ مل کر میری سرکوبی کی فکر میں ہو۔ شوالا تم پر تمہاری دیوی اور سریتا کی وجہ سے مہربان ہے۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔ میں نے شوالا سے یہی کہا تھا اور اسی صورت میں وہ مجھ پر مہربان ہو سکتا تھا۔ شوالا نے مجھے کئی بار ورغلایا کہ میں کسی طرح تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں، اس طرح میں اس حصے کا سردار بن سکتا تھا مگر یہ ایک ناممکن بات تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری فتح میں اس علاقے کی پُراسرار طاقتوں کی حمایت کو بھی دخل ہے۔ تم یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتے کہ میری دیوی نے بھی اس سلسلے میں تمہاری مدد کی تھی۔''

''وہ تو اس وجہ سے ممکن ہوا کہ میں سریتا کو بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ ہر چند کہ مجھے کاہن اعظم سمورال نے اپنی اقامت گاہ سے باہر نکلنے کی ممانعت کر رکھی تھی لیکن میں کالاری جیسے عفریت سے صرف سریتا کی وجہ سے لڑ بیٹھا تھا۔ پھر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ سریتا شوالا کے تصرف میں ہے تو میرے سینے سے دھواں اٹھا۔'' میں نے کہا۔

''میرے عزیز سیدی جابر! کیا تم مجھے سازشی سمجھتے ہو؟ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں اس علاقے میں کیوں آیا ہوں۔ سرنا شوالا کے تصرف میں نہیں ہے۔ اس کی حفاظت دیوی کر رہی ہے۔ وہ ابھی تک پاک وصاف دوشیزہ ہے۔ وہ شوالا کے لئے ایک چیلنج بن چکی ہے۔'' سرنگا نے جذبے سے کہا۔

''اس وقت تمہارے آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم فقرا کے سبب شوالا سے جو مقابلہ کرنے والے ہو، اسے فی الحال ملتوی کر دو، اس لیے کہ شوالا کی طاقت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔ میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے اس کے پاس کالی طاقتیں ہیں۔ اس کے پاس حشرات الارض کی ایک فوج ہے۔ وہ اقابلا سے زیادہ قریب ہے۔ وہ ایک پرانا اور تجربہ کار سردار ہے اور تم اس کے مقابلے میں یقیناً شکست کھاؤ گے اور جب تمہیں شکست ہو جائے گی تو ہم چند ساتھیوں کو وہ آسانی سے دبا لیں گے اور یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ شوالا تم دونوں میں مقدس ومحترم ہے۔'' سرنگا نے کہا۔

''میں اس مقابلے سے دستبردار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مقدس اقابلا نے اس کا حکم جاری کر دیا ہے۔'' میں نے مایوسی سے جواب دیا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ تو میرے منصوبے کے خلاف ہوا۔ تمہیں میرے بارے میں شدید غلط فہمیاں ہو گئی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے اس طرح خوش آمدید نہیں کہا جس کی مجھے توقع تھی۔ بہر حال یہ بات دل سے نکال دو کہ سرنگا تمہارے مقابلے میں شوالا کو ترجیح دے گا۔ میں چاہتا تھا کہ ہم تم ساتھ مل کر ایک طاقت بن جائیں۔ اس جزیرے سے فرار ناممکن ہے ہم اسے تسخیر کر سکتے تھے۔ ہم اقابلا کی خوشنودی حاصل کر لیتے تو یہاں ہماری حکمرانی ہوتی۔ یہ لوگ دماغی طور پر اتنے آگے نہیں ہیں جتنے ہم ہیں صرف ان کی پُراسرار طاقتیں زیر کرنا ہمارا کام ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''اگر میں تمہیں یہاں روک لیتا ہوں تو اس کا مطلب ہے شوالا سے بغض وعناد کا ایک اور سبب پیدا کر لیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اور مقابلے کے بعد کی صورت حال کے منتظر رہو۔ ممکن ہے مجھے شکست ہو جائے۔ پھر نہ تو تم شوالا کے مقرب خاص رہ سکتے ہو، نہ میرے پاس خوش رہ سکتے ہو، کیونکہ میں شکست کے بعد خودکشی کو ترجیح دوں گا یا اگر میں زندہ بھی رہا تو مجھے عملاً شوالا کا محکوم بن کر رہنا ہوگا۔''

''سیدی! تمہارا یہ انداز گفتگو میرے اعتماد پر ضرب لگاتا ہے۔ میں اب یہاں آ گیا ہوں۔ اب میری واپسی بہت مشکل ہے۔ تم مجھے پناہ دو۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟'' سرنگا نے التجا آمیز انداز میں کہا۔

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''سرنگا! تم اگر مصر ہو تو یہاں ٹھہرو میں تمہیں جگہ دیتا ہوں۔ تم میرے مہمان بن کر رہو لیکن خیال رہے کہ مجھے کاہن اعظم کا قرب حاصل ہے۔ بہر حال میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔''

''جو چیزیں تم حاصل نہیں کر سکے میں انہیں یہاں آسانی سے حاصل کر سکوں گا۔ شوالا کے ہاں حبس ہے۔ وہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ جیسے جیل میں اسے کاٹ دی گئی ہو۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو سیدی جابر! کیا میں بھی تمہارا دشمن ہو سکتا ہوں؟ میں ایک بوڑھا شخص جس کی زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔'' سرنگا نے کہا۔

سرنگا کا اصرار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ میں کاہن اعظم سورال اور ابالیش کے شکوک کے باوجود اسے منع نہیں کر سکا۔ میں نے اس رات اسے اپنے کمرے میں ٹھہرا لیا۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ سرنگا کے آنے کے بعد میں اپنے دل میں اطمینان سا محسوس کر رہا تھا جیسے میں اب اکیلا نہیں ہوں۔ سرنگا کا تحمل اس کی سرد مزاجی، وزیرکی اور سریت میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ بوڑھا جذبات میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو خود اس کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ جب سے اقابلا سے ملاقات ہوئی تھی میں اپنے آپے میں نہیں تھا۔ سکون غارت ہو چکا تھا۔ اس رہزن تمکین و ہوش نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ شوالا سے مقابلہ؟ جسے سودائے جنون ہو، وہی اس پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ وہی کیفیت تھی جو بیروت میں فلورا کے آنے پر ہوئی تھی بلکہ اس سے کچھ سوا تھی میں اپنی قسمت کے فیصلے کا منتظر تھا۔

صبح ہونے پر میں نے ابالیش اور ترام سے سرنگا کا تعارف کرایا۔ ابالیش نے سرنگا کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اب سرنگا کے خیالات بدل چکے ہیں۔ وہ اپنے کالے علم سے سرنگا کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے۔ اس عرصے میں ٹوٹے پھوٹے چند لفظ سرنگا کو بھی مقامی زبان کے آ گئے تھے۔ میں نے اس کی ترجمانی کے فرائض انجام دیے اور ابالیش سے کہہ کر سرنگا کے لئے ایک عمدہ جھونپڑی کا انتظام کر دیا۔ صبح ہوتے ہی سرنگا اس میں منتقل ہو گیا۔ اس کی خدمت کے لئے میں نے دو لونڈیاں ساتھ کر دیں اور جھونپڑی پر نیزہ بردار حبشیوں کا پہرا لگوا دیا۔

اس دن میں نے سورال سے ملنے کا ارادہ کیا لیکن میرے ارادے سے قبل ہی سورال حبشیوں کے ایک بہت بڑے جلوس کی جلو میں میری جھونپڑی میں آموجود ہوا۔ اس کے استقبال کے لئے میں باہر گیا اور اسے عزت و احترام سے اندر لایا۔ ترام جھک کر کورنش بجا لائی۔ سورال کے چہرے پر سنجیدگی اور وقار مسلط تھا۔ میں نے مقامی انداز میں گردن کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کر جھکتے ہوئے سلام کیا جس کا جواب سر کی ایک خفیف سی جنبش سے دیا گیا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ سورال اندرونی طور پر کسی فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔

''عظیم سورال! جابر بن یوسف ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔''

سورال نے سر ہلا کر میرا سلام قبول کیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بھاری بھرکم آواز میں بولا۔ ''مقدس اقابلا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اور شوالا کے مقابلے کا بندوبست کروں۔''

''مجھے اس کا علم ہو چکا ہے عظیم سورال!'' میں نے احترام سے کہا۔ ''اور اسی سلسلے میں مشوروں اور ہدایتوں کے لئے تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔''

''جابر بن یوسف! میں یہاں ایک کاہن کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا ہوں۔ مقدس اقابلا کا فیصلہ ہر بات پر مقدم ہے۔ مقابلے کا اہتمام جزیرہ توری کی رسم کے مطابق میری مرضی کے مطابق ہوگا۔ مقدس اقابلا کا یہی فیصلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ تم دونوں سردار میرے لیے یکساں حیثیت رکھتے ہو۔''

سورال نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ ''مجھے اندازہ ہے عظیم سورال!'' میں نے بے دلی سے کہا۔

''کاہن اعظم کی ذات اقابلا کے سوا اس علاقے میں کسی طرف تقسیم نہیں ہوتی۔ تمہیں مجھ سے کسی رعایت کی امید نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ

اگر تم نے شوالا کے مقابلے میں شکست کھائی تو ترام کے باپ کی حیثیت سے مجھے دکھ ہوگا لیکن میرا یہ دکھ اس جزیرے کے مستقبل پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔" سورال نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کاہن اعظم کا اقبال بلند رہے۔ مجھے کیا اس سوال کا جواب مل سکتا ہے کہ فتح و کامرانی کس کے نصیب میں لکھی ہے؟ کاہن اعظم جو سوکھے پتوں کی جنبش کا احوال جان سکتا ہے، اسے اس بات کا علم یقیناً ہوگا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

"اگر یہ جنگ تمہارے سوا کسی اور سے ہوتی تو میں کوئی پیشگوئی کرتا لیکن میں نے اس سلسلے میں کوئی غور وفکر نہیں کیا۔ آسمانی طاقتوں نے سورال کو ہمیشہ نوازا ہے۔ مقدس دیوتا ہمیشہ سورال پر مہربان رہے ہیں لیکن تمہارے انجام کے بارے میں میں نے ان سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں نے ان سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔" سورال نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔

"نہ سہی لیکن مجھے اعتماد ہے کہ کاہن اعظم کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں۔"

"خاموش۔" سورال نے بلند آواز میں کہا۔ "تم ایک بہادر نوجوان ہو تمہیں کسی کی ہمدردیوں سے زیادہ اپنی قوت بازو پر اعتماد کرنا چاہیے اگر تمہارا خیال ہے کہ جنگ میں شوالا کے خلاف تمہاری مدد کی جائے گی تو یہ خیال دل سے نکال دو۔"

"میرا مطلب یہ نہیں ہے عظیم کاہن!" میں تیزی سے بولا۔ "میرے لیے یہ بات بھی باعث فخر ہے کہ مقدس سورال نے مجھے شفقت پدری سے نوازا ہے اور قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔"

"جابر..... جابر" سورال نے بے چینی سے مجھے گھورتے ہوئے سخت الفاظ میں مخاطب کیا۔ "میں تمہیں محتاط رہنے اور زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ تم جیسا معاملہ فہم اور دور اندیش شخص بچوں جیسی باتیں کر رہا ہے؟"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اے برگزیدہ کاہن!" میں نے جلدی سے کہا اور اپنی حماقت پر ندامت کے اظہار کے لیے سورال کے سامنے جھک گیا۔ سورال اس جزیرے میں اقابلا کے بعد سب سے محترم شخص تھا اور فطری طور پر اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہونی چاہیے تھیں لیکن یہ باتیں زبان پر نہ آتیں تو ٹھیک تھا۔ کاہن اعظم اپنے منصب اور مرتبے کے خلاف کوئی بات کیسے کر سکتا تھا میں نے اسے مکدر کر دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "سرکار آج رات میرے پاس آ گیا ہے۔ میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟"

"جابر بن یوسف! تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ ایسے موقعوں پر جب کہ شوالا سے تمہارا مقابلہ ہونے والا ہے۔ میں سرنگا کے بارے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں ایک غیر جانب دار شخص ہوں۔ تم سے پہلے میں شوالا کے پاس ہو آیا ہوں اور اسے بھی میں نے اسی طرح ہدایتیں دی ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ آج سے چار روز بعد تمہارے اور شوالا کے درمیان غیر جانب دار علاقے میں تمہارا اور اس کا مقابلہ ہوگا۔"

"میں مقابلے کا منتظر ہوں۔ مقدس اقابلا کا حکم اور کاہن اعظم کی بات پر سر تسلیم خم کرنا میرے فرائض میں داخل ہے۔" میں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

کاہن اعظم اسی جلوس کے ساتھ رخصت ہو گیا جو اس کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ چوم رہے تھے۔ میں نے اسے رخصت کیا۔ جلوس کا شور وغل سن کر سرنگا بھی اپنی جھونپڑی سے باہر آ گیا اس نے بڑی عقیدت سے عظیم سوورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سوورال نے چیکھے انداز سے اسے دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھیں پر اسرار ہو گئیں۔ میں نے چلتے ہوئے سرنگا کا تعارف اس سے کرایا اور سرنگا نے سرتا کو بنا دینے کے لیے اس کا شکریہ ادا کیا۔ سوورال کے جانے کے بعد سرنگا میری جھونپڑی میں چلا آیا اور کہنے لگا کہ اس نے اپنی دیوی سے میری مدد کے لیے کہا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ چار دن مسلسل ریاض کر کے اپنی طاقتوں کو مدد کے لیے بلائے گا۔ اس کا اندازہ مجھے اس بات سے ہوا کہ سرنگا چار روز تک اپنی جھونپڑی سے باہر نہیں نکلا اور جب میں اسے دیکھنے گیا تو وہ دیوی کی مورتی کے سامنے آنکھیں بند کیے کسی فکر میں مستغرق تھا۔

ترام اس مقابلے میں سخت دہشت زدہ تھی۔ وہ بار بار میرے پاس آ کر وحشت کا اظہار کرتی۔ شوالا کی عظیم طاقت کے خوف سے وہ نڈھال ہوئی جاتی تھی۔ اپالیش بھی سخت مضطرب تھا۔ مقابلے سے ایک دن پہلے میں نے اپالیش کو طلب کیا اور شوالا سے جنگ کرنے کے بارے میں صلاح اور مشورے طلب کیے۔ اپالیش نے بھی دبے دبے لہجے میں مجھے یہی بتایا کہ یہ جنگ میرے لیے جاہ کن ہو سکتی ہے۔ اس نے بھی شوالا کی قوتوں کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتایا۔ میں نے اپالیش سے کہا۔ ”تم کالے جادو کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو، مجھے بتاؤ۔ وقت بہت کم ہے لیکن تم میری رہنمائی کر سکتے ہو۔“

”اے مقدس سردار!“ اپالیش نے دردمندی سے کہا۔ ”میں نے کالاری اور اس جزیرے کی برگزیدہ قوتوں کی رفاقت میں بہت سی چیزیں سیکھی ہیں لیکن وہ شوالا کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ افسوس یہ ہے کہ سرداروں کی جنگ کے مابین کوئی اور مداخلت نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں آپ کو مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور اپنا تمام علم صرف کرتا۔“

”کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم اس مختصر مدت میں مجھے کالے جادو کے دو چار مجرب اور آزمودہ نکتے بتا دو تاکہ موقع پر میں انہیں کام میں لا سکوں۔“

”مقدس آقا! تم پر اقابلا مہربان رہے۔ مقدس جارا کا کی عظیم روح تمہاری ہمدرد ہے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہیں وہ علم منتقل کر سکوں جو برسوں ریاض کے بعد حاصل ہوا ہے۔ سرداروں کی اس جنگ میں مقدس اقابلا شامل ہے۔ اگر میں نے یا کسی اور نے دونوں سرداروں سے میں سے کسی کی مدد دینے کی کوشش کی تو اقابلا کا عتاب اسے برباد کر دے گا۔ یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے اس جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی کہ اگر مجھے کچھ وقت مل جاتا تو میں بوڑھا اور ناتواں ہونے کے باوجود تمہارے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔“

”اپالیش! مجھے تمہاری وفاداری پر اعتماد ہے۔ کیا یہ ممکن ہے شوالا مجھ سے محض جسمانی جنگ کرے؟ کیا اس جزیرے میں ایسی کوئی رسم نہیں ہے؟“

”ہے لیکن جب مقدس اقابلا چاہے۔ شوالا یہ کیوں چاہے گا کہ وہ اپنے تمام ہتھیاروں میں سے صرف چند ہتھیار استعمال کرے۔ حریف سے رعایت کی توقع کرنا عبث ہے۔“

☆==========☆==========☆

اس رات میں سو نہیں سکا۔ سرنگا کی جھونپڑی میں گیا تو اس کا انہماک بدستور تھا۔ ترام بھی جاگ رہی تھی اور اپالیش بھی سہما ہوا بیٹھا تھا۔ میں کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتا، کبھی لیٹ جاتا، نیند غائب تھی کل کا خوف، کل نہ جانے کیا ہو؟ جزیرے توری کے ایک عظیم سردار سے ایک اجنبی کا مقابلہ؟ اس اجنبی سے مقابلہ جس کے پاس اعتماد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی وہ دیوزاد شخص مجھ سے برتر تھا۔ میں کبھی بہت خوف زدہ ہو جاتا، کبھی اپنے دل کو سمجھاتا کہ جو ہونا ہے ہو جائے گا۔ اس مقابلے میں مفر ممکن نہیں ہے۔ پھر خوف اور خطرہ کیسا؟ دل کو سمجھاتا پر دل باز نہ آتا۔ رات کانٹوں پر بسر کی۔

وقت گزر نہیں رہا تھا۔ اقابلا کے حسین قرب کا خیال آتا تو ساری دنیا فتح کرنے کی توانائی اپنے اندر محسوس کرتا۔ اقابلا کے لئے موت اقابلا کے لئے شکست، اس تصور نے مجھے کچھ سکون بخشا مگر اس تصور کا لمحہ بڑا الحاقی تھا۔ چوتھے روز اعلان کے مطابق ایک وسیع میدان میں دونوں قبیلوں کی تمام آبادی جمع ہو گئی۔ ڈھول تاشے، کڑے کے ناچ کا بے ہنگم شور۔ ایک لکیر کے ذریعے دونوں قبیلوں کی آبادی کے بیٹھنے کی جگہ کی حد بندی کر دی گئی۔ دور ایک کونے پر درمیان میں اقابلا کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ میں وقت سے چند منٹ پہلے اپالیش، ترام اور سرنگا کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ شوالا پہلے سے وہاں موجود تھا۔ مجھے اور سرنگا کو دیکھ کر اس نے حقارت سے اپنے گلے سے خرخری آوازیں نکالیں۔ میں نے مسکرا کر اعتماد سے اس کا جواب دیا۔ شوالا اپنے نائب سے سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ یہ ایک نفسیاتی حربہ تھا۔ میں نے اس کا جواب اپنی خاموشی اور مسکراہٹ سے دیا۔ بار بار شوالا کی نظریں تضحیک آمیز انداز میں میری اور سرنگا کی جانب اٹھتی تھیں۔ سانپ شوالا کے جسم پر لہرا رہے تھے اور وہ بن سنور کر اپنا جسم خوب رنگ کر میدان میں آیا تھا۔

ابھی تک سورال نہیں آیا تھا۔ جب ڈم ڈم، ٹاپ ٹاپ، اوہواو، اوہواو کی آوازیں تیز ہونے لگیں اور قبیلے کی نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کر دیا تو شوالا نے اپنے دو خادموں کو قریب بلایا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک خادم کی کمر پکڑ کر اسے دوسرے پر دھکا دے دیا، وہ دونوں بلبلاتے ہوئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ شوالا نے دوسرے خادم کے ساتھ بھی یہی عمل دہرایا اور اسے اپنے کاندھوں سے اوپر اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پھر اس نے ہیبت ناک انداز میں خوں خوں کی آوازیں نکالیں۔ نیچے پڑے ہوئے آدمی کو تین چار موٹے اژدہوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شوالا نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ اس نے باری باری اسی طرح اپنی طاقت کے کئی ہتھکنڈے آزما کر مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ پھر اس نے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر ایک پھنکار ماری، اس کے سامنے آگ روشن ہو گئی۔ اور اس آگ کے گرد شوالا کے خدام اور تابعین نے بے تحاشا رقص شروع کر دیا۔ شوالا اپنی پُراسرار طاقت کے کرشمے دکھا رہا تھا جیسے بیروت کے شبینہ کلبوں میں مداری دکھاتے ہیں۔ سنجیدہ بوڑھا سرنگا میرے پاس آیا اور رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔

''سیدی جابر! کیا خیال ہے کیا تم ان اسرار سے متاثر ہو رہے ہو؟''

''یہ کھیل بے حد دلچسپ ہیں۔'' میں نے مختصراً کہا۔

''اور بے حد خطرناک بھی۔'' اپالیش نے کہا۔

''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟'' سرنگانے تشویش سے پوچھا۔

''میرے پاس جارا کا کی کھوپڑی ہے اور ایک اور چیز بھی ہے میرا خیال ہے کہ ان چیزوں کی موجودگی میں اس کے حربے کامیاب نہیں ہوں گے اور میں جسمانی طور پر اسے قابو کر لوں گا۔'' میں نے سرسری سا جواب دیا۔

''مگر وہ بہت تنومند ہے۔'' سرنگانے شوالا کے جسم کی طرف اشارہ کیا۔

''میں ابھی تک پر امید ہوں۔''

''میں تمہارے لیے دعا گو ہوں۔ ارے رے یہ شور کیسا؟''

سامنے گرد و غبار کا ایک طوفان نظر آیا۔ اچانک ہر طرف موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ جو شخص جہاں کھڑا تھا وہیں ساکت ہو گیا میں نے اپالیش سے اس خاموشی کا مطلب معلوم کرنا چاہا تو اپالیش نے اشارے سے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ جہاں اقابلا کا اونچا تخت رکھا تھا، وہ جگہ گرد و غبار میں گھری ہوئی تھی۔ اپالیش نے مجھے آسمان کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ دھوئیں کا ایک گولا چکراتا ہوا تیزی سے نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ ہر فرد کی نظر اس پر جمی ہوئی تھی۔ دھوئیں کا چکراتا ہوا مرغولا اس مقام پر پہنچ گیا جہاں مقدس اقابلا کی نشست مخصوص تھی۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر وہ طلسمی گولا دیکھ رہا تھا۔ دھوئیں کا غبار آہستہ آہستہ چھٹ رہا تھا۔ جب دھند چھٹ گئی تو اس نشست پر اقابلا کا ہیولا نظر آیا جو بتدریج واضح ہوتا گیا۔ اس کے برابر ہی سموراں کھڑا تھا۔ اقابلا نے چہرہ اور پورا بدن سبز پتوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے اس انداز میں دیکھ کر مجھے دھچکا سا لگا۔ میں اس کا حسین چہرہ اور سراپا دوبارہ دیکھنے کے لطف سے محروم رہا۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور تلملا کر رہ گیا۔ مقدس اقابلا اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ جب اپنی نشست پر جلوہ افروز ہو گئی تو میدان میں مجمع کے تمام افراد کے سر عقیدت سے جھک گئے۔ اپالیش نے میرا ہاتھ تھام کر زور سے دبایا تو میں نے بھی جلدی سے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اپنا سر جھکا دیا۔ دوبارہ لوگ اس وقت کھڑے ہوئے جب کاہن اعظم کی گرج دار آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔ میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ ہر شخص کوئی حرکت کیے بغیر بت کی طرح کھڑا تھا۔ اتنی تاب کس میں تھی کہ وہ اقابلا کی طرف نگاہیں اٹھاتا۔ کاہن اعظم اقابلا کے دائیں جانب کھڑا بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔ ''جزیرہ توری کے لوگو! مقدس اور مہربان اقابلا کا سایہ تم پر قائم رہے۔ آج کا دن تمہارے لیے مسرت کا دن ہے، مقدس اقابلا ایک عرصے بعد ہمارے درمیان موجود ہے۔ اعلان کے مطابق آج ہمارے قبیلے کے دو معزز سرداروں کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ یہ مقابلہ مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق منعقد کیا گیا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں فتح یاب ہوگا' اقابلا اس کے لئے اپنی مہربانیوں میں اضافہ کر دے گی اور وہ برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے گا اور اسے حق ہوگا کہ وہ شکست خوردہ سردار سے اپنی پسندیدہ کوئی بھی شے طلب کر لے۔''

میں نے شوالا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ مسرت اور اعتماد سے دمک رہا تھا۔ یقیناً اسے اس بات کا کامل یقین تھا کہ فتح اس کے قدم چومے گی۔ وہ اقابلا کے بائیں جانب سینہ تانے کھڑا تھا اور حسرتی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک نظر مقدس اقابلا کی طرف ڈالی۔ اس کی گستاخ نگاہی نے مجھے پریشان کر دیا لیکن اقابلا کی نظریں اپنی رعایا کا جائزہ لے رہی تھیں۔ رعایا کے لوگ مہر بلب سر جھکائے اس کے حضور میں

کھڑے تھے اور خاموش پرستش کر رہے تھے۔ کاہن اعظم سورال نے کچھ وقفے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

''جزیرہ توری کے دونوں سردار شوالا اور جابر بن یوسف البا قر مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ جنگ ان کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔''

شوالا نے اپنے پیروں کو جھٹکا دیا۔ اس کی ٹانگوں میں لپٹا ہوا سانپ زمین پر گر گیا اور وہ اس پر پیر رکھ کر اعتماد سے اپنے نائب کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا لیکن اسی وقت کاہن اعظم نے جس بات کا اعلان کیا اسے سن کر شوالا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ کاہن نے کہا تھا۔ ''مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق یہ مقابلہ ہر دو فریق کی صرف جسمانی قوت کی بنیاد پر ہو گا کوئی فریق اپنی طلسمی قوت یا سیاہ علم کا استعمال نہیں کر سکے گا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی حماقت کی تو تاریک بر اعظم کی حکمراں اقابلا کا قہر اور عتاب اس پر نازل ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا کرنے والا سرداری کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔''

شوالا یہ اعلان سن کر بری طرح تلملا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور وہ شکایت بھرے انداز سے اقابلا اور سورال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے کاہن نے دوبارہ کہا۔ ''مقابلے کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اس لیے اب قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ جائیں۔ صرف دونوں سردار آمنے سامنے میدان میں آ جائیں اور مقدس جارا کا کی کھوپڑی اور دوسری اشیا میرے حوالے کر دیں۔''

کاہن اعظم کا اعلان سن کر دونوں قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اب صرف میں اور شوالا آمنے سامنے رہ گئے تھے۔ سرنگا نے جیب سے اپنی مورتی نکال کر چوم لی۔ میں نے جارا کا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی عطا کی ہوئی مالا گردن سے اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ یہی عمل شوالا نے کیا۔

ہر چند کہ شوالا ایک تنومند شخص تھا لیکن مجھے اپنی پھرتی اور نفسیاتی طریقہ کار پر پورا اعتماد تھا کہ میں اب یہ مقابلہ جیت لوں گا۔ اقابلا نے میری درخواست قبول کر کے یہ مقابلہ محض جسمانی مقابلے تک محدود کر کے میرے سلسلے میں اپنی عنایتوں کا ایک اور ثبوت دیا تھا۔ میرا دل مسرت سے سرشار تھا لیکن شوالا مغلوب الغضب تھا۔ اسے اقابلا سے ایسے کسی فیصلے کی امید نہیں تھی لیکن یہ بات خلاف رسم نہیں تھی۔

میدان صاف ہونے کے بعد کاہن اعظم ہمارے قریب آیا تو شوالا چپ نہ رہ سکا۔ اس نے سورال کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا۔

''کیا اس مقابلے کے لئے مقدس کاہن نے عظیم اقابلا سے کوئی خاص سفارش کی تھی؟''

''شوالا۔'' سورال نے اسے کرخت لہجے میں پکارا۔

''ایک عرصے سے یہ دستور ہے۔ جابر بن یوسف کے لئے خصوصی رعایت کیوں کی گئی ہے؟'' شوالا نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تم ......''

''چپ ہو جا شوالا!'' سورال سخت لہجے میں بولا۔ ''تو گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اپنے الفاظ واپس لے لے۔ ایسا نہ ہو کہ میری تضحیک تیری عبرت ناک موت کا پیش خیمہ بن جائے۔''

سورال کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ میرے علاوہ شوالا بھی سہم گیا۔ وہ دبی زبان میں بولا۔ ''شوالا کاہن اعظم سے معافی چاہتا ہے اور

اپنے الفاظ واپس لیتا ہے لیکن جارا کا کی مقدس روح کی قسم کہ شوالا کو اس پر اعتراض ہے۔''

''تم ایک تنومند شخص ہو۔ تمہیں قبل از وقت انجام سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ مقدس شوالا!'' میں نے کمال ہوشیاری سے شوالا کو احترام کے ساتھ مخاطب کیا۔ ''مقدس اقابلا کی تعظیم ہم دونوں کا فرض ہے۔''

''جابر!'' شوالا دہاڑتے ہوئے بولا۔ ''شوالا جانتا ہے کہ اس جزیرے کی قسمت میں انقلاب لکھا ہے۔ مقدس اقابلا نے تم پر ترس کھا کر تمہاری درخواست قبول کر لی ہے لیکن یاد رکھو کہ میرے سامنے تمہاری حیثیت ایک چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے۔''

شوالا کا جواب میری مرضی کے مطابق تھا۔ میں نے اپنے تیور خراب کرنے کے بجائے مسکراہٹ پر اکتفا کیا۔ شوالا میرا اطمینان دیکھ کر اور برافروختہ ہو گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا زمین سے ایک شعلہ بلند ہوا اور پل بھر میں غائب ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے شوالا نے تیزی سے گھوم کر اقابلا کی سمت دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ گردن کی پشت کی جانب باندھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔ سمورال کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ شعلہ بلند ہوتے اور شوالا کے سجدہ ریز ہونے سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شعلہ اقابلا کی طرف سے ایک تنبیہی اشارہ تھا جس نے شوالا کو کٹا مار روی کی تلقین کی تھی چند لمحوں تک شوالا سجدے کرتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت اور نفرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ کاہن نے شوالا کو کھڑا دیکھ کر خشک لہجے میں مخاطب کیا۔ ''مقابلے کا آغاز مقدس اقابلا کے اشارے پر ہوگا۔ میں تم دونوں کو ہدایت کرنے آیا ہوں کہ سیاہ طاقت کا استعمال مقدس اقابلا کے لئے ناقابل برداشت ہوگا۔ تمہیں یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ مقدس اقابلا اور سمورال کی نظریں اگر چاہیں تو دل کی گہرائی کا حال بھی جان سکتی ہیں۔''

میں نے اثبات میں سر جھکایا۔ شوالا نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ سمورال ہم دونوں کو ضروری ہدایت دے کر پلٹا اور پُر وقار انداز میں قدم اٹھاتا مقدس اقابلا کی جانب چلا گیا جو ایک بلند مقام پر جلوہ افروز تھی۔ میدان میں ہولناک خاموشی طاری تھی۔ آنے والے لمحات کس کے حق میں فیصلہ کرنے والے تھے؟ اس کا علم اقابلا کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ میں اپنی مظلومیت سعادت مندی، نیازمندی اور معصومیت ثابت کر کے شوالا کو مطعون کرنے کا موقع دے رہا تھا اور اس میں کامیاب رہا۔ مجھے خوشی تھی کہ شوالا نے خودسری کر کے اقابلا اور سمورال کو برہم کر دیا ہے۔ وہ اس وقت بھی بری طرح جھلایا ہوا تھا مجھے یقین تھا کہ جھلاہٹ اس کے لئے اچھے نتائج کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہوگی۔

کاہن اعظم نے اقابلا کے سامنے جا کر عقیدت سے سر جھکایا پھر اُس کے داہنی جانب کھڑا ہو گیا۔ اقابلا کی نظریں ہم دونوں کی سمت مرکوز تھیں۔ اُن نظروں میں وقار، حسن، تمکنت اور جاہ و جلال تھا۔ اچانک اقابلا نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر اسے نیچے کر لیا۔ جنگ کے آغاز کا اشارہ ہو چکا تھا۔ شوالا کسی خوں خوار درندے کی مانند مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔ میں نے اقابلا کی خوبصورت آنکھوں میں جھانک کر بیتر ابدلا اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

جسامت اور قد و قامت کے اعتبار سے میرا حریف بلاشبہ مجھ پر حاوی نظر آتا تھا۔ چنانچہ میں نے حملہ کرنے میں پہل نہیں کی اور اپنی جگہ قدم جما کر شوالا کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ میدان میں ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ دونوں قبیلوں کے افراد کی نظریں اپنے اپنے سرداروں پر جمی ہوئی تھیں۔ شوالا کچھ دیر تک بازو پھیلائے قہر و غضب سے مجھے گھورتا اور اپنے حلق سے خرخر خوں خوں کی آوازیں خارج کرتا رہا۔ پھر اچانک اس نے جست

لگائی۔ میں پوری طرح تیار تھا۔ شوالا کے جست لگاتے ہی میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ ظاہر تھا' شوالا اپنی جھونک میں وار خالی جانے کی وجہ سے زمین پر گرا مگر پھر جس انداز میں اس نے بجلی کی سی تیزی سے قلابازی کھا کر خود کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا' وہ حیرت انگیز تھا۔ میں اس کی پھرتی اور تیزی دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اب وہ مجھے خوفناک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے غالباً اندازہ لگا لیا تھا کہ میں کس طریقے کی جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ دوسری بار اس نے وحشیانہ انداز میں جست لگانے کے بجائے آہستہ آہستہ کھسک کر مجھے گھیرنا شروع کر دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ نظریں ایک دوسرے پر مرکوز تھیں اور دونوں ہی قدم بچا بچا کر آگے بڑھ رہے تھے۔ فاصلہ بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ خود تازہ دم رہ کر شوالا کو کسی طرح تھکانے لگا دوں لیکن میں نے شوالا کی ذہنی استعداد کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ ایک چالاک اور عیار شخص ثابت ہوا۔ وہ میرا ارادہ بھانپ گیا تھا اس لیے اس نے اچھل کود بند کر دی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو جلد از جلد زیر کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ میرا ذہن تیزی سے وہ نفسیاتی حربے سوچ رہا تھا جو ایسے موقعوں پر عموماً آزمائے جاتے ہیں۔ شوالا نے بائیں جانب قدم اٹھاتے اٹھاتے اچانک دائیں جانب قدم اٹھایا۔ مجھے بھی اسی طرز پر اپنا رخ بدلنا پڑا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنا رخ بدلتا' شوالا تیزی سے جھک کر اچھلا اور میرے اوپر آ گیا اور اس کی بھرپور لاتیں میرے سینے پر پڑیں تو میں الٹ گیا۔ میری نگاہوں کے سامنے اچانک اندھیرا اچھل گیا لیکن یہ وقت تکلیف محسوس کرنے کے بجائے اپنے بچاؤ کا تھا۔ میں نے بڑی سرعت سے بائیں جانب دو تین کروٹیں لیں اور تیزی سے اٹھ گیا۔

شوالا کے قبیلے کے افراد اپنے سردار کے پہلے حملے کی کامیابی پر اچھل اچھل کر مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ شوالا اب دوبارہ پینترا بدل کر میرے سامنے آ چکا تھا۔ بار بار وہ اپنا جسم دائیں بائیں جھٹک کر میری توجہ اور ثابت قدمی مجروح کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں پوری احتیاط سے اس کے جسم کی ایک ایک جنبش کا جائزہ لے رہا تھا۔ چند لمحوں تک ہم دونوں ایک دوسرے پر حملے کے موقع ڈھونڈتے رہے پھر اچانک میں تیزی سے آگے بڑھا۔ شوالا یہ جان کر کہ میں اس پر حملہ کر رہا ہوں' بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر میری طرف آیا۔ مجھے اسی بات کا انتظار تھا۔ جیسے ہی شوالا نے جست لگائی میں نیچے جھک گیا' پھر اسی پھرتی سے اٹھا کر شوالا ہوا میں قلابازی کھا کر دوسری جانب جا پڑا۔ اس بار میرے قبیلے کے افراد نے خوشی سے چیخنا شروع کر دیا۔ میری ہمتیں جوان تھیں اور میری توجہ نعرہ ہائے تحسین سے زیادہ اپنے حریف کی سرکوبی کی طرف تھی۔ شوالا کو سر کے جھٹکے سے فضا میں اچھال کر میں تیزی سے پلٹا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے زمین سے اٹھنے سے پیشتر ہی داب لوں لیکن شوالا کے جسم میں بجلی بھری تھی۔ وہ زمین پر گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی پُراسرار قوت نے اسے پکڑ کر اٹھا دیا ہو۔ مجھے مجبوراً پینترا بدلنا پڑا۔ شوالا میرے حملے کی کامیابی پر اور زیادہ خوں خوار ہو گیا۔ اس کی وحشت اور دیوانگی میں اور اضافہ ہو گیا۔

''جابر!'' شوالا کی ہانپتی ہوئی آواز گونجی۔ ''تم اپنی زندگی سے کب تک لڑو گے' شوالا ناقابلِ تسخیر ہے۔''

''انتظار کرو شوالا! اس کا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے کہ آسمان کس کا منتظر ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

میرے جواب نے اسے اور غضبناک کر دیا۔ اس سے پیشتر کہ میں اور کچھ کہتا اس نے جھکائی دے کر حملہ کیا اور اپنی جھونک میں مجھے زمین پر گرا دیا۔ وہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ میرے قدم اکھڑ گئے۔ پھر شوالا نے مٹھی باندھ کر ایک بھرپور ضرب میرے پیٹ پر لگائی میری آنکھوں میں شعلے رقص

کرنے لگے اور جب دوسرا گھونسا میری گدی پر لگا تو میں چکرا گیا۔ شوالا نے دو حملوں کے بعد اکڑوں بیٹھ کر میرے اوپر سوار ہونے کی خطرناک کوشش کی، اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو میرے فرشتے بھی اس کا بھاری بھرکم جسم ہٹانے سے قاصر رہتے۔ میں نے اوسان بحال کرتے ہوئے تیزی سے ٹانگیں اٹھا کر پشت کی جانب قلابازی کھائی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوالا کو اس بار میرے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی۔ اس لیے وہ ایک پل کے لئے ششدر ہوا، اس ایک پل میں میں نے لپک کر ایک بھرپور مکا اس کے منہ پر مارا۔ اس کے سیاہ چہرے پر خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی۔ شوالا نے میرا دوسرا وار بچانے کی خاطر سر کے بل قلابازی کھائی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ہم ایک بار پھر فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔ شوالا کی تھوڑی خون آلود تھی۔ میں نے اسے غصہ دلانے کے لئے کہا۔

''شوالا کا اقبال بلند رہے۔ اسے اپنا خون صاف کرنے کے لئے کچھ دیر کی مہلت دی جاتی ہے۔''

''یہ خون شوالا اب تیری کھال سے صاف کرے گا۔'' شوالا دانت پیس کر کسی زخمی تیندوے کی طرح دونوں ہاتھوں کا دائرہ وسیع کر کے آگے بڑھنے لگا۔

میں بہت محتاط انداز میں اس کی پیش قدمی کا جائزہ لے رہا تھا، شوالا نے حملہ کیا اور میں خوبصورتی سے بچا گیا۔ وہ غصے میں سر جھٹک کر پلٹ پڑا اس کے ہونٹوں سے رستا ہوا خون اب اس کے کشادہ سینے تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ دونوں طرف کے افراد دم بخود کھڑے اس خونیں جنگ کا انجام دیکھنے کے منتظر تھے۔ شوالا پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا پھر اچانک اس نے ایسا حربہ استعمال کیا جس کی کم از کم مجھے توقع نہ تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے دفعتاً زمین سے مٹی اٹھائی اور اسے میری جانب پھینک دیا۔ میری آنکھیں درد و کرب سے بند ہونے لگیں، ٹھیک اسی لمحے شوالا کا وزنی جسم میرا توازن بگاڑ گیا۔ میں لڑکھڑا کر چاروں خانے چت گرا اور میرے کروٹ لینے یا دفاع کا کوئی اور طریقہ اختیار کرنے سے پہلے شوالا اچھل کر میرے پیٹ پر چڑھ بیٹھا۔ اس نے میرے دونوں ہاتھ پلک جھپکتے میں اس طرح جکڑ کر اپنے گھٹنوں کے درمیان پھنسا لیے کہ میرا جنبش کرنا دشوار ہو گیا۔ موت کو اتنی جلد قبول کرنے پر میں آمادہ نہیں تھا مگر موت میرے قریب تھی اور جب موت کے قرب کا اندازہ ہو جائے تو کوئی غیر معمولی توانائی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے پورے جسم کی طاقت لگا کر اور ٹانگیں اٹھا کر شوالا کا بوجھ ہٹانا چاہا لیکن مجھے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ شکست کا احساس میرے اعصاب جھنجوڑ گیا۔ مخالف قبیلے کے افراد نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔

''جابر! شوالا سرد لہجے میں بولا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ تم غلطی کر رہے ہو۔ اب کیا خیال ہے؟ کہو تو ایک ہی وار میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل دیا جائے۔''

''مجھے تم سے اتنی پست حرکت کی توقع نہیں تھی میں نہیں سمجھتا تھا کہ جزیرہ توری کا ایک سردار اس قدر اوچھی اور رکیک حرکت کا مرتکب ہو گا۔ تم نے میری آنکھوں میں مٹی ڈال کر ایک طرح سے میری برتری تسلیم کر لی ہے۔'' میں نے حقارت سے کہا۔

''اس جنگ میں سب جائز ہے۔'' شوالا نے زہر خند سے جواب دیا پھر کرخت آواز میں بولا۔ ''اب تمہاری شکست یقینی ہے جابر! کاہن اعظم سورال بھی تمہیں شوالا کے عتاب سے نہیں بچا سکتا۔ تم بہت دیر میں قابو میں آئے۔ کوئی اجنبی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ تم نے تو

بہت اچھے دن گزار لیے۔''

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس بار شوالا کے شکنجے سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ گو اس نے مجھے زیر کرنے کے لئے ایک رکیک حرکت کی تھی لیکن میں مقابلے کی اس شق سے قطعاً واقف نہیں تھا کہ آزادانہ جنگ میں یہ حرکت بھی جائز سمجھی جا سکتی ہے؟ ورنہ میں خود بھی یہ طریقہ اختیار کرتا۔ ایک لمحے میں بہت سی باتیں میرے ذہن میں گھوم گئیں۔ میں نے سوچا کیا میں ذلت و رسوائی کی موت مارا جاؤں گا؟ کیا جزیرے تو ری کی وہ روایت پوری ہو گی جس کے مطابق یہ زمین اجنبیوں کو راس نہیں آتی؟ کیا میں اب اقابلا کے شرربار جلوے سے دست بردار ہو جاؤں؟ کیا اقابلا کے سامنے اس طرح میری توہین مقدر تھی؟ آہ جس ماہ وش نے مجھے اپنے حسن جہاں سوز کے نظارے سے نوازا تھا وہ میری موت کا یہ افسوسناک منظر بھی دیکھے گی۔ کیا کاہن اعظم سوراں اپنی دختر ترام کے لئے میری مدد کو نہیں آئے گا؟ شوالا میرے سینے پر چڑھا ہوا مسکرا رہا تھا اور میں اس کے بھاری جسم کے نیچے اپنی موت کا انتظار کر رہا تھا۔ میری تمام تمنائیں میرے سینے میں گھٹ رہی تھیں۔ ایک لمحہ، وہ جاں کنی کا اذیت ناک لمحہ۔ اس ایک لمحے میں ان گنت حسرتیں ابھریں اور معدوم ہو گئیں۔ میں نے ایک بار پھر پوری طاقت سے زور لگایا لیکن شوالا کی گرفت اور سخت ہو گئی۔ میں کراہ کر رہ گیا۔ پھر میں نے سوچا۔ مقابلے کی رو سے جب تک میں شکست کا اقرار زبانی طور پر نہیں کر لیتا شوالا اسی طرح میرے سینے پر بیٹھا رہے گا اور میں اسے بیٹھا رہنے دوں گا لیکن جہاں اس نے پہلو بدلنے کی کوشش کی، میں اسے خود سے علیحدہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

''میں شوالا ہوں۔ میرا نام شوالا ہے۔ میں اس جزیرے کا طاقت ور سردار ہوں۔ میری گرفت اتنی کمزور نہیں ہوتی۔ میرا شکار میرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جاتا۔'' شوالا نے وحشت ناک لہجے میں کہا۔ ''اب تم اپنی شکست تسلیم کرتے ہو یا اور سختی کرنا پڑے گی؟''

''شکست کا اعتراف بہادروں کا شیوہ ہے۔ اگر تم نے ایمان داری سے مجھے زیر کیا ہوتا تو میں بخوشی اپنی شکست تسلیم کر لیتا لیکن یاد رکھو میں اپنی آخری سانس تک تم سے مقابلہ جاری رکھوں گا۔'' میں نے نفرت سے جواب دیا۔

شوالا کا ردعمل اذیت ناک ثابت ہوا۔ اس نے گھٹنوں کے بل اٹھ کر اپنا وزن ایک جھٹکے سے نیچے گرایا۔ میں تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا کلیجا حلق کے راستے باہر نکل پڑے گا۔ مجھے چہار سمت اندھیرا نظر آنے لگا۔ شوالا بار بار اپنا عمل دہرا رہا تھا۔ مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ موت کا روح فرسا تصور سر دلبر کی صورت میرے رگ و پے میں دوڑ رہا تھا مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقعات کے خلاف بھی تھا اور حیرت انگیز بھی، شوالا ایک بار گھٹنے کے بل اٹھا تو اس طرح اچھلتا ہوا میرے سر کی پشت سے دور جا گرا جیسے اسے کسی ماورائی طاقت نے اچھال کر زمین پر پھینک دیا ہو۔ یہ موقع میرے لیے غنیمت تھا میں اسی لمحے کا منتظر تھا کہ کب شوالا اٹھے اور کب میں اس کی طرف لپکوں۔ میں نے کھوئے ہوئے اوسان مجتمع کیے اور جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا، شوالا ابھی تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت میرے اور شوالا کے درمیان زمین سے ایک شعلہ بلند ہو کر غائب ہو گیا۔ میں نے چونک کر اقابلا کی طرف نظر ڈالی۔ اس کے چہرے پر جاہ و جلال برس رہا تھا۔ وہ اپنی مسند پر کھڑی ہوئی تھی، اس کا سارا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ آف اس کی آنکھیں، وہ سرخ آنکھیں۔ میں ان کی تاب نہ لا سکا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے۔ پورے ماحول پر ہولناک سناٹا طاری ہو گیا۔

ابھی میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ پورا میدان یوں لرز رہا تھا جیسے زلزلے کے جھٹکے لگ رہے ہوں۔ قبیلے کے دونوں طرف کے افراد زمین بوس ہو گئے اور بار بار اپنے سر زمین پر مارنے لگے۔ وہ اچانک پیدا ہونے والی اس خوفناک صورت کو آسمانی عتاب سمجھ کر دیوتاؤں کی خدمت میں سجدہ ریز ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ کیا ہوا؟ پھر آسمان پر بجلی کا شدید کڑاکا ہوا اور بادلوں کی گرج سے پورا ماحول کانپ اٹھا۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو لرزہ براندام ہو گیا۔ سیاہ ذرات کا بھنور تیزی سے چکراتا ہوا نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ یہ بھنور میں ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ مقدس جارا کاکا کا عتاب تھا مگر یہ کس پر نازل ہونے والا تھا؟ میں سرتاپا لرز اٹھا۔ میری نظر سیاہ ذرات کے بھنور پر جمی ہوئی تھی جس میں اب بار بار خوف ناک شعلے بھی نمودار ہو رہے تھے۔

اقابلا اور کاہن اعظم کی نظریں آسمان کی جانب تھیں جہاں سیاہ ذرات کوندنے والے شعلوں کی جنگ جاری تھی۔ پھر اچانک شعلے بھڑکنا بند ہو گئے۔ ذرات کا بھنور خاصا نیچے آ گیا تھا۔ میرے دل میں ہول اٹھ رہے تھے۔ آنے والے لمحات نہ جانے کس کے حق میں تباہی لانے والے تھے؟ سیاہ ذرات کا بھنور نیچے آ چکا تھا۔ وہ اقابلا کی مسند کے سامنے جا کر ٹھہر گیا۔ میں نے اقابلا کی گردن خم ہوتے دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

''اے جارا کاکا کی مقدس روح!'' کاہن اعظم سورال کی آواز بلند ہوئی۔ ''اقابلا تیرے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتی ہے۔ تیرے احسانات بے شمار ہیں۔ تیری نوازشات اتھاہ ہیں۔ اقابلا اس سلطنت کی حکمراں کی حیثیت سے عہد کرتی ہے کہ ابد تک تیرے جلال کی اسی طرح پرستش ہوتی رہے گی۔ تیرا قیام آسمانوں میں ہے۔ آسمان جو تیری ملک ہیں اور سارے احترام تیرے لیے واجب ہیں۔ کوتاہی کرنے والے تیری سزا کے مرتکب ہیں سب کچھ تیرا ہے کہ تو امین ہے۔''

اقابلا کا خوبصورت ہاتھ دراز ہوا اور کاہن اعظم خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہی، جیسے اقابلا ریت کے ان ذرات سے مخاطب ہو، اس کا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گیا ہی تھا کہ سیاہ ذرات کے بادل اوپر کی جانب بلند ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابل فہم منظر سامنے آ گیا جس مقام سے ذرات کی یلغار اوپر کی جانب بلند ہوئی تھی۔ وہاں اب شیشے کا ایک قد آدم جار نظر آ رہا تھا۔ اس جار میں ایک حسین عورت بند تھی۔ اسے دیکھتے ہی مجھے سرنگا کی وہ مورتی یاد آ گئی جسے میں متعدد بار قریب سے دیکھ چکا تھا۔ عورت کی شکل ہو بہو مورتی سے ملتی جلتی تھی اور وہ ہندی لباس پہنے ہوئے تھی۔ جار کے اندر وہ بہت متوحش نظر آ رہی تھی۔ میں نے نظریں گھما کر دور کھڑے ہوئے سرنگا کو دیکھا، اس کا چہرہ بوڑھا اور زرد ہو چکا تھا۔ یقیناً جار میں مقید عورت سرنگا کی وہ دیوی تھی جس کی مورتی وہ بڑی عقیدت سے اپنے پاس رکھتا تھا اور والہانہ انداز میں جس کا تذکرہ کرتا تھا۔ جارا کاکا کی مقدس روح نے اسے کیوں قید کر لیا تھا؟ اور اقابلا نے جنگ کیوں بند کر دی تھی؟ کیا وہ مجھے شکست خوردہ تسلیم کر چکی تھی؟ میرا ذہن عجیب عجیب اندیشوں میں گھر گیا۔ اسی وقت سرنگا کی دلدوز چیخ نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کر لی۔ میں نے اسے آسمان کی جانب ہاتھ پھیلائے دیکھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور اب چکراتا ہوا دوبارہ نیچے آ رہا تھا۔ اس کا رخ سرنگا کی جانب تھا۔

''نہیں نہیں۔'' سرنگا ہذیانی انداز میں چیخا۔ ''اے مقدس آقا، مجھے معاف کر دے۔ اپنے دوست کی مدد کرنا میرے مذہب میں داخل

ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، مجھے معاف کردے۔ اے مقدس روح! یہ بوڑھا تجھ سے ہاتھ پھیلائے درخواست گزار ہے۔''

سرنگا کی چیخ پکار اور اس کی آہ وزاری سن کر میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جنگ بندی اور آسمانی عتاب کی کیا وجہ تھی۔ سرنگا کی مشکوک شخصیت بھی صاف ہوگئی۔ اس بوڑھے بدرو نے مجھے شوالا کے ہاتھوں زیر ہوتا دیکھ کر اپنی دیوی کے ذریعے میری مدد کرنا چاہی تھی اور یہ دیوی ہی کی طاقت کا کرشمہ تھا کہ اس نے شوالا سے مجھے نجات دلائی لیکن اعلان کے مطابق اس جنگ میں ماورائی طاقتوں کا استعمال ممنوع تھا۔ ظاہر ہے، اقابلا کو یہ مداخلت پسند نہیں تھی۔ اس کے اشارے پر جارا کاکی روح نے دیوی کو جار میں مقید کر دیا تھا۔ ساری گتھیاں سلجھ چکی تھیں۔

سرنگا بے تحاشا چیخ رہا لیکن سیاہ ذرات کا بھنور مسلسل اس کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ پھر سرنگا نے خود کو اس آفت سے بچانے کے لیے کھلے میدان میں پاگلوں کی طرح دوڑنا شروع کر دیا۔ قبیلے کے تمام افراد موت و زندگی کی یہ آنکھ مچولی انگشت بدنداں دیکھ رہے تھے۔ سرنگا اپنی پوری طاقت سے بھاگ رہا تھا اور سیاہ ذرات کا بھنور اس کے تعاقب میں تھا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔ ایک جگہ سرنگا لڑکھڑا کر گرا تو سیاہ ذرات کے بھنور نے ایک آن میں اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سرنگا نرغے میں آچکا تھا اور اس پر وہ مصیبت میری خاطر نازل ہوئی تھی، میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ صرف اسے دیکھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ سیاہ ذرات کا یہ لشکر سرنگا کو اپنے ساتھ اڑا لے جائے گا اور میں سرنگا کو دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری نظروں کے سامنے سیاہی کے وہ خوفناک بادل تھے جو سرنگا کو اپنے دائرے میں لے کر ادھر ادھر پھیل جاتے تھے۔ پھر جب وہ طوفان بلاخیز اوپر کی جانب بلند ہوا اور آناً فاناً نظروں سے دور ہو گیا تو میرے دل کے سیہ خانے میں امید کی ایک شمع روشن ہوئی۔ سرنگا زمین پر بے سدھ پڑا ہوا تھا لیکن اس کی جلد کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور پورے جسم پر جگہ جگہ بڑے بڑے آبلے نظر آ رہے تھے۔ سریتا اب تک دم بخود کھڑی تھی۔ وہ چیختی ہوئی بھاگی اور سرنگا کے جسم سے لپٹ کر تڑپنے لگی۔ میرا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر سرنگا کو دیکھوں کہ وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے؟ اور سریتا کی دل جوئی کروں جس کی فلک شگاف چیخیں دل دہلائے دے رہی تھیں لیکن اس وقت شوالا کے سامنے سے ہٹنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میری یہ حرکت نہ جانے کس نگاہ سے دیکھی جاتی۔ میں ابھی اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ تنگ دھڑنگ حبشی آگے بڑھے اور انہوں نے سرنگا اور سریتا دونوں کو اٹھا کر اقابلا کے قدموں میں ڈال دیا۔ سریتا نے اب شور کرنا بند کر دیا تھا۔ شاید اقابلا کے رعب اور دبدبے نے اسے مرعوب کر دیا تھا یا خوف و دہشت نے اسے سکتے کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

اس ہولناک سناٹے میں کاہن اعظم کی گرج دار آواز ابھری۔ ''جزیرہ توری کے لوگو!'' کاہن اعظم نے مقدس اقابلا کا اشارہ پا کر بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ ''مقدس اور عظیم اقابلا کی حکمرانی تا ابد تم پر قائم رہے، مقدس جارا کا کا تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ قبیلے کے دو معزز سرداروں کی جنگ کیوں روکی گئی تھی، یہ نکتہ مجھ پر منکشف ہو چکا ہے۔ اب میں مقدس اقابلا کے حکم سے دونوں سرداروں کو دوبارہ جنگ شروع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔''

''کاہن اعظم۔ اے عظیم سوراں؟'' شوالا نے اپنی جگہ سے بلند آواز میں کہا۔ ''اگر میری فریاد مقدس اقابلا کی شان میں گستاخی نہ سمجھی جائے تو مجھے کہنے دیا جائے کہ میں اس جنگ میں اپنی برتری ثابت کر چکا ہوں۔ مقدس اقابلا نے خود اس جنگ کا مشاہدہ کیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ اب فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کس پر برتری حاصل کی۔ میں یہ درخواست اس بنیاد پر کر رہا ہوں کہ سرنگا کی دیوی نے مداخلت بعد میں کی تھی،

میں جابر بن یوسف کو اس سے پیشتر ہی بے بس کر چکا تھا۔ اگر دیوی نے مداخلت نہ کی ہوتی تو میں اپنے حریف کو شکست تسلیم کرنے پر آسانی سے مجبور کر سکتا تھا۔ بہر حال مقدس اقابلا کا فیصلہ قانون کا درجہ رکھتا ہے۔''

سورال نے اقابلا کی طرف دیکھا۔ اقابلا نے ہاتھ سے کوئی اشارہ کیا پھر سورال نے شوالا کو مخاطب کیا۔ ''شوالا! اس جنگ میں یہ شرط بھی ہے کہ حریف جب تک اپنی شکست کا اقرار نہ کر لے یا اس میں جواب دینے کی سکت ختم نہ ہو جائے، اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔''

سورال کا جواب سن کر میرے عزائم میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ مجھے خدشہ تھا کہ چونکہ شوالا کا احتجاج کسی حد تک حق بجانب ہے اس لئے وہ مقدس اقابلا کو میرے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور کر دے لیکن مقابلے کی ایک نازک شرط کی وجہ سے مجھے رعایت مل گئی۔ یہ آخری موقع تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اقابلا کی جانب سے یہ دوسری عنایت تھی۔ مجھے یہ عنایت تازہ دم کر گئی۔ میں نے شوالا کو دیکھا۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میرے لیے اب محتاط رہنا ضروری تھا۔ ویسے ایک بار موت کے منہ سے نکلنے کے بعد اب مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ قسمت مجھ پر مہربان ہے اور جنگ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ پھر بھی میں پوری طرح محتاط تھا۔ شوالا نے جب دوسری بار حملہ کیا تو میں نے اچھل کر ایک جانب ہٹتے ہوئے پاؤں سے ٹنگی لگائی۔ شوالا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا میں نے حیرت انگیز برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جست بھری اور شوالا کی پشت پر پوری قوت سے اچھل کر نیچے گرا شوالا کی ہڈیاں چیخ گئیں۔ وہ کربناک آواز میں چلایا۔

میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا اور یکے بعد دیگرے اس کی گدی پر گھونسے رسید کیے۔ پھر ایک خطرناک خیال کے پیش نظر میں شوالا کا سیدھا ہاتھ دونوں ہاتھ سے جکڑ کر اچانک اتنی شدت سے جھٹکے مارے کہ کہنی کے پاس کا جوڑ ٹوٹ گیا۔ شوالا کے حلق سے نکلنے والی بھیانک چیخوں سے سارا میدان گونج رہا تھا۔ پھر میں نے اس کا سیدھا ہاتھ چھوڑ کر الٹا ہاتھ پکڑ لیا لیکن اس بار میں اسے گرفت میں نہیں لے سکا کیونکہ شوالا دہاڑتا ہوا نیچے سے تڑپا تو اس کا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہ سکا۔ توازن کا بگڑنا تھا کہ دوسرے جھٹکے میں شوالا نے مجھے دوسری طرف پھینک دیا۔ میں نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی لیکن اتنی دیر میں شوالا بھی اٹھ چکا تھا۔ اس کا چہرہ غضبناک ہو رہا تھا۔ سیدھا ہاتھ کہنی کے پاس سے جھول رہا تھا لیکن اشتعال کی شدت نے درد کی تکلیف ابھرنے نہیں دی۔ اس کی آنکھوں میں مجھے خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔

''جابر!'' وہ اکھڑی اکھڑی آواز میں بولا۔ ''شوالا کی زبان شکست کا اقرار کرنا نہیں جانتی۔ تم میری زندگی میں مجھے زیر نہ دیکھ سکو گے۔ میرا ایک ہاتھ بھی تمہاری موت کا سبب بن سکتا ہے۔''

''تمہارا یہ فیصلہ دانشمندی کے منافی ہے۔'' میں نے احترام سے اسے مخاطب کیا۔ ''اے معزز شوالا! بازی الٹ چکی ہے، میری طاقت کا اندازہ تم نے کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے بچے کھچے جسم پر قناعت کرو اور شکست تسلیم کر لو۔''

''شکست۔'' شوالا نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''شکست؟ جابر بن یوسف! سنو میں دل سے بھی اپنی شکست تسلیم نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ میرے لوگ نہیں ہیں۔ تمہیں رعایت دی گئی ہے۔ تمہیں عظیم طاقتوں نے نوازنے کی کوشش کی ہے۔ شوالا کی نظریں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ میری شکست میں تمہاری طاقت کو دخل نہیں ہے۔''

''تم اس وقت شدید تکلیف سے دوچار ہو شوالا!''میں نے دانستہ ہمدردی کا اظہار کیا۔ ''موجودہ کیفیت میں مقابلہ جاری رکھنا تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا۔ تم اگر چاہو تو میں مقدس اقابلا کے حضور یہ درخواست کرنے پر آمادہ ہوں کہ تمہاری صحت مندی تک مقابلہ ملتوی کر دیا جائے۔''

''شوالا اس رعایت پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ سنبھلو جابر! میں عذاب ہوں، میں قہر ہوں۔''شوالا نے آخری آخری سانسوں کے درمیان کہا، پھر آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا میری جانب جھپٹا۔ میں اپنی جگہ پوری طرح مستعد تھا۔ شوالا نے جیسے ہی قریب آ کر حملہ کیا۔ میں نے زمین پر بیٹھ کر تمام تر چابکدستی سے اس کا الٹا ہاتھ تھاما اور قلابازی کھا گیا۔ میرے ساتھ ہی شوالا بھی ربڑ کی گیند کی طرح فضا میں دائرے کی صورت میں گھوم کر چاروں خانے چت گر گیا اور بلبلانے لگا۔ میرے قبیلے کے افراد خوشی سے ناچنے لگے مگر دشمن کو حقیر سمجھنا غلط تھا اس لیے میں نے احتیاطاً دوبارہ حملہ کیا۔ شوالا پر دوبارہ قابو پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظم نے مجھے روک دیا اور اقابلا کی مسند کے قریب سے شوالا کے پاس آیا' اسے غور سے دیکھا اور پھر اقابلا کے پاس جا کر کچھ کہا اور مجمع میں اس کی آواز گونجی۔

''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کے فیصلے کے مطابق تمہیں فاتح قرار دیا جاتا ہے۔ مقدس اقابلا کی ہمدردیاں عظیم شوالا کے ساتھ ہیں۔''

کاہن اعظم کا اعلان سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے دوبارہ زندگی پائی ہو۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا۔ میں نے تشکر کے جذبات سے طاقت کی عظیم دوشیزہ اقابلا کی جانب دیکھا۔ وہ اپنی مسند پر بڑے پرسکون انداز میں جلوہ افروز تھی۔ اس کا چہرہ چونکہ پتوں سے ڈھکا ہوا تھا اس لیے میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ ہاں اس کی آنکھیں' وہ قیامت آنکھیں' ایک طرح کی مسرت ظاہر کر رہی تھیں۔ ممکن ہے یہ میرا وہم ہو۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی اور مجھے اپنے لیے جذبے تلاش کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی۔ شوالا زمین پر بے سدھ پڑا تھا' اس کے نائب نے قریب جا کر اسے اٹھایا اور اس کی شکست کی اطلاع دی۔ وہ چیخنے لگا۔ اس نے احتجاج کے طور پر کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا' معلوم ہوتا تھا کہ اس کے زخمی ہاتھ میں شدت کی تکلیف ہے۔ کاہن اعظم نے میرے قبیلے کے اچھلتے ناچتے غل غپاڑا کرتے ہوئے افراد کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف الباقر! اس مقابلے میں فتح یاب ہونے کے بعد تم جزیرہ توری کے ایک برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کر لیے گئے ہو۔ اعلان کے مطابق اب تم شکست خوردہ سردار سے اپنی پسند کی کوئی بھی چیز طلب کرنے کا حق رکھتے ہو۔''

''اے عظیم کاہن! مقدس اقابلا کا غلام صرف اس کی قربت کا طلب گار ہے' اس کی خوشنودی کا جویا ہے۔''میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اقابلا کی طرف گھومتے ہوئے انتہائی ادب و احترام سے کہنا شروع کیا۔ ''میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں کہ مقدس اقابلا نے مجھے شکست خوردہ سردار سے اپنی پسند کی کوئی شے طلب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اگر عظیم ملکہ کے نازک احساسات پر یہ گزارش بار نہ گزرے تو میں عرض کروں کہ ایک فاتح کی سب سے بڑی مسرت اس کی فتح ہے۔ شکست خوردہ سردار سے کچھ طلب کرتے ہوئے مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ میرے لیے یہی انعام بہت ہے کہ میں اس سلطنت کے ایک جزیرے میں برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہوں۔ ایک اجنبی کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی۔'' یہ کہہ کر میں نے اقابلا کی طرف دیکھا۔ میرا جواب سن کر اس کی خوبصورت آنکھوں کی پتلیاں متحرک ہوئیں اور

کاہن اعظم نے اس کا اشارہ پا کر دوبارہ گردن ہلائی، پھر میری طرف نظر اٹھا کر مخاطب ہوا۔

''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کو تمہارے جواب نے متاثر کیا ہے، تم نے اعلیٰ ظرفی اور شجاعت کا ثبوت دیا ہے لیکن اعلان کے مطابق تمہیں اپنی پسندیدہ شے کا اظہار کرنا ہوگا۔ اگر تم براہ راست شوالا سے کچھ طلب کرنے میں تجھک محسوس کرتے ہو تو اپنی درخواست مقدس اقابلا کے حضور پیش کر دو، وہ تمہیں اپنے فرمان سے مطلوبہ شے مرحمت کر دے گی۔''

میں نے گردن جھکا کر کچھ سوچنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے ایک عزم کے ساتھ اونچی آواز میں بولنا شروع کیا۔ ''کاہن اعظم میں اپنی عظیم وجلیل حکمراں سے ہندی دوشیزہ سریتا کو اپنے دوست سرنگا کے لئے طلب کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔''

میں نے دیکھا کہ میرا غیر متوقع جواب سن کر اقابلا اور سورال نے کسمساہٹ سے پہلو بدلا۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی۔ جزیرہ توری کی عظیم حکمراں کے لئے یہ جواب یقیناً حیرت انگیز تھا۔ کاہن اعظم سورال اپنی جگہ خاموش کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بھی اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ اسے بھی میری طلب سے خوشی نہیں ہوئی۔ ایسے عالم میں جب سرنگا جارا کا کی مقدس روح کا ہدف بن چکا تھا۔ میرا سریتا کو طلب کرنا بے محل تھا۔ مجمع پر موت کا سکوت طاری تھا۔ چند ثانیے تک مکمل خاموشی رہی۔ پھر مقدس اقابلا اپنی مسند سے اٹھی۔ قبیلے کے تمام افراد کی گردنیں جھک گئیں۔ میں سراسیمہ اور وحشت زدہ ہو کر اقابلا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سبز پتوں میں دنیا کا سب سے حسین اور سرو قد بدن چھپائے کھڑی تھی۔ اس نے پہلی بار مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میں گھبرا گیا اور دیوانہ وار اس کی مسند کی طرف دوڑا۔ آنے والے لمحوں کا خوف مجھ پر غالب تھا۔ ویسے میں نے کوئی غلط چیز طلب نہیں کی تھی۔ میں شوالا کے تصرف کی کوئی بھی چیز طلب کر سکتا تھا۔ وہ چاہے سریتا ہو یا فلورا۔ سرنگا نے اس وقت میری مدد کی کوشش کی تھی جب میں شکست کے قریب تھا۔ اگر اس نے دوستی کا حق ادا نہ کیا ہوتا اور بروقت اپنی دیوی کو شوالا کی پسپائی کے لئے نہ بھیجا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ میں ہار جاتا۔ اقابلا کی قربت کا حسین تصور اب میری زندگی کی سب سے شدید آرزو تھی۔ شکست کی صورت میں یہ آرزو میرے سینے میں گھٹ کے رہ جاتی۔ پھر میں اس پری وش کے سامنے سربلندی سے کس طرح جاتا؟ ممکن تھا کہ ہمیشہ کے لئے اس جمال افروز دیدار سے محروم ہونا پڑتا۔ شوالا کے مقابلے میں میری حیثیت کم تر ہو جاتی۔ عرصۂ حیات مجھ پر تنگ ہو جاتا اور مستقبل کا وہ حسین خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ جس کے بارے میں میں نے بہت سے خوبصورت منصوبے بنائے تھے اور نہ جانے کیا کیا ہوتا۔ اگر مجھے شکست ہو جاتی تو میں کہیں کا نہ رہتا لیکن سرنگا جسے میں اپنے لیے خطرناک سمجھتا تھا، عین وقت پر، میری بربادیوں کے آڑے وقت پر میرے کام آ گیا تھا۔ اس نے خود اذیت اٹھائی اور مقدس جارا کا کی روح کا جبر سہا۔ خدا جانے وہ غریب زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔

میں اقابلا کے قریب پہنچ کر ایک فاصلے پر رک گیا۔ اب میری نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں اور ذہنی کیفیت متزلزل تھی۔ میں اس کی شیریں گفتاری کا منتظر تھا۔ وقت کی رفتار جیسے تھم گئی تھی، اقابلا کی سحر آگیں نظروں نے میرے جسم کا احاطہ کیا اور مجھے جھرجھری آ گئی۔ مجھے اپنا وجود لرزتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیں۔

''سیدی جابر!'' کاہن اعظم کی بھاری بھرکم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''تم کوئی غلطی تو نہیں کر رہے ہو؟ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم فلورا

http://kitaabghar.com

کو طلب کرنا چاہتے تھے۔"

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔" میں نے مؤدبانہ جواب دیا۔

"تمہیں سوچنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اسے مقدس اقابلا کی عنایت خسروانہ سمجھو۔" کاہن اعظم نے کہا۔

"بے شک میری زندگی اسی کی مرہون منت ہے۔" میں نے دبی آواز میں کہا۔ "تاہم سرنگا نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ دوستی کا حق نبھایا ہے اس لیے میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ سریتا کو سرنگا کے حوالے کر دیا جائے۔"

"مگر سرنگا ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔"

"مجھے امید ہے کہ کاہن اعظم میری حمایت کریں گے کیونکہ سریتا سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا۔ میں سریتا کو طلب کر رہا ہوں۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ سرنگا زندہ ہے؟ جارا کاکا کی مقدس روح نے اس پر عتاب نازل کیا ہے۔" کاہن اعظم نے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہے۔ مقدس جارا کاکا کی روح کا عتاب میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں لیکن میرے خیال میں سرنگا وہ پہلا شخص ہے جسے سیاہ ذرات نے زمین پر چھوڑ دیا۔ شاید جارا کاکا کی مقدس روح نے اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی ہے۔" میں نے ادب و احترام سے کہا۔

"مقدس اقابلا تمہاری فراست اور زود فہمی سے متاثر ہوئی ہے۔" سوراں نے کہا۔ "تمہارا قیاس درست ہے کہ سرنگا زندہ ہے لیکن جارا کاکا کی مقدس روح نے تمہارے ہندی دوست کو جو سزا دی ہے وہ اس سے آسانی سے نجات نہیں پائے گا۔ مقدس اقابلا تمہاری خواہش کے مطابق سریتا کو سرنگا کے حوالے کرتی ہے۔ وہ دونوں تمہارے قبیلے میں قیام کر سکتے ہیں۔"

"ایک اجنبی کے ساتھ مسلسل ان نوازشوں نے وطن کی محبت اس کے دل سے دور کر دی۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میری قسمت مجھے اس علاقے میں کھینچ لائی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بہترین مساعی کام میں لاؤں گا۔ میں اس علاقے کو خوشحال بنانے اور اس کے باسیوں کو سربلند رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔ مقدس ملکہ کی قربت کا حصول میری زندگی کا مقصد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دن اس مقصد میں کامیاب ہو کر رہوں گا۔" میں نے ایک جوشیلا بیان دیا اور لطف و کرم کے اس مجسمے کو دل کی گہرائیوں سے دیکھا۔ "جابر بن یوسف الباقر تا زندگی مقدس اقابلا کی خوشنودی کا مطیع رہے گا۔ جابر بن یوسف حسن و جمال کی دیوی کے آگے اپنی تمام محبتیں اور عقیدتیں نچھاور کرتا ہے۔"

"مقدس اقابلا تمہاری زبان کی تاثر آفرینی سے خوش ہے وہ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔" کاہن اعظم نے مقدس اقابلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کوئی شبہ نہیں کہ یہ جنگ میں نے فلورا ہی کے حصول کے لیے لڑی تھی لیکن میں اعلان کے مطابق اپنی ایک پسندیدہ شے کا اظہار کر چکا ہوں۔ اس لیے مزید کوئی چیز طلب کرتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عظیم شوالا میری اس جسارت پر احتجاج کرے۔"

"سیدی جابر! یہاں کا ہر ذرہ اقابلا کا تابع ہے۔ اقابلا مقدس و عظیم ہے وہ چاہے تو شوالا کو ختم کر دے، وہ چاہے تو شوالا سے سب کچھ چھین لے۔ اس کے فیصلے کے خلاف دل میں کوئی خیال لانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ سریتا کو شوالا نے حاصل نہیں کیا تھا۔ اسے اس بستی کے کاہن نے سرنگا کے حوالے کر دیا تھا جو اس وقت شوالا کے پاس تھا۔" کاہن اعظم نے اقابلا کی ترجمانی کی۔

"یہ درست ہے، تاہم شوالا اسے اپنی ملک تصور کرتا ہے۔ میں اپنی عظیم ملکہ کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان بھی پیش کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ میں عرض کروں گا کہ یہ فیصلہ فلورا پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہم دونوں سرداروں میں سے کسے منتخب کرتی ہے۔ اس بات سے میرے سکون کا سامان ہو جائے گا۔"

"تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے۔" کاہن اعظم نے پروقار لہجے میں جواب دیا۔ "سیدی جابر! یہ تم پر منحصر ہے کہ اپنی دانش مندی، تدبر، عقیدت اور پرستش سے مقدس اقابلا کی قربت سے ہمکنار ہو۔" پھر کاہن اعظم نے حکم دیا۔ "فلورا کو حاضر کیا جائے۔"

کاہن کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ اس کی تعمیل میں بمشکل پانچ منٹ لگے۔ فلورا کو اقابلا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ میں نے بہت دنوں بعد اپنی اس محبوبہ کا جلوہ دیکھا جس کے لئے میں نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا اور اس اجنبی بستی کے اسرار میں گرفتار ہو گیا تھا۔ فلورا کے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس کا سرخ و سفید رنگ اور ابدن نگاہیں خیرہ کیے دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں نے دل میں اقابلا کا خیال کر کے اس کی جانب سے توجہ کم کر دی۔ معلوم نہیں کہ مجھے دیکھ کر فلورا کے چہرے پر کیا رنگ آیا۔ سورال نے اقابلا کا اشارہ پا کر نرم لہجے میں فلورا کو مخاطب کیا۔

"عزیز فلورا! یہ جنگ یہ مقصد سامنے رکھ کر لڑی گئی تھی کہ جابر بن یوسف الباقر، شوالا سے تمہیں طلب کرنا چاہتا تھا لیکن جنگ کے اختتام پر فتح کے بعد اس نے تمہارے بجائے سریتا کو منتخب کر لیا لیکن مقدس اقابلا دونوں سرداروں کے درمیان ہر قسم کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمہیں اجازت دیتی ہے کہ تم جسے چاہو منتخب کر لو، شوالا کو یا جابر بن یوسف کو۔"

غیر اختیاری طور پر میں نے نرم و نازک فلورا کو دیکھا۔ پہلی بار اس کی نظریں مجھے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کی نگاہوں میں حسرت تھی۔ ترام اور سریتا میرے قریب کھڑی تھیں۔ اس نے خاموشی سے میرا جائزہ لیا۔ میں اس کا فیصلہ سننے کے لئے بے تاب تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک عرصے بعد میری محبوبہ میری آغوش میں آ جائے گی۔ وہ یقیناً میرے حق میں فیصلہ کرے گی۔ وحشیوں کی اس بستی میں مجھ سے زیادہ اور کون اس کے قریب ہو سکتا تھا؟ مگر فلورا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ذہنی خلفشار سے دوچار ہے۔ پھر جب اس نے سورال کا جملہ دوسری بار سنا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ ایک بار اس نے میری جانب اور میں نے اس کی جانب دیکھا ہر چند کہ اقابلا کی قربت کا طلب گار نہ تھا اب ترام کے بھرپور بدن سے متاثر ہو سکتا تھا نہ فلورا کے سحر انگیز بدن سے، اب میرا مرکزِ محور کوئی اور تھا۔ وہ اقابلا تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ فلورا کو فیصلہ کرنے میں پس و پیش کیوں ہے؟ جب تیسری بار فلورا سے اس کی مرضی کا اظہار کرنے کی خواہش کی گئی تو فلورا ملتجی نظروں سے مسند کی

سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور اس نے اقابلا کے پیر پکڑ لیے۔ پھر وہ تیزی سے اٹھی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی شوالا کی جانب چلی گئی۔ شوالا ابھی تک میدان کے ایک کونے میں بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، فلورا کے فیصلے نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی، اس نے میرا یقین مجھ سے چھین لیا تھا۔ میں نے سٹپٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

''سیدی جابر!'' سمورال کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''فلورا نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کاہن اعظم! میں اس فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔'' میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تو صرف مقدس اقابلا کی نگاہ التفات کا متمنی ہوں، میں ایک لاکھ فلورائیں اس پر قربان کر سکتا ہوں۔'' میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ پھر میں نے کاہن اعظم سے درخواست کی۔

''مجھے اجازت دی جائے کہ میں بھی فلورا کی طرح مقدس اقابلا کے قدم چوم کر اپنے ہونٹوں کو لذت دوام بخشنے کی سعادت حاصل کروں۔''

''اجازت ہے۔''

اقابلا کی اجازت پا کر میں بے اختیار سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ اس نے بڑی شان سے اپنا مرمریں پیر آگے کر دیا۔ وہ پیر، کسی پری، کسی حور کا نرم و گداز پیر، اقابلا کا پیر، اس علاقے کی سب سے برگزیدہ ہستی کا پیر۔ میرے خدا۔ ان حسین پیروں کا لمس۔ میں اس کا تصور نہیں کر سکتا تھا، مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ اس جادوواں لمس نے مجھے ایک عجیب سرور سے نوازا۔ اس کے لمس کی تپش نے میرا خون گرما دیا، میری خواہش تھی کہ وقت ٹھہر جائے یا میری زندگی کا چراغ ان قدموں میں گل ہو جائے، جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے سہلایا اور وارفتگی کے عالم میں دیوانہ وار اسے اپنے چہرے پر ملنے لگا۔ ہاں حسن چاٹنے کے لئے ہوتا ہے، میں نے اس کے پیر چاٹے، یہ کیفیت وہی صاحبان دل محسوس کر سکیں گے جنہیں ان کا مطلوب سعی مسلسل اور جہد پیہم کے بعد ملا ہو، وہ پیر میرے ہاتھوں کے حلقے میں تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکے نے میری محویت کا فسوں توڑ دیا۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اقابلا نے اپنا پیر جھٹک کر میرے ہاتھوں سے چھڑایا اور کھڑی ہو گئی۔ اس کی شعلہ بار نظریں اس جا در پر مرکوز تھیں جو دفعتاً ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ سرنگا کی دیوی غائب ہو چکی تھی۔

''سمورال!'' میں نے پہلی بار اقابلا کی آواز سنی۔ میدان میں گھنٹیاں سی گونجنے لگیں۔

''ہاں اے مقدس ملکہ! گستاخ دیوی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ مقدس اقابلا کی طرف سے تمام کالی طاقتوں کو حکم دے دیا گیا ہے اور عظیم جاراکا کی مقدس روح سے درخواست کی گئی ہے کہ اگر دیوی ہمارے علاقے کے کسی بھی حصے میں ہو تو اسے مقید کر کے پابہ زنجیر ہمارے حوالے کر دیا جائے۔'' یہ کہہ کر سمورال نے سر تسلیم خم کیا پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد رنگ برنگے بادلوں کا ایک تودہ نمودار ہوا اور اقابلا کو اپنے اندر جذب کر کے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ میں نے فلورا کی طرف دیکھا۔ وہ بے ہوش شوالا کے قریب سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اقابلا اور کاہن اعظم کے جاتے ہی میرے قبیلے کے افراد ناچتے گاتے خوشیاں مناتے آگے بڑھے اور مجھے کندھوں پر اٹھا کر جلوس کی صورت میں میری سرحد کی طرف بڑھنے لگے۔ اس ہجوم میں میرا نائب ابالیش پیش پیش تھا۔ میں نے ابالیش کو سرنگا اور سرینا کی خبر گیری کی ہدایت کی اور اُلٹے قدموں میدان کی طرف پلٹ آیا۔

یہ جشن عجیب وغریب ہنگاموں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ میرے قبیلے کے لوگوں نے تین روز تک شب و روز ہاؤ ہو، چیخوں اور رقص کا یہ جشن جاری رکھا۔ سریتا اور سرنگا جزیرہ وتوری کے پُراسرار قبیلے کی حیرت انگیز رسمیں نہ دیکھ سکے۔ سرنگا کی حالت خراب تھی اور سریتا ہمہ وقت اس کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ میں نے اپنے وفادار دوست کے لئے طبیب فراہم کرنا چاہا لیکن اپالیش نے مجھے سختی سے روک دیا۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ سرنگا جارا کاکا کی مقدس روح کے عتاب کی زد پر ہے اس لیے اس پر کوئی دوا کارگر نہ ہوگی۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ میرے اس فعل پر جارا کاکا کی مقدس روح مجھ سے ناراض ہو جاتی۔ یہاں کی ہر بات، ہر دلیل عجیب تھی۔ کسی خوف اور تردید کے بغیر اسے قبول کرنے ہی میں سلامتی مضمر تھی۔

میں تین روز تک جشن کی مصروفیت میں سرنگا سے ملاقات نہ کر سکا البتہ اس کی خیریت مجھے ملتی رہی۔ چوتھے روز جب مجھے فرصت ہوئی تو میں اپنے ہندی دوست کی مزاج پرسی کے لئے گیا۔ اپالیش نے ان دونوں کے لئے ایک علیحدہ جھونپڑی کا بندوبست کر دیا تھا۔ جس وقت میں جھونپڑی میں داخل ہوا، سرنگا آنکھیں بند کیے بے سدھ پڑا تھا۔ سریتا اس کے قریب حسرت و یاس کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ اس نے مجھے شاکی نظروں سے دیکھا۔ سرنگا کی حالت بڑی ابتر تھی، اس کے جسم پر پڑے ہوئے آبلوں نے زخموں کی صورت اختیار کر لی تھی، رستے ہوئے زخم۔ مجھے وہ زخم دیکھ کر متلی ہونے لگی۔ سرنگا کی حالت سے مجھے وحشت ہو رہی تھی اس لیے میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں سریتا سے کہا۔ ''سریتا تمہارے باپ پر جو گزری ہے، اس کا مجھے دلی افسوس ہے لیکن ماورائی قوتوں کے آگے ہم جیسے لوگ کیا کر سکتے ہیں؟ تم صبر کرو۔ سرنگا جلد ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میرے باپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔'' سریتا نے سسکتے ہوئے جواب دیا۔ ''البتہ انہوں نے ایک غلطی ضرور کی تھی، آدمی اگر اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارے تو خدا بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے باپ کو یہاں آنے سے منع کیا تھا۔ یہاں آ کر یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا۔ ہمیں موت کیوں نہیں آ جاتی؟''

سریتا کی دل خراش باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں اسے تسلی ہی دے سکتا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بے معنی تسلیاں دینے لگا، اسی وقت سرنگا نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور نقاہت بھری آواز میں کہا۔ ''سیدی جابر! مجھے یقین تھا کہ تم میری خبر گیری کرو گے یہاں، میرے پاس بیٹھو۔''

میں دل پر جبر کر کے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ سرنگا نے کچھ بولنے کی کوشش کی اور پھیکی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ ''تم پریشان ہو جابر؟ میں جلد اچھا ہو جاؤں گا۔ جارا کاکا کی روح نے مجھے جو سزا دی ہے، وہ پچاس دن سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ پچاس دن کی مدت میں کوئی دوا مجھ پر کارگر نہیں ہوگی۔ اس کے بعد میں خود بخود ٹھیک ہو جاؤں گا۔''

''سرنگا! میں تمہارا سلوک فراموش نہیں کر سکتا۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔ ''اگر تم نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو حالات اس وقت کچھ اور ہوتے۔''

''سیدی جابر! مجھے افسوس تو یہی ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکا تم نے ایک بار جان پر کھیل کر سریتا کو مرنے سے بچایا تھا اور اب مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم نے اقابلا سے فلورا کے بجائے سریتا کو میرے لیے مانگا تھا۔''

''اس کے باوجود سریتا مجھ سے ناراض نظر آ رہی ہے۔'' میں نے سریتا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

''یہ دیوانی ہوگئی ہے سیدی! اس کا خیال ہے کہ اگر میں شوالا کو چھوڑ کر تمہارے پاس نہ آیا ہوتا تو مجھ پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی لیکن میں اپنے دوست کو کیسے بھول سکتا تھا؟ یہ بے وقوف ہے۔ بچی ہے۔''

اس گفتگو کے دوران میں سرنگا نے سریتا کو کسی کام سے باہر بھیج دیا اور بڑی رازداری سے بولا۔ ''سیدی! مجھ تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میرے اور قریب آ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دیواریں بھی ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن سکیں۔''

سرنگا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کوئی طویل گفتگو کر سکتا لیکن وہ ایک بہت حوصلہ مند اور مستقل مزاج بوڑھا تھا۔ وہ اپنے زخموں کی پروا کیے بغیر بولتا رہا۔ اس کے ہونٹ لرزش کر رہے تھے۔ میری الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سرنگا کی پتلیاں متحرک ہو گئیں۔ اس نے جھونپڑی کے چاروں طرف دائرے کی صورت میں دیکھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی وہ کچھ پڑھ کر پھونکتا بھی جا رہا تھا۔ ایسی جاں کنی کی کیفیت میں اور اس عمل کے دوران مجھے وہ بڑا پُر اسرار نظر آیا۔ اس کا حوصلہ تو جوانوں سے کہیں بلند تھا۔ پُر اسرار عمل سے فراغت کے بعد سرنگا نے میری جانب گھورتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''سیدی! اب ہم بے خوف و خطر باتیں کر سکتے ہیں۔''

''مگر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

''سیدی، ہم اس طرح ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتے کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم ہمیشہ اسی جزیرے میں محبوس رہیں گے؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ سرنگا تنہا نہیں ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ لوگ ذہنی طور پر اتنے آگے نہیں ہیں۔ میں نے اس وقت ایک جاپ کے ذریعے یہ جھونپڑی محفوظ کر لی ہے۔ اب کچھ دیر کے لئے پُر اسرار اور ماورائی قوتیں بھی ہماری گفتگو نہیں سن سکیں گی۔''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

سرنگا کے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم ابھر آیا وہ دبی ہوئی پُر جوش آواز میں بولا۔ ''سیدی! تمہیں ابھی یہ باتیں سمجھنے میں وقت درکار ہوگا، ابھی تو تم نے یہاں کے اسرار میں پہلا قدم بھی آگے نہیں بڑھایا، وقت کے ساتھ ساتھ تمام اسرار تم پر منکشف ہو جائیں گے۔ وقت کم ہے اور مجھے تم سے کچھ راز کی باتیں کرنی ہیں لیکن اس شرط پر کہ تم ان باتوں کا ذکر اپنے ہمزاد سے بھی نہیں کرو گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم سب تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور کوئی طاقت ہمیں نہیں بچا سکے گی۔''

سرنگا کی شخصیت میرے لیے جہاز کی تباہی والے واقعے کے بعد سے اب تک پُر اسرار بنی رہی تھی۔ اس وقت وہ بطور خاص بہت بولنا کہ نظر آ رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اعتماد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''سرنگا پر اعتماد کرو۔ میں یہاں کے اسرار سے بھی زیادہ الجھی ہوئی گتھی ہوں سیدی!'' سرنگا نے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ ''میرے بارے میں زیادہ مت سوچو۔ جو کچھ میں کہوں اسے غور سے سنو۔ سب سے پہلے میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابالیش سے ہوشیار رہو، ہو سکے تو اسے کسی الزام میں ملوث کر کے ختم کر دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں کالاری کے بندر کا ہو کو ٹھکانے لگا دینا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے تندرست ہونے سے پہلے تم ان دونوں کاموں سے نمٹ لو۔''

سرنگا کی بات سن کر میں اور الجھ گیا۔ کاہو کو ٹھکانے لگانے کی بات مجبوراً تسلیم کی جا سکتی تھی لیکن ابالیش میرا نائب تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی تھی مجھے ابھی اس سے کالے جادو کا علم سیکھنا تھا۔ میں نے سوچا کہ جارا کا کی مقدس روح نے سرنگا کو سزا دی ہے کہیں اس کی وجہ سے سرنگا اپنا ذہنی توازن تو نہیں کھو بیٹھا؟ یہ درست تھا کہ شوالا کے مقابلے میں میری کامیابی اسی کی وجہ سے ممکن ہوئی تھی لیکن اس کے عوض ابالیش جیسے وفادار نائب کو موت کے گھاٹ اتار دینا یقیناً ناانصافی ہوتی۔ میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ ''کیا ابالیش اور کاہو کے بارے میں تم کسی خاص شبے کا اظہار کر رہے ہو؟''

''شبہ۔'' سرنگا ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''سرنگا سطحی باتوں کا عادی نہیں ہے، یہ سب کچھ میں بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں، حالات نے مجھے وقتی طور پر بے بس کر دیا ہے، ورنہ ابالیش اور کاہو کا خاتمہ میں خود اپنے ہاتھوں سے کرتا۔''

''مگر کیوں؟'' میں نے جھنجلا کر پوچھا۔ ''وجہ کیا ہے؟''

''سیدی! میں سب کچھ تمہیں بتا دوں گا تم اس وقت جس ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو اسے میں محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا دور اندیش آدمی بھی وسوسوں کا شکار ہو رہا ہے، ذرا سوچو سیدی! اگر میں تمہارا دشمن یا بدخواہ ہوتا تو کیا دیوی کو شوالا کے خلاف استعمال کرنے کی بجائے تمہارے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا! مجھے اس کرب میں گرفتار ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ تمہارے بجائے اگر میں شوالا کے ساتھ رہتا اور اس کی ہمدردیاں حاصل کرتا تو مجھے کون روک لیتا! مجھے افسوس ہے کہ میں تم پر احسان جتا رہا ہوں۔'' میں نے اس بوڑھے کا چہرہ تشویش سے دیکھا۔ وہ کہنے لگا۔ ''اگر آزمانا چاہتے ہو تو تمہارے گلے میں سوراں کی دی ہوئی جو مالا پڑی ہے، اسے آج اپنے گلے سے اتار کر کہیں قریب رکھ دینا۔ ابالیش کی حقیقت تم پر خود آشکار ہو جائے گی لیکن ایک بات کا خیال رہے تم اس طرح یہ مالا کہیں کھو نہ دینا، اسے اپنے سامنے ہی کسی جگہ رکھنا، اگر تم اس کی طرف سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل ہوئے تو بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا ہے۔''

میں اس سے کچھ اور نہ پوچھ سکا۔ سریتا کے آجانے سے سرنگا نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور آہیں بھرنے لگا۔ میں کرب و اضطراب کے عالم میں وہاں سے اٹھا۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف سرنگا تھا ایک پُراسرار شخص ایک بوڑھا گدھ۔ مجھے رات کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا، میں سرنگا کے شبہات کی تصدیق ضروری سمجھتا تھا۔

دن چڑھے ابالیش مجھ سے ملاقات کے لیے آیا مگر میں نے دانستہ ملاقات سے گریز کیا۔ کالاری کا بندر کاہو بدستور جھونپڑی کے باہر ایک مستعد چوکیدار کی حیثیت سے تعینات رہا۔ اس روز میں نے ترام سے بھی کوئی خاص بات نہیں کی۔ کٹا کٹا رہا۔ رات آئی تو میں پوری طرح اس امتحان کے لئے تیار ہو گیا جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا۔ ترام اس وقت گہری نیند سو رہی تھی، میں اسے چھوڑ کر بیرونی کمرے میں آ گیا۔ میں نے تذبذب کی کیفیت میں مالا گلے سے اتار کر سامنے والی دیوار پر لٹکا دی اور اس طرح اس کے سامنے لیٹ گیا کہ میری نظریں اس پر ہی رہیں، وقت گزر رہا تھا اور میری تشویش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، مالا گلے سے جدا کیے ہوئے مجھے خاصی دیر ہو گئی تھی، اسے مسلسل دیکھتے دیکھتے آنکھوں میں سوزش سی ہونے لگی، اچانک میرے ذہن میں تیزی سے یہ خیال ابھرا کہ کہیں سرنگا خود یہ قیمتی مالا حاصل کرنے کی فکر میں تو نہیں ہے؟ سوراں نے یہ

مالا میرے حوالے کرتے وقت کہا تھا کہ یہ پُر اسرار قوتوں کی حامل ہے ممکن ہے میرے گلے میں پڑے ہونے کی وجہ سے سرنگا اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہو اس نے اس کے حصول کا یہ طریقہ سوچا ہو؟ لیکن وہ جس اذیت میں گرفتار تھا اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات اُبھر رہے تھے۔ بہر حال میری نظریں بدستور مالا پر مرکوز تھیں۔ جب کچھ اور وقت گزر گیا تو میری پریشانیاں بڑھ گئیں، اب مجھ پر جھلاہٹ طاری ہوگئی تھی کہ میں بیکار ایک بے بنیاد شبے کی خاطر اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں، مجھے سکون کی نیند سو جانا چاہئے۔ یہ خیال پختہ کرنے کے بعد میں مالا دوبارہ گلے میں ڈالنے کے لئے اُٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی، پھر دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک انسانی ہیولا میری نظروں کے سامنے آ گیا، قد و قامت کے اعتبار سے وہ بے شک ابالیش ہی معلوم ہوتا تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے خط و خال واضح طور پر نہیں دیکھ سکا۔

آنے والا شخص دروازے پر احتیاط سے کھڑا میری جانب دیکھتا رہا پھر وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا اس سمت بڑھنے لگا جہاں میں نے مالا لٹکائی تھی۔

مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر آنے والے کو اس کا علم کیسے ہوا مالا کس جگہ ملے گی؟ لیکن یہ خیال ظاہر ہے کہ سطحی تھا۔ اس علاقے میں ہر بات ممکن تھی۔

نو وارد آہستہ آہستہ مالا کی جانب کھسک رہا تھا لیکن اس طرح کہ اس کی نظریں میری ہی سمت تھیں، میں آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کیے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا، میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر گلے میں لٹکی ہوئی جارا کاکا کی کھوپڑی پر اپنی گرفت مضبوطی سے جما رکھی تھی، کاہن اعظم نے مجھے اس مقدس کھوپڑی کے استعمال کے مختلف طریقے بتائے تھے اس لیے میں مطمئن تھا کہ جب چاہوں گا نو وارد کو اس کے ذریعے زیر کرلوں گا، مالا اور اس شخص کا درمیانی فاصلہ جب دو قدم رہ گیا تو میں کمال پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نو وارد اس اچانک بیداری کے لئے تیار نہیں تھا وہ بری طرح گھبرا گیا اور اس کے فرار ہونے سے پہلے ہی میں نے اپنی پوری توانائی کے ساتھ اسے دبوچ لیا، ہم دونوں زمین پر گر گئے لیکن اس طرح کہ نو وارد میرے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا تھا۔

اب اس کا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا، سیاہ چہرہ، واقعی وہ ابالیش ہی تھا۔

میں نے سانس قابو میں کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ ”ابالیش! میں اپنے وفادار نائب سے کبھی اس حرکت کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔“

”مقدس آقا... میں...“ ابالیش ہکلانے لگا۔

میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ”مجھے معلوم ہے بدبخت ابالیش کہ تو یہاں کس مقصد سے آیا تھا۔ کیا کاہن اعظم کا عطیہ تجھے اتنی آسانی سے حاصل ہوسکتا تھا؟ تو نے یہ کیوں نہیں سوچا۔“

ابالیش کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس نے مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں پُر اسرار طور پر چمکنے لگیں، اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے کچھ نامانوس قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ابالیش کالے جادو کو اپنی نجات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے لیے اب ایک پل بھی ضائع کرنا دانش مندی کے خلاف تھا، میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر آہستہ سے ابالیش کے سر پر ماری، میرے دل میں اس کی ہلاکت کا تصور تھا، کھوپڑی جیسے ہی ابالیش کے سر لگی، اس نے کربناک انداز میں چیخ ماری، پھر یوں تڑپنے لگا جیسے شدید اذیت میں مبتلا

ہو۔اس کے بعد وہ سرد پڑ گیا۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی، دل پر کان لگا کر سنا مگر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا تھا۔

میں نے جلد از جلد مالا اُتار کر گلے میں ڈالی پھر ایالیش کی لاش ایک جھٹکے سے پیٹھ پر اُٹھا کر باہر نکلا اور اسے جھونپڑی سے کچھ دور پھینک دیا۔ جھونپڑی سے نکلتے وقت میں نے کاہو کی موجودگی یا غیر موجودگی کے متعلق غور نہیں کیا تھا، لیکن جب واپسی پر میں نے اسے غائب پایا تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ آج سے پہلے ایسا نہیں ہوا تھا، کاہو دن رات میری جھونپڑی کے دروازے سے لگا بیٹھا رہتا تھا پھر بھی میں نے اس وقت کاہو کی وہاں غیر موجودگی کی کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ صرف یہی نتیجہ اخذ کیا کہ ایالیش نے اپنے علم کے ذریعے اسے یہاں سے ہٹا دیا ہوگا۔

اور وہ رات اُن مضطرب ترین راتوں میں سے ایک تھی جو میں نے جزیرہ توری پر گزاریں۔ علی الصباح میں نے پھر کاہو کو ڈھونڈا مگر وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ میرے قدم بے خودی کی کیفیت میں اس جانب بڑھ گئے جہاں میں نے رات کو ایالیش کی لاش پھینکی تھی۔ اس کی لاش کے بجائے وہاں ہڈیوں کا ایک انسانی ڈھانچا ملا جو سیاہ ہو چکا تھا۔ میں وہاں سے فوراً واپس آیا اور سوچنے لگا کہ سرنگا نے ایالیش کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ درست ثابت ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کاہو بھی کسی وقت میری راہ کا کانٹا ثابت ہو سکتا ہے۔ کہیں کاہو کو میرے ارادے کا علم تو نہیں ہو گیا ہے؟ وہ فرار کیوں ہو گیا ہے؟ سرنگا کو ان خفیہ باتوں کا علم کیسے ہو گیا؟ کیا سرنگا معتوب ہونے کے باوجود اپنے اندر غیر معمولی روحانی خوبیاں رکھتا ہے؟ کتنی حیرت انگیز باتیں تھیں۔ میں سوچتا رہا۔

یہ غور و فکر کے انحطاط کا وقت تھا۔ میں نے فوراً سوورال سے ملنے کا ارادہ کیا۔ میرے لیے یہی مناسب تھا کہ میں جلد از جلد سوورال سے مل کر اس کے سامنے پورے واقعات رکھ دوں اور اس سے ان پُراسرار واقعات کی تشریح چاہوں اور آئندہ پیش آنے والی دشواریوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ اس کا غار آسانی سے مجھے مل گیا۔ میں جانے پہچانے راستوں سے گزر کر غار میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے میری ملاقات تو عمر جمرال سے ہوئی۔ ترام کا چھوٹا بھائی، جمرال مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اُٹھا۔ پھر ہم دونوں اس حصے میں گئے جہاں سیاہ رنگ، پروقار چہرے اور تنومند جسم کا مالک عظیم سوورال موجود تھا۔ میں نے ادب سے اپنے جسم کو خم دیا۔ سوورال کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں، اس نے سر کی خفیف جنبش سے مجھے بیٹھنے کی ہدایت کی۔ میں قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سوورال سے کچھ کہنے کے لیے سوچنے لگا میں محسوس کر رہا تھا کہ کاہن اعظم میری آمد پر کچھ جزبز سا ہو گیا ہے۔ وہ میرے چہرے پر لکھی ہوئی پریشانیاں پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر اچانک وہ اُٹھا اور ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا مجھے اپنی مخصوص عبادت گاہ میں لے گیا۔ جمرال وہیں رُک گیا تھا۔ عبادت گاہ میں داخل ہو کر کاہن اعظم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جلدی بتاؤ تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟''

''مقدس سوورال! مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔'' میں نے باادب جواب دیا۔ پھر سرنگا سے ملاقات، ایالیش کی پُراسرار موت اور کاہو کی گمشدگی کے تمام واقعات بیان کر ڈالے، البتہ میں نے سرنگا کی شخصیت محفوظ کرنے کے لیے اپنے بیان میں محض اتنی تبدیلی کر دی کہ ایالیش کو آزمانے کی خاطر مالا والا تجربہ میں نے خود کیا تھا۔

''جابر!'' سوورال مجھ سے تفصیل سن کر بولا۔ ''کیا تم نے سرنگا سے دریافت کیا تھا کہ اسے ایالیش کی ذات پر کس قسم کا شبہ ہے؟''

''جی ہاں، میں نے دریافت کیا تھا کا ہن اعظم! لیکن سرنگا نے اس شبے کو اپنی چھٹی حس سے تعبیر کیا تھا۔'' میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔

سوراال میرے چہرے پر ابھی تک کچھ تلاش کر رہا تھا اس کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ کچھ درمیانی کڑیاں ملانے میں الجھن محسوس کر رہا ہے۔

''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ سرزمین اسرار سے پُر ہے۔ یہاں تمہارے لیے ہر لمحے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا شرط ہے۔ ہو سکتا ہے اپالیش نے طاقت کے زور سے تمہیں زیر کر کے سرداری حاصل کرنے کا خواب دیکھا ہو۔ مقدس اقابلا نے بھی تمہیں یہی بتایا تھا کہ اسے طاقت اور مردانگی کے کھیل پسند ہیں لیکن تم بہت غیر محتاط رہتے ہو۔ تم نے مالا اپنی گردن سے اتار کر یقیناً حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ اگر مالا اپالیش کے ہاتھ لگ جاتی تو تمہاری حیثیت اس کے ہاتھ میں کھلونے جیسی ہوتی، جسے کوئی بھی اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے۔ میں نے تمہیں سختی سے تاکید کر دی تھی کہ آئندہ مالا ایک پل کے لئے بھی گلے سے نہ اُتارنا۔''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے اے بزرگ۔'' میں نے شرمندہ ہو کر کہا۔

سوراال سپاٹ لہجے میں بڑبڑایا۔ ''سرنگا کی دیوی ہماری حدود سے باہر نکل گئی ہے، اس کا ہماری دسترس سے دور ہو جانا اچھا شگون نہیں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات اپنا رُخ بدل رہے ہیں۔ جب ایسے حالات رونما ہونے لگیں تو بلائیں گھیر لیتی ہیں اور سلطنت کا وجود متزلزل ہونے لگتا ہے۔''

''مگر کیا مقدس اقابلا نے یہ خطرہ محسوس نہیں کیا ہے؟ کیا وہ دیوی پر قابو پانے میں قاصر رہی ہے؟''

میرے اس سوال پر سوراال کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''جابر! تم مقدس اقابلا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ آئندہ تمہیں اپنی زبان قابو میں رکھنی ہوگی۔ اقابلا عظیم طاقتوں کی مالک ہے۔ سرنگا کی دیوی نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا تھا ورنہ مقدس اقابلا کا صرف ایک اشارہ اسے شعلوں کی نذر کرنے کے لئے کافی تھا۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں اے نیک بزرگ!'' میں نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ ''دراصل اپالیش کی موت اور کاہو کی گمشدگی نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے۔ میں نے اپنی معلومات میں اضافے کی خاطر بر سبیل تذکرہ ایک رسمی بات دریافت کر لی تھی۔ اس سے مقدس اقابلا کی تضحیک مقصود نہیں تھی۔''

''میرا حکم ہے کہ سوچ سمجھ کر زبان کھولا کرو۔'' سوراال نے غصے سے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''تمہیں محتاط رہنا ہوگا۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ کاہو کی گمشدگی میں اپالیش کی شرارت ہو۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔''

''میں رہنمائی کے لئے حاضر ہوا ہوں کا ہن اعظم!'' میں نے بدقت تمام کہا۔

سوراال نے میری بات پر خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے طلسمی کڑھاؤ کے قریب جا کر لکڑیوں کا الاؤ روشن کر دیا، پھر آنکھیں بند کر کے کوئی عمل پڑھنے لگا۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ جتنی دیر آنکھیں بند کئے اپنے عمل میں مصروف رہا، میں اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس

نے یکا یک آنکھیں کھول دیں اور کنڑ حاؤ کے قریب رکھی ہوئی تپائی پر چڑھ کر ابلتے ہوئے تیل کے اندر جھانکنے لگا۔ میں ڈر رہا تھا کہ اگر سوراال نے اپنے علم کے ذریعے سرنگا سے میری ملاقات کا پورا احوال معلوم کر لیا تو وہ یقیناً میری دروغ گوئی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھے گا۔ اس کی ناراضگی میری زندگی تلخ کر سکتی تھی، اس کی خوشی مجھے اقابلا سے قریب کر سکتی تھی، وہ اقابلا کا دست راست تھا۔ خوف سے میرے چہرے پر پسینہ آ گیا۔ آنے والے لمحات نہ جانے کیا گل کھلانے والے تھے۔ میں اسی خوف و شک میں مبتلا تھا کہ یکلخت وہ تپائی سے بجلی کی تیزی سے اچھل کر نیچے اترا۔ اس کی آنکھوں سے خون ابل رہا تھا۔ میرے خدا کس قدر خوفناک لگ رہی تھیں وہ غضب ناک آنکھیں...... کاہن اعظم کی نگاہوں کی قہر دیکھ کر میں سرتاپا لرز اٹھا۔

''جابر بن یوسف!'' اچانک سوراال ہذیانی انداز میں چیخا۔ ''وہ میرے اور تمہارے درمیان کا تعلق توڑ رہا ہے، کاہو۔ وہ شیطان بندر اس وقت تمہاری جھونپڑی کی طرف ترام کو ختم کرنے کی غرض سے بڑھ رہا ہے۔ جابر بن یوسف، وہ ترام کو نہیں مار سکتا۔ ترام ...... میری بچی ...... مگر یہ کیوں ہوا؟ میں یہاں کا کاہن ہوں ...... کاہن اعظم ...... میں اس خبیث روح کو دیکھوں گا۔ جابر وہ ترام کو نشانہ بنانا چاہتا ہے ...... دیوتا میرے قریب ہیں۔''

سوراال عبادت گاہ میں کسی پاگل کی طرح ادھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا، میں سکتے کی کیفیت سے دوچار تھا، ہم دونوں میں سے کون کس کو ولاسا دیتا، میری زبان گنگ ہو گئی تھی۔ پھر اچانک کاہن اعظم سوراال کا وجود غائب ہو گیا۔ میں ایک لمحے گم صم کھڑا لکڑی کے الاؤ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر تیزی سے واپس ہو گیا اور غار سے باہر جانے والے راستے پر دوڑنے لگا۔

اس ہندی بوڑھے سرنگا نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ درست ثابت ہو رہی تھیں۔ ایلیش خاک میں مل چکا تھا اور کاہو رات کی تاریکی میں چھپ کر کہیں فرار ہو گیا تھا۔ اس نے میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ترام کو مارنے کا ارادہ کر لیا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ اگر میں نے سرنگا کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کاہو کو اپنے راستے سے ہٹا دیا ہوتا تو ترام اس متوقع حملے سے بچ سکتی تھی جس کا اندیشہ کاہن اعظم نے ظاہر کیا تھا۔

یہ کون سی سازش تھی جو جزیرہ وتوری کے ایک سردار کے ساتھ کی جا رہی تھی؟ بے گناہ ترام کو مارنے کا کیا جواز تھا؟ کیا مجھ سے نادانستگی میں کچھ غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں۔ سرنگا کے متعلق تمام وسوسے غلط ثابت ہو رہے تھے۔ اس نے پہلے ہی حادثے سونگھ کر مجھے متنبہ کر دیا تھا۔ سرنگا کوئی معمولی شخص معلوم نہیں ہوتا تھا میں نے ہمیشہ اس کا تخمینہ غلط لگایا تھا۔ اس نے جو مخبری کی تھی ایلیش اور سوراال بھی اس سے لاعلم تھے۔ گویا سرنگا پُراسرار حالات سے نمٹنے کی قدرت رکھتا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ وہ بار بار کہا کرتا تھا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔'' لیکن مجھے حیرت تھی کہ کاہن اعظم سوراال جو اپنے چاروں طرف آنکھیں رکھتا تھا اور جس کی روحانی صلاحیتوں میں کوئی کلام نہیں تھا اسے کاہو کے خطرناک ارادے کا علم کیوں نہیں ہو سکا۔

اب مجھے اپنے وطن کے بارے میں، اپنے عزیزوں کے بارے میں، سوچتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ ہم لوگ یہاں بری طرح گھر گئے تھے۔ میں نے اس زندگی سے مفاہمت کر لی تھی اس لیے کہ اب واپسی کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جزیرہ وتوری سے آج تک کوئی اجنبی واپس نہیں گیا تھا۔ سرنگا کا یہ خیال بھی احمقانہ لگتا تھا کہ ہمیں واپسی کے متعلق سوچنا چاہیے۔ ہم یہاں بے بس ہو گئے تھے۔ ہمارے جسم رنگے ہوئے تھے۔ مہذب دنیا کا کوئی فرد ہمیں دیکھ کر پہچان تک نہیں سکتا تھا کہ ہم کون ہیں۔ یہاں کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا تھا ہر چیز پُراسرار تھی۔ ہر آنے والا لمحہ مشکوک لمحہ تھا۔

دیر تک بھاگتے بھاگتے میرا سانس پھول گیا اور جب میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو میری آنکھوں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ میرا کلیجا

دھک سے رہ گیا۔ جو سامنے تھا وہ حقیقت تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا لرزہ خیز منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ چہرہ جو کبھی میری آغوش میں چھپ جایا کرتا تھا۔ وہ بدن جو کبھی میرے خون میں ہلچل مچا دیا کرتا تھا۔ وہ چہرہ گردن سے کٹا ہوا تھا اور کاہن اعظم سوراں کے ہاتھوں میں تھا جسے اس نے بالوں سے پکڑ رکھا تھا اور وہ علیحدہ بدن اب بھی خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظم سوراں اپنی بیٹی، اپنی لخت جگر کا سر ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا۔ اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ سوراں کا چہرہ شدت کرب سے مسخ ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ مرتعش تھے۔ دہشت سے میرے اوسان خطا ہونے لگے۔ ماحول پر بھیانک سناٹا طاری تھا۔ ''ترام!'' کاہن اعظم کی آواز میں کئی آوازیں شامل تھیں۔ ''ترام! اے روح ترام مجھے کچھ مہلت دے۔ جسم سے جدا ہونے سے پہلے مجھ سے بات کر۔ میں سلطنت اقابلا کا کاہن اعظم، مقدس اقابلا کا نائب تجھ سے مخاطب ہوں۔ ذرا ٹھہر۔ تیرا باپ تجھ سے مخاطب ہے۔ میں تجھے جاراکا کی مقدس روح کی اجازت سے حکم دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لئے بیدار ہو جا۔ مجھے اندھیرے میں نہ رکھ۔''

مجھے ایک بار ایلیش نے بتایا تھا کہ ''دودو'' ایک ایسا علم ہے جس سے یہاں کے باشندے اپنے مرے ہوئے لوگوں سے عارضی طور پر باتیں کر لیتے ہیں۔ غالباً سوراں اس عمل میں مصروف تھا۔ میں نے سوراں کو اتنا پریشان اور غیر متوازن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ترام کی موت کے اچانک صدمے نے اس پر دیوانگی طاری کر دی تھی۔ اس نے اپنا عصا اٹھا کر چاروں طرف گھمایا وہ ٹھوس آواز میں بار بار ترام کو بیدار ہونے کی ہدایت دے رہا تھا۔ سوراں کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھ کر اسے دلاسا دوں لیکن میرے جنبش کرنے سے پہلے میری نظروں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ ترام کے ہونٹ آہستہ آہستہ اوپر کی جانب حرکت کر رہے تھے۔ خوف و دہشت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ترام کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ میں نے اس کی پتلیاں جنبش کرتی ہوئی دیکھیں۔ گو ان خوبصورت آنکھوں میں اب وہ پہلے جیسی شوخی اور زندگی کی رمق نہیں تھی لیکن پلکیں اور پتلیاں متحرک تھیں۔ وہ اپنی ویران نظروں سے سوراں کو دیکھ رہی تھی سوراں اپنا عصا ایک ہاتھ سے زمین پر پٹک رہا تھا اور منہ سے ایسے الفاظ نکال رہا تھا جن کا مطلب میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں غیظ و غضب تھا چند لمحوں تک وہ ترام کا چہرہ اپنے مقابل رکھے گھورتا رہا، پھر گرج دار آواز میں بولا۔ ''تو اپنے دنوں سے پہلے چلی گئی۔ میری بات کا جواب دے۔ کیا تو مجھے سن رہی ہے؟''

''ہاں!'' ترام کی آوازیں کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرے لیے یہ لمحات تعجب خیز تھے۔ میں بار بار اپنی آنکھیں ملتا تھا۔ ترام کے بے جان ہونٹ ہلکی ہلکی جنبش کر رہے تھے۔

''ترام...... آسمانوں میں جانے سے پہلے اپنے باپ سے چند باتیں کرتی جا۔ میں نے تجھے ہر طرح کا سبق دیا تھا اور پوری طرح مطمئن ہو کر تجھے اس اجنبی سردار کے حوالے کیا تھا۔ کیا تجھے اس سازش کی خبر نہیں ہو سکی؟''

''نہیں۔'' ترام کے ہونٹ ہلے۔ ''وہ اچانک آیا تھا اور مجھے ختم کر کے اچانک چلا گیا۔''

''میں اس خبیث روح کو سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ اطمینان رکھ۔ اس کا انجام بھیانک ہوگا۔ دیوتا تیرے باپ کے ساتھ ہیں۔'' سوراں نے غصے سے لرزتی ہوئی جذباتی آواز میں کہا، پھر جلدی سے بولا۔ ''میں زیادہ دیر تک تیرا راستہ نہیں روکوں گا۔ تجھے ایک طویل سفر پر جانا

ہے۔ وقت بہت کم ہے۔ اے روح ترام کیا تو مجھے بتا سکتی ہے کہ موت سے پہلے تجھ پر کیا کیا کیفیتیں طاری ہوئی تھیں؟"

اس بار ترام نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بے نور چہرے پر کرب اور بے چینی کے تاثرات طاری تھے۔ وہ سوراں کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کاہن اعظم کی باتوں کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

"مجھے بتا یہ بہت ضروری ہے۔ جو باتیں مجھ سے مخفی ہیں، میرا انہیں جاننا ضروری ہے۔ تیرا باپ تجھ سے ایک آخری خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ ان کیفیتوں کا اظہار کر جن سے تو موت سے قبل دو چار ہوئی۔ موت سے قبل کس قسم کی یورش تجھ پر کی گئی تھی؟" سوراں کا لہجہ کرب ناک تھا۔

"میں تاریکی کا یہ پردہ چاک کرنا چاہتا ہوں تو مجھے یہ باتیں بتائے بغیر اپنا سفر شروع نہیں کر سکتی۔ میں تیری روح ہمیشہ مضطرب رکھوں گا۔ یاد رکھ میں تجھے سخت اذیت میں مبتلا رکھ سکتا ہوں۔ میرے آئندہ اقدام کا انحصار تیرے جواب پر ہے۔ طاقتوں کا ٹکراؤ یہاں کا طلسم منتشر کر سکتا ہے۔ یہ اس علاقے کے مفاد میں ہے، تو مجھے صاف صاف بتا دے۔"

اس بار بھی ترام خاموش رہی۔ اس کا کٹا ہوا سر ساکت رہا۔ اس کی ویران نظروں میں بے بسی اور بے کسی کا راج تھا۔ سوراں چند لمحے بے چینی سے جواب کا منتظر رہا پھر یکلخت چیخ اٹھا۔ "ان لمحات کی قدر کر اے روح ترام! یہ سلسلہ اگر ٹوٹ گیا تو میں اندھیروں میں بھٹکتا رہوں گا۔ میں تجھے جاراکا کے مقدس نام پر مجبور کرتا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے زبان کھول، پھر ابدیت میں گم ہو جاؤ۔"

ترام پھر اذیتوں سے گزری اس کی آنکھوں کی ویرانی، اس کے اداس اور غمگین چہرے کے تاثرات اور کپکپاتے ہونٹ اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی شدید کرب سے دوچار ہے۔ سوراں کی آنکھوں میں درندگی چھائی ہوئی تھی۔ ترام نے ایک بار بھی نظریں گھما کر مجھے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھیں صرف سوراں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ وہ میری موجودگی سے بے نیاز نظر آ رہی تھی، شاید یہ بھی اس طلسم کا اثر ہو جس کے ذریعے کاہن اعظم نے اس کی مردہ نگاہوں میں جان ڈال دی تھی اس کے خاموش لبوں کو قوت گویائی کے عارضی لمحے بخشے تھے۔

"مقدس باپ!" ترام کی بھرائی ہوئی مدھم آواز سکوت کا سینہ چاک کرتی ہوئی ابھری۔ "دیوتا جانتے ہیں کہ میں نے اپنے لب سی لیے تھے لیکن جاراکا......"

"ہاں ہاں کہہ اے روح ترام! کہہ۔ میں سن رہا ہوں۔" ترام کو خاموش ہوتے دیکھ کر سوراں نے جلدی سے کہا۔

"وحشت، کہر، کڑکتی بجلیاں، شیطان، شعلے۔ روحوں کی چیخ اور حق...... قد......" ترام رُک رُک کر اٹک اٹک کر نہ جانے کیا کہہ رہی تھی لیکن آخری الفاظ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئے۔ پھر اس کی آنکھیں اچانک بند ہو گئیں۔ ہونٹ چپک کر بے جان ہو گئے۔ سوراں اس کیفیت کے بعد بھی اسے مسلسل آوازیں دیتا رہا۔ غالباً عارضی حیات کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ ترام کا تڑپتا ہوا بدن بھی ساکت ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک کاہن اعظم دیوانوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔ پھر خاموش ہو گیا۔ آہستہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے ترام کی کٹی ہوئی گردن اس کے مردہ جسم کے ساتھ رکھی۔ جھک کر اس کے دائیں رخسار کو بوسہ دیا، پھر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ابھی تک وہ میری موجودگی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ وہ آہستہ سے گھوما تو نظریں چار ہوئیں۔ میں دوڑ کر اس کے کشادہ سینے سے لپٹ گیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ "اے مقدس بزرگ! جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا وہ

تمہاری بزرگی کی دلیل ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ میری بدنصیبی کا آغاز ہے۔ میرا ذہن جواب دے گیا ہے۔ ترام بے قصور تھی۔ میرا خدا گواہ ہے، میں نے اسے ہر طرح عزیز رکھا تھا۔" جتنی دیر تک سورال ترام سے گفتگو کرتا رہا، میں اس حیرت انگیز منظر کے سبب ساکت وجامد کھڑا رہا لیکن سورال سے نگاہیں ملتے ہی مجھے بڑی شدت سے ترام کی موت کا احساس ہوا۔ میں آہ و بکا کرنے لگا۔ سورال کسی خاموش آتش فشاں کی طرح اپنی جگہ ایستادہ کھڑا رہا۔ نہ اس نے مجھے تسلی دی نہ میرے آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ وہ کچھ سوچتا رہا۔ جب میری رقت اور گریہ وزاری کی کیفیت ختم ہوئی تو اس نے کسی قسم کی مروت کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا لہجہ اکھڑا اکھڑا تھا۔

"جابر بن یوسف! میرے اور تمہارے درمیان غیر رسمی تعلق کا جو سلسلہ تھا وہ ٹوٹ گیا اب میرا تمہارا براہ راست کوئی رابطہ نہیں رہا۔"

"میں تمہارے سہارے کا محتاج ہوں مقدس کاہن!" میں نے عجز سے کہا۔ "تم نے میرے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔ اس اجنبی سرزمین پر تمہی وہ عظیم شخص ہو جس نے مجھے پناہ دی اور اپنی بیٹی بخش دی۔ میرا یہ اعزاز مجھ سے چھن گیا لیکن مجھے قدم قدم پر تمہارے مشوروں کی ضرورت پڑے گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ نادیدہ حریفوں کی نگاہیں میرے جسم میں چبھ رہی ہیں۔ میرا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ تم کنارہ کش ہو گئے تو اندھیرے میری طرف بے محابا لپکیں گے۔ میرے لیے ایک قدم بھی آگے بڑھنا مشکل ہوگا۔ جزیرہ توری کے عظیم وجلیل کاہن! مجھے بتاؤ کہ ترام میری زندگی، میری روح کو کس نے جدا کیا ہے؟ مجھے اس درندے کا کھوج کا سراغ دو۔ میں اس سے بھیانک انتقام لینے کا عہد کرتا ہوں۔"

"ماضی بھول جاؤ جابر بن یوسف!" سورال نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "مستقبل پر نظر رکھو۔ جو ہو گیا وہ لکھا نہیں گیا تھا، جو ہوگا ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"عظیم سورال!" میرے لہجے میں ارتعاش تھا۔ "تمہاری باتیں میرے عزائم کی موت بن سکتی ہیں۔ میرا سینہ جل رہا ہے۔ میری آگ سرد کرنے کے بجائے تمہاری باتیں اسے اور بھڑکا رہی ہیں۔ کیا ترام کی موت اتنی آسانی سے بھلائی جا سکتی ہے؟ کیا یہ سانحہ آئندہ پیش آنے والے خطروں کی نشاندہی نہیں کرتا؟"

سورال نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر قہر آلود علامتیں رونما ہوئیں لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پرسکون آواز میں بولا۔ "کون کہہ سکتا ہے کہ وقت یکساں رفتار سے چلتا رہے گا۔ کسے معلوم ہے کہ پناہ گاہیں جہنم بن جائیں گی۔ کنارے حاصل کرنے ہیں تو طوفانوں سے کھیلنا سیکھو۔ روشنیاں درکار ہیں تو اندھیروں کی عادت ڈالو۔ میں تمہیں سمندر میں ابھرنے کا مشورہ دوں گا ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔"

"تم جانتے ہو میں نے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ میں نے اس طلسمی اور سربستہ رازوں سرزمین میں اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میرا باطن صاف ہے۔" میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "مجھے کاہو کا پتہ درکار ہے۔ مجھے ان اشاروں کا مقصد سمجھاؤ جو روح ترام نے دائمی سفر پر جانے سے قبل کیے تھے۔ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟"

"جابر بن یوسف!" سورال نے طیش میں آ کر کہا۔ "یہ باتیں تمہارے منصب کی نہیں میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی زبان قابو میں رکھو

میں تمہیں اپنے معاملات میں داخل ہونے کی آزادی نہیں دے سکتا۔"

"میں یہ جرات نہیں کرسکتا۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری دور بین نگاہیں کاہو کا ٹھکانہ جانتی ہوں گی مجھے اس کا پتہ درکار ہے۔"

میں نے نہایت ادب اور متانت سے پوچھا۔

"نہیں۔" سموال نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کچھ کہے بغیر جھونپڑی سے باہر چلا گیا۔

☆==========☆==========☆

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز "علم و عرفان پبلشرز" کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک......

کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس میٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے......

خواتین کے لیے سنہری موقع...... سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق......

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں......

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
وصی شاہ	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم اے راحت	اعتبار ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس ایم ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔ علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

مجھے یہ تسلیم کرنے میں قطعی عار نہیں ہے کہ وہ ایک عارضی اثر تھا۔ ترام کی موت مجھ پر زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکی۔ میں اسے دوسرے ہی روز بھول چکا تھا۔ البتہ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ مجھے ترام کی آخری رسوم (جن کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں) میں شریک ہونے سے کیوں روک دیا گیا؟ اس کی لاش اسی دن اٹھوا دی گئی تھی۔ ترام کے جانے کے بعد گھر میں ایک عارضی اداسی رہی لیکن پھر شام کو قبیلے کی طرف سے منتخب لڑکیاں پیش کر دی گئیں جن پر میں نے کوئی توجہ نہیں دی مجھے ان معاملات پر سوچنے کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے صرف اقابلا کے تصور میں شاداں رہنے چاہئے۔ کوئی عجب نہیں کہ کسی دن وہ ماہ وش اپنے شرربار جلوے کی سعادت مجھے بخشے اس کی یاد میں پناہ ہے۔ اس کی پرستش میں عافیت ہے۔ اس کی طلب میں سرخوشی ہے، جب میں نے اقابلا کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو طبیعت کی گرانی ختم ہو گئی اور میرے پژمردہ اعصاب میں ایک نئی توانائی آ گئی۔ ترام کی موت کے بعد میں نے طے کیا کہ اب میں اس قسم کی کوئی پابندی قبول نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ یہ پابندی اقابلا کے قرب میں ایک رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں ذہن میں تجسس تھا کہ یہ سب کیوں ہوا؟ میں یہ گتھیاں جتنی سلجھانا چاہتا تھا اتنی ہی الجھ جاتی تھیں۔ میں ان رموز کا مفہوم جاننا چاہتا تھا جو ترام کی زبان سے سورال کے حکم پر دوبارہ بیدار ہونے کے بعد ادا ہوئے تھے۔ میں وہ راز معلوم کرنا چاہتا تھا جو کاہن اعظم نے اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔ سورال نے کاہو کو ایک خبیث روح کے نام سے یاد کیا تھا۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ دیوتا اس کے قریب ہیں۔ کاہو ترام کو نہیں مار سکتا۔ پھر کہا تھا کہ حالات اس کی توقع کے خلاف سنگین صورت میں نمودار ہوئے۔ جزیرہ توری کا عظیم کاہن جو اندھیری رات میں کسی پتے کی کھڑکھڑاہٹ سے بھی واقف ہو سکتا تھا وہ آخر ترام کے سلسلے میں کیوں بے خبر رہا؟ کاہو کو ترام سے کیا دشمنی تھی؟ اور جب سورال آتش انتقام میں جل رہا تھا تو ترام کی زبان سے چند اشارے ادا ہونے کے بعد سرد کیوں پڑ گیا تھا؟ کیا وہ اتنا اہم راز تھا جس نے کاہن اعظم کو کاہو کے مقابلے میں بھی خاموشی پر مجبور کر دیا تھا۔ میں اپنے تجسس سے کچھ حل نہ کر سکا۔

دس روز تک میں نے خود کو اپنی جھونپڑی میں محبوس رکھا اور اپنے فرضی سوگ کا بھرم برقرار رکھا۔ گیارھویں روز میں نے جھونپڑی سے قدم باہر نکالا۔ سورال سے اس عرصے میں ایک بار بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میں ٹوہ لینے کے خیال سے سب سے پہلے اس کے غار میں گیا۔ اس موقع پر میں نے پوری احتیاط سے کام لیا۔ سورال کے ہاں یوں بھی تپاک کی کمی تھی لیکن اس بار وہ بالکل سرد تھا۔ مجھ سے سرسری باتیں کرتا رہا۔ جب میں اس کی اجازت حاصل کر کے اٹھنے لگا تو اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ تم ترام کو بھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقدس اقابلا کی عنایتوں نے تمہیں سربلند کیا۔ تم ایک قبیلے کے سردار ہو۔ تمہیں اب اپنے فرائض میں پوری دلچسپی لینی چاہئے۔“

”کاہن اعظم کا اقبال بلند ہو۔ کیا مجھ سے اب تک کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے جو قبیلے سے میری غفلت یا بے اعتنائی پر محمول کی جا سکے۔“ میں نے باادب پوچھا۔

”نہیں لیکن سربلندی اور سرفرازی کے لئے تدبر شرط ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے محبوب کاہن کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ ترام کی کڑی ٹوٹ گئی لیکن میں ایک روایت پسند آدمی ہوں۔“ میں نے مہذب لہجے میں کہا اور الٹے قدموں سورال کی عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔ ترام کا چھوٹا بھائی جمرال غار کے دہانے پر میرا

منتظر تھا۔ اس نے میرا راستہ روک لیا وہ کچھ بے قرار سا نظر آرہا تھا۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے میرے قریب آ کر بولا۔ ''محترم جابر بن یوسف! اگر تمہیں جانے کی جلدی نہ ہو تو میں تم سے کچھ ضروری باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم میرے پرانے دوست ہو جبرال۔'' میں نے بڑی شفقت سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''کہو کیا بات ہے؟''

''یوں نہیں اے عالی مرتبت سردار! پہلے مجھے قول دو کہ جو کچھ میں دریافت کروں گا وہ تم سچ سچ بتا دو گے اور مجھے ٹالنے کی خاطر کوئی غلط بات نہیں کہو گے۔'' جبرال حد درجہ سنجیدہ تھا۔

''تمہیں اس بات پر شبہ کیوں ہے کہ میں تم سے دروغ گوئی کروں گا جب کہ تم ترام کے بھائی ہو۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔''

''رشتوں کی بات مت کرو معزز جابر! یہ سب خواب ہیں کبھی ان کی تعبیر مل جاتی ہے، کبھی یہ خواب ہی رہتے ہیں۔ مجھے ضبط و تحمل، ایثار و قربانی کا درس دیا گیا ہے۔ میرے جذبے میرے تابع ہیں۔'' جبرال نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''کاہن اعظم کی تربیت نے تمہیں نکھار دیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم اپنے مقدس باپ کے صحیح جانشین ثابت ہو گے۔''

''کم ظرفی میں آسودگی ہے معزز سردار!'' جبرال سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو جبرال!'' میں نے بھی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جبرال نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تیز نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر زور سے تالی بجائی اور دیوی زبان میں بولا۔

''میں جانتا ہوں معزز سردار! کاہن اعظم نے یقیناً ترام کو بیدار کیا تھا؟ اس وقت اس نے کیا کہا تھا؟ اس عارضی حیات میں جو کچھ اس نے کہا وہ مجھے بتا دو۔''

''کیا مقدس سمورال نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟'' میں نے جبرال کے سوال پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ ''وقت ضائع نہ کرو معزز سردار! مجھے بتاؤ کہ ترام نے کن کیفیتوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تم نے اگر مجھ سے تعاون کیا تو ہمیشہ مجھے اپنا ہمدرد پاؤ گے۔ ہو سکتا ہے کسی وقت میں تمہارے کام آ جاؤں۔''

جبرال کی سنجیدگی نے مجھے کشمکش و پیچ میں مبتلا کر دیا۔ میں ابھی یہ فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ جبرال کو حالات سے باخبر کروں یا خوبصورتی سے ٹال جاؤں کہ یکلخت جزیرہ توری کا کاہن بھاگتا ہوا غار سے باہر نمودار ہوا۔ جبرال کی آنکھوں کی سرخی کاہن کو دیکھ کر زردی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ ملنے لگا۔

''تم جبرال...... تم؟'' سمورال نے زہر اگلتے ہوئے کہا۔ ''تم میری محنت اتنی آسانی سے ضائع نہیں کر سکتے۔ کیا تم بھول گئے کہ میں نے تم سے کس بات کے لئے منع کیا تھا؟ تمہاری تالی کی آواز ماورائی طاقتوں کی سماعت پر پہرا ڈال سکتی ہے لیکن میں تمہارا اتالیق بھی ہوں۔ تم نے میری تنبیہ کا کوئی اثر نہیں لیا؟ تم خود سری پر آمادہ ہو گئے۔ کیوں؟''

''مقدس باپ میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے ندامت ہے۔'' جبرال نے نیچی نظروں سے جواب دیا۔

''اندر جاؤ۔'' سوراں نے اسے حکم دیا۔ جمراں نے حکم کی تعمیل میں ذرا دیر بھی نہیں لگائی، سر جھکائے غار کے اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کاہن اعظم نے طیش کی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ ترام کے بعد اب میرے اور تمہارے درمیان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب تم بھی میری قیام گاہ کا رخ نہیں کرو گے۔ یہ میرا حکم ہے۔''

''میں نے جمراں کو کوئی ترغیب نہیں دی، اس کے علاوہ میں اپنی کسی بھی گستاخی کے لئے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہ کروائے نیک بزرگ۔'' میں نے التجا کی۔ ''مقدس سوراں تم میرے محسن ہو! مجھے تنہا مت کرو۔''

''میں آخری الفاظ ادا کرتا ہوں۔ تم نے اگر سن لیا ہے تو مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' سوراں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''تمہیں میری قیام گاہ سے دور رہنا ہوگا۔ البتہ اگر تم چاہو تو مشورے کے لیے مجھے بلا سکتے ہو۔''

''اس سے بڑی اذیت اس سرزمین پر ممکن نہیں۔'' میں نے جرات سے کہا۔ میری عقل دنگ تھی۔ سوراں کے لہجے میں مروت قطعاً نہیں تھی۔ کیا وہ جمراں کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا تھا؟ کیا جمراں کو اس کیفیت کی تہہ کا علم ہو جاتا جس کا اظہار ترام نے کیا تھا؟ تو کیا قیامت آ جاتی؟ میں اس الجھن میں گرفتار تھا کہ سوراں نے خشک آواز میں کہا۔ ''روح ترام نے جو کچھ کہا تھا وہ میری امانت ہے تم بھی اس میں شامل ہو گئے ہو اگر تم نے اس امانت میں خیانت کی تو زمین تمہیں جلدی نگل لے گی۔ میں تمہیں احتیاط، دور اندیشی اور تحمل کا مشورہ دیتا ہوں۔'' اتنی تلخ باتوں کے بعد وہ غار کے دہانے کی طرف مڑ گیا اور غار کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

سوراں کے جانے کے بعد میں شدید مایوسی کے عالم میں اپنے قبیلے کی جانب قدم اٹھانے لگا۔ سوراں کی بدلی ہوئی نگاہوں نے مجھے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ اس کی ناراضگی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ اب قدم قدم پر احتیاط شرط تھی۔ ایک معمولی سی لغزش بھی مجھے کسی بڑی تباہی سے دوچار کر سکتی تھی۔ ترام کی اچانک موت نے میری الجھنوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ صورت حال کے اس تغیر نے مجھ جیسے مضبوط اعصاب کے شخص کو سخت بددل کر دیا تھا۔ مجھے اپنا ملک، اپنا شہر، اپنا گھر یاد آ رہا تھا جہاں ہر شخص کو تحفظ حاصل تھا۔ میں یہاں کا سردار ہونے کے باوجود ان گنت اسرار سے ناواقف تھا۔ مجھے اپنے تمام منصوبے خاک میں ملتے نظر آ رہے تھے۔ سوراں کی امانت ایک بڑا سہارا تھی، صرف اس احساس کے ساتھ کہ سوراں میری پشت پر ہے۔ میں بڑے سے بڑا معرکہ سر کر سکتا تھا لیکن اس کی ناراضگی میری ہلاکت کا سبب بن سکتی تھی۔ میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ زندگی کی تمنا اس لیے تھی کہ اقابلا کے حسن و جمال کی تابش نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ ہر وقت، ہر لمحے اسی کا خیال رہتا تھا۔ مخالف ہواؤں میں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا کہ مجھے ہندی بوڑھے سرنگا سے ملنا چاہیے۔ شاید وہ مجھے کوئی کارآمد مشورہ دے سکے یقیناً وہ میرے لیے ایک بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ناتواں جسم کے ساتھ غیر معمولی طاقتیں ہیں۔ اس کی قوت مشاہدہ تیز ہے لیکن میں نے فوراً اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ سرنگا اقابلا کی سلطنت میں ایک معتوب شخص تھا۔ ایسے مشکوک حالات میں اس کے پاس جانا اور اس سے رازداری کی بات کرنا میرے لیے کچھ اور مصائب کھڑے کر سکتا تھا۔ سرنگا ابھی تک جارا کا کی مقدس روح کے عتاب میں تھا۔ یہ مدت پچاس دن کی تھی۔

میرے لیے یہی مناسب تھا کہ پچاس دن تک میں اس سے دور رہوں۔ پتہ نہیں میرے بارے میں اوپر کے لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اس کی اذیتوں کے خاتمے میں اب ایک ماہ اور چند دن باقی تھے۔ ہر چند کہ یہ مدت طویل تھی لیکن انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے طوعاً کرہاً سر لنگا سے ملنے کا ارادہ ملتوی کیا اور گہری سوچ میں غرق اپنی جھونپڑی کی طرف واپس آ گیا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے بظاہر ہر بات سے بے نیاز ہو کر قبیلے کے کاموں میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ ہر شعبہ زندگی نئے سرے سے جانچا اور اپنے آپ کو اس طرح مصروف کر لیا کہ میں ہر بات بھول جاؤں۔ میں قبیلے کی زندگی میں آہستہ آہستہ انقلاب لا رہا تھا۔ میں نے کام کی تقسیم کا انتظام رائج کیا۔ مختلف ایسے شعبے قائم کیے جو قبیلے کی فلاح و بہبود سے متعلق تھے۔ ہر شعبے کا ایک سردار مقرر کیا جو اپنے شعبے کی تنظیم کا ذمے دار تھا۔ میں نے اپنے ذہن کے مطابق جنگل کی لکڑی سے کئی چیزیں ترشوائیں۔ پہلے جو افراد بیکار تھے انہیں کام پر لگایا۔ قبیلے کا جو علاقہ بنجر پڑا تھا اسے قابل کاشت بنانے کے لیے ضروری اقدام کیے۔ چند معمر افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس کا کام قبیلے میں غیر قانونی حرکتوں کا سدباب اور شرپسند عناصر کی روک تھام تھا۔ غرضیکہ بیس روز تک میں نے خود کو ان کاموں میں الجھائے رکھا۔ میرے قبیلے کے لوگ جو پہلے ہی میرے مداح تھے، اب میری پرستش کرنے لگے۔ اس عرصے میں متعدد لڑکیاں میری خدمت میں پیش کی گئیں جو اپنے سردار کی ایک نظر التفات کی متمنی تھیں۔ میرے پیش رو کالاری کی دونوں عورتیں میری تنہائی دور کرنے کے لیے آتیں لیکن میں نے ان سب کو دھتکار دیا۔ اب صرف ایک خیال تھا۔ اقابلا کی طلب کا خیال۔ جسے اقابلا کا ہوش ربا نظارہ مطلوب ہو وہ کس طرح ان چھوٹی موٹی تتلیوں کی جانب راغب ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے احساسات اس کی بارگاہ میں منتقل ہو رہے ہوں گے میں خود کو اذیت دے رہا تھا۔ عشق کی یہ بھی ایک منزل ہے۔ اس میں مجھے لذت ملتی تھی۔ میں اسے اور یاد کر رہا تھا۔ شدت سے یاد کر رہا تھا۔ میری بے تابیاں اس کے جمال افروز خیال کے ساتھ بڑھتی گئیں میں نے کئی بار سوچا کہ اس سے ملنے کی درخواست کی جائے لیکن ہمیشہ ایک خوف مانع رہا۔ ابالیش کے بعد میں نے قبیلے کے ایک معمر شخص فزارہ کو اپنا مشیر خاص بنا لیا تھا۔ فزارہ ایک انتہائی دور اندیش، معاملہ فہم اور زیرک شخص ہونے کے ساتھ ساتھ کالے عالم پر بھی خاصی دسترس رکھتا تھا۔ وہ ابالیش کا انجام دیکھ چکا تھا اس لیے اس کی وفاداری ایک عرصے تک یقینی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب کسی سردار کی بیوی مر جاتی ہے تو مقدس اقابلا ایک ماہ تک اسے طلب نہیں کرتی۔ وہ اپنے سردار کو اپنی محبوب بیوی کے سوگ کا موقع فراہم کرتی ہے۔

یہ اکیسویں روز کی بات ہے۔ میں اپنی آبادی کا چکر لگانے کے بعد شام کے وقت جھونپڑی میں واپس آیا تو خلاف توقع مقدس اقابلا کی نائب اور ترجمان اشار کو وہاں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اشار کا ذکر میں پہلے تفصیل سے کر چکا ہوں وہ اتنی حسین تھی کہ مجھے اس پر اقابلا کا گمان گزرا تھا۔ وہ اتنی دل کش تھی کہ اگر میں اقابلا کو نہ دیکھتا تو وہی میرا مقصود ہوتی۔ اس در نایاب کو اپنی جھونپڑی میں ایک شان بے نیازی سے دیکھ کر مجھے ان گنت شکوک نے گھیر لیا۔

اشار مجھے اپنے اندر اس طرح مستغرق دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ میری پریشانیوں کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر ایک قدم اٹھا کر میرے اور قریب آ کر مستانہ وار نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”جابر بن یوسف الباقر! مقدس اقابلا کی نائب اشار تمہارے پاس آئی ہوں۔

تمہاری وحشت زدگی بجا ہے لیکن میرا تمہارے پاس آنا ضروری ہے۔"

"حسین اشمار! خوش آمدید۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مجھ پر عالم تصور طاری ہے یا میں اپنی دنیا میں موجود ہوں۔ میں اس خسروانہ لطف و کرم کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔" میں نے تمام تر عجز اور تمام تر اشتیاق سے اپنی زبان کھولی۔

اشمار کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی جیسے کوئی غنچہ چٹک گیا ہو۔ جیسے ہلکی پھوار پڑ گئی ہو "جابر بن یوسف!" وہ پُر وقار انداز میں بولی۔ "تم اپنے ہر امتحان میں کامیاب ہو رہے ہو لیکن اس گوہر نایاب کا حصول اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو۔"

"میں نے سنا ہے اور میرا یقین ہے کہ سچائیاں اثر کرتی ہیں، میری طلب بے وجہ نہیں ہے۔ یہ طلب اس وجہ سے نہیں ہے کہ مادی آسودگیاں پیش نظر ہیں۔ میں یہ تمام اعزاز خیر باد کہتا ہوں۔ میں ان تمام عنایتوں سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جو مجھے سر بلند کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری طمانیت میرا اختیار ہے۔ میرا سکون قرب جمال میں مضمر ہے۔ اس کی نظریں وسیع اور حواس سب سے زیادہ طاقت ور ہیں وہ دیکھ رہی ہو گی کہ میرے ساتھ میرے باطن کا صدق ہے۔" میں نے جوشیلے انداز میں اشمار سے کہا۔

"جابر بن یوسف!" اشمار کا بدن لچک گیا۔ "تمہارے اظہار بیان میں اضطراب ہے لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اس کے حیات آفریں جمال کی تاب لاسکو گے! کیا تم خود کو اس کا اہل سمجھتے ہو کہ تمہیں اس عنایت سے نوازا جائے! کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ وہ کون ہے؟ تم کس کی طلب کر رہے ہو؟"

"مجھے اپنی کم تری، کم مائیگی کا احساس ہے یقیناً میں پاگل ہو جاؤں گا لیکن میں پاگل ہو جانا چاہتا ہوں۔ میں اس کے قدموں میں مرنا چاہتا ہوں اور اگر میری جسارت معاف کر دی جائے تو یہ کہوں کہ میں اس کے ہاتھوں مرنا چاہتا ہوں۔ کسے اپنی زندگی کی فکر ہے؟ اس کے جمال پر اس جیسی ہزاروں زندگیاں نثار کی جاسکتی ہیں اور سن لو معزز اشمار! اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ایک سلطنت کی سربراہ ہے اور ہم اس کی امان میں رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس دنیا میں طمانیت حاصل ہو گئی ہو جو یہ سوچیں کہ اس کے بعد آسودگی کی کوئی منزل نہیں ہے۔ اقابلا کا قرب زندگی ہے۔ اگر کرم کا یہ سلسلہ بند ہو جائے تو موت ہے۔ میں ہزاروں امتحانوں سے گزرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

اشمار چمکتی نگاہوں سے میرے پُر اثر بیان میں کھوئی ہوئی تھی اچانک کہنے لگی۔ "میرے حسن کی تعریف کرو۔"

"تم......" میں اس سوال پر پریشان ہو گیا۔ وہ مجھے بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے الجھن میں ڈال دیا کہ میں کیا جواب دوں لیکن تھوڑے سکوت کے بعد سنبھل کر بولا۔ "تم...... اس کا عکس جمیل ہو تم وہ دروازہ ہو جو جنت کی طرف کھلتا ہے۔ تمہارا مرمریں بدن اس کے خمیر سے بنا ہے۔ تمہارے لبوں کی دل کشی میں اس کی حلاوت شامل ہے۔ تمہاری آنکھوں میں اس کا جمال رقص کرتا ہے۔ میں تو گوشت پوست کا ایک انسان ہوں۔ اگر پتھر بھی تمہارا ہوش ربا نظارہ کریں تو پگھل جائیں۔"

"تم ایک ذہین آدمی ہو" اشمار نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے ابھی کہا ہے کہ میں اس کا عکس جمیل ہوں۔ میں اگر تم سے یہ کہوں کہ راستہ بہت دشوار ہے تم بلندی تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاؤ گے۔ تم نے اپنے شوق کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا۔ مجھے مقدس اقابلا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

منزلوں کی دوری اور دشواری کا اندازہ کر کے تم مجھ سے مفاہمت کر سکتے ہو۔ یہ اس کی کرم گستری ہے۔ تم اس سے انکار کی جرات نہیں کرو گے۔''

مقدس اقابلا نے اسے میرے پاس بھیجا ہے؟ جزیرہ وتوری کے ایک معمولی اور اجنبی سردار کے پاس؟ وہ جو اقابلا کی نائب ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آسکا۔ ممکن ہے اب بھی اسے میرا امتحان مطلوب ہو۔ احتیاط لازم تھی۔ میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔ ''اگر اقابلا نے تمہیں بھیجا ہے تو میری آنکھوں پر تمہارا آشیانہ ہے۔ اے پری وش! میں اپنے خون سے تمہارے قدموں کو غسل دوں۔ اپنا دل نکال کر تمہیں پیش کروں؟ تمہیں اس نے بھیجا ہے جو مجھے مطلوب ہے۔ میں انکار کی جرات نہیں کر سکتا لیکن اس سے کہہ دیجیو کہ یہ تیرا حکم ہے جو عشق کرتے ہیں ان کا سر جھکا رہتا ہے لیکن اسے معلوم ہوگا کہ تمہاری قبولیت میں اس کی خوشنودی ملحوظ ہے۔''

''میں تمہیں یاد دلاتی ہوں تم اپنی محبوبہ طفورا کے حسن کے اسیر تھے۔ پھر ترام تمہارے قریب آ گئی اور اب۔۔۔''

''اور اب اشمار۔۔۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''مجھے ان سب کا اعتراف ہے لیکن یہ میرے جرائم نہیں ہیں۔ وہ سب اس کے آگے بیچ ہیں۔ جس دن سے یہ خیال دل میں جاگزیں ہوا ہے اس دن سے کسی نے میرے نہاں خانہ دل پر دستک نہیں دی۔ یوں میں اپنی اشتہا مٹاتا رہا لیکن جنس ایک علیحدہ چیز ہے۔ کوئی جذبہ جنس سے آلودہ ہو تو وہ مادی ہوتا ہے۔ یہاں تو تمنا ہی فنا ہونے کی ہے۔''

''اور اگر تم اس میں ناکام ہو گئے تو؟'' اس نے ادا سے کہا۔

''میں ناکام ہو گیا تو پھر کہاں رہوں گا میرے ساتھ یہ احساس ختم ہو جائے گا۔'' میں نے عزم سے کہا۔

''لیکن اب میں تمہارے مقابل ہوں۔ میں مقدس اقابلا کی نائب ایک خاص مقصد سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہوں'' اشمار نے کہا۔

''میں حکم کا منتظر ہوں۔ میرا ذہنی توازن درست ہے اور میں ہوش و حواس میں تمہاری شیریں زبان سے لطف اندوز ہونے کے لئے مضطرب ہوں۔ کیا اسے میرے سر کی ضرورت ہے؟'' میں نے اسے اپنے جسم سے لگا ہوا چاقو دکھا کر کہا۔

''نہیں۔ سنو جابر بن یوسف اتم پر جارا کا کی مقدس روح کا سایہ رہے۔ ترام کی اچانک موت کی بنا پر تم زبردست صدمے سے دوچار ہوئے ہو۔ میں مقدس اقابلا کی طرف سے یہ اظہار کرتی ہوں کہ وہ تمہارا درد محسوس کرتی ہے۔ اس کے بعد تم نے تنہائی کی جو زندگی گزاری ہے وہ اس سے مخفی نہیں ہے۔ اس علاقے میں ہر دو جنسوں کو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کی اجازت ہے۔ مقدس اقابلا اپنی رعایا کے اس حق کا ہر اعتبار سے تحفظ کرتی ہے۔ ترام کی موت کے بعد تمہاری زندگی میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے تم اسے پورا کر سکتے تھے۔ ویسے یہ خلا پُر کرنا تمہاری مرضی اور پسند پر موقوف ہے لیکن تم نے اپنے آپ پر جبر کیا اور اپنے مقصود کی خاطر ترک لذت کا وتیرہ اختیار کیا اس لیے اقابلا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ مقدس اقابلا نے اپنے فرمان کے مطابق مجھے تمہارے پاس اس وقت تک کے لئے مامور کیا ہے جب تک تم کوئی مستقل بندوبست نہیں کر لیتے۔''

''معزز اشمار!'' میں نے حیرت سے اشمار کے بدن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ''کہیں تم پھر میرے صبر و ضبط کا امتحان تو نہیں لے رہی ہو! میرے خدا۔ یہ مذاق ہولناک ہے۔''

''نہیں۔ یہ کوئی امتحان نہیں ہے۔ مگر میں تمہارے سفارش نامے کی حیثیت رکھتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔

اشمار کی نگاہوں میں بجلی تھی۔ ''میرا یہ فعل مقدس اقابلا کے حکم کا تابع ہے میں تمہارے تمام نازک احساسات اسے منتقل کروں گی اور تمہاری شیفتگی و وارفتگی کا بیان بھی کروں گی بشرطیکہ تم اپنے قول کے مطابق اس پر پورے اترے۔''

اشمار کی پیش کش حیرت انگیز تھی۔ اس کی دعوت مسترد کرنے کی سکت اب میرے ہاں نہیں تھی۔ مجھے یقین آ گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔ وہ مقدس اقابلا کا نام درمیان میں لا کر غلط بیانی کی جرات نہیں کر سکتی اور اگر اس نے کی بھی ہے تو میں مقدس اقابلا کے نام پر اس کے قرب کا داعی ہوا ہوں۔ میرا دل اسے آغوش میں لینے کے لیے بے تاب تھا۔ یہ تصور کر کے مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی کہ میرے کثیف کھردرے، سخت ہاتھ اس کے صاف، نرم اور خوبصورت چہرے سے مس ہوں گے۔ میرا خوف کم ہو گیا۔ میں نے اس بار ایک بھرپور نظر اس سراپا قیامت کو دیکھا۔ وہ ہر اعتبار سے حسن مجسم تھی۔ میں محو نظارہ تھا کہ اشمار آہستگی سے بولی۔

''جابر! کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا؟''

''معزز اشمار! میری نظریں ایسے نظارے کی عادی نہیں ہیں۔'' میں نے اپنی آنکھیں بند کر کے کہا۔ ''میں مقدس اقابلا کی نوازشوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ کون تصور کر سکتا ہے کہ مجھے زندگی میں یہ سعادت نصیب ہوگی۔ تم اس کا تحفہ ہو۔ میں تمہیں سینے سے لگا کر رکھوں گا۔''

''سیدی جابر!'' پہلی بار اشمار نے میرے نام کے ساتھ سیدی کہا۔ ''میں نے خود کو تمہاری قربت کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔''

''شاید میں اندھا ہو جاؤں۔''

''میں تمہیں پھر بصارت دے دوں گی۔ تم خوب صورت باتیں کرتے ہو۔''

''یہ تمہارے حسن کا اعجاز ہے۔''

''میں تمہارے قریب آ رہی ہوں۔'' اشمار نے نشیلی نگاہوں سے کہا۔

''میرے حواس تمہارے سپرد ہیں۔'' میں نے اشتیاق سے جواب دیا۔

وہ قریب آ رہی تھی اور میں لرز رہا تھا۔

''جابر بن یوسف!'' اس نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

''اشمار!'' مجھے اپنی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''وہ روایت ٹوٹ رہی ہے جو برسوں سے اس علاقے میں رائج تھی۔ قصر اقابلا کی ایک شہزادی ایک سردار کے پہلو میں ہے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''یہ ایک مبارک روایت قائم ہوئی ہے تم اس لذت بے بہا کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ میں ایک سردار نہیں ہوں۔ میں نے اس منصب کی تمنا نہیں کی تھی۔''

☆==========☆==========☆

اس نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ میں اپنی جھونپڑی میں اس کی موجودگی کا تذکرہ کسی اور سے نہ کروں۔ اشمار نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آسکتی۔ مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں ہوا۔

تاریک براعظم کے فسوں کار ماحول میں کوئی امر تعجب خیز نہیں تھا۔ ہر بات ممکن تھی۔ اشمار دیر تک اس علاقے کی روایتوں کے بارے میں باتیں کرتی رہی اور مجھے ہدایات دیتی رہی پھر شوخی سے بولی۔ ''سیدی جابر اتم نے ایک قبیلے کی سرداری حاصل کر کے رتبہ حاصل کرلیا ہے۔ مقدس اقابلا کی ہمدردیاں بھی تمہیں حاصل ہیں لیکن تم ابھی ایک کمزور آدمی ہو جب تک تم طلسمی علوم پر دسترس حاصل نہیں کر لیتے اس علاقے میں تمہاری زندگی کے گرد خطرے منڈلاتے رہیں گے۔''

''اشمار! میں نے اس سلسلے میں کوشش کی تھی لیکن مجھے کوئی اچھا اتالیق نہیں مل سکا۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو۔''

'' صرف چند باتیں۔'' اشمار سنجیدگی سے بولی۔ ''مقدس اقابلا کی قربت کے لئے یہاں کے ہر شخص کو ہر طرح مسلح ہونا پڑتا ہے میں نے بھی مقدس اقابلا کی بارگاہ میں جو منزل حاصل کی ہے وہ سخت امتحانوں کے بعد مجھے ملی ہے۔ میں تمہیں صرف چند باتیں بتا سکتی ہوں لیکن تمہیں یہ علوم سیکھنے کے لئے ایک طویل مدت صرف کرنی پڑے گی۔''

''میں بصد شوق انہیں سیکھوں گا۔''

''جزیرے باگماں میں جانے سے پہلے تمہیں ابتدائی پر اسرار طلسمی علوم سے آگاہی ضروری ہے ورنہ تم وہاں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزارو گے۔''

''جزیرہ باگماں؟'' میں نے چونک کر کہا۔ ''یہ کس جگہ کا نام ہے؟ مجھے وہاں کس لیے جانا پڑے گا؟''

''مقدس اقابلا کی حکومت تاریک براعظم کے طول وعرض میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ جزیرہ باگماں ہمارے ہاں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ہر سردار کو وہاں تربیت حاصل کرنے کے لئے ایک بار ضرور جانا پڑتا ہے۔'' اشمار مسکرا کر بولی۔ ''چونکہ تم نے اپنی شجاعت اور ذہانت سے شوالا کو زیر کر کے اقابلا کی خوشنودی حاصل کی ہے اور چونکہ تم نے نامساعد حالات میں غیر معمولی جرات کا ثبوت دیا ہے اور چونکہ تم مقدس اقابلا کے قرب کے سچے شیدائی ہو اس لیے تمہیں بہت جلد وہاں بھیجا جائے گا۔''

اشمار مجھے مختصر طور پر جزیرہ باگماں کے متعلق بتانے لگی اس نے مجھے جو باتیں بتائیں ان پر یقین کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن میں نے اشمار پر اپنی حیرت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اس کی بتائی ہوئی تفصیلات ذہن نشین کرتا رہا۔ میں پورے طور پر اس جزیرے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اشمار یہ موضوع ٹال گئی۔ اس نے کہا کہ ابھی اسے صرف اسی قدر بتانے کی اجازت ہے۔

دوسرے روز سے اشمار نے کالے علم اور طلسمی اسباق کی ابتدا کی۔

مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کام شدید مشقت، عرق ریزی اور جاں سوزی کے بعد مکمل ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے جانوروں کے خون اور دیوتاؤں کی پرستش، مردہ انسانوں کے پنجروں اور کھوپڑیوں کے استعمال کا ہنر آنا لازمی ہے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ سلسلہ تھا۔ میں کسی ویرانے میں نہیں

بیٹھا۔ مجھے اشار نے اس کی ابتدا اور بنیادی عمل سے متعلق چند اسباق رٹا دیے۔ اتنا ہوا کہ مشکل الفاظ میری زبان پر چڑھنے لگے اور میں جانوروں کو سدھانے اور انہیں اپنی طرف ملتفت کرنے کا ہنر سیکھ گیا۔ ایک آدھ بار میں نے جزیرہ ہاگماں کا ذکر چھیڑا مگر اشار نے کوئی توجہ نہ دی۔ میرے لیے زیادہ اصرار مناسب نہیں تھا۔ اشار سے بے تکلفی ہوئی تو میں نے مقدس اقابلا کے دیدار کے متعلق اپنے اشتیاق کا اظہار کیا لیکن اس نے یہ کہہ کر مایوس کر دیا کہ وہ میری کوئی مدد کرنے سے قاصر ہے یہ اقابلا پر منحصر ہے کہ وہ کب مجھے یہ سعادت بخشتی ہے۔

میں تیزی کے ساتھ اس سے پُر اسرار علوم سیکھ رہا تھا اور وہ بڑی تندہی سے مجھے اسرار کی دنیا سے آگاہ کر رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ ان علوم کی آگاہی کے بعد میں بہتر طور پر اس اجنبی ماحول میں اپنے قدم جما سکوں گا۔ یہ علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ قبیلے کے کاموں میں میری دلچسپی بدستور قائم تھی جب مجھ سے میرا کوئی محافظ یا سردار ملنے آتا تو وہ اشار کی موجودگی سے لاعلم ہوتا۔

گیارہویں روز فزاروں نے مجھے صبح ہی صبح ایک ایسی خبر سنائی کہ میں غصے سے تلملا اٹھا۔ فزاروں کی آمد کی اطلاع مجھے اشار نے دی تھی۔ میں جھونپڑی سے باہر گیا تو فزاروں دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ معزز سردار جابر! کل رات ایک اجنبی شخص نے ایک جرم کیا ہے۔ اگر فوراً ہی اس کا تدارک نہ کیا گیا تو قبیلے کی زندگی کے لیے مضر ہو سکتا ہے۔''

''مجھے تفصیل سے آگاہ کرو؟'' میں نے اس سے حکمیہ کہا۔

''معزز سردار! کل شام ہمارے قبیلے میں ایک اجنبی شخص ظاہر ہوا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اسے مقدس اقابلا کی اعانت حاصل ہے اس لیے میں نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا مگر اس کے بعد اس نے جو حرکت کی، وہ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ تو وارد جارا کاکا کی مقدس روح کے معتوب ہمارے مہمان سرنگا کی لڑکی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا اور اب وہ کسی قیمت پر اسے آزاد کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ میں اس وقت یہی اطلاع دینے آیا ہوں۔''

''فزاروں! کیا تمہاری اطلاع درست ہے کہ وہ سرینا کو لے گیا ہے؟ کیا ہمارے انسداد جرائم کے شعبے نے اس شخص کی کھال نہیں اُدھیڑ دی، میں پوچھتا ہوں کہ یہ کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟'' میں نے طیش میں آ کر کہا۔

''ہم نے اپنی سی کوشش کر لی ہے۔ تو وارد سرکشی پر آمادہ ہے۔ اس کے ہاتھ پر مقدس اقابلا کی مہر ثبت ہے۔ اس نے ہمارے احکام ماننے سے انکار کر دیا اور ہم قانوناً اس کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کر سکتے۔'' فزاروں نے نگاہیں نیچی کر کے کہا۔ ''وہ کہتا ہے کہ میں مقدس اقابلا کے سوا کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ میں نے اسی لیے یہ اطلاع تم تک پہنچائی ہے۔''

وہ سرینا جسے میں نے ایک بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر کالاری سے حاصل کیا تھا اور شوالا کو شکست دینے کے بعد فلورا کے بجائے اسے طلب کیا تھا۔ اس سرو قد خوبصورت جنگلی دوشیزہ پر دوبارہ جبر کی اطلاع سن کر مجھے سخت غصہ آیا۔

وہ میرے دوست میرے ساتھی سرنگا کی لڑکی تھی۔ سرینا اب پھر مصیبت میں گرفتار تھی۔ میں غصے میں پیچ و تاب کھاتا ہوا اسی لمحے فزاروں کی قیام گاہ کی سمت چل پڑا۔ فزاروں معمر ہونے کے باوجود میری برق رفتاری کا ساتھ دے رہا تھا۔ ہم جلد ہی اس جھونپڑی تک پہنچ گئے جس کے دروازے پر

ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام شخص نیزا لیے کھڑا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ اپنے قبیلے میں پہلی بار مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا تھا جس کے جسم کے زیریں حصے سبز پتوں نے ڈھانپ رکھے تھے۔ اس کے کشادہ سینے پر سپید رنگ سے کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی شکل بنی ہوئی تھی۔ جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو حیرت دو چند ہوگئی اس کی آنکھوں کی جگہ دو ویران گڑھے نظر آ رہے تھے۔ وہ قطعی طور پر نابینا ہونے کے باوجود بڑے محتاط انداز میں جھونپڑی کے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے فزارو سے پوچھا۔ "یہ کون سی مخلوق ہے؟"

"معزز سردار! پہرے دار صبح تک یہاں موجود نہیں تھا لیکن اب اس کی موجودگی میں ہم نووارد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اقابو کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ نووارد کو ہماری عظیم المرتبت حکمراں کا تحفظ حاصل ہے۔" فزارو نے سراسیمگی سے کہا۔

"اقابو؟ یہ کیا بلا ہے۔ کیا یہ ایک سردار کا راستہ روکنے کی ہمت کرے گا؟ آج سے پہلے میں نے کوئی ایسا شخص اپنے قبیلے میں نہیں دیکھا۔" میں نے اس سے وضاحت چاہی۔ "کیا یہ نابینا محافظ کسی خاص فرقے سے متعلق ہے؟"

"معزز جابر! اقابوان تمام افراد کا نام ہے جو مقدس اقابلا کے محافظ دستے میں شامل ہیں۔ ہر اقابو کے سینے پر کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی تصویر کندہ ہوتی ہے۔ اقابو دستے کے سرداروں کے سینے پر مگرمچھ بنے ہوتے ہیں، مقدس اقابلا کے حکم کے مطابق قبیلے کا کوئی فرد کسی اقابو سے ٹکرانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر کسی کو اس سے کوئی شکایت ہو تو وہ اپنی شکایت مقدس حکمراں تک پہنچا سکتا ہے۔" فزارو یہ تفصیل بتاتے ہوئے ایک ثانیے ٹھہرا پھر آہستہ سے بولا۔ "پہلے کوئی اقابو اندھا نہیں ہوتا تھا لیکن ایک بار ایک سرکش اقابو نے دیوتا مجھے معاف کریں، مقدس اقابلا کو گستاخ نظروں سے دیکھنے کی ناقابل معافی حرکت کی تھی۔ عظیم ملکہ کا جاہ و جلال تا ابد سلامت رہے۔ اس نے اسی دن تمام اقابوؤں کی آنکھیں نکلوا دیں مگر انہیں دوسری غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت کردی گئیں، ان کی ذہنی استعداد تیز کردی گئی اور انہیں ایسی سوجھ بوجھ سے نواز دیا گیا کہ ہر اقابو نابینا ہونے کے باوجود بہت زیادہ زیرک، طاقت ور اور دور اندیش ہوتا ہے۔ یہ ہوا کی آہٹ پر صحیح نشانہ لگانے کے ماہر ہوتے ہیں۔"

"کیا اقابو قبیلے کے سردار سے زیادہ بلند رتبے کے مالک ہوتے ہیں؟" میں نے نرم آواز میں دریافت کیا، مجھے محتاط رہنا ضروری تھا۔ مقدس اقابلا کی مداخلت بے وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اقابو کی موجودگی کا مطلب یہ تھا کہ سریتا کو اغوا کرنے والا شخص یقیناً کوئی خاص مقام رکھتا ہوگا۔

"کوئی اقابو قبیلے کے سرداروں سے بلند مرتبہ نہیں رکھتا مگر ان کے اختیارات بہت وسیع ہوتے ہیں۔" فزارو نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "تم ایک سردار کی حیثیت سے اقابو کی موجودگی کے باوجود جھونپڑی میں جا سکتے ہو۔ نووارد سے گفتگو کر سکتے ہو لیکن سریتا کو اقابو کی موجودگی میں آزاد نہیں کرا سکتے۔"

جھونپڑی سے میرا فاصلہ آٹھ گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید میں واپس چلا آتا لیکن یہ سریتا کا معاملہ تھا۔ میں نے کچھ سوچنے کے لیے لمحہ بھر اپنی آنکھیں موندیں۔ پھر فزارو کو رکنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھا۔ اقابو کسی مجسمے کی طرح دروازے پر ایستادہ تھا۔ میں جیسے ہی تین گز کے فاصلے پر پہنچا۔ اقابو نے بلا کی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور نیزا میری سمت تان کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے وہ میری طرف صحیح نشانہ باندھنے کا نقطہ تلاش کر رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کی کرخت آواز ابھرائی۔ "سیکھائی بوما آہوروگی شابوغوغامالارا" (تم کون ہو؟ تمہاری آمد کا مقصد ہے؟ جواب دو۔

ورنہ میں دیوتاؤں کے حکم سے تمہیں ہلاک کردوں گا)

''میں اس قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں اور اس شخص سے بازپرس کرنے آیا ہوں جس نے ہمارے قبیلے کی ایک معزز لڑکی کا اغوا کیا ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

اقابو نے جلدی سے نیزہ اپنے کرلیا اور باادب بولا۔ ''میکو گوی لارا، آہو شوشا باگو (میں معافی کا طلب گار ہوں تم اندر جاسکتے ہو)

میں اقابو کے قریب سے گزرتا ہوا جھونپڑی میں داخل ہوا تو مجھے ایک اشتعال انگیز منظر نظر آیا۔ سریتا پیال کے بستر پر پڑی اپنی حفاظت کی جدوجہد کررہی تھی اور گندمی رنگ کا شخص اس پر تسلط جمائے رکھنے کی بھرپور کوششوں میں مصروف تھا۔

مجھ سے سریتا کی یہ بے بسی نہ دیکھی گئی۔ مجھ پر جنون طاری ہوگیا اب تک وہ اس علاقے میں محفوظ رہی تھی۔ کسی پھول کی طرح پاک و صاف اور وہ اس وقت بھی شدید مزاحمت کررہی تھی۔ میں چند لمحوں تک یہ ناقابل برداشت منظر دیکھتا رہا پھر میں نے گندمی رنگت کے آدمی کو للکارا۔ وہ سریتا کو چھوڑ کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر ہم دونوں کی نظریں ملیں تو بہت سے سلسلے مل گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی میرا جسم رنگا ہوا تھا لیکن ہمیں ایک دوسرے کو شناخت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ وہ ڈاکٹر جواد تھا۔ ڈاکٹر جواد اس خطرناک مہم میں میرا شریک تھا جس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا اور جزیرہ توری کے ایک طبیب نے اس کے دماغ میں مینڈکوں کا ڈرکر محلول بھرا تھا۔ وہ ایک عرصے سے مجھے نہیں ملا تھا کئی بار میرے دل میں آئی کہ اس کے متعلق معلومات کروں لیکن میں اپنی مصروفیتوں میں گھرا رہا۔ مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ صحت مند ہوتا جارہا ہے وہ میرے اور شوالا کے قبیلے کی حدود سے دور ایک غیر جانبدار علاقے میں مقیم تھا۔ وہاں آبادی کے سربرآوردہ افراد کا قیام تھا۔ ہم لوگ بھی شروع میں وہیں قید تھے۔ وہ مجھے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ پھر جواد نے گفتگو میں پہل کی۔ ''آہا۔ جابر بن یوسف الباقر میرے دوست۔ خوش آمدید۔''

''ڈاکٹر جواد۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''ایک عرصے بعد تمہیں تندرست دیکھ کر مجھے ازحد خوشی حاصل ہوئی ہے لیکن یہ لڑکی...... '' میں سریتا کی جانب اشارہ کرکے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر جواد نے بڑی تیزی سے میری بات کاٹ دی۔

''یہ سریتا ہے سیدی جابر! اس بوڑھے ہندی سرنگا کی لڑکی جس نے لائف بوٹ پر زندہ انسانوں کا گوشت کھانے کے بجائے موت کو ترجیح دی تھی۔ وہ بوڑھا بے وقوف...... '' جواد مسکراتے ہوئے بولا پھر سہمی ہوئی سریتا کی طرف ہوسناک نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''یہ لڑکی مجھے لائف بوٹ ہی میں پسند آگئی تھی۔ کل رات میں اسے ہندی بوڑھے سرنگا کی جھونپڑی سے کھینچ کر لے آیا مگر یہ نادان لڑکی ابھی تک سرکشی پر آمادہ ہے۔ میں رات سے اسے ہموار کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ اس کی سرکشی، مزاحمت اور جدوجہد مجھے پسند ہے۔ اس کی وحشیانہ حرکتیں مجھے ایک نئے لطف سے ہم کنار کرتی ہیں۔ ارے ارے۔ تم کھڑے کیوں ہو میرے دوست جابر؟ آؤ بیٹھو۔ کچھ اپنی کہو۔ کچھ میری سنو۔ ہم بلاشبہ ایک عرصہ بعد مل رہے ہیں۔''

''شاید تمہیں معلوم ہو کہ تم اس وقت جس قبیلے میں موجود ہو اس کا سردار میں ہوں۔ مقدس اقابلا کی عنایتوں نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔ '' میں نے اپنے بارے میں مختصر طور پر بتاتے ہوئے قدرے درشت لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''مجھے اس بات کی اطلاع کچھ دیر پہلے ہی ملی ہے کہ تم

نے بوڑھے سرنگا کی بیماری اور اس پر نازل ہونے والے جارا کا کے عتاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس لڑکی کو اغوا کر لیا ہے حالانکہ وہ تمہارا ساتھی تھا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو اس پُر اسرار علاقے میں محبوس ہو گئے ہیں۔''

''سیدی جابر!'' جواد نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تو گویا تم ایک سردار کی حیثیت سے ملنے آئے ہو؟ میرا خیال تھا کہ میں اپنے ایک بد نصیب ساتھی سے ملاقات کر رہا ہوں۔ تم تو ابھی تک وہاں رہ رہے ہو جہاں عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے دور رکھا جاتا ہے۔ میرے عزیز میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں کی اقدار مختلف ہیں۔ یہاں وہ حماقتیں نہیں کی جاتیں جو ہماری تہذیب یافتہ سوسائٹی میں کی جاتی ہیں۔''

''ڈاکٹر جواد...... لیکن یہ قبیلے کی کسی دوشیزہ کا معاملہ نہیں ہے، یہ ایک ایسی لڑکی کا معاملہ ہے جو اسی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے جہاں دوسرے انداز سے سوچا جاتا ہے۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ بہت جلد تم میری آمد کا...... مقصد سمجھ گئے۔'' میں نے ناگواری سے کہا۔ ''ہم نے جس بدقسمت جہاز پر سفر کیا تھا اس کے نائب کپتان نے مجھے بتایا تھا کہ تم ایک ذہین اور معاملہ فہم شخص ہو۔ میں تمہارے کسی کام آسکتا ہوں تو مجھے بتاؤ۔''

''جابر! سیدی جابر۔ تم سرینا کے معاملے میں اتنے سنجیدہ کیوں ہو؟ کہیں تمہاری کوئی وابستگی تو درمیان میں نہیں آ رہی ہے؟ بہتر ہوگا کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح سرینا کی ذات کے بجائے کسی اور موضوع پر گفتگو کریں۔ یہ دوشیزگی، عصمت، پاک بازی، عزیز از جاں یہ سب مہمل الفاظ ہیں۔ تم وہاں ان کے معانی جانتے تھے۔ یہاں ایسے لفظ ایجاد ہی نہیں ہوئے ہیں۔'' ڈاکٹر جواد نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ سرنگا کی لڑکی ہے ڈاکٹر جواد! سرنگا نے ایک موقع پر میری جان بچائی تھی۔ وہ میرا محسن ہے۔'' میں اکتاہٹ سے بولا۔ ''یوں بھی ایک قبیلے کے سردار کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں سرینا کو تمہارے چنگل سے آزاد کراؤں۔''

''غالباً تم کچھ نہیں جانتے۔'' ڈاکٹر جواد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ ''تم بھول رہے ہو۔ تم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ مگر ٹھہرو۔ تمہیں میرے بارے میں تفصیل سے معلوم نہیں ہے۔ فی الحال میں تمہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں اقابلا کی سلطنت میں ایک نہایت اہم شخص ہوں۔ میں اتنے دنوں تم لوگوں سے اس لیے دور رہا کہ یہاں کے مختلف جزیروں میں جڑی بوٹیوں پر تحقیقات کر رہا تھا۔ مقدس اقابلا نے مجھے طبیبوں کی ایک خاص جماعت کا رکن بنایا ہے۔ یہاں طبیبوں کو خاص مراعات حاصل ہیں۔ وہ ایک بلند مرتبت شہری ہیں۔ میں جزیرہ توری، جزیرہ سولا اور جزیرہ اسمار کا سفر کر آیا ہوں اور ان تینوں جزیروں کی کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی وابستگی کا ذریعہ بنا سکتا ہوں جو کسی کی تولیل میں نہ ہو یا کسی سردار سے متعلق نہ ہو۔ سرینا کو بھی میں نے مقدس اقابلا کی عنایت کردہ رعایتوں کے تحت حاصل کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو براہ راست مقدس اقابلا سے میری شکایت کر سکتے ہو۔''

جی میں آئی کہ گزشتہ دنوں اشمار نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اس علم کی مدد سے اس گستاخ شخص کی زبان بند کر دوں لیکن یہ جلد بازی کا موقع نہیں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس سرزمین پر ڈاکٹر کو بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ ویسے بھی ڈاکٹر جواد سے کوئی جھگڑا مول لے کر میں مقدس اقابلا کے قہر کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پھر بھی یہ کیسے ممکن تھا کہ میں سرینا کو اس وحشی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ میں کچھ دیر گم صم کھڑا رہا۔ پھر سرد آواز میں بولا۔ ''مقدس اقابلا کی جانب سے یہ تمہارا استحقاق ہے تو میں ایک دوست کی حیثیت سے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم سرینا کی خواہش سے دست بردار ہو جاؤ۔''

''سیدی جابر اتم دوستی کا واسطہ دے رہے ہو مگر خود دوستی کے منافی اقدام کر رہے ہو۔ اس ہندی دوشیزہ پر عرصے سے میری نظر تھی۔ اس کی ملاحت اور صباحت نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے۔ کل رات بھی تمہارے چند آدمیوں نے مجھے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی میں نے انہیں دھتکار دیا تھا۔ خلل اندازی کے پیش نظر میں نے اپنی حفاظت کے لئے مقدس اقابلا سے درخواست کر کے ایک اقابو کو باہر تعینات کرایا ہے۔ اسی بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اس لڑکی کے لئے کس قدر سنجیدہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے کے طلسمی جال میں پھنسنے کے بعد یہ ایک بہترین انعام ہے۔ کیا تم میری جگہ ہوتے تو ایسی شاداب لڑکی کو چھوڑ دیتے؟ کبھی نہیں جابر کبھی نہیں۔''

ڈاکٹر جواد کسی طرح میری بات ماننے پر آمادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر جواد کا جواب معقول تھا لیکن میں آسانی سے اس کی بات کیسے مان لیتا؟ چنانچہ میں نے ایک آخری کوشش کی۔ میں نے کہا۔ ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں سریتا سے زیادہ نوخیز اور حسین لڑکیاں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن تمہیں میری درخواست پر سریتا کو آزاد کرنا ہوگا۔''

''تمہارا لہجہ تحکمانہ ہے۔'' ڈاکٹر جواد نے زہر خند سے جواب دیا۔ ''یہ مژدہ میرے لیے راحت جاں ہے کہ تم ایک قبیلے کے سردار ہونے کی حیثیت سے میرے لیے خوب صورت لڑکیاں فراہم کر سکتے ہو۔''

ڈاکٹر جواد نے براہ راست میری تذلیل کی تھی۔ میرے وقار پر حملہ کیا تھا اور میرا پندار مجروح کیا تھا۔ قریب تھا کہ میں غصے کی انتہا میں کوئی خطرناک قدم اٹھا بیٹھتا کہ میرے گلے میں پڑی ہوئی مالا میرے سینے میں چبھنے لگی۔ یہ مالا مجھے کاہن اعظم نے تحفے میں دی تھی۔ مالا کی چبھن کے ساتھ ہی ایک سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔ ''سیدی جابر! تمہارا کوئی بھی اقدام تمہاری بربادی کا آغاز ہو سکتا ہے۔ سریتا کو بچانے کی کوشش میں تمہارا اقتدار بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔''

یہ سرگوشی سن کر مجھے اچانک ہوش آ گیا۔ میں نے بے بسی سے سریتا کی جانب دیکھا۔

دل پر جبر کر کے میں نے جواد سے کہا۔ ''ڈاکٹر! میں نہایت افسوس کے ساتھ واپس جا رہا ہوں۔ تم نے میری درخواست رد کر کے مجھے شدید دکھ پہنچایا ہے۔'' یہ کہہ کر میں فوراً جھونپڑی سے باہر آ گیا۔ اقابو بڑی مستعدی سے اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔

فزارو باہر میرا منتظر تھا۔ ''معزز سردار! کیا نو وارد نے تمہارے حکم کا احترام نہیں کیا؟'' اس نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ نو وارد نہیں ہے۔ میرا پرانا دوست ڈاکٹر جواد ہے۔ وہی ڈاکٹر جس کے پاگل پن کا علاج کیا گیا تھا۔'' میں نے بمشکل اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''سریتا کو اس نے جس مقصد کے لئے حاصل کیا ہے وہ اس میں حق بجانب ہے۔ مقدس اقابلا نے اسے خاص مراعات دے رکھی ہیں۔''

فزارو میرا جواب سن کر مطمئن ہو گیا اور میرا اشارہ پا کر چلا گیا۔ مجھے کسی پل قرار نہیں تھا۔ آہ بے چارہ سرنگا۔ وہ سرنگا اب خاموش پڑا تھا جو سریتا کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ کیا اس کی پراسرار دیوی کا گزر اس علاقے میں ممکن نہیں ہے؟ وہ نازک اندام لڑکی سریتا۔ میں نے اسے کتنی بار بچایا؟ لیکن اس کی قسمت میں رسوائی لکھی تھی۔ میں سرنگا کے پاس جانے سے گریز کر رہا تھا لیکن میرے قدم غیر اختیاری طور پر اس کی جھونپڑی کی جانب بڑھنے لگے۔ میں اظہار غم کرنا چاہتا تھا۔ جب میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو سرنگا قدرے بہتر حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے معنی خیز

مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اس وقت بھی وہ بے حد پُراسرار نظر آرہا تھا۔ غصے یا انتقام کی کوئی علامت سرے سے موجود نہیں تھی۔ بظاہر وہ بڑا پُرسکون معلوم ہورہا تھا۔ "آؤ آؤ سیدی جابر!" اس نے متکلم لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ تم پُرسش حال کے لئے میرے پاس آؤ گے۔"

"سرنگا!" میں نے اداسی سے کہا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے۔"

"کاہے کا افسوس سیدی؟" سرنگا نے بے نیازی سے کہا۔

"کیا تمہیں سریتا کے بارے میں علم ہو چکا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے ہاں۔" سرنگا کی آواز میں رعشہ آگیا۔ "مجھے سب کچھ معلوم ہے کہ وہ کن حالات سے دوچار ہے اور کس آزمائش سے گزر رہی ہے مگر وہ میری بیٹی ہے۔"

"میں ابھی ڈاکٹر جواد کے پاس سے آیا ہوں۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

"تم نے برا کیا سیدی!" سرنگا نے تیزی سے کہا۔ "تمہیں ڈاکٹر جواد کے پاس نہیں جانا چاہئے تھا مگر ٹھہرو۔ کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ڈاکٹر جواد کو مقدس اقابلا کا تحفظ حاصل ہے؟"

"مجھے جواد کی زبانی حالات کا علم ہو چکا ہے۔"

"آنکھیں کھلی رکھا کرو سیدی!" سرنگا نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ "اگر سریتا کے علاوہ میرے پاس کچھ اور ہوتا تو میں اسے بھی مقدس اقابلا کے حکم پر قربان کر دیتا۔ مقدس اقابلا ہم پر مہربان ہے۔ وہ عظیم اور قابل پرستش ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ بھی ہمارے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔"

سرنگا کا جواب سن کر مجھے حیرت ہوئی میں اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹ مرتعش ہو گئے۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور کچھ توقف کے بعد جب دوبارہ کھلیں تو اس نے تین بار دائرے کی صورت میں انہیں گھمایا اور سرگوشی میں بولا "سنو سیدی...... کچھ پتہ نہیں کہ حالات کیا خطرناک صورت اختیار کر لیں۔ تم سریتا کی طرف سے مطمئن رہو۔ جب تک سرنگا زندہ ہے، سریتا محفوظ ہے۔ ہاں تم محتاط ہونے کی عادت ڈالو۔ اشارے مجھ تمہارے پاس نہیں آئی ہے۔ تم ایک سخت امتحان سے گزر رہے ہو تمہیں کسی بھی لمحے جزیرہ ہاگمان جانے کا حکم مل سکتا ہے۔ وہاں تمہیں عجیب وغریب حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے مگر پریشان ہونے کے بجائے ثابت قدم رہنا۔ جارا کاکا کی روح نے مجھے جس عذاب سے دوچار کیا ہے، اس کے ختم ہونے میں صرف چند دن باقی ہیں۔ تم نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ہے۔ بوڑھے سرنگا کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو، سوراال کی دی ہوئی مالا کی حفاظت تمہیں اپنی جان سے زیادہ کرنا ہوگی اور......"

اور اس سے پہلے کہ سرنگا اپنا جملہ مکمل کرتا، ہوا کا اتنا شدید اور خطرناک ریلا آیا کہ سرنگا کی پوری جھونپڑی لرز اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے سرنگا کے ہونٹ ہلے، اس نے پھر نظریں گھمائیں اور موضوع بدل کر اونچی آواز میں کہنا شروع کر دیا۔ "وہ عظیم ہے۔ اس کی عظمتیں بے پناہ ہیں۔ جس نے اسے پالیا۔ اس نے سرخوشی پالی۔ وہ تاریک براعظم کی حکمراں ہے۔ اس محترم و مقدس دیوی کی نوازشیں تم پر قائم رہیں، سریتا کے لئے تمہاری

پریشانی بے سود ہے۔ میں اسے مقدس اقابلا کے قدموں پر قربان کر سکتا ہوں۔"

میں سرنگا کی تبدیلی حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سراپا عجز و نیاز بنا ہوا تھا۔ جھونپڑی کی لرزش میں سکوت آ گیا تھا۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ اشار میری نظروں کے سامنے نمودار ہوئی اور مجھے مخاطب کر کے پُر وقار انداز میں کہنے لگی۔ "تمہاری خواہش پہنچا دی گئی تھی۔ تمہارے لیے یہ مژدہ ہے کہ مقدس اقابلا نے تمہیں شرف باریابی عطا فرمایا ہے لیکن خبردار اپنے ہندی دوست کے سامنے زبان نہ کھولنا میرے ساتھ چپ چاپ جھونپڑی سے باہر نکل چلو۔"

"مجھے مقدس اقابلا سے تمہاری عقیدت دیکھ کر خوشی ہوئی۔" میں نے دھڑکتے دل سے سرنگا کو مخاطب کیا۔ "میری دعا ہے کہ تم اس کی نوازشوں سے سُرخ رو ہو۔"

پھر میں نے سرنگا سے اجازت طلب کی اور جھونپڑی سے باہر آ گیا۔ اشار میرے ساتھ تھی۔ ہر چند کہ اشار نے مجھے میرے محبوب میری ملکہ اقابلا کی قدم بوسی کا مژدہ سنایا تھا لیکن میرا دل انجانے وسوسوں سے دھڑک رہا تھا۔ اشار کا بے نیاز لہجہ ذہن میں تکدر پیدا کر رہا تھا۔ اقابلا کے دیدار کی وہ خوشی معدوم ہوتی جا رہی تھی جو مجھے شدت سے تھی۔ اقابلا۔ میں اپنی محبوب کے پاس جا رہا تھا' میں اس تاریک برِاعظم کی عظیم الشان ملکہ کے حضور جا رہا تھا۔ سرنگا کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بادلوں میں گھر گیا ہوں۔ میں نے اشار کو فضا میں تحلیل ہوتے ہوئے محسوس کیا مجھے یوں گمان ہوا جیسے ہر طرف سیاہی کا طلسم موجود ہے اور میری آنکھوں نے دیکھنا بند کر دیا ہے، میرے کانوں نے سننا موقوف کر دیا ہے۔

☆==========☆==========☆

مقیدِ خاک

ساحر جمیل سید کا ایک اور شاہکار ناول...... مقیدِ خاک ...... سرزمین فراعنہ کی آغوش سے جنم لینے والی ایک تحیر خیز داستان۔

ڈاکٹر شکیل ظفر:- ایک ہارٹ اسپیشلسٹ، جو مردہ صدیوں کی دھڑکنیں ٹٹولنے نکلا تھا...... یوساف ہے:- وہ ساڑھے چار ہزار سال سے مضطرب شیطانی روحوں کے عذاب کا شکار ہوا تھا...... یوسا:- ایک حرماں نصیب ماں، جسکی بچی کو زندہ ہی حنوط کر دیا گیا...... مریاتس:- اسکی روح صدیوں سے اس کے جسد خاکی میں مقید تھی...... شیلندر رائے ہریجہ:- ایک پرائیویٹ ڈیٹکٹو، اسے صدیوں پرانی ممی کی تلاش تھی...... میرجی:- پرکالہ آفت، انسانی قالب میں ڈھلی ایک آسمانی بجلی...... ایکشن، سسپنس اور تھرل کا ایک تند کنے والا طوفان

یہ ناول کتاب گھر پر جلد آ رہا ہے۔ جسے ایکشن ایڈونچر مہم جوئی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکے گا۔

مجھے محسوس ہوا کہ اس کا نرم و نازک ہاتھ میری گرفت میں ہے۔ میرے حواس میرا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ میں فضاؤں میں سفر کر رہا ہوں۔ پری جمال اشمار میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے سب سے حسین وجود لیکن باجبروت اور مطلق العنان اقابلا کی بارگاہ میں لے جا رہی ہے۔ اقابلا کے جمال کا خیال آتے ہی ایک عجیب نشہ سا طاری ہو گیا تھا۔ میں اس کے پاس جا رہا تھا جس کے بارے میں سوچنا ہی میرا کام رہ گیا تھا۔ جس نے مجھے سب کچھ بھلانے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ان لطیف احساسات کے پہلو میں خوف بھی کہیں چھپا ہوا تھا۔ یہ خوف کہ میں ایک غلام، ایک اجنبی، ایک محکوم، ایک مجرم ایک بہت ہی حقیر شخص ایک شہنشاہ، ایک حاکم، ماورائی طاقتوں کی امین، اس علاقے کی سب سے اہم شخصیت کی خدمت میں لے جایا جا رہا ہوں۔ اس کے لئے میرے دل کی یہ شدت میں اس کی توہین کا سبب تو نہیں بن رہی ہیں؟ کیا ایک محکوم کو اقابلا کی طلب کا خیال دل میں لانا چاہئے؟ میں سوچ رہا تھا۔ شاید میں نے اس کی عظمت و شوکت پوری طرح اپنے دل و دماغ میں نقش نہیں کی مگر مجھے خود پر قابو ہی کب تھا؟ جب زندگی میں حوادث ہی مرقوم ہیں تو میں انہیں کس طرح مٹا سکتا ہوں۔ جو ہو گا اسے ہونے دیا جائے۔ اس اشتیاق کا اگر یہی حال ہے تو کچھ برا نہیں۔ جابر بن یوسف الباقر عشق میں ہلاک ہو گیا اور کس کے عشق میں؟ اس کے عشق میں، عام انسانی ذہن جس کے جمال کے تصور تک سے عاری ہے۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ حسن کی یہ منزل بھی ہو سکتی ہے؟ میں اس کے تصور میں گم تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس کے تصور میں ہوش کا کیا سوال؟

جب اشمار کے مرمریں ہاتھ کا دباؤ بڑھا تو میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ میں اقابلا کے قصر میں کھڑا تھا۔ وہاں حسب معمول حسین و جمیل مناظر اور دوشیزائیں ہماری پذیرائی کے لئے موجود تھیں۔ اشمار جو بلاشبہ ان سب میں یکتا تھی وہ اس رنگین ہجوم سے مجھے گزار کر آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں کسی بارونق بازار سے گزرنے والے راہ گیر کی طرح ان دمکتے اور چمکتے ہوئے چہروں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وہ سب اشمار کے سامنے خمیدہ ہوئی جا رہی تھیں۔ میں نے احتیاط اور اعتدال خود پر طاری کیا۔ اشمار بڑی بے نیازی سے میری رہنمائی کا فرض انجام دے رہی تھی۔ میں یکسو ہو کر اس کی پیروی کرنے لگا۔ ہم مختلف شیش محلوں، طلائی ایوانوں اور ناقابل بیان عجائب کدوں کی کہکشاں سے گزر رہے تھے۔

چاروں طرف دلنواز موسیقی سماعت میں رس گھول رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے در و دیوار سے دل نشیں نغمے پھوٹ رہے ہوں۔ میں اس قصر کا تفصیلی ذکر پھر کسی موقع پر کروں گا۔ بہت جلد ہم اس خصوصی نشست گاہ میں پہنچ گئے جہاں ذی حشم اقابلا مجھے باریابی کے شرف سے نوازنے والی تھی۔ یہ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس کی دیواریں رنگا رنگ روشنیوں سے معمور تھیں۔ یہاں پہنچ کر آدمی کہیں اور جانے کی تمنا کرنے کے لائق نہیں رہتا۔ یکایک دیواروں سے نقرئی گھنٹیوں کا ایک کیف آور ساز ابھرا۔ میری سماعت اس ساز سے نامانوس نہیں تھی پھر بھی میں گویا کسی خواب سے چونک پڑا۔ اشمار جو تمام راستے میرے آگے آگے چلتی رہی تھی اب وہ میرے سامنے نہیں تھی۔ میں گھبرا کر مڑا اور پھر اضطراب کے عالم میں چاروں طرف دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اشمار کہیں موجود نہیں تھی۔ جب میں پہلی مرتبہ ژولین کے ساتھ اس طلسم خانے میں آیا تھا تو ژولین ہال کے باہر کہیں معدوم ہو گئی تھی۔ مگر آج اشمار باہر رکنے کے بجائے میرے ساتھ اندر آئی تھی بلکہ اس نے مجھ سے پہلے ہال میں قدم رکھا تھا۔ میں نے مزید

سوچنے کا ارادہ ترک کیا اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے خود کو تیار کرنا شروع کر دیا۔ نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی بلند آہنگ ہو گئی۔ ساتھ ہی ایک نسوانی ہیولا کسی پری کی طرح گویا آسمان سے وارد ہوا اور میرے عین مقابل کوئی دس گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے فوراً اشتیاق میں آنکھیں پٹ پٹا کر اسے دیکھا۔ ہیولا لمحوں میں واضح ہو گیا۔ وہ اقابلا نہیں تھی۔ اشار تھی۔ بالکل نئی اشار، تر و تازہ اشار، اس کا بدن اب اوپر سے نیچے تک سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا جیسے پھول بدن سے اُگ رہے ہوں' جیسے کسی چمن نے ایک بدن کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اس کے آنے سے فضا میں ایک عجیب خوشبو پھیل گئی۔ ان پنکھڑیوں میں وہ نازنین پرستان کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی اشار ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے ساتھ تھی وہ وہی تھی...... سب کچھ وہی تھا مگر وہ بہت نئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی غزالی آنکھوں میں کچھ اور نشہ آور شراب جھلک رہی تھی۔ میں وہاں کے آداب سے غافل نہیں تھا۔ پھر بھی بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ "اشار!"

اشار کی نیل گوں آنکھوں سے بے اعتنائی ہویدا تھی۔ وہ اس طرح مسکرائی جیسے کوئی کسی بچے کی بات پر ہنس پڑے۔ میں نے بیتاب ہو کر کہا۔ "اشار! میری نگاہیں تمہیں تلاش کر رہی تھیں۔ تمہارے اچانک غائب ہونے کے بعد میرا اضطراب سوا ہو گیا تھا۔ تم اتنے دنوں میرے ساتھ رہی ہو۔ میں تمہارے بغیر نامکمل ہوں۔ اب اس وقت اس کے سامنے تمہارا رہنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اب تم میری ترجمان ہو۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس کی طلب میں کس قدر صادق ہوں۔ میری گزارش ہے کہ تم یہیں رہو ورنہ اس کے سامنے میری زبان نہ کھل سکے گی۔"

"تمہاری نظریں جس اشار کو تلاش کر رہی ہیں، وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس دوشیزہ نے تنبیہی انداز میں کہا۔ "اشار میری پیش رو تھی۔ مقدس اقابلا نے اسے ایک عرصے کے لئے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ اب مقدس اقابلا کی نیابت کے فرائض میں انجام دیتی ہوں۔"

میں حیران رہ گیا۔ وہ جڑواں بہنوں میں بھی کبھی ایسی زبردست مشابہت نہیں سنی تھی۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ لڑکی سچ بول رہی ہے لیکن یہاں کی ہر بات پر بے چون و چرا یقین کرنے ہی میں سلامتی تھی۔ میں نے اپنا سر جھکا لیا اور نہایت ادب سے بولا۔ "لائق صد احترام اقابلا کا پرستار اس کا غلام حاضر ہے۔ میرا خنجر اپنا خون پیش کرنے کے لئے مضطرب ہے، میں حکم کا منتظر ہوں۔ مجھے کس خدمت کے لئے طلب کیا گیا ہے؟"

اس نے ایک بھرپور نظر سے مجھے سرتاپا دیکھا۔ "جابر بن یوسف! وہ یہاں ابھی جلوہ گر ہونے والی ہے۔ میں تمہیں تنبیہ کرتی ہوں کہ تم اپنے اعصاب پر قابو رکھنا۔" یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا۔ دوسرے ہی لمحے ایک بلوریں جام اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس نے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے جسم جھکا کر اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور دوسری ہدایت کا منتظر رہا۔ "اسے پی جاؤ۔" اس نے گردن جھٹک کر تمکنت سے کہا۔

میں نے فوراً اسے حلق میں انڈیل لیا۔ اس مشروب کے ذریعے سے میں پہلے بھی لطف اندوز ہو چکا تھا۔ مجھے اچانک محسوس ہوا جیسے میرا سارا جسم ہلکا ہو گیا ہو۔ میری نظروں میں ارتعاش سا پیدا ہوا اور پھر وہی کیفیتیں مجھ پر غلبہ پانے لگیں جن کا تجربہ اس سے پہلے بھی مجھے ہوا تھا۔ وہی بادل، وہی نغمے، وہی روشنیاں، مشروب حلق میں اترنے کے کچھ دیر بعد تک میری اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ چند لمحوں بعد ہال میں اچانک سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ روشنیاں جھلملانے لگیں اور ایسا محسوس ہوا جیسے خورشید جہاں تاب کروڑوں میل دور سے اتر کر زمین پر آ گیا ہو۔ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ جب صورتحال معمول پر آئی تو وہ ایک زرنگار تخت پر اپنے تمام کروفر اور طمطراق کے ساتھ چہرہ افروز نظر آئی۔ میری ذات

باقی نہیں رہی تھی میں اس کے حسن میں جذب ہو گیا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اقابلا کا تخت زمین پر کوئی تین فٹ اونچا خلا میں معلق تھا۔ اقابلا کی نائب سرجھو دھو چکی تھی۔ میں نے بھی گردن جھکانا چاہی لیکن اس طرح میں اس کے جلوے سے محروم ہو جاتا۔ اس لیے میں سینہ تانے کھڑا رہا۔ میں نے سوچا، زیادہ سے زیادہ موت کا حکم صادر ہوگا۔ اُسے دیکھنے کے بعد میرے قدم زمین پر مضبوطی سے جم گئے۔ میں نے اپنا دل قوی کیا کہ میرا مطلوب دنیا کی سب سے نادر شے ہے۔ وہ تاریک براعظم کی ملکہ اقابلا تھی۔ اس کی مقناطیسی نگاہوں میں جنبش ہوئی۔ میں لرز گیا اور میں نے چور نظر سے اس کا سراپا اپنے قلب و نظر میں سمونے کی کوشش کی۔ اس کا ریشمیں بدن سبز پتوں اور پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے لانبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اقابلا کی انگشت حنائی کا اشارہ پا کر سجدہ ریز دوشیزہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کسی قدر بلند آواز میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "جزیرہ توری کے اجنبی سردار! میں مقدس اقابلا کی نائب سارماتم سے مخاطب ہوں۔" "میں مستعد ہو گیا۔" "کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں طلب کیا گیا ہے؟"

"میں اسے اپنی عظیم ملکہ کی عنایت سمجھتا ہوں کہ میرے احساسات منتقل ہو گئے ہیں۔ یہ میری خوش بختی ہے۔" میں نے کمال فصاحت سے کہا۔

"جابر بن یوسف! تم یہ جاننے کے باوجود کہ یہ اسرار کی سرزمین ہے اور تمہاری مہذب دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور تمہیں غیر معمولی نوازشوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور یہ تمام صفتیں مقدس اقابلا کی عظیم و جلیل ہستی کی مرہون منت ہیں۔ تم نے اپنے دل میں ایک ایسی خواہش بیدار کیوں ہونے دی جو آج تک تاریک براعظم پر بسنے والے کسی فرد میں کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔" دوشیزہ سارما نے تمام تر دبدبے سے کہا۔

"یہ میری شعوری کوشش نہیں تھی۔ میرے دل میں اس خواہش کی تخلیق اس کے حیات آفریں جمال سے ہوئی۔ میں اگر جزیرہ توری میں پیدا ہوا ہوتا تو ممکن تھا کہ اس خیال کی آمد پر کوئی پابندی ہوتی لیکن میں اس اجنبی سرزمین سے تمام تر مفاہمت کے باوجود اپنی دنیا کی تہذیب و تربیت کا اثر پوری طرح دور کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ میری دنیا میں لوگوں نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد ڈال دی ہے جہاں افراد اپنی طرح کے لوگوں سے اتنے فاصلے پر نہیں ہوتے جتنے اس مقدس سرزمین پر ہیں۔ وہاں کوئی کسی کی بھی تمنا کر سکتا ہے اور کوئی کسی کے بھی حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔" میں نے جرأت سے کہا اور ایک نظر اقابلا کے وجود پر ڈالی۔ اس کے لبوں پر میں مسکراہٹ تلاش کر رہا تھا لیکن وہ بے نیازی سے میری باتیں سن رہی تھی۔

"جابر بن یوسف! تمہاری شدتیں سونگھ کر تمہیں اشار سونپ دی گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ قناعت میں امان ہے۔ تمہیں ان سنگلاخ مرحلوں کا اندازہ نہیں ہے۔ مقدس اقابلا بہت دور جلوہ فگن ہے۔" سارما نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے فاصلوں کا اندازہ ہے اور اپنی توانائی کا بھی یقیناً اشار کا اعزاز کچھ کم نہیں ہے لیکن میں تو فنا ہونا چاہتا ہوں۔ میں غلام ہونا چاہتا ہوں۔"

"نہیں......" سارما نے نفی میں گردن ہلا دی۔ "تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، بس اسی پر اکتفا کرو۔ اپنے جسم میں فولاد کی قوت اور کھوپڑی میں لومڑی کا ذہن پیدا کرو۔ جو باتیں تمہیں نہیں جاننی چاہئیں، انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ بلائیں تمہیں گھیر لیں گی۔"

سارما کے تحکم آمیز لہجے کے جواب میں میں نے اثبات میں سر ہلا دیا میرے لیے انکار و استرداد کا کیا سوال تھا لیکن میں جو باتیں کرنا چاہتا

تھا، مجھے ان کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں نہ جزیرے کی سرداری کا خواہاں تھا نہ جزیرہ توری میں کسی بلند مقام پر خود کو فائز دیکھنا چاہتا تھا۔ میری نظر میں اقابلا کی طلب کے سوا ہر شے حقیر تھی۔ میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔ اشمار کے جانے کے بعد اس کی نئی جانشین کے سامنے اظہار بیان میں کچھ تکلف سا محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ میں نے بہت سی باتیں کہہ دی تھیں۔ اس ملاقات کے بعد نہ جانے پھر کب موقع نصیب ہوتا۔ اس مختصر گفتگو کے بعد وہ ایک لمحے کے لئے خاموشی ہوئی۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں یہ نشست برخاست نہ ہو جائے اس لیے میں نے سارما کو مخاطب کر کے دوبارہ اقابلا کی شان میں تمام تر فصاحت اور دلکشی سے قصیدے پڑھنے شروع کر دیے۔ میں روانی سے بول رہا تھا۔ یہ میرا پسندیدہ موضوع تھا مجھے حسن کی مدح سرائی میں قدرت بیان حاصل تھی۔ ایک بار میں نے اسے براہ راست مخاطب کیا لیکن اس کے تیوروں میں کوئی فرق نہ آیا۔ مجھے یہ بات اور مضطرب کیے دیتی تھی پھر میں نے سوچا نشست کو طول دینے کے لئے الطاف و اکرام کے اس خاص وقت میں ترام کے سفاکانہ قتل کا معما، سرنگا اور سریتا کی اعانت اور ڈاکٹر جواد کی سرکوبی کے لئے کچھ کہوں لیکن آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ میں غیر اختیاری طور پر شدت بیان میں اتنا آگے بڑھا کہ میں نے سارما سے اقابلا کے پیر چومنے کی اجازت چاہی۔ ایک بار پہلے بھی شوالا سے مقابلے کے بعد مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پھر سارما کا اثبات میں گردن ہلانا تھا کہ میں بے تحاشا مقدس اقابلا کی جانب لپکا۔ میرا دل اسے آغوش میں سمیٹنے کے لیے زور سے دھڑکا لیکن تخت کے قریب پہنچ کر میرے قدم منجمد ہو گئے۔ اس کا عریاں پیر میرے سامنے تھا۔ اس کے لمس کا شیریں ذائقہ میری نس نس میں رچا ہوا تھا۔ میرے ہونٹ اقابلا کے پاؤں سے مس ہوئے تو زبان پر ایک مٹھاس سی محسوس ہوئی۔ کسی حسین سے حسین دوشیزہ کے لب عارض بھی اتنی حلاوت نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آب حیات کا جام تھا۔ میری زبان اس پر مچلنے لگی۔ میں صدیوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔ میرا گلا قرن ہا قرن سے خشک تھا اس لیے سیرابی ضرور ہوئی مگر سیری نہیں ہوئی۔ میرا چہرہ اس سے مس ہوا۔ میں نے ایک بار اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے پیر پکڑ لیے اور میرے دل میں یہ جارحانہ خیال عود کر آیا کہ میں ان پیروں کو مضبوطی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اقابلا کو اپنی آغوش میں کھینچ لوں۔ یکایک اقابلا کا ہاتھ مجھے اپنے سر پر محسوس ہوا۔ میں نے سر اٹھایا۔ اس کی نگاہوں میں شعلے تھے۔ میں نے سراسیمگی سے اسے دیکھا اور اپنا چہرہ پاؤں سے ہٹا لیا۔ اس سے اتنے قریب سے نگاہیں چار ہوئیں تو مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں پاگل ہو رہا تھا۔ یقیناً اس نے میری نگاہیں پڑھ لی ہوں گی۔ میں نے بھی اس کی نگاہوں میں جھانک کر دیکھا تھا، وہ ایک لمحے کی بات تھی۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ اعتدال سے گزر جانے اور وحشت زدہ ہو جانے کو طبیعت کرتی تھی' لیکن مجھے خود پر اختیار کہاں تھا؟ میں نے ہوس ناک انداز میں ایک بار پھر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اس کے ہاتھ تک پہنچنے کی آرزو دل میں رہ گئی۔ میں وہیں اس کے قدموں میں دوزانو بیٹھ کر اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں پیوست کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ قصر میں ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ اقابلا نے اپنے پیر کھینچ لیے۔ اس کی آنکھوں سے ایک شعلہ نکلا اور کمرہ لرزنے لگا۔ وسیع و عریض خلوت کدے میں شور سا برپا ہوا جیسے برق و رعد کی کڑک ہو۔ اسی اثناء میں توقع کے خلاف اقابلا کی آواز گونجی۔ مجھے صرف اتنا سنائی دیا کہ وہ سموراں کا نام لے رہی ہے۔ اسی وقت ہال کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوئی اور میں نے دیکھا کہ جزیرہ توری کا کاہن اعظم سموراں اضطراری کیفیت میں اندر داخل ہو کر اقابلا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر پیچھے آ گیا۔ سموراں، میری اور سارما کی موجودگی سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ اسے غالباً اقابلا کے کسی حکم کا انتظار تھا۔ اقابلا کی پیشانی پر تفکر کی شکنیں نمودار ہوئیں اور اس

نے کسی نامعلوم زبان میں سوراں کو کچھ ہدایات دیں۔ میرے دل کی دھڑکن رکنے لگی۔ خوف سے میری نبض ڈوبنے لگی۔ پھر جیسے ہی اقابلا کی ہدایات کا آخری لفظ ادا ہوا، ہال میں گہری تاریکی چھا گئی۔ مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

جب میری آنکھوں کے دریچے وا ہوئے تو میں اپنی جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا اور اشار میرے سر پر جھکی ہوئی میری پیشانی پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔ آنکھیں کھلیں تو میرے ذہن میں اچانک کئی سوال پیدا ہوئے۔ کچھ ہی دیر پہلے میں ایک دلربا جلوے میں کھویا ہوا تھا۔ اقابلا کی بارگاہ میں کاہن اعظم کے بے وقت نمودار ہونے کا عقدہ مجھے بے چین کیے ہوئے تھا۔ میں اس سلسلے میں اشار سے کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن میرے زبان کھولنے سے پہلے ہی اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ اشار مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے آج ہی تمام ادائیں آزمالے گی مگر اقابلا کی جلوہ گاہ سے لوٹنے کے بعد میں اشار کی ان حُسن پاشیوں سے متاثر ہونے کے قابل کہاں رہا تھا؟ سرنگا سے ملاقات، اُس کی تنبیہ۔ میں ایک سخت آزمائش سے گزر رہا ہوں۔ اشار کا سرنگا کی جھونپڑی میں وارد ہونا اور قصرِ اقابلا میں اپنی طلبی، پھر سوراں کا وحشت زدہ انداز میں وہاں پہنچنا۔ یہ تمام مناظر یکے بعد دیگرے میرا ذہن پریشان کیے ہوئے تھے۔ اشار میری دلی کیفیات سے آگاہ ہو گئی۔ میں نے ہذیانی انداز میں اس سے کہا۔

''معزز اشار کیا ان پریشان کن لمحوں میں تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں کسی غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔''

اشار نے اپنی نرم و نازک انگلیوں سے میری آنکھیں بند کر دیں۔

''اپنی آنکھیں اتنی متوحش نہ رکھا کرو۔ جاراکا کی مقدس روح تمہیں محفوظ رکھے، خاموشی سے لیٹے رہو۔ اس وقت تمہارا قبیلہ دیوتاؤں کے قہر کی زد پر ہے۔''

''کیا.....؟'' میں نے ہڑبڑا کر اٹھنا چاہا لیکن اشار مجھ پر اس طرح جھک گئی کہ میں اٹھ نہ سکا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ''تشویش نہ کرو، جو چیز تمہارے اختیار میں نہیں ہے اسے اپنے اختیار میں لینے کی کوشش نہ کرو۔''

''میرے قبیلے کے لوگ؟'' میں نے اشار کو سینے سے ہٹانے کی کوشش کی مگر اس گل اندام لڑکی میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

وہ آہستگی سے بولی۔ ''سیدی! تمہیں اپنے قبیلے کے کسی فرد کے لئے تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہاں اگر تم نے اس وقت عجلت میں کوئی قدم اٹھایا تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ باہر تمہارا نائب فزارو قبیلے کے تین دوسرے معمر افراد کے ساتھ بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ انہوں نے تمہاری تلاش میں چپا چپا چھان مارا ہے وہ یہاں بھی آئے تھے لیکن تم سو رہے تھے میں نے ان کی نگاہوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ تھک کر یہاں سے چلے جائیں گے، پھر تمہیں تفصیل سے پوری روداد سنا دوں گی۔''

''لیکن......'' میں نے اس گرفت میں مچلتے ہوئے کہا۔

''خاموش، زبان سی لو۔'' اشار نے مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ ناچار میں نے خاموشی سے آنکھیں بند کر لیں۔

☆===========☆===========☆

دوسری صبح جب میں خواب غفلت سے بیدار ہوا تو خلاف توقع اشار جھونپڑی میں موجود نہیں تھی۔ اس کی عدم موجودگی سے وہ ہیجان انگیز خیالات پھر سر اٹھانے لگے جو سونے سے قبل مجھ پر طاری تھے۔ میں اشار کو دیکھنے کے لئے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں جھونپڑی سے باہر آیا تو وہاں فزارو بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے پژمردہ چہرے پر خوف مترشح تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو لپک کر میری طرف آیا اور کسی تمہید کے بغیر جلدی جلدی کہنے لگا۔ "ہم سخت عتاب میں ہیں سردار! آسمان ہم سے ناراض ہو گیا ہے مقدس جارا کا ہم پر رحم کرے۔ ہم نے اطلاع دینے کے لئے تمہیں سارے علاقے میں دیکھ لیا تھا۔ یقیناً تم دیوتاؤں کی پناہ میں تھے۔"

"کیا ہوا فزارو؟ کیا جنوب سے پھر کوئی مخالف ہوا چلی ہے؟" میں نے شوالا کے علاقے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں کہہ سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا لیکن کل مقدس اقابلا کے محافظ دستے کا اقابو پر اسرار طور پر قتل ہو گیا۔ بدقسمتی سے یہ واقعہ ہمارے قبیلے میں پیش آیا ہے۔ مگر دیوتاؤں کی قسم سردار! ہم بالکل بے قصور ہیں۔ بہت دنوں بعد ایسا سانحہ ہوا ہے۔ میری زندگی میں پہلی بار غضب ہو گیا ہے معزز سردار!" فزارو خوف زدہ لہجے میں بولا۔ وہ اس طرح گڑگڑا رہا تھا جیسے میں نے اس واقعے پر اس سے کوئی جواب طلب کیا ہو۔

"سکون فزارو! مجھے سوچنے دو۔" میں نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے مدبرانہ انداز میں کہا۔ میں فزارو سے زیادہ سراسیمہ تھا لیکن اپنے نائب پر اس کیفیت کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میں اسے جھونپڑی میں لے آیا اور اطمینان سے بیٹھ کر پوری بات بتانے کا حکم دیا۔ فزارو کی آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ غالباً اتنی زیادہ باتیں کہنا چاہتا تھا کہ ایک بات بھی اس کے منہ سے نہیں نکل رہی تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر اسے دلاسا دیا۔ اسی اثناء میں میرے پیش رو کالاری کی دونوں بیویاں ناشتے کے لئے میرے مرغوب جنگلی پھل اور دودھ کا خوان لے کر حاضر ہو گئیں۔ وہ دونوں بھی بے حد غمگین نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے حسب معمول میرے سکھائے ہوئے سلیقے کے مطابق ناشتہ چنا اور خاموشی سے الٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ میں نے ایک پھل اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت میرا دل کچھ کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ اشار کی غیر موجودگی اور فزارو کی لائی ہوئی اطلاع نے مجھے سخت حواس باختہ کر رکھا تھا مگر فزارو کے سامنے یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ میں قطعاً مطمئن ہوں اور ہر کام معمول کے مطابق کر رہا ہوں۔

بوڑھے فزارو نے لکنت زدہ لہجے میں مجھے بتایا۔ "کل جس وقت ڈاکٹر جواد ہندی بوڑھے سرنگا کی لڑکی سریتا پر دست درازی کر رہا تھا، اس وقت قبیلے والوں نے سریتا کی ایک دل خراش چیخ سنی لیکن سب بے بسی کے ساتھ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں سہمے بیٹھے رہے چند لمحوں کے لئے پوری فضا سناٹے میں ڈوب گئی۔ پھر اچانک دل دہلا دینے والا ایک شور برپا ہوا اور اقابو کی خوفناک چیخ فضا میں گونج گئی۔ اقابو اتنا طاقت ور اور چالاک ہوتا ہے کہ ہم کسی بھی مرحلے پر اس کے زیر ہونے اور شکست خوردہ انداز میں چیخنے کا تصور نہیں کر سکتے۔ پھر اس کی شخصیت مقدس اقابلا کی نسبت سے ہمارے لیے واجب الاحترام بھی ہے۔ اس لیے پورا قبیلہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں سمیت جھونپڑیوں سے باہر نکل آیا۔" فزارو کہہ رہا تھا۔ "میری آنکھیں پگھل کر بہہ جائیں معزز سردار! میری زبان گل جائے۔ کھلے میدان میں اقابو کے دونوں ہاتھ جسم سے علیحدہ ہو کر دور پڑے ہوئے تھے۔ ٹانگیں مختلف سمتوں میں بکھری تھیں اور اس کا بقیہ جسم زمین پر اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس کی کھوپڑی خشک پتے

کی طرح ادھر اُدھر اڑ رہی تھی۔ ایسا بھیانک منظر ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔''

میں بظاہر تحمل اور دلچسپی سے فزارو کی روداد سن رہا تھا۔ میرے ذہن میں ان گنت سوالات کلبلا رہے تھے۔ ہر طرف اندھیرا نظر آتا تھا۔ فزارو کہہ رہا تھا۔ ''اس دہشت انگیز واقعے کے تھوڑی دیر بعد کاہن اعظم جائے واردات پر پہنچا اور جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ قبیلے کے لوگ افراتفری کے عالم میں ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ کاہن اعظم نے باہر آ کر ہاتھ کے اشارے سے مجھے اور تین دوسرے آدمیوں کو طلب کیا۔ ہم اس کے پیچھے جھونپڑی میں گئے۔ سرنگا کی جوان بیٹی سریتا حیرت انگیز طور پر غائب تھی اور اس پر دست درازی کرنے والا نو وارد بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ہم نے کاہن اعظم کے حکم پر بے ہوش نو وارد کو اٹھا کر ایک دوسری جھونپڑی میں منتقل کیا اور اسے ہوش میں لانے کے لئے کچھ جڑی بوٹیاں کھلائیں۔ جب تک ہم وہاں رہے وہ ہوش میں نہیں آیا۔ کھیم اقابو کا ٹکڑے ٹکڑے جسم کاہن اعظم کے ایک اشارے سے کہیں روپوش ہو گیا تھا۔''

''سرنگا کہاں ہے اور کیسا ہے؟'' میں اپنی بے تابی پر قابو نہ پا سکا۔

''میں نہیں جانتا۔ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔'' فزارو نے بتایا۔ ''کاہن اعظم نے ہم سب کو جھونپڑیوں میں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ میں کل اسی وقت سے تمہارا منتظر تھا تاکہ تمہیں بروقت حالات سے مطلع کر سکوں لیکن تم غالباً رات گئے واپس آئے۔ اس ہولناک سانحے پر شوالا اور اس کے قبیلے کے لوگ خوشی سے دیوانے ہو گئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ چونکہ یہ سانحہ تمہاری عملداری میں پیش آیا ہے اس لیے......'' فزارو نے میرے قدموں میں سر رکھ دیا۔

''ہماری بربادیاں قریب ہیں معزز سردار اب عبادت کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہمیں قربانیاں پیش کرنی ہوں گی۔ روٹھے ہوئے دیوتاؤں کو منانے کے لئے ہمیں اپنے قبیلے کے لوگوں کا خون کرنا ہوگا۔''

شوالا کے نام سے میرے جسم میں آگ سی لگنے لگی۔ مجھے لگا بے خبریں ملتی رہتی تھیں کہ وہ خود سر سردار اپنی شکست کے بعد نچلا نہیں بیٹھا ہے، ہر چند کہ وہ ابھی تک بستر علالت پر تھا اور اس کے زخم پوری طرح مندمل نہیں ہوئے تھے، میں نے سوچا۔ کیا شوالا ہی اس خوف ناک سانحے کا سبب ہے؟ نہیں نہیں۔ شوالا اقابو کی اہمیت سے واقف ہے اسے معلوم ہوگا کہ اقابلا اور کاہن اعظم سے یہ بات کیسے چھپی رہ سکتی ہے۔ پھر یقیناً، یقیناً۔ خوف کی ایک سرد لہر نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ ہاں، ہاں میں نے سر جھٹک کر خود سے کہا۔ ''بے شک یہ وہی ہے، وہ پھر آ گئی ہے۔ وہ پھر آ گئی ہے، اب نہ جانے کیا ہو، مگر اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کیا میں نے کوئی اقدام کیا تھا؟ نہیں میں نے تو اپنے عزیز دوست اور محسن سرنگا کی بیٹی کو بچانا چاہا تھا۔ میرا باطن صاف ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، وہ یہاں پھر آ گئی ہے، وہ کوئی خوف ناک طاقت معلوم ہوتی ہے، سرنگا۔ میرے ذہن میں اس کی عظمت کا ہیولا تھا۔ سرنگا وہ اتنے اطمینان اور اعتماد سے کیوں باتیں کرتا ہے لیکن شاید اسے اندازہ نہیں ہے۔ یہ ان کی سرزمین ہے، اس نے اقابلا کا قصر اس کا جلال، اس کی شان و شوکت نہیں دیکھی، یہ سب میں نے دیکھا ہے، میں یہ کیسے تسلیم کر سکتا ہوں کہ سرنگا جو کچھ سوچ رہا ہے وہ درست ہے، یہاں چوں و چرا کا کیا محل ہے وہ طوفانوں سے کھیل رہا ہے۔ کیا وہ پاگل ہو گیا ہے؟ یہ کیسا اعتماد ہے؟ کیا ہے اس کے ذہن میں؟ ہاں اس نے ایک بار کہا تھا کہ اس کے ذہن میں واپسی کا خیال ہے یعنی ہم لوگ دوبارہ اپنی متمدن دنیا سے مل سکتے ہیں، یہ کیسا احمقانہ اور طفلانہ خیال ہے۔ سمندر کتنا ہے

ہر طرف پُراسرار آنکھیں نصب ہیں، کوئی سہارا نہیں، ہمارے بازو شل ہیں، بلائیں ہمارے تعاقب میں گامزن ہیں، ہم کیسے واپس جا سکتے ہیں؟ سرنگا واقعی پاگل ہو گیا ہے۔ میرے دل و دماغ میں اپنے مفرور قیدی دوست کے بارے میں ہیجان برپا تھا۔ دن چڑھے میری جھونپڑی کے باہر قبیلے کے بے شمار افراد جمع ہو گئے۔ ان کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے باہر نکل کر ایک اونچی جگہ سے انہیں خطاب کیا۔ میں نے کہا۔ ''میرے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے ہماری عظیم ملکہ مقدس اقابلا کے محافظ دستے کے ایک سپاہی اقابو کو بری نگاہ سے دیکھا ہے۔''

''کوئی نہیں، کوئی نہیں۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''کیا تم جانتے ہو کہ یہ سب کیوں ہوا ہے؟ کیا تمہیں صحیح حالات کا علم ہے؟ کیا تم یہ افسوس ناک واقعہ سننے اور دیکھنے کے منتظر تھے؟''

''نہیں۔ نہیں!''

''کیا اس قبیلے میں نیکی دوسروں کے کام آنے، خیر قربانی اور ایثار کی تعلیم نہیں دی جاتی؟''

''ہم اپنے معزز سردار کے ممنون ہیں۔''

''پھر تمہارے خوف کی کیا وجہ ہے۔ تم اپنی زندگی کے معمولات جاری رکھو۔ ابھی قربانی کا وقت نہیں آیا ہے۔ ایسی کوئی بات ہو گی تو سب سے پہلے میں قربانی پیش کروں گا۔''

''ہمارے معزز سردار پر جارا کا کی مقدس روح کا سایہ ہے۔ اس کی عظمتوں میں اضافہ ہو۔'' ایک ساتھ بہت سی آوازیں گونجیں۔

''جاؤ اپنے گھروں کو سدھارو۔ دیوتاؤں سے رحم کی بھیک مانگو۔ انہیں خوش رکھو اور خود خوش رہو۔'' میں نے انہیں منتشر کر دیا۔ صرف فزارو میرے پاس رہ گیا۔ میں فزارو کو چھوڑ کر جھونپڑی میں آ گیا۔ مجھے تخلیہ درکار تھا۔ اشتار ابھی تک غائب تھی۔ سب سے پہلے مجھے اس کا سراغ لگانا تھا اور فی الوقت اس کی صرف ایک تدبیر میرے پاس تھی۔ میں نے گلے میں لٹکی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی دونوں ہتھیلیوں میں لے کر اپنے چہرے کے سامنے کی اور اشتار کا تصور کر کے دل ہی دل میں اس کے سراغ کا طالب ہوا۔ میں کافی دیر تک کھوپڑی تھامے رہا لیکن میرا خالی ذہن کسی جواب سے منور نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھ دکھنے لگے کھوپڑی کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے کاہن اعظم صموراں کی مالا سے مدد چاہی مگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاید میں عمل میں کوئی غلطی کر رہا تھا' کچھ بھول رہا تھا۔ آخر میں نے اشتار کے سکھائے ہوئے تمام پُراسرار علوم آزمائے، وہ بھی میری کوئی مدد نہ کر سکے۔ میں مایوسی سے پیال کے بستر پر بے سُدھ گر پڑا۔ صرف ایک بات کی مسرت تھی کہ سرینا ڈاکٹر جواد کی ہوس کے ہاتھوں برباد ہونے سے بچ گئی۔ سرنگا کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ پھر ایک طویل مدت کے لئے عتاب سے دوچار ہو چکا ہو گا، ممکن ہے بدبختی کے اس تسلسل نے اسے جان سے مار ڈالا ہو۔ اس خیال نے میری رگوں میں تہلکہ مچا دیا۔ مجھے ناقابل بیان اندیشے لاحق ہو گئے۔ اقابلا سے کل ایک اطمینان بخش گفتگو ہوئی تھی مگر اس گفتگو میں یہ تازہ واقعہ شامل نہیں تھا۔ پتہ نہیں اس واقعے کے بعد اس کا ردعمل کیا ہو گا۔ میرے جزیرہ بامگان جانے کے لئے اس نے کسی وقت کا تعین بھی نہیں کیا۔ ان تمام وسوسوں میں صرف ایک خیال سے تقویت ہوئی کہ اقابلا کا تصور کرو چاہے موت آ جائے۔ ایسے حالات میں، میں اپنے دوست سرنگا کو دیکھنے نہیں جا سکتا تھا۔ آج ترام ہوتی تو میں کاہن اعظم کے قریب ہوتا اور بہت سی گتھیاں خود بخود سلجھ گئی ہوتیں، ترام

اور سورال کے ساتھ ہی مجھے جمرال کا خیال آیا۔

جمرال کا خیال آتے ہی میرے ذہن میں اُمید کا ستارہ روشن ہو گیا۔ کچھ کرنے ہی سے کچھ ہوگا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے انتشار بڑھے گا۔ مجھے متحرک اور مستعد رہنا چاہئے۔

میں نے اپنے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی مالا درست کی اور جھونپڑی سے باہر نکلا۔ فزارو ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ احتراماً کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے قریب بیٹھ کر اس سے اُس جھونپڑی کا پتہ معلوم کیا جہاں ڈاکٹر جواد کو بے ہوشی کی حالت میں لے جایا گیا تھا۔ پھر میں فزارو کو واپس جانے کا حکم دے کر خود اُس جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔

میرا اندازہ درست تھا۔ جھونپڑی کے باہر ایک اور اقا بو تعینات تھا۔

اس سے میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد آسانی سے یہ بات معلوم کر لی کہ کاہن اعظم اندر جھونپڑی میں ڈاکٹر جواد کے پاس موجود ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کل سے اس علاقے میں ہے۔ میں نے سوچا ایک سردار کی حیثیت سے میں اندر جا سکتا ہوں یہ کوئی غلط قدم نہ ہوگا۔ اس طرح میں کاہن اعظم کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کر سکتا ہوں، میں جرات کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد ایک کونے میں بے ہوش پڑا تھا اور سورال اُس پر جھکا ہوا کسی زبردست عمل میں مصروف تھا۔ اس نے میری آمد کا کوئی تاثر قبول نہیں کیا چنانچہ میں جیسے گیا تھا ویسے ہی واپس آ گیا۔ موقع بہت مناسب تھا۔ میں تیزی سے سورال کے غار کی طرف روانہ ہوا حالانکہ سورال تحت لفظوں میں مجھ پر وہاں جانے کی پابندی عائد کر چکا تھا لیکن اس تاریکی میں مجھے بہر حال اپنے لیے ایک آدمی ہموار کرنا تھا۔ میرا دوست سرنگانہ رہا، سورال نہ رہا، اشار چلی گئی، ترام مر گئی۔ اب جمرال ہی رہ جاتا تھا۔ راستے بھر طرح طرح کے اندیشے میرا دماغ پراگندہ کرتے رہے میں تین مرتبہ غار کے دہانے پر پہنچ کر لوٹ آیا۔ آخر چوتھی بار میں نے ہمت کی اور اشار کے سکھائے ہوئے کچھ کلمات پڑھتا ہوا غار میں داخل ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کاہن اعظم کی ممانعت کے بعد غار میں میرا داخلہ ایک بڑا جرم ہے لیکن میں کسی سازش یا جرم کے تحت یہاں نہیں آیا تھا۔ میں جمرال سے قربت چاہتا تھا اور اسے کسی کے خلاف استعمال کرنا بھی نہیں چاہتا تھا صرف چند اندھیرے دُور کرنے کے لئے مجھے کسی شخص کے سہارے کی ضرورت تھی۔ جمرال، کاہن اعظم سورال کا نوعمر ذہین لڑکا اپنے کمرے میں عبادت کر رہا تھا۔ آہٹ سن کر وہ چونکا، پھر جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اس طرح چیخ مار کر اُٹھا اور ایک طرف سمٹ گیا۔

جمرال کے ہاتھوں میں لوہے کی ایک سلاخ تھی، جو اس نے اپنے سینے کے ساتھ دبکا لی تھی، وہ مجھ سے کچھ چھپا رہا تھا۔ اس کے اس رویے نے مجھے تذبذب میں مبتلا کر دیا۔ اس کی آنکھیں اس طرح پھٹی ہوئی تھیں، جیسے میں کوئی خوف ناک درندہ ہوں اور ابھی اسے پھاڑ کھاؤں گا۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کی۔ ''جمرال! مجھے پہچانا نہیں کیا؟ میں ہوں جابر بن یوسف، تمہارا دوست۔''

''تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ معزز سردار!'' جمرال نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''میں بڑی اُلجھنوں میں گرفتار ہوں میرے دوست اذیت میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے۔ صرف تمہاری دوستی کا اعتماد چاہتا ہوں، اتنے سنگ دل نہ ہو آخر ہم نے کچھ دن ساتھ گزارے ہیں، کیا تم بھی مجھے دھتکار دو گے؟ میں کسی سازش کے تحت تمہارے

پاس نہیں آیا ہوں، ایک اجنبی جزیرہ توری پر کیا سازش کر سکتا ہے؟ وہ تو ہمدردوں اور ہمدردیوں کا طالب ہوگا۔" میری پلکیں بھیگ گئیں۔

''میں مجبور ہوں سیدی!'' جمرال پچھلا اور پیچھے ہٹ گیا۔ ''میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ دیر نہ کرو فوراً چلے جاؤ۔ دیوتا بھی چاہتے ہیں۔''

''دیوتاؤں کا نام نہ لو'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''تم ابھی بچے ہو، مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہ سبق کس نے پڑھایا ہے، میں کاہن اعظم کا دل سے احترام کرتا ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس گستاخی کی بنا پر مجھ سے کھنچا کھنچا رہتا ہے بہرحال تم اتنے خوف زدہ ہو تو میں جا رہا ہوں، لیکن یاد رکھنا تم نے رشتوں کا خیال نہیں کیا، ممکن ہے کسی روز تمہیں اپنے رویے پر ندامت ہو، میں تمہاری مرحوم بہن کا شوہر ہوں، میں کوئی ایسا برا شخص نہیں ہوں جس سے تمہاری بہن کے مرنے کے بعد تمام رشتے ٹوٹ جائیں۔'' مجھے احساس ہو گیا تھا کہ جمرال کچھ نہیں بتائے گا اس لیے میں سرعت سے غار کے باہر آ گیا۔ جمرال کے پاس میرا مزید رکنا قطعی فضول تھا۔ اس لڑکے کی تربیت بہت سخت ہوئی تھی اور وہ اپنے ذی مرتبت باپ کا بے حد فرماں بردار فرزند تھا۔

مجھے شدید تنہائی محسوس ہو رہی تھی، جمرال کے سلوک نے اور دل گرفتہ کر دیا تھا۔ مجھ سے واپس نہیں ہوا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا کہ نڈھال ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر ہو گئی میں واقعات و حادثات کی کڑیاں ملاتا ہوا او گھنے لگا۔ کچھ دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو کچھ سکون محسوس ہوا۔ میں نے دوبارہ ذہن سے وحشتیں جھٹکیں مایوسی، اداسی کے جذبات جو بار بار مجھ پر طاری ہو جاتے تھے انہیں دور کیا اور ایک عزم کے ساتھ آبادی کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے قدم دوبارہ ڈاکٹر جواد کی جھونپڑی کی طرف تھے۔ اس بار کاہن اعظم سورال سے میں دوٹوک گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اقابو نے میرا راستہ چھوڑ دیا۔ اندر پہنچتے ہی میں سکتے میں رہ گیا۔ میری گنہگار آنکھوں نے ایک لرزہ خیز منظر دیکھا۔ ڈاکٹر جواد ایک چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پیٹ میں دائیں پسلی کی طرف کسی دھات کی بنی ہوئی ایک نلکی چھرے کی طرح پیوست تھی، تقریباً ڈیڑھ گز لمبی نلکی کا دوسرا سرا دھات کے ایک بڑے تسلے سے منسلک تھا اور نلکی کے سوراخ سے ڈاکٹر جواد کا خون قطرہ قطرہ کر کے تسلے میں جمع ہوتا جا رہا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ خون کا رنگ بالکل سیاہ تھا مگر ڈاکٹر جواد کی جلد بدستور گندمی تھی، کاہن اعظم سورال جارا کا کی کھوپڑی ایک چراغ کے سامنے رکھ کر کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کی نگاہیں تسلے میں گرنے والے خون کے قطروں پر گڑی ہوئی تھیں، اس کام میں وہ اتنا منہمک تھا کہ اسے میری آمد کا احساس تک نہیں ہوا یا ممکن ہے اس نے مجھ جیسے بے ضرر آدمی کی موجودگی کی کوئی اہمیت نہ دینا چاہی ہو۔

جب سے ہم نے اس پراسرار علاقے میں قدم رکھا تھا۔ ہماری آنکھیں اس قسم کے واقعات کے عادی ہو گئی تھیں۔ کوئی اگر یہ کہتا کہ زمین الٹی ہو گئی ہے اور ہم سب آسمان میں لوٹ گئے ہیں تو شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کالے علم کے بھیانک واقعات، جادو اور دیوتاؤں کے نام سے وجود میں آنے والے کرشمے، ہر چیز عجیب تھی، ہر بار ایک نئے واقعے کا تجربہ ہوا تھا۔ ذہن اب آسانی سے انہونی باتیں قبول کر لیتا تھا پھر بھی متاثر تو ضرور ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جواد کی حیرت انگیز حالت دیکھ کر میں سرتاپا لرز گیا اور سورال کے کام میں خلل انداز ہوئے بغیر ایک کونے میں دبک کر کھڑا ہو گیا۔

میں محویت کے عالم میں کھڑا تھا کہ اشتار یاد آنے لگی۔ کاہن اعظم سے اس کے بارے میں کچھ پوچھنا بے کار تھا کیونکہ اشتار کا میرے پاس آنا صیغۂ راز میں تھا۔ سورال کے فارغ ہونے کے بعد میں سریتا اور سرنگا کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ گفتگو کا آغاز کرنے کے لیے میں

اس سے چند ہدایتیں لینے کا اصرار ضرور کرسکتا تھا اور جزیرہ باگمان جانے کے متعلق اس سے بات چیت کرسکتا تھا ویسے اُصولاً ایک سردار کی حیثیت سے سوراں کو مجھ سے اتنی بے اعتنائی نہ برتنی چاہئے تھی، سانحہ چونکہ میرے علاقے میں پیش آیا تھا اس لیے اسے مجھے اس واردات کی باضابطہ اطلاع دینی چاہئے تھی اور اس کے پس منظر سے واقف رکھنا چاہئے تھا۔ میں بے تابی سے کاہن اعظم کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن آج فارغ ہونے کے آثار ہی نظر نہیں آتے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ سرنگا کی دیوی کے جار سے آزاد ہو جانے کے بعد کاہن اعظم کی حالت غیر ہوگئی تھی اس کی دوبارہ آمد نے یقیناً تاریک براعظم کے حکمرانوں کو ہلا دیا ہوگا۔ اس لیے کل سے سوراں اتنے انہماک سے مصروف ہے۔ بہت دیر بعد ڈاکٹر جواد کا تمام خون تسلے میں جمع ہو گیا۔ میں نے غور سے دیکھا۔ اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس کی کھال ہڈیوں کے ڈھانچے پر چست ہو چکی تھی، اس کے سانس کی رفتار بے حد سست تھی اور وہ چند لمحوں کا مہمان نظر آتا تھا۔

کاہن اعظم کے لب ساکت ہوئے۔ اُدھر چراغ کی لو سے جارا کا کی کھوپڑی سیاہ ہو گئی تھی۔ سوراں نے آہستہ سے کھوپڑی اُٹھائی اور اسے تسلے میں رکھے ہوئے خون میں ڈبو کر فوراً باہر نکال لیا۔ کھوپڑی سے سیاہ خون ٹپک رہا تھا۔ کاہن اعظم نے اسے اپنے گلے کے ایک کڑے سے پیوست کیا اور جھک کر سیاہ خون سے بھرا ہوا تسلا آہستگی سے نلکی کے نیچے سے ہٹا لیا مگر نلکی ڈاکٹر جواد کے جسم میں پیوست رہنے دی، اس کے بعد کاہن اعظم سوراں تسلا ہاتھ میں لیے اتنی تیزی کے ساتھ جھونپڑی سے باہر نکل گیا کہ میں اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی مہلت ہی نہ پا سکا۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ میرے نکلتے ہی اقابو جم کر پھر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ کاہن اعظم کسی پاگل کی طرح خون کا تسلا ہاتھ میں لیے اپنی پوری رفتار سے چلا جا رہا تھا اسے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ تیز تیز قدم اُٹھانے کی وجہ سے اس کی چال خاصی مضحکہ خیز ہو گئی تھی، میں نے اسے اس طرح بے وقاری سے چلتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ قبیلے کے جن افراد نے سوراں اور اس کے پیچھے مجھے تقریباً بھاگتے ہوئے دیکھا وہ ایک طرف ہٹ کر مودب کھڑے ہو گئے۔ سوراں آبادی کی حدود سے نکل کر اپنے غار کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں کئی ایسے سنسان مقامات پڑتے تھے جہاں میں اسے روک کر اس سے تنہائی میں بات کرسکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ اسے اس وقت چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ شام ہو چلی تھی اور میرا جسم دن بھر کی تگ و دو کے بعد نڈھال ہو گیا تھا۔ میں پریشان حال اپنی جھونپڑی کا رخ کرنے پر مجبور ہو گیا۔

میرا خیال تھا رات کے کسی حصے میں اشارا آجائے گی لیکن اس رات خاصا وقت گزر جانے کے بعد بھی اشارا نہیں آئی۔ میں نے خود کو دلاسا دیا کہ ایسے وقت جب سلطنت اقابلا کا ہر شخص پُراسرار دیوی کے تعاقب میں سرگرداں ہوگا اشارا کیسے میرے پاس رو سکتی تھی؟ ممکن ہے اسے اقابلا نے طلب کرلیا ہو یا پھر چونکہ وہ مجھ سے کچھ چھپانا چاہتی تھی، اس لیے شاید میرے اصرار و استفسار سے بچنے کے لئے وہ میرے پاس نہ ٹھہری ہو، شاید میں ایک اجنبی ہونے کی حیثیت سے اس علاقے میں ابھی تک ایک نامعتبر شخص ہوں، مجھے کھلونا بنانے کے لئے سرداری کے اعزاز سے نوازا گیا، مگر نہیں، مجھے بدگمانی نہیں کرنی چاہئے، سرداری ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اقابلا نے مجھے غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ کالی طاقتوں کے تمام راز مجھ پر کیسے آشکار ہو جائیں؟ میں یقیناً کسی طویل مدہوشی اور فریب کاری کا شکار نہیں ہوں کوئی شبہ نہیں میرے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ سرنگا معتوب ہو چکا ہے۔ سرینا آوارہ روحوں کی طرح اِدھر اُدھر اڑ رہی ہے، تمام تحفظ تمام اعزازات مجھے حاصل ہوئے ہیں۔

دھلتی رات کا عمل ہوگا کہ اچانک کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ گہری تاریکی میں ایک ہیولا نظر آیا۔ یہ اشمار ہرگز نہیں ہو سکتی تھی اس کے آنے کا طریقہ کار یہ نہیں تھا۔ وہ آتی نہیں تھی، نمودار ہوتی تھی۔ میرے قبیلے کے کسی فرد کو فرزادو سمیت یہ مجال نہ تھی کہ وہ اس طرح رات گئے اپنے سردار کی خلوت میں آتا۔ تو کہیں سرنگا تو نہیں آیا؟ یہ کیسے ممکن ہے، وہ غریب تو جارا کا کا کے عتاب کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہے اور پھر دروازے میں نظر آنے والے ہیولے کا قد سرنگا کے قد سے مختلف ہے، پھر یہ کون ہو سکتا ہے؟ میں نے اپنا منجز گرفت میں لیا اور جارا کا کا کی کھوپڑی سنبھال لی اور حلق سے چیخا۔ ''کون؟''

بچے جیسے قد و قامت کا وہ ہیولا کوئی جواب دیے بغیر پھرتی سے میری طرف لپکا۔ میں یک بیک کھڑا ہو گیا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی اور سوراں کی مالا پر میری گرفت مضبوط ہو گئی۔ میں نے پھر آواز بلند دریافت کیا۔ ''کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟''

''سیدی جابر!''

میں ششدر رہ گیا۔ یہ جمرال کی آواز تھی۔ ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ ممکن ہے کابن اعظم کو اس کی غیر موجودگی میں میرے پہنچنے کا علم ہو گیا ہو اس نے طیش میں آکر جمرال کو گھر سے نکال دیا ہو لیکن اس میں جمرال کا کیا قصور؟ بہر حال میں نے کہا۔ ''خوش آمدید جمرال!'' میں نے جھک کر غیر ارادی طور پر پیال کا بستر اٹھایا اور اسے جھاڑ کر دوبارہ بچھاتے ہوئے کہا۔ ''آؤ آؤ عزیز من جمرال! از بے نصیب میں خود جلد از جلد تم سے ملنے کا متمنی تھا، مجھے تم سے معافی مانگنی تھی، آج شاید میں نے تمہیں ناراض کر دیا تھا۔ دراصل اس وقت میں بے حد پریشان تھا ورنہ وہاں بے اجازت پہنچ کر مقدس کابن کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوتا۔ خیر آؤ کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ۔''

میں نے ہاتھ پکڑ کر جمرال کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا لیکن اس کے لہجے سے گھبراہٹ نمایاں تھی، وہ بہت عجلت میں معلوم ہو رہا تھا۔ اندازاً وہ کوئی دس منٹ وہاں ٹھہرا۔ اس عرصے میں میں نے اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہا لیکن وہ میری کسی بات کا جواب دینے پر آمادہ نہیں تھا بلکہ اسے میری باتوں کے جوابات کا غالباً علم ہی نہیں تھا۔ اس نے کچھ پڑھ کر ایک حصار کھینچا تاکہ جھونپڑی میں ہونے والی گفتگو جزیرے کی پُراسرار طاقتوں پر افشا نہ ہونے پائے پھر اس نے جلدی جلدی ایک عجیب بات بتائی۔ اس نے کہا۔

''معزز سردار! زارے تم سے ملنا چاہتا ہے۔''

''زارے! یہ کون ہے؟ میں اسے نہیں جانتا۔''

''یہ تمہارے معاصر شوالا کا نائب ہے۔ تم نے یقیناً اسے دیکھا ہوگا۔ قبیلے کے برگزیدہ اشخاص میں سے ہے کابن اعظم کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کالے جادو اور دیگر علوم میں ان کا شاگرد ہے۔ مجھ سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتا ہے، وہ جزیرے کا واحد شخص ہے جس سے میں کسی حد تک بے تکلف ہوں۔ زارے بہت نیک طینت اور صلح پسند آدمی ہے وہ تم سے متاثر ہے اور اس کا خیال ہے کہ اگر اسے تمہاری رفاقت میسر آجائے تو وہ جزیرے کے مقبول آدمیوں میں شمار ہونے لگے گا۔ تم نے اپنے علاقے میں جو اصلاحات کی ہیں اس سے شوالا کے نائبین بہت متاثر ہیں۔ شوالا ایک جارح شخص کی حیثیت سے مشہور ہے اس لیے زارے اسے چھوڑ کر تمہارے پاس آنا چاہتا ہے۔ میں فی الحال تمہاری کوئی اور مدد نہیں

کر سکتا اور نہ ہی وعدے کر سکتا ہوں۔ سیدی جابر! یہ علاقہ اجنبیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کیونکہ جب بھی اجنبی آتے ہیں، یہاں کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ ان دنوں بھی یہاں زبردست کشمکش جاری ہے۔ ہر طرف افسوں کی گرم بازاری ہے میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکتا لیکن میرے محترم سردار! پھونک پھونک کر قدم اٹھانا۔ دیوتا تمہیں اپنی امان میں رکھیں، تم زارے کو اپنے گروہ میں شامل کر کے اور اُسے شوالا سے جدا کر کے یقیناً فائدے میں رہو گے۔ تمہارے قبیلے میں اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ ملنے کی غایت تم اسی سے سننا۔ کاہن اعظم اس وقت دور سمندر کے کنارے کسی عمل میں ہمہ تن اور ہمہ حواس مصروف ہے۔ میں موقع غنیمت جان کر صرف یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ کل رات عین اسی وقت زارے یہاں وارد ہوگا۔ کسی تذبذب اور شک میں مبتلا نہ ہونا۔ میری ذمے داری اور سفارش پر فراخ دلی سے اُس کی پذیرائی کرنا اور سکون سے اس کی بات سننا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یاد رکھنا کل اسی وقت اور ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے کہ تم کسی کے سامنے اس بات کی تکرار نہیں کرو گے۔"

نوعمر جمرال آناً فاناً جھونپڑی سے باہر نکل گیا مگر مجھے شدید اذیت میں مبتلا کر گیا۔ صبح اس نے بہت ناروا سلوک کیا تھا اور اس وقت وہ خود میرے گھر چلا آیا تھا۔ یہ بھول بھلیاں، یہ معمے میری فہم سے بالا تھے۔

ابھی صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری جھونپڑی پر پھر دستک ہوئی۔ جمرال کے بعد اس وقت کون آ سکتا ہے؟ یقیناً کوئی اہم واقعہ رونما ہو گیا ہے۔ میں بے چینی سے اٹھا اور میں نے دروازے کے قریب جا کر آواز دی۔ "کون ہے؟"

"دروازہ کھولو سردار! میں سمورال ہوں۔"

سمورال! کاہن اعظم؟ مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور اس کے اندر آتے ہی سوال کیا۔

"کاہن اعظم اس وقت کیسے؟ کیا میری کسی خدمت کی ضرورت پڑ گئی ہے؟"

"نہیں۔" اس کے لہجے سے بے نیازی ٹپک رہی تھی۔ "جابر بن یوسف! مقدس اقابلا نے تمہیں جزیرہ باگمان کے لئے روانگی کا حکم دیا تھا۔"

"مجھے مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔"

"سیدی جابر!" اچانک سمورال درشت لہجے میں بولا۔ "خود کو پہچاننے کی کوشش کرو۔"

"میں سمجھا نہیں عظیم سمورال؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہیں جزیرہ باگمان اسی وقت روانہ ہونا پڑے گا۔" سمورال نے بے دلی سے کہا۔

"کیا مقدس اقابلا کو میری روانگی میں تاخیر گراں گزری ہے؟" میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ "مگر میں جزیرہ باگمان کس طرح جاتا؟ کسی رہنمائی کے بغیر۔"

"تم بحث کیوں کرتے ہو؟ یہ ایک بُری علامت ہے۔" سمورال تلملا کر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں سمندر تک چھوڑ آؤں۔"

میں کوئی جواب دینے کے بجائے خاموشی سے سمورال کے ساتھ ہولیا۔ سمورال کا لب ولہجہ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی آتش فشاں کی طرح سلگ رہا ہے۔ ترام کی موت پر میں اس کی کیفیت دیکھ چکا تھا۔ اس کی حالت کسی ایسی ٹھہری ہوئی لہر سے مختلف نہ تھی، جس

کے پہلو میں ہزاروں طوفان پوشیدہ ہوں۔ وہ ایک ناقابلِ حل معمہ تھا۔ وہ اپنے خیالات میں گم جنگلوں سے گزر رہا تھا۔ صبح ہو رہی تھی۔ سارا جنگل چہچہا رہا تھا۔ میں رات کو یوں بھی خاصی دیر تک جاگتا رہا تھا۔ اب صبح کاذب کے وقت وہ آ دھمکا۔ یہ خیال میرے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ آخر سورال نے یہ وقت کیوں منتخب کیا؟ کیا اسے ہمرال سے ہونے والی گفتگو کا علم ہو چکا ہے؟ جنگلوں سے گزرنے کے بعد سورال نے اپنا رُخ ساحلی چٹانوں کی طرف موڑ دیا۔ چٹانوں کے سلسلے کے درمیان ایک جگہ وہ نشیب میں اترنے لگا۔ راستے اس قدر پُر پیچ اور دشوار تھے کہ میرا انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ پھر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک گلی نما کٹا پھٹا ساحل نظر آ رہا تھا۔ وہیں مجھے ایک کشتی نظر آئی۔

''یہ کشتی تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دے گی۔''

''مقدس اقابلا پر دیوتا سایہ فگن رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنی منزل سے کامران لوٹوں گا۔''

سورال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ہمت کر کے پوچھا۔ ''کیا کاہن اعظم مجھے یہ بتانا پسند کرے گا کہ جزیرہ ہاگمان میں مجھے کس قسم کی تربیت حاصل کرنی ہوگی؟'' میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

''دیوتا جانتے ہیں۔'' سورال نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ میں چپ ہو گیا۔ میں نے نظریں نیچی کر کے اس کشتی کی طرف دیکھا اس پر سفر کا کوئی سامان نہیں تھا۔ یہ ایک معمولی درجے کی کشتی تھی۔ ''جزیرہ ہاگمان کا سفر کتنا طویل ہے؟ میری راہنمائی کون کرے گا؟''

''دیوتا تمہاری رہنمائی کرے گا۔ تم ایک ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔'' سورال نے مختصر جواب دیا۔

''میرے لیے کوئی اور ہدایت ہے..... کوئی حکم؟''

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ اسرار کی زمین ہے۔ یہ طلسم خانہ تمہاری دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں تمہیں قسمت لے آئی ہے تو یہاں کی دنیا میں گم ہو جاؤ۔ سوال کرنا بند کرو۔ نتائج کا انتظار کیا کرو اور انہیں تسلیم کرنے کی عادت ڈالو۔ تمہیں مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل ہے۔ یہ اعزاز قائم رکھنے کی کوشش کرو۔ ذہانت اور طاقت ہی دو خوبیاں ہیں جو تمہیں دوسروں سے ممتاز کر سکتی ہیں۔''

''میرے محسن کاہن اعظم کے مشورے میرے لیے شمع ہدایت ہیں۔ کیا جزیرہ ہاگمان کی حدود میں داخل ہونے کے بعد بھی میں مقدس سورال کو اپنی رہبری کے لیے کسی وقت یاد کر سکتا ہوں۔'' میں نے سورال کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے دریافت کیا۔

''حالات پر منحصر ہے۔'' سورال نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ پھر تیزی سے گھوما اور تیز تیز قدم اٹھاتا چٹانوں کے سلسلوں میں گم ہو گیا۔ میں چند لمحے اپنی جگہ کھڑا حالات پر غور کرتا رہا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں کاہن اعظم مجھے کوئی فریب تو نہیں دے رہا ہے؟ ایسے وقت میں اس کا جھونپڑی کے دروازے پر دستک دینا اور اس ویران مقام پر ایک کشتی میں تنہا چھوڑ دینے کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس کے اکھڑے اکھڑے لہجے سے بیزاری مترشح تھی۔ ممکن ہے وہ جزیرہ توری میں ان ہنگاموں کی بنیاد مجھے سمجھتا ہو؟ اسے ہمرال کے میرے پاس آنے کی خبر تو نہیں ہو گئی؟ میں تھوڑی دیر تک کھڑا ہوا سوچتا رہا مگر جزیرہ توری کا اتنا بڑا شخص مجھ سے دھوکا نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے مقدس اقابلا کا نام لیا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں سنبھالی اور سیڑھیوں سے اترتا ہوا کشتی میں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کشتی خود بخود چلنے لگی۔ اس کی سمت متعین ہو گئی

اور میں حیرت سے اس معمولی کشتی کا کرشمہ دیکھنے لگا۔ کشتی تیز رفتاری سے سمندر کے بیچ میں آچکی تھی۔ میں آرام سے لیٹ گیا۔ کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے مجھے اپنا پچھلا دردناک سفر یاد آ گیا۔ حسین فلورا، سرنگا، سریتا، توما، ڈاکٹر جواد، مصری تاجر شیخ کمال، یہودی، وہ سب لوگ یاد آ گئے جو ایک بڑے عذاب سے دوچار ہو گئے تھے۔ آہ یہ وہی سمندر تھا جہاں سے میرے گھر میرے وطن کو راستہ جاتا تھا لیکن میں وہاں جانے کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا۔ کشتی چلتی رہی۔ میں سمندر کے پانی سے کھیلتا اور سوتا رہا۔ میرے کھانے کا انتظام خود بخود ہو جاتا تھا۔ شاید میرے ساتھ کچھ نادیدہ مسافر بھی سفر کر رہے تھے جو کشتی چلانے کا کام بھی کر رہے تھے۔ ساتویں رات کشتی ایک کنارے پر جا کر لگ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ میری منزل آ گئی ہے۔ چار سو تاریکی تھی۔ زبردست اندھیرے نے سارا جزیرہ لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ وہاں عجیب سیلن اور بدبو تھی۔ میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اندھیرے میں چلنا اور پھر نامانوس راستوں پر —— میری حالت کسی اندھے کی سی تھی۔ آخر ایک جگہ میرا سر ٹکرایا۔ وہ کوئی درخت تھا۔ میں مبہم امیدوں کے سہارے راستہ ٹٹولتا ہوا آگے ہی بڑھتا رہا لیکن چند قدم چلنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آگے بڑھنا سخت مشکل ہے۔ ہر طرف جھاڑ جھنکار ہیں اور درخت راستے میں پڑے ہوئے ہیں۔ صبح کا انتظار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے صبح کے انتظار میں اس ویران مقام پر رات گزار دی۔ مگر یہ ایک طویل رات تھی جو گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے میرے اعصاب شل ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی دو دن کا وقفہ تھا جو میں نے ایک رات سمجھ کر گزارا تھا۔ وہ رات ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔ اکتا کر میں کشتی کی طرف گیا مگر کشتی بھی وہاں موجود نہیں تھی۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنے دونوں سہاروں سے کام لینا چاہئے۔ کاہن اعظم کی مالا اور جارا کا کی کھوپڑی۔ میں نے اشارکا سکھایا ہوا ایک عمل پڑھ کر مالا ہاتھ میں لے لی۔ اچانک روشنی کی ایک تیز باریک لکیر اندھیرے میں نمودار ہوئی۔ میں گھبرا کر رک گیا۔ غور کیا تو پتہ چلا کہ روشنی کی وہ لکیر کسی چھوٹی ٹارچ سے مشابہ تھی اور میرے ہاتھ میں پڑی ہوئی مالا کے ایک دانے سے پھوٹ رہی تھی۔ سرنگا نے مجھے بتایا تھا کہ سورال کی عطا کردہ مالا حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔ مجھے ایک پل کے لئے اسے اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کرنا چاہئے۔ اسی مالا کے لیے اہالیش نے سازش کی تھی۔ غرضیکہ اندھیرے میں روشنی کی وہ باریک لکیر جس کا دائرہ محدود تھا۔ میرے لیے حیرت انگیز ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ تقویت کا باعث بھی تھی۔ میں نے اس روشنی میں سامنے کی جانب دیکھا۔ راستہ آگے سے تنگ نظر آیا۔ اندھیرے میں سفر جاری رکھنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میں نے اس روشنی کی معاونت سے اپنا سفر جاری رکھا۔ راستہ کئی جگہ بہت تنگ ہو گیا۔ وہاں جگہ جگہ چٹانیں تھیں۔ ایک مقام پر تو مجھے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آگے بڑھنا پڑا۔ یہ کیفیت کئی ساعت تک برقرار رہی۔ پھر مجھے رک جانا پڑا۔ آگے جا کر زمین کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا غالباً وہاں کوئی گہرا کھڈ اتھا۔ میں نے ناہموار زمین پر لیٹ کر آگے رینگنا شروع کر دیا۔ آگے سر نکال کر روشنی کی لکیر نیچے ڈالی تو دل لرز کر رہ گیا۔ نیچے تقریباً بیس فٹ نشیب میں پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا، جس سے میں اپنا سفر جاری رکھتا۔ میری تگ و دو رائیگاں جا رہی تھی۔ میں چند لمحوں تک نشیب میں جمع پانی دیکھتا رہا۔ پھر رینگ کر کوئی دو گز پیچھے ہٹا اور نشیب کی جانب دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں کسی طلسمی جال کا اسیر ہو چکا تھا۔ پشت کا راستہ جس سے گزر کر میں آیا تھا مکمل طور پر بند ہو چکا تھا اس نشیب میں چھلانگ لگانے اور اس طرح اسے عبور کرنے کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میں دیر تک خود کو تیار کرتا رہا۔ ٹھہرا رہا لیکن اب تو پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے اسے پہلی آزمائش سمجھ کر بے دریغ پانی میں چھلانگ لگا دی۔

پانی بے حد سرد تھا، بے حد بدبودار لیکن ایسے موقعوں پر حسِ جمال کا کس نے خیال رکھا ہے۔ اس سرد پانی سے تیرتے ہوئے گزر کر میں دوسری سمت کے ڈھلواں کی طرف آ گیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ میں اپنا وہ اذیت ناک سفر بہت اختصار سے اور کسی قدر سرسری بیان کر رہا ہوں۔ بہرحال میں شدید مشقت کے بعد دوسری طرف اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اوپر جاتے ہی جسم چھلنے اور بے پناہ تھک جانے کی وجہ سے میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ میرا جسم گیلا تھا اور ابھی تک بدستور اندھیرا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے میں ایک ویران اور سنسان مقام پر بے سہارا پڑا ہوا تھا۔ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ ایک مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر...... اس کے جسم سے غلاظت لتھڑی ہوئی تھی ہر طرف اندھیرا تھا۔ موت اس کے چاروں طرف رقص کر رہی تھی اور زندگی کے لیے موت سے، بہرصورت نبرد آزما ہو رہا تھا۔ آسمان پر چھوٹے چھوٹے تارے کہیں کہیں چمک رہے تھے۔

آگے کوئی میدان تھا۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا اور تاریکی تھی کچھ دیر تک میں اپنی جگہ بے سدھ پڑا رہا۔ یہ آزمائش گاہ کم حوصلہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ یہاں تو جری، متحمل مزاج، سخت جان اور بلند حوصلہ قسم کے لوگ ہی سانس لے سکتے تھے۔ اگر مجھے پہلے سے یہ علم نہ ہوتا کہ یہ مرحلہ میری مزید زندگی اور میرے سنہرے مستقبل کے لیے لازمی ہے تو میں کبھی کا حوصلہ چھوڑ دیتا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ دور میدان میں مجھے روشنی کے جھماکے نظر آئے جیسے کوئی سرچ لائٹ ہو، یا کوئی جگنو تھوڑی دیر کے لیے چمکے یا کوئی چراغ لو بڑھا کر بجھ جائے۔ اس اندھیرے میں یہ روشنیاں خوفناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ روشنیوں کی لکیریں ادھر سے اُدھر جا رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہاں کوئی آبادی ہو اور میں رات کے وقت طیارے میں بیٹھا ہوا کسی شہر کی جلتی بجھتی روشنیاں دیکھ رہا ہوں۔ احتیاطاً باب میں نے اپنا سیدھا ہاتھ جارا کا کی مقدس کھوپڑی پر رکھ لیا۔ بہت دُور تک کوئی بھی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ اچانک دائیں بائیں اور پشت سے روشنی کی دس بارہ تیز لکیریں ابھریں۔ پھر تاریکی میں غائب ہو گئیں۔ میں ایک بار پھر رُک گیا۔ اس قسم کی تیز روشنی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ روشنی کا گھپ اندھیرا میں اس طرح اچانک نمودار ہو کر غائب ہو جانا تعجب خیز تھا۔ میں کھڑا ہوا اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اندھیرے میں فلک شگاف قہقہے سنائی دیے۔ وہ میرے قریب آ گئے۔ ان کے سفید دانت اور چمکتی ہوئی آنکھیں اندھیرے میں عجیب وحشت ناک لگ رہی تھیں۔ انہوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے اپنے جسم کی تمام توانائی صرف کرتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ کچھ دیر کے لئے توقف کریں۔ وہ رک گئے اور ان میں سے ایک بولا۔ ''ہوراشو۔'' (تم کون ہو؟)

''میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں۔'' میں نے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ روشنی کی لکیروں نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ مجھے اپنی گرفت سے آزادی ملی۔ جس حبشی نے سوال کیا تھا، کسی قدر نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔ ''تم آ گئے...... تم آ گئے ہو۔ ہو، خوب مزہ رہے گا۔''

''میں یہاں بھیجا گیا ہوں، مقدس اقابلا کے حکم پر۔''

''ہم تمہارا استقبال کرتے ہیں۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''یہاں رات کتنی طویل ہوتی ہے۔ میں تم لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے مفاہمت کے لہجے میں کہا۔

''رات.....'' اس نے پھر کسی مجذوب کی طرح قہقہہ لگایا۔ ''رات۔ معزز سردار کی معلومات جزیرہ ہاگمان کے متعلق کچھ بھی نہیں، یہاں ہمیشہ رات رہتی ہے۔''

''نہیں۔'' میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

''یہ اس کا کرشمہ ہے۔ اس بزرگ و برتر ہستی کا جس کا مقدس نام اقابلا ہے۔ مقدس اقابلا نے مخصوص افراد کی تربیت کے لئے یہ جزیرہ اپنے طلسماتی نظام سے آراستہ کیا ہے۔'' تنومند حبشی کے قہقہے رک گئے تھے۔ ''اسے اندھیرے پسند ہیں۔ اندھیروں میں اس کا خیال ہے جسم کی صلاحیتیں جلا پاتی ہیں، حواس تیز اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔ اندھیرے میں انسان کے باطن کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں غیر معمولی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کا جسم منور ہو جاتا ہے۔''

''وہ عظیم ہے۔ ہم سب اس کے غلام ہیں۔'' میں نے عقیدت سے کہا اور اسے ہموار کرنے کے لئے اپنے اور اپنے قبیلے کے متعلق اطلاعات پہنچانی شروع کر دیں۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک اجنبی ہوں اور مقدس اقابلا کی نوازشوں سے سرداری کے منصب پر فائز ہو گیا ہوں۔ تو اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ کوئی سخت آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کا نام کابالو تھا۔ کابالو نے بتایا کہ اس جزیرے کے ناظم اعلیٰ کا نام لوکا سا ہے جو انتہائی سخت گیر شخصیت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں کا پابند ہے اور لغزشیں پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس سے ملنے کی خواہش کی تو کابالو معنی خیز لہجے میں بولا۔ ''لوکا سا سے تمہارا واسطہ پڑتا رہے گا۔ لوکا سا سب سے ملتا ہے۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تمہارا تعلق مہذب دنیا سے ہے۔''

مجھے اس گفتگو سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں بہت محتاط انداز میں دن گزارنے ہوں گے۔ یہ جزیرہ توری سے زیادہ خطرناک علاقہ معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔ کابالو مجھے ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا۔ کوئی آدھ گھنٹے چلنے کے بعد بولا۔ ''معزز سردار! یہاں حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ اب تم آنکھیں بند کر لو جب تک میں نہ کہوں تم اپنی آنکھیں بند رکھو گے۔ لوکا سا احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو اپنی پسند کی سزا دیتا ہے۔''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو مگر رات میں آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوگا یہاں مجھے ویسے ہی کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''یہ لوکا سا کی ہدایت ہے۔ لوکا سا اس جگہ رہتا ہے جہاں روشنیاں زیادہ ہیں۔ مقدس اقابلا کا انتخاب شک اور شبہے سے بالاتر ہے مگر تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ جزیرہ ایک تربیت گاہ ہے۔ عظیم ماورائی علوم سیکھنے کی۔'' اس نے درشتی سے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس عرصے میں کئی بار مجھے دائیں بائیں گھومنا پڑا۔ ایک بار چند پتھریلی سیڑھیوں سے نشیب میں بھی اترنا پڑا۔ میں نے اس مشکل سفر میں سختی سے آنکھیں بند رکھیں۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے ساتھ نہیں رہے۔ میں عجیب مخمصے میں پھنس گیا کہ آگے چلوں یا آنکھیں کھول دوں۔ دیر تک میں یوں ہی آگے چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ میری آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ میں نے ٹٹول کر گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف پتھروں کی دیواریں تھیں۔ میں نے ٹٹول کر وہاں سے باہر جانے کا راستہ تلاش کیا۔ راستہ بند تھا۔ گویا میں ایک اندھیرے کمرے میں

مقید ہو چکا تھا۔ میری جی چاہا کہ آنکھیں کھول دوں۔ وہ مجھے یہاں چھوڑ کر غائب ہو گئے تھے لیکن میں آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ میری آنکھیں دکھنے لگیں۔ اسی حالت میں کافی دیر ہو گئی۔ اس حبس میں سخت گرمی اور وحشت تھی۔ میں آئندہ لمحوں کا منتظر تھا اور میرے حواس جواب دینے لگے تھے کہ ایک نسوانی آواز کمرے میں گونجی۔ ''معزز سردار اعظیم لوکاسا کی ہدایت پر قریبا تمہیں خوش آمدید کہتی ہے۔ تم آنکھیں کھول سکتے ہو۔''

میں نے تیزی سے گھوم کر آواز کی سمت دیکھا۔ اٹھارہ انیس سال کی ایک سیاہ فام لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی اور مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا گٹھا ہوا بدن اس روشن کمرے میں شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ دیواروں پر مشعلیں ایستادہ تھیں۔ اعلیٰ درجے کی ناقابل فہم تصویریں دیواروں پر منقش تھیں۔ کمرے میں ایک چوبی میز کے سوا اور کسی قسم کا سامان نہیں تھا۔ دیواریں اونچی اور ہیبت ناک تھیں۔ وہ حسین خدوخال کی لڑکی مجھے غور سے گھور رہی تھی۔

''میں کہاں ہوں؟ یہاں کا ناظم اعلیٰ لوکاسا کہاں ہے؟''

''لوکاسا مقدس لوریما کے جشن سالگرہ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ سالگرہ کا یہ جشن جزیرہ باگمان کا مذہبی تہوار ہے۔ یہ تقریب آج سے آٹھ روز بعد منعقد ہو گی۔ اس سے پہلے عظیم لوکاسا کسی سے ملاقات نہیں کرے گا مجھے تمہارے پاس اسی غرض سے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں لوکاسا کی مصروفیت سے آگاہ کروں اور اس جزیرے میں تمہاری آمد کے پُرمسرت موقع پر عظیم دیوتاؤں کا وہ جام پیش کروں جو یہاں کے دستور کے مطابق ہر نووارد کو نوش کرنا پڑتا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ اس مبارک جام کی تیاری کے لئے آج میرا انتخاب عمل میں آیا ہے۔''

میں نے دیکھا کہ یہ جملہ کہتے وقت اس کے چہرے پر خوشی کی کوئی علامت نمودار ہونے کے بجائے کرب کے اذیت ناک تاثرات نمایاں ہوئے اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ میں محسوس کر رہا تھا۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا ہے۔ اس کی بے ترتیب سانسیں اس کے سینے کے زیروبم سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

''حیرت ہے کہ میری پذیرائی یہاں عجب انداز میں ہوئی ہے۔ ناظم اعلیٰ جشن میں مصروف ہے۔ مجھے کوئی ہدایت بھی نہیں دی گئی جب کہ میں مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق یہاں آیا ہوں۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔

''جشن سالگرہ سے پہلے قصر لوریما سے اس کا آنا ناممکن ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔ اس کے لہجے میں کوئی چاشنی نہیں تھی۔ خوف شامل تھا۔ ''کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے مہمان سردار کے لئے دیوتاؤں کا خاص جام تیار کرنا شروع کروں؟''

''اجازت ہے۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔

میرا جواب سن کر قریبا کی آنکھوں کی ویرانی کئی گنا بڑھ گئی۔ اس کے سینے کا تلاطم طوفانی شکل اختیار کر رہا تھا۔ وہ کسی جانب سے سخت ہراساں نظر آ رہی تھی۔ میرے قریب آ کر وہ میرے قدموں پر سجدہ ریز ہو گئی۔ پھر وہ بارہ اٹھی اور مجھے اداس نظروں سے دیکھتی ہوئی اس چوبی میز کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی جو کمرے کے مشرقی گوشے میں موجود تھی۔ معاً میری نظر چوبی میز پر رکھے ہوئے سازوسامان پر پڑی۔ میں چونک اٹھا۔ وہاں جو سامان موجود تھا وہ عمل جراحی سے متعلق تھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں قریبا کی آنکھوں کی ویرانی کا سبب میرا اقرار تو نہیں ہے وہ عمل جراحی کے

ان آلات سے کس قسم کا مشروب تیار کرسکتی ہے؟ اس نے اپنے انتخاب کیے جانے پر فخر کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ خوف زدہ کیوں تھی؟ اس کے تنفس کی رفتار بے ترتیب کیوں ہو رہی تھی؟ اس کی خوبصورت آنکھوں کی چمک ماند کیوں پڑ گئی تھی؟

میں کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ میری نظریں قریبا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور قریبا کی نظریں اس درندے کی کھوپڑی پر مرکوز تھیں جو دریائی سانڈ سے مشابہ تھا۔ میں نے قریبا کو اس کی کھوپڑی کے سامنے عقیدت سے سر جھکاتے دیکھا۔ پھر اس کی نظریں درندے کی کھوپڑی سے ہٹ کر میز پر رکھے ہوئے سامان پر جم گئیں۔ چند لمحوں تک وہ متجمد کھڑی پتھر کے آلات دیکھتی رہی، پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور شیشے کا طشت اٹھا کر اپنے سینے کے نیچے میز پر رکھ لیا۔ میں حیرت سے کھڑا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا وجود بھی موجود ہے۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ میرے بائیں جانب زمین پر تقریباً سات فٹ لمبا ایک سیاہ سانپ پھن اٹھائے جھوم رہا تھا۔ میں غیر ارادی طور پر اچھل کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا مگر سانپ کا رخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا چوبی میز کی جانب بڑھا اور میز پر جا کر وہ قریبا کے سامنے پھن کاڑھ کے جھومنے لگا۔ میں نے قریبا کی تپتی ہوئی نظروں میں اچانک خون کی سرخی نمودار ہوتے دیکھی وہ پوری طرح سانپ کی جانب متوجہ تھی، دفعتہً اس نے ہاتھ بڑھا کر سانپ کا پھن گرفت میں لے لیا اور برق رفتاری کے ساتھ میز سے خنجر اٹھا کر سانپ کا پھن کاٹ دیا۔

قریبا سانپ کا جسم درمیان سے چاک کر کے اس کا خون طشت میں نچوڑ رہی تھی، میں ششدر ہو کر یہ تمام ہولناکیاں دیکھ رہا تھا۔ سانپ کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے کے بعد قریبا نے اسے بڑی حقارت سے ایک جانب اچھال دیا۔ پھر اس نے تیز دھار خنجر دوبارہ مضبوطی سے ہاتھوں میں جکڑ کر فضا میں بلند کیا۔ اس کے ہونٹ متحرک ہوئے، وہ کچھ پڑھ رہی تھی۔ میں صاف طور سے نہیں سن سکا۔ اس کی آواز میں شہد کی مکھیوں جیسی بھن بھناہٹ تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ نہ جانے کیا بڑبڑاتی رہی، پھر اس نے مقامی زبان میں بہ آواز بلند کہا۔ ”راہو آ ہو غوغا میکولائی سامار قابو کات باگی۔“ (مقدس دیوتاؤ! گواہ رہنا کہ قریبا تمہارے اشارے پر قربانی پیش کر رہی ہے۔)

قریبا کی زبان سے یہ الفاظ ہوئے تو مجھے جھرجھری آ گئی اور اس سے پہلے کہ میں آ کے اس ارادے سے روکتا قریبا کا خنجر والا ہاتھ بجلی جیسی تیزی سے نیچے آیا اور خنجر اس کے سینے میں پھل تک اترتا چلا گیا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ میں سراسیمگی سے قریبا کی قربانی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بلند ہمت لڑکی تھی۔ اس نے کمال بے نیازی کے ساتھ اپنا سینہ خنجر سے چاک کر کے خنجر نکال لیا اور طشت پر جھک گئی۔ اس کا خون سانپ کے خون میں شامل ہو گیا۔ جب طشت لبالب ہو گیا تو وہ گرتی پڑتی میرے قریب آئی۔ میرے معبود! کس قدر ہولناک تھا وہ منظر۔ قریبا کی آنکھیں ابل آئی تھیں لیکن وہ میرے قریب آ گئی اور طشت کی طرف اشارہ کر کے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہنے لگی۔ ”معزز سردار! دیوتاؤں کا جام نوش کرو، اسے قبول کرو۔“

قریبا کی پیش کش پر میرے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔ میں وہ خونیں طشت اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا لیکن کوشش کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔ اس لیے کہ سمورال کی دی ہوئی مالا میری گردن میں چبھنے لگی تھی۔ یہ ایک علامت تھی کہ میں غلط انداز سے سوچ رہا ہوں، مالا کی پراسرار حرکت نے میری رہنمائی کی، میں سنبھل گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر طشت تھام لیا۔ اس کے اندر نظر ڈالی۔ سانپ اور دوشیزہ کا خون جمع تھا، مجھے کراہت کا شدید

احساس ہوا لیکن میں نے دل پر جبر کر کے طشت ہونٹوں سے لگا لیا اور آنکھیں بند کر کے ایک ہی سانس میں اسے حلق سے نیچے اتارنے لگا۔ مجھے شدید ابکائیاں آ رہی تھیں۔ میرا سارا جسم تھرتھرا رہا تھا لیکن بے پناہ متلی کے باوجود میں طشت خالی کر گیا۔ اس تکلیف دہ کام سے فراغت پا کر میں نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ قریبا کی لاش میرے قدموں میں پڑی ہے۔ میرا جی الٹ رہا تھا۔ قریبا کی لاش کی ہیئت کذائی نے کچھ ایسا اثر کیا کہ طشت میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تے کی شدت کے ساتھ ساتھ نشے اور بے ہوشی کی کیفیت بڑی تیزی سے مجھ پر مسلط ہو رہی تھی۔ کمرے کی دیواریں اور ہر شے گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ میں لڑکھڑانے لگا اور سنبھلنے کی کوشش میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں دیوانہ وار کمرے میں وحشت کا رقص کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بھیانک قہقہوں کی آوازیں ابھرنے لگیں اور پھر قہقہوں کی گونج میں سینہ چیرتی ہوئی ایک حیوانی آواز شدت سے ابھری۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ ماحول کا اثر تھا یا درندے کی چیخ کا خوف میرا سارا جود لرزہ براندام ہو گیا۔ میں نے نیم مدہوشی کے عالم میں آواز کی جانب نظر کی تو میری آنکھیں اسی سمت ساکت ہو گئیں۔ کالاری کا بندر کاہو مجھے خونیں نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے ہوشی اور نشے کی کیفیت میرے اعصاب پر غالب آنے لگی۔

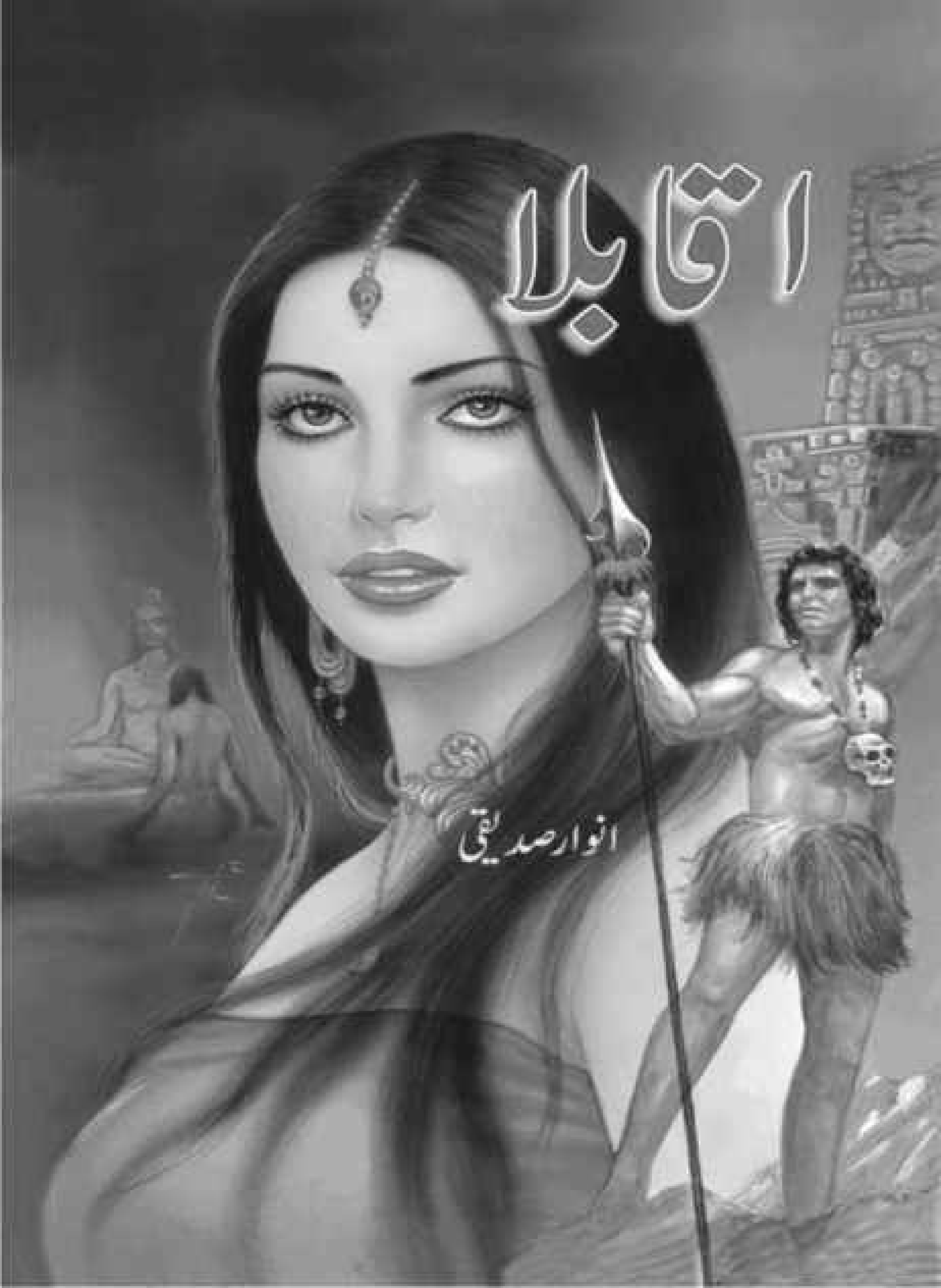
کاہو کی خوں خوار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب میں پتھر کے فرش پر مار رہا تھا۔ اس کے تیوروں سے جلال ٹپکتا تھا اسے دیکھ کر مجھے بہت سی باتیں یاد آ گئیں۔ میرے ہاتھ اس خنجر کی طرف بے اختیار اٹھے جس سے قریبا نے سانپ کو اور خود کو ختم کیا تھا۔

☆==========☆==========☆

(**اقابلا** کی داستان ابھی جاری ہے، اس دلچسپ اور پراسرار کہانی کا حصہ دوم آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)

یتی

اس طویل و عریض دنیا میں ابھی بے شمار حقائق ایسے بھی ہیں جن سے انسان پوری طرح باخبر نہیں ہو سکا ہے لیکن اس کی تجسس پسند فطرت ہر روز کسی نئے چونکا دینے والے انکشاف کے لئے اسے بے قرار رکھتی ہے۔ ایسے ہی چند تحقیق کے میدان کے کھلاڑیوں کی مہم جوئی کا قصہ۔ وہ ایک ان دیکھی مخلوق کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین تھے۔ ان کی مہم جو طبیعت انہیں خطرناک راستوں پر لے آئی تھی۔ ایک **یتی (برفانی انسان)** کی انہیں تلاش تھی۔ اس کتاب کا قصہ جس کا آخری باب تحریر کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ انگریزی ادب سے یہ انتخاب، کتاب گھر کے **ایکشن ایڈونچر ناول** سیکشن میں دستیاب ہے۔



اقابلا
انوار صدیقی

اقابلا۔۔۔۔۔تاریک اور پراسرار براعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ۔۔۔۔۔
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے۔۔۔۔۔انور صدیقی کے جادوبیاں قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

اقابلا

مصنف : انوار صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

ثبہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

نوٹ:

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف (انوار صدیقی) اور پبلشرز (آفتاب پبلی کیشنز) محفوظ ہیں۔ ادارہ نے اردو زبان اور ادب کی ترویج کیلئے اس کتاب کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے، جس کیلئے ہم انکے بے حد ممنون ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرعام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومیٔ قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آ جاتے ہیں جو بھی بڑے سادہ پُرخلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں ابھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آ جاتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا...... جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیاری ہی پیار تھا...... اپنائیت تھی...... پُر خلوص جذبوں کی فراوانی تھی...... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی...... زبان و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے...... تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی...... دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں...... رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے...... ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا...... انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا...... اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں...... اسے لوگوں کو پذیرائی بھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور...... ایسا تو پہلے بھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یاران طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں...... لیکن...... ذرا ٹھہریے......

کون صحیح ہے اور کون غلط؟...... اس کا فیصلہ کون کرے گا؟...... اس لیے خاموشی ہی بہتر ہے......!!

انوار صدیقی

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجیے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

عرض مکرر۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے دوودست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جارہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کردیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہورہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

قریبا کا خنجر میرے ہاتھ میں تھا۔ اس کمرے میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ ایک قبر ہو جس کے ہر طرف پتھر کی دیواریں ہوں۔ ابھی ابھی میں نے قریبا کا ہول ناک واقعہ دیکھا تھا اور میں نے اس کے اور سانپ کے خون سے تیار کیا ہوا دیوتاؤں کا عظیم جام نوش کیا تھا۔ کاہو اپنے دونوں ہاتھ انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں فرش پر مار رہا تھا۔ اس کی خرخراہٹ بپھرے ہوئے شیر کی دہاڑ سے مشابہ تھی۔ میرے کانوں میں اس کی اشتعال انگیز چیخوں سے اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا کہ مجھے اپنا ذہن ماؤف معلوم ہونے لگا۔ ایسی صورت میں کوئی مناسب اور نتیجہ خیز فیصلہ کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا لیکن اسے سامنے دیکھ کر میرا خون تیزی سے جسم میں گردش کرنے لگا۔ ترام کی پُراسرار موت کے بعد یہ میرا رفیق بندر جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا' جزیرہ توری سے اچانک غائب ہو گیا تھا اور سوراں بھی اپنی تمام بزرگی و برتری کے باوجود اسے سزا دینے میں ناکام ہو گیا تھا۔ ترام کی موت کا معمہ ابھی تک میرے لیے پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا۔ ترام کی اذیت ناک موت کے ساتھ مجھے اپنے بوڑھے ہندی دوست سرنگا کی بات یاد آ گئی۔ جس نے کاہو کے سلسلے میں مجھے ہوشیار رہنے کی نصیحت کی تھی مگر اس سے پہلے کہ میں ابالیش کی طرح اسے بھی ٹھکانے لگاتا۔ وہ میری جھونپڑی اور میری رفاقت چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ پھر انتہائی خون خوار نظروں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔ میں نے بے اختیار خنجر تانا اور نشانہ باندھ کر پوری قوت سے کاہو کی طرف پھینکا لیکن اس کی حیرت انگیز پھرتی اور مستعدی سے میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ خنجر اندھیرے میں کہیں دور جا گرا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا لیکن وہ ادھر سے ادھر کھسک گیا۔ دیوتاؤں کا جام خاص حلق میں انڈیلنے کے بعد مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ کاہو بار بار اس طرف آ جاتا تھا' جہاں میرے ہاتھ سے مشروب کا طشت گرا تھا میں خنجر دوبارہ اپنے قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کاہو کی چیخیں بلند ہو گئی تھیں اور وہ وحشت ناک انداز میں قلابازیاں کھا رہا تھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ بلند ہوئی اور وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ وہ کرب کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ میری زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ میں نے اسے لرزتی آواز میں مخاطب کیا۔ ''کاہو! میں تیرے انتظار میں تھا بدنصیب چوپائے ...... میں اب تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ تو ترام کا قاتل ہے۔ تو نے میری اجازت کے بغیر میری رفاقت چھوڑی۔ تو نے میرے ساتھ دغا کی۔ مقدس اقابلا کی قسم! تو میرے عتاب میں آ چکا ہے۔''

کاہو نے لوٹتے لوٹتے اچانک پھرتی سے جست لگائی اور ایک ہی جھٹکے میں وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ خنجر میرے ہاتھ سے جھپٹ لے گیا۔ اس کی پھرتی اور دفاعی انداز سے میری عقل کوئی فیصلہ کرنے سے جھجک رہی تھی۔ اس کی خون خوار نظروں میں اب خوف نمایاں تھا اور اس وقت تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ میرے پیروں میں لوٹنے لگا۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھتا، پھر میرے پاؤں چاٹنے لگتا۔ میں چند لمحے اس کے رویے کی تبدیلی اور یہ عجیب وغریب حرکت دیکھتا رہا۔ میں نے شرربار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''او کاہو! میں جانتا ہوں منحوس روح۔ تو میرے قدموں میں کیوں پڑا ہے۔ تو نے سوراں کو مجھ سے دور کر دیا۔ اب تو رحم کا طالب ہے۔ یاد رکھ میں تجھے کسی صورت معاف نہیں کروں گا۔ ترام کی موت کی آگ ابھی تک میرے سینے میں سلگ رہی ہے۔''

''رحم! اے معزز سردار رحم!'' اچانک کاہو کے حلق سے انسانوں جیسی آواز بلند ہوئی۔ ''تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ درست ہے لیکن مجھے مجبور

کر دیا گیا تھا ---- میں آج بھی مجبور ہوں۔ اگر تم نے رحم کے دروازے بند کر دیئے تو میری روح ہمیشہ تڑپتی رہے گی۔ مجھے اجازت دو اے معزز سردار، کہ میں دیوتاؤں کے اس جام خاص کے چند قطرے اپنے حلق میں انڈیل لوں جو قریسا نے تمہارے لیے تیار کیا تھا۔ ایک مدت سے میں اس موقع کا منتظر تھا۔ مجھے ترام سے کوئی بغض نہیں تھا لیکن میں مجبور ہو گیا تھا۔"

پہلی بار مجھ پر یہ راز منکشف ہوا تھا کہ کاہو انسانوں کی طرح بول سکتا ہے۔ ویسے اس کی حیرت انگیز صفات کے متعلق مجھے بہت کچھ علم ہو چکا تھا۔ میں اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے استعجاب میں ڈوبا دیکھ کر میرے پیر چاٹتے ہوئے کاہو بڑی لجاجت سے بولا۔ "فیصلہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ یہ لمحات گزر گئے تو پھر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں اسی طرح بھٹکتا رہوں گا۔ مجھ پر رحم کرو۔ مجھے اس مشروب کے چند قطرے چاٹنے کی اجازت دے دو۔ کاہو جب آزاد ہو جائے گا تو اس احساس کے عوض تمہاری معاونت پر ہمیشہ تیار رہے گا۔ تم کیوں نہیں سمجھتے کہ یہاں ہر چیز برترا احکام کی تابع ہے۔ میں مقدس جارا کا کی کھوپڑی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارا وفادار رہوں گا لیکن اپنے حصے میں سے چند قطرے اس آب آزادی کے مجھے عطا کر دو۔"

کاہو کے لہجے میں رقت تھی، وہ بار بار اپنا سر میرے قدموں پر رکھ رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح میرے قابو میں تھا۔ میں چاہتا تو اسے ایک لمحے میں اٹھا کر اس کی گردن مروڑ دیتا۔ میں چاہتا تو خنجر سے اس کا جسم کئی حصوں میں منقسم کر دیتا لیکن اس کے رقت انگیز بیان سے میرا غصہ پگھل گیا اور اس کی جگہ تجسس نے لے لی، آخر کاہو اس مشروب کے چند قطرے چاٹنے کے لئے کیوں مصر ہے؟ میں نے اسے مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ آخر وہ کیا راز ہے جس نے کاہو کو میرے قدموں پر لوٹنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے اس سے بہت سی باتیں معلوم کرنی تھیں۔ پھر اس نے جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی قسم کھا کر میری معاونت کا عہد بھی کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر لمحوں میں ایک فیصلہ کیا اور کاہو سے سوال کیا۔ "آخر تمہیں کس نے مجبور کیا تھا؟"

"جابر بن یوسف! جزیرہ توری کے معزز سردار! کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں ان طاقتوں کی شناخت کرا سکتا ہوں جو خود پردہ پوشی کی متمنی ہیں۔ تمہیں اس بات سے آگاہ کرنا ہوتا تو اب تک تمہیں معلوم ہو گیا ہوتا۔ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے سے گریز کرو۔ میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکوں گا۔" کاہو نے فریاد کرتے ہوئے کہا۔

"پھر تم مجھ سے کیوں توقع رکھتے ہو کہ میں ترام کا قاتل ہونے کے باوجود تمہیں اس مشروب خاص کے چند قطرے پینے کی اجازت دے دوں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم نقصان میں نہیں رہو گے۔ وہ مشروب تم نے زمین پر گرا دیا ہے، جس میں جزیرہ باگمان کی ایک دوشیزہ کا خون شامل ہے، تمہیں جو کچھ پینا تھا، وہ تم پی چکے ہو۔ اتنے سنگ دل نہ ہو۔ تم مہذب دنیا کے ایک فرد اور رحم دل شخص ہو۔ میں بڑی امید سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم نے انکار کر دیا تو پھر نہ جانے کب مجھے موقع ملے۔" کاہو نے لجاجت سے کہا۔

"میرے ہاتھ تمہیں ختم کرنے کے لئے مضطرب ہیں اور تم رحم کی امید رکھتے ہو؟" میں نے درشتی سے کہا۔

"میں تم سے آخری وقت تک رحم کی درخواست کرتا رہوں گا۔" کاہو نے میرے قدموں میں اپنا سر رگڑنا شروع کر دیا۔

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھے ترام کی موت کے سلسلے میں کسی سراغ سے آگاہ نہیں کرے گا اس لیے میں نے آئندہ لمحوں میں کسی نئے

واقعے کے ظہور کی دلچسپی کے لئے اسے پاکر وہ مشروب چاٹنے کی اجازت دے دی۔ کاہو نے احسان مندانہ نظروں سے میری جانب دیکھا اور اس نے پھرتی سے ایک قلابازی کھائی۔ وہ کچھ دیر تک رقص کے انداز میں دیوانہ وار کمرے میں گھومتا رہا جیسے یہ عمل کسی عبادت کا حصہ ہو، پھر وہ تیزی سے کودتے ہوئے طشت کی جانب بڑھا اور زبان نکال کر بے تابانہ مشروب چاٹنے لگا۔ اس خون خوار بندر کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ زمین پر کوئی قطرہ باقی نہیں رہا تو اس نے زمین پر لوٹ لگانا شروع کر دیا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک خیال نے سر ابھارا کہ کہیں مجھ سے غلطی تو سرزد نہیں ہوگئی؟ وہ جام، جو بطور خاص میرے لیے تیار کیا گیا تھا، اسے میں نے کاہو کو پیش کر کے دیوتاؤں کی حرمت کو کوئی زک تو نہیں پہنچائی، بندر اچھل رہا تھا اور میں اپنی پیش کش پر نادم ہو رہا تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص اندھیرے کی اوٹ سے نمودار ہوا۔ وہ جس طرف سے آیا تھا۔ وہاں کی مشعل دم توڑ چکی تھی اور دوسری مشعلیں روشن تھیں۔

''جزیرہ توری کے معزز سردار! کاہو تمہارا احسان مند ہے۔ اسے اپنے عہد کی زبان یاد ہے۔''

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ میری نظروں کے سامنے ایک معمر، دراز ریش حبشی برہنہ بدن کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے کی جھریوں سے تجربے نمایاں تھے۔ اس کے انداز میں وقار اور لہجے میں دبدبہ تھا۔ وہ مقامی زبان میں کسی قدر لرزش کے ساتھ مجھ سے مخاطب تھا۔ اس کی نگاہوں میں مقناطیسی کشش اور سنجیدگی موجود تھی۔ وہ کوئی مذہبی پیشوا لگ رہا تھا۔ کہن سالی دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے زمانے دیکھے ہیں۔ وہ کوئی مدبر اور ذہین شخص ہے۔ سموراں کی طرح اس کے جسم پر بھی درندوں اور پرندوں کی عجیب اشکال مختلف رنگوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں حیرتوں میں غرق تھا کہ اس حبشی نو وارد نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تم نے کاہو پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ ہر چند کہ ہو تمہارے احسان کا سزاوار نہیں تھا۔ اگر تم مجھے اپنا بچا ہوا مشروب استعمال کرنے کی اجازت نہ دیتے تو میری روح اسی بندر کے جسم میں مقید رہتی ہے جو اس وقت تمہارے سامنے اچھل کود کر رہا ہے۔ میں تمہارے انتظار میں تھا۔ معزز سردار! مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے اجازت دے دو گے؟''

''تمہاری روح!'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا تم کوئی روح ہو؟''

''ہاں اب میرا کوئی جسم نہیں یہ جسم جو تمہیں نظر آ رہا ہے، اس کا بوجھ اس زمین پر نہیں ہے۔ اب میں صرف ایک ہیولا ہوں۔ جسم ایک فانی چیز ہے۔ یہ ہیولا تمہاری نظر کا فریب ہے۔'' اس نے پُراسرار انداز میں کہا۔

''تم ایک روح ہو۔ میں ایک روح سے ہم کلام ہوں۔ میں تمہارا جسم چھو کر اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔'' میں اپنا تجسس چھپا نہ سکا۔ میں نے جھپٹ کر اسے دبوچنا چاہا۔ میرے ہاتھ خلا میں معلق ہو گئے اور پھر اپنی جگہ واپس آ گئے ہیں۔ اس کا جسم نہیں چھو سکا تھا۔ حیرت سے میں اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

''تم مجھے چھو نہیں سکتے، یہ میری آمادگی پر منحصر ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔

''پھر تمہیں کس نے مقید کیا؟'' میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

''آہ سیدی جابر! یہ ایک طویل داستان ہے۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنی ہوگی۔ ہر چند کہ میں ایک روح ہوں اور میرا رشتہ اس جہان سے

منقطع ہو چکا ہے لیکن مقدس اقابلا نے آسمانوں میں جانے سے پہلے میری روح مقید کر لی تھی کیوں کہ میں اس کا مستحق تھا۔ میں کسی زمانے میں اس عظیم الشان سلطنت کا ایک برگزیدہ شخص تھا۔ کون تھا جو میرے احکام کے سامنے سرتابی کی جرأت کرے۔ میں روحانی علوم کا ماہر، اس پُراسرار سرزمین میں مقدس اقابلا کے بعد سیاہ و سپید کا مالک تھا۔ میری یہ برتری مجھے میرے منصب سے محروم کر گئی۔ میرا علم مجھے کھا گیا۔ میرا تدبر مجھے چاٹ گیا۔ میں نے جو سوچا تھا وہ غلط سوچا تھا اور میں نے جو کہا تھا وہ غلط کہا تھا۔ آخر مجھے اپنا جسم چھوڑنا پڑا اور یوں میں اپنی روح بھی اس کے جاہ و جلال، اس کے عتاب کی زد سے نہ بچا سکا۔ اس نے مجھے ایک بندر کے جسم میں مقید کر دیا۔‘‘

کاہو ایک لمحے کو رکا۔ پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کر دیا۔ ’’سیدی جابر! تم ان ہولناک مصائب کا تصور نہیں کر سکتے جن سے میری روح دوچار رہی ہے۔ میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک زمانے سے اس کے اور اس سے قریب ہر شخص کے اشاروں پر اپنا سر جھکاتا رہا ہوں۔ آج میری جدوجہد کی تکمیل ہوئی اور مجھے آزادی نصیب ہوئی۔ جو سزائیں میرے مقسوم میں لکھ دی گئی تھیں، میں ان سے گزر چکا ہوں، مجھے معلوم تھا کہ تم میری نجات کا سبب بن سکتے ہو۔ میں جزیرہ باگمان کے اندھیروں میں تمہاری آمد کا منتظر تھا اور وہ میرے پیچھے تھا۔ آخر تم آ گئے اور میری توقع کے مطابق تمہیں دیوتاؤں کا جام پیش کیا گیا۔ میری ذلت اور خواری کے دن گئے۔ میں نے کالاری جیسے کم تر درجے کے سردار کے ہاں اذیت کے دن گزارے۔ میں ایک حقیر بندر کے ناتواں جسم میں محبوس تھا۔ اقابلا کی سلطنت کے ایک بڑے شخص کو مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا۔ میری کوشش ہوگی اے معزز سردار کہ میں تمہیں بلاؤں سے دور رکھوں۔ تمہیں جس وقت میری ضرورت ہو، مجھے یاد کر لیا کرو۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ جہاں اس کے مقدس قوانین آڑے آ جائیں گے اور جہاں میں یہ محسوس کروں گا کہ تمہاری اعانت میرے لیے مناسب نہیں ہے اور جہاں مجھ پر پابندی عائد کر دی جائے گی، وہاں میں تمہاری اعانت نہیں کر سکوں گا اور سنو، اگر تم نے میری روح کی آزادی کا ذکر کسی اور سے کیا تو میں بھی تمہاری مدد کو نہیں آؤں گا۔ پھر تم مجھے کبھی نہ پا سکو گے اور میں ہمیشہ کے لیے زمین کو خیر باد کہہ دوں گا۔‘‘

میں اس کی باتیں تجسس، حیرت اور اشتیاق سے سن رہا تھا اور اس سے بہت کچھ پوچھنے، بہت کچھ جاننے کا خواہش مند تھا لیکن وہ میرے سوالات نظر انداز کر کے اپنی بات کہنے پر ہی اکتفا کرتا تھا۔ میں نے پھر اس سے ترام کی موت کا سبب جاننا چاہا۔ وہ پھر گریز کر گیا۔ میں نے اقابلا کی شخصیت اس کی سلطنت کے اسرار، کاہن اعظم سمورال اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوال کیے تو اس نے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ ایسے سوالات مجھے سرے سے کرنے ہی نہیں چاہئیں۔ اس کی باتوں سے اتنا اندازہ ہوا کہ وہ کسی زمانے میں اقابلا کی حکومت کا ایک صاحب اثر شخص تھا جو اپنی طاقت اور اثر کے سحر میں کوئی نادانی کر بیٹھا اور نتیجتاً عتاب کا شکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد اس کی روح بھی قید کر لی گئی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ جزیرہ باگمان میں ایک پُراسرار قوت کی اعانت مجھے حاصل ہو گئی۔ حالانکہ مجھے اس سے کوئی زیادہ توقع نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس نے میری مدد کرنے کے لیے اپنی حدود و شرائط کا ذکر تفصیل سے کر دیا تھا۔

’’میں صرف ایک چیز پوچھنا چاہتا ہوں معزز کاہو! تم نے اپنے طور پر یہ پیش کش کی ہے کہ تم مصائب میں میرا ساتھ دو گے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کس قسم کے حالات سے سابقہ پڑے گا اور میں کب تک یہاں رہوں گا؟‘‘ میں نے اس سے متاثر ہو کر کہا۔

''تاریک براعظم کے اسرار میری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں اس تربیت گاہ میں جن حالات سے دوچار ہونا ہے، وہ بھی میرے علم میں ہیں لیکن جسے بتانا اسے مقصود نہیں، اُسے میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ اس علاقے کی روح میں اس کی برتری کی قائل ہیں۔ مجھے افسوس ہے میرے محسن کہ میں تمہیں پیش آنے والے واقعات سے باخبر نہیں کر سکتا لیکن ایک مشورہ ضرور دے سکتا ہوں کہ جن اعلیٰ اوصاف سے تم نے اس علاقے میں اپنے لیے کوئی جگہ بنائی ہے، انہیں مت چھوڑنا۔'' اس نے بے نیازی سے کہا۔

''میرے ذہن پر دھند چھائی ہوئی ہے، میں ہر چیز جاننے کا خواہش مند ہوں۔'' میں نے بے چینی سے کہا۔

''دھند صاف ہو جائے گی۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے بارے میں اگر کچھ جاننا چاہوں تو......'' میں نے جھجکتے جھجکتے پوچھا۔

''سرنگا'' کاہو کا لہجہ سرد ہو گیا۔ ''سرنگا...... وہ ہندی بوڑھا، پر جابر بن یوسف الباقر اس سرزمین پر صرف مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ یہاں کسی اور کی برتری کا تصور کرنا جرم ہے، اگر امان چاہتے ہو تو صرف اس کی طرف رُخ کرو، اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو سوچنا بند کر دو یہ کیوں ہوتا ہے، تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے اس کا قرب اور اس کے انصاف واکرام کا سایہ ہونا ضروری ہے۔''

''کاہو! مجھے اس کا احساس ہے، میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اب صرف ایک ہی خواہش ہے کہ......'' میں نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے نشیلے لہجے میں کہا۔ ''اس کا حصول...... بس پھر موت ہی میں پناہ ہے۔''

''جابر بن یوسف! میرے محسن میں جا رہا ہوں، اس سے زیادہ گفتگو میرے لیے مہلک ہوگی۔ میری دعا ہے کہ دیوتا تم سے خوش رہیں۔'' کاہو نے مجھے دعا دی اور مزید کچھ پوچھنے سے پہلے وہ اندھیرے کی اوٹ میں کہیں گم ہو گیا۔ وہ بندر ابھی تک اِدھر اُدھر دوڑ کر راستہ تلاش کر رہا تھا۔ راستہ بند تھا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں مجھے سخت آزمائش وابتلا کا خوف دلا رہی تھیں۔ روز ایک انکشاف ہوتا تھا اور روز اقابلا کی طلب کے مقابلے میں مجھے اپنا قد کم ہوتا محسوس ہوتا تھا۔ ہر روز اس کی وسیع وعریض سلطنت کی عظمت وشوکت کا رعب مجھ پر پہلے زیادہ مسلط ہو جاتا تھا۔ جتنا منزل کے قریب جا رہا تھا منزل اتنی ہی دور معلوم ہوتی تھی۔ منزل شوق کا فاصلہ بڑھتا جاتا تھا۔ وہ اور دور ہو جاتی تھی' نئے شخص سے ملاقات کے بعد وہ اور مشکل معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے سوچا کہ مجھے اس کی طلب سے دستبردار ہو جانا چاہئے۔ وہاں تک پہنچنے میں میرے بال سفید ہو جائیں گے اور میرے جسم پر کھال لٹکنے لگے گی لیکن اس کی طلب سے دستبردار ہونا میرے امکان میں نہیں تھا۔ اس کا احساس مجھے جوان رکھتا تھا۔ وہ میرا حوصلہ تھی۔ چاروں طرف سے بند اس کمرے میں، مجھے تنگیوں اور اذیتوں کا احساس سوا ہوا لیکن میں نے سوچا، یہ دیواریں گر جائیں گی۔ کوئی آئے نہ آئے ممکن ہے یہیں میری قبر بن جائے۔ اب مجھے صرف اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ بندر بار بار میرے خیالوں کی یکسوئی میں حارج ہوتا تھا اور میں اسے ڈانٹ کر خود سے دور کر دیتا تھا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مشعلوں کی روشنی سے رات ہی رات نظر آتی تھی۔ ایک نہ ختم ہونے والی رات۔ گھڑیاں بیت رہی تھیں۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ جب میں بیدار ہوا تو کمرے کے ماحول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی خاموشی ہر سو طاری تھی لیکن وہاں سے قریبا کی لاش، سانپ کے ٹکڑے، چوبی میز اور طشت بھی غائب تھا۔ اب صرف میں اور وہ بدقسمت بندر ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ وہ ایک طرف

کونے میں سہما ہوا بیٹھا تھا اور میں ایک طرف بیٹھا آنے والے لمحات کے انتظار میں آنکھیں کبھی کھولتا کبھی بند کرتا تھا۔

اس تنہائی کی طوالت دنوں اور گھڑیوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ روشنیوں کے نشیب و فراز وقت کا تعین کرتے ہیں یا پھر انسانوں نے اسے ناپنے کے لئے گھڑیاں ایجاد کر رکھی ہیں۔ اس کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ یہاں یکساں روشنی تھی مجھے کوئی اندازہ نہیں کہ کس قدر وقت بیت گیا۔ یہاں کئی دن، میرا خیال ہے، تین چار دن، میری کمر دکھنے لگی اور میرے معدے میں کھولن سی ہونے لگی تھی بندر بھی نیم مردہ ہو چکا تھا۔ بھوک کی شدت سے ہم دونوں شاید ایک دوسرے کی موت کے منتظر تھے۔ نہ پانی تھا اور نہ غذا۔ جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا جس میں اضمحلال شدید ہوتی جاتی تھی۔ مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ میں نے کاہو کی مدد کر کے دیوتاؤں کی منشا میں مداخلت کی ہے اور مجھے اس زنداں میں اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں نے خود پر لعن طعن کی، پتھروں کی درازوں میں بار بار اٹھ کر راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں تو ہر طرف پتھر تھے۔ سنگین دیواریں۔ ایک دردناک موت میرے تصور میں گھوم گئی۔ یہیں پڑے پڑے ایک دن میرے اعصاب جواب دے جائیں گے اور میں ہڈیوں کے پنجر کی شکل میں تبدیل ہو جاؤں گا۔ میری بے احتیاطیوں نے آخر مجھے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

مجھے اپنے آپ پر ہنسی آ گئی۔ میں کتنا بڑا احمق تھا کہ پے در پے مصائب جھیلنے کے بعد بھی میں نے کچھ حاصل نہیں کیا تھا۔ میں نے کیوں آسمان پر پہنچنے کی کوشش کی تھی جب کہ مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ فسوں کار لوگوں کی بستی ہے۔ یہاں کے انسان مختلف، ان کے رسم و رواج جدا اور ان کے اطوار سربستہ اسرار ہیں۔ میں مر رہا ہوں۔ اس اجنبی کا خاتمہ قریب ہے، جس نے اس سرزمین میں صرف اپنی ذہانت اور شجاعت کے بل پر کوئی حیثیت حاصل کی تھی۔ مجھے وہ سب یاد آ گئے۔ سرنگا، ترام، سمورال اور جمرال۔ میں کہاں کہاں سے گزر کر اور کن کن لوگوں کو مسخر کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔ اسی لمحے مجھے سرنگا کی دیوی یاد آئی جس نے سریتا کو محفوظ رکھا تھا۔ اپنا دوست سرنگا۔ نہ جانے وہ کس عالم میں ہو گا۔ جمرال آخر شب میرے پاس کیوں آیا تھا؟ اور زارے مجھ سے کیوں ملنا چاہتا تھا۔ اشار۔ وہ لڑکیاں جو میرے اشارے پر جبینیں جھکا دیتی تھیں۔ مگر اب ان سب کے بارے میں سوچنا بے کار تھا۔ تنہائی میں کوئی کیا کیا سوچ سکتا ہے جو شخص ایسے حالات سے دوچار ہو، اس کی ذہنی پراگندگی کے متعلق کوئی کم مایہ شخص ہی تصور کر سکتا ہے۔ ان پریشان کن خیالوں سے نجات پانے کے لئے صرف ایک ترکیب سمجھ میں آئی، جس سے مجھے ایک عجیب فرحت اور توانائی کا احساس ہوا۔ میں نے سوچا۔ یہاں بہتر یہی ہے کہ اس کافر کی یاد میں مجور ہا جائے۔ وہ بت طناز، وہ شعلہ بدن، وہ لالہ رخ، وہ آسمانوں کی کوئی حور جب بھی میں نے اسے یاد کیا میرا ذہن آسودہ ہوا۔ میں اس کے کیا کیا اوصاف بیان کروں۔ میں اسے کن لفظوں سے پکاروں۔ اقابلا! حسین اقابلا! ماہ جبیں اقابلا!!! مجھے ندامت ہوئی کہ میں گستاخی کر رہا ہوں اس کے لئے یہ الفاظ مناسب نہیں۔ اس کے لئے تصور کی بے کراں وسعت شرط ہے۔

اس تصور کے ساتھ میں اپنے حواس کھو بیٹھا۔ وہ بندر میرے قریب آیا اور اس نے میرے قریب خود کو گرا دیا۔ شاید اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ ہم دونوں پھر غافل ہو گئے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کتنا وقت گزرا۔ جب پتھروں میں گرج سی پیدا ہوئی تو میں نے نقاہت سے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے کاہا لو کھڑا تھا۔

اسے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ ایک بے بس انسان کے ساتھ یہ کیسا دلچسپ مذاق ہو رہا تھا۔ کاہالو کے انداز سے بے نیازی ظاہر ہوتی تھی۔ وہ میری ابتر حالت سے قطعی متاثر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ''کیا موت کا حکم سنانے آئے ہو؟'' میں نے طنزاً کہا۔

''مجھے نہیں معلوم ممکن ہے وہ تمہارے لیے موت کا فیصلہ کر دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ یہاں کی ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں۔'' کاہالو نے بیزاری سے کہا۔

میں نے اپنا منتشر جسم اکٹھا کیا اور اپنے رفیق بندر کو گود میں اٹھائے خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس مرتبہ بھی کاہالو نے ایک عمل سے میری بینائی معطل کر دی تھی۔ کاہالو مجھے ساتھ لیے ہوئے چلا۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا جیسے اس کمرے میں کوئی دیوار نہ ہو، نہ کوئی دروازہ کھلنے کی آواز آئی، نہ کوئی دیوار ہٹنے کی آہٹ ہوئی۔ آگے چل کر میں نے محسوس کیا کہ میں کمرے سے باہر آ چکا ہوں۔ درختوں اور پتوں کی خوشبو نے میرے نتھنوں میں داخل ہو کر مجھے دوبارہ زندگی کا احساس دلایا۔ میں نے بندر کو چھوڑ دیا۔ وہ بھی میری طرح بھوکا تھا اس لیے نہ جانے کس طرف ہو لیا میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ ٹھوکریں کھاتا اور جھنجلاتا ہوا۔ ''تمہاری منزل آ گئی ہے معزز سردار!'' کاہالو کے مخاطب ہوتے ہی میری بینائی واپس آ گئی۔ میں ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہوا تھا۔ اسی طرح اندھیرا تھا جیسے برسات کی رات میں کالے بادل۔ اس اندھیرے میں یوں بھی میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، نہ جانے کاہالو نے کس مصلحت کے تحت میری بینائی معدوم کر دی تھی۔ ''عظیم اوکاسا کے حضور پہنچنے سے پہلے یہ بات یاد رکھو کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں کا پابند ہے۔ لغزشیں برداشت کرنا اس نے نہیں سیکھا۔ اسے تربیت حاصل کرنے والے افراد کی خودسری سخت ناپسند ہے۔''

میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ قرب و جوار میں گھنے جنگلات محسوس ہوتے تھے، کاہالو غائب ہو چکا تھا، میں نے ایک لمحے کے لئے کاہالو کی ہدایتوں پر غور کیا، پھر بے جھجک غار میں داخل ہو گیا۔ غار کا دہانا تنگ اور راستہ پرپیچ تھا۔ مجھے کوئی دس منٹ تک اپنا سفر جاری رکھنا پڑا۔ اس کے بعد میں ایسے کشادہ اور روشن کمرے میں پہنچ گیا جہاں اعلیٰ قسم کا ساز و سامان بڑے سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ وہ کمرہ مجھے کسی قدیم بادشاہ کا ملاقاتی کمرہ لگ رہا تھا۔ تمام چیزیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر عجیب و غریب شکلوں کے انسان بنے ہوئے تھے۔ فرنیچر پرانے طرز کا مگر مصری قدیم تہذیب کا معلوم ہوتا تھا۔ میں کمرے کی دیواروں پر منقش تصویریں دیکھ رہا تھا کہ ایک تیز آواز میری محویت کے فسوں کا شیرازہ منتشر کرتی ہوئی ابھری۔ ''تو وہ تم ہو۔''

میں نے گھوم کر اس سمت دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔ ایک پست قد گٹھے ہوئے جسم کا حبشی تیکھی نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صورت شکل کے اعتبار سے کسی بے رحم جلاد سے کم نہیں تھا، اس کی آنکھوں سے سفاکی اور درندگی جھلکتی تھی۔ اس کے جسم پر جانوروں کی شکلیں اور بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ گلے میں مالائیں، مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور گڑے لٹک رہے تھے، اسے دیکھ کر ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ کوئی آسان آدمی نہیں ہے، اس سے محتاط گفتگو کرنی چاہئے۔ پہلی نظر میں اس نے مجھے خاصا دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن اپنی ناتوانی، نقاہت اور حیثیت نظر انداز کر کے میں نے اطمینان سے کہا۔ ''میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ مقدس اقابلا نے مجھے خاص تربیت کے لئے بھیجا ہے۔ میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار ہوں اور جزیرہ ہاگمان کے ناظم اعلیٰ سے کچھ حاصل کرنے آیا ہوں...... اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو میں اس وقت جزیرہ

باگمان کے ذی مرتبت ناظم اعلیٰ لوکا سا کے روبرو کھڑا ہوں۔''

''تم مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہو..... اور تم وہاں کے ایک فرد ہو، تم میرے لیے ایک دلچسپ آدمی ثابت ہو گے۔'' پست قد حبشی نے میرے مہذب طرزِ گفتگو پر اپنی تیخ اور درشت آواز سے پانی پھیر دیا۔

''میں اپنے ماضی سے رشتہ منقطع کر چکا ہوں۔ اب میں یہیں کا ایک فرد ہوں۔ صرف میرا نام پرانا ہے لیکن نام سے کیا ہوتا ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ تمہارے ایک اچھے شاگرد کی حیثیت میں یہاں سے جاؤں۔'' اس کا لہجہ مجھے گراں گزر رہا تھا لیکن میں نے محتاط آواز میں کہا۔ ''کیا میں دوبارہ یہ دریافت کروں کہ میں مقدس لوکا سا سے ہم کلام ہوں؟''

''تمہارا اندازہ ٹھیک ہے لیکن تمہیں اپنا منصب اس وقت تک کے لئے بھول جانا ہو گا جب تک تم جزیرہ باگمان پر ہو۔ یہاں لوکا سا رہتا ہے۔ یہاں لوکا سا کا حکم چلتا ہے، لوکا سا یہاں کا حکمراں ہے۔'' اس نے رعونت سے کہا۔

''میں تربیت گاہ کے آداب سے واقف نہیں ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔　''تاہم مقدس لوکا سا کی خوشنودی میرے لیے باعثِ افتخار ہو گی۔ میری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

''ممکن ہے تم یہاں سے واپس ہو جاؤ، ممکن ہے تم یہاں سے کبھی واپس نہ جاؤ۔'' اس کے جملے سے میں تھرا گیا۔ ''یہ سب تم پر منحصر ہے۔ اس عظیم و برتر ہستی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے جو سب سے محترم ہے۔ لیکن یہاں بھیجنے سے اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ اس تربیت گاہ میں آدمی کی سخت آزمائش کی جائے۔ یہاں تمہارا بدن تپ کر جھلس بھی سکتا ہے اور تم اپنے لیے ایک نئی زندگی تخلیق کر سکتے ہو۔ مجھے یقین ہے میرے پاس لانے سے قبل میرے آدمیوں نے تمہیں میرے بارے میں بہت کچھ بتا دیا ہو گا۔ مجھے جھوٹ، غلطی اور حماقت سے نفرت ہے، ان کی سزائیں میرے ہاں بہت شدید ہیں۔ میں اپنے علاقے میں دوسرے علاقے کے افراد کی آمد پسند نہیں کرتا لیکن تم اس سے مستثنا ہو کیونکہ تم خود نہیں آئے ہو۔''

اس کے سخت لہجے سے مجھے بے حد الجھن ہوئی۔ یہ بد بولا شخص مجھے کسی طور اچھا نہیں لگا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں اس سے نمٹنے کی کوشش کرتا۔ اس کے لئے میرے دل میں ایک کینہ پیدا ہو گیا، یہ حقارت اور نفرت کا لہجہ اس کے لئے تکبر اور بے رحمی کا غماز تھا۔ ''میں نے تمہاری اطاعت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں مجھ سے کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''یہاں آنے کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ مجھے کن سخت مرحلوں سے گزرنا ہو گا۔ پہلے ہی دن جزیرہ وتوری کے ایک معزز سردار کی جو پذیرائی ہوئی اور اسے دیوتاؤں کے جام کے سوا ہر چیز سے محروم رکھا گیا، اسے بھوکا رکھا گیا۔ اس امر نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ میرے آنے والے دن کتنے اذیت ناک ہوں گے۔'' میں نے شکایتاً کہا۔

''یہ آغاز ہے۔ جزیرہ وتوری کے اجنبی سردار۔'' میرا جواب سن کر اس کے چہرے کی رعونت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ وہ خونیں نظروں سے میری طرف گھورتا رہا۔ جیسے ابھی مجھے زندہ ہضم کر لے گا۔ پھر اچانک اس نے اپنے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا ایک خاص انداز سے بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک جوان شگفتہ گداز بدن لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک تھال اٹھا رکھا تھا۔ تھال میں جو شے موجود تھی اسے بڑے بڑے پتوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ لڑکی لوکا سا کے قریب پہنچ کر کورنش کے انداز میں ذرا سی خم ہوئی، پھر خاموشی سے دو قدم

ہٹ کر لوکاسا کے بائیں ہاتھ کی جانب کھڑی ہو گئی۔ ''تم بھوکے ہو جابر بن یوسف!'' اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ''مگر تم کسی رعایت کی توقع مت کرنا۔ تمہاری حیثیت یہاں مہمان کی نہیں ہے۔''

''میں اپنی بھوک پر قابو رکھنا جانتا ہوں۔'' میرے منہ سے یہ جملہ نکل گیا۔

اس نے میری چرب زبانی پر گھور کر مجھے دیکھا اور زہرخند سے بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمہیں بھوکا نہیں رہنے دیا جائے گا۔ میں نے بطور خاص تمہارے لیے'' لیمبو'' کا تحفہ محفوظ رکھا ہے۔ لیمبو کیا ہے؟ یہ ان نافرمانوں اور کج رو لوگوں کا نام ہے جو کسی حکم کی تعمیل میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا لذیذ گوشت ہے جو جزیرہ باگمان سے فرار حاصل کر کے قریبی علاقے میں گھس جاتے ہیں، جب انہیں پکڑ لیا جاتا ہے تو ان کا لذیذ گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس گوشت کا ذائقہ سب سے مختلف ہوتا ہے۔ نہایت لذیذ...... ''میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ گرج کر بولا۔ ''نہیں جب تک میں بول رہا ہوں، تمہیں زبان ہلانے کی اجازت نہیں ہے۔ تم نے اپنی مہذب دنیا اور جزیرہ توری میں اعلیٰ درجے کی غذائیں کھائی ہوں گی لیکن لیمبو کا ذائقہ...... اوہ...... اس کا ذائقہ...... تم اسے نہیں بھولو گے۔ تمہاری اشتہا بھی شدید ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔''

لوکاسا نے اپنا بیان ختم کر کے اشارہ کیا۔ لڑکی ایک بار پھر احتراماً خم ہوئی، پھر اس نے تھال پر سے پتے ہٹا دیے۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ تھال میں انسانی جسم کا گوشت ٹکڑوں کی شکل میں موجود تھا۔ میرا جی الٹنے لگا اور ابکائی آنے لگی۔ میں ابھی آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ لڑکی نے گوشت کا ایک لوتھڑا تھال سے نکال کر میری جانب اس طرح پھینکا جیسے کسی بھوکے کتے کے آگے بوٹی کا ٹکڑا پھینکا ہو۔ میں احتجاج کرنا چاہتا تھا لیکن لوکاسا نے اس کی مہلت نہیں دی۔ وہ بے رحمی سے بولا۔ ''لیمبو کی طرف سے منہ پھیرنے والا لیمبو جیسا مجرم ہوتا ہے۔ آگے بڑھو اور اس نایاب تحفے کی سعادت سمیٹو۔''

میرے لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی، میں نے جبراً و قہراً گوشت کا وہ لوتھڑا اٹھایا جس کے اندر سے بڑی کراہت آمیز بو پھوٹ رہی تھی، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا دم گھٹ جائے گا۔ ایک تو انسانی گوشت اور پھر یہ تعفن۔ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی تھی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جہاز کی تباہی کے بعد لائف بوٹ کے طویل سفر کے دوران بھوک سے مجبور ہو کر توماغا نے ایک شریک سفر یہودی کو قتل کر کے اس کا کچا گوشت کھایا تھا، توماغا کی دیکھا دیکھی دوسرے مسافروں کے ساتھ میں بھی یہودی کے جسم کی بوٹیاں نوچ کر کھانے پر مجبور ہو گیا تھا، صرف سریتا اور سرنگا اس جرم سے محفوظ رہے تھے۔ اس وقت زندگی بچانے کا مسئلہ درپیش تھا لیکن اس وقت خالی معدہ ہونے کے باوجود انسانی گوشت چبانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ لوکاسا سے میری پہلی ملاقات ہی نفرت و کراہ سے شروع ہوئی تھی۔ میرا انکار اسے میرے خلاف کوئی بھی فیصلہ کرنے پر اکسا سکتا تھا اور کیا عجب تھا کہ لوکاسا کے حکم کی نافرمانی مجھے باغی قرار دینے کا سبب بن جاتی اور ایک دن مجھے بھی لیمبو کی شکل میں تبدیل کر دیا جاتا۔

میرے دل کی حالت ناقابل بیان تھی، لوکاسا بہت انہماک سے میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ گوشت کے تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ دل چاہا کہ لیمبو لوکاسا کے منہ پر مار کر وہاں سے بھاگ نکلوں، یہ زندگی کی کیسی آرزو تھی جو انسانوں کے متعفن گوشت کے استعمال پر منحصر تھی۔ پھر میں نے اپنے دل کو سمجھایا، جابر بن یوسف! تم انسان کہاں رہے ہو؟ یہ تمہارا حلیہ، یہ برہنگی جسم پر یہ نقش و نگار، یہ بڑھے ہوئے بال، تم

نے اسی علاقے میں انسانی خون پیا، تم نے اپنے دوست کا کچا گوشت کھایا، تم وحشی ہو، تم ایک جانور ہو۔ پھر یہ اکراہ کیوں، اٹھاؤ یہ پارچہ اور اپنے معدے کو درندوں کی غذا کا عادی بنالو، میرا ہاتھ آہستہ آہستہ منہ کی جانب بڑھنے لگا۔ مجھے یہ بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں جمال و رعنائی کا جویا، لطافت و نزاکت کا علم بردار، حسین عورتوں کے لمس سے خیال آرائیاں کرنے والا شخص میں۔ میں نے وہ غذا استعمال کی، میرا ذہن مجھ سے چھڑ گیا۔ میں نے ناک بند کی اور بڑی سرعت کے ساتھ لقمہ اپنے منہ میں رکھ لیا۔ وہ برداشت کا امتحان تھا۔ گوشت منہ میں رکھنے کے بعد اتنا کثیف نہیں تھا جتنا باہر سے معلوم ہوتا تھا مگر میرا خیال ہے مجھے یہ ذکر چھوڑ دینا چاہئے۔ لوکاسا کے چہرے پر تحیر تھا۔ وہ مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے وہ پورا ٹکڑا ہضم کر لیا اور مسکرا کر کہا۔ ''مقدس لوکاسا نے سچ کہا تھا۔ لقمہ کے ذائقے نے مجھے ایک نئی لذت سے روشناس کرایا ہے۔ میں اس مقدس تحفے کے لئے لوکاسا کا شکر گزار ہوں۔''

لوکاسا نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ اشارہ کیا۔ لوکاسا کا اشارہ ملتے ہی لڑکی نے تھال سے گوشت کے دو اور ٹکڑے میری جانب اُچھال دیے۔ جب ایک ٹکڑا کھا لیا تھا تو دوسرے میں کیا تھا۔ میں نے انہیں اپنے پیٹ کے جہنم کی نذر کر دیا۔ لوکاسا کی آنکھیں فرط حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔ اس نے لڑکی کو باہر جانے کا حکم دیا۔ کمرے میں جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو لوکاسا نے اپنی حیرتوں پر قابو پاتے ہوئے اسی تند و تلخ لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''تمہاری خود اعتمادی اور برداشت کوئی نئی بات نہیں، مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ جزیرہ توری کے قیام کے دوران تم نے وہ علاقہ پورے طور پر قبول کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ تمہیں کچھ دنوں اور زندہ رکھے گی۔ لیکن جزیرہ ہاگمان ــــ جزیرہ ہاگمان، جزیرہ توری سے مختلف ہے۔ یہاں وہی شخص قدم جما سکتا ہے جس کے جسم پر بے شمار آنکھیں ہوں۔''

''اس کی رحمتیں سایہ گستر رہیں، اس کی چاہت دل میں جاگزیں رہے۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔ ''میں یہ سب کچھ اس کی نظر میں اپنے لیے کوئی رعایت پیدا کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری ریاضت رائیگاں نہیں جائے گی۔'' پھر میں نے دل میں کہا۔ ''اگر یہی اس کے قرب کا مقصود ہے تو یہی سہی۔ اگر یہی مقسوم زندگی ہے تو پھر اپنی گردن ختم کر دینی چاہئے۔''

''بعض اوقات طالب کو اس کا مقصود زندگی میں نہیں ملتا۔ جزیرہ ہاگمان پر تربیت کی مدت بڑی طویل بھی ہو سکتی ہے۔'' اس نے نفرت سے کہا۔

''مقدس لوکاسا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے آنے والی آزمائشوں اور وقت کا خوف دلا کر میرے حق میں کوئی مفید کام کر رہے ہو تو میں گزارش کروں گا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے تربیت کے جملہ کوائف سے مطلع کرو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میرے لیے کیا حکم ہے؟'' میں نے دلیری سے کہا۔

''کوائف!'' لوکاسا نے مجھے جھڑک دیا۔ ''تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ یہ دلیری نہیں گستاخی ہے۔ یہ دنیا وہ نہیں ہے جہاں سے تم آئے ہو۔ یہ سارا علاقہ امتحان گاہ ہے۔ ہر وقت ایک آزمائش ہے۔ ہر پل ایک امتحان ہے۔ اس کا انحصار مجھ پر ہے کہ میں کس وقت تمہارے لیے کیا حکم دیتا ہوں۔ مجھے گستاخ لوگ ناپسند ہیں۔''

وہ آدمی نہیں جانور تھا۔ وہ بولتا تھا تو کسی درندے کی خو نظر آتی تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر برہم ہو جاتا اور اشتعال میں دیر تک بھنکارتا رہتا۔ اس نے مجھے کئی بار مشتعل کر دیا۔ اس کی گردن دبوچنے کے لیے میرے ہاتھوں میں کسمساہٹ ہوئی لیکن میں نے اپنے پیر زمین پر جما لیے اور اپنا

وجود فراموش کر دیا۔ اس کی کینہ توز اور حقارت آمیز نظریں میرے جسم کا طواف کرتی رہیں۔ میری خاموشی پر اس نے برہمی سے کہا۔ ''تمھیں غالباً جزیرہ باگمان اور اس کے ناظم اعلیٰ کے مرتبے کے متعلق تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا۔''

''مجھے یہاں کے اسرار سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' میں نے تنگ آ کر کہا۔

لوکاسا کا چہرہ اور غضب ناک ہو گیا۔ اس کی نگاہیں خون برسا رہی تھیں۔ ''اے شخص! آج تک لوکاسا سے آنکھیں ملانے کی جرات کسی کو نہیں ہوئی۔ لوگ اس کا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ روحیں راستہ بدل دیتی ہیں۔''

''شاید مقدس ناظم اعلیٰ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں اس کی توہین کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاید ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مقدس لوکاسا کو جزیرہ باگمان پر میری آمد سے کوئی خوشی نہیں ہوئی؟'' میں اپنے جملوں میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش میں ناکام رہا۔

وہ اور برافروختہ ہو گیا۔ ''لوکاسا کو غلط فہمی، لوکاسا کی توہین، لوکاسا کی ناراضی...... کیا تمہاری زبان کھینچ لی جائے؟ کیا تمہارے منہ میں آگ بھر دی جائے۔ اے ناہنجار شخص! کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' لوکاسا نے طیش میں کہا۔ ''وقت بتائے گا کہ تو نے اپنی زبان دراز کر کے عرصہ حیات اپنے اوپر تنگ کر لیا ہے۔ لوکاسا پر طنز۔ اوہ۔ اوہ لوکاسا کی توہین۔''

وہ تلملا کر زمین پر پیر مارنے لگا۔

''یقیناً مجھ سے گستاخیاں ہو گئی ہیں۔ میں اپنے مطمع نظر کی ترسیل مناسب الفاظ میں نہیں کر رہا ہوں لیکن لوکاسا کی عظیم ذات کا عرفان مجھے رفتہ رفتہ ہو رہا ہے۔ مجھے کوئی حکم دیا جائے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

اسے سرد کرنے میں دیر لگی۔ میں نے وہاں غیر معمولی برداشت کا مظاہرہ کیا آخر اس نے مجھے حکم دیا کہ دو دن بعد قصر لوریما میں جو شاندار جشن منعقد ہونے والا ہے میں اس میں شرکت کروں لوریما کے سامنے اطاعت گزاری کا عہد کروں۔ لوریما جو اس علاقے میں ایک عظیم دیوی کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔ ہر عہد میں دیوی کی ترجمان ایک دوشیزہ ہوتی ہے۔ جو دیوی کا پرتو کہلاتی ہے۔ اسے دیوی کی جانشین سمجھ کر جزیرہ باگمان کا ہر شخص اس کی عبادت اور اطاعت اپنا فرض سمجھتا ہے۔ لوکاسا ایک سردار کی حیثیت سے فعال رہتا ہے اور جزیرے پر اس کا کلی تصرف رہتا ہے۔ لوریما دیوی سردار نامزد کرتی ہے اور پھر خود اسی سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ لیکن لوریما کی حیثیت اس سے متاثر نہیں ہوتی۔ وہ جزیرے میں سب سے محترم اور افضل رہتی ہے۔ مجھے لوکاسا نے سرسری طور پر لوریما کے مقدس اور اس کی عظمت کے بارے میں بتایا۔

لوکاسا کی اکھڑی اکھڑی گفتگو سے میں نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ وہ اپنے موجودہ عہدے سے کلی طور پر مطمئن نہیں ہے۔ یقیناً لوکاسا اپنی غیر معمولی جرات و شجاعت، اہلیت اور صلاحیت کے بعد ہی جزیرے کا سردار منتخب ہوا ہوگا۔ میں اس سے بہت سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس موقع پر مزید گفتگو مناسب نہیں سمجھی، وہاں لوریما کو دیکھنے کا اشتیاق میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے جشن لوریما میں شرکت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تو لوکاسا نے سختی سے کہا۔ ''میں کوئی ایسی بات پسند نہیں کروں گا جو مقدس لوریما کی شان کے خلاف ہو۔''

''میں عورتوں کی قدر کرتا ہوں۔'' میری خوش دلی لوٹ آئی۔

http://kitaabghar.com

''لیکن مقدس اوریما کوئی عورت نہیں ہے، وہ دیوی ہے۔ لوکاسا کا سر بھی اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔'' لوکاسا نے تنگی سے کہا۔

''وہ میرے لیے قابل پرستش ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس کا دیدار بھی ایک امتحان ہے۔ وہاں تمہیں اپنی شجاعت اور ذہانت کے جوہر دکھانے کا موقع دیا جائے گا۔ ممکن ہے کل ہی فیصلہ ہو جائے۔ بہتر یہی ہے کہ تم تکلیفوں سے بچ جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں، موت زیادہ آسان طریقہ ہے۔'' لوسا کا نے سرگوشی کی۔

''میں سمجھا نہیں؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم جا سکتے ہو۔'' لوکاسا نے حقارت سے کہا۔ میں نے کسی ایسی مشین کی طرح عمل کیا جس کا کوئی بٹن دبا دیا گیا ہو۔ میں لوکاسا سے اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ اس کا اشارہ پا کر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور چپ چاپ واپسی کے راستے پر ہولیا۔ راستے میں اندھیروں نے پھر میرا احاطہ کر لیا۔ میں راستہ ٹٹولتا ہوا غار کے دہانے سے باہر آ گیا۔ باہر سرد کھلی ہوا میں سانس لیتے ہی مجھے متلی ہونے لگی اور میں نے حلق میں ہاتھ ڈال کر تمام گوشت لوٹ دیا۔ جی کو کسی قدر سکون ہوا تو میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، میرا کوئی جادہ نہیں تھا، میری کوئی منزل نہیں تھی۔ ہر سو اندھیرا تھا اور کوئی میرا رہبر نہیں تھا۔ طعام و قیام کا مسئلہ مجھے خود حل کرنا تھا۔ میں ایک درخت کے کنارے ستانے بیٹھ گیا اور دیر تک اپنے خیالوں میں گم رہا۔ گاہے گاہے روشنی کے جھماکے میری نظریں خیرہ کر جاتے تھے، ہر طرف درخت تھے، صرف اندھیروں میں بڑھنے والے یہ درخت اور ان میں رہنے والے جانور میرے ساتھی تھے۔ آبادی دور کہیں بہت دور نظر آتی تھی۔ میں نے سوچا اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کیا ہوگا۔ میں نقاہت سے ختم ہو جاؤں گا۔ مجھے اپنی غذا حاصل کرنی چاہئے، چاہے مجھے آبادی کی طرف جانا پڑے۔ یہ کیسا علاقہ ہے جہاں مجھے کوئی نہیں پوچھتا۔ وہ مجھے قید بھی نہیں کر رہے ہیں، کم از کم غذا اور قیام کے بارے میں بے فکر ہو جاؤں۔ انہوں نے مجھے ایک آوارہ کتے کی طرح چھوڑ دیا ہے جو کونے کھدروں میں اپنی غذا سونگھتا پھرتا ہے۔ پھر مجھے اس بندر کا خیال آیا، پتہ نہیں اسے کیا ملا۔ میں چھ دن تک اس کمرے میں بند رہا تھا۔ اوریما کا جشن ہونے میں دو دن رہ گئے تھے اور قریبا نے مجھے بتایا تھا کہ جشن آٹھ روز میں منعقد ہوگا۔ کمرے کی سیاہی میں رات دن کی تمیز مشکل تھی۔ پانچ دن پانچ راتیں میں اور بندر بھوکے رہے۔ خیال آتے ہی بھوک اور تیز ہو گئی میں نے درخت ٹٹولنے شروع کیے کہ شاید کوئی پھل مجھے مل جائے لیکن وہاں سبز پتوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے مجبور ہو کر اشار کے سکھائے ہوئے کچھ عمل کیے اور جارا کا کی کھوپڑی کو ایک خاص سمت میں رکھ کر اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ اسی لمحے مالا سے روشنی کی کرن پھوٹی اور میں بستی کی طرف چل دیا۔ مالا کی روشنی نے بستی کی سمت اشارہ کیا تھا۔ میں تیز تیز قدموں چلتا ہوا بستی میں داخل ہو گیا۔ بستی گنجان تھی اور چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ انسانی آوازوں کی گونج اور چہل پہل نے میرے اوسان بحال کیے۔ تھوڑی دیر تک میں جھونپڑی کی قطاروں کے ساتھ بل کھاتے ہوئے راستوں پر چلنے لگا۔ کوئی دیا کہیں ٹمٹما رہا تھا تو کہیں بچوں کے چیخنے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، آخر ایک نسبتاً صاف، کشادہ اور روشن جھونپڑی میں، میں بے دریغ داخل ہو گیا۔ میرے گلے میں پڑی ہوئی مالا سے روشنی پھوٹ رہی تھی جس سے جارا کا کی کھوپڑی نمایاں ہو گئی تھی۔ اندر پہنچ کر مجھے ایک بوڑھی عورت اور اس کی نوجوان بیٹی نظر آئی۔ وہ میری آمد سے سہم گئیں میں نے جزیرہ توری کی رسم کے مطابق انہیں سلام کیا اور ان سے کہا۔ ''مجھے کھانا چاہئے۔''

''تم کون ہو؟'' نوجوان لڑکی نے سراسیمہ ہو کر پوچھا۔

''میں ایک بھوکا آدمی ہوں اور اس جزیرے میں اجنبی ہوں۔'' میں نے انکسار سے کہا۔

''اجنبی..... اجنبی۔'' اس کی آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔ ''کیا اس نے تمہیں دیکھا؟''

''کس نے؟ کس نے اے معصوم لڑکی؟ تم کس سے خوف زدہ ہو۔''

''وہ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتا تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''کون؟ مگر میں یہاں مقدس اقابلا کے حکم سے بھیجا گیا ہوں۔''

''مقدس اقابلا۔ مگر تمہیں پہلے اس کے پاس جانا چاہئے۔''

''اگر تمہاری مراد مقدس لوکا سا ہے تو میں اس سے مل چکا ہوں۔ اے پیاری لڑکی۔ تم باتیں بعد میں کرنا۔ مجھے شدید بھوک لگی ہے۔'' میں نے بے چارگی سے کہا۔

''ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ ہم تمہیں اس کی اجازت کے بغیر کھانا نہیں دے سکتے۔'' بوڑھی عورت پہلی بار بولی۔

''ایک اجنبی شخص جو بھوکا ہے۔ تمہارے دروازے پر آیا ہے میں جزیرہ ہاگمان پر تربیت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اگر تم نے مجھے کھانا دینے سے انکار کر دیا تو میں خود حاصل کرلوں گا۔ میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار ہوں۔'' میں نے سختی سے کہا۔

''تم ایک معزز شخص معلوم ہوتے ہو لیکن دیوتاؤں کے لئے ہمیں ایسی باتوں پر مجبور نہ کرو۔ اس کا حکم ہے کہ نافرمانوں اور اجنبیوں کے ساتھ کوئی سلوک مت کرو۔ وہ اپنے اصولوں کا بڑا سخت ہے۔'' بوڑھی عورت نے التجا کی۔

''مجھے معلوم ہے لیکن میں بھوک کی نقاہت میں اب چل بھی نہیں سکتا۔ مجھے کھانا چاہئے۔ میں زبردستی تم سے چھین لوں گا۔ پھر تم کسی عتاب کا شکار نہ ہوگی۔'' یہ کہہ کر میں آگے بڑھا اور میں نے پتھر کے برتنوں پر قبضہ جما لیا۔ اس نے میرا ہاتھ روکا لڑکی بھی اپنی ماں کی مدد کو آگئی لیکن میں نے انہیں دھتکار دیا اور بے تحاشا منہ میں آدھ گلا گوشت چبانے لگا میں انہیں دھمکیاں دے رہا تھا کہ میرے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی ہے اور میں پراسرار علوم سے کسی حد تک واقف ہوں۔ میری دھمکیاں کارگر ہوئیں۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئیں اور میں نے ان سے بے نیاز ہو کر خوب سیر ہو کر کھایا۔ ان کی حالت قابل رحم تھی۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جبراً کسی دوسرے کی غذا کھائی تھی۔ پیٹ میں غذا پہنچی تو مجھ پر نشہ طاری ہو گیا اور میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ کوئی اندازہ نہیں کہ میں کس وقت جاگا۔ جب جاگا تو اندھیرا موجود تھا۔ لڑکی کی ماں ایک طرف کونے میں دبکی ہوئی تھی اور لڑکی اس کے پہلو میں خوف زدہ سی بیٹھی تھی۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور بڑی ملائمت سے لڑکی کا نام پوچھا اس نے جھجکتے جھجکتے اپنا نام نگری بتایا۔ میری آنکھیں غذا اور نیند سے کھل گئی تھیں۔ پہلی بار میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ جاذب نظر تھی۔ ہر جوان لڑکی جاذب نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے شیشے میں اتارنے کے لئے اپنے لہجے میں گداز اور اپنے انداز میں وارفتگی پیدا کر لی۔ وہ خاموش خاموش میری باتیں سنتی رہی اور اس نے مجھے تاؤ دلانے کی حد تک جواب سے گریز کیا۔ لیکن وہ ایک غیر مہذب علاقے کی ایک معصوم لڑکی تھی۔ وہ اور اس کی ماں کہاں تک میرے طرز عمل

http://kitaabghar.com

سے متاثر نہ ہوتیں۔ ان پر لوکا سا کا خوف طاری تھا۔ لوکا سا کوئی مقبول اور پسندیدہ شخص نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے یہی کمزوری پکڑ کر ان سے گفتگو چھیڑ دی۔ آخر مجھے چند باتیں پتہ چل گئیں کہ لوکا سا حال ہی میں سرداری کے منصب پر فائز ہوا ہے اور اس نے آتے ہی سخت قوانین نافذ کر دیئے وہ جسے چاہتا ہے قتل کر دیتا ہے۔ ساری بستی اس کے نام سے لرزتی ہے اس سے پہلے اسٹالا جزیرے کا سردار تھا۔ اسٹالا ایک دن جزیرے سے روپوش ہو گیا۔ لوکا سا سخت تربیت کے بعد اسٹالا کا نائب بن گیا تھا، دوسرے دن قصر لوریما سے ایک اعلان ہوا کہ اب اسٹالا کی جگہ لوکا سا سردار ہے۔ نگری سے میں نے جزیرے کے تمام لوگوں کے نام نہایت احترام سے لیے اور ایک بچے کی طرح کارآمد معلومات حاصل کیں۔ مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تھا کہ ان معلومات کے عوض نگری پر کیا گزرے گی۔ پھر بھی میں نے تمام احتیاط ملحوظ رکھی اور اسے بچانے کے لئے الٹے سیدھے سوالات کیے اس جزیرے کی سیاست کے متعلق نگری بہت زیادہ معلومات فراہم نہیں کر سکتی تھی لیکن مجھے اس بکھرے ہوئے مواد سے مفروضے قائم کرنے میں مدد ملی۔ مفروضے جن کی بنیاد پر میں آئندہ اپنے لیے کوئی راہ متعین کر سکتا تھا۔ نگری نے میرے جذبات میں ہلچل مچائی لیکن میں اس سے دور ہی رہا۔ کچھ دیر بعد میں بستی میں گھومنے چلا گیا۔ جشن لوریما کی تیاریاں شباب پر تھیں۔ ہر سال لوریما دیوی کی سالگرہ کا جشن نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا تھا۔ بستی سے نکل کر میں پھر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر لوریما کے متعلق سوچنے لگا۔ میرا ذہن اس وقت عجیب پیچیدگیوں میں مبتلا تھا۔ جزیرہ توری کی سرداری کے دوران اور شوالا کو زیر کرنے کے بعد میں اسی قسم کی باتیں سوچتا رہا تھا۔ لوکا سا میرے امتحان کی مدت طویل کر سکتا تھا اور لوکا سا مجھے جلدی یہاں سے روانہ بھی کر سکتا تھا۔ اس متعفن اور نفرتی شخص نے مجھ پر کوئی اچھا اثر نہیں چھوڑا تھا۔ نگری کی زبانی اسٹالا کی سرکوبی کی خبر سن کر مجھے لوکا سا کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ لوکا سا نے اسے سازش کر کے ہی ہٹایا ہوگا۔ اسٹالا خود بھی غیر معمولی طاقتوں کا مالک ہوگا۔ بہر حال مجھے یہاں کی سیاست کے پیچ و خم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میری دلچسپی کا محور تو میں خود تھا جو جلد سے جلد یہاں سے فارغ ہو کر اپنے جزیرے پر پہنچنا چاہتا تھا اور اس کی بارگاہ میں قرب کا جویا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ سورج کس وقت چھپا اور کس وقت طلوع ہوا ہوگا، جزیرہ باگمان سے سورج بچ کر چلتا تھا۔ میں نگری کی جھونپڑی میں دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔ دوسرے وقت کا کھانا بھی میں نے اسی درندگی اور چھینا جھپٹی میں کھایا۔ وہ میری موجودگی سے سخت ہراساں تھیں۔ نگری خود کوئی بات نہیں کرتی تھی۔

اور پھر وہ وقت آ گیا جب لوریما کا جشن سالگرہ منایا جانے والا تھا۔ اس وقت بستی کے لوگ جوق در جوق ایک سمت جا رہے تھے میں بھی ان میں شامل ہو گیا اور بستی سے خاصی دور ایک کھلے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ڈھول پیٹتے، کپڑے اچھالتے، رقص کرتے، گاتا گاتے اور شور مچاتے اس طرف جا رہے تھے۔ یہ ان کا مذہبی تہوار تھا۔ افریقی قبائل کے ان تہواروں کو وہاں کی تہذیب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ جو سنا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا۔ میدان میں سورج پوری آب و تاب سے طلوع تھا۔ میدان کے باہر اندھیرا تھا۔ عجیب حیرت کا مقام تھا کہ سورج نے زمین کا صرف ایک حصہ اپنی شعاعوں کے لئے منتخب کیا تھا۔ سورج کی روشنی میں آ کر جزیرہ باگمان کے لوگ اچھلنے کودنے اور زمین پر لوٹنے لگے۔ جو لوگ سال میں صرف ایک مرتبہ سورج دیکھتے ہوں۔ ان کا کیا عالم ہوگا۔ اس دھما کہ چوکڑی اور تل دھاڑے کو دیر ہو گئی۔ ان کے سیاہ جسم سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ دیوانہ وار رقص کر رہی تھیں ان کے انداز میں جارحیت تھی جیسے آج رقص میں وہ اپنے حواس کھو دیں گے۔

ڈھول کی تھاپ، سمندر کی سیپیوں سے بنائے ہوئے باجوں، رنگین جسموں اور ان کے گلے اور ہاتھوں میں پڑے ہوئے کڑوں کی جھنکاروں نے ایک عجیب سماں پیدا کر رکھا تھا۔ پھر غلغلہ ہوا اور میدان میں زور سے نقارے بجنے لگے۔ سامنے چتوں سے بنا ہوا جال کا پردہ ہٹا دیا گیا اور جزیرہ وہاگمان کے تمام لوگ زمین کو بوسے دینے لگے۔ سب سے پہلے لوکا سا نمودار ہوا اور اس نے ہاتھ بلند کر کے رقص کرتی ہوئی دو نوجوان لڑکیوں کو اشارے سے آگے بلایا۔ لوکا سا کے دائیں طرف پتھر کی بنی ہوئی ایک مورتی نصب تھی۔ وہ ایک عورت کا ایک مجسمہ تھا جس کے ہاتھ میں پھول تھا اور اس کا سارا جسم عریاں تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ نوجوان لڑکیاں اس مجسمے کے قریب پہنچ گئیں تو لوکا سا نے بڑی پھرتی سے اپنے دونوں ہاتھوں کے خنجر ان کے سینوں میں بھونک دیے۔ لڑکیاں تیورا کر مجسمے کے قدموں میں گر پڑیں اور بری طرح تڑپنے لگیں۔ خون چاروں طرف بہنے لگا۔ مجمع کی ہاؤ ہو، شور غل میں اور اضافہ ہو گیا۔ نقارے اور تیزی سے پیٹے جانے لگے۔ پھر چند لمحوں بعد ان دونوں تڑپتی ہوئی لڑکیوں کو مورتی کے قدموں سے ہٹا دیا گیا اور وہاں سبز چتوں، سرخ پھولوں سے ڈھکی ہوئی لڑکیاں جلوہ گر ہو گئیں۔ ان کے کاندھوں پر ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر ایک نازک اندام حسین وجمیل لڑکی تمکنت کے ساتھ رونق افروز تھی۔ وہ یقیناً اشار اور سارما کے حسن وجمال کا عکس تھی اور ان سیاہ فام حبشیوں میں سب سے علیحدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کی رنگت سرخ تھی اور نقش ونگار حبشیوں سے قطعی مختلف تھے۔ جلدی تخت مورتی کے قدموں کے آگے رکھ دیا گیا اور مورتی کا عکس اس کے زہد شکن شباب پر پڑنے لگا۔ وہ لوریما کی جانشین کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اتنی حسین لڑکی لوکا سا جیسے کریہ اور بھدے شخص سے خلوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ میں دور کھڑا تھا اور اسے قریب سے دیکھنے کے لئے میرا دل بری طرح مضطرب ہو رہا تھا۔ ہجوم میں راستہ بناتا ہوا میں اس کے قریب ہوتا گیا اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

وہ اقابلا کی پری جمال دوشیزاؤں کے حلقے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے جلوہ گر ہوتے ہی ایک ادا کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کیا۔ ایک خلقت لوریما کے اوصاف کے گن گانے لگی۔ پھر اس نے ہاتھ بلند کر کے انہیں خاموش کر دیا۔ لوکا سا اپنے نائبین، اپنے محافظ دستے اور جزیرے کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ بڑے طنطنے اور دبدبے سے کھڑا تھا۔

''مقدس لوریما تمہاری مسرتوں میں شریک ہے۔'' لوکا سا کی آواز آئی اور مجمع میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔

پھر جزیرے کی ساری آبادی رقص کرتی ہوئی قطاروں کے ساتھ لوریما کے سامنے آتی رہی اور لوریما پر پھولوں کی پتیاں بکھیرتی ہوئی کھلے میدان میں جمع ہوتی رہی۔ لوریما کے خوبصورت ہاتھ ان کی عقیدوں کا بہت آہستگی سے جواب دے رہے تھے۔ میں اس کے اور قریب ہو گیا اور میرا دل ڈولنے لگا۔ مجھے لوکا سا پر رشک آنے لگا۔ اس نازک بدن لڑکی کے سارے حقوق اس کے نام منتقل ہیں۔ اس کے لب پھولوں کی پتیاں، اس کے رخسار جیسے دہکتے ہوئے شعلے، اس کے دانت جیسے یمن کے موتی، اس کی نگاہیں جیسے گہری نیلگوں جھیلیں، وہ سمن بر وہ ستم گر وہ غارت گر جب نگاہیں اٹھاتی تھی تو عام شخص لڑکھڑا جاتا تھا۔

''یہ ہے وہ۔'' زیر لب میں نے خود سے کہا۔ میں اس کے پاس جانے کے لئے پر تولنے لگا۔ لیکن لوکا سا کی موجودگی میں کسی گستاخی کی سزا مجھے معلوم تھی۔ اسی اثناء میں میدان میں درمیان کی جگہ خالی ہو گئی اور جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا رنگ برنگا ایک جلوس شور مچاتا ہوا گزرا۔ پھر کچھ ستم رسیدہ

قیدی سامنے لائے گئے۔ ان کے چہرے مسخ ہو چکے تھے اور وہ مجہول انداز میں گرتے پڑتے زنجیروں کے حلقے میں چل رہے تھے۔ انہیں ایک ایک کر کے دہکتی ہوئی آگ میں ہجوم نے بے پروائی سے جھونک دیا۔ ان کی دل دوز چیخوں کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر لوکا سا اس کے قریب آ گیا اور اس نے وہاں ایک کاہن کی موجودگی میں غسل آتش کیا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ لوکا سا آگ میں کود گیا تھا اور دوسری طرف سے صحیح وسلامت نکل آیا تھا۔ اس کے نمودار ہوتے ہی مجمع میں ایک جھنجھناہٹ سی ہوئی۔ لوکا سا قریب آ کر لوریما کے سامنے سربسجود ہو گیا۔ دیوانگی اور وحشت کے کئی اور مظاہرے وہاں ہوئے۔ پھر کھیلوں کے مقابلے، جسمانی کرتب اور وحشیانہ رقص قبیلے کے منتخب نوجوان مجمع کو چیلنج کرتے۔ کوئی سامنے آتا، ان سے لڑتا اور جو جیت جاتا وہ لوریما کے پہلو میں کھڑا کر دیا جاتا۔ جسمانی طور پر بہادر لوگ ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے لوریما کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے۔ لوریما یہ مقابلہ بڑے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی جب ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے ایک نوجوان سربلند قرار دیا گیا تو لوکا سا نے مجمع کو مخاطب کیا کہ اب کوئی اس نوجوان سے مقابلے کا دعویٰ کرنے پر آمادہ ہے؟ میں نے سوچا مجھے آگے بڑھنا چاہیے۔ یہ نوجوان شوالا نہیں ہے پھر بھی اگر میں ہار گیا تو میرے تمام منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں۔ بڑی ذلت کا سامنا کرنا ہوگا۔ میں نے نوجوان کے جسم کا جائزہ لیا، وہ ایک بھرپور اور مضبوط شخص تھا میں نے جارا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں پکڑی۔ آنکھوں میں اقابلا کا چہرہ گھوم گیا۔ اس وقت مجھے سرنگا بھی یاد آیا۔ زبردست خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں لوکا سا کے سامنے آ گیا اور میں نے با آواز بلند کہا۔ ''میں اس مضبوط نوجوان سے مقابلے کے لئے تیار ہوں۔''

لوکا سا میری جرأت پر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے بہت قریب سے لوریما کے حسین چہرے پر نظر ڈالی۔ اس سے میری نظریں چار ہوئیں تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کی سنجیدگی نے مجھے اور کرب میں مبتلا کر دیا۔ میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا اور وہی ہوا جو میں چاہتا تھا۔ لوریما کے سامنے مجھے اپنی زبان کی فصاحت اپنے لہجے کی دلکشی اور اپنے اطوار کی شائستگی دکھانے کا موقع مل گیا۔ لوکا سا نے مجھے منع کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ میں انکار و اصرار کو طول دینا چاہتا تھا تاکہ میں کسی طرح لوریما کے دل میں اقابلا کی طرف سے آئے ہوئے جزیرہ توری کے سردار کے لئے کوئی گداز پیدا کر سکوں۔ میں کچھ دیر لوکا سا کو ادھر ادھر کی باتوں میں الجھائے رہا۔ میرے چہرے کے خدوخال، جاذبیت اور میری آنکھوں کی تہذیب نے لوریما کو میری طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ میرا اس سے تعارف کرایا گیا اور لوکا سا نے مجھے ذلیل کرنے کے لئے اس کے سامنے دھمکیاں دیں اور اپنے اثر و اقتدار کی نمائش کی۔ میرا حربہ کامیاب تھا۔ میں خود کو ایک خاص حیثیت سے روشناس کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن جب لوریما نے ہاتھ اٹھا کر لوکا سا کو خاموش کر دیا اور مقابلے کے آغاز کا اعلان کیا تو یک بارگی میرے اعصاب میں رعشہ سا آ گیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا لیکن حبشیوں نے مجھے بے دردی سے کھینچ لیا اور میدان میں کسی جانور کی طرح پھینک دیا۔ ابھی میں اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بزرگ شخص میرے پاس آیا اور اس نے میرے گلے سے جارا کا کی کھوپڑی اور مالا اتار لی۔ نوجوان نہتا تھا۔ اس نے آتے ہی غرا کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں جھکائی دے کر اسے زمین پر گرانے میں کامیاب ہو گیا۔ شوالا سے جنگ جیتنے کے بعد میں کوئی نئی بات محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس مقابلے کی طوالت کا ذکر میرے خیال سے مناسب نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ میں نے پہلے تو نفسیاتی طریقوں سے اسے دہشت زدہ کرنے کے حربے اختیار کئے۔ پھر مختلف طریقوں سے اس کے وار بچاتا رہا، اسے تھکاتا رہا اور خود مسکراتا رہا۔ میں اس کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جاتا جیسے وہ ایک شیر خوار بچہ ہو۔

http://kitaabghar.com

جب وہ غصے میں بپھرا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوتا تو میں کبھی غیر متوقع طور پر اس کی ٹانگیں پکڑ کر اسے لوٹ دیتا، کبھی سامنے سے ہٹ جاتا اور وہ زمین پر دھب سے گر پڑتا۔ وہ ایک تنومند اور متوسط قد کا فولادی آدمی تھا، سارے مجمع کے لیے یہ کھیل دلچسپ تھا۔ کچھ میرے انداز کے سبب سے اور کچھ آخری مقابلے کی وجہ سے۔ میں درمیان میں ایسے جملے بولتا رہا جو اس کی ہمتیں پست کر سکیں۔ وہ ایک پیشہ ور جسم باز تھا۔ میں اس میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن میں عام انداز سے ہٹی ہوئی کشتی لڑ رہا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس نے میرا جسم اپنے آہنی ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کتنا سخت جان ہے اور میرا خیال ہے اسے بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ جابر بن یوسف الباقر نام کا کوئی شخص اس کی گرفت میں ہے۔ میں نے اسے زور کرنے دیا۔ وہ مجھے ہلا بھی نہ سکا۔ مجھے خود اپنے آپ پر حیرت ہوئی۔ یہ کس بل پہلے تو نہ تھا۔ اس ہنگامے میں خاصا وقت گزر گیا۔ وہ پسینے میں تر بتر ہو گیا میں نے آخر دیوتاؤں کا جام نوش کیا تھا میں نے زور کرنا شروع کیا اور اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر پے در پے حملے کرنے شروع کر دیے۔ میں اتنی پھرتی اور اتنی مستعدی سے اس پر وار کر رہا تھا کہ وہ بوکھلا گیا اور ایک جگہ لڑھک کر گر گیا۔ یہی موقع تھا جب میں پورے طور پر اس دیو پر غالب آ گیا۔ کاہن نے مجھے اس سے علیحدہ کیا۔ مجمع میں پھر نقارے بجنے لگے اور نعرہ ہائے داد و تحسین بلند ہوئے۔

کاہن نے میری مالا اور جارا کا کی کھوپڑی واپس کر دی۔ پھر مجھے اس کے روبرو لے جایا گیا۔ اس نے چمکیلی آنکھوں سے میرے سراپا کا جائزہ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا۔ میں نے جھک کر اس کے قدموں کا بوسہ لے لیا اور اس کے صاف و شفاف پیر اپنی پلکوں سے لگا لیے۔ اس نے مجھے ایک سنہری مالا بطور تحفہ دی۔ میں نے آنکھوں آنکھوں میں اپنی تشنگی کی کئی داستانیں اسے سنا دیں۔ اس نے لوکا سا کو اشارہ کیا۔ لوکا سا نے اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک دیے۔ ”جابر بن یوسف الباقر کو قصر میں پیش کیا جائے۔“

”مقدس اوریما کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔“ لوکا سا نے کہا۔

کاہن نے مجھے اس کے سامنے سے ہٹا دیا۔ لوکا سا کے چہرے پر خشونت کا اظہار چھپ نہ سکا۔ اس مقابلے کے بعد جانوروں پر قابو پانے کے مقابلے میں پیش ہوئے۔ یہ ایک دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ چند آدمی درندوں کے سامنے چھوڑ دیے جاتے تھے اور وہ انہیں سر کرنے کی کوشش میں ان کا لقمہ بن جاتے تھے۔ آدمیوں کا انتخاب کاہن کرتا۔ وحشی ہاتھی، چیتے، شیر اور گیدڑ۔ میدان میں پہلے گیدڑ چھوڑے گئے اور دس آدمیوں کی ٹولی کاہن نے پسند کر کے انہیں میدان میں چھوڑ دیا لیکن انہوں نے گیدڑوں پر قابو پا لیا۔ پھر ایک مست ہاتھی، پھر ایک چیتا۔ الاماں والحفیظ۔ ان لرزہ خیز مقابلوں کی روداد بیان کرنے کا یارا نہیں۔ ہاتھی نے یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کو کچل دیا۔ پھر بھی وہ اس پر قابو نہ پا سکے۔ میدان میں خون ہی خون بکھرا پڑا تھا۔ چیتے کے ساتھ بھی یہی وحشت انگیز خونیں تماشا کیا گیا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں لوکا سا مجھے منتخب نہ کر لے۔ میں درندوں پر حاوی تھا لیکن یہاں میرا کون سا جادو چلتا۔ آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کاہن نے لوکا سا کے اشارے پر میرے سینے پر انگلی رکھ دی اور ناچار مجھے چودہ آدمیوں کی ٹولی کے ساتھ ایک کھلے ہوئے چیتے کے سامنے جانا پڑا۔ ان سب کے چہرے سفید ہو گئے تھے۔ کاہن نے دوبارہ جارا کا کی کھوپڑی اور مالا میری گردن سے اتار لی تھی میں نے ان سب کو منظم کیا اور کہا کہ وہ ایک ساتھ مقابلہ کریں۔ ہم ایک ساتھ آگے بڑھے۔ مگر چیتے نے ایک دم جست لگائی اور ہمیں زخمی کرتا ہوا دوسری طرف پھلانگ گیا۔ میں نے انہیں پھر حوصلہ دلانے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس بار چیتے کو ٹانگوں اور دم سے پکڑنے کی کوشش کریں۔ جب وہ دندناتا ہوا

ہمارے غول کی طرف بڑھا تو وہ اس کی ٹانگیں اور دم کا پھندا پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن چیتے کی خوفناک غراہٹ سے دہشت زدہ ہو گئے وہ ان کے ہاتھوں سے پھر نکل گیا۔ اس کے پنجوں سے دو آدمی نیم جاں ہو کر زمین پر لوٹنے لگے۔ اب چیتے کا غضب بڑھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں قہر امنڈ آیا تھا یہ ایک بہت خطرناک کھیل تھا۔ میں نے ان کا عزم جوان کرنے کی کوشش کی۔ چیتا اس بار پھر ہمارے ہاتھوں میں آ گیا اور وہ چار کو زخمی کر کے دوبارہ گرفت سے آزاد ہو گیا۔ اس خونیں کھیل میں رفتہ رفتہ 9 آدمی ڈھیر ہو گئے۔ چیتا کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ سارے ہجوم پر ایک گہری خاموشی طاری تھی اور پھر وہ وقت آ گیا جب ہماری تعداد صرف تین رہ گئی۔ جو شخص میدان سے فرار ہونے کی کوشش کرتا۔ لوکاسا کے محافظ اسے اندر دھکیل دیتے اور وہ لرزتا ہوا ہمارے ساتھ شامل ہو جاتا۔ جب تین آدمی رہ گئے تو مجھے تشویش سی ہونے لگی۔ میری تمام ہدایات ضائع گئی تھیں۔ اس لیے باقی افراد میری باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے۔ ایسے عالم میں مجھے کاہن اعظم سموراال یاد آیا۔ سرنگا کو میں نے پکارا اور جب ان میں سے کوئی میری مدد کو نہیں آیا تو میں نے کاہو کو آواز دی۔ کاہو کو آواز دیتے ہی میرے بدن میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی کہ میں نے بڑی آسانی سے چیتے کی ایک بھرپور جست پر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ میں نے اسے دبوچ لیا تھا اور میرے دو ساتھیوں نے فوراً اس کی ٹانگیں مروڑنی شروع کر دی تھیں۔ چیتے کو زیر دیکھ کر دوسرے زخمی بھی کراہ کراٹھ آئے اور ہم سب اس پر پے در پے ٹوٹ پڑے۔ ہماری لاتوں، گھونسوں اور پے در پے حملوں سے چیتا بے ہوش ہو گیا۔ یہ معرکہ اتنا سخت تھا، اتنا سنسنی خیز تھا کہ میں اب بھی یاد کرتا ہوں تو میرا رواں رواں کانپنے لگتا ہے۔ مجھے دوبارہ لوریما کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے ایک بھرپور نظر ڈال کر مجھے دیکھا۔ میں وہ نظریں پہچانتا تھا۔ حالانکہ اس مقابلے میں مجھے لوریما کی طرف سے ایک اور مالا پیش کی گئی لیکن میرا تحفہ تو اس کی وہ مسکراہٹ تھی جس کا کوئی مول نہیں۔

سورج غروب ہونے لگا اور جزیرہ باگمان کی طویل ترین رات کا آغاز ہو گیا۔ ساری بستی اندھیروں میں ڈوب گئی۔ میں بستی کے لوگوں کے جلو میں سرفراز نگری کے گھر جا رہا تھا۔ نگری بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ رات کو وہاں چراغاں تھا۔ عام دعوت میں آگ پر مسلم جانور بھونے جا رہے تھے اور شراب انڈیلی جا رہی تھی۔ لوگ بدمست تھے۔

دوسرے دن صبح۔ وہ صبح ہی ہو گی، جزیرہ باگمان میں زندگی اپنے معمول پر آ گئی۔ میں نے اٹھ کر ویران جھونپڑی کی طرف دیکھا۔ نگری اور اس کی بوڑھی ماں دونوں موجود نہیں تھیں۔ میں ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا اور اپنے منہ پر پانی کا ایک چھپکا مار کر تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ ساری بستی سوئی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں نگری کی تلاش میں بستی سے آگے نکل گیا۔ میرے خدشات درست ثابت ہوئے بستی سے آگے ایک جگہ مشعل روشن تھی اور وہاں نگری اور اس کی ماں کے سر لٹکے ہوئے تھے۔ مشعل کی روشنی میں ان کے خون آلود چہرے بڑے بھیانک لگ رہے تھے، ان دونوں کے جسم زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ یہ خوف ناک منظر دیکھ کر صدمے سے میری حالت غیر ہو گئی۔ قتل و خون اذیت ناک سزاؤں اور درندگی کا یہ کھیل یہاں عام تھا لیکن ان دونوں کی گردنیں صرف میری وجہ سے تہہ تیغ ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے اعانت کی بڑی شدید، بہت عبرت ناک سزا پائی تھی۔ میرے دل میں لوکاسا کے لئے نفرت اور غضب کا ایک طوفان اٹھا۔ میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور رگیں تن گئیں میں نے نگری کا سر اتار کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تلملا کر بستی سے آگے بڑھ گیا۔ میں کچھ ہی آگے گیا ہوں گا کہ لوکاسا کے محافظوں نے مجھے آ لیا۔ کابالو بھی ان کے ساتھ تھا جو میری

http://kitaabghar.com

کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ مجھے اندھیرے راستوں سے گزار کر ایک بڑے دروازے تک پہنچا دیا گیا۔ سارے پہرے دار باہر رہ گئے ہیں۔ اکیلا دروازے میں داخل ہوا۔ اندر روشنیاں ہی روشنیاں تھیں، وہ محل میری توقع اور تصور کے مطابق تھا۔ اس کی تعمیر بھی اقابلا کے قصر کی طرح ہوئی تھی اور وہ شان و شوکت کے اعتبار سے جزیرہ باگمان کی حسین وجمیل دیوی لوریما کے عین شایان شان تھا۔ میں تفصیلات سے گریز کر رہا ہوں، صرف اتنا فرق تھا کہ یہاں قصر اقابلا کی طرح سفید فام دوشیزاؤں کے بجائے سیاہ فام لڑکیوں نے میرا استقبال کیا۔ میں مختلف کمروں اور ایوانوں سے گزر کر ایک آراستہ شبستان میں پہنچ گیا۔ پورا ماحول گلاب کی خوشبو سے معطر تھا۔ شاید لوریما دیوی کو گلاب بہت پسند تھا۔ ایسی جاذب نظر دلکش سیاہ فام دوشیزائیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، ان کے انتخاب میں بہت احتیاط برتی گئی تھی، وہ سب کی سب متوازن بدنوں کی تھیں، انہوں نے میرے گرد احاطہ کرلیا اور مجھے جلد ہی مقدس لوریما کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ اس لوریما کے پاس جو جزیرہ باگمان میں سب سے محترم تھی اور لوریما دیوی کی جانشین کہی جاتی تھی۔ میں نے لوریما کو متاثر کرنے کے لئے رات بھر مختلف طریقے سوچے تھے۔ اس وقت حسن وشباب کی وہ دیوی میرے سامنے تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اتنی جلد اس کی بارگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ وہ ایک بڑے مجسمے کے نیچے تمام تر شکوہ اور رعنائی سے فروکش تھی۔ میں جاتے ہی اس کے سامنے جھک گیا۔ اس کے دل نواز ہونٹوں پر تبسم رقص کرتا نظر آیا۔ میری اس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میں نے حسرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ”مقدس لوریما نے مجھے شرف باریابی بخش کر ایک اجنبی کو نوازا ہے، اس کے لئے سارے احترام واجب ہیں۔ میں اپنی جان نذر کرتا ہوں۔“ میں نے شائستگی سے کہا۔

”آہا۔ تمہارے بارے میں سچ سنا گیا تھا۔“ اس کے ہونٹ پھول کی طرح کھلے۔ ”جابر بن یوسف تمہاری شجاعت اور ذہانت نے لوریما کو بہت متاثر کیا۔“

”کون جانتا ہے مگر مقدس لوریما کے علم میں ہوگا۔“ میں نے بلیغ انداز میں کہا۔ ”کہ شجاعت کی تحریک کس کے قرب جمال سے پیدا ہوئی؟“

”اوہ۔ اوہ۔“ وہ مسکرائی۔ ”لطیف۔ خوبصورت۔“

وہ اقابلا نہیں تھی، اقابلا نے آج تک مجھے براہ راست مخاطب کرنے کی سعادت نہیں بخشی تھی، صرف اس کے مخاطب ہونے کی دیر تھی، پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے ہاں بھی ترجمانی کے فرائض کوئی اور انجام دیتا ہوگا۔ چنانچہ مجھے اظہار میں خاصی وقت پیش آئے گی مگر اب میرا کام آسان ہو گیا تھا۔ میں نے شگفتہ لفظی اور تاثر انگیزی میں اپنی ساری توانائی استعمال کی۔ جہاں حسن ہو جہاں آمادگی ہو، یوں کہیے کہ مناسب محل وقوع ہو اور پھر جہاں جابر بن یوسف ہو، وہاں کیا کیا کرشمے رونما ہوتے ہوں گے۔ لوکا سا کے مقابلے میں مجھے برتری کا ایک احساس تھا۔ برتری کا احساس کہ میں مہذب دنیا کا ایک فرد ہوں، میں نے اقابلا کا قرب حاصل کیا ہے، اشمار جیسی نادر لڑکی میرے تصرف میں رہی ہے، میں نے کابن اعظم کی لڑکی سمورال کو فتح کیا۔ توشا اور نیری کو اپنے قالب میں ڈھالا، ژولین مجھ سے متاثر ہوگئی اور فلورا جیسی لڑکی آخر مجھ پر ملتفت ہوگئی اور سریتا۔ نہیں نہیں، اس کے بارے میں تو عجیب احساسات دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ سریتا۔ یہ کیسے موقع پر یاد آگئی۔ نہ جانے وہ کیسی ہو؟ سرنگا پر کیا گزری ہو؟ مجھے شدت سے اپنا قبیلہ یاد آیا لیکن میں اس وقت مقدس لوریما کے سامنے تھا۔ میں نے شاعری شروع کر دی اور اس سے درخواست کی کہ وہ میری

رہبری کرے اور گاہے گاہے اپنے حسن جہاں تاب سے سیرابی کا موقع عطا کیا کرے۔ میں نے اظہار و ابلاغ کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا چنانچہ مجھے لوریما کے نازک ہاتھوں کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل ہو گیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس کی مخصوص وابستگی کی حدود اور اپنے شوق کی لامحدود وسعت سے ایک کشمکش اس کے دل میں پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہم اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میں نے بہر صورت ایک چنگاری روشن کر دی تھی، یہ چنگاری جو دل نشین پیرائیہ اظہار دلکش برتاؤ اور جرات و ذہانت سے بھڑکتی ہے۔ میں دیوانہ وار اس کے ہاتھوں کے بوسے لے رہا تھا۔ اچانک ایک سیاہ فام دوشیزہ مئودبانہ اندر داخل ہوئی اور اس نے ہمارے انہماک و ارتکاز میں خلل ڈال دیا۔ اس نے لوکاسا کی آمد کا اعلان کیا۔ دیوی نے سر کی جنبش سے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس اطلاع سے مجھے وحشت ہوئی لیکن میں اس کی اجازت کے بغیر اس کا ہاتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چند ثانیوں بعد لوکاسا اندر داخل ہو گیا۔ لوریما نے وقار و تمکنت سے اسے دیکھا، جیسے اُسے اس وقت اس کی آمد ناگوار گزری ہو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور میں اس سے ہٹ کر کسی قدر دور کھڑا ہو گیا۔

''مقدس دیوی!'' لوکاسا کے لہجے میں تلخی چھپی ہوئی تھی یا ممکن ہے کہ یہ صرف میرا گمان ہو اس نے کہا۔ ''اس نوجوان جابر بن یوسف البا قر کو مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' لوریما نے بے نیازی سے کہا۔

''مقدس دیوی کے علم میں یہ بات بھی ہو گی کہ یہ نوجوان تاریک براعظم میں اجنبی ہے اور دوسری دنیا سے آیا ہے۔ اور اجنبی ہمارے لئے ہمیشہ نحس ثابت ہوتے ہیں۔'' لوکاسا نے نرمی سے کہا۔

''میں اب اجنبی نہیں ہوں۔'' میں نے درمیان میں دخل دیا۔

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں لیکن وہ ہم سب سے افضل ہے وہ جانتی ہے کہ کون شخص نحس ہے، کون سعد۔'' لوریما نے وقار سے کہا۔

''وہ محترم ہے۔'' لوکاسا نے سنبھل کر کہا۔ ''تیری بارگاہ میں اس وقت میری حاضری کا مقصد یہی نوجوان ہے۔ اس نے اپنی ابتدائی تربیت مکمل کر لی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اسے زارشی کی پہاڑیوں پر ریاضت کے لئے بھیج دیا جائے۔'' لوکاسا نے ادب سے کہا۔

''زارشی!'' لوریما نے زیر لب دہرایا اور کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''لوریما کی خواہش ہے کہ یہ شخص مقدس اقابلا کی خدمت میں کامیاب واپس جائے۔''

''یہ سب اس کی مشقت و ریاضت پر منحصر ہے۔'' لوکاسا نے جواب دیا۔

''جابر بن یوسف!'' لوریما نے مجھے انکھیوں سے دیکھا۔ ''اگر تم کامیاب و کامران واپس آئے تو لوریما کو خوشی ہو گی۔''

''مجھے یقین ہے دیوتا میرے ساتھ رہیں گے۔ میرے دل میں نیکی اور جستجو ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں جلد ہی مقدس لوریما کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں گا۔ میں اس کے جلوے سے سرفراز ہوں گا۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

لوکاسا کی آمد کے بعد ماحول کا رنگ بدل گیا تھا۔ میری حیثیت ایک غلام کی سی ہو گئی تھی اور مجھے الجھن محسوس ہو رہی تھی۔ میں لوریما سے

اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن لوکا سا شاید لوریما کے پاس زیادہ دیر میرا قیام پسند نہیں کرتا ہوگا۔ اسی لیے وہ پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ نکری اور اس کی ماں کی ہلاکت کے بعد مجھے اس سے نفرت ہوگئی تھی۔ اس نے یہاں میری شگفتگی دیکھ لی تھی، لوریما کا اشارہ پا کر مجھے باہر جانے کا حکم دیا گیا۔ دو سیاہ فام کنیزیں مجھے لے کر باہر آگئیں، لوکا سا وہیں ٹھہر گیا۔ کمرہ خاص سے باہر آکر میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ یہ کس قدر اذیت کی بات تھی کہ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میرے تصور میں لوریما کا خوبصورت چہرہ گھوم گیا...... بستی میں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ یقیناً یہ فیصلہ غلط میں کیا گیا ہے۔ نزارش کی پہاڑیوں پر بھیجنے کا فیصلہ لوکا سا نے کہیں کسی خاص مصلحت سے تو نہیں کیا ہے؟ بہر حال میں ایک غلام تھا۔ اس کی اطاعت میں نجات تھی، میں جنگل میں ایک درخت کے کنارے تک گیا اور مجھے نیند آگئی۔

☆==========☆==========☆

کاغذی قیامت

ہماری دنیا میں ایک ایسا کاغذ بھی موجود ہے جس کے گرد اس وقت پوری دنیا گھوم رہی ہے۔ اس کاغذ نے پوری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ دیوانہ کر رکھا ہے۔ اس کاغذ کے لئے قتل ہوتے ہیں۔ عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ معصوم بچے دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اور یہ کاغذ ہے کرنسی نوٹ...... یہ ایسا کاغذ ہے جس پر حکومت کے اعتماد کی مہر لگی ہے۔ لیکن اگر یہ اعتماد ختم ہو جائے یا کر دیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کاغذ کی اہمیت یکلخت ختم ہو جائیگی اور یقین کیجئے پھر کاغذی قیامت برپا ہو جائے گی۔ جی ہاں! کاغذی قیامت......

اور اس بار مجرموں نے اس اعتماد کو ختم کرنے کا مشن اپنا لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاغذی قیامت پوری دنیا پر برپا ہوگئی۔ اس قیامت نے کیا کیا رخ اختیار کیا۔ پوری دنیا کی حکومتوں اور افراد کا کیا حشر ہوا؟ اسے روکنے کے لئے کیا کیا حربے اختیار کیے گئے۔ کیا مجرم اپنے اس خوفناک مشن میں کامیاب ہو گئے ...... یا......؟

اس کہانی کی ہر ہر سطر میں خوفناک ایکشن اور اس کے لفظ لفظ میں اعصاب شکن سسپنس موجود ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو یقیناً اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہیں ابھری۔ اس کہانی کا پلاٹ اس قدر منفرد ہے کہ پہلے دنیا بھر کے جاسوسی ادب میں کہیں نظر نہیں آیا۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کہانی میں کیا کردار ادا کیا ہے جہاں دنیا بھر کی حکومتیں اور سیکرٹ سروسز خوف و دہشت سے کانپ رہی ہوں جہاں موت کے بھیانک جبڑوں نے دنیا میں بسنے والے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو وہاں عمران اور سیکرٹ سروس کے جیالوں نے کیا رنگ دکھائے۔ یہ عمران کی زندگی کا وہ لافانی اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ جس پر آج بھی عمران کو فخر ہے اور کیوں نہ ہو، یہ کارنامہ ہے ہی ایسا......

کاغذی قیامت کتاب گھر کے **جاسوسی ناول سیکشن** میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور اس کے بعد میری زندگی کے سب سے بھیانک دور کا آغاز ہو گیا۔ انہوں نے دوبارہ مجھے بینائی سے محروم کر کے طویل مسافت کے بعد کسی لاش کی طرح ایک پہاڑی پر ڈال دیا۔ کوئی تین روز کی مسافت کے بعد میں نے خود کو تپتے سورج کی روشنی میں تاحد نظر لق و دق، بے آب و گیاہ پہاڑیوں پر پایا۔ دُور دُور تک آدمی کا نشان نہیں تھا۔ دُور دُور تک کوئی درخت نظر نہیں آتا تھا۔ شدید دھوپ، تیز گرم ہوا اور وحشت ناک تنہائی تھی۔ پہلی ہی ساعت میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں زندگی کی گاڑی کھینچنا ناممکن ہے۔ بھورے رنگ کی ان چٹانوں میں قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔ وہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔ صرف چٹانوں کا سایہ تھا۔ قدرت نے ان چٹانوں کو ہر قسم کی نعمت سے محروم کر دیا تھا۔ ایک نظر اردگرد دوڑانے کے بعد ہی کوئی شخص حوصلہ ہار بیٹھے۔ یہ ریاضت کی کون سی جگہ تھی اور یہاں مجھے کس نوع کی ریاضت کرنی چاہیے تھی۔ میں حیران و پریشان تھا۔ مجھے یاد آیا کہ زارشی کا نام سن کر لوریما کے چہرے پر تکدر کے آثار نظر آئے تھے۔ یہ آزمائش گاہ بہت سخت ہو گی مگر اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہو گا کہ مجھے آسانی سے ہلاک کرنے کے لئے یہاں ڈال دیا جائے اگر مجھے ختم کرنا ان کا مقصد ہوتا تو وہاں انہیں کس نے روکا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ہر طرح سمجھایا اور وہاں کے محل وقوع کا جائزہ لینے کے لئے ایک سمت چلنا شروع کر دیا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔ یہاں ایک ہی بات مجھے اچھی لگی کہ وہ ہول ناک اندھیرا ختم ہو گیا تھا جس کی لپیٹ میں جزیرہ یا گمان ہمیشہ رہتا تھا۔ یہاں دھوپ تھی، روشنی تھی، آگے بڑھنے کے ساتھ گرمی کی شدت کی وجہ سے مجھے پیاس لگنے لگی، اب میرا مقصد صرف پانی کی تلاش تھا۔ میں چٹانوں چٹانوں چلتا رہا تا آں کہ شام ہو گئی اور حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔ پیاس کی شدت نے زیادہ ستایا تو مجھ سے آگے نہ چلا گیا۔ ایک چٹان پر بیٹھ کر میں نے نئے سرے سے حالات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہاں پانی بھی ہونا چاہیے اور انسان بھی، میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ضبط نفس کا امتحان ہے، بے ہوشی اور ناتوانی سے پہلے مجھے اس کا کوئی حل ڈھونڈنا چاہیے آخر میں نے جارا کا کی کھوپڑی اپنے سامنے رکھی اور اشار کے سکھائے ہوئے چند عمل پڑھ کر نتائج کا انتظار کرنے لگا۔ یکایک مغرب کی سمت سے گرد و غبار اٹھتا دکھائی دیا۔ میں نے اسے کوئی غیبی اشارہ سمجھ کر اس طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ گرد و غبار کے طوفان میں داخل ہو کر میرا سر چکرا گیا اور مجھے متلی ہونے لگی، میں جارا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں پکڑ کر کسی امید میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ میری امید بر آئی۔ وہ طوفان تھما تو نشیب کی طرف مجھے پتھر کے چند مکانات نظر آئے۔ میرا دل خوشی سے معمور ہو گیا اور میں نے گرتے پڑتے نشیب کی طرف اپنا وجود گرانا شروع کر دیا۔ یہی صورت وہاں تک جلد پہنچنے کی تھی، مکانات پر سکوت طاری تھا۔ قریب پہنچ کر وہاں سے مجھے انسانوں کی بھنبھناہٹ سی سنائی دی، اندر کئی آدمی تھے جو کورس کے انداز میں کوئی عمل پڑھ رہے تھے وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ تین طرف دیواریں کھڑی تھیں اور ایک طرف سے کھلا حصہ تھا۔ میں بے تحاشا اندر داخل ہو گیا۔ وہ آگ کے گرد بیٹھے تھے۔

''صاحبو!'' میں نے فریاد کی۔ ''مجھے معاف کرو۔ میں تمہاری عبادت میں مخل ہو رہا ہوں، مجھے زندہ رکھنے کے لئے پانی دو۔''

انہوں نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور پھر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ سب کے سب برہنہ تھے اور بوڑھے تھے، ان کی کھالیں ان کے جسموں سے علیحدہ ہو کر لٹک رہی تھی، چہروں پر خاک ملی ہوئی تھی۔

''صاحبو! اے تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگو۔ کیا تم بھی اتنے شقی ہو؟ میری بات سنو، مجھے پانی کی ضرورت ہے، میں مر رہا ہوں۔'' میں نے دوبارہ منت کی۔

ان میں سے ایک شخص نے اپنے قریب رکھا ہوا برتن جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور اپنے ہاتھ جلنے کی بھی پروا نہ کی، پھر اس نے پانی سے بھرا ہوا لبالب ہاتھ دراز کیا۔ میں اس کے قریب جانا چاہتا تھا لیکن اس کا ہاتھ دراز ہوتا گیا۔ تاہم میں نے پانی لے کر ان کی طرف بہ نظر استحسان دیکھا اور تمام تر عجلت کے ساتھ اسے منہ سے لگا لیا۔ وہ صاف و شفاف خوشبودار اور سرد پانی تھا۔

"تمہارا شکریہ اے مقدس لوگو! جب تم اپنی عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو میری طرف توجہ دے لینا۔ میں تمہاری دیوار کے سہارے یہاں لیٹا ہوں، میرے گلے میں جاراکاکا کی کھوپڑی ہے اور میں نے ہمیشہ نیکیوں کی طلب کی ہے میرا نامۂ اعمال صاف ہے اور میں تمہاری مدد کا طالب ہوں۔"

وہ پھر اپنے عمل میں مصروف ہو گئے اور میں دیوار سے باہر چلا آیا اب مجھے کسی قدر سکون تھا کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں چند انسان موجود ہیں، ہر چند کہ وہ بوڑھے انسانوں میں شمار نہیں کئے جانے چاہئیں۔ رات ہو گئی اور وہ اپنی عبادت سے فارغ نہ ہوئے۔ میں نے پھر اندر جا کر دیکھا، وہ اسی طرف مصروف تھے جیسے میں نے پہلے انہیں دیکھا تھا۔ میں رات گئے تک ان کی فراغت کا انتظار کرتا رہا۔ انہیں چھیڑتے ہوئے جھجک ہوتی تھی، میں پھر دیوار کے سائے میں چلا گیا اور ان کی آواز پر کان لگائے رہا۔ خاصی رات گزر گئی اور مجھے بھوک نے پریشان کیا تو میں دوبارہ اندر گیا ان کے انہماک و استغراق میں سرمو کوئی فرق نہ آیا تھا۔ میں حیرت سے انہیں تکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ میری موجودگی سے بے نیاز ہوں، میں نے پھر جرات کر کے کہا۔ "دیوتاؤں کے عظیم فرزندو! کیا مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشو گے۔ مجھے اس علاقے میں ریاضت کے لئے بھیجا گیا ہے مجھے مشورہ دو کہ میں اپنا کام شروع کر دوں۔"

انہوں نے حسب سابق ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ان کی توجہ پھر آگ کی طرف مرکوز ہو گئی۔

"مجھے بھوک لگی ہے، اپنا مبارک ہاتھ دراز کرو اور اس نفس کے غلام کے جہنم کی آگ بجھانے کی کوئی سبیل کرو۔"

انہوں نے ایک اور برتن آگ میں ڈال دیا اور چشم زدن میں میرے لیے کھانا فراہم ہو گیا۔ میں اپنا کھانا اور پانی لے کر واپس آ گیا۔ وہ ایک لذیذ غذا تھی، میں اس کے مرکبات نہیں گنا سکتا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کن اجزا کا مرکب تھی، صبح ہوئی، پھر شام ہوئی، پھر رات ہوئی، میں ان کے پاس جاتا اور کھانا طلب کرتا رہا لیکن وہ بوڑھے اپنی جگہ سے ایک انچ ٹل کر نہیں دیے۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ گزر گیا۔ یہ مدت کم نہیں ہوتی۔ وہ میری خوشامد میری فریاد اور میری منتوں کے باوجود مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ مجھے میری خواہش پر کھانا اور پانی مل جاتا تھا اور بس، مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کبھی نہیں اٹھیں گے، یہ آگ روشن رہے گی۔ وہ اسی طرح عبادت میں مصروف رہیں گے اور میں یوں ہی بیٹھا رہوں گا۔ میں نے راستے کے نشانات متعین کر کے وہاں سے جانے کی ٹھانی۔ میں پتھروں کو ایک خاص ترتیب سے رکھتا ہوا آگے کی طرف بڑھتا رہا۔ کچھ کھانا میں نے بچا لیا تھا اور سیر ہو کر پانی پی لیا تھا۔ میں شام تک چلتا رہا۔ کھانا ختم ہو گیا اور پانی تو میرے پاس موجود ہی نہیں تھا میں اس سمت میں کئی میل سفر کر کے واپس آ گیا۔ دوسرے دن میں نے دوسری سمت پر اسی طرح سفر شروع کیا اور گھاٹیاں عبور کرتا ہوں دور تک چلا گیا۔ وہاں بھی مجھے زندگی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ تیسرے دن میں نے جنوب کی سمت اختیار کی اور میری حیرت دوچند ہو گئی جب میں نے بہت دور جا کر چند آدمی اپنی طرف آتے دیکھے، ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے اور جسموں پر بہت سے تھیلے لٹکے ہوئے تھے جیسے وہ دور دراز کے سفر کے بعد واپس آئے ہوں۔

ان کے جسم سیاہ اور چہرے گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے میں نے انہیں دور سے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تا کہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، میرے جواب میں انہوں نے بھی ہاتھ ہلایا مگر نیزے تانے رکھے، جب ہم قریب پہنچ گئے تو میں نے گفتگو میں پہل کی۔ ''دوستو! خوش آمدید۔ اس ویرانے میں زندہ انسانوں کو دیکھ کر مجھے دلی مسرت حاصل ہوئی ہے۔''

''تم کون ہو؟'' ایک دراز قد شخص نے آگے بڑھ کے کہا۔

میں نے اپنا نام اس علاقے میں آنے کا مقصد اور سب کچھ بے کم و کاست بیان کر دیا اور اس علاقے میں جو کچھ مجھ پر گزری تھی وہ بھی کسی جھجک کے بغیر بتا دیا۔ دراز قد شخص نے اپنی گردن کے ایک چمک دار پتھر پر راکھ ملی اور کچھ پڑھ کر اس میں دیکھنے لگا۔ چند لمحے وہ اس غیر دلچسپ حرکت میں مصروف رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ''تو اس نے تمہیں یہاں بھیجنے میں عجلت کی۔ وہ ذلیل شخص، دیوتا اسے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ اس نے جزیرہ ہاگمان پر ہر جگہ دکھ بو دیے ہیں۔''

''تمہاری مراد کس سے ہے؟'' میں نے معصومیت سے پوچھا۔

''جزیرہ ہاگمان پر ایک شیطان کی حکومت ہے، کیا لوکا سا کسی ابلیس سے کم ہے؟'' اس شخص نے غصے سے کہا۔

''تم کون لوگ ہو؟ کیا یہ بھی میرا کوئی امتحان ہے؟ مجھے اس کی ناراضی کی سزائیں معلوم ہیں، از راہ کرم مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔'' میں نے خوف زدگی کا احساس دلایا۔

''ہم اس کی دسترس سے دور ہیں، اسٹالا پہلے ہی اس کی سازشوں سے زارشی چلا آیا تھا، زارشی جو مصیبت زدوں کی پناہ گاہ ہے، اسٹالا دیوتاؤں کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اس سازشی سے بھیانک انتقام لے گا۔'' اس نے گرج کر کہا۔

''اسٹالا؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''میں نے یہ نام سنا ہے، سنا ہے وہ لوکا سا سے پہلے جزیرہ ہاگمان کا ناظم اعلیٰ تھا۔''

''میں اسٹالا ہوں۔'' اس نے دلیری سے کہا۔

''تم اسٹالا ہو؟ مقدس اقابلا مجھ پر رحم کرے، کیا یہ سچ ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تم جزیرہ توری کے سردار جابر بن یوسف؟ میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا اگر لوکا سا سازش نہ کرتا تو تم میرے پاس آتے اور میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔'' اس نے تاسف سے کہا۔

''کیا تم واقعی اسٹالا ہو؟'' میں نے تجسس سے پوچھا۔ ''مگر تم اس ویرانے میں کیا کر رہے ہو؟''

''میں دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنی راتیں، اپنے دن قربان کر رہا ہوں، معتوب لوگوں کے لئے زارشی ہی ایک جگہ ہے۔''

''اقابلا تمہارا سہارا بنے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو تم نے دیوتاؤں سے مدد کیوں نہیں چاہی، کیا وہ نہیں دیکھ رہی ہے، اس کی آنکھیں بڑی اور اس کے کان لمبے ہیں۔''

''دیوتا۔ کاش وہ ہر معاملے میں دخل دیا کرتے، میرا اعتماد میری غلطی تھی۔ مقدس اقابلا کے لئے یہ انقلاب ایک تماشے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اندھا ہو گیا تھا میری آنکھیں عقب کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں اسی لئے اس نے مجھے وہاں سے علیحدہ ہو جانے اور یہاں ٹھوکریں کھانے پر

مجبور کر دیا ہے، میرے ساتھ میرے وفادار ساتھی بھی چلے آئے، وہ نہ طاقت میں مجھ سے زیادہ تھا نہ علم میں، لیکن اس نے مجھے اعتماد میں لے کر میرے نادر تحائف پر قبضہ کر لیا جو مجھے سخت ریاضت کے بعد دیوتاؤں کی طرف سے ملے تھے۔ پھر اس نے مجھے انہی کے ذریعے پریشان کیا۔ میں دیوتاؤں کے تحائف کی حفاظت نہ کر سکا اور مقدس لوریما اس کے قبضے میں چلی گئی۔''

''کاش میں تمہاری کوئی مدد کر تا۔ مجھے ایک لڑکی کے ذریعے اشارتاً یہ اندازہ ہوا تھا کہ تم وہاں کے مقبول و محبوب ناظم اعلیٰ تھے۔'' میں نے یہ یقین کر کے کہا کہ وہ واقعی اسٹالا ہے۔

''تم اپنی تربیت مکمل کر لو، ہم انہی ویرانوں میں تم سے ملتے رہیں گے۔ یہاں دیوتاؤں کے نائب ہوتے ہیں، یہاں کی ریاضت بڑی سخت ہے تم جس جگہ سے آ رہے ہو، ایسی بہت سی جگہیں اس علاقے میں ملیں گی، جاؤ ان کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کے اشاروں پر سر جھکانا سیکھو، ممکن ہے تمہاری تربیت ختم ہونے سے پہلے ہی میں جزیرہ یاکمان واپس ہو جاؤں ورنہ تم مجھے یہیں ڈھونڈ لو گے۔ میرا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے میں ان سب کے پاس جا رہا ہوں اور نہ جانے یہ سفر کب ختم ہو۔''

''مگر وہ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ وہ شب و روز اپنے عمل میں مصروف رہتے ہیں، میں ان سے جو چیز طلب کرتا ہوں، مجھے مل جاتی ہے، چار و ناچار تین دن سے تین سمتوں کی طرف گھوم رہا ہوں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔

''تم ان کے ساتھ عمل میں شامل ہو جاؤ اور اسی طرح ریاضت کی عادت ڈالو۔ یہ ایک سخت کام ہے لیکن اس نے تمہیں اسی مقصد سے یہاں بھیجا ہے، یوں تم ایک خوش نصیب شخص ہو۔''

''میری ریاضت کی یہ مدت کب ختم ہو گی؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''کسے پتہ ہے۔ بس تم جاؤ اور دیوتاؤں کے ان مقربین کی خدمت کے لئے وقف ہو جاؤ۔''

میں اسٹالا اور اس کے ساتھیوں سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا لیکن وہ اتنی باتیں کر کے آگے بڑھ گئے اور میں اس دیو قامت، عجیب شخص کے بارے میں عجیب خیالات لیے ہوئے واپس چلا آیا۔ میری منزل پھر وہی پُر اسرار مکان اور اس کے مکین تھے جو نہ جانے کب سے آگ کے گرد بیٹھے دیوتاؤں کو خوش کر رہے تھے، دور سے وہ مکان دیکھ کر اس شدید گرمی میں سردی سی محسوس ہونے لگی۔ میں نے سوچا جابر بن یوسف! تمہاری ایک زندگی اسی وقت ختم ہو گئی تھی، جب تم بیروت سے روانہ ہوئے تھے یہ تمہاری دوسری زندگی ہے جو تمہارے بس میں نہیں ہے، خود کو حالات کے سپرد کرو اور سوچنا چھوڑو، وہ شخص مر چکا ہے جو بیروت میں تھا۔ جابر بن یوسف تو ایک اور شخص ہے میں نے دیوتاؤں کا خاص جام نوش کیا ہے یہ سوچ کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں، اسٹالا کو ان ویرانوں میں عبرت ناک حالت میں دیکھ کر کچھ اور اداسی طاری ہوئی مجھے خیال آیا کہ وہ بھی واپس نہ جا سکے گا کیونکہ لوکاسا بہت مضبوط اور چالاک ہے۔ پھر میرے دل میں کہیں سے یہ مذموم خیال آیا۔ ''اگر میں اسٹالا کی گردن لوکاسا کی خدمت میں پیش کروں۔ تو......'' بوڑھوں کی اقامت گاہ قریب آ گئی تھی۔ میں تیزی سے مکان میں داخل ہو گیا۔ آگ روشن تھی اور وہ بوڑھے گول حلقہ بنائے اسی طرح بیٹھے تھے جس طرح میں انہیں چھوڑ گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

میں ایک دیوار کے سہارے اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ زارشی کے صحراؤں کے وہ برگزیدہ بوڑھے حسب معمول گردوپیش سے بے نیاز ہو کر رقص کرتے ہوئے شعلوں کے سامنے اپنی عبادت وریاضت میں مصروف تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان کی عبادت کب ختم ہوگی۔ یہ آگ کب تک روشن رہے گی؟ اس بے آب وگیاہ سرزمین میں کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔ اس زمین پر انسانوں کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ جزیرہ باگمان کا سابق ناظم اعلیٰ اسٹالا اور اس کے جاں نثار یہاں کی تپتی جھلتی دھوپ میں دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی جستجو میں بھٹک رہے تھے۔ تاحد نظر نامہربان زمین تھی۔ ریت ہی ریت، دھول ہی دھول، اونچے نیچے ٹیلے۔ نہ کوئی منزل نہ منزل کا نشان۔ میں دیر تک بوڑھوں کی لرزہ خیز ریاضت دیکھتا رہا۔ ان کے قریب جا کر اور اس مکان کی ہیبت دیکھ کر مجھے اپنی ٹانگوں میں لرزش سی محسوس ہونے لگی۔ کیا مجھے ان میں شامل ہو جانا چاہئے؟ میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ میں نے ایک بار پھر انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور با آواز بلند کہا۔ ''میں پھر تمہارے مقدس مسکن میں آ گیا ہوں، اے نیک باطن لوگو! کچھ میری طرف توجہ کرو! مجھ خستہ حال کو تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔ مجھے آگے کا راستہ نظر نہیں آتا۔ یا پھر مجھے اجازت دو کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس مقدس آگ کے گرد ریاضت کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں؟''

شاید ان تک میری آواز نہیں گئی۔ اُن کے جمود میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں نے دوبارہ ان سے فریاد کی لیکن ان کے جسموں میں کوئی ارتعاش پیدا نہیں ہوا۔ پھر میں نے عاجزی سے کہا۔

''اے مقدس نفس کشو! دوسرے کے نفس کا خیال تو کرو۔ اس نیکی سے تمہارے حساب میں اور اضافہ ہوگا۔''

میرے خیال تھا کہ میں اپنی چیخ، پکار اور داد وفریاد سے انہیں اپنی طرف متوجہ کر سکوں گا۔ میری بات پر اُن میں سے ایک بوڑھے نے حسب سابق آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کا ہاتھ آگ سے نکل کر مجھ تک دراز ہوا اور زمین پر خوان نعمت اور آب شیریں رکھ کر مختصر ہوتا گیا۔ انہوں نے میری کیا خوب دادرسی کی تھی۔ انہوں نے اپنے در پر بھونکنے والے کتے کو راتب فراہم کر دیا تھا۔ میں کھانا چھوڑ کر دیوار کی پشت پر چلا آیا۔ دیوار کے سائے میں کچی زمین پر سر کے نیچے پتھر رکھ کر میں نے خود کو گرا دیا۔ اس تنہائی اور بے یقینی کے عالم میں میرے دل میں کئی طوفان آئے اور گزر گئے۔

ادھر اندر ایک ابدی آگ روشن تھی۔ ادھر میرے دل میں چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ میرے انتشار نے مجھے کئی راستے دکھائے۔ میں کہیں اور جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کیونکہ ان شفیق بوڑھوں کی موجودگی میں زندہ رہنے کی کوئی صورت تو نظر آتی تھی۔ اسٹالا کی ہدایت کے مطابق ان میں شامل ہو جانے میں ایک خوف مانع تھا۔ ان کی ناراضی سے بچنے کے لئے اجازت لینی ضروری معلوم ہوئی تھی۔ مجھے ان کی بزرگی اور سریت کا اندازہ تھا، مگر انہوں نے میرا کوئی استفسار در خور اعتنا نہیں سمجھا۔ وہ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اپنے ذہن میں ابھرتے ہوئے بہت سے جوابوں کی نفی کر کے مجھے حاصل میں ایک ہی جواب ملا کہ مجھے ان کے قریب جانا چاہئے اور خطرہ واندیشہ کا یہ وتیرہ چھوڑنا چاہئے، اگر وہ اسے ناپسند کریں گے تو جھڑک دیں گے۔ اگر وہ کوئی مزاحمت نہ کریں گے تو میں اس ابدی آگ کے حلقہ نشینوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہو؟ ممکن ہے میں کوئی...... لیکن میں نے مستقبل کی خوش فہمیاں پاس نہ پھٹکنے دیں اور خود کو اس آگ کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

جب میں دوبارہ اندر داخل ہوا تو مجھے کنارے پر وہ غذا نظر آئی جو انہوں نے تھوڑی دیر پہلے مجھے عطا کی تھی۔ خیال آیا کہ بہتر ہے آگے بڑھنے سے پہلے، یہ غذا جزو بدن بنائی جائے۔ اگر وہ ناراض ہو گئے تو میں اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ میری حریصانہ نظریں پتھر کے اس برتن پر پڑیں جس میں لذت بخش غذا موجود تھی۔ ساتھ ہی پانی کا ایک قدح بھی۔ اس ریگ زار میں پانی دیکھ کر آنکھوں میں تراوٹ آ جاتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھا کر اپنا حلق تر کرنا چاہا، دفعتاً مجھے احساس ہوا یہ کم ہمتی اور نرم دلی کی بات ہے۔ جھنجلاہٹ اور غصے میں میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پانی فوراً ہی زمین میں جذب ہو گیا۔ پھر میں نے غذا کے برتن کو ٹھوکر مار کر الٹ دیا اور مڑ کر ان بوڑھوں کی طرف دیکھا۔ وہ میرے ہر ہیجان اور ہذیان سے بے نیاز تھے اور زیر لب کوئی عمل پڑھنے میں ہمہ انہماک مستغرق تھے۔ ان کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کہیں دور پہاڑ کی چوٹی سے آبشار گر رہا ہے۔ ان کے چہروں اور جسموں کی لٹکی ہوئی کھالوں میں اسرار پنہاں تھے۔ میں نے جارا کا کی کھوپڑی اور کالا بن اعظم سورال کی دی ہوئی مالا چوہی اور اشار کا سکھایا ہوا ایک ورد پڑھ کر پورے جوش سے آگے بڑھا۔ وہ لوگ آگ کے گرد بہت کم درمیانی فاصلے سے فیصلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے درمیان کسی طرح نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب میں حلقے کے نزدیک پہنچا تو میں نے ایک بار پھر انہیں مخاطب کیا۔ ”تاریک بر اعظم کے عظیم اور مقدس بزرگ دیوتاؤں کے لئے میری بات سنو۔ میں تمہارے حلقہ ارادت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اب جو بھی ہو، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ وہ دیکھ رہی ہے کہ یہ سب میں کس کے لیے کر رہا ہوں، وہ اتنی ہی حسین اور عظیم ہے کہ اس کے ارادت مند بے خوف و خطر آگ میں کود پڑیں۔“

میں ان کے استغراق میں کوئی خلل نہ ڈال سکا۔ انہوں نے میری پیش قدمی پر کوئی مزاحمت بھی نہیں کی۔ میں حلقے کے قریب بیٹھ کر غور سے ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ذہن نشین کرنے لگا۔ وہ زبان میری سمجھ سے بالا تھی اور چونکہ وہ یک زبان ہو کر اپنا عمل دہرا رہے تھے اس لیے مجھے اور دشواری ہو رہی تھی۔ اپنی سماعت اور ذہن کی تمام صلاحیتیں میں نے ان کے الفاظ سمجھنے پر مرکوز کر دیں۔ وہ ایک طویل عمل تھا۔ ان کی آوازیں اس قدر گھٹی ہوئی اور گندھی ہوئی تھیں کہ کئی ساعتیں بیت گئیں، میں کچھ نہ سمجھا۔ اسی لیے میرے اور ان کے عمل میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ میرے خیالات بھی بھٹک بھٹک جاتے تھے۔ میں انہیں سمیٹتا تھا اور وہ بکھر جاتے تھے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ اس وقت نہ جارا کا کی کھوپڑی کوئی مدد دے رہی تھی نہ اشار کے سکھائے ہوئے چھوٹے موٹے عمل، نہ سورال کی مالا۔ اس کشمکش میں لرزہ براندام کر دینے والی کئی کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں اور میں نے تیزی سے ان کے الفاظ کی تکرار شروع کر دی۔ پھر میں نے انہیں علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر کے یکے بعد دیگرے ایک ایک حصہ ازبر کر لیا۔ اب ان کی بلاغت، ہم آہنگی صوتی نشیب و فراز ذہن میں منتقل کرنا رہ گیا تھا۔ دوسرا کام پہلے کام سے زیادہ مشکل نہیں تھا جب میں نے دوسری صبح تک اس پر بھی عبور حاصل کر لیا تو مجھ پر فتح مندی کا سا نشہ چھا گیا۔ میں ان کے حلقے کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا، ان کی بے خبری اور عدم مزاحمت سے میرا جنون کچھ اور سوا ہوا۔ میں نے حبشیوں کے مخصوص انداز میں ایک چیخ ماری۔ ایک فلک شگاف نعرہ۔

”مجھے جگہ دو اے شریف انسانو!“ میں نے عزم کے ساتھ کہا اور پہلی بار ان کے لب ساکت ہوئے۔ ان میں سب سے معمر شخص نے وظیفہ توڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے کچھ کہا جس پر انہوں نے اس کے ہاتھ چومے اور پھر اچانک کسی تاخیر کے بغیر وہ شخص اٹھا۔ اس کی کھال بدن پر جھول رہی تھی۔ دوسرے بوڑھوں نے پتلی پتلی آوازوں میں ہذیان بکنا شروع کر دیا۔ ان کا سب سے معمر ساتھی دیکھتے ہی دیکھتے آگ میں کود گیا۔

آگ کے گرد بوڑھوں کا دائرہ ٹوٹ چکا تھا اور شاید وہ سب اپنے ساتھی کا جشن مرگ منا رہے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ بار بار بلند کرتے تھے اور اپنے ماتھے چھو کر ہاتھ ٹانگوں تک لے آتے تھے۔ مجھے اپنی ناک بند کرنا پڑی۔ لاش کی چراند سے دماغ ماؤف ہوا جاتا تھا۔ لاش لمحوں میں جل بھن کر آگ میں شامل ہو گئی۔ اسی وقت ایک بوڑھے نے اپنی آگ اگلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ کر اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب حلقے میں بیٹھنے کے لئے میری جگہ خالی ہو چکی ہے۔ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور انہوں نے کوئی دم لیے بغیر اپنا عمل جاری کر دیا۔ اس بار ان کی آوازوں میں میری آواز بھی شامل تھی۔ آگ کی تمازت اور حدت جلد ہی میری پیشانی پر بوجھ بننے لگی۔ شروع شروع میں میری توجہ اس طرف مرکوز رہی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ بے شمار وسوسے یکسوئی میں حارج ہونے لگے۔ میں وہیں بیٹھے ہوئے کبھی جزیرہ باگمان پہنچ جاتا اور کبھی جزیرہ توری۔ لوریما، لوکا سا، کاہوا اور اسالا، ان سب کی صورتیں اپنے پس منظر کے ساتھ پردۂ ذہن پر نمودار ہوتیں اور مجھے کچھ کرنے پر اکساتیں۔ میری آنکھیں بار بار کھلتی اور بند ہو جاتیں۔ زبان بار بار رکتی پھر ورد شروع کر دیتی۔ کچھ دیر پورے دھیان اور توجہ سے میں بوڑھوں کے ساتھ عمل پڑھتا، پھر لمحوں میں وحشتیں دوبارہ مجھ پر غالب آ جاتیں۔ میں خود سے سوال کرتا۔ ''جابر بن یوسف! تمہارے اندر حوصلہ نہیں ہے تو تم بھی آگ میں کود جاؤ۔ کسے معلوم ہے کہ یہ ریاضت کب ختم ہو اور کس نے وقت مقرر کر دیا ہے۔ تمہاری کھال بھی جھول جائے گی۔ یہ جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جنون سے بہتر موت ہے۔ اگر اس ریاضت کا کچھ مآل نہ نکلا تو تم نے اذیتوں میں وقت ضائع کر دیا۔ ہو سکتا ہے صدیاں بیت جائیں۔ تمہارے چہرے کے نقوش بھی آگ کی تپش سے تپ کر بکھر جائیں۔ ممکن ہے کل تم بھی ان بوڑھوں کی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت کھو بیٹھو۔''

لیکن یہ صرف منتشر اور پراگندہ خیالات تھے جن کی آمد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی تھی۔ آدمی کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا دشمن اس کا ذہن ہے۔ اس ضدی، خودسر، حساس، نازک مزاج اور خوف زدہ چیز کے بغیر آدمی درختوں کی طرح خوش رہتا اور پتھروں کی طرح مطمئن زندگی گزارتا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں سے اٹھوں اور دور بھاگ جاؤں۔ مگر بھاگ کر کہاں جاؤں گا۔ اس امتحان گاہ میں کامیابی سے پہلے چھٹکارا پانا محال تھا۔ سو میں نے خود کو بھلا دیا۔ ان سب کے چہرے بھلا دیے جو مجھ سے متعلق تھے۔ صرف ایک چہرہ یاد تھا۔ وہ غیرت ناہید چہرہ۔ میں نے خود کو زمان و مکاں کی فکر سے آزاد کر کے حالات کے سپرد کر دیا۔ اول اول کچھ پریشانی ہوئی۔ پھر میں پوری طرح ڈوب گیا اور مجھے شب و روز اور زمین کی گردش کا احساس نہ رہا۔ بھوک پیاس کی حس مٹ گئی کسے ہوش تھا کہ میں کتنی مدت تک جذب کی کیفیتوں سے دوچار رہا۔ کتنے ہفتے، کتنے مہینے، کتنے سال ان بزرگوں کی معیت میں اور اس آگ کے گرد میں نے گزارے؟ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ ہاں مجھے اس وقت کچھ احساس ہوا جب ایک دن میری طرح ایک شخص نے اس مکان میں داخل ہو کر ہم سے مدد طلب کی۔ اس کی پژمردہ آواز پر میرے ہاتھ خود بخود قریب رکھے ہوئے برتنوں پر گئے اور میں نے آگ میں انہیں ڈال دیا۔ لمحوں بعد مشینی انداز میں، میں نے آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر وہ برتن نکالے۔ برتن غذا اور پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس شخص کی طرف اپنا ہاتھ بلند کیا۔ میرا ہاتھ دراز ہوتا گیا اور جھکتے ہوئے مسافر کو غذا پہنچا کر اپنی اصل حالت میں آ گیا۔ اس کے بعد وہ مسافر میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور بوڑھوں کے متحرک لب خاموش ہو گئے۔ ان کی بھنبھناہٹ رک گئی۔ ان سب کی نظریں میرے چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ جیسے میں اب بھی ان کے لئے اجنبی ہوں۔ وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اچھلنا شروع کر دیا۔ ماحول میں ایک بار

پھر زندگی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر ایک بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں ایک شعلہ اٹھایا اور اسے میری ہتھیلی پر رکھ دیا۔ یہ دہکتا ہوا انگارا میری ہتھیلی پر آتے ہی آناً فاناً ایک چمکدار موتی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ میں ریاضت میں اس وقفے کے متعلق کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک بوڑھا اپنی نیم جاں آواز میں پہلی بار مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تم یہاں سے جاؤ۔ تمہارا کام پورا ہو گیا۔"

میں بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔ "مقدس بزرگ! میں اپنا کام پورا ہو جانے کے بعد بھی یہاں سے نہیں جانا چاہتا۔ یہاں بڑا سکون ہے۔ اس ریاضت کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ ترک لذت اور ضبط نفس میں کیا لطف اور کیسا نشہ ہے۔ میرا ذہن تازہ اور میرے حواس اس تمام عرصے میں سکون سے رہے ہیں اور میں نے اس عالم میں ان گنت دنیاؤں کی سیر کی ہے۔ مجھے اپنے ساتھیوں میں شمار کرو۔ تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ، مجھے اس سرفراز آگ میں جھونک دو مگر باہر مت بھیجو۔"

"نہیں نہیں۔" اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ آ گیا ہے۔ اب یہاں تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی۔ وہ ہمیشہ کے لئے آیا ہے۔ تم عارضی قیام کے لئے آئے تھے۔ تمہارے پاس شپالی ہے جو تمہاری کامیابی اور اقبال مندی کی ضمانت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ اور اس بوڑھے کو یہاں بیٹھنے دو جس نے بقا کا فیصلہ کیا ہے۔"

میں نے اس معمر اجنبی کی طرف دیکھا جو شکل و صورت سے کوئی بہت برگزیدہ شخص معلوم ہو رہا تھا۔ وہ حسرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے میرے اٹھنے کا انتظار ہو۔ بوڑھا صرف ایک بات کی تکرار کر رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے کوئی اور سوال کرتا اس نے اجنبی شخص کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے ان کے رقص میں شامل ہو گیا میں بھی اس بے ہنگم رقص میں ان کی تقلید کرنے لگا۔

اچانک وہ بیٹھ گئے اور میری جگہ پر تیزی سے اجنبی شخص نے قبضہ جما لیا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا کہ اب میں زندہ لوگوں کی بستیوں کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں حیران پریشان اسے دیکھتا رہا۔ اب وہاں میرے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ انہوں نے اپنا صبر آزما عمل دوبارہ شروع کر دیا تھا۔ میں کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے گومگو کے عالم میں حلقے سے باہر آ گیا۔ میں نے ایک بار پھر اپنے راستے' امتحان اور رہنمائی کے لئے چیخ چیخ کر کہا لیکن وہ میری کسی بات کا جواب نہ دے سکے اور مجھے گردن جھکائے مکان سے باہر واپس آنا پڑا۔ میرے ہاتھ میں وہ نادر ہیرا موجود تھا جسے بوڑھے نے شپالی کا نام دیا تھا۔ مکان کے احاطے سے نکل مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے خاصا بڑا وقت ان لوگوں کے ساتھ گزار دیا ہے۔ میری داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی اور میرا جسم خاک اور دھول میں اٹا ہوا تھا۔ بالوں میں اتنی خشکی اور گرد جمی ہوئی تھی کہ مجھے اپنا سر ایک وزنی بوجھ کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ میری کھال ان بوڑھوں کی طرح نہیں جھول رہی تھی لیکن اس میں کھردرا پن آ گیا تھا۔ مجھے اپنے اس حلیے سے وحشت سی ہونے لگی۔ اپنی روح اس بدنما جسم سے علیحدہ کرنے کی خواہش شدت سے میرے دل میں جاگزیں ہوئی لیکن اس تمام وحشت ناک حلیے کے باوجود ایک توانائی تھی جو مجھے اپنے اندر محسوس ہوتی تھی۔ میں انگڑائیاں لیتا ہوا ایک سمت چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ شدید دھوپ نے میرا جسم جھلسانا شروع کر دیا۔ جو ایک عرصے تک آگ کے گرد بیٹھا رہا تھا۔ اس دھوپ سے بچنے کے لئے چارسو دوڑنے لگا۔ مگر وہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔

یہ سب کیا ہوا؟ وہ تو بے ہوشی کا زمانہ تھا۔ میں کچھ عرصے کے لئے مر گیا تھا۔ دوبارہ زندہ ہو گیا۔ میں تندور میں سویا ہوا تھا۔ یہ کیسی مشقت تھی جس کی کمائی کا مجھے احساس تک نہیں؟ کیا اتنے دنوں کی بے ہوشی کا معاوضہ صرف ایک شعلۂ آتش تھا؟ کیا میں نے اپنی زندگی کے لمحات کم کر لیے؟ میں ان بوڑھوں کے متعلق سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ممکن ہے میرے نفس کی آزمائش کا دور ختم ہو گیا ہو اور حسین اقابلا کے رہا خاص کی وجہ سے مجھے اذیتوں کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ کاش میری ابتلا کا یہ زمانہ اب ختم ہو جائے۔ وہ میرا دل چیر کر دیکھ لے۔ اس میں صرف وہ موجود ہے۔ اس کے سوا کوئی احساس نہیں ہے پھر یہ کیسی امتحان و ابتلا کیوں؟ وہ سب کچھ جانتی ہے تو اسے بار بار میرے باطن کا ثبوت کیوں مطلوب ہے؟ یہ کیسا مذاق ہے جس نے ایک سلجھے ہوئے شخص کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

بے سمت، بے راہ گھومتے ہوئے مجھے تین دن ہو گئے بھوک کب تک نہ لگتی؟ اب میں عالم بیداری میں گرفتار تھا۔ شیالی ابھی تک میری مٹھی میں بند تھا۔ مجھے اس کی طاقتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ جب میں تھک کر نڈھال ہو گیا تو میں نے اپنا پُراسرار تحفہ آزمانے کی کوشش کی۔ سورال کی مالا جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگتی تھیں، بوڑھوں کی خانقاہ میں ماند پڑ گئی تھی لیکن اب بوڑھوں کی اقامت گاہ بہت دور نکل گئی تھی۔ میں نے یہ اسلحہ آزمایا تو میری خواہش کے مطابق کا بن اعظم کے عطیے نے میری مدد کی۔ میں ایک سمت ہو لیا۔ استالا ابھی ان تین دنوں میں مجھے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے گمان گزرا کہ کہیں معزول استالا جزیرہ ہاگمان واپس نہ پہنچ چکا ہو۔ اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو جزیرہ ہاگمان سے میری واپسی جلد ممکن ہو سکے گی۔ بصورت دیگر بدقماش اور ظالم لوکاسا میری واپسی پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کرے گا۔ میرے ذہن میں ایک بار یہ خیال بھی آیا تھا کہ اگر میں استالا کو زیر کر کے اس کا سر لوکاسا کی خدمت میں پیش کروں تو اس کی مہربانیوں کے دروازے مجھ پر کھل جائیں گے لیکن یہ غیر شریفانہ بات ہوتی۔ جابر بن یوسف الباقر خود سے ایسے کردار کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ استالا سے جزیرہ ہاگمان کے عوام بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ سب سے افسوس ناک اور تکلیف دہ بات یہ تھی کہ لوریما کے نازک اندام سراپا پر لوکاسا جیسے کریہہ شخص کا تصرف تھا۔ یہ امر مجھ جیسے شخص کے لئے سخت ناقابل برداشت تھا۔ طویل راستوں پر میں منصوبے بناتا اور انہیں رد کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دل میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اس برِ اعظم کے افسوں میں زندگی گزارنا ہی مقدر ہے تو پھر ایسی زندگی گزار دی جائے کہ یہاں کے لوگ یاد رکھیں، ایک شخص مہذب دنیا سے آیا تھا، اس کا نام جابر بن یوسف الباقر تھا، اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس نے سب کچھ حاصل کیا اور ایک انقلاب برپا کر دیا۔

مگر یہ بعد کی باتیں تھیں، اس وقت پیٹ کی اشتہا مٹانے اور راستہ ڈھونڈنے کا مسئلہ تھا۔ میں ٹیلوں اور غاروں میں زندگی کے آثار تلاش کرتا ہوا چلتا ہی رہا۔ خاصی دور جانے کے بعد اچانک میری بائیں جانب گرد و غبار کا بڑا طوفان اٹھنے لگا۔ یہ طوفان کسی ہنگامے کا پیش خیمہ تھا۔ اس سے پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ میرا دل متزلزل ہونے لگا۔ یقیناً استالا اس طوفان سے برآمد ہو گا۔ میں نے طوفان کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ لمحوں کی دیر تھی کہ گرد و غبار کے اس انبوہ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دم گھٹنے لگا۔ مٹی کے ذرات آنکھوں اور نتھنوں میں گھس رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دونوں ہتھیلیاں چہرے پر جما لیں۔ میری داڑھی دو طرف پھیل گئی تھی۔ ہوا کے جھکڑ اتنے شدید تھے کہ مجھے اپنے پیر جمانے مشکل ہو گئے۔ دو تین بار میں نے خود کو سنبھالا مگر پھر میرے قدم اکھڑ گئے۔ ہوا کے ایک زبردست ریلے نے پوری شدومد سے آ کر مجھے زمین سے اٹھا لیا اور میں کسی

حقیر تنکے کی طرح ہوا کے اشاروں پر ناچنے لگا۔ سنگلاخ پہاڑیوں پر لڑھکنے سے مجھے جو اذیت ہوئی، اس سے میری چیخیں نکل گئیں۔ کچھ لمحوں بعد طوفان کی شدت کم ہوئی تو میں نے خود کو نشیبی علاقے میں پڑا پایا جہاں دُور ایک جھونپڑی نظر آ رہی تھی اور فضا میں ایک ماتم سا برپا تھا۔ کسی عورت کے رونے کی آواز طوفان کی آواز سے مل کر دل دہلائے دیتی تھی۔ ہر سمت سے گریہ وزاری کی آواز اُبھر رہی تھی۔ کوئی بہت ہی دردناک انداز میں رو رہا تھا۔ اس طوفان اور ریگزار میں جھونپڑی دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں میں جلدی سے اُٹھا اور اسی جانب چل دیا۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ آگے جانے کے بعد آہ وزاری کی سمت کا تعین کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں کسی جھجک کے بغیر جھونپڑی میں داخل ہو گیا اور میرے قدم منجمد ہو گئے۔ جب میں نے وہاں ایک چڑیل کی سی شکل کی عورت دیکھی اور ایک شیر خوار بچہ اس کی آغوش میں پڑا دیکھا بچہ ماں سے بُری طرح چمٹا ہوا تھا۔ عورت ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی۔ اس کے برعکس شیر خوار بچہ خاصا صحت مند اور خوب صورت نظر آتا تھا۔ اس چھوٹی سی جھونپڑی میں ان کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ عورت کمر جھکائے بیٹھی بُری طرح بین کر رہی تھی۔ اس نے میری طرف جلتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی ہڈیوں میں پہلو بدلنے سے کڑکڑاہٹ کی آواز بلند ہو کر صحرا میں کہیں گم ہو گئی۔ اس کی نظریں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں لیکن ان میں پُراسرار چمک تھی۔ میں ان نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ اسی لمحے عورت کی نحیف و نزار آواز اُبھری۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔ ''اوہ، تو اُس نے مجھے معاف کر دیا۔ اجنبی مجھ پر رحم کرو۔ مجھے جلد از جلد اس عذاب سے نجات دلاؤ۔ کتنے سال گزر گئے۔ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ۔ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم کون ہو؟'' میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''میں ایک گنہگار ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک دن تم آؤ گے اور مجھے سزاؤں سے نجات دلاؤ گے۔ جلدی کرو اے مقدس شخص!'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔ ''اب مزید برداشت محال ہے۔''

''تم کیا چاہتی ہو؟'' میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''میں تم سے ظلم کی خواہش مند ہوں، اس ظلم میں میری عافیت ہے۔ یہ میرا گناہ ہے۔ تم اسے قتل کر کے اس کے خون کے چند قطرے میرے حلق میں ٹپکا دو۔ مجھے سکون آ جائے گا۔'' اس نے وحشت زدگی سے کہا۔ ''یہی دیوتا چاہتے ہیں۔''

''کیا یہ تمہارا بچہ ہے؟'' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصر جواب دیا اور مجھ سے چیخ چیخ کر مطالبہ کرنے لگی کہ میں اس کے بچے کو قتل کر دوں۔ وہ دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔ اتنے چھوٹے سے بچے کو قتل کرنے کا تصور بھی میرے نزدیک گناہ تھا۔ میں اب ایک غیر مہذب دنیا کا باشندہ تھا لیکن اتنا شقی القلب نہیں تھا۔ میری ہچکچاہٹ اور تردد دیکھ کر وہ عورت پھر رونے لگی۔ جانے یہ کیا راز تھا۔ میرے لیے یہ لمحات بڑے جاں گسل تھے۔ عورت مسلسل بین کر رہی تھی۔ اگر یہ کوئی امتحان تھا تو یہ تمام امتحانوں سے سخت تھا۔ میری فہم و بصیرت سخت تردد سے دوچار تھی۔ میں اس معصوم بچے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن عورت جارا کا کا، مقدس اقابلا اور دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔

''تم مجھ سے کوئی اور مدد چاہو۔ میں ایک معصوم بچے کو قتل نہیں کر سکتا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اقتدار کے لئے جبر اور ظلم کی خو لازم ہے اے نیک آدمی۔'' عورت نے یہ فلسفیانہ نکتہ مجھے تعلیم کیا۔

''میں تم سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ چند باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔'' میں نے تشویش سے کہا۔

''میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے تم تاخیر کر کے میرا عذاب سوا کر رہے ہو اور خود اپنے لیے کانٹے بو رہے ہو۔'' عورت نے مکروہ آواز میں کہا۔ ''کیونکہ یہ کام تمہارے ہی لیے تفویض کیا گیا ہے۔''

''میرے لیے؟'' میں نے حیران ہو کر کہا۔ ''میں تمہاری بات کا یقین کیسے کروں؟ ممکن ہے تم مجھے فریب دینا چاہتی ہو۔''

''تمہاری زاری میں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم اپنی فہم و فراست سے کوئی فیصلہ کرنے پر قادر ہو۔'' عورت نے ایک چبھتی ہوئی بات کہی۔

میں تذبذب سے دوچار ہو گیا اور مجھے اسے بلائے ناگہانی سے نمٹنے میں دیر ہو گئی۔ میں نے سوچا کاہو کو آواز دوں لیکن مجھے ناکامی ہوئی شاید دیوتاؤں نے میرا فیصلہ کسی رائے سے آلودہ نہ ہونے کے لئے پہلے ہی اس کا انتظام کر دیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ عورت نے مجھے جارا کا اور مقدس اقابلا کے ناموں کا واسطہ دیا ہے۔ اب فیصلے میں کیا دیر ہے۔ یہ عورت اور یہ بچہ مر جائے گا تو کائنات کی حرکت میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ یہ ایک اذیت ناک فیصلہ تھا۔ یہ صاف صاف قتل تھا۔ ہر چند کہ جزیرہ توری پر قدم رکھنے کے بعد انسانی جانوں کی ہلاکت میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ انسان وہاں بڑے ارزاں تھے۔ میں نے بلکتی اور تڑپتی ہوئی اس عورت سے کہا۔ ''اے اجل رسیدہ! اس ویرانے میں بے شک تیرے لیے موت بہتر ہے میں بھی تین دن سے بھوکا ہوں۔ تو اس ریگ زار میں نہ جانے کب سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ میں تیری خواہش پوری کرنے پر آمادہ ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ مجھے اپنے اس اقدام کا انجام نہیں معلوم۔''

''تم میری ہلاکت میں کوئی تاخیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری باتیں گراں گزر رہی ہیں۔ یہ بچہ موت کا منتظر ہے۔ آہ اس کے بعد میں اس جسم کی قید و بند سے آزاد ہو جاؤں گی۔'' اس بار اس کے لہجے میں مسرت تھی۔

میرے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ میں نے ایک نوکیلا پتھر اٹھایا اور تمام تر شقاوت اور درندگی کے ساتھ پتھر کی نوک بھرپور انداز میں بچے کے پیٹ میں بھونک دی۔ خون کی ایک لکیر کے ساتھ بچے کی کربناک چیخ ابھری۔ میں نے لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس کے خون سے ایک چلو بھر کر عورت کے کھلے ہوئے منہ میں ٹپکا دیا۔ وہ بُری طرح تشنہ اور بے قرار نظر آ رہی تھی۔ اس کی بات درست ثابت ہوئی۔ خون کا قطرہ منہ میں پڑتے ہی اس کا بدن ڈھلک گیا۔ بچہ ایک ہی ضرب میں ہلکان ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ زندگی کے لئے اس کی تڑپ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی۔ میں ان دونوں کو چھوڑ کر بہت عجلت کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آ گیا۔

میری طبیعت مکدر ہو چکی تھی۔ اب بھوک بھی غائب ہو چکی تھی۔ ذہن منتشر تھا۔ اعصاب ٹوٹ رہے تھے۔ میں اسی عالم میں زمین پر گر گیا۔ پتھر اٹھا کر اپنا کام تمام کرنا چاہا کہ اسی وقت ایک عجیب الخلقت شخص میری طرف بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سر بہت چھوٹا تھا اور ٹانگیں پتلی پتلی تھیں۔ چہرے پر صرف آنکھیں نظر آتی تھیں جسم پر کوئی بال نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

''آؤ آؤ مقدس بزرگ! سناؤ میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا تم بھی موت کے خواہاں ہو۔'' میں نے طنز کیا۔ ''میرے ہاتھ میں خنجر ہے۔''

''دیوتا تم سے خوش رہیں، جابر بن یوسف الباقرا تمہاری واپسی جلد ہو سکتی تھی لیکن تم ابھی تمام اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا نہیں کر پائے ہو۔'' اس نے سرد مہری سے کہا۔

میں نے اپنی زبان کو لگام دی اور اپنا لہجہ بدل کر حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔ ''محترم شخص! میں نے جو کچھ کیا وہ میرے ارادوں کا تابع تھا۔ میں نے جو مناسب سمجھا وہی کیا۔''

''اسے وہ لوگ ناپسند ہیں جو اس کی طلب ترک کر کے آسمانوں کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔'' اس نے اپنے انداز میں تبدیلی پیدا نہیں کی۔

''مجھے بتایا جائے کہ مجھے اور کن مراحل سے گزرنا ہوگا؟ یہ زمین میرے لیے اجنبی ہے۔ کیا مجھے کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی؟'' میں نے کسی قدر درشتی سے کہا۔

''کیا یہ رعایت کم ہے کہ تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں خود کو اعلیٰ مناصب کا اہل ثابت کرنا ہوگا۔ تم نے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ تمہارے پاس درخشاں شپالی ہے۔ جاؤ اندر جا کر اس منحوس عورت کی ہڈیاں اپنے گلے میں ڈال لو اور اسے مایوس کرنے کی کوشش مت کرو جس نے تمہیں فضیلتیں بخشی ہیں۔'' اس شخص نے تلخی سے کہا۔

''فاصلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ شاید وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ کتنی عظیم ہے اور میں نے اس کی طلب کر کے کیسی نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ روز اس کی عظمتیں مجھ پر منکشف ہو رہی ہیں اور میں اس سے دور ہو رہا ہوں۔ میں جس قدر اس کے قریب جاتا ہوں وہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے نہیں معلوم میں نے عمر کا کتنا حصہ بوڑھوں کی خانقاہ میں گزارا ہے۔ میری زندگی اسی تگ و دو میں گزر جائے گی میرا سب کچھ مجھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے یہاں کے ماحول میں رچ بس جانے اور خود کو اس علاقے کا محبوب شخص بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ موت ہر لمحے میرے تعاقب میں رہتی ہے۔ مجھے اس کی قربت کے دن اگر نصیب ہوئے تو بہت کم ہوں گے۔''

''جابر بن یوسف! آہ تمہیں ابھی تک اس کے جلال کا عرفان نہیں ہے۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔ ''اس کے ہاتھ میں وقت کی تکمیل ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں مشروب حیات بخش سکتی ہے۔ وہ تمہاری روح پابند کر کے ایک دن اپنا غلام بنا سکتی ہے۔''

''بے شک میرے لیے اس کی قربت کے چند لمحے بھی بہت ہوں گے۔'' میں نے عالم شوق میں کہا۔ ''محترم بزرگ! تمہاری آمد مژدہ جاں فزا ہے۔ میں تمہارے سامنے شرمسار ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میرے ذہن و دل پر گاہے گاہے میری گزشتہ زندگی کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ میں وہ باتیں کرنے لگتا ہوں جو کسی طور اس ماحول سے موزوں نہیں ہوتیں۔ میری فکر میرے گزشتہ دنوں کی سازش سے کبھی کبھی آلودہ ہو جاتی ہے۔ میں آئندہ محتاط رہنے کا عزم کرتا ہوں۔'' میں نے ندامت سے کہا۔

''جاؤ ان ویرانوں میں تمہارا نصیب چھپا ہوا ہے۔'' عجیب الخلقت بوڑھا جس طرف سے آیا تھا۔ اسی طرف دوڑ گیا۔ میں اسے آوازیں دیتا رہا اور وہ میری نظروں سے میرے شکوک کی طرح دور ہوتا گیا۔

☆==========☆==========☆

http://kitaabghar.com

جھونپڑی کے اندر دونوں لاشیں اس مختصر وقفے میں ہڈیوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ میں نے انہیں یکجا کیا اور جھونپڑی کے باہر لگی ہوئی چادر سے انہیں ہار کی شکل میں باندھ کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اب میری گردن میں جارا کا کا کی کھوپڑی' سمورال کی مالا' اور یما کی دو مالائیں اور ہڈیوں کا ہار تھا۔ میں نے شپالی کو اور یما کی مالا میں سمو لیا۔ بوڑھے سے گفتگو کے بعد میں نے اپنے مایوس ارادوں کی گرد اپنے ذہن سے جھاڑنا چاہی۔ اس کی باتیں خاصی حوصلہ افزا تھیں۔ مجھے اس صحرا میں ریت کے کسی ذرے کی طرح خود کو چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ اب مجھے اسالا کی تلاش تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے بھوک اور پیاس کے عالم میں ایک دن کس طرح گزار دیا۔ میں ایک دن تک مسلسل چلتا رہا اور آخر ایک غار پر جا کر میرا سفر کہیں ختم ہوا۔ یہ غار خاصا وسیع معلوم ہوتا تھا اندر جانے کے بجائے میں نے اس کے دہانے پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور مجھے وہاں پانی کے گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی بو سونگھ کر مجھ سے وہاں رکا نہ گیا۔ میں اندر تک چلا گیا۔ اندر دیواریں پانی سے گیلی تھیں میں نے اپنی زبان ان دیواروں سے لگا دی اور بمشکل تمام اس ٹھنڈے پانی سے اپنا دہن سیراب کیا۔ پانی پی کر مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی اور میں نے غار کے دہانے پر آ کر ایک پتھر سے اپنا سر لگا دیا۔ مجھے گہری نیند آ گئی۔ شاید دیوتاؤں کو میری غفلت پسند نہیں تھی۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ لق و دق صحرا میں اس غار کے اندر صحرائی درندے بھی موجود ہوں گے۔ وہ ایک قد آور جانور تھا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا اور نہ ہی لفظوں کے ذریعے اس کی شکل کا کوئی خاکہ کھینچ سکتا ہوں۔ غار کے اندر سے جب اس کی ہولناک گرج سنائی دی تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ چیختا چنگھاڑتا ہوا غار کے دہانے کی طرف آ رہا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایسے نازک لمحے میں میرے ذہن میں ایک ترکیب اجاگر ہوئی۔ بھوک انسانوں کی عقل تیز کر دیتی ہے۔ میں باہر آ کر غار کی اوٹ میں ہو گیا۔ خوں خوار درندہ طوفانوں کی طرح دہانے پر آیا اور ناک کی سیدھ میں بھاگتا ہوا چلا گیا۔ دور جا کر وہ برق رفتاری سے واپس ہوا۔ اس عرصے میں ایک ٹیلے پر چڑھ چکا تھا۔ وہاں پتھروں کی بہتات تھی۔ اتنی اونچائی پر وہ کوئی جست نہیں لگا سکتا تھا۔ نشیب میں غار کے دہانے پر وہ غضب ناک انداز میں کھڑا اپنے اگلے پنجے زمین پر کھرچ رہا تھا۔ میں اس درندے سے پندرہ فٹ اوپر تھا۔ میں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کر دیے لیکن یہ طریقہ کچھ زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوا۔ وہ ایک موڑ کاٹ کر کسی بھی لمحے اوپر آ سکتا تھا۔ میں اتنی تیزی سے نیچے نہیں کود سکتا تھا۔ اس نے وہی کیا۔ وہ اوپر کی طرف چڑھنے لگا۔ اب اوپر سے نیچے کودنے کے سوا نجات کی کوئی راہ نہ تھی۔ میں نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ پتھروں پر جب میرا تنومند جسم گرا تو کئی جگہ ٹیس اٹھنے لگی۔ میں جلد ہی اٹھ کر آڑ میں ہو گیا لیکن اس نے مجھے پوری طرح گھیر لیا تھا۔ اس نے ایک دہاڑ کے ساتھ مجھ پر چھلانگ لگانے میں کوئی وقت نہیں لیا۔ میں اس کے جسم کے ساتھ زمین پر آ رہا اور مجھے خود اپنے جسم پر حیرت ہوئی کیونکہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اسے اوپر اٹھا لیا اور پھر نیچے پھینک دیا۔ اتنا وزنی' اتنا خطرناک' اتنا پھرتیلا درندہ میرے قابو میں اس طرح آ جائے گا؟ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ سمورال کی مالا کے دانے بکھر گئے اور جارا کا کا کی کھوپڑی سے بندھی ہوئی مضبوط ڈوری اس دھینگا مشتی میں ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے چشم زدن میں تمام عطیات نوچ کر ایک پتھر پر رکھ دیے اور چونکہ مجھے پہلے حملے میں اپنی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا اس لیے اس بار میں نے اسے دبوچ لیا۔ ایک بلی انسان سے بہت کمزور ہوتی ہے مگر اس کی پھرتی، اس کے پنجوں سے ایک خاصے معقول آدمی کو خوف آتا ہے۔ میں تفصیل بیان کرنے سے گریز کر رہا ہوں کہ میں نے اسے اٹھا کر کہاں پٹکا اور اس نے مجھے کہاں؟ اس کے پنجے جگہ جگہ میرے جسم میں چبھ کر خراش پیدا کر گئے۔

جابر بن یوسف البا قر پہلے اتنا طاقت ور نہیں تھا۔ میں اپنی طاقت دیکھ کر ششدر رہ گیا اور اس مسرت میں دیوانہ ہو کر میں نے اس بڑے درندے کو کئی حصوں میں منقسم کر دیا۔ اس کی دہاڑوں سے صحرا میں گونج پیدا ہو رہی تھی۔ اس کے خون سے میرا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی کھال ادھیڑ پھینکی اور اس کا کچا گوشت اپنے دانتوں سے چبانا شروع کر دیا۔ اندر پانی موجود تھا۔ میں اس غذا سے دو تین دن آسانی سے گزار سکتا تھا۔ میں نے اس کا گرم گوشت اس طرح کھایا جس طرح وہ میرا کھاتا۔ اس کے نوکیلے سینگ علیحدہ کر کے میں نے اپنے پاس رکھ لیے۔ یقیناً جب یہ سینگ میرے گلے کا ہار بن جائیں گے تو لوگوں کو معلوم ہو گا کہ مجھ میں کس قدر طاقت ہے۔ اس کے بعد میں نے سو رال کی مالا کے دانے زمین سے اٹھا لیے اور انہیں پرو کر دوبارہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ میرے گلے میں اس درندے کے سینگوں کا اور اضافہ ہو چکا تھا۔

اس واقعے کے بعد زارشی کا صحرا میری نظروں میں زیادہ مشکل نہیں رہا۔ میں نے سینہ سپر ہو کر زور آزمائی کی۔ میں اس غار کے دوسرے جانوروں کو زندگی بخش کر آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی رہا۔ میری آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھے۔ میں خود سے لڑتا جھگڑتا دندناتا آگے کی زمینیں روندتا ہوا مسلسل بڑھتا رہا۔ دھوپ، تھکن، بھوک پیاس، میں نے ایک عرصے تک اپنے حال پر قانع رہنے کے لئے تجربے کر لیے تھے۔ میں بظاہر انسان تھا مگر بباطن ایک صحرائی درندہ تھا۔ انسان کسی ویرانے میں انسانوں سے دور ہو تو پھر وہ انسان کہاں رہتا ہے؟ انسان انسانوں میں پہچانے جاتے ہیں وہ اعمال و افعال اور اپنی سماجی زندگی سے بحیثیت انسان ممتاز ہوتے ہیں۔ اس ویرانے میں میری سوچیں، میرے عزائم، میرے تصورات سب صحرائی ریت اڑا کر لے جاتی تھی۔ میں نے سوچنا بند کر دیا تھا۔ میں جس قدر سوچتا، مسائل الجھ جاتے۔ ایک انکشاف سے مسئلوں کا ایک سلسلہ لا تحل کھڑا ہو جاتا تھا۔ بڑھی ہوئی داڑھی، خون آلود کھال، گلے میں طوق آراستہ۔ یہ شخص۔ ایک عرب نوجوان تاریک براعظم کے نامعلوم علاقے زارشی میں نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ وہ غاروں میں بے دریغ گھس جاتا اور اندر چیختے ہوئے جانوروں کو پکڑ لاتا۔ انہیں صحرا کی تپتی ریت پر لا کر بھونتا اور کبھی کچا ہی چبا جاتا۔ کبھی اسے پانی نصیب نہ ہوتا تو وہ ان کا خون پی لیتا۔ لیکن جہاں جانور ملتے وہاں پانی کسی نہ کسی نشیب میں مل ہی جاتا تھا۔ اس کے ارادے فولاد کے اور اس کا دماغ دنیا کی ہر فکر سے منزا تھا۔

زارشی کے صحرا میں مجھے بھٹکتے ہوئے کئی ماہ گزر گئے۔ مشقتوں، اذیتوں، آزمائشوں کا یہ سلسلہ ہر قدم پر جاری رہتا۔ میں اپنے کسی تھے سے مدد نہیں لیتا تھا۔ میرا کام چلتا تھا اور اس دوران انوکھے واقعات سے نمٹتا تھا۔ زارشی میں مجھے اس کے بعد کئی بلاؤں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے میرے صبر و ضبط کا ہر طرح امتحان لیا۔ راتوں کو میرے قریب بلاؤں نے گھیرا ڈالا۔ عجیب و غریب چہروں اور حلیوں کے لوگوں نے مجھے آ کر ستایا لیکن میں راز کی بات سمجھ چکا تھا۔ میں نے انہیں ہر بار خود سے دور کر دیا۔ آخر کئی ماہ گزرنے کے بعد مجھے ایک کارواں نظر آیا۔ وہ اسالا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بار میں اس کی طرف نہیں بھاگا بلکہ اپنی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ نظروں کی زد میں آیا تو میں نے دیکھا، ان کی تعداد کم ہو چکی تھی، وہ بہت تھکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ان کا جسم گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا، چہروں پر اداسی چھائی ہوئی تھی، اسالا کی گردن اپنے جسم پر نہ ٹھہرتی تھی۔ قریب آنے پر اس نے مجھے پہچانا تو مسرت سے اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

''اسالا۔ جزیرہ ہاگمان کے عظیم فرزند!'' میں نے مسرت سے کہا۔ ''یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ تمہارا قافلہ بھی مختصر ہو گیا؟''

''اے معزز سردار جابر بن یوسف! تمہیں دوبارہ دیکھ کر مجھے عرصے بعد خوشی ملی ہے۔'' اس کے پژمردہ چہرے پر تازگی سی پیدا ہوئی پھر وہ تاسف سے بولا۔'' میں نے اپنی گم شدہ عظمت کے حصول کے لئے اپنی راتیں اپنے دن قربان کر دیئے مگر انہیں اپنا ہم نوا بنانے میں ابھی تک کامیاب نہ ہو سکا۔ میں اب بھی معتوب ہوں اور اس صحرا میں اپنی غفلتوں کی سزائیں بھگت رہا ہوں۔ شاید یہیں میری موت لکھی ہے لیکن تم جابر بن یوسف! یہ صحرا تمہیں راس آ گیا ہے۔ برکتیں تمہارے کاندھوں پر ہیں عظمتیں تمہاری جلو میں ہیں۔ تم کب جزیرہ باگمان واپس جا رہے ہو؟''

''اسالا۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ ایک عرصے سے میں انسانی گداز کو ترس رہا ہوں۔ یہ تم ہی تھے جس نے مجھے بوڑھوں کی خانقاہ میں آگ کے گرد بیٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ میں ہی ہوں جس کے دل میں یہ مذموم خیال آیا تھا کہ مجھے تمہارا سر لوکا سا کی خدمت میں پیش کر دینا چاہئے۔ اپنی ریاضت سے فارغ ہو کر میں نے خود پر لعن طعن کی۔ کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔''

''تم نے جو سوچا تھا، وہ صحیح تھا۔ میرا سر اب بہت ارزاں ہے تم میرے لیے دیوتاؤں سے سفارش کرو۔ میں اب باگمان میں اقتدار کا خواہش مند نہیں۔ میں وہاں ایک باشندے کی طرح رہنا چاہتا ہوں۔'' اسالا نے رقت انگیز لہجے میں کہا۔

''آہ اسالا! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں اور تمہارے پاؤں میں استقلال نہیں۔ تم اتنے دل برداشتہ کیوں ہو گئے؟''

''معزز سردار اب مجھے ہر سو اندھیرا نظر آتا ہے۔ میرا یہ جسم میرے ان چند وفادار ساتھیوں پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ میں صحرا صحرا گھوم آیا۔ میں نے ایک زندگی خود کو ایک معزز اور سربلند شخص بنانے میں گزار دی۔ جب میں اپنے ہم عصروں کو شکست دیتا ہو مسند اقتدار تک پہنچا تو میرے ایک وفادار نائب لوکا سا کی ریشہ دوانیاں مجھے جلدی کھا گئیں۔ اس کے بعد سے میں یہاں بھٹک رہا ہوں۔ تم مہذب دنیا کے ایک شخص ہو۔ شاید تمہاری دنیا میں عفو و درگزر، رحم اور رعایت کی مدیں زیادہ ہیں۔ تم مجھ سے اتنی ہمدردی کا اظہار کر کے مجھے اور ناتواں کیے دیتے ہو۔'' اسالا کے لہجے سے شکست خوردگی کے آثار نمایاں تھے۔

''اسالا۔ میرے عزیز اسالا! میرے دل میں اس بدکردار اور ظالم شخص لوکا سا کے لئے کبھی کسی اُنس کا جذبہ بیدار نہیں ہوا۔ تم وہ دوسرے یا تیسرے آدمی ہو جس نے شگفتگی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے تم سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔ پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے بوڑھوں کی خانقاہ میں کتنا عرصہ گزارا ہے؟''

''تم سے میری ملاقات ہوئے چھ سال سے زائد ہو گئے۔ کیا تمہیں مقدس بوڑھوں نے حکم دیا تھا کہ تم ان کا حلقہ توڑ دو۔'' اسالا نے جواب دیا۔

''ہاں۔'' میں نے اس علاقے کے برسوں اور اپنے برسوں کا حساب لگاتے ہوئے کہا۔ اسالا کی بتائی ہوئی مدت ہمارے ہاں کے دو برسوں سے کچھ اوپر ہوتی تھی۔ وقت کا احساس ہوا تو مجھے جزیرہ توری میں رہنے والے بہت سے چہرے یاد آ گئے۔ سرنگا، سریتا اور دوسرے لوگ میں نے اسالا سے پوچھا۔ ''کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں جزیرہ باگمان کب واپس جاؤں گا؟ کیا میری آزمائش کے تمام مرحلے ختم ہو گئے؟''

"یہ سوال خود میں نے تم سے کیا تھا۔ میرے دردمند سردار! اس علاقے میں ہر قدم پر ایک آزمائش ہے۔ جزیرہ باگمان ہی کیا۔ سلطنت اقابلا میں قدم قدم تمہیں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے گلے میں تابندہ شپالی موجود ہے جو عظمتوں کی نشانی ہے اور میں ڈگی کے سینگ دیکھ رہا ہوں جو تمہاری شجاعت کا مظہر ہیں۔ میں تمہارے گلے میں انسانی ہڈیاں لگی ہوئی دیکھ رہا ہوں جو تمہاری قوت فیصلہ اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت ہے۔ تمہارے گلے میں مقدس لوریا کی دو مالائیں، جارا کا کی کھوپڑی اور کوئی بہت متبرک مالا پڑی ہوئی ہے۔ اتنی چیزیں بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہیں۔ اصولاً تمہیں اب واپس جانا چاہئے لیکن یہ سب ان بزرگ و برتر روحوں پر منحصر ہے۔ تم چلتے رہو۔ چلتے رہو۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد تم باگمان پہنچ جاؤ گے اور تمہاری نظر سے باگمان کا وہ طلسمی اندھیرا چھٹ جائے گا جو وہاں کے باشندوں پر دیوتاؤں نے مسلط کیا ہے۔ میں تمہیں زارشی کی سرحدوں تک چھوڑ سکتا ہوں۔ مگر تم اس وقت تک وہاں داخل نہیں ہو سکتے جب تک انہیں منظور نہ ہو۔"

"اسٹالا" میں نے اس کے طویل بیان سے متاثر ہو کر کہا میں کچھ اہم باتیں جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔ یہ شپالی کیا چیز ہے؟ اس سے کیا کرشمے رونما ہوتے ہیں؟"

"شپالی تمہاری غیر معمولی طاقت اور عظمت کی امین ہے۔ کاش تم میرے ساتھ رہتے اور کاش دیوتاؤں کا عندیہ ہوتا تو میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

میں اس سے کیا کام لے سکتا ہوں؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"یہ صرف تمہارے حریف کو خبردار کرنے کی نشانی ہے کہ تم نے زارشی کی خانقاہ میں ریاضت کر کے اپنا باطن منور کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شجاعت میں تمہارا درجہ بلند ہے۔ اس کی موجودگی خیر ہے۔ اس کی بے حرمتی باعث ابتلا ہے۔"

"میں سوچتا ہوں اسٹالا۔" میں نے اسے ٹٹولا۔ "میں سوچتا ہوں کہ میں نے بہت سے تحائف حاصل کر لیے ہیں لیکن میں جزیرہ توری کے کاہن اعظم سوراں اور اپنے دوست سرنگا جیسے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکا جو دل کی باتیں سونگھ لیتے ہیں اور جن کی آنکھیں ان کی عقب میں بھی موجود رہتی ہیں، جن کی سماعت وسیع اور جن کی بصارت لامحدود ہے۔"

"وہ ایک مشکل اور پیچیدہ عمل ہے تم نے سوجھ بوجھ تدبر اور سیکھنے کا عمل جاری رکھا تو تمہارے جسم پر کئی آنکھیں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ آنکھیں اور یہ کان اپنے باطن کو جلا دینے سے اُگتے ہیں۔" اسٹالا نے کہا۔

"مگر یہ کس طرح ہوگا؟ کیا جزیرہ باگمان اور زارشی آنے کا مقصد میرے باطن کی تطہیر نہیں تھا؟" میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

"کوئی شبہ نہیں کہ تم نے اپنے کردار و اطوار سے فاصلے گھٹا دیے ہیں، لیکن معزز سردار! یہ تمہاری روحانی بالیدگی کا آغاز ہے۔ تمہارے ساتھ یہ دلچسپ حادثہ ہوا ہے کہ تمہیں سری علوم سے آگاہی بتدریج نہیں ہوئی۔ تم نے یہاں کے عبادت گزاروں کی طرح اپنی زندگی کا بڑا حصہ ارتکاز و استغراق میں نہیں گزارا، کسی بلند مرتبت اتالیق نے تمہاری باقاعدہ نگرانی نہیں کی اور ہوا یہ کہ تمہیں اپنی خوش قسمتی کے سبب سے بعض فضیلتیں لازمی مراحل گزارنے سے پہلے مل گئیں۔ اب تم ایک ایسے آدمی ہو جس نے اپنی دوسری غیر معمولی صفات کے بل پر بڑا منصب حاصل کر لیا ہے لیکن یہ

مناصب حاصل کرنے کے لئے تم نے یہاں کے مروجہ اور مسلمہ مراحل عبور نہیں کیے۔ یہی ایک خلا رہ گیا ہے۔ درمیان کی کڑیاں غائب ہیں جو تمہاری پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں استالا لیکن میں خلا پُر کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ میں اپنے تحائف سے پوری طرح فائدہ اٹھاؤں گا۔ تم سچ کہتے ہو۔ میرے سامنے اس وقت جزیرہ توری کے کاہن اعظم سورال کے لڑکے جمرال کا چہرہ ہے۔ اس کی بہن ترام سے میری شادی ہوئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو علوم باطنی کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے دیکھا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جمرال کو ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد یہ تحائف نصیب ہوں گے جو میرے پاس ہیں لیکن وہ اس وقت کتنا مکمل اور جامع شخص ہوگا۔" میں نے کہا۔

میرے اور استالا کے درمیان گفتگو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھ سکی۔ جہاں انکشاف کا کوئی موقع آتا اور میں اس سے پردے اٹھانے کے لئے کہتا وہ بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رخ کہیں اور موڑ دیتا۔ وہ قبل از وقت مجھے کوئی بات بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک معتوب و معزول آدمی تھا اور کوئی کمزور بات کہہ کر اپنے مصائب میں اور اضافہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس شخص کی خوش سلیقگی، خوش اطواری اور اس کی حالت زار دیکھ کر میرے دل میں اس کے لئے محبت کے جذبات اُبھرے۔ پہلی اور دوسری ملاقات میں استالا میں ایک واضح فرق نظر آتا تھا۔ وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہوا پھر صحرا میں کہیں گم ہو گیا اور میں آنے والے مشکل دنوں کے استقبال کے لئے تنہا ایک سمت چل پڑا۔ میرے دل میں جزیرہ باگمان اور پھر جزیرہ توری واپس جانے کی خواہش ابھری اور میں نے صحرا کی فضاؤں کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ "دیوتاؤں کے مسکن۔ اے عظیم صحرا تو نے دیکھ لیا جابر بن یوسف البا قرنے تجھے ہر مرحلے پر شادکام کیا۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں پہاڑوں کا سینہ کاٹنے کی جرات پیدا ہو گئی ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کس کا طلب گار ہے اور کون اس کی زندگی کا مطلوب و مقصود ہے۔ پس اب اسے اجازت دے اس کے قدم باگمان جانے والے راستوں پر ڈال دے اور یقین کر تیری یہ رعایت رائیگاں نہیں جائے گی۔"

صحرا میں میری پکار کا کوئی ردعمل نہیں ہوا۔ مجھے خود پر ہنسی آ گئی اور میں دیوانوں کی طرح خود کلامی کرتا ہوا غاروں ٹیلوں ریت کے تودوں میں دن گزارتا رہا۔ پھر کئی دن گزر گئے۔ غیر اہم حادثوں اور چھوٹے واقعوں کا ذکر بے معنی ہے۔ صحرائے زارش کے روزنامچے میں بہت سے دن یکساں اہمیت کے حامل تھے۔ تمام دنوں کا احوال کیا لکھا جائے۔ وہی تپش وہی کڑی دھوپ، وہی ریت اور وہی میں۔ مجھے یقین تھا کہ میں ایک دن جزیرہ باگمان کے راستے پر گامزن ہو جاؤں گا، چنانچہ وہاں جانے کے بعد میرے ذہن میں بڑے معرکے اور دلکش منصوبے تھے۔ آخر وہ دن بہت جلد آ گیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ میں باگمان کا راستہ خود تلاش کروں گا اور کسی ایک سمت دور تک جانے اور واپس آنے یا مڑنے کے بجائے اسی سمت چلتا ہوں گا۔ یقیناً وہ راستہ کسی نہ کسی جگہ ختم ہوگا۔ یہ ایک تھکا دینے والا فیصلہ تھا لیکن مجھے اس میں پہلی ہی بار کامیابی نصیب ہو گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں میرے ارادے سے زیادہ ان طاقتوں کا دخل ہوگا جو اب زارش میں میری موجودگی کی ضرورت نہیں سمجھتی تھیں۔ جب پہلی بار میں نے ایک اونچے ٹیلے سے درختوں کے جھنڈ دیکھے اور وہاں کی لطیف اور خنک ہواؤں نے میرے جسم و جاں کا احاطہ کیا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اتنے عرصے بعد زندگی کے آثار دیکھ کر میرے منہ سے خوشی کی ایک چیخ نکل گئی اور میں نے زارش پر ایک الوداعی نظر ڈال کر اس کی خاک سے اپنے بدن کو

غسل دیا اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اس وقت میری ٹانگوں میں فولاد کی توانائی آ گئی تھی زمین پر پاؤں پڑتے ہی نہیں تھے۔ مجھے شبہ گزرا کہ یہ زارشی ہی کا کوئی حصہ نہ ہو مگر زارشی تو خود جزیرہ باگمان کا ایک ویران حصہ تھا۔ اسالا نے مجھے بتایا تھا کہ باگمان کی تاریکی کا طلسم میری ریاضت کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے۔ اب وہاں دھوپ نظر آ رہی تھی۔ میں نیچے اترتا چلا گیا اور ایک لمبی مسافت کے بعد میں نے درختوں کے جھنڈ میں اپنا سر نکال دیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میں اپنے وطن واپس آ گیا ہوں۔ میں نے درختوں کی شاخیں چھو کر اور پتے توڑ کر اس امر کا یقین کر لیا کہ میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں مستی میں ایک عربی نغمہ گنگناتا اندر کی طرف بڑھتا گیا۔ یہ گلستان شاداب درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں جزیرہ توری جیسا گھنا جنگل تو نہیں تھا لیکن درختوں کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ ایک جگہ پانی دیکھ کر میں نے اپنے جسم سے لپٹی ہوئی دھول اور خاک گھنٹوں میں صاف کی۔ میرے بال جکڑے ہوئے تھے، انہیں صاف کیا اور آگے بڑھنے سے پہلے ایک گھنے درخت کے سائے میں پتے بچھا کر دراز ہو گیا۔ میں بہت گہری نیند سویا۔ جس وقت میں اٹھا، رات ہو چکی تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے لوکاسا کو حیرت زدہ کروں گا کہ اس کی امیدوں کے برخلاف میں باگمان واپس آ گیا ہوں۔ ابھی میں فاصلے طے کر رہا تھا کہ مجھے انسانی سرگوشیوں کی گونج سنائی دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ چند تنگ دھڑنگ سیاہ فام لوگ نیزے اور مشعلیں تانے میری سمت بڑھ رہے تھے۔ ان میں لوکاسا کا نائب کابالو بھی موجود تھا۔ کابالو کو دیکھ کر میرے دل میں نفرت کا احساس بھڑک اٹھا لیکن میں نے ایک ضدی شرارتی بچے کی طرح اپنے گال پر ایک چپت لگائی۔ اس وقت میری سرخوشی کا عالم عجیب تھا۔ میں خود سے داد وصول کر رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جلد ہی میرے قریب آ جائیں۔ میں ان کی نظریں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے شیالی نمایاں کر لی۔ میں اپنی جگہ رک گیا۔ یہ خودنمائی اور انانیت، یہ محبوبیت اور یہ ناز و ادا۔ میری حالت کسی ایسی حسین عورت کی سی تھی جو اپنے عاشقوں کی نظروں سے اپنے حسن و جمال کا تخمینہ لگا رہی ہو۔

کابالو میرے قریب آیا تو اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں وہ مجھے یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے اسے میرے وجود پر شبہ ہو۔ کابالو کے ساتھی بھی محوِ حیرت تھے۔ چند لمحوں تک وہ مجھے متجسس نگاہوں سے تولتے رہے۔ ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ پھر کابالو نے میرے سینے پر سجے ہوئے عطیات حرم کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مقدس جابر بن یوسف! مجھے مقدس لوکاسا نے تمہاری پذیرائی کے لئے بھیجا ہے۔ میں تمہیں جزیرہ باگمان میں واپسی پر خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"اوہ" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تو اسے علم ہو گیا ہے؟"

"اسے باگمان میں ہونے والی ہر جنبش کا علم رہتا ہے، وہ جاننا چاہے تو چیونٹی کی حرکت کا بھی پتہ چلا سکتا ہے۔" کابالو نے اپنے سردار کے بارے میں مبالغے سے کام لیا۔

"میں اسے دیکھنا پسند کروں گا۔" میں نے دانستہ اپنے لہجے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ "میرے لیے مقدس لوکاسا کا کیا حکم ہے؟"

"وہ تمہیں کسی وقت بھی طلب کر سکتا ہے۔ فی الحال تمہیں بستی میں منتقل کر دیا جائے گا اور تمہیں موقع دیا جائے گا کہ تم کچھ دن اطمینان و آرام سے گزارو۔" کابالو نے کہا۔

http://kitaabghar.com

''اور اگر میں معزز کابالو سے یہ درخواست کروں کہ وہ مجھے ابھی لوکاسا کی خدمت میں پیش کر دے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟''

''اس کا جواب نفی میں ہوگا۔'' کابالو نے کہا۔

''شاید معزز کابالو اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ میں زارشی سے واپس آ رہا ہوں۔ صورتحال میں کچھ تبدیلی ہوگئی ہے۔'' میں نے حکمت سے کہا۔

''کابالو اپنے سردار کا تابع دار ہے۔ سردار کے احکام بجالانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔'' کابالو نے کسی جذبے کے بغیر کہا۔

''یوں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں معزز کابالو کی مجبوریوں سے واقف ہوں۔'' میں نے اسے اپنے قالب میں ڈھالنے کے لیے کہا۔

کابالو نے کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''بستی تک مجھے تمہاری آنکھوں پر اندھیرا طاری رکھنا ہوگا۔''

''کابالو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''کیا اس بات کی بھی ضرورت ہے؟ جب کہ باگمان کا طلسمی اندھیرا ابھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔''

''یہ میرے سردار کا حکم ہے وہ اس جزیرے کا حاکم اعلیٰ ہے اور تمہاری حیثیت ابھی تک ایک طالب علم کی ہے۔''

''کابالو۔ یہ باتیں توہین اور دل آزاری کے ذیل میں آتی ہیں تمہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ میں مقدس اقابلا کا فرستادہ ہوں۔''

میں کابالو اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیک وقت اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا تھا لیکن یہ بات مصلحت کے خلاف تھی۔ میں نے لوریما سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کابالو نے معذوری ظاہر کر دی۔ زارشی میں میں نے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ ان فیصلوں کے مطابق یہ ضروری تھا کہ میں اپنے لیے نفرت کے بجائے محبت کے جذبات پیدا کروں۔ میں نے اکراہ کے ساتھ کابالو کا ناپسندیدہ حکم مان لیا۔ چلتے چلتے یہ ضرور اس سے کہا کہ ''کابالو میں تمہیں منع کرنے کی قوت رکھتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میں منقلب ہو کر آیا ہوں۔''

میری آنکھوں پر کابالو کے ایک ہی عمل سے اندھیرا چھا گیا۔ راستے میں خاموشی رہی لیکن میں بولتا رہا اور دانستہ کابالو کو صحرائے زارشی کے پُراسرار واقعات سناتا رہا۔ وہ میری باتوں کے جواب میں خاموش رہا۔ میں ایک دوستانہ فضا چاہتا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ ''کابالو! تمہاری فرماں برداری دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے کہ کاش جزیرہ توری میں پیدا ہوتے اور میرے نائب ہوتے۔ کیا تم نے جزیرہ توری کے باشندوں میں میری اصلاحات کا واقعہ نہیں سنا؟''

''سنا ہے معزز سردار!'' اس نے مفاہمت کے انداز میں کہا۔ ''لیکن یہاں کیا نہیں ہے؟ یہ جزیرہ ہر اعتبار سے روحانی نعمتوں سے آسودہ ہے۔''

''میں نے تمہارا نام اپنے دل پر نقش کر لیا ہے۔'' میں نے کہا۔ بستی آ گئی تھی۔ چاروں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں۔ میں ایک شان بے نیازی و قلندری سے بستی میں داخل ہوا۔ مجھے کبھی وہ منظرات کا محسوس ہوتا تھا اس لیے کہ وہ وقت رات کا تھا لیکن جزیرے کے عام باشندوں کے ہاں ہمیشہ مشعلیں جلتی رہتی تھیں کیونکہ انہیں ہر وقت اندھیرا نظر آتا تھا۔ صرف جشن اور میلے پر ایک دن کے لیے ایک مخصوص مقام سے یہ اندھیرا اچھٹ جاتا تھا اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا اندھیرا طاری ہو جاتا تھا۔ جب میں آبادی میں جھونپڑیوں کے قریب سے گزرا تو لوگوں نے روشنی کے جھماکوں میں مجھے دیکھا وہ کابالو کی موجودگی کے باوجود میرے قریب آئے۔ شپالی کسی ہیرے کے مانند میرے سینے پر چمک رہی تھی۔ میں ان کی نظریں پہچانتا تھا۔ ان میں تحیر

تجسس اور خوف تھا۔ اپنی شخصیت سے دوسروں کے خوف زدہ ہونے کا احساس کتنا طمانیت بخش ہے۔ میرا خیال ہے محترم القام لوگوں کی پہچان یہی ہے کہ لوگ ان سے خوف زدہ رہیں۔ میں خندہ پیشانی سے مسکراتا، ہاتھ ہلاتا بستی سے نزدیک ہی ایک بڑی جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اس جھونپڑی کے باہر کئی تیز و طرار سیاہ فام موجود تھے۔ کابالو مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میرے سامنے لذیذ ترین غذاؤں کے خوان اور مشروبات پیش کر دیے گئے۔ بہت دنوں بعد میں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا کھا کر ٹہلنے کے لیے بستی میں نکل گیا۔ میں نے بستی کے بہت سے لوگوں سے بات کی۔ اگر میں کسی ایک کو منتخب کرتا تو کمری کی طرح دوسرے دن بستی کے باہر اس بدنصیب کا سر کٹا ہوا ملتا۔ اس لیے میں نے کسی ایک شخص سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ جزیرہ توری کے لوگوں کی عادات، ان کے اطوار سے میں واقف تھا۔ مجھے تجربہ تھا کہ وہ کن باتوں سے خوش ہوتے ہیں۔ میں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے نفسیاتی نکات سے آگاہ تھا۔ مجھے ہجوم کی نفسیات بھی معلوم تھی اور ہجوم میں ایک قائد کے کردار بھی تو ڑا بہت جانتا تھا۔ صد حیف کہ میں آکسفورڈ کا ایک ذہین طالب علم ان حبشیوں کے درمیان گھر گیا تھا۔ اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہی اس کی دنیا تھی اور یہی لوگ اس کے ہم وطن تھے۔

اس رات جزیرہ باگمان کی پہلی پرسکون شب میں معدے کی سیری کے بعد کچھ قربتوں کو جی چاہنے لگا۔ عرصے بعد ترشے ہوئے بدن، جوان بدن دیکھے تھے۔ اسی مقام پر میں نے جشن لوریما کے دن اپنی برتری منوائی تھی۔ ان کے لئے میں کوئی اجنبی شخص نہیں تھا۔ میرا ایک اشارہ باگمان کی کئی دوشیزاؤں کو گردن کٹانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ مگر یہ خون ناحق تھا۔ اس رات میں تشنہ لب، تشنہ بدن، تشنہ جذبہ سو گیا۔

دو دن تک لوکا سا نے مجھے طلب نہیں کیا لیکن یہ دو دن میرے لیے بڑے کام کے ثابت ہوئے۔ میں بستی کے لوگوں کے درمیان ایک عام آدمی کی حیثیت میں ان سے ربط ضبط پیدا کرتا رہا۔ میرے پاس زارشی کے اور اپنی دنیا کے اتنے واقعات انہیں سنانے کے لئے تھے کہ وہ تھک جاتے اور میرا بیان ختم نہ ہوتا۔ یہ دو دن بڑے اطمینان سے گزر گئے۔ دو دن بعد کابالو نے آ کر اطلاع دی کہ مجھے اسی وقت لوکا سا نے اپنی خدمت میں طلب کیا ہے۔ میں اسی لمحے کا منتظر تھا۔ میری تیاری میں کیا دیر تھی۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے بستی سے باہر آئے اور حسب دستور کابالو نے میری بینائی چھین لی۔ میں نے اس بار کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو میں ایک اندھیری سرنگ سے تنہا گزر رہا تھا۔ جلد ہی میں لوکا سا کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے آج اپنا جسم خوب رنگ رکھا تھا۔ مختلف قسم کے کڑے اور ہار اس کی گردن میں جھول رہے تھے۔ اس نے مجھے سر سے پیر تک دیکھا اور اپنی حیرت مجھ سے چھپانے میں ناکام رہا۔ مجھے جلد بازی کے کسی مظاہرے سے پرہیز لازم تھا لیکن وہ اعتماد جو میری ذات کا ایک حصہ بن گیا تھا، اس کا اظہار ہو ہی جاتا تھا۔ لوکا سا نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اٹھایا، فوراً ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہو گئی، لوکا سا نے اسے پھر اشارہ کیا۔ اس بار وہ ایک طشت کے ساتھ آئی تھی جس میں ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ قریب آنے پر لوکا سا نے اس لڑکی کے سینے پر انگلی رکھ دی۔ وہ تکلیف سے چیخ اٹھی۔ اس کے سینے سے خون ابلنے لگا۔ خون لوکا سا نے گلاس میں انڈیل لیا اور دوبارہ سینے پر انگلی رکھ دی۔ میں یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ خون بند ہو گیا تھا لیکن لڑکی بری طرح مضطرب نظر آتی تھی۔ لوکا سا نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور ایک گھونٹ پی کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”زارشی سے تمہاری کامیاب واپسی پر جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ اپنی محبوب کنیز کے تازہ خون کا جام پیش کرتا ہے، یہ جام کئی اور مشروبات کا مرکب ہے۔“

میں سمجھ گیا کہ لوکا سا نے یہ بے وقت مظاہرہ کس احساس کے تحت کیا ہے۔ میں نے بڑھ کر وہ گلاس لے لیا اور آنکھ بند کر کے ایک ہی گھونٹ میں اسے ختم کر گیا۔ ایسے واقعات پہلے بھی میرے ساتھ پیش آ چکے تھے اس لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ''مقدس لوکا سا کی مسرت میرے لیے باعث عزت ہے۔ شکر ہے لوکا سا نے ایک سردار کے ساتھ سرداروں کا سا رویہ اختیار کیا۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''اف۔ یہ زبان کے فتنے۔ میں ان سے بیزار ہوں۔'' اچانک لوکا سا کا لہجہ سرد ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے سفاکی جھلکنے لگی۔ ''تمہیں پہلے ہی یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ جب تک تم اس علاقے میں ہو تمہاری حیثیت ایک زیر تربیت شخص کی رہے گی۔''

''مجھے یہ فرمان ازبر ہے۔ کیا مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے جو میرے خلاف فرد جرم کے طور پر استعمال کی جا سکے؟''

''نافرمانیوں سے یہاں خون بہتا اور آگ لگتی ہے۔ ہر طالب علم کے لئے ناظم اعلیٰ کی اطاعت لازمی ہے۔ جن کے دل میں کینہ ہے ان کے لئے یہ زمین قہر ہے۔ جن کے ارادوں میں خباثت ہے ان کی روحیں جسم سے بے وفائی کرنے میں عجلت کر رہی ہیں۔'' لوکا سا نے سرد مہری سے کہا، پھر اس کا لہجہ رفتہ رفتہ اشتعال انگیز ہوتا گیا۔ میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتا لیکن مسکرا کر بڑے اعتماد سے اس ناہنجار کی زہر بیانی برداشت کرتا رہا۔

''دیوتاؤں کا واسطہ، میں جانتا ہوں کہ تم سے غلطیاں ہو سکتی ہیں، زارشی سے واپسی کے بعد بھی ایک طالب علم کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک مکمل انسان بن کر لوٹا ہے اور خشک ہوائیں اور سبزے اور لوگوں کے ہجوم اور غذائیں اور مشروبات اس کی تربیت میں کوئی رخنہ نہیں ڈالتے۔ اس میں وہی خوبیاں موجود رہتی ہیں جن کا ثبوت اس نے زارشی میں دیا ہے۔'' لوکا سا کی گفتگو سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس نے میری واپسی کس طرح محسوس کی ہے۔

''میں لوکا سا کی ہدایت اپنے دل میں منتقل کر رہا ہوں۔ کیا مقدس ناظم اعلیٰ کو اس میں کوئی شبہ ہے؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''شبہ؟'' وہ کسمسا کر بولا۔ ''کیا لوکا سا کو حقیقتوں کا علم نہیں۔'' ''شبہ؟ کیا یہ لفظ توہین اور گستاخی کے زمرے میں نہیں آتا؟ کیا لوکا سا اتنا بے پروا اور جاہل شخص ہے۔ میں کہتا ہوں جابر بن یوسف۔ تمہاری زبان بہک جاتی ہے، اسے ایک خامی کہا جا سکتا ہے۔ سنو! اگر تم نے غلط انداز سے قائم کئے اور تمہاری روش سے نافرمانی کی بو آئی تو تمہاری تربیت کو اس وقت تک طول دیا جا سکتا ہے جب تک تم اطاعت اور برداشت کی تمام خوبیاں نہ پیدا کر لو۔ تمہیں جزیرہ توری واپس جانے اور ایک مکمل مرد ثابت کرنے کے لئے جزیرہ یاگمان میں انتظار رہنا ہوگا۔''

لوکا سا نے بہت تحقیر آمیز انداز اختیار کر لیا تھا میری خاموشی پر اس نے کہا۔ ''پھر میں جزیرہ توری پر تمہاری واپسی کے احکام جلد صادر کر سکتا ہوں۔''

''مجھے یہاں سے جلدی جانے کی آرزو نہیں ہے۔ میں اپنی تربیت مکمل کر کے ہی واپس جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے دبے ہوئے لفظوں میں کہا۔ ''میں ابھی مقدس لوریما کی قدم بوسی کے لئے تڑپ رہا ہوں۔ اسے اطلاع دی جائے کہ اس کا غلام سعادتیں سمیٹنا چاہتا ہے۔ اس سے کہا جائے کہ زارشی میں ہر جگہ میں نے اس کے عطیات دل و جان سے سنبھال کر رکھے ہیں۔ مقدس لوکا سا! میں اس سے کب مل سکتا ہوں؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

میں نے دیکھا کہ لوکا سا کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے بے تابی سے اپنا سر جھٹکا اور اپنا خنجر نکال کر سامنے کی دیوار پر زور سے پھینک

دیا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو یہ خنجر میرے جسم میں پیوست ہوتا۔ پھر اس نے اپنا انگوٹھا گھمایا، تو جوان لڑکیوں کا ایک طائفہ اندر آ گیا اور وہ اس کا بدن دبانے لگیں۔ ''تم جا سکتے ہو۔ تمہیں مطلع کر دیا جائے گا کہ تم کب مقدس لوریما سے مل سکتے ہو۔ اس کی آمادگی شرط ہے لیکن ایک بار تمہیں ضرور موقع دیا جائے گا۔'' اس نے نفرت سے کہا۔ میں واپس جانے کے لئے مڑا تو وہ کسی قدر نرم لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف اہوش مندی سب فضیلت ہے۔'' پھر ٹھہر کر کہنے لگا۔ ''ان میں کوئی لڑکی تمہیں پسند ہو تو عطا کی جا سکتی ہے۔''

میں نے ایک طائرانہ نظر سے ان کا جائزہ لیا۔ وہ سب نشیلی آنکھوں اور کسے ہوئے بدن کی شگفتہ لڑکیاں تھیں۔ میں انتخاب مشکل سے کر پاتا لیکن لوکاسا کی سخت باتوں سے بد دل سا ہو گیا تھا۔ ''میں ان کی ضرورت نہیں سمجھتا، یوں اس کرم کا جابر بن یوسف تہ دل سے شکر گزار ہے۔''

لوکاسا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مجھے جانے کی پہلے ہی اجازت مل گئی تھی۔ اس لیے میں وہاں سے فوراً چل دیا۔ طبیعت میں سخت تکدر تھا۔ ہر چند لوکاسا کی ملاقات سے کوئی خوش آئند توقع مجھے وہاں جانے سے پہلے نہ تھی لیکن یہ شخص طبعاً ایک بدخواہ اور ظالم شخص تھا۔ وہ میری تربیت کا زمانہ طویل کر سکتا تھا اور مجھے ہر وقت پریشان کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ میں اس کے علاقے میں مقیم تھا۔ اپنی جھونپڑی میں واپس پہنچنے کے بعد میں نے تمام پہلوؤں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ لوریما سے ملے بغیر میری پناہ محال تھی۔ اس سے جلد از جلد ملاقات ضروری تھی اور لوریما کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی تھیں۔ میں آئندہ چند دنوں میں بہت محتاط رہا لیکن میں نے بستی والوں سے اپنا رابطہ قائم رکھا۔ ایک مہینہ گزر گیا لیکن لوکاسا یا اس کے کسی نائب نے میری خبر نہ لی۔ البتہ وہ میری نگرانی ضرور کر رہے ہوں گے۔ جب دل بہت گھبراتا میں بستی سے دور نکل جاتا۔ آخر ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود ہی لوریما سے ملنے کی کوشش کیوں نہ کروں؟ یقیناً لوکاسا کو پتہ چل جائے گا لیکن مقدس لوریما کو اس پر ہر طرح برتری حاصل ہے۔ مجھے کسی صورت اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔ پھر اس سے بڑی آسانی سے تحفظ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد جب میں ایک دن بستی سے بہت دور چلا گیا تو میں نے سوراں کی مالا سے لوریما کی اقامت گاہ کی سمت رہنمائی طلب کی۔ جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر میں مغرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ دور تک راستے میں مجھے کوئی نہیں ملا۔ وہ گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا کوئی حصہ تھا۔ میں ہر غار میں سوراں کی مالا سے مدد لیتا مگر اس کے دانے کہیں نہ چمکے۔ غار تلاش کرتا ہوا آخر ایک جگہ سوراں کی مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میں اس غار میں جانا چاہتا تھا کہ ایک نیزہ بردار شخص نے کہیں سے میری طرف آ کر میرا راستہ روک لیا۔ اس نے مجھے اندر جانے سے منع کیا۔ میں نے مقدس لوریما سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے لوکاسا کا حوالہ دیا۔ کوئی کب تک برداشت کرتا؟ سلسلہ پھر نہ جانے کب ختم ہوتا۔ جب اس نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو میں نے ضد کی، مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ مجھ سے نبرد آزما ہونے میں پہلو تہی کر رہا ہے۔ میں اسے دھکیلتا ہوا اندر بڑھ گیا۔ اس نے اٹھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے اپنا سیدھا ہاتھ بھرپور قوت سے اس کے جبڑوں پر مارا، وہ دور جا گرا۔ میں نے مڑ کر اسے دیکھنا ضروری نہیں سمجھا اور تیزی سے غار میں داخل ہو گیا۔ کچھ ہی دور اندر جا کر مجھے محسوس ہوا کہ آگے سارے راستے پر آگ لگی ہوئی ہے۔ تصدیق کے لیے میں نے پھر اپنی مالا سے مدد لی یہ وہی غار تھا۔ جس کے راستے پر لوکاسا نے آگ بچھا دی تھی۔ اسی وقت مجھے بوڑھوں کی خانقاہ کا عمل یاد آیا۔ میں یہ عمل دہراتا ہوا دیوانہ وار آگ میں گھس گیا۔ جس جگہ سے میں گزرتا تھا آگ سرد ہوتی جاتی تھی پھر یہ آگ خود بخود ماند پڑ گئی اور نیزہ برداروں کا ایک غول وحشیانہ چیخ پکار مچاتا غار میں داخل ہوا۔ وہ غار میں باہر

کی طرف سے آ رہے تھے۔ میں نے آگے کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ کاش میں آگ بجھانے کے بجائے آگ جلانے پر بھی قادر ہوتا۔ اندھیرے میں دوڑتے ہوئے میں ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا۔ آگے راستہ بند تھا ایک بڑا پتھر درمیان میں حائل تھا۔ میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ سر سے خون بہنے لگا۔ پیچھے وہ حبشی آ رہے تھے۔ پتھر کی جسامت کا اندازہ لگا کر میں نے پکھ کرنے سے پکھ کرنا بہتر سمجھ کر اس پر زور لگایا۔ مجھے خود کو داد دینے کا موقع نہ مل سکا۔ میرے بدن کی غیر معمولی طاقت سے پتھر کا وہ بڑا پاٹ پیچھے کھسکنے لگا جو ایک دروازے کی شکل میں تھا۔ یہ انسانی طاقت سے ماورا کوئی طاقت تھی پھرتی سے میں اندر داخل ہو گیا اور اندر جا کر میں نے اسے دوبارہ بند کر دیا۔ اس بار میں آگے کی طرف سے چوکنا ہو کر قدم بڑھا رہا تھا۔ میں نے آواز لگائی۔ ''مقدس لوریما میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مجھے امان دے۔''

میری آواز کے ساتھ ہی دور کہیں مجھے روشنی کی ایک کرن نظر آئی اور میں جلدی ان راہداریوں سے گزرنے لگا جو قصر لوریما کے درمیان پڑتی تھیں۔ اندر مجھے کسی نے نہیں روکا۔ چند سیاہ فام دوشیزائیں مجھے ایک بڑے سجے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ کمرے میں جل ترنگ بج رہے تھے۔ ایک سیاہ فام دوشیزہ نے مجھے لوریما کی آمد سے مطلع کیا۔ میری آنکھیں کمرے کا طواف کرنے لگیں۔ اس سراپا جمال، سراپا تمکنت کی آمد کا غلغلہ تھا۔ وہ آ رہی تھی۔ وہ آنے والی تھی۔ وہ اقابلا کے حسین طائفے کی خوبصورت بلا۔ وہ اشمار کی طرح حسین تھی۔ وہ اقابلا کے حسن و جمال کا پرتو تھی۔ لوریما ایک پھول تھی۔ جزیرہ باگمان کا واحد خوبصورت پھول۔ اسے سینے سے لگانے کو جی چاہتا تھا۔ میں اڑھائی سال کے عرصے کے بعد اس کے جلوے سے منور ہو رہا تھا۔ اسے دیکھنے کے لیے میری رگوں میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔ وہ دو سیاہ فام دوشیزاؤں کی معیت میں سرخ پھولوں سے ڈھکی ہوئی وہاں نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی، لبوں پر تبسم اور انداز میں اظہار شوق تھا۔ پتوں اور پھولوں کی چادر سے اس کا جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے بال سینے پر لہرائے ہوئے تھے۔ اسے وہاں میرے روبرو چھوڑ کر دونوں خادمائیں رخصت ہو گئیں اور وہ اس شبستان رنگ و نور میں تنہا رہ گئے۔ اب میری باری تھی۔ مجھے اس بے مثال حسن کی داد دینی تھی اور اپنی دیوانگی کا اظہار کرنا تھا۔ یہ دونوں کام مجھے خوب آتے تھے۔ میں ایک ہنرمند حسن پرست، میرے دل کی طرح میری زبان بھی بڑی تھی۔ زارشی کے صحرا میں، میں نے جو منصوبہ بنایا تھا اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ مگر تاب جمال کس میں تھی؟ اور پھر وہ شخص جو ایک عرصے تک رعنائی و نکہت سے دور رہا ہو، اس کا کیا عالم ہوگا؟ تمام آداب بالائے طاق رکھ کر اس کے بدن کے پھول نوچنے کی وحشت طاری تھی۔ میں نے بولنے کی کوشش کی، الفاظ زبان پر اٹک گئے۔ پھر میں احتراماً جھکا اور میں نے کہا۔ ''میری وحشتیں درگزر کی جائیں کیونکہ میں عالم ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ جابر بن یوسف لوریما کی عظمتوں کے سائے میں پھر پناہ گزیں ہے۔''

اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا تو میری ہمت دوچند ہو گئی۔ میں نے دوبارہ کہا۔ ''زارشی کی فضائیں گواہ ہیں کہ میں نے کہاں کہاں اس کے قرب کی تمنا کی ہے۔ میرے سینے کے یہ اعزازات اس کے سوا کیا ہیں کہ مجھے دوبارہ اس کی بارگاہ میں واپس آنے اور اس کے جمال دل افروز سے سیر ہونے کی آرزو تھی۔ میرے دل میں ایک اضطراب برپا ہے۔ اے مقدس لوریما۔ تجھ سے میرا حال مخفی نہ ہوگا میں اپنا سینہ چاک کروں؟''

اس کے لب سے پھول جھڑے۔ ''تمہیں دوبارہ باگمان میں دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ ایک بڑا اعزاز ہے جو اس سرزمین میں کم ہی لوگوں نے حاصل کیا ہے۔''

مجھے اپنی بلاغت پر ناز ہے۔ چند ہی لمحوں میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لوریما کے تیوروں میں میرے لیے اثبات کی جھلک ہے اور جہاں یہ ذرا سی رعایت بھی مجھے مل جائے تو میری زبان نہیں رکتی۔ میری آنکھیں میری زبان کا ساتھ دیتی ہیں۔ میں نے اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ کر دیا۔ اس کے تیوروں میں گداز آ گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جہاں مجھے آگے بڑھنا تھا۔ بڑے اعتماد سے میں نے اس کا نرم و لطیف ہاتھ اپنے کثیف ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے ایک بوسے پر اکتفا نہ کیا۔ میں انہیں چومتا ہی رہا۔ "تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔" اس کی آواز میں تاثر تھا۔ "مجھے تمہاری شجاعت اور ذہانت سے یہی امید تھی۔"

"میں نے سوچا تھا میری گردن اعزازات سے جھک جائے کہ میں اس کے روبرو اعتماد سے اپنے دل کا احوال کہنے کی جسارت کر سکوں، لیکن ...... لیکن ......" میں کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا ......؟" اس نے وفور شوق سے پوچھا۔ وہ میری گفتگو میں تحلیل ہوئی جا رہی تھی۔

"لیکن جب میں جزیرہ و یاگمان کے ناظم اعلیٰ کے بارے میں سوچتا تھا تو میری ہمتیں پست ہو جاتی تھیں۔ میں نے اپنی سرفرازی کا عہد کر لیا تھا۔ پھر جب میں یہاں آیا تو ناظم اعلیٰ نے مجھے ملنے سے منع کر دیا۔ اس نے میرے راستے میں دیواریں حائل کر دیں۔ اس نے اس راستے پر آگ لگا دی جس سے گزر کر ایک طالب کو اپنے مطلوب کے پاس پہنچنا تھا۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے لوکاسا کے زہریلے رویے کے متعلق تمام باتیں اس کے گوش گزار کر دیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر بیزاری کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ "مقدس اقابلا کے ایک فرستادے، زارشی کے زائر، جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف کی اس جزیرہ پر جو پذیرائی ہوئی ہے وہ انصاف کی رو سے جائز تھی؟" میں نے جواب طلب نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"لوکاسا" اس نے زیرلب کہا۔ "وہ یہاں کا ناظم اعلیٰ اور یہاں کا سب سے طاقت ور شخص ہے۔ اسی لئے لوریما نے اسے فضیلت کی سند دی ہے لیکن اس کے تمام احکام لوریما کی منظوری کے دست نگر ہیں۔ اس کی کوئی فضیلت لوریما کے تقدس سے ماورا نہیں ہے۔"

"بلاشبہ وہ سب پر قادر ہے لیکن اسے کسی طور محترم و مقدس لوریما پر بالادستی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ کسی کو اس قسم کا تاثر دیتا ہے تو وہ ان مروجہ اصولوں کی نفی کرتا ہے جو اس جزیرے کے نظام کی بنیاد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ لوکاسا کا رویہ میرے مفادات کے حق میں نہیں ہے۔ مجھے مقدس لوریما کی امان چاہئے اور میں اسی بنا پر اس سے ملنے کے لئے بے تاب تھا۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تم لوریما کی امان میں ہو کیونکہ تم مقدس اقابلا کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔" اس نے والہانہ طرز میں کہا۔ میں اس کے ہاتھوں پر بوسے ثبت کر رہا تھا۔

"کیا مجھے مقدس لوریما کو پوجنے کی اجازت ہے؟" میں نے پوچھا۔

یقیناً، وہ بھی تم سے متاثر ہوئی ہو گی۔" اس نے کہا۔ "تم ایک آتش بیان اور آتش خصال مرد ہو۔"

"اے مقدس دیوی! میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ تیرے جسم اطہر سے مس ہونے کی سعادت کے لئے تڑپ رہے

ہیں۔ میرا روواں رواں لرز رہا ہے مجھے اجازت دے کہ میں تجھ سے اپنی بے پایاں محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کرسکوں۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں سرخی دیکھی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کے بالوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ خاموش رہی۔ یہ اعتماد کبھی اقابلا کی بارگاہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے اس کے بدن سے پھول توڑنے شروع کر دیے۔

اس کی ازخود رفتگی نے رفتہ رفتہ احترام و تقدس کے وہ بت ڈھانے شروع کر دیے جو اسے ایک دیوی اور مجھے ایک خادم کی حیثیت دیتے تھے۔ مگر لوریما اچانک مچل کر میرے پہلو سے نکل گئی۔ اس نے جلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور حاکمانہ انداز سے بولی۔ "جابر بن یوسف! تمہاری قربت میں بڑی آسودگی ہے لیکن یہ میرے اور تمہارے دونوں کے لیے مضر ہو سکتی ہے۔ تم ایک سحر کار مرد ہو لیکن تم مجھ سے کبھی وابستہ نہیں ہو سکتے۔ میں مقدس اقابلا کے حکم کے تحت صرف لوکا سا کو اپنے تصرف میں رکھ سکتی ہوں۔"

اس منتہائے شدت میں ہوش کی یہ باتیں آدمی کو پاگل کر دیتی ہیں۔ مجھے اندازہ تھا کہ آخر یہی ہوگا لیکن میں اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہی بات کافی تھی۔ میں حواس باختہ سا ہو گیا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا۔ "مجھے اس کا احساس ہے۔ ہاں میں اس کا اہل نہیں ہوں۔" میں نے اُداسی سے کہا۔ "میں مقدس لوریما سے معذرت خواہ ہوں کہ مقدس دیوی کی ساری نوازشیں لوکاسا کے لیے مخصوص ہیں...... مگر اے عظیم المرتبت دیوی! کیا مجھے یہ پوچھنے کی اجازت ہے کہ ایک ناظم اعلیٰ، دوسرے ناظم اعلیٰ کو اقتدار کس طرح منتقل کرتا ہے؟"

لوریما اسی طرح پُروقار نظر آرہی تھی جیسے وہ پہلے تھی۔ اس نے میرے سوال پر حیرت سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔ "جب ایک ناظم اعلیٰ کے اعصاب جواب دینے لگیں اور وہ خود کسی کو نامزد کر دے یا اسے کوئی زیر کرنے کا دعویٰ کرے اور زیر کر بھی دے یا اس کی موت واقع ہو جائے اور اقتدار کے طالب لوگوں میں جو بھی مقابلے میں کامیاب ہو جائے، وہی اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔"

"مگر استالا کے ساتھ تو یہ نہیں ہوا۔" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"استالا......" لوریما نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر بولی۔ "استالا اقتدار چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کا نائب ہی اقتدار کا اہل تھا کہ اس سے مقابلے پر کوئی آمادہ نہیں تھا۔"

"مقدس لوریما غیر معمولی روحانی قوتوں کی امین ہے۔ استالا اچانک کیوں چلا گیا تھا، اس کے علم میں ہوگا۔" میں نے جرأت سے کہا۔

میرے سوال پر لوریما نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تو میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ "میں مقدس لوریما کے قرب کے لیے فنا ہونا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے اس کی اجازت مل جائے گی کہ میں لوکاسا سے اقتدار حاصل کرنے کے لیے اسے مبارزت کی دعوت دوں؟"

لوریما نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "تم۔ تم۔ نہیں...... نہیں تم جابر بن یوسف الباقر۔ جزیرہ توری کے شریف سردار۔ تمہیں مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔ بہتر ہے تم اپنی تربیت مکمل کر کے یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے لوگوں کی خبر لو۔"

لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں نے اسے لوکاسا کے ظالمانہ اور جارحانہ سلوک کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ میں نے کہا کہ جزیرہ باگمان

کے لوگ اس سے ناخوش ہیں۔ میں نے مصلحتاً اسالا سے ملاقات کا واقعہ اسے نہیں بتایا۔ وہ بے چارہ روز ازل کی گرم دھوپ میں آوارہ پھر رہا تھا۔ لوکاسا سے مجھے جتنی نفرت ہوگئی تھی میں نے وہ سب لوریما کے گوش گزار کر دی۔ میرے طویل بیان پر اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ کوئی بھی لوکاسا کو کسی وقت چیلنج کر سکتا تھا۔ میرا مطالبہ ناجائز نہیں تھا۔ لوریما اسے رد کر سکتی تھی۔ اس نے مجھے لوکاسا کی طاقت اور اس کے ساحرانہ اوصاف کے بارے میں خبردار کیا لیکن میں جما رہا۔ پھر اس نے مجھے سوچنے کا موقع دیا۔ میں نے اس غنیمت لمحے سے فائدہ اٹھا کر اس کی بارگاہ میں کسی رکاوٹ کے بغیر گاہے گاہے حاضری کی اجازت حاصل کر لی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ انکار نہیں کرے گی کیونکہ میں ان تمام لوگوں سے مختلف تھا جو اس جزیرے پر بستے تھے۔ میں ان کے لئے ایک عجوبہ تھا۔ میرے نقش و نگار ترشے ہوئے اور میری زبان سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

میں نے لوریما کے سامنے ایک بہت بڑا دعویٰ کر دیا۔ میں جو پہلے سے ایک جزیرے کا سردار تھا اب دوسرے جزیرے پر حکمرانی کا جال بچھا رہا تھا۔ مجھے اپنی اس جرات میں ناکامی کی سزا موت کی صورت میں ملتی تھی۔ جھونپڑی میں واپس آنے کے بعد میں نے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سرنگا کو یاد کیا اور کاہو کی روح کو طلب کیا۔ وہ روح جب اپنے بوڑھے جسم کے تخیل میں نمودار ہوئی تو میں نے اسے سارا منصوبہ بتا دیا۔ کاہو کے خدشوں اور وسوسوں کے باوجود میں نے اصرار کیا کہ وہ میری مدد پر کمربستہ رہے اور باقی کام مجھ پر چھوڑ دے۔ پھر اس رات میں نے اقابلا کے حضور بھی اپنی کامیابی کے لئے فریاد کی۔ دوسرے دن صبح مجھے پھر لوکاسا کے دربار میں طلب کیا گیا اور لوکاسا نے سخت نفرت اور اشتعال کے عالم میں میری روانگی کے احکام صادر کر دیئے۔ میں نے چلتے وقت لوریما سے ملنے کی درخواست کی جسے جبراً و قہراً منظور کر لیا گیا۔ اس بار مجھے رسمی طور پر لوریما سے ملوایا گیا۔ اس آخری ملاقات کے لئے جب جزیرہ باگمان سے کوئی طالب علم کامیاب ہو کر جزیرے میں جاتا ہے۔ اس مرتبہ لوریما سے میری کوئی بات نہیں ہو سکی۔ میں نے رقت کے ساتھ اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس وقت لوکاسا ہم دونوں کے درمیان موجود تھا۔ لوریما تخت پر متمکن تھی۔ اس کے اردگرد کنیزوں کا ہجوم تھا۔ لوکاسا اس کے پہلو میں پورے طنطنے سے کھڑا ہوا تھا۔ رخصت ہونے سے کچھ دیر قبل میں نے لوریما کے دربار میں اس کی کنیزوں، نائبین اور لوکاسا کی موجودگی میں یہ اعلان کیا کہ سلطنت اقابلا کا ایک فرد، جابر بن یوسف البا قر جزیرہ باگمان کے اقتدار کے لئے لوکاسا سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میرے اس ڈرامائی اعلان پر لوریما کے سوا تمام افراد حیرت زدہ رہ گئے۔ لوکاسا نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ میں ان تمام افراد کے ردعمل سے بے نیاز لوریما کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ لوریما نے اپنے کاہن کی طرف اشارہ کیا جس نے اپنی سپاٹ آواز میں مجھ سے کہا۔ ''جابر بن یوسف! مقدس لوریما ازراہ ہمدردی تمہیں اپنے دعویٰ پر نظرثانی کا حکم دیتی ہے۔''

''اس کا حکم میرے لیے باعث فخر ہے۔'' میں نے تمام تر احترام سے کہا۔ ''لیکن میں نے یہ دعویٰ پورے ہوش و حواس میں کیا ہے۔''

باگمان کے کاہن نے لوریما کا عندیہ پا کر دربار میں رسمی طور پر اعلان کیا۔ ''جزیرہ طوری کے سردار جابر بن یوسف البا قر کو باگمان کے ناظم اعلیٰ لوکاسا سے مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ مقابلہ باگمان کے تمام باشندوں کے سامنے حسب دستور پانچ یوم بعد منعقد ہوگا۔ دونوں حریفوں کو مقابلے سے دست بردار ہونے کے لئے ایک دن دیا جاتا ہے۔''

اس اعلان کے ساتھ ہی لوریما چلی گئی۔ اور میں اس کے خصوصی دستے کی امان میں اپنی جھونپڑی میں واپس پہنچا دیا گیا۔ لوکا سا کے نگراں اٹھالیے گئے۔ میں اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ لوکا سا بہت فتنہ جو، حیلے باز اور کمینہ شخص ہے۔ مقابلے سے قبل وہ مجھے خوف زدہ کرنے، ڈرانے، دھمکانے کی کسی کوشش سے باز نہیں رہے گا۔ مجھے وہ بد بخت کم ہی نقصان پہنچا سکتا تھا، اسلیے کہ میرے گلے میں خاصی چیزیں دفاع کے لئے موجود تھیں۔ ادھر میں نے کاہو کو اپنی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ میں اس مقابلے میں اپنے تمام اسلحہ سے کام لینا چاہتا تھا۔ لوکا سا سے محض جسمانی طاقت کا مقابلہ نہیں تھا۔ میرے پاس کاہو موجود تھا۔ میرے گلے میں شپالی، جارا کا کی کھوپڑی اور سموراں کی مالا تھی۔ وہ پُر اسرار علوم کا تربیت یافتہ تھا۔ اگلے چار دن مجھ پر بہت بھاری گزرے۔ میں اس دوران غیر معمولی خطرات میں گھرا رہا۔ میری جھونپڑی میں زہریلے سانپ بلوں سے اُبلنے لگے اور حشرات الارض کا ایک اژدہام جمع ہو گیا۔ میرے لیے پیال کے بستر پر سونا محال ہو گیا۔ مجھے ہر وقت خوفناک آوازیں سنائی دیتیں۔ میرے کھانے میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ میں زہریلی چیونٹیوں اور بچھوؤں کے بستر پر سو گیا۔ کاہو کی روح وہاں منڈلا رہی تھی۔ وہ بھول رہا تھا کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں اس دوران شدید طور پر مصروف رہا۔ مجھے بستی میں آنے جانے کی آزادی تھی۔ ان لوگوں کے چہرے میرے اعلان سے دمک رہے تھے لیکن اب وہ میرے قریب آتے ہوئے ڈرتے تھے میں انہیں اپنا ہم نوا بنا کر اور مقابلے کے موقع پر اپنے حق میں ان سے نعرے لگوا کر لوکا سا پر نفسیاتی اثر ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ میرے قریب نہیں آتے تو میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ میں نے اپنا کھانا چھوڑ دیا۔ میں ان لوگوں کا لقمہ ہاتھوں سے چھین لیتا۔ اس بات سے وہ خوش ہوتے۔ وہ سب دلی طور پر دیوتاؤں سے میری کامیابی کے لئے دعا کر رہے ہوں گے اور دیوتاؤں کو لوکا سا کی ناپسندیدگی کا اندازہ ہو گا۔ نکری، اس کی بوڑھی ماں، اسالا اور نہ جانے کتنے لوگ لوکا سا کے قہر و غضب کا ہدف بن چکے تھے۔ اس کی موت تک کوئی اسے چیلنج کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صرف میں ایک اجنبی تھا جس نے ایک دھماکہ کر دیا تھا۔ وہ انگلیاں اٹھا کر میری طرف اشارہ کرتے تھے۔ ''یہ ہے وہ۔''

اور یہ شخص جو آپ سے مخاطب ہے۔ اسے اپنے حال پر بعض اوقات بڑی ہنسی آتی تھی۔ وہ تاریک بر اعظم میں آ کر کتنا بدل گیا تھا وہ یہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ اس میں کتنی انقلاب انگیز تبدیلیاں آئی تھیں۔ زندگی بھی عجیب چیز ہے۔ اسے باقی رکھنے کے لئے آدمی کیا کچھ کر گزرتا ہے۔ ایک ذرا کہیں زندگی کی امید پیدا ہوتی ہے تو وہ ایک نقطے سے کتنی پھیل جاتی ہے۔ حرص و ہوس کا کیسا لامتناہی سلسلہ ہے، جو کہیں ختم نہیں ہوتا۔

پانچویں روز حسب اعلان اسی جگہ، جہاں جشن لوریما منعقد ہوا تھا' ساری بستی موجود تھی۔ کیا اس مقابلے کی روداد تفصیل سے لکھی جائے ...... نہیں، یہ مقابلہ کسی طرح بھی اقابلا کے دیدنی ناگفتنی جلوے کے روبرو ہونے والے مقابلے سے زیادہ تہلکہ خیز نہیں تھا۔ مگر اس کی نوعیت بڑی سنگین تھی۔ میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ لوریما نے میرا یہ مطالبہ مسترد کر دیا کہ یہ رزم آرائی محض جسمانی طاقتوں تک محدود ہے۔ اس درخواست سے میرا مقصد اپنے حریف لوکا سا کو اپنی جسمانی طاقت سے متاثر کرنا تھا۔ شوالا سے مقابلے اور جشن لوکا سا کو اپنی جسمانی طاقت سے متاثر کرنا تھا۔ شوالا سے مقابلہ اور جشن لوریما پر ہونے والے مقابلوں کا ذکر میں تفصیل سے کر چکا ہوں۔ مگر یہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ اس سے جزیرہ باگمان کے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہو سکتا تھا۔ لوریما اپنے خاص تخت پر مشتاق نظروں سے ہم دونوں کو میدان میں دیکھ رہی تھی۔ اس معرکے کا اعلان ہوا تو میں

نے کاہو کو مستعد رہنے کا اشارہ کیا۔ کاہو تمام مقابلے میں میرے ساتھ رہا۔ تفصیل کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھتا ہوں۔ رنگے ہوئے جسم کا لوکاسا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز پُراسرار طاقتوں کا مظاہرہ جس شان اور جس اعتماد سے کیا، میں اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن میرے پاس درخشاں شپالی تھی اور میرے پہلو میں کاہو تھا جو کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ آگ کے شعبدے، درندوں کی یلغار ایک ساتھ کئی خنجروں کے بھرپور وار، بینائی ختم کر دینا، رسیوں سے مکمل طور پر جکڑ دینا۔ غرضیکہ ان پُراسرار کرشموں کی تعداد بیان کرنے کے لئے ایک وقت چاہئے۔ میں جو چھوٹے موٹے عمل جانتا تھا۔ وہ لوکاسا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے خود کو مشق ستم کے لئے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کاہو نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا جہاں مجھے اُسے زدوبدو جنگ کا موقع ملا۔ وہ طاقت میں میرا ہمسر نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ زرتشی میں میرا بدن جیسے فولاد میں ڈھال دیا گیا تھا۔ میں خانقاہ کی بھٹی میں تپ کر آیا تھا۔ اسی ایک موقع پر میں نے اسے ہوش نہیں لینے دیا اور سارے مجمع پر اپنی جسمانی برتری کی دھاک بٹھا دی۔ لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کے بہت سے حملے ناکام ہو چکے ہیں۔ میں نے خود کوئی حملہ نہیں کیا لیکن وہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکا تھا۔ اس جنگ نے خاصا طول کھینچا جزیرہ باگمان کا مضبوط ناظم اعلیٰ جس سے باگمان کا ہر باشندہ لرزتا تھا۔ وہ ایک اجنبی شخص کو زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش میں تلملاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ہم دونوں کے لئے یہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ کاش، میں پہلے مقابلوں کی روداد بیان نہ کرتا اور اس لرزہ خیز معرکے کا نقشہ کھینچتا۔ اب تک میں اپنا دفاع کر رہا تھا، سہ پہر کے قریب جب لوکاسا اپنے مسلسل حملوں کی ناکامی سے زچ ہونے لگا تو میں اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور میں نے اس کے سینے پر ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ گر گیا اور گر کر فوراً اٹھ گیا۔ اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میری دوسری لات سے اس کی کوئی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ بلبلا کر زمین پر ڈھیر ہونے لگا۔ لیکن جب وہ شدید درد اور نقاہت کے عالم میں دوبارہ زمین سے اُبھرا تو مجھے احساس ہوا وہ شوالا نہیں ہے، اس کی پھرتی اور طاقت یقیناً شوالا سے کہیں زیادہ تھی۔ اس نے مجھے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر کر دیا۔ مجھ سے تخمینے کی غلطی ہو گئی۔ میں نے جزیرہ توری کی سرداری بھی کھوئی اور اقابلا کے حصول کا ارمان میرے دل میں ہی رہ گیا۔ یہ میں نے کیا کیا۔ یقیناً یہ میری خود اعتمادی کی سزا ہے۔ اب اس کی باری تھی۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا، جیسے اس پر کوئی شیطان سوار ہو گیا ہو۔ میں اس رزم گاہ کا احوال انتصار سے بیان کرنے کی زیادتی کر رہا ہوں۔ جزیرہ باگمان کے مقتدر شخص لوکاسا نے کئی بار مجھے یہ احساس دلایا کہ ایک ناظم اعلیٰ کو کتنی قوت اور دوسروں پر کتنی فوقیت کا حامل ہونا چاہئے۔ اس نے ایسے بھرپور وار کیے کہ کاہو اگر میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں خوف و دہشت سے حوصلہ کھو بیٹھتا۔

لیکن یہ مقابلہ حیرت انگیز طور پر اتنی جلد اور اچانک ختم ہو گیا جس کی توقع کسی کو نہ ہو گی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے خود کو ہزیمت کے لئے تیار کر لیا تھا لیکن میں ایک مرد آدمی کی طرح آخر دم تک اپنا دفاع کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس وقت دوبارہ ایک ایسا لمحہ آیا جب مجھے زدوبدو لوکاسا سے جسمانی قوت آزمائی کا موقع ملا اور میں نے غصے کے عالم میں اُسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اسی لمحے کاہو نے مجھے اشارہ کیا۔ "جابر بن یوسف! تم حوصلہ کھو رہے ہو۔ جلد از جلد اپنے گلے سے شپالی اتار کر اس کے بدن پر پھینک دو۔ اور یہ عمل مسلسل دہراؤ۔ چنانچہ اس کے اُٹھنے سے پہلے میں نے شپالی اس کی طرف اُچھال دی۔ نہ جانے اس چھونے سے میرے میں کون سی حدت تھی کہ لوکاسا تڑپنے لگا۔ اس کے جسم پر داغ پڑ گیا۔ میں نے دوبارہ

http://kitaabghar.com

شپالی اٹھا کر اس پر دے ماری اپنے داغ داغ جسم کے باوجود ایک دفعہ اس نے شپالی اپنے ہاتھ میں پکڑ لی لیکن دوسرے ہی لمحے بلبلا کر چھوڑ دی۔ کاہو نے بھی مجھے نصیحت کی کہ میں اسے ہر حال میں ختم کر دوں۔

میں اس پر ٹوٹنے کے لئے جست لگا ہی رہا تھا کہ میرے قدم ایک خاص جگہ آ کر رک گئے۔ جیسے انہیں کسی نے جکڑ لیا ہو۔ لوکا سا نے اپنا آخری وار یہی کیا تھا۔ میں آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک دیوار میرے آڑے آ گئی تھی۔ کاہو نے ان تنجروں، ان پتھروں اور نیزوں کی طرف میری توجہ مبذول کرائی جو لوکا سا نے میری طرف پھینکے تھے۔ میں نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ان سے لوکا سا کا جسم چھید دیا اور لوکا سا، جزیرہ باگمان کے ناظم اعلا، ایک شیطان ایک فرعون اور ایک سنگ دل شخص نے وہیں دم توڑ دیا۔ اس نے خوب مقابلہ کیا۔

دوسری طرف کاہن نے اعلان کیا۔ "دیوتا اس کے گواہ ہیں۔ جزیرہ باگمان پر لوکا سا کا تسلط ختم ہوا۔ اب جزیرہ توری کا سردار جابان بن یوسف اباقر جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کاہن اعظم کا آخری جملہ ہجوم کے شور غل میں کہیں گم ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے اس اعلان کے ساتھ ہی دیوانگی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ وہ زمین پر قلابازیاں کھانے لگے۔

ان کے باجے کا شور ایک دم بڑھا اور وہ مستانہ وار جہاں کھڑے تھے وہیں اچھلنے لگے میں نے ان کی سمت دیکھ کر ان کے نعرہ ہائے تحسین کے جواب میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے زور زور سے ہلانے شروع کر دیئے۔ میرے اس طرز عمل سے وہ اپنا دائرہ توڑ کر میری طرف بھاگے اور انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسے دینا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اس لیے کہ کاہن نے پھر انہیں اپنی اپنی جگہ واپس جانے کا حکم دے دیا تھا۔ باگمان کے انتظامی معاملوں سے متعلق لوگ بڑھتے ہوئے ہجوم کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ ہجوم کا رُخ لوکا سا کی لاش کی سمت تھا۔ جب مجمع میرے گرد سے چھٹ گیا تو میں نے ایک نظر لوکا سا کے جسم پر ڈالی۔ اس کا جسم نیزوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور خون سے اس کا سارا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی یہ عبرت انگیز حالت دیکھ کر ذرا بھی ترس نہیں آیا۔ میں اس کے جسم پر ٹھوکریں مارنا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے درندوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقابلہ صحرائے زارشی کے عظیم تحفے شپالی کی وجہ سے اچانک ختم ہو گیا تھا۔ اس کی گردن مروڑنے اور اپنے ہاتھوں سے اس پر ضربیں لگانے کا موقع مجھے نہیں مل سکا تھا۔

کاہو مجھے مبارک باد دے کر آسمان کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اب میری نظریں لوریما کی طرف مرکوز تھیں۔ لوریما پھولوں کی ملکہ، اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ میرے سامنے بیٹھی ہوئی وہ حسین ترین پری پیکر لڑکی اب میری تھی جب میں اس کے نزدیک پہنچا تو کاہن نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اس نے ایک دیوار کے سامنے ہاتھ اٹھائے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی سفید دیوار سیاہ ہو گئی اور کاہن کے مسلسل عمل پڑھنے اور اس پر تواتر کے ساتھ کچھ پھینکنے کے بعد ایک مبہم سا ہیولا نمودار ہوا اور مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ اس نے اپنی جگہ بدلی اور پھر وہ ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ مگر وہ کسی جانور سے مشابہ تھا۔ یہ غالباً ایک شگون تھا۔ اس دلچسپ کام سے فارغ ہو کر کاہن نے پتھر کی ایک رکابی میرے سامنے کی۔ رکابی پر عقاب کی شکل کا ایک پرندہ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اسے ہاتھ میں لے کر بوسہ دوں مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ میں نے اسے جھپٹ کر اٹھا لیا، وہ میرے ہاتھوں میں آ کر شدت سے پھڑپھڑانے اور

مچلنے لگا۔ لیکن میں نے اسے اپنی گرفت سے نہیں چھوڑا۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ بہت کریہہ صورت پرندہ تھا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کے مانند تھیں۔ چاروناچار میں نے اس کے پروں کو بوسہ دیا۔ کاہن نے اسے میرے ہاتھ سے چھین کر ہوا میں اچھال دیا۔ وہ پھرتی کے ساتھ لوریما کے بت کے شانے پر بیٹھ گیا اور کاہن نے ایک طشت میں جلتی ہوئی آگ سے لوہے کی سلاخ نکال کر میری بائیں ران میں گھسیڑ دی۔ درد کی شدت سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ میں نے اپنی کراہ حلق میں قید کر لی تھی۔ میری ران پر ایک سرخ نشان پڑ گیا تھا لیکن میں مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا رہا پھر کاہن نے میرا چہرہ اوپر اٹھایا اور کچھ پڑھ کر پھونکا اور میری آنکھیں کھول کر ان میں کوئی سفوف جھونک دیا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھوں میں مرچیں جھونک دی گئی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ کاہن اسی طرح عمل دہراتا اور میرے ضبط کا امتحان لیتا رہا۔ میں یہ تمام ستم خاموشی سے سہتا رہا۔ اس وقت میں خود اپنی نظروں میں تماشا بنا ہوا تھا۔ وہ باگمان کی مسند سنبھالنے سے پہلے مقدس رسمیں ادا کر رہا تھا اور میری تطہیر ہو رہی تھی۔ آخر میں اس نے ایک بڑا اژدہا مروڑ کر میرے گلے میں ڈال دیا جو اس کی انگلی کے ایک اشارے سے میرے گلے میں آتے ہی ٹھوس لکڑی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ان حیرت انگیز اور صبر آزما مراحل سے گزر کر مجھے لوریما کے سامنے آنے کا موقع ملا۔ میں نے احتراماً اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے لوریما کی آنکھوں میں خون تھا۔ ایسی سرخی اور ایسی وحشت جو میں نے آج تک کسی انسانی آنکھ میں نہیں دیکھی تھی۔ میری نظریں خودبخود جھک گئیں اور میں نے اس کے مرمریں پاؤں کا بوسہ لے لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے اپنے ہونٹ آگ پر رکھ دیئے ہوں۔

"جابر بن یوسف!" کاہن کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ میں نے سر اٹھایا۔ جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ!" اس نے کہا۔ "تمہیں مقدس لوریما کی سرپرستی حاصل رہے۔ تم اس وقت تک اس جزیرے کے حکمران ہو جب تک باگمان میں تمہارا ہم سر کوئی دوسرا فرد نہیں ابھرتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسرت و یاس سے ایک بار پھر لوریما کو دیکھا۔ اب تک سارا مجمع خاموشی سے کاہن کے عجیب و غریب ٹونے ٹوٹکے دیکھ رہا تھا۔ جب لوریما نے کھڑے ہو کر اپنے گلے سے ایک ہار اتار کر میرے گلے میں ڈال دیا تو مجمع میں پھر شور گونج اٹھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کاہن کے اشارے پر لوریما کی سواری، بادبہاری، اس بت سمیت اٹھا لی گئی جس کے پہلو میں وہ وقار بیٹھی ہوئی تھی چلتے وقت میں نے مسکرا کر اسے مشتاق نظروں سے دیکھا۔

وہ رخصت ہوئی تو شراب کے برتن کھل گئے اور ہجوم سرمستیاں کرنے لگا۔ پھر کوئی نظم نہیں رہا۔ پھر آدمی کی پہچان مشکل ہو گئی۔ ان کے لئے یہ سارا منظر اندھیرے کا تھا، ہر طرف مشعلیں جل رہی تھیں مگر میری آنکھوں سے باگمان کا طلسمی اندھیرا دور ہو چکا تھا۔ ان کے لئے ہر ساعت رات تھی۔ میری آنکھیں شب و روز کے طلوع و غروب دیکھنے پر قادر تھیں۔ وہ بے قابو ہو کر عجیب عجیب قسم کی چیخیں منہ سے نکال رہے تھے۔ لوکاسا کی لاش کے گرداب ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ وہ نیزوں سے اس کے جسم کے ٹکڑے کر رہے تھے اور اسے پیروں سے روند رہے تھے جس کے ہاتھ میں گوشت کا لوتھڑا آجاتا وہ ایک نعرہ لگا کر اسے گیند کی طرح ہجوم میں کسی شخص کی طرف پھینک دیتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں اور انہیں مشعلوں کی نذر کر دیا۔ میدان میں لوکاسا کی لاش کی جگہ اب کچھ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اس کے جسم کے چیتھڑے اڑا کر نہ جانے کہاں کہاں بکھیر دیئے تھے۔ جب میں ان کے درمیان سے گزرا تو باگمان کی عورتیں مردوں کی آغوش سے نکل کر میری طرف لپکیں اور انہوں نے میرے جسم کے ہر

جسے پر بوسے نچھاور کرنے شروع کر دیے۔ میرے لیے آگے بڑھنا مشکل ہو گیا، میں انہیں چھیڑتا اور مسکراتا ہوا کابالو کے ساتھ آگے آ گیا۔ میرے پیچھے لوکا سا کے تمام تابعین تھے۔ میں اس وقت ان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بری طرح تھکا ہوا تھا اور سکون سے سوچنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا میں نے کابالو کو آواز دی۔ وہ میرے سامنے زمین پر گر گیا۔ ''معزز جابر! تمہارا غلام تمہارے حکم کا منتظر ہے۔''

اس کے بدلے ہوئے لہجے سے میرے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔ ''معزز کابالو! مجھے میری قیام گاہ لے چلو مگر کیا تم اب بھی میری بینائی معدوم کر دو گے؟''

''آہ معزز جابر! تم نے ہم پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔ کابالو اس گستاخی کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ وہ لوکا سا کا حکم تھا اور ناخم اعلیٰ کا حکم ماننا میرے فرائض میں داخل ہے۔'' کابالو نے پشیمانی سے کہا۔

''ہاں کابالو! میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''جس کے پاس طاقت ہے، تمام چیزیں اس کی محکوم ہیں۔ زندگی طاقت کا کھیل ہے۔ موت طاقت کا زوال ہے۔ میں تم سے کوئی جواب طلبی نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم اپنے نئے آقا کو اپنا دوست سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اس جزیرے پر ظلم وستم اور خوف و ہراس ختم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے، حالانکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں پہلے ہی ایک قبیلے کا سردار ہوں لیکن لوکا سا جیسے بد طینت اور ظالم شخص کو زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہنا چاہیے تھا۔''

''کابالو معزز جابر کے لیے ہر قربانی کو تیار رہے گا۔'' کابالو نے نیاز مندی سے کہا۔

یہی طاقت و اقتدار کی فوقیت، اس کا نشہ ہے کہ لوگ اس کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ آنکھیں اور انداز بدل جاتے ہیں۔ طاقت کی سرخوشی خوشامد میں ہے، جس کی سب سے زیادہ خوشامد کی جائے وہ طاقت ور ہے۔ مجھے جلد ہی ناخم اعلیٰ کی اقامت گاہ پر پہنچا دیا گیا۔ ایک غار کے اندر کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ عمارتی اعتبار سے یہ مکانات اتنے شان دار تو نہیں تھے مگر جزیرہ توری کے سرداروں کی جھونپڑیوں سے نسبتاً بہتر تھے۔ میں اندر داخل ہوا تو یکایک میں نے اپنے پیچھے آنے والوں کی طرف مڑ کر دیکھا اور پھر ایک خفیف سی مسکراہٹ کے بعد انہیں رخصت کر دیا۔ مختلف کمروں میں جگہ جگہ پتھر کی مورتیاں اور عجیب شکل کے جانوروں کی شبیہیں دیواروں پر بنی ہوئی تھیں۔ میں اس وسیع مکان کا ایک چکر لگا کر اس کمرے میں آ گیا جہاں لوکا سا آرام کرتا تھا۔ اس سے ملحق ہی وہ کمرہ تھا جہاں لوکا سا ظلم کرتا تھا اور پھر ایک عبادت گاہ تھی۔ اس مکان میں دن ہونے کے باوجود اندھیرا تھا۔ سارا مکان خالی تھا اس لیے کہ ہر شخص بستی میں نئے سردار کے جشن میں شریک تھا۔ میں انہیں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔ مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ اقتدار کا بوجھ میرا سر بوجھل کیے ہوئے تھا۔ میں زمین کے اس حصے پر لیٹ گیا جسے لوکا سا نے اپنے بستر کے طور پر استعمال کیا ہو گا۔ سر زمین پر رکھتے ہی میرے جسم میں ہلکا ہلکا درد ہونے لگا اور ذہن عجیب عجیب خیالوں سے گھر گیا۔

لیکن ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ مجھے کمرے میں مختلف جانوروں کی چیخ و پکار سنائی دی اور یہ دیکھ کر میرا دماغ پھٹنے لگا کہ دیواروں پر ایستادہ جانوروں کی پتھر اور لکڑی کی مورتیاں متحرک ہو گئی ہیں۔ دیواروں پر بنی ہوئی شبیہوں نے حرکت شروع کر دی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مشعل کی لو مدہم پڑ گئی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کئی سائے میری طرف بڑھ رہے ہوں۔ ان کے ہذیانی قہقہے لمحہ بہ لمحہ میرے قریب ہو

http://kitaabghar.com

رہے تھے۔ دیوار پر ایستادہ دوناگوں کے مجسمے اب اصل سانپوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ لنگور خوف ناک نظروں سے مجھے گھور رہا تھا اور کئی نیولے بیک وقت میری طرف بڑھ رہے تھے۔ چاروں طرف میرے گرد دائرہ تنگ ہو رہا تھا۔ لوکا سا کے اس مخصوص کمرے میں ہر طرف اس کے طلسمی حلیف اپنے مردہ آقا یا اس کی روح کی ایما پر میری ہلاکت کے درپے تھے۔ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اگر ان کی تعداد کم ہوتی تو میں انہیں یکے بعد دیگرے ختم کر سکتا تھا میری قوت فیصلہ ختم کیے دے رہے تھے۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کا کی کھوپڑی اور اپنے گلے میں پڑے ہوئے تمام مالاؤں کو پکڑ لیا، پھر میں نے انہیں اپنی تمام قوت مجتمع کر کے للکارا۔ "اے لوکا سا کے شیطانی فتنو! خبیث روحو! تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ اب وہ مر چکا ہے اور یہ مکان میرا ہے اور میں یہاں کا ناظم اعلیٰ ہوں۔"

میری آواز پر ان کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ میرے بہت قریب آ گئے تو مجھ پر حملہ کرنے سے جھجکنے لگے۔ شپالی تیزی سے چمک رہی تھی اور میرے گلے میں پڑا ہوا سانپ کا چوبی ڈھانچا اب ایک بڑے اژدھے کی صورت پھن اٹھائے میرے سینے پر لہرا رہا تھا۔ یہ سانپ آج ہی باگمان کے کاہن نے میرے گلے میں ڈالا تھا۔ اس کی پھنکار سے میری ہمت بڑھی اور میں نے بڑھ کر ایک نیولے کو پکڑ لیا اور اس کے سرے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوری طاقت سے مروڑ دیئے اسے ایک مڑی ہوئی لکڑی کی صورت میں تبدیل ہوتے دیر نہیں لگی۔ اسی لمحے میں نے انہیں پھر مخاطب کیا۔ "اب تم میری امان میں آ جاؤ ورنہ لوکا سا کی طرح تمہارا حشر بھی خراب ہوگا۔ اپنی اپنی جگہوں پر واپس جاؤ اور نئے سردار کی اطاعت قبول کر لو۔ میری فضیلت اور لوکا سا کی ہزیمت کی علامت ہے اور اگر یہاں لوکا سا کی شکست خوردہ روح موجود ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ برگزیدہ کاہو کی روح کسی وقت بھی طلب کی جا سکتی ہے کیا آسمان میں بھی وہ سکون سے رہنا نہیں چاہتا۔ جابر بن یوسف الباقر پر مقدس جارا کا کا کی روح کا سایہ ہے اور مقدس اقابلا کی برکتیں اس کے ساتھ ہیں۔ میں چند لمحوں کے اندر کمرے کے پرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ میں شپالی کے کام لوں گا اور میرے سینے پر یہ لہراتا ہوا اژدھا سب کو غارت کر دے گا۔"

لیکن ان کے قہقہوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ نتیجتاً میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا اور شپالی چاروں طرف گھمانی شروع کر دی۔ میرے اس عمل سے وہ پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے جھک کر مشعل اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے ان کے جسموں پر مارنے کے ارادے سے اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ اُدھر جس سمت اژدھا رینگ رہا تھا وہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ لمحوں میں میرے ان پے در پے حملوں سے وہ اپنی جگہوں پر واپس ہونے لگے۔ ان کے شور میں اسی رفتار سے کمی آتی گئی اور کمرہ دفعتاً پرسکون ہو گیا۔ میں نے ایک گردوے کر شپالی اپنے گلے میں ڈال لی اور کسی خوف کے بغیر اژدھے کو پکڑ کر اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ "اب تمہارا کام ختم ہوا۔" میں نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "تم کاہن باگمان کے اشارے کی طرح اپنے جسم تبدیل کر لو۔" میرے یہ کہتے ہی اژدھا لکڑی کی شکل میں تبدیل ہو گیا جس میں وہ تھوڑی دیر پہلے تھا۔ یہ میرے توانا اعصاب کی فتح تھی۔ باگمان کی سرداری کی اہمیت میری نظروں میں دوچند ہو گئی۔ یہ کھلونے جو دیوار پر اب مجسموں کی صورت میں لٹکے ہوئے تھے، انہیں دیکھ کر میرا سینہ فخر سے تن گیا اور مجھے یہ سب بہت دلچسپ، بہت عجیب سا محسوس ہوا۔ یہ طلسمی کھلونے کسی سردار کی فوج ہیں، انہیں کسی وقت بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس طلسم خانے کی کسی بات پر حیرت کا اظہار بے معنی تھا۔ میں نے یہ سب مظاہرے جیسے وہ نظر آتے تھے، جوں کے توں قبول کر لیے تھے۔ میں ہر لمحے

کسی بھی عجیب وغریب کرشمے کی توقع کرتا تھا اور اپنی سرسراہٹ اور پتوں کی جنبش سے متاثر رہنے کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ کیوں، کیا اور کیسے کا کیا سوال تھا؟ سرنگا نے مجھے ایک بار مشورہ دیا تھا کہ جو کچھ نظر آئے اُسے قبول کر لو اور یہ سوچنے کی کوشش چھوڑ دو کہ وہ کیوں ہے؟ اس لامحدود کائنات میں کیوں کا جواب انسانی ذہن کے لئے موزوں نہیں ہے۔ انسان اس جواب کا متحمل نہیں ہو پاتا، اس کا دماغ پھٹ جاتا۔

اس ہولناک واقعے پر زیادہ کچھ سوچنے کی بجائے میں نے دوبارہ آنکھیں موند لیں اور اطمینان سے اپنے پیر پھیلا دیئے۔ میرے ذہن پر اس کا غلبہ تھا اور میں خود سے سوال کر رہا تھا۔ جابر بن یوسف المعروف عزیز مصر، کیا تو نے سوچا کہ وہ تیری اس جرات اور فتح یابی سے خوش ہوگی؟ کیا اس بلند اقبالی کے بعد اس تک رسائی آسان ہو جائے گی؟ کیا اس تنگ دل قتّالہ کے دل میں کوئی گوشہ تیری سمائی کے لئے ابھر آئے گا؟ وہ جانتی تو ہوگی کہ تو نے خود کو اس کی نظروں میں ممتاز کرنے اور اس کے گرد و پیش لوگوں کے درمیان خود کو ہر اعتبار سے برتر قرار دینے کے لئے ہی یہ قدم اٹھایا تھا۔ اسے طاقت اور مردانگی کے کھیل پسند ہیں۔ یہ مبارزت اس کی نظر میں قابل تحسین تو ہوگی۔ اسے احساس تو ہوگا کہ جہاں میری آسودگی کا امکان تھا۔ وہاں میں نے اس کی خاطر ترک خواہش اور ضبط نفس کا وتیرہ اختیار کیا۔ میں نے قناعت کے بجائے جدوجہد کو اپنا مقصد بنایا۔ یہ میں نے کیوں کیا؟ اسے مردانہ روش اور میرے عاشقانہ اوصاف کا پتہ ہوگا؟ یا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟ بہرحال اب مجھے جلد سے جلد اپنے جزیرے کے لیے روانہ ہو جانا چاہئے۔ نہ جانے اس ہندی بوڑھے سرنگا کا کیا حال ہو اور سریتا پر کیا گزر رہی ہو اور میرے جزیرے کے لوگ کیسے ہوں؟ انہی یادوں میں فلورا بھی ذہن کے پردے پر نمودار ہوئی۔ وہ میری محبوبہ، جو ابھی تک شوالا کے قبضے میں تھی۔ یہ سوچ کر میری طبیعت بے چین ہوگئی، مگر ایک خاص مدت تک میرا یہاں ٹھہرنا ضروری تھا کیوں کہ میں نے لوکاسا کے خلاف ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت بغاوت کا علم بلند کیا تھا۔ اس میں میری تسکین کے کئی پہلو موجود تھے۔ اپنے ماضی و حال پر سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی اور میری آنکھ اس وقت کھلی جب ایک سراپا شباب سیاہ فام دوشیزہ میری گردن سہلا رہی تھی۔

وہ لوکاسا کی سب سے محبوب کنیز رہی ہوگی۔ اسے لوکاسا کے کمرۂ خاص میں آنے کی اجازت تھی۔ اس کا نام وارشی تھا۔ میں وارشی کے بدن کے سہارے اٹھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک آتشیں مشروب مجھے اپنے ہاتھ سے پلایا جسے حلق میں انڈیل کر میرے جسم و جان میں پھرتی آ گئی۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے جسم کے گرد آلود حصے دھوئے۔ انہیں جگہ جگہ سے رنگا، پھر اس نے میرے بال دھوئے اور اپنی انگلیوں سے ان میں کنگھی کی۔ میں جزیرہ ہاگمان کی سرداری کے لطف کا آغاز اس رسیلی لڑکی کی دل نشیں صحبت سے کر سکتا تھا لیکن یہ لوریما کی توہین ہوتی، چنانچہ میں ضبط کیے پڑا رہا۔

میں انہیں سرسری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کمرے میں آ گیا جہاں لوکاسا فیصلے صادر کیا کرتا تھا۔ اس کی مخصوص جگہ بیٹھ کر میں نے بے اختیار لوکاسا کی طرح اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارا۔ ایک لمحے کی مدت میں ایک لڑکی میرے سامنے حاضر ہوگئی۔ میں نے اس کی اچانک آمد پر حیرت کا اظہار کیے بغیر کہا۔ ''کابالو کو حاضر کیا جائے۔''

اس کے چلے جانے کے بعد میں نے دیوار پر لگی ہوئی مختلف اشکال کی اشیاء دیکھیں جو کسی وقت بھی متحرک ہو سکتی تھیں اور جادو ٹونے سے تعلق رکھتی تھیں۔ میں نے مسکرا کر ایک عصا پر ہاتھ پھیرا۔ ''تم میرے کام آؤ گے۔'' میں نے زیر لب کہا۔ تھوڑی دیر میں کابالو حاضر ہو گیا۔ میں نے

اپنی جگہ بیٹھ کر اس سے پوچھا۔ "قصر لوریما میں اطلاع دی جائے کہ جابر بن یوسف البا قربار یابی کا خواہاں ہے۔"

"ناظم اعلیٰ کے لیے قصر لوریما کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ البتہ یہ امر مقدس لوریما پر منحصر ہے کہ وہ کس وقت ناظم اعلیٰ سے ملنا پسند کرے۔" کابالو نے مودبانہ جواب دیا۔

"عزیز کابالو!" یکایک میں نے اپنا لہجہ بدل کر کہا۔ "میں تم سے چند باتیں پوچھنی چاہتا ہوں۔ قصر لوریما کے آداب سے مجھے کچھ زیادہ آگاہی حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اور معلومات میرے لیے مفید ہوں گی۔"

"میں اپنے آقا کے سوالات کا منتظر ہوں۔"

"کابالو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ باگمان کا ہر سردار مقدس لوریما کے متبرک بدن سے حظ اٹھائے۔ فرض کرو اگر وہ نہیں چاہتا تو کیا اس میں مقدس لوریما کی توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟" میں نے تشویش سے پوچھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو سردار؟ اس کا بدن ایک سعادت ہے...... اس کا قرب راحت جاں ہے۔ وہ دیوتاؤں کی نمائندہ اور برتر طاقتوں کی امین ہے۔ کیا تم اس کے متبرک بدن سے فیض حاصل کرنا نہیں چاہتے؟ کیا تم اس مقدس اختلاط سے بہرہ یاب ہونا نہیں چاہتے؟ جارا کا کا کی روح تم پر رحم کرے۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟" کابالو نے حیرت سے کہا۔

وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ "تم اپنا بیان جاری رکھو۔"

"معزز جابر۔ سنو یہ مقدس لوریما پر منحصر ہے کہ وہ تمہیں کس وقت اس امر کی اجازت دیتی ہے اور کب انکار کر دیتی ہے۔ دیوی کے روبرو ایک سردار کی حیثیت ماتحت کی سی ہوتی ہے، ایک کنیز کی سی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے اسے استعمال کر سکتی ہے۔ ہر سردار اس کے اشاروں کا تابع ہے۔ اگر دیوی تمہارے جسم سے اپنا جسم اطہر مس کرنے پر آمادگی کا اظہار کرے تو تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟" کابالو نے سراسیمگی سے کہا۔

"میں تمہیں کیا بتاؤں کابالو۔ ایک طویل داستان میرے پس منظر میں ہے لیکن میں......" الفاظ میرے حلق میں اٹک گئے۔ "مگر میں واقعی مقدس لوریما کے سامنے کسی گستاخی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"معزز جابر۔ تمہاری دانش بلاشبہ سب سے بالا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ باگمان کا ہر شخص جس کے حصول کا آرزومند ہے تم اس سے دور رہنا چاہتے ہو۔ تم اپنے لیے مصیبتیں پیدا کر لو گے۔ دیوی کے سامنے اس کی اطاعت لازم ہے۔ اطاعت ایک ایسا جوہر ہے جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ دیوی اپنے سردار کو عزیز رکھتی ہے کیوں کہ وہ سب پر فوقیت رکھتا ہے لیکن دیوی سب سے مقدم و محترم ہے۔"

"آہ کابالو۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ میرا مطلوب...... کون ہے میں نے جس کی طلب میں اپنا ماضی دفنا دیا ہے۔ کون ہے جو مجھے اس شدت سے سرگرم اور سرگرداں رکھے ہوئے ہے۔ وہ کون ہے جس نے ایک اجنبی کا سکون لوٹ لیا ہے۔" میں نے جذباتی ہو کر کہا۔

کابالو نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ وہ کون غارت گر ہے۔ میں ایک آہ بھر کر اٹھا اور میں نے تھکے ہوئے انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ خوف زدہ ہو کر میری صورت دیکھنے لگا۔ آج تک کسی سردار نے یقیناً یہ اعزاز اپنے نائب کو نہیں بخشا ہو گا۔ وہ بے چین ہو کر بولا۔ "معزز

جابر! تمہارا دل بہت وسیع ہے۔ تم انسانوں کو اپنے قابو میں کرنا جانتے ہو۔ میں اپنی زندگی میں چوتھے سردار کی نیابت کے فرائض انجام دے رہا ہوں، تم ان سب میں منفرد ہو۔''

''آؤ مجھے قصر لوریما لو چلو۔''

☆==========☆==========☆

رات ہو چکی تھی۔

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ کابالو مجھے میرے غار سے نکال کر ایک تنگ راستے پر لے گیا۔ میرے دل کا عالم عجیب تھا۔ ناظم اعلیٰ کے مکان سے لوریما کا قصر زیادہ دور نہیں تھا۔ مجھے ایک غار کے دہانے پر چھوڑ کر کابالو مسکراتا ہوا رخصت ہو گیا۔ راستے میں کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ وہاں کوئی موجود ہی نہیں تھا۔ جب میں ایک بڑے دروازے کے نزدیک پہنچا تو وہ میرے قدموں کی آہٹ سے کھل گیا اور پری چہرہ نازنینوں کے ایک طائفے نے میرے جسم پر عطریات اور پھولوں کی بارش کر دی۔ آج یہاں پذیرائی کا انداز ہی اور تھا۔ جس نازنین کو دیکھو، وہ پلک کو ہری ہوئی جاتی تھی۔

کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عورتیں اتنے آگے بڑھ کر اظہار کر سکتی ہیں۔ لوریما تک پہنچتے پہنچتے مجھ جیسے آتش مزاج شخص کے جذبات میں بھونچال آ چکا تھا۔ میں سب کچھ بھول رہا تھا۔ میں بھول رہا تھا کہ میں نے ابھی کابالو سے کیا گفتگو کی تھی۔ میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص نے بیدار ہونا شروع کر دیا تھا۔ جو بھلائی سے محروم ہوتا ہے، جو سوچنا اور سمجھنا نہیں جانتا، جو صرف محسوس کرتا ہے، جس کی سرشت میں اشتعال ہے اور جس کے افعال میں جارحیت جو سامنے نظر آنے والے شخص سے بہت مختلف ہے۔ دروازے پر وہ سراپا ناز کھڑی ہوئی تھی.......... ''میں اپنی مقدس دیوی لوریما کے حضور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے طور پر حاضر ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر بن یوسف۔'' وہ ایک ادا سے بولی۔ ''تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔ تمہاری شجاعت اور ذہانت نے لوریما کو خوش کیا ہے۔''

میں اسے ہاتھوں سے اٹھائے پتھر کی نشست گاہ پر لے آیا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے۔ خوبصورت درخت اور پھول ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ مشعلیں درختوں کے درمیان خالی زمین پر اس طرح ایستادہ تھیں جیسے زمین سے روشنیاں پھوٹ رہی ہوں۔ یہ باغ، یہ دل کش منظر، یہ رات، یہ گداز، کوئی اور ہوتا تو پاگل ہو جاتا۔ میں نے اسے پہلو میں بٹھا لیا۔ میرے دل و دماغ میں زبردست کشمکش جاری تھی۔

جابر بن یوسف دو اشخاص میں منقسم تھا اور دونوں ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ کیا میں خود کو اس کے سپرد کر دوں؟ اس کی تحویل میں جانے کے بعد میرے مقدر میں کیا لکھا ہے؟ کیا اس سے آلودگی کے بعد اقابلا سے میرے ربط میں کوئی رخنہ پڑ جائے گا؟ مگر اس علاقے کی اقدار مختلف ہیں۔ یہ تو طلسم کا کارخانہ ہے۔ یہاں جنس کی وہ قدریں نہیں ہے جو میرے معاشرے میں موجود ہیں۔ میں ابھی تک انہی پیمانوں سے خود کو ناپتا ہوں۔ میرے احساسات وہی ہیں۔ لوریما پر میرا قانونی حق ہے لیکن میرا اقیام یہاں عارضی ہے۔ مجھے بہرحال اگلی منزلوں کی طرف سفر کرنا ہے۔ ہاں مجھے اس کا بدن تاراج کر دینا چاہئے۔ مجھے اسے فتح کر لینا چاہئے۔ ایک دیوی میرے ہاتھوں میں ہے اور میں بہت مضطرب ہوں۔ مجھے مقدس لوریما کی توہین نہیں کرنی چاہئے۔ مگر یہاں جنس کی کوئی قدر موجود نہیں ہے تو عشق کا وہ تیور بھی نظر نہیں آتا جو میرے دل

میں اپنے مقصود کے لئے ہے۔ عشق کا تقاضا ہے کہ صرف اس کی تمنا کی جائے۔ عشق کی انا صرف ایک ذات سے وابستہ رہنے میں ہے۔ عشق مصلحت میں نہیں ہوتا۔

مگر خود اس نے اشار کو میری آسودگی کے لئے بھیجا تھا۔ لوریما بھی اشار کی طرح حسین ہے۔ میں اپنی کامیابی پر اسے اقابلا کی طرف سے کوئی دوسرا تحفۂ جمال کیوں نہ سمجھوں۔ ممکن ہے یہ صحرائے زارشی کی گرم فضاؤں میں بے شمار اذیت ناک دن گزارنے کا کوئی انعام ہو۔ اشار کے ساغر کی طرح لوریما کے جام سے بھی یہاں کا شربت پیا جاسکتا ہے۔ لوریما ایک ضرورت ہے۔ لوریما ایک بھوکے شخص کی غذا ہے۔ عشق تو جنس سے ماورا ہے۔ پیٹ کی اشتہا بھی دوران عشق بجھائی جاتی ہے کیا عجب کہ لوریما کے وصال کے بعد اس ستمگر کی طلب میں اور تڑپ ہو۔ میں نے اس کے لبوں پر انگلیاں رکھ دیں اور کوئی فیصلہ کرنے کے لئے اسے دلکش باتوں میں الجھائے رکھا۔ میں نے اشتیاق سے کہا۔ ’’اے مقدس لوریما! یہ حقیقت کتنی عجیب اور ناقابل یقین ہے کہ تو میرے آغوش میں ہے۔ جزیرہ باگمان پر آنے والا ایک نیم جان اجنبی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن یہ تیرا حسن و جمال تھا جو پہاڑ میرے قدموں سے لرز گئے۔‘‘

’’جابر بن یوسف! تمہاری فتح لوریما کے لئے باعث دسکون ہے تمہاری شکست سے لوریما کو دکھ ہوگا۔ لوریما کا ایک زمانے سے مختلف سرداروں کے ساتھ رابطہ رہا ہے۔ اعزاز یہ ہے کہ پہلی بار لوریما کسی کی آغوش میں اس کے اختیار سے پہنچی ہے۔‘‘ لوریما نے شوخی سے کہا۔

’’میں اس اعزاز کے لئے مقدس لوریما کا شکرگزار ہوں۔‘‘ مقدس لوریما کو علم ہوگا کہ اس کے قرب میں میرے جذبۂ پرستش کے سوا بھی کچھ ہیں۔ یہ سوچ کر میں اداس ہو جاتا ہوں کہ مجھے ایک دن یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ جزیرہ باگمان پر میرے قیام کی مدت بڑی مختصر ہے۔‘‘

’’کیا تم جلد واپس جاؤ گے؟ مگر جزیرہ تو ری پوری طرح محفوظ ہے۔ لوریما نے تمکنت سے کہا۔

’’ہاں۔‘‘ میں اس کی بارگاہ میں حاضری دینا چاہتا ہوں جس نے ایک اجنبی کو یہ مقام عطا کیا ہے۔ جس نے مجھے اس مبارک سفر کے لئے روانہ کیا ہے۔ میری منزل کہاں جا کر ختم ہو؟ یہ مجھے خود نہیں معلوم۔ ممکن ہے اس کے احکام میری آمد کے منتظر ہوں۔ میں اس وقت تک سکون سے نہیں رہ سکتا۔ جب تک اس کے پاس واپس نہ پہنچ جاؤں۔‘‘ میں نے بے تابی سے کہا۔

’’مقدس اقابلا‘‘ اس نے عقیدت سے کہا۔ ’’تم جس طرح اس کا تذکرہ کررہے ہو، وہ تمہاری مزید کامیابیوں کی نشانی ہے۔ وقت اس کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اپنے حصے سے مشروب حیات کے چند قطرے پلاؤں گی۔ اس کی تاثیر تمہارے ذہن سے گزرتے ہوئے وقت کا احساس ختم کردے گی۔ وقت مقدس اقابلا کے سامنے ٹھہر گیا ہے۔ وہ مرنے اور پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے ماہ و سال کا حساب رکھتی ہے اور شاید وہ اس بات پر شادماں رہتی ہوگی کہ اس کے سامنے وقت گزر رہا ہے مگر اس کے پہلو سے بچ بچ کر............ اور ابھی ابھی تو تم نے جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے یہاں کے اقتدار کا لطف بھی نہیں اٹھایا ہے۔ تم اتنی جلدی کیوں واپس جانا چاہتے ہو؟‘‘

میں اسے کیا بتاتا کہ جس کے لئے وقت کوئی حیثیت نہیں رکھتا وہ وقت کی قدر کیا جانیں؟ میں لمحوں کا عذاب بھگت رہا ہوں۔ میں اسے یہ کیسے باور کراتا کہ میرے جینے میں اس کے نام کے ساتھ ایک ہو گئی ہے۔ میں اسے کس طرح سمجھاتا کہ اقتدار، طاقت، سیاہ علوم، گلے میں آویزاں

یہ تحائف، میرے لیے اس کی طلب کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں نے اس کی زلفیں چوم کر کہا۔ "میں اپنے مختصر وقت میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دینا چاہتا ہوں کیونکہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہی ایک ذریعہ مجھے نظر آتا ہے۔ میں پھر واپس آؤں گا۔ جزیرہ توری کی طرح باگمان بھی اب میرا علاقہ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کچھ مدت کے لئے یہاں سے روانہ ہو سکتا ہوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے؟"

"تمہیں اس کی اجازت ہے۔" لوریمانے مشتعل لہجے میں کہا۔

"اور جب میں واپس آؤں گا تو تاریک براعظم کے بہت سے اسرار مجھ پر وا ہو چکے ہوں گے اور میرے متجسس ذہن کو شاید بہت سے سوالوں کا جواب مل چکا ہو گا۔ پھر یہ سحر گاہ شاید میرے لیے اتنی پُر اسرار نہ ہو گی۔ جتنی کہ اب ہے۔" میں نے کہا۔

"او جابر!" لوریما تیزی سے بولی۔ "یہاں کے باشندے یہ نہیں سوچتے کہ یہ سحر گاہ کیا ہے؟ یہ فسوں گری، یہ فسوں بینی ان کی عادت ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم زمانوں پر پھیلے ہوئے اس علاقے کے اسرار سے آگاہ ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے یہ امر صرف مقدس اقابلا پر منحصر ہے کہ وہ تمہیں بعض جوابات سے نوازے یا تمہارا شمار تاریک براعظم کے عام ناواقف باشندوں میں کرے۔"

"اور مجھے اس کے قرب ہی کے لئے اس کے پاس اس کے قریب رہنا ضروری ہے۔ اسی لئے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ جسمانی بعد اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ کہیں بھی قیام کر سکتی ہے اور کہیں بھی تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کر سکتی ہے۔" لوریما نے مچل کر کہا۔

"میری تربیت کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب مجھے اس کے احکام کے مطابق اپنی منزل کی طرف لوٹ جانا چاہئے۔ میں جزیرہ توری میں جا کر ہی اسے باریابی کی زحمت دے سکتا ہوں۔"

اس گفتگو کے بعد بھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کس حد تک اپنے مشتعل حواس پر قابو پانا چاہئے۔ میں ابھی تک یہ سوال حل نہیں کر سکا تھا کہ کیا مجھے خود کو اس کے سپرد کر دینا چاہئے؟ وہ ہر لمحے ایک دعوت تھی اس کے دہکتے ہوئے رخسار، اس کی شعلہ نفسی۔ میں اس کی طرف سے نظریں چرا چرا کر اسے اپنی ماضی کی داستانیں سنانے لگا اور میں نے صبر و ضبط کے بے شمار حسین لمحے گزار دیئے، ہم دونوں اپنی حدیں بڑھاتے رہے، ہمارے جسم چھلک رہے تھے۔

ہم ساحل کے کنارے بیٹھے رہے۔ کئی طوفان آئے، مگر میں نے ان کا رخ موڑ دیا۔ کوئی نہیں، کوئی نہیں۔ کوئی شخص بھی لوریما کے آتشیں تیور سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا لیکن جابر بن یوسف الباقر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اپنی تشنہ وہی اپنے حق اور بے خود کر دینے والے اس فسوں کا منظر کے باوجود وہ مقدس اقابلا کی ایما کا منتظر رہا۔ اس کی منشا کا ایک خفیف سا اشارہ بھی مجھے مل جاتا تو میں لوریما کی ہڈیاں تک کھا لیتا۔ میری زبان خشک ہو گئی تھی اور میری آنکھیں جلنے لگی تھیں ایک قیامت خیز رات دہشتوں میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے خوف زدہ انداز میں اس سے اجازت چاہی۔ میں نے اپنی دانست میں اسے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ میرے ذہن میں کیسا آتش فشاں کھول رہا ہے؟ اس رات میں نے اسے اپنی فصاحت سے اپنی ماضی کے قصوں اور باگمان کے ناظم اعلیٰ کے فرائض کے متعلق گفتگو میں مصروف رکھا۔ میں اسے دنیا بھر کے واقعات سناتا رہا۔ صبح کے وقت اس

کے چہرے پر ایک اضطراب سا تھا۔ شاید اس نے میرے اجتناب پر میرے گریز کا اندازہ لگایا تھا۔ شاید وہ سمجھ گئی تھی کہ میری جھجک اور دوری میں کون سا خوف شامل ہے۔ یوں بھی اسے ایک دیوی کی حیثیت حاصل تھی اور اقابلا کے حسین خانوادے سے اس کا تعلق تھا۔

علی الصباح بوجھل قدموں کے ساتھ میں وہاں سے واپس آ گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس کرب سے نجات پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ میں جلد از جلد باگمان سے روانہ ہو جاؤں۔ نہیں تو لوریما کے علاقے میں اس سے دور رہنے میں ایک عذاب سا ذہن پر مسلط رہے گا۔ مگر میں اتنی آسانی سے کیسے جا سکتا تھا؟ اپنے مکان پر واپس آ کر میں نے اپنے تمام نائبین کو طلب کیا اور ان سے باگمان کے متعلق ایک غیر رسمی بات کی۔ کم از کم ہفتہ میں باگمان میں خود کو مقبول بنانے کے لئے صرف کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ہفتہ جشن کا اعلان کر دیا۔ میں نے اپنے نائبین کو لوکاسا کے حرم کی بعض نادر روزگار لڑکیاں تحفے کے طور پر پیش کر دیں۔ میں نے کابالو کو اعتماد میں لے کر لوکاسا کے خصوصی مقربین اور پسندیدہ مصاحبوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور انہیں برطرف کر دیا میں آبادی میں جا کر عام لوگوں کے ساتھ جشن میں شریک ہوا اور جزیرہ توری کی طرح میں باگمان میں بھی عام لوگوں کے درمیان بیٹھا اور میں نے ان کی جھونپڑیوں کے درمیان گلیوں کی تنگی اور غلاظت دور کرنے کے لئے نئے سرے سے فاصلہ رکھ کر جھونپڑیاں بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔ وہ بہت معمولی عیوب تھے جو ذرا سی توجہ سے سدھر سکتے تھے لیکن انہیں ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ میں نے انہیں یہ باتیں بتائیں۔ اس ایک ہفتے میں ایک بار بھی لوریما سے نہیں ملا میں باگمان کے لوگوں میں گھرا رہا۔ حالانکہ دل لوریما سے ملنے کے لئے سخت بے تاب تھا۔ میرے سامنے جشن کے زمانے میں بازاروں اور گلیوں میں کھیل تماشے ہوتے رہے۔ وہ ناچتے گاتے، شراب پیتے اور نئے سردار کے لئے درازی عمر کی دعائیں مانگتے رہیں۔ ایک ہفتہ گزر گیا تو میں نے اپنے بارے میں ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد کاہوکی روح کو طلب کیا تا کہ وہ زارشی کے صحراؤں میں جا کر اسالا کو باگمان واپس آنے کی دعوت دے۔

تین بعد ایک شام میری حرم سرا کی لڑکیاں مجھے گھیرے ہوئے تھیں اور میرا جسم دبا رہی تھیں۔ ان کے لئے یہ نیا سردار یقیناً عجیب طبیعت کا تھا جو انہیں کبھی دعوت عمل نہیں دیتا تھا اور کبھی ان کے ساتھ درندگی کا سلوک نہیں کرتا تھا۔ اس وقت مجھے وارشی نے آ کر اطلاع دی کہ کابالو ملاقات کا طالب ہے۔ میں نے مسکرا کر سرمست لڑکیوں کو علیحدہ کیا اور کابالو کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ کابالو تنہا نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے سر جھکائے ناتوان و نیم جاں جزیرہ باگمان کا سابق ناظم اعلیٰ اسالا بھی تھا۔ ''اوہ اسالا!'' میں اس کی طرف تپاک سے بڑھا۔ ''تم آ گئے؟ مجھے تمہارا انتظار تھا۔'' کابالو نے میرا تپاک حیرت سے دیکھا۔

''معزز جابر بن یوسف!'' اسالا زمین پر گر گیا۔ ''تمہارا پیغام جیسے ہی مجھے ملا۔ میں نے دیوتاؤں کی خوشنودی چھوڑ دی اور کشاں کشاں تمہارے پاس چلا آیا۔ تم نے لوکاسا کو ختم کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''اسالا۔ اسالا۔'' میں نے اسے اشتیاق آمیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''مجھے معلوم تھا کہ تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ زارشی میں تمہارے حسن سلوک اور تمہاری بے بسی دیکھ کر میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں باگمان واپس جا کر لوکاسا سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور کروں گا اٹھو۔ اٹھو اسالا۔ زمین سے اٹھو۔ تم میرے دوست ہو اور جیسے مہذب دنیا کے لوگ ایک بار دوست کہہ دیتے ہیں، اس سے دوستی نبھاتے بھی ہیں۔''

جابر بن یوسف اتم عظیم ہو۔ تمہارے اندر دیوتاؤں کی صفات ہیں۔ میرا چہرہ دیکھ رہے ہو؟ کا بالو اس بات کا گواہ ہے کہ میرے جسم نے میرے ساتھ کس قدر بے وفائی کی ہے۔ میں بری طرح تھک گیا ہوں، معزز جابر! باگمان واپس بلا کر تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔''

''میں جلد یہاں سے جانا چاہتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ معزز جابر بن یوسف نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔'' اسٹالا نے شستہ لہجے میں کہا۔

''سنو اسٹالا اور کا بالو تم بھی۔ اب مجھے یہاں آئے خاصا عرصہ گزر چکا ہے۔ مجھے جلد از جلد توری پہنچ کر وہاں کی ذمے داریاں سنبھالنی ہیں۔ میں نے اسٹالا کو اس لیے طلب کیا ہے کہ میں اُسے اپنی عدم موجودگی میں باگمان میں اپنا نمائندہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟''...... اسٹالا تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''نہیں نہیں، میں تم سے تمہارا اعزاز چھیننا نہیں چاہتا۔''

''میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''ارے تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں۔ تمہارے استقبال کو کیا ہوا؟ میں نے تو تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔''

''معزز جابر۔ کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔؟'' اسٹالا نے ندامت سے کہا۔

''نہیں میں وہ اقتدار تمہیں سونپنا چاہتا ہوں جو تمہارا حق ہے اور تم جس کے اہل ہو مگر اصولاً یہ اقتدار میرے نام پر ہوگا۔ میرے باگمان واپس آنے تک تم میرے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتے رہو گے۔ تمہارے اختیارات ایک ناظم اعلیٰ کے اختیارات ہوں گے۔ میں باگمان کا اقتدار ایک امانت سمجھتا تھا جو تمہیں لوٹا رہا ہوں۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تاریک بر اعظم میں کوئی بڑا منصب پاؤ گے میں خود کو باگمان کا ناظم اعلیٰ نہیں سمجھتا۔ تم نے لوکا سا سے یہ قوت یہ اقتدار حاصل کیا ہے۔ میں تمہارے حکم پر اپنا سر جھکاتا ہوں، لیکن میں تمہارا غلام ہوں، یہ تمہاری امانت ہے۔'' اسٹالا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''تم میرے دوست ہو دوست غلام نہیں ہوتے، مجھے تمہارے تجربے اور مشوروں کی ضرورت ہے۔ جزیرہ توری واپس جانے سے پہلے تم مجھے پراسرار علوم سے آگاہ کرو گے۔ تمہیں یاد ہوگا گزارشی میں تم نے مجھ سے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا، میں یہ اشیا جو دیواروں پر منقش ہیں، ان کا استعمال جاننا چاہتا ہوں۔ اسٹالا آج سے تم یہیں رہو اور میں خود کو تمہاری شاگردی میں دیتا ہوں۔ آپ آؤ میرے گلے لگ کر تجدید دوستی کرو۔''

''معزز جابر!'' اسٹالا رقت انگیز انداز میں مجھ سے لپٹ گیا حیرت زدہ کا بالو خاموش کھڑا ہماری گفتگو سن رہا تھا۔ ''تم نے سب کچھ سن لیا کا بالو؟'' میں نے پوچھا۔

''کا بالو تمہاری عظمت کا معترف ہے، میں نے جو کچھ سنا ہے۔ اس سے میرے کان پہلی بار آشنا ہوئے ہیں۔ اسٹالا ایک نیک شخص ہے۔ میں حسب سابق اسے اپنی وفاداری کا یقین دلاتا ہوں۔''

''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' اسٹالا نے تعریفی انداز میں کا بالو سے کہا۔

آؤ اس خوشی میں رقص کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارے کا بالو ذرا انہیں آواز دینا، اسٹالا بہت تھکا ہوا ہے۔ اسے گداز کی ضرورت ہے۔ ان

سے کہو کہ وہ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور اسے شراب میں نہلا دیں۔'' میں نے جوش مسرت سے کہا۔

شام کو میں لوریما سے ملا۔ اس دن لوریما کے ہاں وہ اضطراب نہیں تھا جس کا میں نے پہلی ملاقات میں مشاہدہ کیا تھا۔ شاید یہ میرا گمان ہے کہ اس کی آنکھوں میں، میں نے ایک حسرت سی محسوس کی۔ اس کے حسن کا وہی عالم تھا۔ آج اس کے بدن پر پھول ٹکے ہوئے تھے، میں نے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو اس نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا، اسے پہلے ہی علم ہو گیا تھا کہ اسٹالا میری طلبی پر آج صبح باگمان آچکا ہے۔ اس نے میرے فیصلے کی توثیق کر دی۔

آبادی میں میرا اعلان حیرت سے سنا گیا۔ اسٹالا پہلے ہی اس علاقے میں مقبول تھا، لیکن گزشتہ دس گیارہ دن میں، میں نے جو مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ وہ اسٹالا کا سکہ دوبارہ جمانے میں حارج ہو رہی تھی۔ اسی روز سے میں نے اپنے مکان پر اسٹالا سے پُر اسرار علوم کی تربیت حاصل کرنی شروع کر دی۔ اسٹالا تاریک براعظم کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا، اسے صرف ایک بات معلوم تھی کہ جو کچھ اب ہے وہ ہمیشہ سے ہے۔ چند برگزیدہ ہستیاں لافانی ہیں۔ انہیں دیوتاؤں کا درجہ حاصل ہے۔ اگر کوئی برگزیدہ ہستی اس دنیا کو خیر باد کہہ دیتی ہے تو وہ روح کی شکل میں کسی وقت بھی آ کر اپنے لوگوں کی رہنمائی یا تادیب وتہدید کرتی ہے۔ وہ بحث کرنا نہیں جانتا تھا۔ وہاں کوئی دو رائیں نہیں ہوتیں۔ میں نے ابتدائی ٹونے ٹوٹکے اشارے سیکھ لیے تھے، لیکن اسٹالا نے ایک ماہ کی مدت میں صبح وشام کی محنت سے مجھے ایسے عمل سکھائے کہ اگر میں انہیں نہ سیکھتا تو ان علاقوں میں مجھے قدم قدم پر مشکلیں پیش آتیں۔ دور بینی اور پیش بینی ایک مشکل عمل تھا۔ اس کے لیے باقاعدہ ریاضت اور وقت کی ضرورت پڑتی تھی۔ اسٹالا مجھے وہ تو نہ سکھا سکا لیکن لوکا سا کے کمرے میں سجے ہوئے مختلف مجسمے متحرک کرنا اور انہیں اپنے اشاروں پر چلانا مجھے آ گیا۔ جادو کی دنیا بڑی حیرت انگیز ہے۔ کئی مرکبات سے کوئی جادوئی عمل وجود میں آتا ہے اور یہ ایک پیچیدہ سلسلہ ہے۔ کسی پر وار کرنے کے لیے اور اسے مستقل پریشان کرنے کے لیے اسٹالا نے مجھے ایسا عمل سکھایا جس میں غلیظ ترین مرحلوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جادو میں نفاست، خوش طبعی، باطنی سلیقہ، نرمی اور علم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ خون، گندگی، سڑی ہوئی چیزیں، شقاوت، ارادہ اور یکسوئی جادو کے مرکبات ہیں۔ جب کوئی شخص مسلسل انہی اعمال میں مصروف رہتا ہے تو اس کے اندر ایک عجیب وغریب قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ہاتھ کے اشارے نادیدہ چیزوں کو وجود میں لے آتے ہیں۔ اسٹالا نے مجھے سموراں کی مالا اور جاراکا کی کھوپڑی کے نئے استعمالات بتائے اور ڈوگی کے سینگوں کا سحر، لوریما کی مالاؤں کی قوت اور اس اژدھے کے اسرار کے متعلق تفصیل سے باتیں کیں۔ جو عمل یاد نہیں رہے۔ میں نے سیاہی بنا کر اور خشک ٹہنیوں سے قلم تراش کر انہیں لکھ لیا۔ میرے لکھنے کا عمل اسٹالا حیرت سے دیکھتا رہا۔ میں نے ایک ماہ کے دوران میں اپنے ہاتھوں کی خفیف سی جنبش سے کئی شعبدے کرنے سیکھ لیے اور جادو کے توڑ کے کئی عمل بھی جان لیے۔ میری انگلی کے اشارے پر اب اندر کی کوئی کنیز حاضر ہو جاتی تھی۔ اسٹالا کے کہنے کے مطابق میرے پاس ایسے تحائف تھے جن سے مجھے کام لینا ہی نہیں آتا تھا، شپالی ان سب میں حیران کن تحفہ تھا، ایک ماہ کی مدت میں نہ لوریما نے مجھے طلب کیا اور نہ میں نے اس سے ملنے کی کوشش کی۔ جب میں اسٹالا کی مدد سے بنیادی جادوئی چیزوں کے بارے میں خوب طاق ہو گیا تو میں نے اپنی واپسی کا اعلان کر دیا۔

دوسرے دن اشک بار اسٹالا، کاہن، کابالو، دوسرے نائبین اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگوں نے ڈھول تاشوں، باجوں، گاجوں، رقص اور

باہو کے ساتھ میری کشتی سمندر میں اتاری، انہوں نے اس پر اتنا سامان لاد دیا تھا جو کئی آدمیوں کے لئے بہت تھا کئی لڑکیوں نے میرے ساتھ جانے کے لئے خود کو پیش کیا۔ وارڑی نے کشتی میں آ کر میرا بوسہ لیا اور کاہن نے میری سلامتی کے لئے دیوتاؤں کے حضور ایک طویل دعا مانگی۔ میری کشتی ایک سمت لگا دی گئی۔ اس پر نہ کوئی بادبان تھا اور نہ وہ اتنی بڑی تھی کہ سمندر کی تیز لہروں کا مقابلہ کر سکتی۔ لیکن اس میں مختلف طلسماتی چیزیں رکھ دی گئی تھیں۔ لوریما کی طرف سے میرے گلے میں پھولوں کا ایک بھاری ہار ڈالا گیا اور میں اپنے ایک ملک جزیرہ ہاگمان سے اپنے دوسرے ملک جزیرہ توری کے سفر پر لہروں کے دوش پر روانہ ہو گیا۔

میں آنے والے دنوں کے تصور میں گم سمندر کی موجوں میں آگے بڑھنے لگا۔ میری کشتی اپنی سمت میں تیزی سے گامزن تھی۔ میں ایک مدت بعد جزیرہ توری واپس جا رہا تھا۔ میرے دل پر ایسے احساسات غالب تھے جیسے میں اپنے وطن، اپنے والدین کے پاس جا رہا ہوں۔ دور تک جزیرہ ہاگمان کا کنارہ نظر آتا تھا اور پھر وہ سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور میں کشتی میں لیٹ گیا۔

تیسرے دن رات کو میری کشتی اچانک ڈولنے لگی، چاروں طرف گہری تاریکی تھی اور سمندر کی طوفانی لہریں شور مچاتی ہوئی کشتی سے کھیل رہی تھیں۔ لہریں اتنی شدید تھیں کہ کشتی ایک دم اوپر اٹھ جاتی تھی اور جب موجوں کے ساتھ واپس نیچے آتی تو اس کا توازن بگڑ جاتا تھا۔ اس بلائے ناگہانی سے نمٹنے کے لئے میں نے اپنے چند جادوئی عمل آزمائے اور ایک متبرک عصا اٹھا کر سمندر کی نذر کر دیا۔ عصا پھینکتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں بلکہ کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں ان کی آوازیں نہیں پہچان سکا لیکن رفتہ رفتہ وہ بلند ہوتی جا رہی تھیں سمندر کے اس طوفان میں میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روشنی کے جھماکے لگا رہے ہیں اور کچھ ایسی چنگاریاں آپس میں ابھر رہی ہیں جو کسی چیز کی رگڑ سے عموماً پیدا ہوتی ہیں اور ایک شور بپا ہے، ایک مبہم سا شور یقیناً سمندر کے ہولناک طوفان سے ہٹ کر کوئی منظر تھا۔ کچھ سمجھنے کے لئے میں نے جارا کا کی کھوپڑی اٹھائی اور اسے ایک خاص عمل سے گزارا۔ کشتی کے گرد اڑنے والی چنگاریاں دور ہو گئیں لیکن اس قیامت خیز شور میں اضافہ ہو گیا جو سمندر کی لہروں سے زیادہ طاقت ور تھا۔ میری ناک ایک عجیب قسم کی بو سے پھٹی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ لیکن اس طرح میں کسی وقت بھی اچھلتی ہوئی کشتی سے سمندر میں گر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ کشتی مضبوطی سے پکڑ لی۔ میرا تمام سامان سمندر کی نذر ہو چکا تھا۔ تمام متبرک چیزیں سمندر نے ہڑپ کر لی تھیں۔ اب میں ایک ہاتھ سے اپنے گلے کے تحائف سنبھالے اور دوسرے ہاتھ سے کشتی تھامے طوفانی لہروں میں اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے ہیولوں اور چنگاریوں کی زد پر تھا۔ یک بارگی میرے ذہن میں ایک ناقص خیال آیا کہ یہ مصیبت کہیں لوریما کی توہین کی سزا تو نہیں ہے؟ چنانچہ میں نے چیخ کر فضاؤں سے کہا۔ ”وہ میرے سامنے ہے وہ جو اس سارے علاقے کی حکمران ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جابر بن یوسف کی موت میں ابھی بہت دن ہیں۔ میں اس کی دید سے پہلے نہیں مر سکتا۔ تم اپنے لیے تباہیاں مول لے رہے ہو۔“

میری آواز شور میں دب گئی جیسے کسی کو اس کی پروا نہ ہو چنگاریوں کا رقص اور تیز ہو گیا۔

پھر مجھے اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ میں حواس مجتمع کر کے اپنے بچاؤ کے لئے کسی اور چیز کے بارے میں سوچتا۔ وہ شور متعدد آوازوں کا تھا اور اس کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ یہ آنکھ ڈراؤنا اور لرزا دینے والا منظر تھا کہ میں خاصا دہشت زدہ ہو گیا۔ حالانکہ میں نے طلسمی معرکوں میں

حوصلہ برقرار رکھا تھا۔ قریب تھا کہ میری کشتی سمندر میں اُلٹ جاتی اور میں اس کی پہنائیوں میں گم ہو جاتا اور پھر کبھی کوئی میری کہانی ۔ میری الم انگیز رو داد نہ جان پاتا کہ رفتہ رفتہ یہ نادیدہ فساد کم ہوتا گیا۔ ساتھ ہی سمندر بھی پرسکون ہو گیا۔ میں نے کشتی سے پانی اُلیچنا شروع کر دیا اور نیند اور تھکن سے ہار کر سپر ڈال دی۔ میں سو گیا۔ صبح صادق کے وقت مجھے اپنے سر پر پرندے اڑتے نظر آئے میں نے حیران نظروں سے سمندر کی تمام سمتوں پر نظر ڈالی۔ خشکی قریب آ رہی تھی اور میرا دل دھڑک رہا تھا۔

جلد ہی میری کشتی کنارے لگ گئی۔ سامنے درختوں کی قطاریں تھیں۔ یہ جزیرہ توری نہیں تھا، کوئی اور جگہ معلوم ہوتی تھی۔ کشتی اندر تک خشکی پر کھڑی کر کے میں نے اسے درختوں میں چھپا دیا اور اس جگہ پر ایک دائرہ کھینچ کر اسے طلسمی طور پر محفوظ کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ میرے سوا کسی کو نظر نہیں آئے گی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ ایک گھنا جنگل میرے سامنے تھا۔ میں کچھ ہی دور آگے گیا ہوں گا کہ تنگ دھڑنگ حبشیوں کی ایک جماعت نے مجھے گھیرے میں لے لیا لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے۔

''تم کون لوگ ہو؟'' میں نے جرأت سے کہا۔

''انگروما کے لوگ تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔'' ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔

''انگروما۔ مگر میری منزل جزیرہ توری تھی۔ شاید میری کشتی غلط راستے پر آ گئی۔'' میں نے جھلا کر کہا۔

''تمہاری کشتی صحیح راستے پر آئی ہے۔ انہوں نے تمہیں آزاد کرا دیا ہے۔'' اس نے اعتماد سے جواب دیا۔

''آزاد کرا دیا؟ مگر میں کس کا غلام تھا؟'' اور مجھے کس نے آزاد کرایا؟''

''ہم تمہیں گرونا کے پاس لے چلتے ہیں۔'' انہوں نے جواب میں کہا۔

''گرونا؟ یہ کون شخص ہے؟''

''گرونا انگروما کا محافظ ہے۔''

''مگر میری منزل انگروما نہیں ہے۔ میں جزیرہ توری واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں کسی گرونا سے ملنا نہیں چاہتا۔'' میں نے انہیں ٹٹولنے کے لئے کہا۔

''ہم تمہیں زبردستی لے جائیں گے۔'' انہوں نے بیک زبان کہا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کیا تم میرا سینہ نہیں دیکھ رہے ہو؟ بہتر ہے مجھے واپس جانے دو۔''

''گرونا کے حکم کے بغیر تم واپس نہیں جا سکتے۔''

''مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔'' میں نے سمندر کی طرف اپنے قدم بڑھا دیے۔ جب میں نے گھیرا توڑنا چاہا تو وہ مجھ سے لپٹ گئے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ میں نے اپنی ٹانگوں، ہاتھوں اور سر کی ضرب سے دو تین کو وہیں گرا دیا اور ان میں سے ایک کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ میں نے شپالی ان کے جسموں سے مَس کرنی شروع کر دی۔ وہ چیختے ہوئے مجھ سے دور ہو گئے۔ دوبارہ جب میں ساحل کی سمت بڑھا تو میں

نے حبشیوں کا ایک ہجوم اپنی طرف آتے دیکھا۔ میرے قدم رُک گئے اور میں ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے تو ان کے درمیان سے ایک فربہ کمر لیکن تنومند شخص آگے آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔

''جابر بن یوسف الباقرا گروتا، انگرو ما میں تمہارا منتظر تھا۔ باگمان جاتے ہوئے بھی تمہیں اس جزیرے پر روکا جا سکتا تھا مگر ہمیں لائق لوگوں کی ضرورت ہے۔ صحرائے زارشی میں تربیت کے بعد تم ہمارے بہت کام آؤ گے۔''

''تم گروتا ہو؟'' میں نے جرأت سے کہا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ تم تاریک براعظم کی سب سے محترم ہستی مقدس اقابلا کے فرستادہ کو روک رہے ہو جو جزیرہ باگمان اور جزیرہ توری کا سردار بھی ہے۔''

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا...... مجھے سب کچھ معلوم ہے تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے تھے۔ ہم نے اس بلا سے تمہیں محفوظ کر لیا ہے۔ اقابلا۔'' اس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا کا سحر یہاں کارگر نہیں ہوتا۔ دیوتاؤں نے یہ علاقہ اس بلا سے محفوظ قرار دے دیا ہے۔ یہاں وہ برگزیدہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اس سے تنگ آ کر اس علاقے میں پناہ لی ہے۔''

شاید یہ بھی میرا امتحان ہے اور اس سے میرا رابطہ خاص آزمانے کا کوئی حربہ ہے۔ میں نے سوچا اور گروتا سے کہا۔ ''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان برگزیدہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا جنہوں نے اس سے تنگ آ کر یہاں پناہ لی ہے تو تمہارا خیال غلط ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے زبردستی یہاں روک لو گے تو میں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں ناکامی ہو گی۔''

اس کا قہقہہ ابل پڑا۔ ''ہم نے تمہیں سمندر سے کھینچ لیا ہے۔ ہم تمہیں یہاں بھی روک سکتے ہیں۔ تمہیں انگرو ما، گروتا اور یہاں کے بڑے لوگوں کے متعلق کچھ جانے بغیر زیادہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ تم ہمارے مہمان ہو، میرے ساتھ آبادی میں چلو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہم کتنے زمانوں سے اس کے قہر کا نشانہ بن رہے ہیں۔''

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ گروتا کے بیان کے مطابق انہوں نے میری کشتی کا راستہ بدل دیا تھا۔ مجھے محتاط ہونے کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا۔ ''تمہاری باتیں دلچسپ ہیں اور مجھے یہ پاگلوں کی بستی نظر آتی ہے لیکن میں تمہاری باتیں سنوں گا۔''

''اور جب تم ان لوگوں سے ملو گے جن کے گلے میں تمہارے تحائف سے زیادہ وہ تحائف لٹک رہے ہیں اور جو اس کے معتوب ہیں تو تم فیصلہ بدل دو گے۔ ایک یہی راستہ تمہیں اپنی دنیا میں لے جانے کا بھی ہے، اگر تم نے ہمارا ساتھ دیا تو نقصان میں نہیں رہو گے۔'' گروتا نے سنجیدگی سے کہا۔

گروتا کا انداز معنی خیز تھا۔ انگرو ایک سرسبز و شاداب جزیرہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ گھنے درختوں کے درمیان ایک میدانی علاقہ تھا، جہاں جگہ جگہ پتھر کے انسان نصب تھے اور جھونپڑیوں کا ایک طویل سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ آبادی میں مجھے ایسے لوگوں کی کثیر تعداد نظر آئی جن کے گلے میں بے شمار ہار اور مالائیں جھول رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر سنجیدگی تھی اور تدبر تھا اور ایک اضطراب پایا جاتا تھا مجھے ایک جھونپڑی میں ٹھہرا کر میرے سامنے عمدہ مشروبات اور لذیذ غذائیں پیش کی گئیں۔ رات کو مجھے ایک میدان میں لایا گیا جہاں مشعلوں کی روشنی میں ایسے لوگوں کا اجتماع تھا جو گروتا کے قول کے مطابق غیر معمولی صفات کے حامل تھے۔ ان کے چہروں پر تدبر اور عزم تھا۔ مجھے ان کے درمیان کھڑا کر کے گروتا ان سے مخاطب ہوا۔

"اے بزرگ و برتر لوگو! ہم نے جابر بن یوسف الباقر کو حاصل کر لیا ہے اور یہ ہمارے برگزیدہ لوگوں میں ایک اضافہ ہے۔ جابر بن یوسف، شجاعت، ذہانت، برداشت اور علم میں یکتا ہے، مگر وہ اقابلا کے عتاب و عذاب، اس کے ظلم و ستم، اس کے سحر و افسوں، اس کی فتنہ گری و غارت گری سے ناواقف ہے۔ جابر بن یوسف، ہم میں بہت سوں کی طرح اس کا طلب گار ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ وہ ایک سراب ہے۔ ہم میں سے کتنے اس کی فسوں خیزی کے شکار ہوئے ہیں اور ہم میں سے کتنے اس کی زد سے بچ آئے ہیں۔ میں نے اسے اس جزیرے کے فضائل و خصوصیات کے متعلق بتا دیا ہے۔ وہ ایک نئے آنے والے کی طرح گریز کر رہا ہے مگر اسے نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کاہنوں، سرداروں اور تاریک براعظم کے جلیل القدر لوگوں کے درمیان موجود ہے۔"

گرونا اپنی بات کہہ کر بیٹھا تو ایک بوڑھا شخص اٹھا۔ "کتنے زمانے گزر گئے۔" وہ بولا۔ "اب ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب اس کا زوال قریب ہے۔ جابر بن یوسف کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسے مزید تربیت کے لئے یہاں بلایا گیا ہے اور اس نے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں راستہ بدلنا آتا ہے۔ ہم نے جب اس جزیرے پر قدم رکھا تھا، اس وقت یہاں کچھ نہیں تھا لیکن قرنوں میں ہم نے اپنی تعداد بڑھائی۔ افسوس کہ جابر بن یوسف نے مشروب حیات نہیں پیا لیکن ہم اس کے زوال اعصاب سے پہلے اور اس کی تربیت کے بعد اسے پتھر میں محفوظ کر لیں گے اور جس وقت مناسب ہوا اسے متحرک کر لیں گے۔"

میرے جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ یہ سب معمولی لوگ نظر نہیں آتے تھے۔ ان کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا اور آنکھوں سے یقین جھلکتا تھا۔ میں ہمت کر کے کھڑا ہوا اور میں نے کہا۔ "کیا ان صاحب عرفان لوگوں کے سامنے مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟"

"ہاں ہاں کہو۔ یہاں اشتراک ہے۔ یہ اقابلا کی سلطنت نہیں ہے، جہاں اس کے جاہ و جلال اور عظمت و شوکت سے خوف و ہراس پھیلایا جاتا ہو۔ یہاں زبانیں کاٹی نہیں جاتیں۔ یہاں ہر شخص کی بات سنی جاتی ہے اور ہر شخص کو ایک مکمل شخص بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔" گرونا نے کہا۔

میں نے شائستگی سے کہا۔ "اے اہل علم، اے ستم رسیدہ بزرگو! میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آتی۔ میں ایک سیدھا سادہ شخص ہوں جہاں تک میرا تعلق ہے اس مقدس ذات سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ سنا ہے اجنبیوں کو اس کا علاقہ راس نہیں آتا لیکن مجھے ہر نوازش سے سرفراز کیا گیا۔ میں کس بنیاد پر اس سے اختلاف کروں؟ اگر تم لوگ میری بات سننا چاہتے ہو تو سنو۔ تم یہ خیال چھوڑ دو کہ تم اس پر کسی طور غالب آ سکتے ہو۔ تاحد خیال اس کی سلطنت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ناخن لمبے اور اس کے دانت نوکیلے ہیں۔ اس کے پاس ایسی طاقتیں ہیں جو تمہارے ارادوں کو کبھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیں گی۔" میری بات ختم ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ ہنس رہے ہیں اور میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ان کی ہنسی سے میں جھینپ گیا۔

"عزیز جابر بن یوسف الباقر! تم بھول رہے ہو کہ تمہارے تمام ساتھی یکے بعد دیگرے ختم کر دیئے گئے۔ تمہاری محبوبہ فلورا چھین لی گئی۔ سریتا اغوا کی گئی۔ تمہارا بوڑھا ہندی دوست سرنگا اب بھی آبادی سے دور تری کے جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ ان بزرگوں کے چہروں پر نظر ڈالو۔ ان کے چہروں پر داستانیں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ وہ افضل و اشرف لوگ ہیں جنہوں نے اس کے ساتھ زمانے گزارے ہیں اور اپنے آپ کو بھول کر اس کی طلب میں تمہاری طرح دیوانے ہو گئے تھے۔ انہیں حسب معمول اس کے عتاب سے گزرنا پڑا۔ کیا میں جابر بن یوسف

البا قر سے ہر شخص کا تعارف کراؤں کہ یہاں کون لوگ بیٹھے ہیں؟''

''تم نے غلط قیاس کیا۔ میں اقتدار، بزرگی اور طاقت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں تو اس کا غلام رہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک حسین۔ کائنات کی سب سے حسین عورت ہے۔ میں اس کا قرب چاہتا ہوں چاہے وہ ایک بار نصیب ہو۔ اس کے بعد میں زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' میں نے با آواز بلند کہا۔

وہ بری طرح ہنسنے لگے۔ اندھیرے میں ان کے سفید دانت ایک ساتھ چمکے تو مجھے عجب خوف سا محسوس ہوا۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا جس نے گروتا کے بعد مجمع سے خطاب کیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''جابر بن یوسف ایک جذباتی نوجوان ہے۔ اسے بتایا جائے کہ جن لوگوں کو ہم پسند کر لیتے ہیں انہیں اپنے سانچے میں ڈھالنا آتا ہے۔ اس جزیرے پر اقابلا کی نہیں، ہماری حکمرانی ہے۔ ہم نے جابر بن یوسف کی فلاح کے لیے قدم اٹھایا ہے۔ اسے آگاہ کیا جائے گا کہ ہم کون ہیں۔ ہم انسانوں کو پتھروں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ہم سمندر کی دیوزاد لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ہم پانی میں آگ لگا دیتے ہیں۔ ہماری آنکھیں اقابلا کی سلطنت کے تمام افعال و اشغال یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھ لیتی ہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ اس فتنے کی سلطنت عارضی ہے۔ سلطنتیں شب و روز میں نہیں بدلا کرتیں۔ ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں قرن گزر گئے ہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ صرف اقابلا ہی جارا کا کا کی مقدس روح کی نمائندہ نہیں ہے، ہماری نگاہیں بھی اسی طرف ہیں۔'' اس کی آواز میں ڈھیرے ڈھیرے جوش پیدا ہوتا گیا۔

''مگر وہ بہت حسین ہے میرے دوستو! اس پر فنا ہونے کو جی چاہتا ہے۔'' میں نے بڑا لہجی کی۔

''جابر بن یوسف کو ہمارے تجربوں کی ضرورت ہے۔ ہم اسے یہاں ہر طرح خوش رکھیں گے۔ یہاں اعلیٰ درجے کی شراب اور خوبصورت عورتیں موجود ہیں۔ یہاں ملازموں کی کثرت ہے جنہیں ہم نے اس کی سلطنت سے اغوا کیا ہے۔'' بوڑھے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ ''یہاں جابر بن یوسف کے لیے اقابلا کے سوا سب کچھ ہے جو کسی کو نہیں ملتی۔ کوئی عجب نہیں کہ کل سرنگا کو ادھر آنے کا راستہ مل جائے اور ہم اس کی لڑکی سرینا اور فلورا کو بھی یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہمارے ہاتھ لمبے ہیں اور ہمارا قد مسلسل بلند ہو رہا ہے۔'' بوڑھے نے یقین کے لہجے میں کہا۔

ان کی گفتگو رات گئے تک جاری رہی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں سے میرے فرار کی ہر کوشش بے سود ہو گی۔ میں نہ جانے کتنے طویل عرصے کے لیے یہاں قید ہو گیا ہوں۔ وہ اپنی بات منوانا جانتے تھے۔ میں پتھر کے ان انسانوں کی قطاریں دیکھ رہا تھا جنہیں انہوں نے محفوظ کر دیا تھا، وہ کسی وقت بھی انہیں متحرک کر سکتے تھے۔ وہ کسی وقت بھی مجھے پتھر میں تبدیل کر سکتے تھے۔ میں اپنی اقامت گاہ میں بے سدھ ہو کر گر گیا۔ میں نے ان کی طرف سے پیش کی ہوئی نوجوان لڑکی، مشروبات اور غذاؤں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آہ میں نے کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ میں اس کے دشمنوں کے علاقے میں ہوں اور وہ مجھے اس کے خلاف سازباز میں شریک کر رہے ہیں تو اس کا کیا عالم ہو گا؟ ان گدھوں نے میری زندہ لاش کو گھیر لیا ہے۔ میں لامحدود عرصے کے لیے اپنا جسم پتھر میں تبدیل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں جلد مرنا چاہتا تھا۔

☆==========☆==========☆

میزبان لڑکی میری بدذاتی حالت وزیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور طرح طرح سے پہلو بدل رہی تھی۔ اس کے سراپا میں کوئی خاص خوبی نہیں تھی، اس کے سوا کہ وہ جوان تھی۔ رات خاصی ڈھل چکی تھی۔ میں نے اسے سونے کا حکم دیا اور اضطراب کے عالم میں پتھر کے قدح میں رکھا ہوا سارا مشروب حلق میں انڈیل لیا۔ اسے پیتے ہی مجھے اپنے سینے میں ایک کاٹ سی محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں تپش سی ہونے لگی۔ نزع وانتشار کی اس کیفیت میں، میں نے پتھر کا وہ خوان اُلٹ دیا جو غذاؤں، پھل اور مشروبات سے پُر تھا اور پتھر کے اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر ہر طرف خاموشی تھی۔ رات کی دبی ہوئی خاموشی میں پرندوں کی سسکیاں اور حشرات الارض کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ رات ختم ہونے والی تھی۔ بھیانک سناٹا ہر طرف مسلط تھا۔ ہر طرف اندھیرے، درخت اتنے اونچے اور گھنے تھے کہ چاندنی روشنی زمین پر کسی بدمست ہوا کے جھونکے کی وساطت ہی سے نیچے اتر سکتی تھی۔ ٹھنڈی ہوا لگی تو خمار اور بڑھ گیا۔ خمار بڑھا تو انتشار سوا ہو گیا۔

میں اقابلا کے بارے میں سوچنے لگا، نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی؟ جزیرہ انگروما کے جنرہ زار زارشی کے صحرا میں تبدیل ہو جائیں گے، یہ سب برگزیدہ لوگ، یہ ساری آبادی عذابناک تباہی سے دوچار ہوگی، وہ کب تک ان کی سرکشی برداشت کرے گی؟ وہ جو تاریک براعظم میں طاقت کا منبع اور مرجع ہے، جسے اس جلیل منصب پر دیوتاؤں نے فائز کیا ہے، اس کے اسرار بے پناہ ہیں۔ کیا وہ خاموش بیٹھی رہے گی؟ مگر...... مگر شاید مشروب نے میرے ذہن پر نقاب ڈال دی تھی۔ اب میں ایک مجسمے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی تختی سے جب میرے احساس کی آنکھ کھلی تو انگروما کی سرزمین پر مجھے اپنا بوجھ نظر آیا۔ میں ایک بڑے چوبے دان میں قید تھا۔ ساری خوش فہمیاں کافور ہو گئیں۔ حقیقت کیا تھی؟ حقیقت یہ تھی کہ اب میں انگروما میں تھا اور تاریک براعظم کی مطلق العنان ساحرہ اپنی تمام فسوں کاریوں اور کرشمہ سازیوں کے باوجود جزیرہ انگروما کو نیست و نابود نہیں کر سکتی تھی۔ یہ جزیرہ ایک زمانے سے موجود تھا اور وہ ایک زمانے سے اسے بڑھتا اور پھیلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

توری، بامگان، زارشی اور اب انگروما میں..... اپنے وطن سے بچھڑنے کے بعد میرے ساتھ تسلسل سے حیرت انگیز واقعات پیش آ رہے تھے۔ میں ربڑ کی ایک گیند تھا جو ادھر سے اُدھر لڑھک رہی تھی، جس پر ضربیں پڑ رہی تھیں۔ جو بار بار فضا میں اُٹھ کر پھر زمین پر آ جاتی تھیں۔ انہوں نے رات اپنے جلسے میں کہا تھا کہ وہ لامحدود عرصے سے یہاں مقیم ہیں اور ساعت بہ ساعت اپنی تعداد میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے سلطنت اقابلا کے جوہر اس سے چھین لیے تھے۔ وقت کا انہیں کوئی خیال نہیں تھا چونکہ وقت ان کے جسموں میں مقید ہو گیا تھا۔ وہ دیوتاؤں اور اقابلا کے اتنے قریب پہنچ چکے تھے کہ انہیں مشروب حیات نوش کرنے کی سعادت بخشی گئی تھی۔ ان کی عمر ٹھہر گئی تھی اور جو اس نعمت سے محروم رہے تھے وہ پتھروں میں تبدیل کر دیے گئے تھے تاکہ انہیں متحرک کر کے بوقت ضرورت ان سے کام لیا جا سکے۔ میں ابھی اس کے قرب کی منازل طے کر رہا تھا اور دیوتاؤں کے اتنے قریب نہیں پہنچا تھا کہ مجھے مشروب حیات سے نوازا جاتا۔ میں اسے پینے کا خواہش مند نہیں تھا۔ میرے لیے اس کا قرب ہی حیات آفریں تھا۔ وہ ایک لمحہ لطیف، وہ ایک ساعت گدازی میرے لیے بہت تھی۔ اس کے بعد زندہ رہنے کی آرزو فضول تھی۔ اس تمام جدوجہد کے باوجود عظمت و فضیلت میں انگروما کے بہت سے بزرگوں کی بہ نسبت میرا مقام پچھلی قطار میں تھا۔ ان میں سے جس کا سینہ دیکھیے تو اور بے آراستہ نظر آتا تھا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر جزیرہ توری واپس جانے کا خیال ایک خواب کی طرح تھا۔ فرار کی کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آ رہی

http://kitaabghar.com

تھی۔ ہر طرف پہرے تھے مگر جس شخص نے اپنی آنکھوں سے اقابلا کے جاہ وجلال کے تیور دیکھتے ہوں، وہ کس طرح یقین کر لیتا کہ کسی دن ان باغیوں کی کوششیں بارآور ہوں گی۔ میں جہاں سے چلا تھا وہیں آ گیا۔ انہوں نے مجھے پیچھے کی طرف لوٹا دیا اب پھر وہی کیفیت موجود تھی جو اس وقت محسوس ہوئی تھی جب جزیرہ توری پر ہم چند بدنصیبوں نے قدم رکھے تھے ہم نے اپنے مقدر پر قناعت کر لی تھی اور سوچ لیا تھا کہ ہمارا ماضی سمندر میں ہمارے لباس کے ساتھ بہہ گیا۔ ہم دوبارہ پیدا ہوئے ہیں۔ عجیب بات تھی کہ مہذب دنیا کو بھلانے میں دیر نہیں لگی تھیں لیکن جزیرہ توری کا ماضی فراموش کرنا مشکل معلوم ہو رہا تھا میں تیسری مرتبہ پیدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسے بھولنا آسان نہیں تھا۔ ان کے عشق میں کوئی خامی ہوگی جو اسے بھلا بیٹھے، نہ جانے میرے ان رقیبوں میں سے کتنوں نے حالات سے مجبور ہو کر ان سے مفاہمت کر لی ہو۔ ایک میں تھا کہ میں نے اس کے لئے کہاں سے کہاں تک سفر کیا تھا۔ اب مجھ میں اس کے حریفوں کا ہم نوا ہونے کی طاقت نہیں تھی۔ میرے پریشان خیال مجھے کچوکے لگاتے رہے۔ پتھر کا آدمی خاموش کھڑا تھا۔ میں نے اسے جھنجوڑنا شروع کر دیا اور اپنی پوری طاقت سے چنگھاڑ کر کہا۔ ''سن اے بدقسمت شخص! کیا تو اس گمان میں ہے کہ تجھے ایک دن متحرک ہو جانا ہے مگر وہ دن...... وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔ یہ شکست خوردہ اور اعصاب زدہ لوگ اسے کبھی شکست نہیں دے سکیں گے۔ تو زمین پر اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح لیٹا رہے گا۔ تیرے اندر شگاف پڑ جائیں گے اور پرندے تیرے جسم پر غلاظتیں بکھیریں گے، پتھر کا یہ خول زمانے کے حوادث اور اس کے عتاب سے گل جائے گا۔

میری آواز صرف میرے کانوں نے سنی۔ میں چیختے چیختے اس مجسمے کے قدموں میں گر پڑا۔ جس سے مخاطب تھا اور ہوش کھو بیٹھا۔ شور سے میری آنکھ کھلی تو دن نکل آیا تھا۔ میرے سرہانے انگروما کا نگراں گرونا کھڑا تھا۔ اس نے مجھے اپنے بازو کے سہارے اٹھایا اور نرمی سے کہنے لگا۔ ''جابر بن یوسف! اٹھو، اٹھو، اے معزز شخص تم نے انگروما کی ایک سرد رات پریشان خیالی میں گزار دی۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم جتنی جلد کل، سے رشتہ منقطع کر لو گے، اتنے ہی سکون سے رہو گے۔ تم اپنے قیمتی دن کیوں ضائع کر رہے ہو؟ تمہیں یہاں...... ہم لوگوں میں شامل ہو جانا چاہئے۔ تمہاری عمر مختصر ہے۔ تمہارے باطن کو اور آسودہ کرنے کے بعد ہم تمہیں پتھروں میں تبدیل کر دیں گے اور پھر تم اس وقت جاگو گے جب ہمارے پاس مشروب حیات موجود ہوگا۔''

''گرونا!'' میں نے نحیف آواز میں اسے مخاطب کیا۔ ''رات کی باتیں میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی ہیں۔ جو کچھ میں نے رات کہا تھا۔ میں اب بھی اسی پر قائم ہوں۔''

''یہ گریز نہ ہوتا تو ہمیں تم پر شک ہوتا۔'' گرونا مسکرانے لگا۔ ''لیکن یقین کرو کہ تمہیں بعد میں پشیمانی ہوگی کہ تم کتنے قابل قبول حقائق جھٹلا رہے تھے۔''

''گرونا! میں تمہارے جذبوں سے واقف ہو گیا ہوں۔ فرض کرو اگر میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کرتا ہوں تو تم کیا کرو گے؟'' میں نے جرأت سے پوچھا۔

''ہم تمہیں سمجھاتے رہیں گے، ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔''

''اور اگر تمہاری باتوں نے پھر بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ تو؟''

''یہ ناممکن ہے۔ تمہاری آنکھیں کچھ عرصے بعد سیاہ و سفید دیکھنے کی عادی ہو جائیں گی اور تم بھی ایک دن اس کے خلاف ایک پر جوش مبلغ بن جاؤ گے اور طاقت بڑھاتے رہو گے تاکہ اس کے زوال کا سبب بن سکو۔'' گرونا نے عزم سے کہا۔

شاید تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے منقلب کرنے میں ناکامیاب ہو سکو گے یا نہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم جابر بن یوسف کو اپنے قالب میں ڈھالنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا کرو گے؟''

''تم ایک انہونی بات کہہ رہے ہو۔'' گرونا نے تندی سے کہا۔

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔''

''جابر بن یوسف، مجھے معلوم ہے ایسا وقت نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو ہم تمہیں اس زمین سے آسمان پر بھیج دیں گے۔''

''گرونا!'' میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ ''میں یہی بات کہلوانا چاہتا ہوں۔ تو سنو انگروما کے نگراں معزز گرونا! یہ خیال دل سے نکال دو کہ جابر بن یوسف اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے گا، جس گل بدن کے لئے میں نے اپنے بازوؤں میں سنگ و آہن کی صفات پیدا کی تھیں۔ کیا حالات کی ستم ظریفی مجھے اس کے مخالفین میں محصور کر دینے میں کامیاب ہو جائے گی؟ تم اپنا وقت ضائع مت کرو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جبری اطاعت قبول کر لیں اور اپنے محبوب سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اپنا شعار بدل لیں۔ تم ابھی سے یہ فیصلہ کر لو کہ تمہیں ناکامی کی صورت میں جابر بن یوسف کو سزائیں دینی ہیں۔ میرے لیے ابھی فیصلہ کر دو، میں موت پسند کرتا ہوں۔ مجھے موت دے دو۔''

میری بات سن کر گرونا زور سے ہنسا، اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھیں اور چہرے کی لاتعداد جھریاں متحرک ہو گئیں۔

''موت کا وقت آئے گا تو فیصلے میں دیر نہیں ہوگی۔ معزز جابر! ذرا انگروما کی سیر کرو۔ میں نے کہا تھا کہ یہاں تمہاری تواضع کے لئے سب کچھ موجود ہے، تم یہاں آزاد ہو تم ان برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھو گے تو اپنے علم و فضل میں اضافہ کرو گے۔ رہائی کا خیال دل سے نکال دو۔''

''میں تم سے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔'' میں نے عجز سے کہا۔

''تم مجھ سے انگروما کی سرداری طلب کرو۔ دیوتاؤں کی قسم۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا مگر جزیرہ انگروما سے تمہاری واپسی ناممکن ہے۔ ایک دن تم دیکھو گے کہ اقابلا کا طائفہ تمہارے قدموں میں ہوگا۔ وہ روشن دن ضرور آئے گا۔ اسے ہزیمت لازماً نصیب ہوگی۔''

''یہ تمہارا خیال ہے۔''

''میرا نہیں۔ جزیرہ انگروما کے تمام عبادت گزار بزرگوں کا یہی خیال ہے۔ اس بے وفا سے عاجز آ کر ہی انہوں نے اس کے ستم کے خلاف آواز اٹھانے کا عزم کیا ہے۔'' گرونا کے لہجے میں کوئی ارتعاش نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ میری شیریں بیانی اسے اپنے موقف سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے گی لیکن وہ پتھروں سے زیادہ ٹھوس تھا۔

جزیرہ انگروما کے نگراں کی حیثیت اعزازی سی تھی۔ وہ ایک طرح کا منتظم تھا اور جزیرے کے سربرآوردہ لوگوں کے سامنے اپنے احکام و

اعمال کے سلسلے میں جواب دہ تھا۔ اس کا انتخاب اتفاق رائے سے عمل میں آتا تھا۔ بڑے فیصلے جزیرے کے فاضل لوگ مل بیٹھ کر کرتے تھے۔ تاریک براعظم کے دوسرے مقدمات کی طرح یہاں بھی جنس پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہاں چہل پہل تھی اور یہ علاقہ باگمان اور توری سے زیادہ مہذب اور سرگرم نظر آتا تھا۔ انہوں نے لاشعوری طور پر کام کی تقسیم بھی کر لی تھی۔ کئی جگہ جزیرے کی تمام آبادی کے لئے کھانا پکایا جاتا تھا اور جس کا جو جی چاہتا جتنا چاہتا کھاتا اور پیتا تھا۔ اس سرسبز علاقے میں فطرت نے فیاضی سے کام لیا تھا۔ شام کو مشعلوں کے ساتھ رقص ہوتا اور صبح تمام آبادی عبادت کے لئے مختلف مقامات پر جمع ہو جاتی۔ یوں ایک پُرسکون، خوش گوار اور مثالی علاقہ تھا۔ یہاں ہر جگہ اشتراک نظر آتا تھا۔ عام آدمیوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد اچھا تھا۔ گرونا میرے کاندھے تھپتھپاتا ہوا ایک عجیب طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ چلا گیا۔ میں جنون کی کیفیت میں بے ارادہ ایک سمت نکل گیا اور سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ سامنے ساحل پر آتی ہوئی اچھلتی کودتی لہروں کا ایک نہ ختم ہونے والا کھیل جاری تھا۔ میرے زخموں میں ٹیس اٹھنے لگی۔ ایک ٹیلے پر بیٹھ کر میں نے سمندر میں کود جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن موت کا انتہائی اقدام کرنے سے پہلے میں نے سوچا، مجھے کاہوکی ہمدرد روح کو طلب کرنا چاہیے۔ میری آوازیں پانی کے شور میں کھو گئیں۔ کاہوکی روح سامنے نہیں آئی۔ پھر میں نے سورال کی دی ہوئی مالا سے رہنمائی چاہی لیکن اس کا کوئی دانہ روشن نہیں ہوا۔ میرے تمام تحائف میرے ارادوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ شپالی کی چمک دمک ماند نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا سحر کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ میں اپنی کشتی ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ سمندر کی اشتعال انگیز لہریں دیکھ کر میرے سینے میں طوفان سا اٹھنے لگا۔ مجھے اپنے دماغ کی رگیں ٹوٹتی پھوٹتی محسوس ہونے لگی اور میں نے چار دن تک کوئی تین بار سمندر کی سمت کوچ کیا اور میلوں تک جزیرے کی سمتوں میں پیدل سفر کرتا اور روزانہ رات کو تھکا ہارا فرار کے ہر منصوبے میں ناکام ہو کر اپنی جھونپڑی میں واپس آ جاتا جہاں روز ایک نئی لڑکی میری منتظر ہوتی۔ غذاؤں اور مشروبات سے بھرا ہوا خوان موجود ہوتا۔ میں جھپٹ کر اس میں سے گوشت کے پارچے اٹھا لیتا اور مشروبات کے ساتھ پی کر سو جاتا۔ لڑکی میری وحشتیں دیکھتی۔ میرے قریب آنے کی کوشش کرتی اور میں اسے دھتکار کر سو جاتا۔ چار پانچ روز میں میری حالت پاگلوں کی سی ہو گئی تھی۔ میں ان کی مشترکہ عبادت میں اب تک شریک نہیں ہوا تھا اور نہ ہی میں نے اس دوران میں کسی سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے سوچ لیا ہوگا کہ آخر مجھے ان کے فیصلوں کے آگے جھک جانا ہوگا۔ وہ میرا صبر آزما رہے تھے مگر میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ میں ان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا تھا۔ ان کے علاقے میں میری حیثیت ایک قیدی کی تھی۔ نہ جانے کب تک میری حالت یہی رہتی کہ ایک رات جب میں طویل سفر سے نڈھال اپنی جھونپڑی میں واپس آیا تو میں نے وہاں اقابلا کے خانوادے کی ایک حسین لڑکی کو اپنا منتظر دیکھا۔ وہ اشتار، ژولین اور لوریما کی طرح حسین تھی۔ اس کے خدوخال وہی تھے جو قصر اقابلا میں جلوہ فگن لڑکیوں کے لئے مخصوص تھے۔ اس کی سانسوں میں خوشبو اور بدن میں سحر انگیز کشش تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سراپا ناز، سراپا التفات اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی، وہ پھولوں اور پتوں کے بستر پر دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے وحشت کے عالم میں گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ میری سانس بحال ہوئی تو میں نے تشویش کے ساتھ اس سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں......" اس نے ایک ادا سے کہا۔ "میں ایک شراب ہوں جو آج رات تمہاری تشنگی بجھانے کے لئے بھیجی گئی ہے۔"

''کیا...... کیا اس علاقے میں خانوادہ اقابلا کی حسین ترین لڑکیاں موجود ہیں۔ کیا انہوں نے تمہیں بھی اس کے شبستان حسن وجمال سے چھین لیا ہے؟'' میں نے حیرت اور تشویش سے کہا۔

''اقابلا...... اقابلا'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔ ہاں یہ نام میں نے سنا ہے۔ سنا ہے وہ کوئی بہت جابر اور سنگ دل ملکہ ہے۔ سنا ہے اس کے پہلو میں دل نہیں ہے۔ وہ بہت حسین ہے۔ کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے؟ اس نے بے نیازی سے پوچھا۔

''تم......'' میں نے ایک پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ ''بلاشبہ تم ایک حسین لڑکی ہو، اس لیے کہ تمہارا تعلق یقیناً اسی قبیل سے ہے جہاں قدرت نے خصوصی توجہ سے کام لیا ہے۔ تمہارے لہجے کی شگفتگی اور شیرینی اس کی مرہون منت ہے۔ اس کا نام ادب سے لو۔ اس کے کان بڑے ہیں۔''

وہ ہنسی' گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔ اس کے سفید دانت موتی کی طرح مشعل کی روشنی میں دمکنے لگے۔ ''میں نے اپنی ماں سے اس کا نام سنا ہے۔ وہ اس کا تذکرہ بڑے اشتیاق سے کرتی ہے کیونکہ وہ وہیں سے آئی تھی، میری ماں بھی میری طرح حسین ہے۔ اس نے جاوداں عمر پائی ہے۔ میں اس کی عمر میں بوڑھی ہو جاؤں گی یا ممکن ہے اس سے پہلے ہمیں مشروبات جات کا ذخیرہ مل جائے اور ہم سب دوامی عمر حاصل کر لیں۔''

''یہ ایک خواب ہے، اے حسین لڑکی انہوں نے کتنے فریب کھائے ہیں۔ تمہارا یہ پھول سا بدن مرجھا جائے گا لیکن وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے۔''

''میں کبھی نہیں مرجھاؤں گی۔ انہوں نے میری نوجوانی محفوظ کر لی ہے۔ آج ایک عرصے بعد شاید تمہارے لیے انہوں نے مجھے متحرک کیا ہے۔ میں ایک عرصے سے پتھر میں محفوظ تھی۔ انہیں جب میری ضرورت پڑتی ہے وہ مجھے پتھر کے خول سے باہر لے آتے ہیں اور وصل کے حسین لمحے گزارنے کے بعد مجھے اسی خول میں واپس کر دیتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا ہے۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' مجھے اس کی ذات میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

''کیشا...... میرا نام کیشا ہے۔ کیشا دیوتا کے نام پر۔ جو ہمارے قبیلے پر مہربان ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف!'' ...... اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ ''میں نے آج تک تم جیسا شخص نہیں دیکھا۔ معزز گروتا نے تمہاری خوشی کے لئے میرا اعادہ کیا ہے۔ تمہارے سینے پر آویزاں تحائف اس بات کی علامت ہیں کہ تم ایک غیر معمولی شخص ہو۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

''میں اس کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں کیشا! میں اس سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ میں یہاں سے ضرور واپس جاؤں گا۔''

''تم دیوتاؤں کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے۔''

''تو پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں نے زرائشی میں ضبط نفس کے کئی سال گزارے ہیں، وہ مجھے میری موقف سے نہیں ہٹا سکتے جاؤ لڑکی۔ ...... کیشا جاؤ۔ گروتا سے کہہ دو کہ میں نے تمہیں واپس بھیج دیا ہے۔'' میں نے اسے اپنے جسم سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ میرے غیر متوقع رویے پر حیران رہ گئی۔ میں نے اس کا سراپا ایک نظر دیکھا اور اسے چھوڑ کر تیزی کے ساتھ جھونپڑی سے نکل آیا۔

میری وحشت زدگی، اس وقت انتہا کو پہنچ گئی۔ جب مجھے جزیرہ انگرومایہ بے سروپا، بے مقصد گھومتے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ گزر گئے۔ وہ

بار بار مجھے اپنے روبرو طلب کرتے اور میں انکار کر دیتا، چھ ماہ میں جزیرے کی مختلف لڑکیاں میری جھونپڑی میں آئیں پھر ان کی آمد بند ہو گئی اور میں ایک تنہائی سی محسوس کرنے لگا۔ اس عرصے میں انہوں نے مجھے کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ وہ نرم لہجے میں ہی مجھے ہدایتیں دیتے رہتے۔ میں ایک آہوئے آوارہ، مجسموں کے درمیان، کبھی ساحل سمندر پر، کبھی درختوں میں، کبھی آبشار پر، کبھی پہاڑوں، نہروں اور دریاؤں پر گھومتا رہتا اور جب چھ ماہ گزر گئے تو ایک دن کسی نے میرے اندر سرگوشی کی۔ "جابر بن یوسف! تم نے دیکھ لیا کہ تم نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے؟ تم اپنے یقین سے ہٹ گئے ہو۔ اب تم کبھی واپس نہیں جا سکو گے۔ بہتر ہے کہ انہی میں شامل ہو جاؤ۔ وہ تمہیں مرنے بھی نہیں دیں گے۔ ہر سمت نادیدہ نگاہیں تمہارے ساتھ گھومتی ہیں۔ تمہیں اپنے تحائف سے بھی کوئی مدد نہیں مل رہی ہے۔ چلو ان کی عبادت میں شامل ہو جاؤ۔ اس کا خیال دل سے نکال دو، اس کی یاد دل سے جھٹک دو۔"

جب میں پریشان ہو کر سمندر کی طرف جاتا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انگروما کی ساری آبادی مجھ سے کہہ رہی ہو۔ "وہ ایک فریب ہے وہ ایک سراب ہے۔ جابر بن یوسف! ہماری طرف آ جاؤ۔"

اور میں چاروناچار ایک دن ان کی طرف مڑ گیا۔ اس دن معمول کے مطابق تمام برگزیدہ لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ ان کے سر اس نیولے کے گرد جھکے ہوئے تھے جسے گروتا نے اپنے سر پر سجا رکھا تھا۔ نیولا عظیم جاراکاکا کی علامت ہے۔ نیولے کی خوں خوار آنکھیں ایک سمت لگی ہوئی تھیں اور وہ بیک زبان کہہ رہے تھے۔

......"جاراکاکا! ہمیں برتری عطا کر...... ہمیں اس پر فوقیت دے...... ہم تیرے ہر امتحان میں پورے اترے ہیں۔ جاراکاکا! ہمیں اور زمین دے تاکہ ہم اور پھیل سکیں۔ ایسی زمینیں، جن میں اچھی نسلیں اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے سر آسمانی بلاؤں کے مقابلے میں تیرا تحفظ چاہتے ہیں۔ عظیم جاراکاکا، تیری یہ کھیاں غول کی شکل میں تیرے احسان فراموشوں پر جھپٹنے کے لئے برقرار ہیں۔ تو نے اسے بہت وقت دیا، کچھ وقت ہمیں بھی عطا کر کہ ہم یہ خطہ ارض تیری آگ سے روشن کر سکیں۔" ان کی دعاؤں کی گونج سے میرا دل بیٹھنے لگا۔ ان کے سر جنونی انداز میں کسی چھر کی کی طرح متحرک تھے اور دونوں ہاتھ مقدس نیولے کے سامنے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ میں ان سب کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ یکایک ان میں انتشار پیدا ہوا اور بیک وقت ان سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت سی نگاہیں حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ میرے چہرے پر جم گئیں۔ میں نے ان نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے خفت سے سر جھکا لیا۔ میں صرف ان کے چمکتے ہوئے چہرے دیکھ سکا۔ اسی لمحے گروتا کی مرتعش آواز ابھری۔

"عظیم جاراکاکا! اس کی آمد تیری خوشنودی کی بشارت ہے آخر وہ سچائی کی طرف آ گیا ہے وہ دیکھو، وہ سب سے پیچھے کھڑا ہے مگر اس کی جگہ وہ نہیں ہے۔"

پھر اس نے بلند آواز میں مجھے مخاطب کیا۔ "جابر بن یوسف! اے محترم شخص! ادھر آ، جاراکاکا کے پہلو میں، اور برکتیں سمیٹ۔"

اس کا بیان ختم ہوتے ہی لوگوں نے ادھر ادھر ہٹنا شروع کر دیا اور میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا گروتا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے سر سے نیولا اتار کر میرے سر پر رکھ دیا اور مجمع میں ایک جھنجھناہٹ سی ہوئی۔

''انگروما کے معزز لوگو!'' گروتا حلاوت سے بولا۔ ''ہماری تعداد میں ایک اور شخص کا اضافہ ہوا۔ جابر بن یوسف کوئی ایک آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے کئی آدمیوں کے برابر ہے۔ ایک دن وہ تنہا رہ جائے گی۔ بے دست و پا۔ پھر ہم اس کی روح مقید کر لیں گے اور اس کا بدن جاراکا کی روشن آگ کے سپرد کر دیں گے۔ جابر بن یوسف آج سے ہمارے برگزیدہ لوگوں میں شامل ہے۔ میں اسے تمہاری ایماء سے بوڑھے گورے کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ جابر بن یوسف میں اپنی فضیلتوں کی روشنی منعکس کرے گا۔ وہ اسے مسلح کرے گا۔ وہ اسے اسرار سے واقف کرے گا۔'' میں ان کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔ آوارگی کے چھ ماہ گزارنے کا تجربہ میرے لیے بہت تلخ ثابت ہوا تھا۔ میں نے اپنے لب سی لیے تھے اور میں ان کی زبان کا زہر پیتا رہا۔ ایک شخص مر گیا تھا، ایک شخص پیدا ہوا تھا، اس دوسرے شخص کا نام اتفاق سے جابر بن یوسف تھا۔ جابر بن یوسف ایک سرکش، ضدی اور جذباتی نوجوان تھا۔ اس کی اپنی انا تھی۔ میرے ذہن میں اپنے اس نئے اقدام کی تائید میں طرح طرح کے جواز پیدا ہو رہے تھے۔

گورے اگلی صف میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجمع سے نکل کر گروتا کے پاس آیا اور اس نے میری دائیں ہتھیلی سرخ شعلے سے داغ دی۔ میں نے کوئی سسکی نہیں بھری، داغ لگ چکا تھا۔ اقابلا کے مخالفوں کا ساتھ دینے کا داغ۔ گورے نے جہاں میں کھڑا تھا، زمین پر اپنی انگلی سے کوئی شبیہ بنائی اور میرے پاؤں کے گرد ہالا سا کھینچ دیا۔ میرے گلے میں لٹکا ہوا لکڑی کا سانپ اپنی اصلی حالت میں آ گیا اور پھن کاڑھ کر گورے کی طرف رخ کرنے لگا، میری سر پر نیولا تھا۔ سوراں کی دی ہوئی مالا کے دانے چمک رہے تھے اور مجمع میں سرگوشیاں ابھر رہی تھیں۔ آخر یہ سرگوشیاں اس وقت انتہا کو پہنچ گئیں جب سانپ نے میرے کاندھے پر لہرا کر نیولے کے سامنے اپنا منہ جھکا دیا۔ نیولے نے کسی اشتعال کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان دونوں کے منہ بوس و کنار کے انداز میں قریب آئے اور سانپ نیچے اتر کر میری گردن پر جھول گیا۔ یہ ایک حیرت انگیز مظاہرہ تھا، گورے نے طشت میں رکھی ہوئی آگ میں کچھ جھونک دیا۔ آگ کے شعلے تیزی سے بھڑکے۔ گورے نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری کھال کی ایک چٹکی بھری۔ گورے کی چٹکی کسی خنجر کی طرح میری جلد میں پیوست ہو گئی اور خون رسنے لگا۔ خون کے چند چھینٹے اس تابندہ آگ کے اوپر نچھاور کر دیے گئے اور کچھ قطرے نیولے کے سامنے عقیدت سے پیش کیے گئے۔ نیولے نے وہ قطرے گورے کی ہتھیلی سے چاٹ لیے اور میں نے دیکھا کہ آگ اچانک بھڑک اٹھی ہے اور اس کے شعلوں نے واضح طور پر انسانی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ انسانی شکل بتدریج اتنی واضح ہوتی گئی کہ میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ وہ اقابلا کا ہیولا تھا۔ جو دھوئیں اور شعلوں میں بگڑتا سنورتا نمودار ہوا۔ اس کا حسین سراپا، شدید کرب و اضطراب کے عالم میں مبتلا تھا۔ میرا جی چاہا کہ میں اپنے سارے جسم سے خون نکال دوں اور وہ آگ سرد کر دوں لیکن میرے قدم ہل بھی نہیں سکے۔ میں ششدر رہا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مجمع پر ایک جوش طاری تھا۔ ایک خوشی حاوی تھی۔ گورے کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سانپ اور نیولا مضطرب نظر آتے تھے۔ اقابلا کا ہیولا دیکھ کر ان کا شور اور بلند ہو گیا لیکن بہت جلد آگ کے شعلے دھیمے پڑ گئے اور سارے مجمع پر ایک سکون سا چھا گیا۔ جب میں وہاں سے ہٹا تو میرے قدموں کے گہرے نشان زمین پر ثبت ہو چکے تھے۔ نیولا سر پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بہت وزنی شے ہے۔

''آؤ، میرے ساتھ۔'' بوڑھے گورے نے شفقت سے کہا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ گورے نے نیولے کو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور میری گردن میں لٹکے ہوئے سانپ کو انگلی کا اشارہ کر کے لکڑی کے ایک دائرے میں تبدیل کر دیا۔ اس نے نیولے کی جلد کو بوسہ دے کر

اسے فضا میں اچھال دیا، میں اسے خاصی دور تک دیکھ سکا۔ پھر وہ میری نگاہوں کے دائرے سے نکل گیا۔ میرے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی چل رہے تھے۔ گروٹا بھی ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ لیے ہمارے ساتھ گامزن تھا۔ یہ تمام لوگ تعداد میں بے شمار تھے۔ ان میں سے بیشتر زیادہ عمر کے لوگ تھے۔ لوگ آگے جا کر منتشر ہونے لگے پھر میں اور گورے تنہا رہ گئے۔ راستے میں ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔

گورے جب اپنے پتھر کے مکان میں داخل ہوا تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ میں ٹھٹک کر رک گیا۔ کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ پتھر کے اس بند مکان میں ایک مہ کامل موجود ہوگا۔ اس کی روشنی سے وہ سخت سیاہ سنگی دیواریں روشن نظر آتی تھیں۔ یہ مبالغہ نہیں ہے اور نہ حسن کے معاملے میں میرے اظہار کا کوئی شاعرانہ پیرایہ ہے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ وہاں کشیا جیسی شکل کی ایک سفید فام حسین و جمیل لڑکی موجود تھی۔ اس نے میری طرف بہت غور سے دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر معدوم ہوگئی۔

''جابر بن یوسف۔'' گورے نے میری طرف اشارہ کر کے اسے مخاطب کیا۔ ''یہ ہمارا مہمان ہے۔ میں اس کے علم کی پرورش کروں گا اور اسے پارسا لوگوں میں سب سے بڑا پارسا بناؤں گا۔ میں اسے مقدس جانوروں کے خون سے غسل دوں گا اور یہ ہمارے لیے اس کے خلاف ایک زبردست ڈھال ثابت ہوگا۔''

دوشیزہ جمال وجلال نے اس کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ ایک محویت کے ساتھ میری طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ بال سیاہ تھے اور چہرہ اتنا پاکیزہ، اتنا دلکش تھا کہ یا اقابلا کی خاص کنیزوں ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ ایک مکمل لڑکی تھی۔ کیشا اور اس میں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے سوا کہ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک زیادہ تھی اور اس کے اطوار باوقار تھے۔ میں مبہوت سا اسے دیکھا کیا اور قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے شیریں لب کھولے ''تم بھی وہیں سے آئے ہو تم بھی اسے بھول گئے؟'' میں نے اس کے لہجے میں درد محسوس کیا۔

''ہاں اے دوشیزۂ آسمان! میں بھی کبھی وہاں تھا لیکن میری درخواست ہے کہ مجھ سے ماضی کے متعلق سوالات نہ کرو۔''

''خوب، خوب۔'' گورے مسکرایا۔ ''یہ ذہنی صحت مندی کی علامت ہے، جارا کا کانے اسے قبول کر لیا ہے اور اس نے انگرو ما کے شریف لوگوں کا ساتھ دے کر ہماری طاقت میں اضافہ کیا ہے۔''

''بلاشبہ یہ ایک اضافہ ہے۔'' وہ اپنا طنز چھپا نہ سکی۔ ''اس کا قد بڑا کرنا ضروری ہے۔''

''ہاں۔ یہ ہمارا مہمان ہے۔ ہم نے تمہاری بیٹی کیشا کو اس کی آسودگی کے لئے بھیجا تھا مگر اس نے ہماری مہمان نوازی سے لطف نہیں اٹھایا۔ اس نے ہمارے پاس آنے میں تامل سے کام لیا۔ جابر بن یوسف ایک مستقل مزاج، جذباتی اور متکبر شخص ہے۔ میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ یہ خصائص ترک کردے۔'' گورے نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ شخص مر گیا۔ اب جابر بن یوسف تمہارے احکام کا تابع ہے اور تمہارے جزیرے کے ہر فرد کا غلام ہے۔ اس کی اپنی کوئی ذات نہیں ہے وہ تمہارے ہاتھ کا اسلحہ ہے، وہ تمہارے لیے بہترین گھوڑا ثابت ہوگا، اس کی لگام تھامے رکھنا تمہارا کام ہے۔ یقین کرو یہ جانور تمہارا بہترین

معمول ثابت ہوگا۔ گورے سچ سچ بتاؤ کیا میں نے پہلے جابر بن یوسف کا گلا نہیں گھونٹ دیا ہے۔؟'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو لیکن یاد رکھو جو پیش گوئیاں تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں، جزیرہ انگرو ما میں آ کر ان کی سمت بدل گئی ہے۔ ہم نے اپنے مقدر سے لڑنا سیکھا ہے۔ ہم نے فیصلے بدل دیئے ہیں۔'' گورے کسی قدر تیز لہجے میں بولا۔

''گورے سچ کہتا ہے۔'' نیشا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''میں تمہاری اصلاح کروں گا اور تم دیکھو گے کہ زمین کیسا رنگ بدلتی ہے۔ جزیرہ انگرو ما کا ہر خطہ تمہارا ہے، اس کے درخت تمہارے، اس کے پھل تمہارے، اس کے لوگ تمہارے اور اس کی عورتیں تمہاری ہیں۔ انگرو ما کی یہ عورت تمہاری خواہش پر پیش کر دی جائے گی تاکہ ہوس تم پر غلبہ نہ پا سکے اور تم یکسو ہو کر اسرار و رموز کے علم میں مستغرق ہو جاؤ۔ میں نیشا کو تمہاری آنکھوں کی جلن دور کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نیشا نے اس علاقے کے پرجلال افراد کو شادماں کیا ہے۔ اسے اقابلا کا قرب خاص حاصل رہا ہے۔ یہاں آ کر اس نے کیشا اور کیشا جیسی بہت سی لڑکیوں کو پیدا کیا ہے جنہوں نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے دور رکھا۔ ہم نے ان لڑکیوں کے شباب کی عمر طویل کرنے کے لئے انہیں چہروں کی شکل دے دی ہے۔ اگر تم اس کے بدن کی یکسانی سے اکتا جاؤ تو اس کی حسین لڑکیوں میں سے کسی ایک کو کسی وقت متحرک کیا جا سکتا ہے۔'' گورے کے لہجے میں سنجیدگی اور شفقت شامل تھی۔

میں نے گورے کی موجودگی میں آگے بڑھ کر نیشا کے خوبصورت مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور گورے مسکراتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا اور ہم دونوں اس کمرے میں تنہا رہ گئے۔ تھوڑی دیر خاموشی کا لطف رہا۔ میری دیوانگی میں اور تشدد آ جاتا لیکن اس وقت نیشا کی آواز گونجی۔

''ٹھہرو!'' اس نے حکمیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے سر کا ایک بال توڑ کر آنکھوں کے سامنے کیا اور اسے پھونک ماری۔ اس کی پھونک سے بال جلنے لگا اور کمرے میں عجیب قسم کی چراند پھیل گئی۔ چاروں اطراف نگاہ دوڑا کر اس نے شان استغنا سے کہا۔ ''وہ اب شاید کسی کو معاف نہیں کریں گے تم نے اچھا کیا کہ ان کی باتیں قبول کر لیں، اس کے سوا تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔''

''میں اب اس موضوع پر گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ وہ جانتی ہوگی کہ میں نے ان گنت صبحیں اور شامیں انکار و استرداد میں کاٹ دیں۔ میں نے اپنا جسم خشک رکھا۔ میں اس کی توجہ کا منتظر رہا۔ پھر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ مجھے خود کو آئندہ دنوں کے حوالے کر دینا چاہئے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میرے سینے پر تحائف جھول رہے ہیں۔ یہ یہاں بے کار ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کے لئے کئی بار اپنی زندگی داؤ پر لگائی لیکن یہ میرے کسی کام نہ آئے۔ تمہاری باتوں سے میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ تم پر اب تک اس عظیم و جلیل ملکہ کا تاثر قائم ہے۔''

''خاموش رہو۔'' اس نے سسکاری بھری۔ ''گو میں نے افشائے راز کے لئے اپنا ایک بال، اپنی عمر کا ایک سال کم کر لیا ہے تاہم جن لوگوں میں اب تم موجود ہو ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ وہ ماورائی علوم میں طاق ہیں۔ یہاں آ کر انہوں نے اپنا علم بڑھانے کے سوا کوئی کام نہیں کیا، اقابلا...... وہ حسین دوشیزہ...... اس کا قصر، اب تو ایک خواب ہے۔'' اس نے حسرت سے کہا۔

میں نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ وہ کہنے لگی۔ ''میں نے کئی بار یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن ہر بار انہوں نے مجھے اپنی طاقتوں کے ذریعے واپس کھینچ لیا۔ میں اقابلا کے حکم پر غلاموں کے ایک طائفے کے ساتھ کالا بن اعظم کے شگون کے بعد جزیرہ اسرار جاری تھی کہ انہوں نے

سمندر کی لہروں کا رخ موڑ دیا اور میں یہاں پہنچ گئی یہاں آ کر میں قبیلے کے سرکردہ لوگوں میں تقسیم ہوتی رہی۔ گورے کے پاس بہت سی طاقتیں ہیں۔ وہ عرصے تک گھر سے باہر رہتا ہے مجھے یہاں تک کھینچنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے اس لیے میں مستقل طور پر اسی سے وابستہ کردی گئی ہوں۔ وہ مجھ پر شک کرتے ہیں لیکن وہ جانتے ہیں کہ میرا وجود ان کی برتری کے مقابلے میں بہت ناتواں ہے۔

''فرار محال ہے۔ موت بھی محال ہے۔ ہر شخص نے یہاں آ کر شاید یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب ان کے احکام کے سامنے سر جھکا لینا چاہیے۔''

میں نے نیشا کی زلفیں اپنی سانسوں سے اڑاتے ہوئے کہا اور زمین پر لیٹ کر میں نے اقابلا کے التفات، اپنی کامیابیوں اور تیرہ بختیوں کی داستان اسے سنائی۔

☆===========☆===========☆

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز ''علم و عرفان پبلشرز'' کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک.......

کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس میٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے........

خواتین کے لیے سنہری موقع........سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں.........

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
وصی شاہ	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم۔اے۔راحت	افتخار ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس۔ایم۔ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔ علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

دوسرے دن سے باقاعدہ میں نے ان کی عبادت گاہ میں جانا شروع کر دیا۔ میں رات کو ان کے جلسوں میں بھی شریک ہونے لگا۔ وہ روز جمع ہو کر اقابلا کے خلاف دعائیں مانگتے تھے۔ میری آواز نے کبھی ان کا ساتھ نہیں دیا لیکن پھر میرے لب خود بخود ان کے ہونٹوں کے ساتھ کھلنے اور بند ہونے لگے۔ میرا بیشتر وقت گورے کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس نے مجھے کمال شفقت، کمال انہماک سے بہت سے اسباق رٹانے شروع کر دیے۔ میں بھی اس کے لئے کوئی نیا اور کند ذہن طالب علم ثابت نہیں ہوا۔ میں نے اس کی ہر حرکت اور ہر عمل میں بے حد دلچسپی لی۔ میرا تجسس، میرا شوق اور میری کامیابیوں نے گورے کو میری طرف کچھ زیادہ ہی مائل کر دیا تھا۔ وہ رات کو مجھے مجمعوں کے درمیان لے جاتا، انہیں جگاتا اور انہیں مجھ سے متعارف کراتا۔ اس نے کیتھا کی کئی بہنوں کو بھی جگا کر میرے جذبوں کو مشتعل کیا۔ یہ لوگ بعد میں اتنے بُرے نہیں معلوم ہوئے لیکن ایک کسک، وہاں ایک چبھن اس وقت ضرور محسوس ہوتی تھی جب وہ طنزیہ شدومد اور نفرت و حقارت سے اقابلا کا نام لیتے تھے۔ میں گورے کے ساتھ اس وسیع و عریض جزیرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتا رہا اور نہایت سعادت مندی سے اس کے اقوال، اس کی ہدایتیں اپنے دماغ میں بٹھاتا رہا۔ پُر اسرار علوم کے بارے میں، سوراں، اشارا اور اسالا سے مجھے خاصی شدبد حاصل ہوگئی تھی مگر گورے کے توبہ توکرشمے دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک سمندر ہے۔ جتنی گہرائی میں پہنچو نئی دنیا ئیں نظر آئیں گی۔ میں نے لیجو کھایا تھا۔ سانپ اور آدمی کا خون پیا تھا۔ میں برسوں آگ کے گرد بیٹھا تھا۔ اب اگر میں اپنی غلاظتوں کے بارے میں کچھ کہوں گا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ میں اپنی سرگزشت بیان کروں، گندے جانور، خون، کھوپڑیاں، آگ اور طرح طرح کے عمل، جادو، عمل جراحی کی طرح ہوتا ہے۔ سنسان اور ویران جگہوں پر اندھیرے غاروں میں گورے نے میری تربیت کی۔ کامیابی کے ساتھ ساتھ میری اشتہا بڑھتی گئی۔ میں نے گورے کو کسی شب سکون سے نہیں سونے دیا اور پھر ایک روز ایسا آیا کہ گورے چاند کے زوال کے دنوں میں مجھے گھنے جنگل کے درمیان لے گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی اور آج اس نے اپنا پورا جسم بطور خاص رنگا تھا۔ میرے ہاتھ میں اس نے ایک پیالہ تھما دیا تھا جس میں ایک سیاہ سیال، چپچپا مادہ بھرا ہوا تھا۔

گورے روزانہ ہی کوئی نہ کوئی خطرناک عمل کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا کرتا تھا لیکن آج وہ صبح سے مختلف قسم کے حشرات الارض پکڑ کر انہیں اپنے طلسم خانے میں ایک سیال مادے کی شکل میں تبدیل کرنے میں لگا رہا تھا۔ سوراں کی طرح گورے کا ایک کمرہ طلسمی کاموں کے لئے وقف تھا۔ گورے مجھے درختوں سے ڈھکے ہوئے جنگل کے ایسے حصے میں لے گیا جہاں دن کے وقت بھی سورج کی روشنی مشکل سے آتی تھی۔ اس نے وہاں کی نم زمین سے کچھ مٹی کریدی اور اسے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مل لیا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کی تقلید کروں۔ میں نے کوئی پس وپیش نہیں کیا۔ ہم دونوں ایک درخت کے سہارے اکڑوں بیٹھ گئے۔ درختوں میں پتھر کی چند مورتیاں نصب تھیں۔ گورے نے زور زور سے ایک عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے لیے اگلے لمحے تجسس کے تھے میں بھی گورے کے الفاظ بمشکل دہرانے لگا۔ اس نے سیال مادہ پیالے سے نکال کر مشعل سے جلانا شروع کر دیا۔ مادے کی بو اتنی شدید اور اتنی گندی تھی کہ میرا دماغ پھٹنے لگا پھر اطراف میں ایک ایسی ہوا سرسرانے لگی جس میں کسی ذی ہوش کا سانس لینا مشکل تھا۔ گورے پر دہشت سی طاری تھی۔ وہ زور زور سے اپنا عمل پڑھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگل جیسے جاگ سا گیا چرند و پرند کے خوفناک شور کے باعث مجھے اپنے قریب بیٹھے ہوئے گورے کی آواز بھی صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔ میں اس کے اور قریب ہو گیا۔ سیاہ مادہ جل رہا تھا

اور اس کی بو نے شاید سارا جنگل اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ گورے نے میرے ہاتھ میں مشعل تھمادی اور اپنا ایک ہاتھ مادہ جلانے میں مصروف رکھا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی لمبی ہڈیوں کی ایک مالا اتاری اور اس کی نوکوں سے زمین کریدنے لگا، ہڈیوں کی نوک کا زمین پر لگنا تھا کہ بہت سی کربناک چیخیں ایک ساتھ بلند ہوئیں اور آناً فاناً بونے قد کے دو بہت عجیب الخلقت جانور ہم سے کچھ فاصلے پر نمودار ہوئے۔ میں مشعل کی مدھم روشنی میں ان کی ساخت کا فوراً اندازہ نہیں کر سکا۔ میں نے تاریک براعظم کے کسی علاقے میں اس سے پہلے ایسے جانور نہیں دیکھے تھے۔ ان کا چہرہ کسی انسان سے مشابہہ تھا لیکن ان کے پیر جانوروں کی طرح تھے۔ یوں کہیے کہ وہ ایک نئی ساخت کے لنگور تھے۔ ان کے جسم میں ایک روشنی تھی۔ ایسی روشنی جس سے کرنیں پھوٹتی ہوں۔ وہ ان کی دو آنکھوں بلکہ چار آنکھوں میں تھی۔ وہ آتے ہی زمین پر لوٹنے لگے۔

وہ ناقابل برداشت تعفن، ان کی چیخیں اور ان کی آنکھوں کی مقناطیسی چمک دیکھ کر میرے لب ٹھہر گئے۔ میری اس کوتاہی کی دیر تھی کہ ان میں سے ایک جانور تیزی کے ساتھ مجھ پر جھپٹا اور میرا چہرہ ایک ہی جست میں لہولہان کر گیا۔ میں اکڑوں بیٹھا تھا اور مشعل میرے ہاتھ میں تھی اس لیے میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ گورے نے غصے میں میرے ہاتھ سے مشعل چھین لی۔ میں نے دوبارہ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے جھٹکنا چاہا لیکن میرا قیاس غلط نکلا۔ وہ پھرتی میں کسی چیتے سے کم نہیں تھا۔ دوسری جست میں وہ میرے سر کے بہت سے بال اڑا لے گیا۔ گورے نے بے بس نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن اپنا عمل نہیں چھوڑا۔

دوسرا جانور ابھی زمین پر لوٹ رہا اور چیخ رہا تھا مجھ پر یہ توانا جانور پے در پے حملے کر رہا تھا، اس نے میرے سینے پر حملہ کر کے میرے تحائف نوچنے کی بھی کوشش کی۔ اس عرصے میں گورے ایک آخری دردناک چیخ کے ساتھ دوسرے جانور کا کام تمام کر چکا تھا پھر وہ میری طرف مڑا اور اس نے اپنا عمل تیز کر دیا، گورے کے میری طرف متوجہ ہوتے ہی جانور مجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ میرے جسم کے مختلف حصوں پر اس کے پنجوں کے نشانات سے خون بہہ رہا تھا، مجھے سنبھلنے کا ایک ذرا سا موقع مل گیا اور میں شدید غضب کے عالم میں آندھی کی طرح اس کی جانب جھپٹا۔ گورے نے حلق سے چیخ مار کر مجھے روکنا چاہا لیکن میں نے کوئی دھیان نہیں دیا، میں اس وقت گورے سے بھی الجھ سکتا تھا۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کے گرد پھیلا کر میں نے زمین پر خود کو اس طرح گرایا کہ اس کا جسم میرے جسم سے چھپ گیا پھر اپنے تحائف پشت کی طرف ڈال کر میں نے اسے کوئی پہلو بدلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ چر مرا کر رہ گیا اور میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچ دیں۔ اس کی بھیانک چیخ سے سارا جنگل لرز اٹھا اور ایک ساتھ بہت سی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں۔ جیسے جنگل میں کوئی رن پڑ گیا ہو۔ گورے نے ان دونوں جانوروں کو اٹھا کر یکے بعد دیگرے نہایت سفاکی سے ان کی آنکھیں نکال لیں اور ان کا مغز چیر کر کچھ خود کھایا، کچھ مجھے کھلایا۔ مشعل کبھی میرے ہاتھ میں آ جاتی تھی کبھی اس کے ہاتھ میں۔ سیال مادہ جل چکا تھا اور تعفن میں کمی آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ چاقو کی طرح جانوروں کے جسم چیر رہے تھے پھر اس نے وہ آنکھیں میرے حوالے کر کے ان دونوں کے جسم تو ان کی ہڈیوں کی مدد سے کھودی ہوئی زمین میں دبا دیے اور میرا ہاتھ پکڑ کر غیر معمولی رفتار سے جنگل میں بھاگنے لگا۔ اندھیری رات میں جنگل میں چلنا اور بھاگنا گورے کے لیے کوئی نیا کام معلوم نہیں ہوتا تھا۔ میری بھی آنکھیں سامنے کی رکاوٹیں صاف دیکھ رہی تھیں اور میرے قدم ان سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔ ہمارے پیچھے جانوروں کا ایک شور برپا تھا۔ گورے جنگل سے بے تحاشا نکل کر سیدھا ساحل کی طرف آیا اور اس

نے میرے ہاتھوں سے چاروں آنکھیں لے کر انہیں ٹٹولا۔ ان مردہ آنکھوں میں ابھی تک روشنی تھی۔ دو آنکھیں اپنے پاس رکھ کر دو اس نے سمندر میں پھینک دیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا اور ایک چٹان کے سہارے بیٹھ گیا۔

سرد ہوا اس کے جسم کو لگی تو اس نے آنکھیں موند لیں۔ میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک اس کی یہی حالت رہی پھر وہ اٹھا اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تیسری بار بھی گورے نے انہیں سر کیا ہے۔"

میں خاموش رہا۔ وہ خود بخود بولا۔ "میں نے اپنے جزیرے کے پانیوں میں نگرانی کے لئے مقدس ہربیکا کی آنکھیں چھوڑ دی ہیں ابھی ہمیں وقت کی ضرورت ہے کیونکہ ابھی ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں۔ میں ایسی آنکھیں دور دور تک سمندر میں پھیلا دوں گا۔ ہربیکا کو دیوتاؤں کی سعادت حاصل ہے۔ اسے قابو میں کرنے کے لئے پتھر کے ہاتھ درکار ہوتے ہیں۔"

"معزز گورے، کیا تم وضاحت نہیں کرو گے؟"

"تم میرے ایک لائق شاگرد ہو۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ "جاراکا کی مقدس روح تم پر نگاہ رکھے۔ تم آج اس کے عتاب سے بچ گئے اب تک میرے دو ڈھائی سو ساتھی مجھے مایوس کر چکے ہیں۔ صرف دو آدمیوں نے حوصلہ برقرار رکھا۔ ہربیکا میں دیوتاؤں کی قوت ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں اپنی پشت پر بھی دیکھ لیتی ہیں۔ ہربیکا کا پتہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ میں ہمیشہ ان کی جستجو میں رہتا ہوں۔ اس بار انہیں قابو میں کرنے کے لئے میں نے تمہیں منتخب کیا تھا۔ تم نے حوصلہ ہار کر بھی حوصلہ برقرار رکھا۔ تم نے ایسی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انگروما میں کوئی شخص آج تک یہ جرات نہیں کر سکا پہلے کچھ نہ بتانے کی یہی وجہ تھی کہ کہیں تم ہربیکا سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ۔ گورے کے سوا چند ہی برگزیدہ لوگ یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔"

"مگر یہ آنکھیں اور اس کا مغز؟"

"یہ آنکھیں۔" اس نے انہیں چومتے ہوئے کہا۔ "یہ آنکھیں انگروما کے قریب آنے والوں کو دور سے تاک لیتی ہیں۔ میں نے ان جوڑوں میں سے ایک سمندر کے سپرد کر دی ہے۔ ایک ایک میرے طلسم کدے کی زینت بنے گی اور جب سمندر میں کوئی خطرہ ہوگا کوئی ہماری طرف آ رہا ہوگا تو یہ روشن ہو جائے گی اور اس کے عدسے میں ہم اپنے دشمنوں، دوستوں کو پہچان لیں گے۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ اور وہ مغز جو تم نے ابھی کھایا ہے وہ طاقتوں کا ایک خزانہ ہے تم جلد ہی محسوس کرو گے کہ تم نے کیسی بلندی حاصل کر لی ہے۔"

گورے ان آنکھوں سے بچوں کی طرح کھیل رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت خوش تھا جیسے قارون کا خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ اس نے بستی میں جانے سے پہلے دو مجسموں کو بیدار کیا۔ دو حسین لڑکیاں ہمارے ساتھ ہو گئیں۔ گورے وفور مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔ آگے جا کر وہ مجھ سے علیحدہ ہو گیا اور میں ایک درخت کے نیچے اپنی ساتھی کے ساتھ دراز ہو گیا۔ صبح ہوئی تو وہ لڑکی غائب تھی اور میرے گرد ایک ہجوم جمع تھا۔ میں نے ان کی آہٹیں سن کر حیرت زدگی سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خوشی سے ناچنے لگے۔ انہوں نے میرے پیر مضبوطی سے پکڑ کر مجھے اپنے ہاتھوں پر کھڑا کر لیا۔ میں سب سے بلند ہو گیا۔ ان کا رخ جلسہ گاہ کی طرف تھا۔ گورے بھی وہاں موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ دو آنکھیں تھیں۔ بستی کے لوگ ہمارا جسم چوم رہے تھے۔ گروما میرے اور گورے کے بارے میں رطب اللسان تھا۔

اس واقعے کے بعد انگرو ما میں میری عزت بڑھ گئی۔ میرا شمار عبادت گاہ کے صف اول کے لوگوں میں ہونے لگا۔ گورے نے اسی پر بس نہیں کیا۔ اس نے مجھے پتھر میں تبدیل کرنے اور اسے اپنی اصل حالت میں واپس لانے کا عمل بھی سکھا دیا۔ گو وہ عمل سیکھنے میں مجھے خاصے دن لگ گئے لیکن اب میرا یہ مشغلہ ہو گیا تھا کہ میں جب بھی یکسانی سے اکتا تا، پتھروں کو زندہ کرتا۔ ان سے گفتگو کرتا اور انہیں دوبارہ ان کی اصلی حالت میں واپس کر دیتا۔ پتھروں میں جو لوگ محفوظ تھے ان میں سے بعض علم و فضل میں یکتا تھے لیکن بدقسمتی سے مشروب حیات کی نعمت سے محروم رہ جانے کے سبب وہ لوگ برگزیدہ لوگوں میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ ان میں سے بیشتر لوگ وہ تھے جو انگرو ما میں اقابلا کے خلاف تحریک کو دل سے قبول کر چکے تھے۔ میں آ سے نہیں بھولا تھا لیکن میں اب اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں پر برگشتہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ سال میں ایک بار جارا کا کا کے مقدس دن پر وہ تمام مجسموں کو جگا دیتے تھے۔ اس دن ان کے ہاں جشن نوریما کی طرح ایک بڑا جشن منعقد ہوتا تھا۔ جس کے خاتمے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے اور مجسموں میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ میری طاقتیں، اسرار سمجھنے کی صلاحیتیں اتنی بڑھ چکی تھیں کہ اشاروں میں گرونا یا گورے، نیشا اور دوسرے لوگوں کو اپنے احساسات منتقل کر سکتا تھا۔ میں مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتا تھا، ان کی تفصیل بتانے سے میں گریز کر رہا ہوں۔

دو سال کے صبح و شام گزر گئے۔ دو سال میں انہوں نے مجھے جوان رکھا، پہلے سے زیادہ تر و تازہ، شاداب۔ میرا رنگ نکھر گیا تھا اور میں ان سب میں ممتاز نظر آتا تھا۔ گورے اپنے ساتھیوں کے روبرو مجھے پیش کرتا۔ نیشا گورے کے مقابلے میں اب مجھ سے زیادہ قریب تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ نیشا کے لئے جزیرے کے دوسرے سربر آوردہ لوگوں نے درخواست کی۔ میرا جی چاہا کہ انہیں منع کر دوں لیکن اس طرح انگرو ما کی پرسکون فضا میں ہلچل پیدا ہو جاتی۔ میں نے دل پر جبر کر کے نیشا کو ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس بھیج دیا۔ دو سال گزر گئے تھے۔ ان کی جڑی بوٹیوں اور جادو ٹونے میں یہ کمال تھا کہ آدمی ناقابل یقین حد تک طویل عمر پاتا تھا اور اس کی جوانی برسوں قائم رہتی تھی۔ یہ سوچ کر میرا دم گھٹتا تھا کہ جب میں عمر کے انحطاط کے دور میں داخل ہوں گا تو وہ مجھے بھی ایک مجسمے کی صورت میں بدل دیں گے اور پھر یہ ان کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ مجھے کب جگائیں۔

اور پھر یہاں تک ہوا کہ مجھے گورے کے طلسم خانے میں اجازت کے بغیر اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ میں وہاں بیٹھا مختلف چیزوں سے شعبدے کرتا رہتا۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ مجھے جزیرہ توری کا حال بھی جاننا چاہیے۔ سرنگا، سریتا کیسے ہیں؟ لیکن پھر مجھے یہ خیال دماغ سے جھٹکنا پڑا کیونکہ اب میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ کر اذیت میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ گورے کے پاس ہر یکا کی آٹھ آنکھیں تھیں جو اس نے پتھر کے ایک صندوق میں اس طرح محفوظ کر دی تھیں کہ باہر سے صرف ان کے عدسے نظر آتے تھے۔

میں نے انگرو ما میں اپنے پُراسرار واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ہے، ورنہ میری طاقتیں ابھرنے کے مراحل کی روداد خاصی طویل ہے اور غلیظ اعمال اور نفرت انگیز شب و روز پر مشتمل ہے۔ گورے بظاہر بڑا حلیم الطبع اور شریف النفس نظر آتا تھا مگر جب وہ اندھیری راتوں اور ویران علاقوں میں بیٹھ کر جادوئی کاموں میں مصروف ہوتا تھا تو اس کی آنکھوں میں شیطنت رقص کرنے لگتی تھی۔ وہ اتنا کھردرا اور کریہہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کے کئی گوشوں میں اس کے لئے نفرت بیٹھ گئی مجھے اس کی مسلسل صحبت اور رفاقت سے استفادے کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی کا اسے چھوڑ کر انگرو ما کے دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا۔ گورے کو مجھ پر اعتماد تھا۔ میں اس کے لئے ایک بے ضرر شخص تھا گورے کے بغیر بلند مرتبت لوگوں میں تنہا میری ذات کوئی

حیثیت نہیں رکھتی تھی، نیشا نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں گورے سے روحوں کو اپنے احکام کا تابع بنانے کا عمل ضرور سیکھوں، گورے نے مجھ سے اس کا ذکر کبھی نہیں کیا تھا۔ ایک دن وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر دبے لفظوں میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ میری خواہش سن کر بے تحاشا ہنسنے لگے گا۔ اس پر ہنسی کا طوفانی دورہ پڑ گیا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟''

''نہیں نہیں۔ نیشا نے تم سے اس کا تذکرہ کیا ہوگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''جابر بن یوسف تم ہر معاملے میں ایک مستعد اور حوصلہ مند شخص ثابت ہوئے ہو لیکن جس خواہش کا تم اظہار کر رہے ہو، وہ تمہارے لیے فی الحال موزوں نہیں ہے۔''

''کیوں؟ کیا میں نے تمہیں کبھی مایوس کیا ہے۔''

''نہیں۔ مگر روحوں کا معاملہ دوسرا ہے ایک نہیں، لاتعداد روحیں ہیں، جنہیں دیکھ کر تم اوسان کھو بیٹھو گے، روحوں کے غار میں تم تنہا ایک لمحے بھی نہیں ٹک سکتے۔ وہ ہر نئے آدمی کے لیے قہر ہیں، گورے کے علاوہ انگرو ما کے چند ہی آدمیوں نے انہیں قابو میں کیا ہے۔ نہ جانے، وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''نہ جانے کب وہ آسمانوں کی طرف جاتی ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں یہ ایک شجیع شخص کی توہین ہے۔'' میں نے ناراض ہو کر کہا۔ ''اگر تم میرا حوصلہ آزمانا چاہتے ہو تو چلو، مجھے وہاں لے چلو۔''

میرے اصرار کے باوجود گورے راضی نہیں ہوا۔ میرا تجسس اس قدر بڑھا کہ میں نے اور تن دہی سے گورے کو اعتماد میں لینے کی کوششیں شروع کر دیں، آخر کئی دنوں بعد میرے پیہم اصرار پر گورے کسی قدر آمادہ ہوتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ آخر میری خدمتوں کا اثر ہوا۔ گورے نے بددلی کے ساتھ ایک رات مجھے بستر سے اٹھایا اور انگرو ما کے ایک ایسے مقام پر لے گیا جو ابھی تک میری نظروں سے دور رہا تھا۔ میں کا ہو کی روح سے پہلے ہی شناسائی پیدا کر چکا تھا۔ کا ہو کئی موقعوں پر میرے کام بھی آیا تھا، مجھے اس بات کا گمان تک نہیں تھا کہ وہ جگہ، وہ غار اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ مجھ جیسے توانا شخص کے اعصاب بھی جواب دے جائیں گے۔ گورے نے ایک جگہ پہنچ کر اپنی چھڑی ایک چٹان پر ٹکا دی، چھڑی پر کوئی شبیہہ بنی ہوئی تھی، اس وقت گورے بہت خاموش تھا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دیوقامت چٹان اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی، اندر گہرا اندھیرا طاری تھا۔ گورے نے سوراخ پر کوئی سحر پڑھ کر پھونکا۔ پھر اس نے اپنے گلے سے جارا کا کا کی کھوپڑی اتار کر غار کے راستے میں رکھ دی۔ اس نے میری کلائی پکڑی اور ہم جارا کا کا کی کھوپڑی سے اپنے قدم بچاتے ہوئے تاریک غار میں داخل ہو گئے۔ غار میں داخل ہوتے ہی میری ناک میں سیلن کا ایک ناخوش گوار جھونکا آیا۔ میرا دل بے قابو ہونے لگا ہم اس مکدر کر دینے والی فضا اور حبس زدہ راستے میں آگے چلے۔ آگے بڑھنا، چلنا میرے لیے دشوار ہو گیا۔ مجھے متلی سی ہونے لگی، گورے کا ہاتھ میری کلائی پر تھا۔ میں پچھتانے لگا کہ میں نے یہاں آ کر زبردست غلطی کی ہے، ہم راستہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، میں گورے کو نہیں دیکھ سکتا تھا، صرف اس کی سانسیں سن رہا تھا۔ میں نے بمشکل تمام اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ مجھے کھانسی اٹھنے لگی۔ گورے نے اپنی رفتار تیز کر دی، خاصی دور اندر جا کر گورے کے کسی عمل سے ایک اور دروازہ کھلا اور ہلکی سی روشنی میں پتھروں کے بنے ہوئے شکستہ کھنڈر نظر آئے۔ کھنڈروں کے چاروں طرف سفید دھوئیں کے مرغولے تیر رہے تھے، گورے دروازے کے قریب ٹھہر گیا اور اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری حالت ناگفتہ بہ تھی، یہ جہنم کا کوئی منظر

تھا۔ یہاں کے در و دیوار سے وحشت برستی تھی، گورے نے ایک کنکری اُٹھا کر پھینک دی اور پھر یہ اس کے کسی جادوئی عمل کا اثر تھا کہ مجھے آناً فاناً وہاں ننگ دھڑنگ سیاہ فام انسانوں کے بے شمار چہرے نظر آئے ان کے جسم مضطرب تھے۔ وہ سب سراسیمہ نظروں سے گورے کو دیکھ کر اس کے سامنے جھک گئے لیکن جب انہوں نے میری طرف نگاہ کی تو ان کی آنکھوں میں خوں خواری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ گورے یہ کیفیت بھانپ گیا تھا۔ میرا سانس اکھڑ رہا تھا اور مجھ پر زندگی میں پہلی بار ایسی دہشت طاری ہوئی تھی کہ مجھے خود اپنے آپ پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میرے سامنے وہ محروم و مجبور روحیں تھیں جو اپنے جسموں کی قید سے آزاد ہو کر بھی بے بس تھیں، کیا کوئی اس پر یقین کر سکتا تھا؟ روحیں جسم کا وہ لطف جوہر جس کے لئے مہذب دنیا کے فاضل محققین ایک عرصے سے تحقیق کر رہے ہیں، وہ مُردہ لوگ اپنے مان کے گمان کے ساتھ ہمارے سامنے، ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر تھے، یہ ایک الم ناک اور وحشت ناک مظاہرہ تھا۔ ان میں طرح طرح کے لوگ تھے۔ بہت قدیم زمانے کے بھی اور تاریک براعظم کے موجودہ عہد کے بھی، انہوں نے شاید میری موجودگی پسند نہیں کی تھی، وہ خرخراہٹ، غرغراہٹ، وہ چیخیں جو ان کے حلق سے خارج ہو رہی تھیں، مجھے لرزہ براندام کیے دے رہی تھیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ سب لوگ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ میں نے اپنی ساری توانائیاں خود کو سنبھالنے میں صرف کر دیں، لیکن جب میں ان کے چہرے ان کی آنکھیں دیکھتا تو مجھ پر رعشہ سا طاری ہو جاتا۔ گورے میری کیفیت سے بے خبر سا تھا، وہ اطمینان سے انہیں مخاطب کر رہا تھا۔ ''اے شریف روحو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری یک سوئی میں مخل ہوا۔ تمہارے لیے زمان و مکان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دیوتاؤں کو راضی کرو کہ وہ تمہاری قید و بند کا یہ اذیت ناک سلسلہ ختم کر دیں، تم آسمانوں میں چلی جاؤ اور ہمیں کامرانی سے سرفراز کرو۔''

''یہ روحیں، جابر بن یوسف!'' گورے مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''یہ شریف روحیں ہماری رفیق ہیں، انہیں ہم نے تربیت دی ہے اور ہمارے کئی برگزیدہ لوگ انہیں یہاں روکنے کی کوششوں کے دوران ہم سے جدا ہو گئے ہیں، وہ بھی یہیں ہیں، انہیں روحوں کے درمیان یہ سب ہمارے کام آئیں گی۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جابر بن یوسف اگر تم ہماری خواہش پر عمل نہ کرتے تو ہم تمہیں بھی اس محفل میں قید کر دیتے۔'' اس کے آخری جملے سے میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے علاقے کے کئی بزرگ آبادی سے روپوش ہو کر الگ تھلگ چٹانوں میں بیٹھ کر جارا کا کی خوشنودی میں منہمک ہیں، انہوں نے دنیا ترک کر دی ہے، ان کا مقصد صرف ایک ہے۔ اقابلا کا زوال۔ مگر۔ مگر تم تو کانپ رہے ہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''گورے'' میں نے وحشت سے کہا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اپنا خوف تسلیم کر لیا۔ ''گورے اس وقت مجھے یہاں سے لے چلو، یہاں موت نظر آتی ہے، شاید روحوں کے متعلق میرے ماضی کے خوف مجھ پر غالب ہیں، میں خود کو اس ماحول سے مانوس محسوس نہیں کر رہا ہوں۔''

''کیا۔ کیا تم خوف زدہ ہو جابر؟'' گورے نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''لیکن میرا دم گھٹ رہا ہے۔''

''او یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے، میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم وقت سے پہلے اصرار کر رہے ہو؟ بہر حال اب تمہیں خود کو ان کی صحبت کا عادی بنانا ہوگا اور انہیں اپنی خواہش کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کرنا ہوگا۔'' گورے حکیمانہ انداز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف جیسے شخص سے میں اس

بزدلی اور دوں ہمتی کی توقع نہیں رکھتا۔''

''گورے، میرا سانس گھٹ رہا ہے، وہ دیکھو، وہ میری طرف بڑھ رہے ہیں، ان کی آنکھوں میں میرے لیے تمسخر ہے، ہاں واقعی میں وقت سے پہلے آ گیا ہوں، دیوتاؤں کے لئے مجھے یہاں سے نکالو۔'' میں نے اس کی منت کی۔ ''گورے مجھے یہاں سے لے چلو۔''

''نہیں۔'' گورے سختی سے بولا۔ ''نہیں تم مجھے مایوس کر رہے ہو، میں تمھیں ان کے پاس چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔'' گورے کے لہجے میں جھنجلاہٹ اور خفگی تھی۔

''معزز گورے، مجھے زیادہ باتیں کرنے میں دشواری ہو رہی ہے میں تم سے رحم کا طالب ہوں۔''

''نہیں۔'' گورے دروازے کی طرف مڑا اور چشم زدن میں اس کے پار ہو گیا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے بھاگنا چاہا مگر مجھے دروازہ بند ملا۔ میں نے اس سے سر مارے اور اپنی زائل ہوتی ہوئی توانائی صرف کر دی۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ خون جسم میں کہیں ٹھہر گیا تھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا، وہ میرے اور قریب آ گئے تھے، ان کے بے ہنگم قہقہے میرے دل میں نشتر بن کر چبھ رہے تھے میں دروازے سے چپک گیا۔ وہ مردہ لوگ مجھ سے ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے۔ اب تک میں نے صرف کاہو کی نرم دل روح کو دیکھا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان کے چہرے اتنے غضب ناک اور ان کے قہقہے اتنے عذاب ناک ہوتے ہیں، وہ بے نور آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ بے نور چہرے میرا مذاق اڑا رہے تھے، میں مرے ہوئے لوگوں کے اس اژدہام میں تنہا کھڑا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ میں جابر بن یوسف ہوں، میں اس وقت ایک بچہ تھا جو ایک خوفناک خواب دیکھ رہا ہو، گورے شاید اپنی سحر کار قوتوں سے میرے اعصاب شل کر گیا تھا۔ میں سہما ہوا دیوار کے سہارے کھڑا رہا اور ان کے سفید دانتوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہ اضطراب یہ ہیجان میں نے اپنی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ خوف اور دہشت سے خود بخود میرے ہاتھ اپنے گلے پر دوڑنے لگے۔ پھر یکا یک مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں، بلکہ باگمان کے کاہن کا عطا کردہ اژدہا میرے پاس ہے، شپالی ہے، سوراں کی مالا ہے اس غیر اختیاری حرکت سے میرے جسم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اس حبس خانے میں سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

مجھے اس ہیجان و اضطراب میں اپنے تحائف آزمانے کا خیال ہی نہیں آیا تھا، اب انہیں چھونے کے بعد مجھے اپنے وجود کا احساس ہو رہا تھا، مجھے خود پر شرم آنے لگی۔ ڈگی کے سینگ میرے سینے میں چبھنے لگے۔ میں نے بیک وقت وہ تمام تحائف رگڑے اور ان سے مدد لینے کے مختلف عمل پڑھنے شروع کر دیے۔ میں نے شپالی گلے سے اتار کر ایک چرخی کی طرح گھمائی، شپالی سے ایک تیز قسم کی شعاع نکلی، وہ بے قرار، درماندہ روحیں، کچھ پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کی مراجعت سے مجھے اپنے جسم میں دوبارہ جان آتی محسوس ہوتی ہیں۔ میں نے شپالی مختلف زاویوں سے رکھی اور استالا کی ہدایتوں کے مطابق اسے ان کی طرف اچھال کر انہیں اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ روحیں میرے سامنے روتی اور بین کرتی ہوئی سمٹنے لگیں۔

رفتہ رفتہ مجھے وہاں دھواں نظر آنے لگا۔ کثیف، سفید رنگ کا دھواں، مرغولے اور کھنڈر۔ ایک دہشت۔ میں نے انہیں دور تو کر دیا تھا لیکن اب غار سے باہر نکلنا کوئی آسان مرحلہ نہیں تھا۔ غار سے باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ پتھر کی وہ دیوار اتنی سخت تھی کہ میں اسے ایک انچ بھی جنبش نہ دے سکا۔ روحوں کے غائب ہو جانے کے بعد میں نے چند لمحے توقف کیا اور آنکھیں موند لیں، ان چند لمحوں میں میرے ذہن نے تیز رفتاری سے سوچنا

http://kitaabghar.com

شروع کر دیا تھا پھر میری آنکھیں کھل گئیں، میرے ہاتھ سورال کی مالا پر تھے، اژدہے کا چوبی ڈھانچا اپنی اصل شکل میں واپس آ گیا تھا۔ اپنی تمام چیزیں زندہ، روشن اور متحرک دیکھ کر میرے اندر غرور کا جذبہ اُبھرا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے ہریکا کا مغز بھی کھایا ہے میں نے لوکا سا جیسے دیو کو شکست دی ہے، میرے بازو لوہے کے ہیں، اور میرا دل پتھر کا ہے، یہ جارا کا کی کھوپڑی برکتوں اور طاقتوں کی امین ہے، میرے توانا ہاتھوں کے سامنے یہ پتھر کیا ہے؟ یہ تو ایک پتھر ہے، گورے بھی ابھی اسی سے گزر گیا ہے۔ میں نے اپنے تمام تحائف دیوار سے مس کیے اور ڈگی کے سینگوں سے پتھر پر ضرب لگائی۔ پتھر کی دیوار ہلکی سی ضرب سے کھسکنے لگی۔ میں نے اژدہا اس کے اُوپر چھوڑ دیا۔ اژدہے کا دیوار پر رینگنا تھا کہ دیوار شق ہو گئی اور غار کا بیرونی راستہ صاف نظر آنے لگا۔ بجلی کے طرح میں نے غار کے دہانے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ راستہ تنگ اور تاریک ہے لیکن میں لڑھکتا اور سنبھلتا ہوا آخر دہانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ پتھر کا وہ بڑا تو وہ ہٹانے میں بھی میں نے اپنے ان تمام تحائف سے مدد لی اور فاتحانہ انداز سے باہر آ گیا۔

جب میں باہر نکلا تو غار کا پتھر اپنی جگہ تک گیا اور میں نے دیکھا کہ گورے وہاں کھڑا ہوا ہے۔

☆==========☆==========☆

دجال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کا شاندار انداز بیاں۔ شیطان کے پجاریوں اور پیروکاروں کا نجات دہندہ شیطان کا بیٹا۔ جسے بائبل اور قدیم صحیفوں میں بیسٹ (جانور) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ انسانوں کی دُنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ ہمارے درمیان پرورش پا رہا ہے۔ شیطانی طاقتیں قدم قدم پہ اسکی حفاظت کر رہی ہیں۔ اسے دُنیا کا طاقتور ترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانستہ جو بھی شیطان کے بیٹے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

دجال...... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دُنیا کا ماحول دجال کی آمد کے لیے سازگار بنا رہے ہیں؟ دجالیت کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجال کس طرح اس دُنیا کے تمام انسانوں پر حکمرانی کرے گا؟ 666 کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے کتاب گھر پر دستیاب ہیں۔

میری ندامت کے باوجود گورے نے دوبارہ میری پست ہمتی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ ایک ایسا چرکا تھا کہ اب میں کسی اقدام کے بارے میں کوئی پہل کرتے ہوئے ڈرنے لگا۔ جہاں گورے چاہتا، مجھے لے جاتا۔ اصولاً اس پر ہیبت غار میں بیٹھ کر مجھے روحیں تابع کرنے کا عمل سیکھنا چاہیے تھا لیکن میں نے پھر کبھی گورے سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ جزیرہ انگروما میں، جہاں تک میری شہرت اور شجاعت کا تعلق تھا، لوگ میرا نام عزت واحترام سے لیتے تھے، لیکن اس واقعے کے بعد میرا دل کچھ اداس سا ہو گیا تھا۔ میں گورے کو چھوڑ کر اکثر ساحل کا رخ کرتا مگر سمندر کی لہریں مجھے اور بے چین کر دیتیں۔ نیشا اور تازہ دم دوشیزاؤں نے میری اداسی دور کرنے میں اپنے بدنوں کو عجب عجب لوچ دیے، وہ سمندر تک آ جاتیں اور لب ساحل پُرشور لہروں کی موسیقی میں ان کے بدن لہروں کی طرح بل کھاتے، میں کبھی ان کے ساتھ دور تک نکل جاتا۔ کبھی ہم یوں ہی اداس بیٹھے لہریں گنتے رہتے، پھر گورے نے مجھے مصروف رکھنا شروع کر دیا۔

اڑھائی سال کی طویل مدت کے بعد ایک روز میں گھنے جنگل میں بیٹھا ہر بیکا کو تلاش کر رہا تھا کہ مجھے اپنے قریب سرسراہٹ سی محسوس ہوئی میں نے پلٹ کر ادھر اُدھر دیکھا تو مجھے وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ میں اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہو گیا۔ سرسراہٹ اور قریب محسوس ہوئی۔ گورے دوسرے جنگل میں مجھ سے کچھ دور موجود تھا۔ میں ہکا بکا اپنے اردگرد آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ میرے قدم جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ سرنگا کی عظیم اور پُراسرار دیوی میرے سامنے اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود تھی، کیا یہ کوئی فریب ہے؟ میں نے اپنا سر جھٹک کر دوبارہ اسے دیکھا' وہ وہی تھی۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ''تم؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے شمال کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنا کام چھوڑ کر تیزی سے اسی سمت رخ کیا۔ دیوی میرے آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ مجھ پر شادی مرگ کے جذبات کا غلبہ تھا پاؤں زمین پر رکھتا کہیں تھا' پڑتے کہیں تھے۔ گویا میری نجات کا دن آ گیا تھا۔ سرنگا نے اسے مجھے آزاد کرانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ مجھے کہاں سے لے جا رہی ہے، میں کس طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں گورے کے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔ دیوی ایک شان کے ساتھ مکان میں داخل ہو گئی۔ میں بھی فوراً گورے کے طلسم کدے میں داخل ہو گیا اور میں نے آٹھ آنکھوں والا پتھر اپنے قبضے میں کر لیا اور میں نے اس روشن آگ میں جو طلسم کدے میں ہمیشہ جلتی رہتی تھی، گورے کے تمام طلسمی اسلحہ ڈالنے شروع کر دیئے۔ ذرا سی دیر میں وہ پورا طلسم خانہ جہنم کی آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ مختلف قسم کے جانوروں کی چیخوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ پھر میں اس تپش سے جلد از جلد باہر نکل آیا۔ مکان کے باہر آ کر میں نے دیکھا کہ گورے بستی کے باہر تمام سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ کسی پُراسرار عمل میں مصروف ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری ٹانگیں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں، میرا یہ اذیت دہ اور ہولناک احساس حقیقت پر مبنی تھا کیونکہ میرا نچلا دھڑ پتھر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں نے بے بسی سے دیوی کی طرف دیکھا۔ دیوی جو شاید صرف مجھے نظر آ رہی تھی۔

☆=========☆=========☆

تو کیا میں پتھر میں تبدیل ہو جاؤں گا؟

جزیرہ انگروما کے سربرآوردہ عالم آسمانی عبادت میں مصروف تھے۔

تیزی کے ساتھ ان کے ہجوم میں اضافہ ہوتا گیا۔ پہلی صف، پھر دوسری اور بے شمار صفیں اور ان صفوں کے پیچھے چاروں طرف سے دیوانہ وار چیخیں مارتے ہوئے لوگ بے ہنگم رقص کرتے ہوئے اکٹھے ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زمین سیاہ فام ننگ دھڑنگ آدمی اگل رہی ہو، اتنی جلدی یہ لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے جیسے سیلاب بڑھتا ہے اور جنگل میں آگ لگتی ہے۔ ان کی وحشت ناک چیخوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ایسے بھیانک شور میں ایک تیز سُریلی آواز اُبھری اور ان کی آوازوں پر چھا گئی۔ ان کی دیوانگی میں اور شدت پیدا ہو گئی اور وہ تن دہی سے اپنی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ ان سب کے چہرے میری طرف تھے اور ان کے عریاں جسموں کا ہر حصہ متحرک تھا۔ میری پشت پر گورمے کے طلسم خانے میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا دھواں اتنی دُور تک پھیل گیا تھا کہ جزیرہ انگروما پر سیاہ بادل چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گورمے کا یہ طلسم خانہ اس کی برسوں کی ریاضت کا ثمر تھا۔ میں نے ایک ہی حملے میں اس کے سارے طلسمی ہتھیار جلا کر گورمے کو نہتا کر دیا تھا۔ مقدس ہریکا کی پُراسرار آنکھیں میرے پاس تھیں، اب وہ سمندروں میں انگروما کی طرف بڑھنے والے دوست اور دشمنوں کو دیکھنے سے قاصر تھا۔..........جزیرہ انگروما میں چار بار مقدس ہریکا کو زیر کر کے اس کی آنکھیں حاصل کی گئی تھیں جن میں سے آٹھ آنکھیں سمندر میں پھیلا دی گئی تھیں اور آٹھ آنکھوں پر میں نے قبضہ کر لیا تھا۔

میں کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا صرف چند لمحوں میں وہ مجھے لامحدود زمانے کے لئے پتھر میں تبدیل کرنے والے تھے۔ میرا ہر احساس فنا ہونے والا تھا۔ میرا یہ دل جس نے بڑے بڑے معرکوں میں حوصلہ برقرار رکھا تھا۔ اب اس کی دھڑکن معدوم ہونے والی تھی یہ آنکھیں جو باگمان کے اندھیرے دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اب بے نور ہونے والی تھیں۔ یہ سیماب صفت جسم، میرا تندرست توانا جسم پتھر کے کسی حسین شاہکار میں تبدیل ہو جائے گا۔ وہ جب تک چاہیں گے مجھے طویل نیند میں گم رکھیں گے۔ سرنگا کی دیوی نے اچانک انگروما کے پُرسکون علاقے میں آ کر مجھے اس انجام کو پہنچا دیا تھا۔ میں غروب ہو رہا تھا۔

اور میں نے سوچا، ایسے اذیت ناک لمحوں میں کوئی کیا سوچ سکتا ہے؟ مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ اپنی زندگی کی سب سے آخری غلطی کی ہے، اب اس خمیازہ مجھے نہ جانے کتنی صدیوں تک بھگتنا پڑے گا۔ جزیرہ توری باگمان، زوارشی، انگروما کا یہ معزز اور بہادر شخص، جس نے بڑے بڑے اعزازات حاصل کیے وہ جس نے ہر جگہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ایک ذرا سی عجلت میں مارا گیا۔ جب تاریک براعظم کی جلیل الشان ملکہ اقابلا باغیوں کی اس سرزمین کو نیست و نابود کرنے میں ناکام رہی تھی تو سرنگا کی دیوی ان کی سرشوریوں کی کہاں تاب لا سکتی ہے؟ میں نے انہیں دھوکا دیا جبکہ میں نے خود ان آنکھوں سے ان کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا۔ میں عرصے سے اس جزیرے میں مقیم تھا اور گورمے جیسے پُراسرار شخص کے ساتھ رہا تھا۔ سرنگا کی دیوی جزیرہ توری میں سرنگا کو کوئی اعلیٰ منصب نہیں دلا سکتی تھی، یہ مجھے انگروما کے پھیلے ہوئے طلسمی جال سے کیسے نجات دلائے گی؟ انگروما سے نجات ناممکن تھی۔ یہاں لوگوں نے صرف آنا سیکھا تھا، انہوں نے اپنی عظمت و فضیلت اپنے علم و ریاض سے تاریک براعظم میں ایک ایسی سلطنت قائم کی تھی جس سے جانے کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ان صاحب اسرار باغیوں کا جلال و کمال دیکھ کر ہی میں نے بہت غور و فکر کے بعد ان میں ضم

http://kitaabghar.com

ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک غیر محتاط جذباتی لمحے میں میری ساری گزشتہ جدوجہد رائیگاں ہو گئی۔ میں اب پتھر میں تبدیل ہو رہا تھا۔ انگرو ما کے بہت سے عام آدمیوں کی طرح، میں بے بسی سے دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ دیوی جو شاید صرف مجھے نظر آ رہی تھی۔

ایک سریلی شیریں آواز جزیرہ انگرو ما کے مشتعل اور بدحواس لوگوں کے شور اور عبادت پر غالب آ رہی تھی۔ یہ آواز دیوی کی اس بانسری کی تھی جسے وہ اب نہایت سرمستی کے عالم میں بجا رہی تھی۔ انگرو ما کے عبادت گزار اشخاص کی عبادت میں بار بار رخنہ پڑ جاتا۔ انہوں نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور وحشت سے چہار اطراف دیکھنے لگے۔ بانسری بجاتے بجاتے دیوی میرے نزدیک آ گئی اور اس نے میرے جسم کے بالائی حصے پر اپنا نرم و نازک ہاتھ پھیرا۔ ادھر گروتا، گورے اور انگرو ما کے دوسرے لوگ صف اول میں کھڑے جارا کا کی کھوپڑی سامنے رکھ کر مجھے پتھر بنانے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے، میرا جسم دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ہاتھ ابھی تک متحرک تھے اور میں نے اپنے تحائف چھینے سے انکار کر رکھے تھے۔ شپالی بطور خاص میں نے اپنی مٹھی میں بند کر لی تھی۔ طلسم خانے کی آتش سے گوشت اور چربی جلنے کی بو ساری فضا میں پھیل گئی تھی۔

جب وہ بالائے ناف مجھے منجمد کرنے میں ناکام رہے اور ان کے طلسمی اعمال کے باوجود بانسری کی پُر شور لے میں کوئی فرق نہ آیا تو وحشت کے عالم میں گروتا نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں کو کوئی اشارہ کیا۔ یہ اشارہ منتقل ہوتے ہوتے سب سے پچھلی صف تک پہنچ گیا اور دو نوجوان سیاہ فام لڑکیاں، جن کے بدن کسی ادھ کھلے پھول کی طرف تر و تازہ تھا۔ گورے اور گروتا کے آگے آ گئیں۔ گروتا کے بلند ہاتھوں میں جارا کا کا علامتی نیولا تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ اس کے ہاتھ پر ادھر ادھر اچھل رہا تھا۔ گورے نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے ایک لمبے خنجر سے زمین میں ایک چھوٹا دائرہ بنایا۔ وہ زمین کو اس طرح کاٹ رہا تھا جیسے وہ کوئی پکا ہوا پھل ہو۔ گروتا نے کٹی ہوئی زمین کے اس حصے کی مٹی کا تودہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی طبق کے مانند اٹھا لیا۔ اندر ایک چوکور گڑھا پیدا ہو گیا۔ گڑھے میں گورے نے کوئی سفوف نما چیز ڈالی جس سے دھواں اٹھنے لگا۔ ان دونوں نے باہمی اتحاد سے یہ عمل اتنی عجلت میں کیا کہ کوئی اور موقع ہوتا تو میں ان کے مشاقی اور ہنرمندی کی داد ضرور دیتا۔ گروتا نے گڑھے میں اتر کر اپنا جسم کئی بار چھپایا اور باہر نکل کر دوبارہ گورے کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ گڑھے کا دھواں تیز اور تیز ہوتا جا رہا تھا۔

گڑھے کے گرد دونوں نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کر دیا تھا۔ ایسا رقص جو میں نے تاریک براعظم کی سرزمین پر اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پیچھے ڈھول اور تاشوں کی ہیبت ناک آواز۔ ادھر ان کا اعصاب شکن رقص، رقص موت ادھر بانسری کی آواز میں اور زور پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ میں نیم پتھر، نیم جاں، امید و بیم کی کیفیت میں کھڑا کبھی دیوی کو دیکھتا کبھی میرے کانوں کے پردے اس شور سے پھٹنے لگتے۔ میں کبھی ان وحشیوں کو دیکھتا جنہوں نے آج اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کی ٹھان لی تھی۔ ان کی دو نوجوان گل بدن لڑکیاں گڑھے کے طلسمی دھوئیں کے مرغولوں میں اتنی تیزی اور پھرتی سے متحرک رہی تھیں جیسے وہ ایک مشین ہوں جس کا بٹن دبا دیا گیا ہو۔

یکا یک گروتا کے کاندھے پر بیٹھا ہوا نیولا جست لگا کر زمین پر کود گیا اور میرے گلے میں پڑے ہوئے چوبی اژدہے کی طرف بڑھا۔ اس نے جھپٹ کر اژدہا میرے گلے سے چھیننا چاہا۔ میں نے اسے اور زور سے دبا لیا لیکن میرے اس اقدام پر نیولا بار بار میرے گلے کی طرف جھپٹنے لگا۔ قریب تھا کہ میری گردن میں پڑے ہوئے تحائف ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتے کہ میں نے جارا کا کی کھوپڑی آگے کر لی اور اسے ہاتھ میں لے کر زیر لب

ایک دعا پڑھی۔ پھر میں نے اپنے چوبی اژدہے کا ڈھانچا زمین پر چھوڑ دیا۔ اژدہا زمین پر گرتے ہی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اس نے رینگنا شروع کر دیا اور نیولا مجھ پر حملہ کرنے کی بجائے اس سے الجھ گیا۔ زمین پر ان دونوں کے درمیان رسا کشی شروع ہو گئی اور وہ الجھتے الجھتے گڑھے کے نزدیک پہنچ گئے۔

دیوی بدستور بانسری بجانے میں منہمک تھی۔ اس کی لے اتنی دردناک اور پُراثر تھی کہ وہ پاگلوں کی طرح اس کی سمت کا تعین کر رہے تھے۔ انہوں نے نیولا اس وجہ سے میرے پاس بھیجا تھا کہ دیوی میرے قریب تھی لیکن نیولا میرے گلے میں پڑا ہوا چوبی اژدہا دیکھ کر اس سے الجھ گیا اور میں نے اژدہے کو اس لیے زمین پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اپنے پرانے دوست سے معانقے میں مصروف رہے' گروتا کے ہاتھوں سے نیولا نکل چکا تھا۔ آخر گروتا نے ان دونوں لڑکیوں کو گڑھے کے اندر کھڑے ہونے کا حکم دیا اور خود دور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک اشارے پر بے شمار تیر ان دونوں لڑکیوں کے جسموں میں پیوست ہو گئے' کسی چھلنی کی طرح خون ان کے جسموں سے بہنے لگا۔ انہیں کوئی چیخ مارنے یا اُف تک کرنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ دھواں اٹھتا ہوا گڑھا خون سے بھر گیا۔ انہوں نے لڑکیوں کے ستے ہوئے بدن نکال کر ایک طرف پھینک دیے اور وہ سب زمین پر لیٹ گئے اور انہوں نے زمین سے اپنے سینے ماتمی انداز میں رگڑنے شروع کر دیے۔ ہجوم کے حلق سے متواتر عجیب وغریب چیخیں نکل رہی تھیں اور ان میں ایسی ہیبت تھی جیسے بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج میں ہو۔ وہ زمین سے اٹھے اور انہوں نے گڑھے کا خون اپنے منہ اور جسم پر ملنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ گڑھا خشک ہو گیا۔

انگروما کا ہر شخص کسی نہ کسی عمل میں مصروف تھا۔ وہاں پُراسرار علوم جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ جب انہیں خاصی دیر ہو گئی اور میرا بلائی دھڑ جوں کا توں رہا تو مجھے کچھ ڈھارس ہوئی۔ یقیناً دیوی کو وہ اپنی سرزمین سے نکالنے اور اس کی بانسری کی آواز بند کرنے میں ناکام ہو گئے تھے اور دیوی بہت سرشار حالت میں بانسری بجا رہی تھی۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی دھن میں مگن تھی۔ زمین سے اٹھ کر اور خون اپنے جسم پر مل کر انہوں نے جارا کا کا نام لے کر آسمان کی طرف دیکھا۔ نیولا میرا اژدہا چھوڑ کر دوبارہ گروتا کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔ مجھے حیرت تھی وہ اب تک ایک فاصلے پر کیوں کھڑے ہیں؟ آگے کیوں نہیں بڑھ رہے ہیں؟ انہیں کون سی طاقت روکے ہوئے ہے؟ میرے قریب دیوی کھڑی تھی شاید اس نے انہیں ایک فاصلے پر رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ سر پٹک پٹک کر اور جھنجلا جھنجلا کر بار بار ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ آخر ایک بوڑھا شخص ضعیفی چیرتا ہوا آگے آیا' گورے' گروتا اور دوسرے بزرگ اس کے قدموں پر جھک گئے۔ اس نے انہیں دھتکار دیا۔ میں نے انگروما میں پہلے اس شخص کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی جھول رہی تھی اور گلے میں اتنی چیزیں لٹک رہی تھیں کہ گردن جھک گئی تھی۔ اس نے اپنے گلے سے ایک مالا توڑ کر اس کے موتی فضا میں اڑا دیے اور محتاط انداز میں قدم بڑھانے لگا۔ اس کے پیچھے ایک ہجوم بڑھا۔ وہ سب بہت احتیاط سے ایک ایک قدم چل کر کوئی عمل پڑھتے ہوئے رکتے اور آگے بڑھتے رہے۔ سب سے آگے وہ شخص تھا جو ابھی ابھی آیا تھا' گورے' گروتا اور اس کے ساتھی عقیدت مندانہ انداز میں اس کے پیچھے تھے۔ ان میں سے کئی لوگ میرے دوست تھے اور مجھے علم تھا کہ وہ علم وفضل میں یکتائے روزگار ہیں۔ انہیں اپنی جگہ سے حرکت کرتے اور اپنی طرف آتے دیکھ کر دیوی میرے پاس سے ہٹ گئی اور مجھ سے دور کھڑی ہو گئی۔ نتیجتاً ہجوم کی سمت کا رخ اسی طرف ہو گیا وہ

اس نادیدہ آواز کی سمت کا سراغ لگانے اور اس کا تعاقب کرنے میں سرگرداں تھے۔ اس آواز نے ان کی سحر کاریاں بے اثر کر رکھی تھیں۔ وہ آواز کو پکڑنا چاہتے تھے۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ اور باکمال لوگ تھے کہ دیوی کا ان سے بچ کر نکلنا مشکل تھا۔ مگر دیوی مسلسل اپنی جگہ بدل رہی تھی۔ اس نے کوئی ایسا عمل کیا تھا جس سے وہ نابلد تھے۔ وہ میرے قریب سے ہو کر گزر گئے۔ دیوی راستہ بدلتی رہی اور ہجوم بھی بانسری کی آواز کی سمت شور مچاتا ڈھول بجاتا ماتم کرتا غضب ناک انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

فضا کے ہول ناک شور کی گونج سے معلوم ہوتا تھا کہ آندھیاں چل رہی ہیں۔ وہ دیوی کی آواز کے ساتھ مجھ سے دور ہوتے گئے اور چکر کاٹتے رہے۔ انہوں نے میری طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ دیوی کبھی پیچھے کبھی آگے ہو جاتی۔ وہ اندھوں کی طرح جدھر سے آواز آتی اسی طرف دوڑ پڑتے۔ جہاں تک میری نظر کام کرتی رہی میں انہیں دیکھتا رہا۔ پھر دیوی اور وہ ہجوم میری بصارت کی حدود سے باہر چلا گیا۔ یہ ایک ایسا منظر تھا کہ اگر کوئی نو وارد دیکھ لیتا تو اس کی زندگی وفا نہ کرتی۔ میں نے یہاں آکر بہت کچھ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں یہاں تک دیکھ سکتا تھا کہ درخت کی کوئی ٹہنی لپک کر مجھ سے باتیں کرے اور پانی میں آگ لگ جائے اور جانور انسانی لب ولہجہ اختیار کر لیں۔ طلسم واسرار کی زمین میں میری رسائی کا سبب شاید یہی تھا کہ میں نے سب کچھ قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے وہ دائرہ توڑ دیا جو دیوی نے قائم کیا تھا وہ کسی بھی لمحے دوبارہ پھر آکر میرا جسم خاک کے ان گنت ذروں میں تقسیم کر سکتے تھے۔ اگر وہ انتقام اور غضب میں بڑھتے تو میں ایک لمحے بھی زمین سے اپنا رشتہ برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن شاید انہوں نے اس طاقت کا اندازہ کر لیا تھا جو مجھے انگرو ما کی قید سے نجات کے لیے میری مدد کو آئی تھی۔ وہ ان کے سامنے نہیں تھی لیکن انہوں نے اس کی آواز سونگھ لی تھی اور اپنی تمام تر کوشش آواز کے بدن اور اس کا منبع اور مخرج قید کرنے کی طرف مبذول کر دی تھی۔ میں کشمکش وپیچ کی حالت میں کھڑا ان کی یا دیوی کی واپسی کا منتظر تھا۔ اچانک مجھے دور کچھ رنگ ہوا کے پروں پر لہراتے نظر آئے اور پھر ان رنگوں نے میرے قریب آکر دیوی کی شکل اختیار کر لی اس نے میری سمت دیکھ کر صبر وتحمل کے انداز میں اپنا پیچھا دکھایا اور اپنے رنگ، اپنی آواز سمیت کہیں غائب ہو گئی۔ ہجوم کا رخ اب میری طرف تھا۔ وہ ایک جگہ آکر ٹھٹکنے کے انداز میں رک گیا۔ گورے نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں روک لیا تھا۔ وہ مجھے زہریلی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور مجھے ان کے غضب کا پورا اندازہ تھا۔ اب ان کے ساتھ وہ بوڑھا شخص نہیں تھا جو اچانک وارد ہوا تھا۔

''ٹھہرو۔ اگر یہ زندہ رہے گا تو وہ دشمن آواز، وہ نادیدہ طاقت پھر اس کی سمت رخ کرے گی۔ وہ ضرور آئے گی تو دیکھ لے گی کہ ہم نے اپنے دن ضائع نہیں کیے ہیں ہم نے مقدس جاراکاکا کی خوشنودی کے لیے صدیاں قربان کر دی ہیں۔''

''جابر بن یوسف۔ اے معزز شخص!'' گرونا کے نرم وشفیق لہجے پر مجھے حیرت ہوئی۔ حالانکہ گورے کے طلسم خانے کی دیوار سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ میں نے اپنے کان اس طرف لگا دیے۔ گرونا کہہ رہا تھا۔ ''تو ہمیں بتا، وہ کون ہے جو اتنے زمانے بعد جزیرہ انگرو ما کی پرسکون فضا میں ہلچل مچانے آگیا ہے؟ سن اے مرد شریف وقت آگاہ! اگر تو ہم سے زیادہ کچھ طاقتوں سے واقف ہے اور وہ طاقتیں تیری ذات کے لیے اتنے بڑے خطرے مول لے سکتی ہیں تو وہ اور تو دونوں ہمارے لیے مقدس ومحترم ہیں۔ ہم اس کی عبادت کریں گے اور جاراکاکا کی طرح اس کی خوشنودی حاصل کر کے اپنی طاقت اور درجے میں اضافہ کریں گے۔ تو انگرو ما پر سب سے قابل احترام شخص ہو گا ہمیں یقین ہے کہ ہم نے غلط آدمی کا انتخاب نہیں

کیا ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟''

''مقدس لوگو!'' میں نے تمام تر انکسار سے کہا۔ ''میں جانتا ہوں تمہاری آنکھوں پر پردہ نہیں پڑا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ جب میں نے تمہارے غول میں شرکت کی تھی اس وقت میں کسی مذموم خیال سے آلودہ نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ جب بھی صادق تھا۔ اب بھی صادق ہوں۔ آج دفعتاً میں نے یہ محسوس کیا جیسے کوئی میرے قریب ہو اس نے خواب ناک آواز میں مجھ سے کہا۔ چلو اپنی زمین پر واپس چلو اتمہارا پانی، تمہاری غذا تمہیں بلا رہی ہے۔ میں کسی سحر کا اسیر ہو گیا اور میں نے کہا۔ چلو۔''

''کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟ سچ بتا جابر بن یوسف! کیا تم اسے نہیں جانتے؟'' بہت سے لوگوں نے ایک ساتھ پوچھا۔ ''کیا یہ تمہاری پاکیزگی میں آلودگی کی علامت نہیں ہے؟''

''ہاں...... میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ رنگوں کی ایک کہکشاں تھی اور میں نے اسے سنا ہے وہ عربی کا غنائیہ تھی۔ جب میں نے رنگوں کو بولتے دیکھا تو میں ان میں کھو گیا، اس آواز نے مجھے حکم دیا۔ جابر بن یوسف میرے ساتھ آ۔'' میں نے سر جھکا دیا۔'' میں نے انھیں فصاحت سے متاثر کرنا چاہا۔

''خوب خوب''۔ گورے بولا۔ ''اور تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم کس زمین کی پناہ میں ہو؟ تم نے اسے یہ باور نہیں کرایا کہ اب تم دنیا میں سب سے دلکش اور محفوظ جگہ پر ہو۔ جہاں علم کی قدر ہے، جہاں زندگی کا ایک مقصد ہے..... تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم عالموں اور دانش مندوں کے درمیان ہو۔ اور تم تاریک براعظم کی رسوا اور ظالم ملکہ اقابلا کے خلاف صف آرا ہونے والے ہجوم میں شامل ہو گئے ہو؟ آہ جابر بن یوسف! تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ جزیرہ انگروما کی زمین سرسبز ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور اس کی عورتیں شاداب ہیں۔'' گورے نے مجھ سے زیادہ فصیح لہجے میں کہا۔

''کیا ایک ایسی بڑی طاقت میری دلیل سے متاثر ہو سکتی تھی جس نے اپنی آواز کے جادو سے انگروما کے بزرگوں کو تا دیر پریشان رکھا۔'' میں نے اعتماد سے جواب دیا۔ ''مجھے اس سے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ سنو معزز لوگوں! میں سمجھتا ہوں یہ ہماری غفلت کے بارے میں کوئی آسمانی تنبیہ ہے۔ کوئی اشارہ ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کچھ کم پر جوش ہو گئے ہیں۔ ہم نے شراب زیادہ بنانی شروع کر دی ہے۔ ہم پر عورتیں اپنا اثر بڑھا رہی ہیں۔ زمین کی آلائشوں سے ہمارے ہاتھ آلودہ ہیں۔'' میں نے تاثر انگیز لہجے میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔'' گرونا تاصف سے بولا۔ ''ہم نے اس غفلت میں گورے کا طلسم خانہ کھو دیا۔''

''مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی درس گاہ نذر آتش کر دی لیکن میرے پاس ہر یکا کی مقدس آنکھیں محفوظ ہیں۔ یہ غلطی ہم میں سے کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اگر اسے کسی بلا سے واسطہ پڑتا۔ کیا میں نے تمہیں مطمئن کر دیا ہے؟'' میں نے ان کے کرب ناک چہرے دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں جابر بن یوسف! تمہاری موجودگی ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہے۔ تم اب زمانوں کے لیے پتھر میں مقید کیے جا رہے ہو۔ تمہارا زیریں حصہ منجمد ہو چکا ہے۔ جب ہمیں تمہاری ضرورت پڑے گی۔ اور ہم علم و فضل میں کچھ اور آگے بڑھ جائیں گے تو ہم تمہیں بیدار کر لیں گے۔ ممکن ہے وہ کبھی دوبارہ اس طرف کا رخ کرے۔ آئندہ ہم اسے واپس نہیں جانے دیں گے۔ ہمارے وہ بزرگ جو انگروما کے غاروں میں بیٹھے

ہمارے لیے عبادت میں مصروف ہیں انھیں ہم طلب کرلیں گے۔ اور روحوں کو آزاد کرلیں گے۔ ہم کیا کرسکتے ہیں؟ یہ تم جانتے ہو۔'' گرونا کے لہجے میں سختی آ گئی تھی۔

''نہیں...... میں پتھر میں منتقل ہونا نہیں چاہتا۔ میرے بیان پر شک نہ کرو۔ میں تمہارا ساتھی ہوں۔ میں نے اقابلا کی سرکوبی کے لیے کیا تمہارے ساتھ آواز نہیں ملائی۔ مجھے علم کی لگن ہے اور میں کسی بھی موقع پر تمہارا اچھا گھوڑا ثابت ہوسکتا ہوں۔ جب میں تم سے کچھ سیکھ لوں گا۔ اس وقت تم مجھے پتھر کا خول پہنا دینا لیکن ابھی...... ''میں ان کی منت کرتا رہا۔ انہوں نے میری کوئی درخواست درخورِ اعتنا نہیں سمجھی۔ وہ اپنے جادوئی عمل میں مصروف ہو گئے۔ پتھر میں منتقل کرنے کا گر میں نے بھی سیکھا تھا۔ میں انھیں کسی وقت بھی بیدار کرسکتا تھا لیکن کتنی ہی بار یہ عمل پڑھنے کے بعد میری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ جب وہ کسی طور اپنے ارادے سے باز نہیں آئے تو میں نے ڈھال کے طور پر شپالی ان کے آگے کردی۔

''اسے ہٹالو۔'' گرونا چیخا۔ ''اسے ہٹالو جابر بن یوسف! تمہاری یہ مزاحمت بے سود ہے۔''

''میری درخواست ہے کہ تم اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرلو۔''

''تم کن لوگوں سے انکار کررہے ہو؟'' گورے نے کہا۔

''اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے۔'' میں نے لجاجت سے کہا۔

''تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنے موجودہ جسم میں نہ رہو۔'' گرونا بولا۔ ''یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ تمہاری حفاظت ہے۔''

انہوں نے میری درخواست پر اپنے ردِعمل میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ معاً مجھے یہ احساس ہوا جیسے میرے جسم کے بالائی حصے پر سرنگا کی عظیم دیوی اپنا ہاتھ پھیر رہی ہے۔ ادھر میں نے زیریں حصہ منجمد ہونے سے بچانے کے لیے اپنے تحائف کے ذریعے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ میں نے ڈگی کے سینگ آگے کردیے، اژدہا زندہ کیا اور شپالی رگڑتا رہا۔ میں نے اپنے تحفے اپنے جسم پر پھیلا لیے۔

''تم غلطی کررہے ہو۔ حیرت ہے تمہیں انگروما کے بزرگوں کا عرفان ابھی تک نہیں ہوا۔''

''مجھے ان کا پورا عرفان ہے، لیکن میں پتھر میں منتقل ہونے سے مرجانا بہتر سمجھتا ہوں۔ میں کسی احساس کے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔''

گورے نے گرونا سے کچھ کہا۔ گرونا سفاکی سے کہنے لگا۔ ''اگر تم آمادہ نہیں ہو تو ہم تمہارے آدھے جسم پر ہی قناعت کرلیں گے؟''

''کیا...... کیا تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟''

''ہاں۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ بہت جلد تم خود یہ مطالبہ کرو گے کہ ہم تمہیں مکمل طور پر پتھر میں منتقل کردیں۔ ہم تمہیں کھلے آسمان میں ایستادہ کریں گے۔ تاکہ دوبارہ کوئی تمہارے پاس آئے اور ہم اسے بھی تمہاری طرح اپنے بڑھتے ہوئے ہجوم میں شامل کرلیں۔''

''نہیں دوستو۔ اے انگروما کے نیک لوگو! یہ ظلم ہے یہ میری وفاداریوں کی ناسپاس گزاری ہے۔ میں تم سے احتجاج کرتا ہوں۔''

''آؤ مقدس جاراکا کی عبادت کریں۔'' گرونا نے ہجوم سے کہا۔ ''انگروما کے لوگ اس نادیدہ آواز کی ہزیمت کا جشن منائیں۔ جابر بن یوسف کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔ جب وہ آمادہ ہو جائے گا تو ہمیں اس کا بالائی جسم پرسکون کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔''

میرے پکارنے اور احتجاج کرنے کے باوجود وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میری آنکھیں گورے کے طلسم خانے کے دھوئیں سے جلنے لگیں۔ سرنگا کی دیوی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی؟ میں نہ زندوں میں تھا نہ مردوں میں۔ میرا نچلا حصہ مفلوج تھا اور اوپر کا حصہ اپنی زبوں حالی پر نوحہ خواں تھا۔ میں تا کے اس کیفیت میں مبتلا رہ سکتا تھا؟ میں کب تک اپنا بالائی حصہ زیریں حصے پر گزار رکھ سکتا تھا؟ اگر وہ اس طرف کا رخ کریں تو میرا کیا حال ہو گا؟ پھر مجھے خیال آیا کہ دیوی کا پتہ چلانے کے لیے ہر بیکا کی آنکھوں سے مدد لینی چاہیے۔ لیکن ان آنکھوں کے حد میں سمندر کی لہریں تھیں۔ اور دیوی سمندر میں کہیں نہیں تھی۔ ممکن ہے وہ جزیرے ہی میں کہیں روپوش ہو گئی ہو؟ وہ دوبارہ آئے گی تو مجھے کیا رویہ اختیار کرنا ہوگا؟ اب وہی میرا سہارا ہے۔ انگرو ما کے لوگ اب مجھ سے متنفر ہو چکے ہیں۔ دیوی ہی عافیت کا ایک راستہ ہے، جب وہ انگرو ما کے سحر سے بچ کر جا سکتی ہے۔ کالاری جیسے دیو ہیکل شخص کو ختم کر سکتی ہے۔ اقابلا کے روبرو شیشے کا جار توڑ کر نکل سکتی ہے۔ وہ یہاں آ سکتی ہے تو وہ دوبارہ آ کر میری مدد کیوں نہیں کر سکتی؟"

اب اس میدان میں کوئی نہیں تھا صرف میں تھا۔ آخر گورے کے طلسم کدے کے ملبے سے نیشا برآمد ہوئی۔ میں نے اس حسین عورت کو پوری قوت سے پکارا کہ وہ ان لوگوں سے اپنے بدن کے حوالے سے میری سفارش کرے۔ نیشا انگرو ما میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہونے کی دعوے دار تھی۔ وہ ایک حسرت ناک نظر ڈال کر اس طرف چلی گئی جس طرف ہجوم گیا تھا۔ میں اسے پکارتا رہ گیا۔

رات کے وقت میری آنکھوں میں درد ہونے لگا۔ گردن ڈھلکنے لگی۔ گورے کی تباہ شدہ طلسم خانے سے جو بھی گزرتا، میری ہیئت کذائی دیکھ کر مسکراتا ہوا چلا جاتا۔ جابر بن یوسف الباقر کے سینے پر عظیم الشان نوادر آراستہ تھے مگر وہ اپنا نچلا دھڑ اپنی اصل حالت میں لانے کا حقیر سا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔

رات کے آخری پہر جب میرا بالائی جسم بری طرح دکھنے لگا، میری آنکھیں کھلنے لگیں، میں نے دیکھا، وہ خانوادہ اقابلا کی بدنصیب کنیز نیشا تھی۔ نیشا نے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں، اس کی انگلی میں بالوں کی ایک لٹ جل رہی تھی۔ اور جلتے ہوئے بالوں کی روشنی میرے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ "نیشا!" میں نے کرب سے آواز دی۔

"میں تمہیں زمین پر لٹا دیتی ہوں، اس طرح تمہیں کچھ آرام مل جائے گا اور تم اپنے تحائف سے مدد لینے کے قابل ہو جاؤ گے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے بازوؤں میں حمائل کر دیئے وہ مجھے لیے زمین پر گر گئی۔ "نیشا! میں نے اس کی زلفیں چومتے ہوئے کہا۔ "تم میری مدد کر کے خسارے کا سودا کر رہی ہو۔"

"شش..... وہ بولی۔" وہ میرا کچھ نہیں کر سکتے میں نے مشروب حیات پیا ہے، میں ان کی ضرورت ہوں اور تمہارے کچھ زیادہ کام بھی نہیں آ سکتی مگر جابر تم نے یہ کیا کیا؟"

"میں مجبور ہو گیا تھا شاید مجھے نجات مل گئی۔"

"اوہ میرے غریب آدمی۔ دیوتا تم پر رحم کریں۔ تم نے کیسی مصیبتیں اٹھائی ہیں، کیسے نادر تحائف حاصل کیے ہیں تمہارا کیا حال ہو گیا

ہے۔تم اپنے تحائف کا آزادانہ استعمال کیوں نہیں کرتے؟ ان سے کیا ممکن نہیں ہے مگر میرے دوست یہ خیال رکھنا کہ اگر انگرومامیں تاریک براعظم کے سب سے قدآور لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ مجھے فوراً یہاں سے جانا چاہیے۔''

''عزیز نیشا، اب میں زمین پر لیٹ کر تحائف استعمال کروں گا مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ ادھر کا رخ کرے گی۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''وہ کون؟'' نیشا نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ۔'' مجھے فوراً خیال آ گیا اور میں نے کہا۔'' وہی رنگوں کی کہکشاں، وہی صوت وسرود کا سمندر۔ میں اسے کیا نام دوں؟''

''شاید وہ کبھی نہ آئے۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔'' نیشا نے افسردگی سے کہا اور میرے پہلو سے اٹھ کھڑی ہوئی اسے زیادہ دیر تک روکنا مناسب نہیں تھا۔

☆==========☆==========☆

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچایئے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجیے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

میں نے اسے جانے دیا اور اب میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی ٹانگوں کو بالائی حصے کے زور سے حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنے تحائف سر کی طرف ڈال کر گردن دونوں طرف سے پکڑ کر صرف سینے کے بل زور دیا۔ میں اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا۔ یہ ایک تکلیف دہ عمل تھا۔ دو تین بار اسی طرح میں نے جھٹکے دیے اور لڑھکتا ہوا ایک درخت کے سائے میں آ گیا۔ نیچے مخملیں سبزہ تھا۔ نیشا کے جام کا اثر چڑھ رہا تھا۔ آنکھیں بھاری ہونے لگیں اور میں نے دل کی گہرائیوں سے سرنگا کی دیوی کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی میں نے شپالی کی ڈوری کا آخری سرا تھام کر اسے اپنی ٹانگوں پر پھیرنے کی کوشش کی اور اژدہے کو اپنی حفاظت کے لیے حکم دیا۔ جتنے عمل بھی مجھے یاد تھے وہ میں نے دہرانے شروع کر دیے۔ نہ جانے وہ کون سا عمل تھا کہ مجھے اپنی ٹانگوں میں حرکت سے محسوس ہوئی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دیوی ٹانگوں کے نزدیک بیٹھی میری زیریں حصے پر ہاتھ پھیر رہی ہے۔ میری ٹانگیں صحیح وسلامت تھیں میں نے وفورِ مسرت سے اس کے ہاتھ پکڑنے چاہے لیکن وہ دور ہوتی چلی گئی۔ میں اٹھ کر بے تحاشا اس کی طرف دوڑا۔ چند ہی قدم چل کر اس نے مجھے ساحل کی طرف اشارہ کیا اور ایک خاص جگہ جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے مجھے آگے بڑھنے کے لیے ہاتھ پھیلائے اور خود رک گئی جب میں خاصی دور نکل گیا تو وہ مجھے اپنے پیچھے ایک فاصلے پر آتی ہوئی نظر آئی۔ لیکن اس کے پیچھے کیا تھا؟ ایک طویل سیاہ چادر۔ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

اس سیاہ تاریک رات کو میں گورے کے گھر سے قریب تھا ابھی ہم چند قدم تیز رفتاری سے دوڑے ہوں گے۔ کہ حبشیوں کی آمد کا غلغلہ ہوا۔ وہی شور وہی نقارے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے دھند کے سوا کچھ اور نظر نہیں آیا۔ البتہ دیوی میرے تعاقب میں تھی۔ اچانک بجلیاں سی کڑکیں اور انہوں نے دیوی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ روشنیوں کے جھماکے آناً فاناً اس کے وجود پر مسلط ہو گئے۔ دیوی کے پیچھے ایک ہولناک قیامت برپا تھی جس کی دید سے میں محروم تھا۔ میں صرف شور اور ہا ہو سن سکتا تھا اور چمکتی ہوئی بجلیاں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کے اور دیوی کے مابین ایک عجیب طلسمی جنگ جاری ہے۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنے سے میں گر پڑتا اور پھر بھاگنے لگتا۔ شعلوں، روشنیوں کے جھماکوں اور تیزوں کے درمیان دیوی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ میرے راستے کی دیوار بنی ہوئی تھی اور تمام وار خود سہہ رہی تھی۔ عقب میں پورا جنگل جلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جو مشعلیں تھیں۔ ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دیوی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ دیوی کے دونوں ہاتھ روشنیوں میں نہا رہے تھے۔ اور وہ اتنی بڑی اور اتنی قد آور معلوم ہو رہی تھی کہ میں دور چلتے ہوئے بھی اس کی آغوش کی امان محسوس کر رہا تھا۔ سمندر تک یہ لڑائی جاری رہی۔ مشعلیں آسمان پر اس طرح اڑ رہی تھیں جیسے طیاروں کی جنگ جاری ہو۔ اگر میں اس بار ان کے ہاتھ پڑ جاتا تو مجھے روحوں کے غار میں دھکیل دیتے۔ یہ میرے لیے آخری موقع تھا۔ چنانچہ میں پوری طاقت سے بھاگ رہا تھا۔ انگرو ماسے فرار۔ وہاں سے نجات کے خیال کی بنا پر جسم میں ایک سنسنی دوڑی ہوئی تھی۔ ایک جوش۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ مگر یہ ممکن ہو رہا تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیوی کا رخ بدل گیا ہے۔ میں نے بھاگ کر اس کے بدن کی سیدھ میں ہو گیا اور بار بار تصدیق کرتا رہا کہ میں کہیں اس کی امان سے نکل تو نہیں رہا ہوں؟ ابھی میں کچھ دور چلا تھا کہ مجھے ساحل پر کشتیوں کی ایک قطار کھڑی نظر آئی۔ میں کئی بار ساحل کی طرف آیا تھا لیکن میں نے وہاں ایک بھی کشتی نہیں دیکھی تھی۔ خود میری کشتی بھی انہوں نے اوجھل کر دی تھی۔ کشتیاں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں انگرو ماسے نجات حاصل کر رہا ہوں۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ڈھائی سال کا طویل عرصہ گزرنے

کے بعد ایک دن رہائی کا پروانہ مل جائے گا۔ اب دیر کیا تھی؟ سامنے سمندر تھا اور کشتیاں موجود تھیں۔ دیوی اپنی غیر معمولی طاقت کے ذریعے دحال بنی ہوئی یہاں تک لے آئی تھی۔ جب میں نے انگروما کی خشکی سے قدم اٹھائے اور سمندر کا پانی میرے جسم سے لگا تو مجھ پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں بھول گیا کہ پیچھے لرزہ خیز معرکہ جاری ہے، اور دیوی اب بھی مصیبت میں ہے کیونکہ وہ اپنے تمام حربے آزمائیں گے۔ آسمان آگ اگل رہا ہے اور زمین پر چاروں طرف سے نیزے اٹل رہے ہیں۔ وہ نیزے جن میں آگ کے تیر تھے۔ وہ سمندر میں ادھر ادھر گر رہے ہیں۔ کوئی تیر میرے سر پر بھی لگ سکتا ہے؟ اب کچھ بھی ہو۔ میں نے کشتی کو دھکا دیا اور اچھل کر اس میں بیٹھ گیا۔

جب کشتی لہروں کے اوپر آئی تو میں نے انگروما پر الوداعی نظر ڈالی۔ ساحل پر مشعلوں کی قطاروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آگ لگی ہوئی ہو۔ مشعلیں دور دور تک نظر آ رہی تھیں، نیزے میرے دائیں بائیں گر رہے تھے اور سمندر کی لہریں مجھے انگروما پر دوبارہ دھکیلنے کے لیے اپنا زور صرف کر رہی تھیں۔ چنگاریاں میری کشتی کے اوپر رقص کرنے لگیں۔ میں نے گھبرا کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دیوی پانی میں اتر رہی تھی۔ اس کے سر پر، دائیں بائیں ادھر ادھر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ وہ آگ میں نہاتی ہوئی سمندر میں اتر گئی اور کہیں پنہائیوں میں گم ہوگئی۔ تیز اور مخالف طوفانی لہروں کا سارا زور میری طرف ہوگیا۔ میں کشتی میں اوندھے منہ لیٹ گیا اور میں نے درمیان کی لکڑی مضبوطی سے پکڑ لی۔ اگر لہریں حسب سابق مجھے دوبارہ انگروما میں پھینک دیں گی تو میں سمندر میں کود جاؤں گا۔ یہ ارادہ کر کے میں لیٹا رہا۔ میں نے ان لہروں کی زد سے تحائف بچانے کے لیے اپنا ایک ہاتھ سینے کے نیچے رکھ لیا۔ مجھے معلوم تھا آتی آسانی سے وہ شکست قبول نہیں کریں گے۔ انھیں سمندروں پر عبور حاصل ہے۔ وہ کہتے تھے کہ وہ لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ پانیوں میں آگ لگا سکتے ہیں۔ میں اس سے پہلے بھی ایسے سمندری طوفان سے گزر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پر دیوی نمودار ہوئی۔ اس کا ایک ہاتھ جزیرے کی طرف تھا اور دوسرا آسمان کی طرف۔ شدید ہچکولوں میں وہ کسی ستون کی طرح کشتی میں کھڑی ہوئی تھی۔ ہر طرف نیزے گر رہے تھے۔ مگر اس طوفان بلا خیز میں کشتی آگے بڑھتی رہی۔ ساحل کا شور دور ہوتا گیا۔ میں انگروما سے دور ہونے لگا۔ ہاں یہ سچ تھا۔ وہ دور ہو رہے تھے یہ کوئی خواب نہیں تھا۔ پانچ چھ سال بعد میں اپنے علاقے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جزیرہ توری کی طرف چند گھنٹوں بعد دیوی نے اس طوفان پر قابو پالیا۔ سمندر پرسکون ہوا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کھلا سمندر نیل گوں آسمان اور لہروں پر رواں دواں کشتی میں نے احسان مندی کی نظر سے دیوی کی طرف دیکھا۔ میرا جی چاہا کہ اس خوبصورت عورت کو اپنے گلے سے لگالوں۔ اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا وہ چشم زدن میں کہیں تحلیل ہوگئی۔ میں کشتی میں اکیلا رہ گیا تھا۔ لیکن میرے حواس پرسکون تھے۔ اقابلا کے دشمنوں کی سرزمین بہت دور نکل گئی تھی۔

جزیرہ توری کی طرف کشتی رواں تھی۔ وہ جگہ جہاں میں نے سب سے پہلے قدم رکھا تھا۔

بھوک پیاس میں دو دن گزر گئے لیکن یہ احساس کیا کم تھا کہ میں توری واپس جا رہا ہوں۔ میرے لوگ مجھے دیکھیں گے تو کیسا استقبال کریں گے۔ نہ جانے اس عرصے میں وہاں کیا تبدیلیاں رونما ہوگئی ہوں۔ ممکن ہے انھوں نے میرا انتظار ختم کر دیا ہو اور میری جگہ کوئی اور سردار متمکن ہو۔ انگروما جانے اور ہاتھیوں کے ساتھ مل جانے کے بعد میرا ان سے رشتہ یوں بھی منقطع ہو چکا تھا۔ سرکا اور سریتا کا کیا حال ہوگا؟ قلوا پر کیا گزر رہی ہوگی؟ میرے دل میں بے شمار خدشے اور وسوسے جنم لینے لگے۔ خود اقابلا انگروما سے میری واپسی کو کس نظر سے دیکھے گی؟ مگر وہ جانتی ہوگی کہ میں تنہا

اتنے بہت سے لوگوں سے کیسے معرکہ آرا ہو سکتا تھا؟

سمندر کی بپھری ہوئی پراسرار لہروں پر بھوک اور پیاس کے عالم میں میں نے چار دن گزار دیے میں زندہ رہا، امید آدمی کو زندہ رکھتی ہے لیکن خشکی کا انتظار بڑا عذاب ناک تھا۔ میں خود سے باتیں کر رہا تھا اور کبھی کبھی عربی کا کوئی مشہور نغمہ گنگنانے لگتا تھا۔ فرض کرو، اگر توری پر کوئی اور سردار میری جگہ جلوہ افروز ہے تو جب وہ میری صورت دیکھے گا اور جب وہ میرے تحائف پر نظر ڈالے گا وہ خود کنارہ کش ہو جائے گا۔ میں کہ جو با گمان کا سردار بھی ہوں۔ توری میں شوالا موجود ہے۔ شوالا کا کیا عالم ہوگا؟ اس کی نظریں میرا سینہ دیکھ کر پتھرا جائیں گی۔ اُف قلب کی کیا حالت تھی۔ نہ پوچھیے کیا گزر رہی تھی جیسے میرا وطن آ رہا ہو۔ میں پہلا شخص تھا جو باغیوں ان کے طلسم اور ان کی نفرت کا عینی شاہد تھا، میرے سینے میں کئی راز دفن تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ جزیرہ کتنے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے اس کی آبادی کتنی ہے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کس طرح مسلح کیا ہے۔ یہ معلومات اقابلا کے لیے یقیناً کارآمد ثابت ہوگی، جب میں بتاؤں گا کہ میں وہاں کس کس سے ملا، نیشا سے ملا، کیشا سے ملا تو وہ کتنی متعجب ہوگی۔

میری کشتی لہروں کے دوش پر کبھی اونچی کبھی نیچی کبھی ڈولتی کبھی ابھرتی ہوئی توری کی طرف بھاگ رہی تھی۔ بدقسمتی سے اس میں پر نہیں تھے، جب میں تھک جاتا تو اپنے گلے میں لٹکا ہوا چوبی اژدہ متحرک کرتا اور اس سے کھیلتا رہتا۔ میں اس پر سمندر کا پانی پھینکتا اور اٹھکھیلیاں کرتا۔ ہر بیکا کی آنکھیں اپنے سامنے کر کے میں ان کے عدسوں میں جھانکتا اور جب تھک جاتا تو انھیں ایک طرف رکھ دیتا اور خیالات میں گم ہو جاتا۔ دل دھڑکتا، آنکھیں جھپکنے لگتیں، جسم میں مستی سی چھانے لگتی، دوران خون تیز ہو جاتا، اعضا اینٹھنے لگتے اور بدن میں گدگدی سی ہونے لگتی۔

پانچویں روز جب بھوک اور پیاس کی شدت سے میری حالت ابتر تھی، مجھے جزیرہ توری کی سرزمین دکھائی دی۔ وہی درخت وہی سرمست کر دینے والی ہوا۔ کشتی لہروں کے سہارے خشکی سے لگ گئی۔ میرا دل جسم سے باہر آنے کے لیے مچلنے لگا۔ میں نے کشتی ایک ٹھوکر سے دور پھینک دی اور سینہ تان کر ساحل پر آ گیا۔ انھیں خبر نہیں ہوئی تھی کہ میں آ رہا ہوں۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر انگلیوں سے اپنے بال سلیقے سے ترتیب دے کر میں نے اپنے تحائف ٹھیک کیے اور بستی سے پہلے پڑنے والے جنگل میں چلا آیا میں جنگل کی خوشبوؤں میں درختوں کی شاخیں چھیڑتا، پتے توڑتا اور جنگلی پھل کھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا، جنگل میں ایک جگہ مجھے خیال آیا کہ بستی میں داخل ہونے سے پہلے مجھے سوراں کی مالا سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانا نہ رہا پھر میں چلا۔ ایک فیل بدمست کی طرح ایک شیر شکم سیر کی طرح جب وہ اچانک مجھے دیکھیں گے کہ میں ان کا سردار جابر بن یوسف زندہ ان کے سامنے کھڑا ہوں تو میرے قبیلے میں کیسا رنگ چھا جائے گا۔ وہ میرا جسم ٹٹولیں گے کہ کیا میں واقعی ان کے سامنے ہوں اور میں اپنے تحائف سے معجزے رونما کر کے انھیں اور دنگ کر دوں گا۔

مگر ٹھہریے میں اپنے قلب کی کیفیت بیان کرنے میں ناانصافی کر رہا ہوں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا دل قابو میں کر سکوں اور ذرا اس کا تصور کر سکوں۔ ہاں اس زہرہ جبیں کا تصور اس مہ کامل کا تصور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کے حسن جہاں تاب کے اوصاف بیان کروں اب میں اس سے قریب تھا۔ کون اپنی زندگی میں اتنے دکھ جھیلتا، کون صحراؤں کی خاک چھانتا اور انسانوں کا خون پیتا، کون لحظہ لحظہ برداشت کرتا اور کون لوریما کو مسترد کرتا۔ یہ میں تھا، جس کے اعصاب پر ہر جگہ اس کا جمیل چہرہ چھایا رہا اور مجھے معرکے سر کرنے کی تحریک دلاتا رہا۔ انگروما کے لوگ کہتے تھے کہ وہ

بے وفا ہے، وہ قاتلہ ہے، وہ بڑی رسوا ہے، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ جابر بن یوسف نے اسے تمام اندیشوں کے ساتھ قبول کیا ہے۔ وہ ایک نگاہ التفات کے بعد اگر قتل کا حکم صادر کرے تو اسے غنیمت جانا جائے۔ مشکل یہ ہے کہ تاریک براعظم کے لوگ سرزمین عرب اور وہاں کے لوگوں سے ناواقف اور عشق کی روایتوں سے ناآشنا تھے۔ ایسے لوگوں میں ایک شخص آیا تھا۔ میں نے اپنے گزشتہ بیان میں اس کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ جزیرہ توری پر قدم رکھتے ہی میری شدتوں نے مجھے کتنا مضطرب کیا ہوگا؟ میں چاہتا تھا کہ سب سے پہلے اس کے آستانہ حسن پر دستک دوں لیکن اس حریم ناز کا نظارہ اس پیکر حسن کا جلوہ اتنا آسان ہوتا تو میں کبھی کا مر گیا ہوتا۔

دور سے بستی کی جھونپڑیاں ایک قطار میں نظر آ رہی تھیں۔ سب کچھ وہی تھا۔ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر میں نے اپنے علاقے کا نظارہ کیا۔ وہاں زندگی متحرک معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت میرے قریب سے میرے علاقے کا ایک شخص گزرا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا۔ ''کیوں رے، اس علاقے کا سردار کون ہے؟''

وہ میرے سینے پر آراستہ تو اور دیکھ کر گنگ ہو گیا اور کوئی جواب دینے کی بجائے قدموں پر گر گیا۔ وحشت سے اس کا سر دوبارہ نہیں اٹھا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے بمشکل تمام کھڑا کیا۔ ''مقدس سردار جابر بن یوسف!'' وہ ہکلا کر بولا۔ ''تمہارے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔'' وہ مجھے پہچان گیا تھا اور اسی لیے اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔

''جاؤ آگے جا کر انہیں خبر کرو کہ ان کا سردار واپس آ گیا ہے۔'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ وہ سرپٹ بھاگا۔ راستے میں کئی جگہ گرا ہانپتا کانپتا بستی میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے ڈھول اور نقارے پٹنے کی آوازیں اور ابھی میں آدھے راستے پر تھا کہ میرے علاقے کے لوگ اپنی جھونپڑیوں سے بے تابانہ نکلے۔ فزاروان میں سب سے آگے ہو گیا۔ وہ سب مجھ سے کچھ دور کھڑے ہو کر زمین پر عقیدت اور اطاعت کے اظہار میں گر گئے اور فزارو وفادار کتے کی طرح میرے پیر چاٹنے لگا۔

بستی کے قریب پہنچتے ہی میری پشت پر ہزاروں افراد کا ٹھٹ جمع ہو گیا۔ میں جس راستے سے گزرتا، لوگ عقیدت سے زمین پر گر جاتے۔ وہ حیرت سے میری صورت دیکھتے، مکان تک پہنچتے پہنچتے میرے قبیلے کے سارے لوگ میری دید کو آ چکے تھے اور مکان کے سامنے ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ وہ میری عوامی عادتوں سے واقف تھے اس لیے مجھ سے کچھ سننے کے منتظر تھے۔ بستی میں مجھ سے پہلے ایسا کوئی رواج نہیں تھا کہ سردار اپنے قبیلے کے لوگوں سے مخاطب ہو۔ فزارو نے اپنا ہاتھ بلند کر کے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی تمام نقارے ڈھول باجے تاشے بند ہو گئے اور جم غفیر پر ایک سکوت طاری ہو گیا۔

مجھے آٹھ افراد نے بڑی احتیاط اور احترام سے ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ میں اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو نظر آنے لگوں۔ دور تک سر ہی سر نظر آتے تھے۔ میرے کھڑے ہوتے ہی مجمع میں ایک انتشار سا پیدا ہوا۔ میں نے توری کے وہ شناسا چہرے محبت اور فخر کی نظر سے دیکھے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ نتیجتاً ہجوم نے بھی میرے اقدام کی پیروی کی اور ہاتھ ہلا ہلا کر زور سے اطاعت کا اظہار کرنے لگے۔ میں نے اونچی آواز میں انہیں خطاب کیا۔ ''توری کے لوگو! کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں کون ہوں؟'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

جواب میں سرگوشیاں سی ہونے لگیں اور بے اختیار ان کے سیاہ جسموں میں سفید دانت کھل کھلانے لگے۔ ان پر میرے اس پر جملے کا خوش گوار اثر پڑا۔ میں نے کہا۔ "میں تمہارا سردار جابر بن یوسف ہوں اور آج ایک عرصے بعد خود کو تمہارے درمیان پا کر اپنی رگوں میں خون کی گرمی محسوس کرتا ہوں ستوک میں واپس آ گیا ہوں اور تمہیں مژدہ ہو کر شدید ترین مصائب اٹھانے کے بعد میں کامیاب و کامران واپس آیا ہوں۔ اپنے سربلند کر لوکہ میں نے جزیرہ ہاگمان کی سرداری بھی حاصل کر لی ہے لیکن وہاں میں اپنے بہادر دوست اشالا کو نیابت کے فرائض سونپ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں اس لیے کہ مجھے تم سے سب سے زیادہ رفاقت محسوس ہوئی اس لیے کہ توری تاریک براعظم کی پرجلال ملکہ مقدس اقابلا تک پہنچنے کا دروازہ ہے۔ اس لیے کہ یہیں میری ملاقات اس عظیم وجلیل ہستی سے ہوئی تھی جس نے ایک اجنبی کو اتنی سعادتوں سے نوازا۔ میں پھر یہاں آ گیا ہوں۔ چنانچہ اطراف واکناف کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے (میرا اشارہ شوالا کی طرف تھا) کہ جابر بن یوسف اب دو جزیروں کا سردار ہے۔ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو غور سے دیکھو کہ میرا سینہ تو اور سے سجا ہوا ہے۔ طاقت میں میری ہمسری کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیے کہ میں مقدس اقابلا کی نظروں میں سرخ رو ہونے کے لیے کسی کو معاف نہیں کروں گا۔ میری زندگی صرف اس کے لیے وقف ہے جو ہم سب سے مقدس و محترم ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ سربلندی چاہتے ہو تو اس کا خیال رکھو۔ میں نے تم سے علیحدہ رہ کر بہت کچھ دیکھا ہے۔ ستو دیوتا تمہاری اطاعت کے خواہاں ہیں اور مقدس اقابلا بھی پرسکون اور شادماں رہ سکتی ہے جب تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اس سے قریب کرنے کی خواہش کرے۔"

میری تقریر دل پذیر اور میری صدائے خوش انداز سن کر وہ مسرت میں جھومنے لگے۔ میں نے دیوتاؤں سے ان کے لیے دعائیں مانگیں اور اپنی آمد کی خوشی میں تین روزہ جشن منانے کا اعلان کیا۔ انہوں نے وہیں زمین پر لوٹنا شروع کر دیا۔ عورتیں اور سب مرد بے قابو ہو گئے۔ فزارو مجھے لے وہاں سے اپنے جھونپڑی نما مکان میں آیا۔ مکان میں فزارو نے کچھ ترمیم کی تھی۔ اندر آ کر مجھ پر غشی طاری ہونے لگی حالانکہ مجھے فزارو سے بہت سی باتیں کرنی تھیں لیکن پانچ دن کی تھکاوٹ اور بھوک نے مجھے بے حال کر رکھا تھا۔ فزارو نے میرے سامنے اعلیٰ مشروبات اور غذائیں پیش کر دیں۔ توری کی حسین لڑکیاں میری خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے تسلوں میں بھرے ہوئے پانی سے میرا جسم دھونا شروع کر دیا۔ بھنا ہوا گوشت پیٹ میں پڑا تو مجھے نیند آنے لگی۔ وہ لڑکیاں بالکل نئی تھیں۔ اتنے عرصے میں توری میں کئی لڑکیاں جوان ہو گئی ہوں گی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں پیال کے آرام دہ بستر پر دراز ہو گیا۔ میں نے ہریکا کی آٹھ آنکھوں والا پتھر فزارو کے حوالے کیا۔ وہ میرے تخلیے کے لیے لڑکیوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے انہیں بھی رخصت کر دیا اور گہری نیند سویا۔ ایسی گہری نیند جو کبھی بیروت میں مجھے اپنے آرام دہ بستر پر نصیب ہوتی تھی۔

جب میری آنکھ کھلی تو شام ہو گئی تھی لیکن میری آنکھیں روشن تھیں اور سارے بدن میں ایک نشہ سا چھایا ہوا تھا۔ میرے بیدار ہوتے ہی فزارو اندر آیا اور میں نے اپنا تجسس ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے اس سے قبیلے کے متعلق پوچھا۔

"معزز جابر!" وہ اس طرح وارفتگی سے بولا جیسے اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھا ہو۔ "تمہارے جانے کے بعد قبیلے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے قبیلے کی فلاح کے لیے تمہاری ہدایتوں پر عمل کیا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرے لوگوں میں نافرمانی کی وبا نہیں پھیلی۔ میں نے نئے سرے سے ان کی جھونپڑیاں بنوائیں اور لکڑی کے لٹھوں، پتھروں اور دھات سے بہترین اوزار اور برتن بنوائے۔ میں نے اپنے قبیلے کو ہر اعتبار

سے مسلح کیا کہ اگر وہ بدواں کا مقابلہ کسی دوسرے قبیلے کے افراد سے ہو تو وہ پیچھے نہ رہیں۔''

''مجھے اندازہ ہے کہ تم نے میری عدم موجودگی میں میری ذمے داریاں نبھائی ہیں۔ فزارو! میں تمھیں اس کا اجر ضرور دوں گا۔ لیکن ہمارے قبیلے کی طرف کسی نے آنکھ اٹھانے کی جرأت تو نہیں کی تھی؟'' میں نے بگز کو پوچھا۔

''نہیں۔'' فزارو نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ''مگر شوالا کی سرکشی اپنی جگہ قائم رہی۔ تمہارے جانے کے بعد اس نے ہمارے قبیلے کے لوگوں میں خوف وہراس پھیلانے کی کوشش کی۔ یہ تمہارا اقبال تھا اور دیوتاؤں کا سایہ کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہے۔''

''شوالا......'' میں نے پوچھا۔ ''اس نے پھر کوئی شرارت کی ہے؟ کیا اس کی سرکشی ابھی ختم نہیں ہوئی؟ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ مجھے باگمان میں تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا اور میں واپس آنے کے لیے گیا تھا۔''

''معزز جابر۔ اس کا خیال ہوگا کہ باگمان سے تمہاری واپسی ناممکن ہے۔ باگمان کی کڑی تربیت سے بہت کم لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن اس کے ارادے ماند پڑ گئے جب جزیرہ بیزنار کا ایک سرکش اور دیو قامت شخص نریگا توری میں تمہارے قبیلے کی سرداری کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ جابر بن یوسف باگمان سے واپس نہیں آیا ہے چنانچہ وہ توری کے اس قبیلے کی سرداری کا امیدوار ہے۔ کاہن اعظم نے اس کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ اگر تم چار مکمل چاند کے بعد، ادھر آتے تو کاہن اعظم روایت کے مطابق نریگا کو توری کی سرداری کے لیے پیش کر دیتا اور نریگا سے کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ کیونکہ اس نے مقدس اقابلا کی خاص نوازشوں سے بلند مرتبہ حاصل کیا ہے۔''

''فزارو...... تو کیا نریگا نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔ ''کیا وہ مقدس اقابلا سے بہت قریب ہے؟''

''جو اپنے لوگوں کے درمیان سب سے نمایاں ہوتا ہے وہ یقیناً دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور شجاعت سے مقدس اقابلا کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور مقدس اقابلا اسے مزید کامیابیوں سے نوازتی ہے۔'' فزارو نے کہا۔ ''اس کی نوازشیں کسی ایک فرد کے لیے محدود نہیں ہیں۔''

''کیا نریگا واپس چلا گیا؟''

''نہیں وہ اب بھی یہیں موجود ہے۔ وہ شوالا کا مہمان ہے۔ وہ چار چاند گزر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ تم واپس آ گئے ہو تو شاید وہ واپس چلا جائے یا......'' فزارو کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''یا کیا......؟'' میں نے اضطراب سے پوچھا۔ ''کیا وہ میری واپسی کے بعد بھی مجھ سے نبرد آزما ہونے کا ارادہ کرے گا؟''

''ہو سکتا ہے۔''

میں نے اپنا نیزہ زمین پر مار کر کہا۔ ''تاریک براعظم میں ایک دن کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں رہے گا کہ وہ مقدس اقابلا سے زیادہ قریب ہے۔ میں درمیان کی صورت پسند نہیں کرتا۔ جاؤ فزارو۔ شوالا کو یہ باور کرا دو کہ جابر بن یوسف کے گلے میں زارشی کے صحرا کا عطیہ شپالی موجود ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ اب ہر شخص کو اس سے محتاط رہنا چاہیے۔''

''معزز جابر! اسے جلد ہی اس کا علم ہو جائے گا اور نریگا بھی واپس چلا جائے گا لیکن ہمیں شجاعت کے ساتھ ذہانت بھی کام میں لانا ہو

گی۔" فزاروں نے خوف زدہ آواز میں کہا۔" مقدس اقابلا کو ذہین اور شجیع لوگ درکار ہیں۔"

فزاروں نے میری برہمی دور کرنے کے لیے توری کی نوجوان لڑکیوں کے طائفے کو آواز دی۔ حسین لڑکیاں میرے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ اور میرا جسم دبانے میں مصروف ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد قبیلے کے معزز افراد کا اجتماع ہوا۔ فزاروں نے مجھے کوئی دل خوش کن خبر نہیں سنائی تھی۔ یہ خیال آتے ہی کہ فلورا شوالا کے پاس موجود ہے مجھے خود سے ندامت ہونے لگی۔ شوالا اب تک ایک کانٹا تھا۔ مجھے جزیرہ توری کی سرزمین پر اس کے وجود سے نفرت تھی اس لیے کہ مجھے اپنے لیے اس کی نفرت کا بھی اندازہ تھا۔ اس نے خود زہاکو تیار کیا ہوگا۔ وہ جشن کی پہلی رات تھی۔ فزاروں مجھے بستی میں لے گیا۔ اس کا خیال تھا میں وہاں سے اپنے لیے لڑکیاں منتخب کروں گا جو اپنے بدن رنگ کر مستانہ ادا کے ساتھ راستے میں کھڑی میری جنبش نگاہ کی منتظر تھیں۔ میرے قبیلے کی ہر عورت سردار سے رفاقت کا اعزاز حاصل کرنے کے لیے بے چین تھی۔ میں ان کے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا واپس آ گیا۔ مجھے امید تھی کہ کاہن اعظم سوموال میری پذیرائی کو آئے گا۔ اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی ہوگی لیکن نہ اشارہ کا پتہ تھا نہ سوموال کا۔ شام گزرنے کے بعد میں ادھر آیا تھا۔ ان باتوں نے میرا ذہن بوجھل کر دیا۔

اور میں نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ جب مجھے اپنے بوڑھے ہندی دوست سرنگا کا خیال آیا صبح سے اب تک میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا یہ احسان فراموشی کی انتہا تھی۔ وہ نازک اندام ہندی دوشیزہ سریتا بھی میرے قبیلے میں موجود نہیں تھی جسے میں بہت عزیز رکھتا تھا۔ یہ سرنگا ہی تھا جس کی دیوی نے مجھے انگروما کے طلسمی قید خانے سے نجات دلائی تھی۔ اصولاً مجھے سب سے پہلے سرنگا کو تلاش کرنا چاہیے تھا لیکن میں مقدس اقابلا کے تصور میں سب بھول گیا۔ میں اپنے مکان سے نکل آیا اور میں فزاروں سے حکمیہ انداز میں پوچھا۔" سرنگا کہاں ہے؟"

" سرنگا۔ وہ ہندی بوڑھا۔" وہ کسی قدر تذبذب سے بولا۔ مجھے اس کے تخاطب پر طیش آ گیا۔" ہاں وہ سرنگا اور اس کی لڑکی کہاں ہے؟"

" میں نے سرنگا کو عرصے سے نہیں دیکھا۔" فزاروں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔" اس کی لڑکی اسی دن سے غائب ہے جس دن ایک معزز طبیب جواد نے اسے اپنی آسودگی کا ذریعہ بنانا چاہا تھا۔ تمہیں یاد ہوگا معزز جابر کہ اسی دن کسی نادیدہ قوت نے ایک اقابو کو بھی ختم کر دیا تھا۔ سریتا اسی دن سے روپوش ہے جواد کچھ روز تک کاہن اعظم کے زیر علاج رہا۔ پھر صحت یاب ہو گیا۔ آج کل وہ شوالا کے قبیلے میں مقیم ہے۔ سرنگا معتوب تھا۔ اس کا دور عتاب جیسے ہی ختم ہوا۔ اسے کاہن اعظم نے توری کی آبادی سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ بہت دن ہوئے کسی نے اسے جنگلوں میں دیکھا تھا۔ لیکن اس کی لڑکی اس کے ساتھ نہیں تھی۔"

" او فزاروں تمہیں معلوم تھا کہ میں اس لڑکی کو کتنا عزیز رکھتا ہوں۔ تم نے اسے تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی؟" میں نے فزاروں سے تلخ لہجے میں کہا۔

" وہ ایک معتوب شخص کی بیٹی تھی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔"

" سرنگا۔ میرے مظلوم ہندی دوست!" میں نے سرگوشی کی۔" تمہیں یہاں آ کر ایک لمحہ بھی سکون کا نہیں ملا۔ اور میں محسن کش شخص تمہاری لڑکی کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔"

''میں جا رہا ہوں۔'' میں نے فزارو سے کہا۔ ''میں اپنے دوست سرنگا کو تلاش کروں گا اور اسے اپنے قبیلے میں لانے کے بعد مقدس اقابلا سے اس کے لیے سفارش کروں گا۔''

''اسے کاہن اعظم نے نکال دیا تھا۔'' فزارو نے دبی زبان سے کہا۔

''میں اسے واپس لانے کی کوشش کروں گا۔''

''کیا تم کل صبح تک نہیں ٹھہر سکتے؟ جزیرہ توری میں معزز جابر کے اعزاز میں آج رات مشعلوں کا رقص ہو رہا ہے۔ آقا تم چلے گئے تو قبیلے کے لوگ اس تقریب میں اپنے سردار کی کمی شدت سے محسوس کریں گے۔''

''انھیں یہ جشن برپا کیا جائے اور اس دھوم دھام سے کیا جائے کہ شوالا کا قبیلہ رشک کرے۔ عورتوں اور مردوں کو آزادی دو کہ آج وہ جسے چاہیں اپنا رفیق چن لیں۔ شراب کے تمام برتن کھول دو۔ ان سے کہو کہ آج رات وہ جو چاہیں کریں۔ جنگلوں سے جانوروں کو آواز دو۔ مدعوئین کو بہتر گوشت فراہم کیا جائے۔ وہ اتنی شدت سے ڈھول بجائیں کہ ان کے ہاتھ میں زخم پڑ جائیں، دوبارہ اس طرح ناچیں کہ ان کے تلوے چھل جائیں۔''

''میں نے اپنے معزز سردار کے لیے قبیلے کی چند حسین لڑکیاں پرورش کی ہیں۔ کم از کم وہ اس جشن میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ صرف سردار کے لیے وقف ہیں۔'' فزارو نے ادب سے کہا۔

''انھیں بھی لوگوں میں تقسیم کر دو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''یہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ سردار کے لیے وقف ہو چکی ہیں۔ انھیں خصوصی طور پر جنگلی پھل اور بوٹیاں کھلائی گئی ہیں۔ ان کے جسموں پر طیری کے تیل سے مالش کی جاتی رہی ہے اور تھسی کے کیڑوں نے انھیں معطر کر دیا ہے۔ ان کی سانسوں میں خوشبو ہے اور وہ اپنے سردار کی منتظر ہیں۔'' فزارو نے آہستگی سے کہا۔

میں فزارو کی ہوس انگیز ترغیبیں سنی ان سنی کر کے جنگل کی سمت چلنے لگا۔ فزارو میری صورت دیکھتا رہ گیا۔ جشن میں آج رات میری ہدایت پر جارا کا کی مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا گیا تھا مگر خود میں سریتا اور سرنگا کی جستجو میں اسے چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

''سرنگا۔ تم کہاں ہو؟'' میں نے جنگل کی سنسان رات میں ہانک لگائی۔ جنگل کی سوئی ہوئی آبادی نے مختلف قسم کی آوازیں نکالنی شروع کر دیں۔ اسے تلاش کرتے کرتے بہت رات بیت گئی تھی۔ سرنگا نے خود کو محفوظ کرنے کے لیے اپنے اردگرد کوئی ایسا پردہ لگا لیا تھا، جس کے اندر کوئی نہ جھانک سکے۔ سرنگا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس ہندی بوڑھے کے اسرار رفتہ رفتہ مجھ پر کھل رہے تھے۔ حیرت کی بات تھی کہ تاریک اعظم میں ہوس اور غضب کی نگاہوں کے باوجود اس لڑکی سریتا کی دوشیزگی پر کوئی داغ نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی تک ایک دھلی ہوئی شفاف اور پاکیزہ لڑکی تھی۔ کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دیوی کی امان میں تھی۔ میں تمام رات سفر کرتا رہا اور غار در غار سرنگا کو آوازیں دیتا رہا۔ استالا نے مجھے پر اسرار علوم کے بارے میں چند نکتے تعلیم کیے تھے اور مجھے اپنے تحائف سے مدد لینے کا گر سکھایا تھا۔ لیکن جہاں پہلے ہی طلسمی پہرے لگے ہوئے ہوں، وہاں ان کا عمل دخل طلسم ٹوٹنے کے بعد ہی ممکن تھا۔ میں نے ایک خاص جگہ پہنچ کر سرنگا کی بو سونگھ لی تھی۔ اتنے مصائب اٹھانے اور اتنی جدوجہد کرنے کے بعد مجھ میں اپنے اردگرد کی

موافق نا موافق فضا کا جائزہ لینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی۔ مگر جب سرنگا کو متعدد آوازیں دینے کے بعد بھی کوئی رد عمل نہیں ہوا تو میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا۔ ''میں تم سے ملاقات کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا بہتر ہے کہ تم پردہ چاک کر دو اور آ کر اپنے دوست کے گلے لگ جاؤ۔''

کچھ نہیں ہوا، میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنے اژدہے کو حکم دیا کہ وہ مجھے سرنگا تک لے چلے۔ اژدہا ایک سمت جا کر رک گیا۔ اندر ایک غار تھا لیکن اژدہے نے اندر جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اب واپس میرے گلے میں جھول رہا تھا۔ ''میں تمہارے دروازے پر ہوں سرنگا!'' میں نے چیخ کر کہا۔ ''کیا تم بہرے ہو گئے ہو؟'' مجبوراً مجھے اپنا سب سے انمول تحفہ شپالی غار کے اندر پھینکنا پڑا۔ شپالی کے اندر جاتے ہی غار بقعہ نور ہو گیا اور میں جھجکتا ہوا کسمساتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شپالی نظروں سے اوجھل تھی میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا کہ وہ شپالی ڈھونڈ کر مجھے لا دے۔ اژدہے نے صرف ایک لمحے بعد میرے ہاتھ میں شپالی اگل دی۔ ''مجھے افسوس ہے سرنگا۔'' میں نے اندر گھستے ہوئے کہا۔ ''لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر نہیں ہوں۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ایسی طاقتیں حاصل کر لی ہیں۔ تمہارا دوست خالی ہاتھ واپس نہیں آیا۔'' میں یہ کہتا ہوا غار کی لمبی سرنگ عبور کر گیا اندر ایک ٹمٹماتا ہوا دیا روشن تھا اور مکڑی کے جالوں کے درمیان بوڑھا سرنگا بے حس و حرکت ایک خاص انداز سے بیٹھا ہوا تھا اس کے دونوں پیر ایک دوسرے کے اوپر تھے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ ''سرنگا میرے محترم دوست! یہ میں ہوں جابر! آنکھیں کھولو۔''

سرنگا کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے مسلسل اسے اپنی آمد کی اطلاع دی لیکن اس کی پلکوں میں بھی جنبش نہ ہوئی۔ میری چیخنے اور پکارنے پر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ مجھے زارشی کے بوڑھے یاد آ گئے۔ وہ بھی اپنے عمل میں اتنے ڈوب جاتے تھے کہ برسوں انھیں باہر کی دنیا سے واسطہ نہیں رہتا تھا سریتا کو وہاں نہ پا کر مجھے اور تشویش ہوئی، میں نے اس شکستہ کھوہ میں اسے آواز دی۔ پھر مجھے ایک چھوٹی سے جگہ کا پتہ چلا، وہ ایک تنگ راستہ تھا۔ میں اس سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر گہرا اندھیرا تھا۔ شپالی کی روشنی اس مرتبہ بھی کام آئی۔ روشنی میں جب میری نظر زمین پر پڑی تو مجھے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے پڑے میرے منہ سے ایک کرب ناک آہ بلند ہوئی میں اس پر جھک گیا۔ وہ سریتا تھی۔ وہ سوئی ہوئی نہیں تھی اور زندگی کے آثار بھی ایسے نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے اس کا پھول سا بدن اٹھایا تو اس کے بدن کے پھول بکھر گئے۔ وہ میری پنڈلیوں پر گر گئی۔ موت اور زندگی کے درمیان ایک کیفیت کا نام سکتہ ہے، سریتا سکتے کے کیفیت سے دوچار تھی۔ سرنگا نے اسے پتھر تو نہیں بنایا تھا۔ لیکن اسے ایک جگہ ٹھہرا دیا تھا۔ میں نے اسے چٹان کے سہارے لٹا دیا۔ اس کے منہ میں ایک پھول تھا اور دانت سختی سے بند تھے۔ میں دوڑ اوڑا باہر آیا۔ سرنگا اب بھی خاموش بیٹھا تھا۔ دیا جل رہا تھا۔ میری کچھ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں؟ ان دونوں کو کیسے جگاؤں؟ انھیں کیسے بتاؤں کہ میں آ گیا ہوں؟ میں نے سرنگا کے کان میں آواز دی۔ اس کا جسم چھوا۔ اس کے سامنے دیوی کی وہی چھوٹی سے مورتی تھی، جسے وہ اپنے پاس بڑے احترام سے رکھتا تھا۔ اس کی نظریں مورتی پر لگی ہوئی تھیں۔ دیوی کی مورتی دیکھ کر میں نے جوش مسرت اور عقیدت میں اسے اٹھا لیا اور اس کا ایک بوسہ لیا۔ میرے اس عمل سے سرنگا کے بے جان جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے جھپٹ کے مجھ سے مورتی چھین لی اس نے اشتعال کے عالم میں میری طرف دیکھا۔ دیے کی روشنی میں اس کی سرخ آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ میں نے شگفتگی سے کہا۔ ''دشمن نہیں ہے سرنگا۔ میں ہوں تمہارا دوست جابر بن یوسف۔''

''جابر!'' اس نے کرب سے میرا نام لیا۔ پھر نرم آواز میں بولا۔ ''تم آ گئے ہو؟''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''ہاں سرنگا میں آ گیا۔'' میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارا انتظار تھا۔''

''میں ہر جگہ تمہیں اور سریتا کو یاد کرتا رہا۔ میں انگروما کے باطیوں میں پھنس گیا تھا۔ اگر تمہاری عظیم دیوی میری مدد نہ کرتی تو میں کبھی وہاں سے واپس نہ آتا۔'' میں نے احسان مندی سے کہا۔

''انگروما۔'' وہ زہرخند سے بولا۔ ''تم نے وہاں کیا دیکھا؟''

''میں نے کیا نہیں دیکھا؟ تم نے سچ کہا تھا کہ یہاں کی زمین کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک اسرار چھپائے ہوئے ہے۔ میں نے انگروما میں قدآور اشخاص دیکھے۔ وہ ایک عجیب دنیا ہے۔'' میں نے چند سانسوں میں اسے انگروما کی ساری کہانی سنا دی۔ وہ پورے انہماک سے اسے سنتا رہا۔ پھر اس نے مجھ سے مختلف سوالات کیے میں کہیں کہیں اٹک رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''فکر نہ کرو، اس غار کی آواز یہیں گھٹ جاتی ہے۔''

یہ سن کر میں نے اطمینان سے اپنے تمام تاثرات اسے منتقل کر دیے۔ انگروما کے واقعات اس نے بطور خاص اشتیاق سے سنے پھر میں نے باگمان کا واقعہ سنایا۔ زاشی کے بوڑھوں کا ذکر کیا، اسلالا کو اقتدار سونپنے کی داستان گوش گزار کی۔ میں ایک شاگرد کی طرح اسے اپنے طویل دورے کی تفصیلات سناتا رہا۔ پھر میں نے بڑے اشتیاق سے اسے اپنے تحائف دکھائے۔ میں نے شپالی رگڑ کر پورا غار روشن کر دیا۔ میں نے وزنی پتھر اپنے ایک ہاتھ پر اٹھا کر اسے آسانی سے دوسری طرف پھینک دیا۔ اژدہا متحرک کر کے اسے دیا بجھانے کا حکم دیا۔ اور شپالی نے دیا دوبارہ روشن کر دیا۔ میں نے ڈگی کے سینگ زمین پر مارے، وہاں گڑھا ہو گیا۔ تحائف کی نمائش کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ ''کہو محترم سرنگا کیا خیال ہے؟''

''ہاں یہ قابل ستائش ہے مگر یہ کچھ نہیں ہے۔''

''کیا...... سرنگا تمہارا کیا مطلب ہے؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''جابر بن یوسف! آ تم نے تمام باتوں کا ذکر کیا مگر تم نے واپس جانے کی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ تمہارا مقصود نظر کچھ اور ہے۔ کیا ہم کبھی یہاں سے واپس نہیں جائیں گے؟''

''واپسی؟ ارے سرنگا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''میں نے یہ طلسمی دنیا دیکھی ہے، اب مہذب دنیا کو بھول جاؤ۔ مجھے ایسی کوئی امید نہیں رہی ہے، اسی لیے میں نے اس دنیا سے مفاہمت کر لی ہے۔ میرا مقصود نظر اگر وہ ہے تو یہ کوئی معمولی مقصد نہیں ہے۔ میں ان تحائف کی مدد سے اور تمہارے مشوروں سے تاریک براعظم میں آگ لگا دوں گا۔ میں اس سلطنت میں اس سے اتنا قریب ہو جاؤں گا کہ آج تک کوئی نہیں ہوا ہوگا۔ انگروما کے باغی اس کی بے وفائی کے شاکی ہیں۔ میں کہتا ہوں ان کی طلب میں صدق نہیں تھا۔ میں یہ معرکہ ضرور سر کروں گا۔'' میں نے مکمل عزم کے ساتھ کہا۔

''نہیں۔'' اس نے اپنا ہاتھ روک کر کہا۔ ''میں سب جانتا ہوں تمہارے ارادے مجھے تو انا رکھتے ہیں۔ لیکن جابر! میرے عزیز میرے بچے!'' سرنگا نے شفقت سے کہا۔ ''تمہیں شاید جلد ہی انگروما سے بلا لیا گیا۔ ابھی تمہیں اور وہاں رکنا تھا۔ ابھی تمہیں پختگی کی ضرورت تھی۔ انگروما کے فاضل

آدمیوں نے تم میں سنجیدگی پیدا نہیں کی۔ میں تمہاری عمر کے کچھ اور سال ڈھلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی تمہاری باتوں سے دودھ کی بو آتی ہے۔''

''سرنگا! میں اب تمہاری باتیں رد کرنے کی جرات نہیں رکھتا، لیکن تمہاری احتیاط اور تحمل کے سبق کا مجھے خیال ہوتا تو تاریک براعظم میں آج میری یہ حیثیت نہ ہوتی۔'' میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

''تمہیں نہیں معلوم میرے عزیز اپنا ذہن فراخ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم غلط سوچوں سے احتراز کرو گے۔ میں تم سے یہ کب کہتا ہوں کہ تم یہاں کے معاملوں میں اندر تک شامل ہونے کی کوشش نہ کرو مگر اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی بھی شخص تمہیں عقب سے چھرا مار سکتا ہے۔''

مجھے خبر ہے سرنگا۔ کیا تمہیں شوالا یاد ہے؟'' میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ جابر بن یوسف! تمہیں سلطنت اقابلا کے قانون کی رو سے پورا حق حاصل ہے کہ تم اسے کسی بھی وقت دعوت مبارزت دو مگر اب وہاں ایک اور شخص بھی موجود ہے۔''

''تریگا۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''میں اس کے متعلق سن چکا ہوں۔''

''جابر بن یوسف! ذہانت کی جنگ سب سے مفید ہوتی ہے۔ تمہیں اپنے موجودہ منصب کے مطابق صرف ایک محاذ پر شوالا یا کسی دوسرے سے جنگ نہیں کرنی، بہت سے محاذ کھولنے ہیں۔ تمہیں اپنی ذہانت کی بساط بچھانی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے آئے ہوئے ایک دن بھی نہیں گزرا۔ حیرت ہے کہ ابھی تک کاہن اعظم سورال نے نہ مجھے طلب کیا نہ خود میرے علاقے میں آیا نہ ہی اقابلا کی طرف سے کوئی پرسش ہوئی۔'' میں نے تذبذب سے کہا۔

''وہ شاید تاخیر سے تمہاری طرف رجوع ہوں کیونکہ تم انگروما سے واپس آئے تو تم اس علاقے کے حریفوں کے درمیان رہے ہو۔ کاش تمہارا رابطہ کسی طور ان سے برقرار رہتا۔''

''سرنگا...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

اگر تمہاری عقل بعید از فہم باتیں نہیں سوچے گی تو تمہارے راستے میں بڑی تکلیفیں پیش آئیں گی عزیز جابر...... تم......''

یکا یک سرنگا کا لہجہ بدل گیا۔ روشنی کی ایک لکیر تیزی سے غار کے اندر داخل ہوئی اور فوراً معدوم ہو گئی۔ سرنگا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''وہ عظیم ہے جابر بن یوسف! مقدس اقابلا عظیم ہے۔'' وہ کہنے لگا۔ ''صرف اس کی طلب کرو اور زمینیں اپنے پیروں تلے روند دو۔ وہ ایک دن تمہیں سرفراز کرے گی۔ تم شجاعت اور ذہانت کے اعلیٰ مظاہرے کرتے رہو اور جب تمہیں اس کی دید کی سعادت نصیب ہو تو اس سے میری سفارش بھی کرنا۔ کہنا سرنگا اس کی اطاعت گزار ہے۔''

میں اس سے ضرور کہوں گا۔ وہ تمہیں معاف کر دے گی۔ کیونکہ اس کا دل وسیع ہے۔ دیکھنا تم کسی دن خود آبادی میں جاؤ گے لیکن میں سرینا کو یہاں سے لیے جا رہا ہوں۔ سرینا پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔''

سرنگا نے مجھے اجازت دے دی۔ یہ گفتگو ادھوری رہ گئی مگر ہم نے اہم باتیں کر لی تھیں۔ میں نے اسے زندہ و سلامت دیکھ لیا تھا۔ میں

شپالی سے غار کا طلسم توڑ کر اندر داخل نہ ہوتا تو روشنی کی اس لکیر کا گزر بھی ممکن نہ ہوتا۔ میں نے پھر رسمی طور پر سرنگا سے باتیں کیں۔ کیونکہ ہماری گفتگو غار سے باہر کی پراسرار طاقتوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ سریتا میرے جسم سے چپکی ہوئی تھی اور مجھے اس کے لمس سے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی۔ میں اسے دل میں بٹھانا چاہتا تھا۔ اسے احتیاط سے لے کر میں اپنے مکان میں آ گیا۔ یہاں میں نے اس کا سکتہ توڑنے کے لیے فزاروں کی مدد طلب کی۔ فزار سریتا کو دوبارہ دیکھ کر حیران تھا۔ ہماری پیہم کوششوں سے وہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور سامنے مجھے دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "تم!" وہ ابھی صرف یہی کہہ سکی تھی میں نے اس کے لب لعلیں پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے مسکرا کر بتایا کہ ہاں یہ میں ہی ہوں۔

میری ہدایت پر سریتا کو معطر پانی سے نہلایا گیا اور اسے پھولوں اور پتوں سے ڈھک دیا گیا۔ اس کے بدن کا عجب رنگ نکلا تھا۔ میں نے اسے سراپا قیامت کو دیکھا تو نظریں جھکا لیں اور اس سے کہا۔ "سریتا قسمت میں یہی لکھا ہے کہ تم بار بار حادثوں سے دوچار ہوتی رہو اور میں بار بار تمہیں نجات دلاتا رہوں۔ اب تم یہاں آ گئی ہو تو تم اس گھر کی مالک ہو۔"

اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور میں بستی میں سرمست لوگوں کے درمیان پہنچ گیا۔ لوگ زمین پر بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ عورتیں مرد بچے ادھر ادھر شب بیداری کے بعد اپنی جھونپڑیوں کے درمیان بکھرے ہوئے تھے۔ کسی کو ہوش نہیں تھا۔

کئی دن گزرنے کے بعد بھی کاہن اعظم سوراں کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہ ہونے پر مجھے تشویش ہونے لگی۔ میں نے انگروما اور باکمان میں بہت مصروف دن گزارے تھے۔ اس یکسانی سے جی اکتانے لگا۔ جس کے لیے اتنے عذاب مول لیے اس نے بھی میری واپسی پر کسی حوصلہ افزائی کا اظہار نہیں کیا؟ میں نے اس سے قربت کے لیے جو صبر آزما انتظار کیا تھا کیا وہ کم تھا؟ سرنگا جو کچھ سوچ رہا تھا اس کی میری نظر میں کچھ وقعت نہ تھی۔ میں تو صرف ایک بات جانتا تھا کہ اس کی قربت کے حصول کے بعد میری زندگی تمام ہوئی اس لیے اب مجھے اپنا گھر اپنا وطن یاد نہیں آتا تھا۔ ہاں کبھی کبھی کسک اٹھتی تھی۔ میرا خیال تھا، میں بڑا حقیقت پسند ہوں سرنگا سے زیادہ کہ میں نے سحر و افسوں کی اس سرزمین سے حقیقت پسندانہ مطابقت پیدا کر لی ہے۔ لیکن میری فکر کا دوسرا پہلو قطعاً شاعرانہ تھا۔ انگروما کے لوگ کہتے تھے کہ حسین اقابلا ایک خواب ہے، ایک خیال ہے ایک سحر ہے اس کے سوا کچھ نہیں لیکن اس کے معاملے میں میرے دل پر کیفیتیں گزر جاتی تھیں۔ میں سوچتا کہ جب میں اس کے قریب ہو جاؤں گا اور اس کا دست مرمریں میرے اختیار میں ہوگا۔ اور اس کے لبوں کی حلاوت میری تلخیوں سے مس ہوگی تو یہ میری زندگی کا سب سے بڑا انعام ہوگا۔ نوری آنے کے بعد اس کی یاد میں زبردست شدت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ انتظار کہ اس کی طرف سے کوئی پہل ہوگی، بہت گداز پیدا کرتا تھا مگر کوئی پلٹ کر خبر نہیں لیتا تھا۔ سریتا کی موجودگی سے ذہن و دل میں اور فشار برپا تھے۔ وہ دوسرے کمرے میں سجی سجائی بیٹھی رہتی میں اسے دیکھتا اور نوری کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھتا مگر کنارہ کشی اختیار کیے رہتا کہ کبھی تو اسے میرا خیال آئے گا۔ اس کی آنکھیں بڑی ہیں اور وہ کشمکش محسوس کر رہی ہوگی۔ وہ یہ تپش محسوس کر رہی ہو گی جو صرف اس کی وجہ سے میرے سینے میں ہے۔ اس میں کوئی فریب نہیں تھا۔ میرے ذہن میں اقتدار اور دوسری سفلہ خواہشوں کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ یہ منصب، یہ مسند، یہ رتبہ ان کی خواہش صرف اس سبب سے تھی کہ وہ مجھے مطلوب تھی۔ اس کا التفات اسی طرح حاصل کیا جا سکتا تھا کہ اس تک پہنچنے کے لیے کارنامے انجام دیے جائیں۔ اقابلا کا عرفان ایک پری پیکر دوشیزہ کا سراغ۔ اس کا حسن ایک پہاڑ تھا، اس کا حسن ایک سمندر تھا۔ میں

اس پہاڑ پر چڑھنے اور اس سمندر میں اترنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ یہ مہم سر ہو گئی تو پھر دنیا میں اور کیا رہ جائے گا۔ ہاں جو لوگ راستے کا پتھر بنے ہوئے تھے۔ اور جو اس کی نظر میں میری منزلت گرانے کا سبب تھے، ان کی قسمت میں تاراجی لکھی تھی۔ وہ میری شدتوں کا اقرار کرے لیکن کب تک؟ اس کا طرزِ عمل سرد مہری کا تھا۔ یہ سرد مہری اب ناقابلِ برداشت ہوئی جاتی تھی۔

جزیرہ ہاگمان روانہ ہونے سے پہلے ایک رات جمرال میرے پاس آیا تھا اور اس نے شوالا کے نائب زارے کے بارے میں یہ رازدارانہ خبر دی تھی کہ وہ مجھ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ جمرال سورال زارے کسی کا پتہ نہیں تھا۔ اشار بھی غائب تھی۔ ان الجھنوں میں ایک خیال آیا کہ اقابلا اور سورال کو متوجہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے، شوالا کو مبارزت کی دعوت دی جائے۔ جزیرہ توری پر اس کا وجود میری شجاعت کی توہین ہے۔ میں نے فزاروکو بلا کر حکم دیا۔ ”کاہن اعظم کو اطلاع دی جائے کہ جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔“

سورال کا جواب بہت مایوس کن تھا۔ اس نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ جب مناسب سمجھے گا خود میرے علاقے کا رخ کرے گا۔

میں نے فزاروکو دوبارہ اس کے پاس روانہ کیا کہ ”جزیرہ توری کا سردار جابر بن یوسف شوالا سے مبارزت چاہتا ہے اور بیک وقت دونوں قبیلوں کی سرداری کا خواہش مند ہے تاخیر وہ اپنے حق میں مضر سمجھتا ہے۔“ فزارو نے میرا یہ پیغام خاموشی سے سنا اور سورال کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

دوسری بار بھی کاہن اعظم کا جواب توقع کے خلاف تھا۔ اس نے جواب دیا۔ ”وہ پیغام مقدس اقابلا کی بارگاہ میں پہنچا دے گا۔ جابر بن یوسف کو مقدس اقابلا کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔“

اس جواب کی روشنی میں میں نے اپنی جگہ صورت حال کا تجزیہ کیا۔ یہ بات صاف تھی کہ کاہن اعظم سورال شاید کچھ مصلحتوں کے باعث مجھ سے ملنے میں پہلوتہی کر رہا ہے۔ دوسرا امکان یہ تھا کہ انگروما سے میری واپسی کا قصرِ اقابلا میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وہ درمیان کے واقعات سے یعنی انگروما میں میری مصروفیات سے اعلم ہوں گے۔ کیونکہ جزیرہ انگروما میں ہونے والی سرگرمیاں ان سے روپوش تھیں۔ انھیں صرف یہ معلوم ہوگا کہ باغیوں کی ایک سرزمین انگروما میں اقابلا کے دشمن جمع ہو گئے جو اس کا زوال دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ ممکن ہے انھیں یہ بھی معلوم ہو کہ میں نے مجبور ہو کر ان میں شمولیت اختیار کر لی تھی اور پھر میں اقابلا کے خلاف ان کی مشترکہ عبادتوں اور دعاؤں میں بھی شریک ہوا تھا۔ میں نے انگروما کی بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ممکن ہے انگروما کے دور اندیش عالموں نے کسی ذریعے سے انھیں یہ خبر پہنچا دی ہو کہ جابر بن یوسف انگروما کے باغیوں کی ہونے والی سازشوں میں باقاعدہ ملوث ہے۔ میں نے متعدد امکانات پر غور کیا۔ اپنے طور پر میں یہی کر سکتا تھا کہ تنہائیوں میں اقابلا کو یاد کروں اور اسے اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ میں ایک پاک و صاف شخص ہوں۔ وہ ایک دن میرے اضطراب اور میری سچائیوں کا یقین کرے گی اور مجھے اپنے قصر میں طلب کرے گی اس کا قصر دنیا کی خوب صورت ترین جگہ ہے کسی شخص کو اگر قصرِ اقابلا میں کوئی گوشہ مل جائے تو دنیا میں اس سے بہتر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن اقابلا کب طلبی کا حکم صادر کرے گی؟ کب؟ یہ کون جانتا تھا۔

عجب گومگوں کی کیفیت تھی۔ میں پوچھتا ہوں کیا میں خاموش بیٹھ جاتا؟ لیکن میری بے قرار طبیعت کو چین کہاں تھا؟ میں نے فزاروکو بلا کر کہا کہ وہ اپنے قبیلے میں یہ اطلاع عام کر دے کہ جلد ہی ان کا سردار جابر بن یوسف توری کے دوسرے قبیلے کا سردار بننے والا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ

جتنے لوگوں سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہی جائے۔ ہر طرف مشہور کر دیا جائے کہ جابر بن یوسف کے پاس تاریک براعظم کے اعلیٰ ترین تو اور ہیں اور اس کی ساحرانہ صلاحیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ شوالا ان کے مقابلے میں ایک لمحے نہیں ٹھہر سکتا۔ بہت جلد تو ری میں شوالا کے قبیلے پر اس کا غضب نازل ہونے والا ہے۔ وہ اپنے تحائف سے پوری مدد لے گا اور شوالا کی زندگی اجیرن کر دے گا۔ وہ شوالا کی خوبصورت عورتیں اپنی طاقتوں سے ادھر لے آئے گا اور وہاں سے اس سفید فام عورت فلورا کو بھی لے آئے گا جو پہلے اس کی ملکیت تھی۔ میں نے فزارو کو ہدایت کی شوالا کے قبیلے کے وہ باشندے جو اس کے ظلم و ستم سے تنگ ہیں وہ کسی بھی لمحے جابر بن یوسف کے قبیلے میں آ سکتے ہیں۔ انھیں تمام تر عزت دی جائے گی۔ انھیں وسیع جھونپڑیاں دی جائیں گی۔ اور ہتھیار بنانے کا ہنر سکھایا جائے گا۔ فزارو کے چہرے پر حیرت ہویدا تھی لیکن یہ ایک سردار کا حکم تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ آئندہ چند دنوں میں یہ اطلاع دونوں قبیلوں کے ہر فرد کی زبان پر ہوگی اس لیے کہ دونوں قبیلوں کے مابین عارضی طور پر عام باشندوں کے آنے جانے پر کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔

دوسرے دن میں نے جھونپڑیوں کے درمیان بڑی گلیاں اور نالیاں بنانے کا انقلابی کام اپنی نگرانی میں شروع کرا دیا۔ قبیلے کے لوگوں نے جب نمونے کی ایک نالی دار گلی بنائی تو ان کی حیرت دو چند ہو گئی۔ اس چھوٹی سی گلی میں اونچائی پر دونوں اطراف جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور جھونپڑیوں کے درمیان درخت لگانے کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی تھی بعد میں۔ میں نے لکڑیوں سے ان کے سامنے پہیہ بنایا اور اپنی ہنر مندی کے مطابق ایک اونگا بونگا چھوٹا سا سامان بردار ٹھیلا بنا لیا۔ جب انھوں نے اسے گلی میں چلایا تو وہ اچھلنے کودنے لگے۔ یہ خبر بھی میرے اندازے کے مطابق شوالا کے قبیلے میں پہنچ گئی ہوگی۔

پھر میں نے ساحرانہ صلاحیتوں کا ایک مقابلہ منعقد کرایا اور حکم دیا کہ روز اسی طرح کے مقابلے ہوں گے۔ میدان میں پہنچ کر میں نے خود ان مقابلوں میں حصہ لیا جب میں نے دو قوی الجثہ نوجوانوں کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تو میرے قبیلے کے لوگ میری جسمانی طاقت پر ششدر رہ گئے۔ میں نے اپنے تحائف سے بھی ان کے سامنے حیرت انگیز عملی مظاہرے کیے۔

ان کوششوں کا نتیجہ چند ہی دن میں ظاہر ہو گیا۔ فزارو نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے کے کئی خاندان ہجرت کر کے ادھر آ گئے ہیں اور اسکے قبیلے میں میری بہادری اور پراسرار قوتوں کے تذکرے عام ہو رہے ہیں۔ شوالا کے قبیلے میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے کہ جابر بن یوسف باگمان میں اعلیٰ تربیت کے بعد واپس آیا ہے۔ وہ کسی دن قہر بن کر شوالا پر ٹوٹے گا۔

مجھے شوالا کی طرف سے جلد ہی کسی اقدام کا انتظار تھا کوئی ایسی حرکت جو اس کے قبیلے میں میرے داخلے کا راستہ استوار کر سکے۔ وہاں اس کی حمایت کے لیے میرا ایک حریف زیگا بھی بیٹھا ہوا تھا، جو یقیناً شوالا کو مشورے دے رہا ہوگا۔ شوالا کا نائب زارے بھی ابھی تک مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا۔ اسے اپنے اعتماد میں لینے کے لیے جبرال کے توسط کی ضرورت تھی اور جبرال سے ملاقات اس وقت تک ناممکن تھی جب تک کابن اعظم اپنی اقامت گاہ سے دور نہ ہو۔

چند دن اور گزرے ہوں گے میرے قبیلے میں ہجرت کر کے آنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شوالا کا قبیلہ ایک دن

بالکل خالی ہو جائے گا۔ نئے آنے والوں کے لیے میں خود انتظامات کراتا اور میرے قبیلے کے لوگ خالی جگہوں پر روزانہ بننے والی عمدہ جھونپڑیوں میں انھیں منتقل کر دیے۔ میں روز ان کے سامنے تقریر کرتا اور ان کے طعام میں شریک ہوتا۔ سریتا بھی تمام کاموں میں میرے ہمراہ ہوتی۔ شوالا نے ہجرت کر کے جانے والوں کے لیے شدید ترین سزائیں مقرر کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اتنا بڑا سیلاب روکنا' اتنے لوگوں کو سزا دینا شوالا کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے کئی آدمیوں کو روک کر زندہ جلا دیا لیکن میرے ساحرانہ کارناموں کی گونج شوالا کے قبیلے میں کچھ ایسے منظم انداز میں پہنچ رہی تھی کہ لوگ اپنی جھونپڑیاں چھوڑ چھوڑ کر ادھر آنے لگے۔ یہاں کوئی پابندی نہیں تھی، آزادانہ زندگی تھی۔ عمدہ جھونپڑیاں تھیں بگھیاں بن رہی تھیں۔ کاشت ہو رہی تھی۔ سردار عام لوگوں سے گھلا ملا رہتا تھا۔

آنے والوں نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے میں ہر جگہ جابر بن یوسف کی شجاعت کی دھوم ہے۔ چند ہی دنوں میں شوالا کا آدھا قبیلہ اپنے عزیزوں کے ساتھ ادھر منتقل ہو گیا۔ ان کی عورتیں اور بچے بھی ساتھ تھے۔ ان کی آبادکاری کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ مجھے اپنے مقاصد میں خاصی کامیابی ہو رہی تھی۔ ہاں اس بات پر حیرت تھی کہ شوالا نے کسی حماقت کا مظاہرہ اب تک کیوں نہیں کیا؟

مگر اس کے دن قریب آ رہے تھے۔ ڈیڑھ ماہ بعد اس کے قبیلے میں صرف چند لوگ رہ گئے اس کے پاس زمین تھی اس کے پاس پانی تھا اس کے پاس اقتدار تھا اس کے پاس چند وفادار عورتیں اور مرد رہ گئے تھے۔ اس کے پاس دوست تریگا تھا مگر اس کے پاس اس کے قبیلے کے لوگ نہیں تھے۔ وہ اب محض چند لوگوں کا حکمران تھا۔ میں کاہن اعظم یا اشاری کی آمد کا منتظر تھا۔ انھیں اب آ جانا چاہیے کیونکہ جابر بن یوسف نے انھیں کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اب ان کی سرد مہری سرگرمی میں بدل جائے گی اور جلد ہی کوئی ہنگامہ برپا ہوگا۔ کیا اقابلا جابر بن یوسف کو اب بھی نظر انداز کرے گی؟ میں لمحے گن گن کر کاٹ رہا تھا اور پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی طلسمی نیزہ میرے سینے کے پار نہ ہو جائے اور میں حسرتیں لیے نہ مر جاؤں۔

☆==========☆==========☆

دیوانہ ابلیس

عشق کا قاف اور **پکار** جیسے خوبصورت ناول لکھنے والے مصنف سرفراز احمد راہی کے قلم سے حیرت انگیز اور پراسرار واقعات سے بھرپور، سفلی علم کی سیاہ کاریوں اور نورانی علم کی ضوفشانیوں سے مزین، ایک دلچسپ ناول۔ جو قارئین کو اپنی گرفت میں لے کر ایک ان دیکھی دُنیا کی سیر کروائے گا۔ سرفراز احمد راہی نے ایک دلچسپ کہانی بیان کرتے ہوئے ہمیں ایک بھولی کہانی بھی یاد دلا دی ہے کہ گمراہی اور ان دیکھی قباحتوں میں گھرے انسان کے لئے واحد سہارا اللہ کی ذات اور اس کی یاد ہے۔ **کتاب گھر پر دستیاب ہے۔**

میں انتظار کرتا رہا۔

اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا؟ میں نے انتظار کیا۔ ایک جاں سوز اور بے کیف انتظار۔ چند دن گزر گئے ان چند دنوں میں شوالا کے قبیلے کے بعض سرکردہ افراد بھی فرار ہو کر ادھر منتقل ہو گئے۔ یہ ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ رعایا کے بغیر بادشاہ کا کیا حال ہو گا؟ اس کی حکمرانی کے لیے درخت ہوں گے یا پتھر ہوں گے وہ معدودے چند جاں نثار جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے وہ کب تک ایثار و وفا کا مظاہرہ کرتے رہیں گے؟ مغلوب الغضب شوالا کی برہمی اور کمزوری انھیں کب تک اپنے قابو میں رکھنے میں کامیاب رہے گی؟ شوالا کا نائب زارے اور اس کے کچھ ساتھی ابھی تک وہیں تھے۔ حالانکہ زارے کے متعلق کاہن اعظم سوراں کے فرزند جمراں نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے مضطرب ہے۔ فلورا بھی اس کے پاس تھی اور زریگا بھی جو جزیرہ ویزنارے توری کے اس قبیلے پر حکمرانی کا خواب دیکھ کر آیا تھا۔ میں تصور میں شوالا کے شب و روز کے معمولات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ جو لوگ وہاں سے آتے تھے۔ وہ اس کے مظالم اور ناسازی مزاج کے قصے بیان کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ وہ شدید غضب میں مبتلا ہے وہ انگاروں پر لوٹ رہا ہے...... بادشاہ اپنے چند مہروں کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس کے تمام پیدل مارے گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ بادشاہ کوئی اوچھی چال چل کر بساط الٹنے کی کوشش کرے گا لیکن اس نے غیر معمولی تحمل کا ثبوت دیا تھا۔

جزیرہ توری کے اس حصے میں بڑی چہل پہل تھی جہاں میری حکمرانی تھی۔ میں اس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ ہر طرف تیزی و توانائی نظر آتی تھی۔ جدھر دیکھیے ایک جوش، ولولے اور عزم کا اظہار تھا، صدیوں کی منجمد زندگی میں حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ جھونپڑوں کے درمیان گلیوں کی تعمیر کا کام جاری تھا۔ پودے سلیقے سے لگائے جا رہے تھے توری میں زمین کی کمی نہیں تھی۔ قدرت نے تاریک براعظم کے دوسرے جزیروں کی طرح اسے بھی طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا...... سبزہ، پانی، زرخیز زمین اور پھر میں یہاں آ گیا۔ میں ان کے لیے ایک نیا آدمی تھا، جس کی جلد سرخ و سفید تھی۔ جس کے نقش و نگار تیکھے تھے اور جس کا لہجہ پرکشش اور منفرد تھا۔ ان کے مشاغل بدل گئے تھے، وہ دن بھر کام کرتے، سورج غروب ہوتا تو وہ انگڑائیں لے لے کر طلوع ہوتے، مشعلیں گلیوں میں ایستادہ کر دی جاتیں عورتیں اپنے بدن رنگ کر اٹھلاتی ہوئی باہر نکل آتیں۔ مرد دن بھر کے پکڑے ہوئے جانوروں کو آگ پر لٹکا دیتے پھر ڈھول بجتے، نقارے پٹتے پاؤں تھرکتے، شور مچتا اور وہ دیوتاؤں سے راتیں طویل ہونے کی دعائیں مانگتے۔ راتیں ڈھلنے لگتیں تو وہ نڈھال ہو کر ایک دوسرے کی آغوش میں ضم ہو جاتے۔ شوالے کے قبیلے کی ساری آبادی منتقل ہو جانے کے بعد یہاں تاحد نظر آدمی نظر آتے تھے۔ آدمی گروہ پسند ہوتے ہیں۔ ایسی زندگی کا انھوں نے تصور نہیں کیا تھا۔ یہاں ہر وقت کوئی جشن برپا معلوم ہوتا تھا۔ مجھ سے ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جدھر میرے قدموں کی خوشبو جاتی، وہیں عورتیں زمیں بوس ہو جاتیں۔ مرد اپنی چھاتیاں زمین سے رگڑتے جیسے کوئی دیوتا ان کے درمیان آ گیا ہو۔

ہر دو قبیلے کی حتمیہ حدود کے سوا توری میں ایک ایسا علاقہ بھی تھا جہاں دونوں قبیلے کے افراد اکٹھے ہو جاتے۔ وہ مشترکہ جگہ کہلاتی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ شکار کی تلاش اور لکڑیاں اور پھل حاصل کرنے کے لیے دونوں قبیلوں کے افراد اس مشترکہ جگہ سے فائدہ اٹھاتے تھے اور واپس اپنے اپنے قبیلوں میں چلے جاتے تھے۔ اب اس وسیع عریض مشترکہ جگہ پر میرے آدمی بکھرے ہوئے تھے۔ انھیں شوالا کا خوف نہیں تھا کیوں

کر انہوں نے میرے قبیلے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک صبح جب قبیلے کی ایک بڑی تعداد وادی ساحل پر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھی، شوالا کے چند جاں نثار جو ابھی تک اس کے ساتھ تھے، اپنے قبیلے کے ان دس آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے جو ہجرت کر کے میرے علاقے میں آ گئے تھے۔ مجھے فوراً اس واقعے کی اطلاع دی گئی۔ اس خبر سے مجھے مسرت ہوئی لیکن میں نے اس کا اظہار قبیلے کے لوگوں پر نہیں کیا۔ میں نے انھیں خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ گویا شوالا کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ میں کسی ایسے ہی اقدام کا منتظر تھا۔

شام کے وقت جب میں مریتا کے ساتھ مہذب دنیا کی یادوں میں کھویا ہوا تھا۔ فزاروں ہانپتا کانپتا داخل ہوا اس کی وحشت اس امر کی غماز تھی کہ وہ کوئی تازہ واردات سنانے کے لیے مناسب پیرایہ ڈھونڈ رہا ہے۔ میں نے اپنے بدن کی مالش کرنے والی لڑکیوں کو ہاتھ کے اشارے سے علیحدہ کیا اور فزارو کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر قبیلے کے افراد کا ایک مجمع موجود تھا، ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ماحول پر خوف و ہراس مسلط تھا۔ میرے نمودار ہوتے ہی وہ زمین پر دراز ہو گئے۔ میں نے انھیں کھڑے ہونے کا حکم دیا...... پھر...... پھر میں کیا بیان کروں! میری آنکھوں نے بربریت و شقاوت، درندگی وسفاکی کا ایسا ہولناک منظر دیکھا جسے فراموش کرنے کے لیے حافظہ بگڑ جانا شرط ہے ایک ناتواں خوں آلود گروہ۔ دس افراد کا وہ مظلوم اور بدقسمت گروہ میرے سامنے کھڑا تھا۔ انھیں قبیلے کے دوسرے افراد نے سنبھال رکھا تھا، ان کے کاندھے لٹک رہے تھے اور بازو جھول رہے تھے وہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کر کے گاہے گاہے میری طرف حسرت کی نظر سے دیکھ لیتے تھے۔ وہ مرے نہیں تھے انھیں عبرت کے درس کے لیے زندہ رکھا گیا تھا۔ شوالا نے انھیں درختوں سے باندھ کر دل سوز مظالم ڈھائے تھے۔ فزارو نے آگے بڑھ کر ان کے منہ کھول کر مجھے دکھائے ان کے دانت غائب تھے اور زبانیں کٹی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ان کے ہاتھ دکھائے۔ انگلیاں ہاتھوں سے جدا کر دی گئی تھیں۔

سب کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''معزز سردار!'' فزارو نے میری خاموشی توڑنے کے لیے پوچھا۔ ''کیا ان کے سینوں سے نیزے پار کر کے انھیں اس تکلیف سے نجات دلا دی جائے؟''

''ہاں۔'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن سنو......'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''انھیں زندہ رکھا جائے۔ قبیلے کے تمام لوگ ان کے لیے کام کریں گے۔''

میرے حکم پر سب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ جزیرہ توری میں معذور لوگوں کو زندہ رکھنے کی کوئی رسم موجود نہیں تھی۔ وہ ایسے لوگوں کو مار ڈالتے تھے۔ میں نے اپنا فیصلہ اس لیے واپس لیا تھا کہ قبیلے کی آبادی کے سامنے انھیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ فزارو اور تمام مجمع میرا ردعمل دیکھنے اور سننے کے لیے پہلو بدل رہا ہے۔ میری خاموشی کو وہ اپنے محترم و مقدس سردار کی کمزوری اور مصلحت پر محمول کرتے، لیکن مجھے اپنے کسی ردعمل کے اظہار میں محتاط رہنا چاہیے تھا۔ یہ جو کچھ ہوا، قرین قیاس تھا۔ شوالا اس طرح اپنے قبیلے کے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ ان کی سزائیں اتنی شدید اور ہولناک ہو سکتی ہیں۔ مشترکہ علاقے میں آنے والے افراد کے لیے یہ ایک تنبیہ تھی کہ وہ کسی وقت بھی شوالا کے پنجہ استبداد میں جکڑ جائیں گے اور اگر وہ واپس اپنی زمین پر نہیں گئے تو شوالا کا قہر اس حد تک نازل ہو سکتا ہے۔ اس واقعے کے بعد مشترکہ علاقے میں جانے

والے لوگوں کے دلوں پر ایک ہیبت طاری رہتی۔ وہ شوالا کی ظالمانہ خو، ماورائی علوم پر اس کی دسترس، جادوگری اور غیر معمولی طاقت سے بخوبی واقف تھے۔ مجھے سوچنے کے چند لمحے ملے، پھر میں نے متذبذب ہجوم کو دیکھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے، میری پیروی میں بہت سے ہاتھ بلند ہو گئے، میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''جزیرہ توری کے لوگو! دیوتا تمھیں شادماں رکھیں۔ تم سب اب میری امان میں ہو۔ مجھے غور سے دیکھو اور یقین کرو کہ تمہارا سردار مر چکا ہے۔ طاقت اور ذہانت میں تاریک براعظم کے تمام سرداروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم مشترکہ علاقے میں کسی خوف اور شک کے بغیر جاؤ۔ سمندروں سے مچھلیاں نکالو۔ درختوں سے پھل توڑو۔ جنگل میں عمدہ قسم کے جانوروں کو تلاش کرو۔ یہ علاقہ دونوں سرداروں کی ملکیت ہے اور یہ تمہارا علاقہ ہے۔ بہت جلد تمھیں دیوتاؤں کی طرف سے مسرت اور سرشاری کی نوید ملے گی۔ تم دیوتاؤں کی منشا کے منتظر رہو۔ وہ پر جلال ملکہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہے......... اور سنو اگر دوبارہ تم پر کوئی حاوی آنے کی کوشش کرے تو تم مشترک ہو کر اس کا مقابلہ کرو۔ کیا تم اپنے سردار پر جانیں قربان کرنے سے گریز کرتے ہو جس نے تمھیں اعلیٰ جھونپڑیاں اور آسائشیں دی ہیں۔''

''معزز سردار!'' فزارو درمیان میں بولا۔ ''تمہارا حکم دیوتاؤں کا اشارہ ہے، لیکن شوالا کے آدمی ایسا سحر پھونکتے ہیں کہ بینائی معدوم ہو جاتی ہے۔ ان کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ مزاحمت بے کار ہو جاتی ہے۔ معزز سردار کو معلوم ہونا چاہیے کہ شوالا نے ایسے منتخب آدمی مشترکہ علاقے میں بھیجے تھے، جو سحر چلا سکتے ہیں۔''

''فزارو......... کیا ہمارے علاقے میں سحر پھونکنے والے لوگوں کی کمی ہے؟'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''کیا تم اور تمہارے ساتھی چند دنوں کے لیے مشترکہ علاقے میں اپنے لوگوں کی نگرانی نہیں کر سکتے؟ اگر وہ تمہارے آدمیوں کو پکڑ سکتے ہیں تو تم ان کے بچے کھچے آدمیوں کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتے؟ کیا تم وہ طلسم نہیں توڑ سکتے جس پر شوالا کے آدمی حاوی ہیں؟ لوڈگی کے یہ سینگ اپنے گلے میں ڈال لو۔ یہ صحرائے زارشی کا عطیہ ہیں۔'' میں نے اپنے ڈگی کے سینگوں کا ہار اتار کر دے دیا۔ ''ذارے آئے تو اسے بھی گرفت میں لے لو۔ اب شوالا کے پاس کوئی بھی رہنا نہیں چاہتا وہ موقع کے منتظر ہیں۔''

میرے تخاطب نے کچھ ایسا اثر مرتب کیا کہ قبیلے کے لوگ شور مچاتے اور اچھلتے ہوئے منتشر ہو گئے۔ وہ اپنے ساتھ معذور لوگوں کو بھی لے گئے۔ مکان میں آ کر میں نے فزارو کو حکم دیا کہ ''ان دس بد قسمت لوگوں کو جنگل میں لے جا کر ختم کر دیا جائے کیوں کہ لوگ ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے۔'' یہ فیصلہ کر کے مجھے ایک دکھ محسوس ہوا لیکن موت ہی ان کی نجات کا سبب رہ گئی تھی۔

اس وقت توری کی منتخب حسین دوشیزائیں، سریتا کا سنگھار کر رہی تھیں، میں نے اسے دیکھا۔ اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ سریتا کس کے لیے سنگھار کرتی ہے؟ وہ اور دلکش ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے بہت کم بات کرتی تھی، بس کچھ ایسی حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھا کرتی کہ مجھے اپنی آنکھیں اس کی طرف سے ہٹانی پڑتی تھیں اس وقت بھی یہی ہوا۔ میں نے اسے دوسرے کمرے میں چلے جانے کے لیے کہا کیوں کہ اس کی موجودگی سے شوالا کے خونیں اقدام پر غور کرنے میں مجھے تامل ہوتا۔

ہر چند کہ یہ ایک بے رحم مظاہرہ تھا مگر اس سے شوالا کی الجھن، بے چینی اور جلن کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے میرے انتظار کے دن اور کم کر

دیے تھے اور مجھے مزید آگے بڑھنے کے لیے موقع فراہم کر دیا تھا۔ مجھے جس بات کی توقع تھی، شوالا نے دیر سے سہی لیکن کی ضرور۔ اس نے حماقت کا ثبوت دے دیا تھا۔ اس کے قبیلے کی آبادی منتقل ہو جانے کے بعد مجھ میں اس سے نبرد آزمائی کی وہ شدت نہیں رہی تھی جو پہلے تھی۔ شوالا کی اس اذیت ناک حالت سے ایک لطف محسوس ہوتا تھا۔ اب مجھے زارے کا انتظار تھا اور ان چند ساتھیوں کا جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے۔ تنہا ہو کر شوالا کیسا دلچسپ شخص ہو جائے گا؟ مگر وہ تنہا نہیں رہ سکتا تھا۔ فلورا بھی آخر دم تک اس کے ساتھ ہو گی اور زریگا بھی .... جریدہ تن زار کا وہ دیو قامت شخص مجھے اسے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ جب فلورا اور زریگا کے سوا تمام لوگ شوالا کو چھوڑ دیں گے، کیا اس وقت بھی تاریک براعظم کی حسین و جمیل ملکہ اقابلا اپنے دست حنائی کو جنبش نہیں دے گی؟ شوالا اپنے لوگوں سے مایوس ہو کر آخر جلد از جلد مقابلے کا آرزو مند ہو گا اور کاہن اعظم سورال کو یہ گرد آلود فضا صاف کرنے کے لیے جلوہ گر ہونا پڑے گا۔ شوالا کے خون سے میرے چہرے کا رنگ سرخ ہو گا۔ اس کی ہزیمت سے میرے اقبال میں اور بلندی پیدا ہو گی۔ کبھی نہ کبھی اس مجلس کے دریچے وا ہوں گے۔ اس کے رخ زیبا کی دید ایک ظالم اور سفاک شخص، شوالا کی عجلت اور جلد بازی پر منحصر ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ خانہ خرابی، یہ فتنہ و فساد نہ میری طبیعت کے مطابق تھا نہ مجھے اس کی ضرورت تھی۔ میں پہلے ہی دو قبیلوں کا حکمران تھا، یہ سارا کھڑاگ تو اس کی نظروں میں سرفراز ہونے کی وجہ سے تھا۔ اس کا جلوہ میری سرکشی سے مشروط تھا۔ اس کا قرب میری شجاعت سے وابستہ تھا۔ میں نے یہ نکتہ پا لیا تھا کہ اسے حاصل کرنے کے قرائن کیا ہیں؟ ورنہ کیا تھا، ایک تہذیب یافتہ شخص ننگ دھڑنگ وحشیوں کے درمیان تھا، جن کے ہاں انسان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مابعد الطبیعاتی مظاہر کی آماجگاہ جہاں قدم قدم پر خطرے ہوں، کس کے دماغ میں یہ معرکے سر کرنے کی سمائے گی۔ کوئی نہیں۔ ہمارے ساتھ آنے والے سب لوگ مر چکے تھے۔ سرنگا اپنی طاقتوں اور دیوی کی مدد سے زندہ تھا، ڈاکٹر جواد کو حکمت کے سبب سے، عورتوں کو ان کے حسن کی بنا پر رعایت ملی تھی اور مجھے اس کہکشاں بدن کی تحریک نے زندہ رکھا تھا۔

شام کے قریب جب بستی کے لوگ شکار سے لدے پھندے واپس آئے تو ان کے ساتھ زارے اور اس کے ساتھی بھی موجود تھے۔ فزارو نے زارے اور اس کے ساتھیوں کو گزشتہ دن کے مطابق لوگوں کو ورغلاتے اور شوالا کے قبیلے کی سرحدوں کی طرف جاتے دیکھا تو ایک بڑے گروہ نے انھیں روک لیا۔ فزارو نے زارے کے طلسم کا رنگ چڑھنے سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیار کر لی تھیں۔ اس نے زارے اور اس کے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ دور اندیشی کے تحت جابر بن یوسف الیاقر کے قبیلے میں آ جائیں کیونکہ وہی آئندہ دنوں میں اس پورے علاقے کا سردار ہو گا۔ زارے شاید اسی دعوت کا منتظر تھا۔ وہ کچھ پس و پیش کے بعد تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی آ گئے۔ یہ آخری آدمی تھے۔ اب شوالا کے پاس زریگا اور فلورا رہ گئے تھے .... ہاں، ایک اور شخص ڈاکٹر جواد۔ میں نے اپنے دروازے پر جب ان گنت آوازوں کا شور سنا تو باہر آ کر دیکھا فزارو کے قریب زارے کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ میں اس مرد جری کے قریب گیا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر شکایتی انداز میں کہا۔

''زارے! تم نے آنے میں دیر کر دی۔''

زارے نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ میرے علاقے میں ایک لائق التفات شخص کا اضافہ ہوا ہے۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ جابر بن یوسف تمھیں فزارو کے مساوی درجہ دیتا ہے۔''

زارے کی آنکھیں دمک اٹھیں اور ہجوم نے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے ہوئے اپنے تیز ے زمین میں گاڑ دیے۔ عورتوں نے عالم جنون میں سر ہلانے شروع کر دیے۔ تنومند زارے کی آنکھوں سے ذہانت مترشح تھی۔ وہ دوبارہ میرے قدموں پر جھک گیا۔ اٹھا تو عقیدت کے ساتھ بولا۔ "جارا کا کا تحسین اور رفعتوں سے نوازے۔ تمہارا دل تمہارے دماغ کی طرح بڑا ہے۔ مقدس اقابلا یقیناً تمہارے دل اور ذہن کے حال سے آشنا ہو گی۔ تم اس کی نظروں میں ایک مقام پیدا کرو گے۔ ہم سب تمہارے لیے دعا گو ہیں۔ دیوتا تم پر اپنا سایہ قائم رکھیں۔"

زارے کی آمد پر اس دن شام قبیلے میں کچھ زیادہ ہی سرمستی کا مظاہرہ کیا گیا۔ زارے کے بیان کے مطابق شوالا آبادی کے انخلا سے سخت پریشان اور آزردہ خاطر ہو گیا تھا۔ اسے اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے خود اٹھنا پڑتا تھا اور وہ اپنے وفادار ساتھیوں پر شک کرنے لگا تھا۔ تریگا اور وہ گھنٹوں سر جوڑ کر ایک دوسرے سے مشورے کرتے تھے۔ تریگا ہی نے شوالا کو عجلت سے باز رکھا تھا۔ زارے کا خیال تھا کہ تریگا میں دیوتاؤں سے قرب رکھنے کے لیے اعلیٰ اوصاف موجود ہیں۔ اس نے شوالا کی موجودہ ذہنی کیفیت کی ایک ایک بات مجھے تفصیل سے بتائی۔ اس کے قبیلے میں زارشی سے میری واپسی کا چرچا بڑی شدت سے کیا گیا تھا۔ باگمان میں میری سرداری کی خبر سے بھی شوالا کو دھچکا پہنچا تھا۔ فلورا کو آج بھی اس کی پسندیدہ عورتوں میں سب سے ممتاز درجہ حاصل تھا۔ زارے نے بتایا کہ وہ خاموش اور غم زدہ سی رہتی ہے۔ شوالا اس سے جھجکتا اور ڈرتا ہے۔ اس نے تریگا سے اپنے اس نادر تحفے کا تعارف کرایا تھا اور مہمان نوازی کے طور پر کتنی ہی راتیں فلورا کو اس کے پاس بھیجا لیکن تریگا ہمیشہ شوالا سے شکایت کرتا رہا کہ فلورا نے اس کے ساتھ شب بسری سے انکار کر دیا تھا۔ شوالا بہ جبر فلورا کو تریگا کے پاس نہیں بھیج سکتا تھا کیونکہ مجھ سے شکست کھانے کے بعد فلورا نے اپنی مرضی سے شوالا کے پاس رہنا پسند کیا تھا۔ زارے شوالا کی تمام کمزوریوں، خامیوں، خوبیوں اور طاقتوں سے واقف تھا۔ اس نے مجھے خوش کرنے کے لیے فلورا کا ذکر بطور خاص کیا۔ اور فلورا کا ذکر کر کے اس نے مجھے اداس کر دیا۔ کون جانتا تھا کہ اس گوہر نایاب کے حصول میں میں نے کیا کیا انقلاب دیکھے تھے؟ فلورا اب کیسی ہو گئی ہو گی؟ کیا اس کے شہابی رخسار اب بھی دہکتے ہوں گے؟ اس کی غزالی آنکھیں اب بھی چمکتی ہیں؟ کیا اس کے سانسوں سے اب بھی خوشبو آتی ہے؟ وہ حسین گجرا ایک کریہہ صورت وحشی کے گلے میں لٹکا ہوا ہے۔ یہ کیسا تماشا ہے؟ مگر فلورا اب میرے پاس آ بھی جائے گی تو کیا ہو گا وہ میرے لیے بڑی اجنبی ہو گی .... میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا .... جب وہ یہ خیال کرے گی کہ جابر بن یوسف نے اس کا خیال ترک کر کے کسی اور آستانے پر سر نیاز خم کر دیا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ مگر اسے کیا اندازہ کہ جابر بن یوسف کا دل اپنے قابو میں کب رہا ہے۔ اس پر تو کسی اور کا سایہ ہے۔ وہ تو طلسم میں گرفتار ہے۔ اس کے پاس شعور کہاں ہے؟

زارے کی آمد کے دوسرے دن اچانک ڈاکٹر جواد میرے قبیلے میں آ گیا۔ اسے نہایت عزت سے میرے روبرو پیش کیا گیا۔ مجھے اس شخص سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس نے سریتا پر ہاتھ اٹھایا تھا' حالانکہ وہ میرے ان ساتھیوں میں شامل تھا جو اس سحر خانے میں اسیر ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر جواد نے اپنی دنیا کی ایک بدنصیب لڑکی کا خیال نہیں کیا تھا تو میں اسے پہلو میں کیوں نشست دیتا۔ ڈاکٹر جواد ایک طبیب تھا اور طبیبوں کو توری میں عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اس لیے میں اسے آسانی سے نہیں نکال سکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی سردار سے بالا نہیں تھا۔ میں نے اس سے درشت لہجے میں پوچھا "تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟"

''سیدی جابر! میں ڈاکٹر جواد ہوں، تمہارا ساتھی۔'' اس نے اشتیاق سے کہا۔

''میں تمہارے نام سے واقف ہوں لیکن مہذب دنیا کے رشتے توڑنے میں تم نے خود ہی پہل کی تھی۔ تم نے اپنے دوست سرنگا کی لڑکی سرینا کا بھی خیال نہیں کیا...... میں، میں تمہاری کوئی اعانت نہیں کر سکتا۔''

''میں تم سے شرمندہ ہوں، جابر بن یوسف! تمہیں معلوم ہے میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ اب میں ہوش میں آیا ہوں مجھے ندامت کرنے کو بہت دن مل گئے تھے۔'' ڈاکٹر جواد لجاجت سے بولا۔

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے خفگی سے پوچھا۔

''میں تمہارے قبیلے میں رہنا چاہتا ہوں تم نے ذہانت اور تدبر کا جو شاندار مظاہرہ کیا ہے، میں تمہیں اس کی داد دینا چاہتا ہوں شوالا حواس باختہ ہے۔ وہ شدید اذیت اور خفقان میں مبتلا ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی کمی ہے...... میری...... میں ایک بڑا طبیب ہوں۔'' ڈاکٹر جواد نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''میں نے یہاں کی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کی ہے اور یہاں کے طریقہ ہائے علاج سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ کیا تم اپنے باکمال دوست کو معاف کر کے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرو گے؟''

''تم بے اعتبار شخص ثابت ہو چکے ہو۔'' میں نے کہا

''تم مجھے ایک موقع دو۔ میں اپنا اعتبار بحال کروں گا۔''

''جاؤ۔ تو پھر کسی جھونپڑی میں مقیم ہو جاؤ اور میرے سامنے کم سے کم آیا کرو۔ تمہیں عورتوں کی ضرورت ہو تو تم ان کی مرضی سے انہیں حاصل کر لو۔''

''میں اپنے دوست کو سلام کرتا ہوں۔'' جواد نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

''شوالا کا کیا حال ہے؟'' وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا۔

سیدی! شیر زخمی ہو گیا ہے۔'' اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

''تو وہ کب آبادی کی طرف بڑھے گا؟'' میں نے پوچھا

''بہت جلد۔ اب وہاں کیا رہ گیا ہے؟ وہ سفید چڑیا ابھی تک اس کے پنجرے میں ہے۔ کچھ دن بعد تمہارے پنجرے میں آ جائے گی۔''

''زربگا کیا کہتا ہے؟''

''وہ میری طرح کہیں محفوظ مقام پر جانے کے بہانے سوچ رہا ہے۔''

ڈاکٹر جواد بھی آ گیا تھا، اس کی خوشامدانہ باتوں کے باوجود اس کی طرف سے میرے نہاں خانہ دل میں ابھی تک گرد جمی ہوئی تھی۔ اب سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اگر اب بھی کاہن اعظم سمورال یا اقابلا کا فرستادہ نہیں آیا تو کیا شوالا کی حرکت قلب بند ہو جانے کے بعد آئے گا۔ میں سمجھتا تھا، کسی کو اس وقت سے پہلے آنا چاہیے تھا، اس وقت جب لوگ ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے تھے۔ وہ اس وقت نہیں آئے تو پھر انہیں اس کے بعد اس

طرف توجہ دینی چاہیے تھی۔ اگر وہ اس مرحلے کے بعد بھی نہیں آئے گا تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ مجھے اپنی فکر کا رخ بدلنا ہوگا۔ مجھے بہت سے اندیشوں کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔ جزیرہ اگمروما سے میری واپسی کو قصر اقابلا میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا میں ایک مشکوک شخص ہوں۔ اقابلا نے جزیرہ اگمروما کے عالموں کی رائے کے مطابق میرے ساتھ مغائرت کا سلوک کیا ہے۔ اس کی نظروں میں اتنی شدتوں اتنے جذبوں کی کوئی وقعت نہیں ہے کیوں کہ مجھ سے پہلے بہت سے، ایسے جذبات کا اظہار کر چکے ہیں اور ناکام ہو گئے ہیں۔ اس کا حصول' اس کا قرب ناممکن ہے۔ میں نے ایک بونا شخص ہوں، میری بساط اس عظیم طلسم کدے میں کیا ہے؟ میں نے زارشی، باگمان اور اگمروما میں علم وفضیلت کے جو اسباق یاد کیے ہیں، وہ بڑے ابتدائی ہیں......... مجھے اپنے متعلق سوچنا ہوگا۔ مجھے سرنگا کے پاس جانا چاہیے اور اس سے کوئی مشورہ لینا چاہیے۔ سرنگا زندہ ہے تو تنہائی کا احساس جاتا رہے گا۔ میں سرنگا کے پاس نہیں گیا، میں نے سوچا، مجھے کچھ دن اور انتظار کرنا چاہیے شوالا سے مبارزت کے لیے میں کاہن اعظم کو پہلے ہی دعوت دے چکا ہوں۔

قبیلے کی زندگی میں بڑا جوش تھا۔ اب ان کے ہاں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ کب شوالا ادھر کا رخ کرتا ہے اور جابر بن یوسف کے قدموں میں لیٹ کر اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہے۔ زارے اور فزارو اصل میں قبیلے کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ میرا زیادہ وقت تو اپنے مہ کامل کی دید کے اشتیاق وانتظار میں گزرتا تھا۔ میں تو ایک پاگل شخص تھا۔ میں عربی کے مشہور شعر گنگناتا تھا اور سریتا کو ان کے معانی سناتا تھا۔ وہ شرما جاتی تو میں اس کے رخسار کی چٹکی لے لیتا۔ اب بھی میری راتیں ویران تھیں۔ دوسرے کمرے میں حشر بداماں سریتا تھی۔ اس کمرے میں میری ایک ہوس ناک آواز کی بے شمار دوشیزائیں منتظر رہتیں، لیکن یہ ایک احتجاج تھا۔ ایک ضد......... ایک امتحان جو میں نے خود اپنے آپ مسلط کیا تھا۔ ہاں میں سرخ وتر لبوں کو دیکھتا تو مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا۔ میرے پاس چشمے بہہ رہے تھے اور میں کنارے کھڑا انھیں حسرت سے دیکھتا تھا۔ میرے لوگ میری اس کنارہ کشی اور ضبط پر حیران تھے۔

ان سرد وبے کیف دنوں میں چند دنوں کا اضافہ کر لیجیے۔ ہر لمحے کسی کی آہٹ کا انتظار تھا اور دن گزرتے جاتے تھے۔ میرے اورد گرد مایوسیاں پھیل رہی تھیں نہ شوالا کی طرف سے کوئی خبر ملتی تھی اور نہ ہی اس آتش نفس کی طرف سے کوئی پیغام موصول ہوتا تھا، میں نے ایک دو بار کاہن اعظم سے ملاقات کے لیے زارے کو بھیجا لیکن اس نے کوئی امید افزا جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے تاریک بر اعظم میں پھیلے ہوئے جزیروں اور نربگا کے متعلق زارے اور فزارو سے معلومات حاصل کرنی شروع کیں۔ وہ ایک کے بعد ایک جزیرے کا نام لیتے تھے جہاں آبادی کی منتقلی خاص احکام کے تحت عمل میں آتی تھی۔ بڑے سردار اور وہ لوگ جنھیں سرداروں نے یا اقابلا نے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ہے، وہی ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے جا سکتے تھے۔ چنانچہ بہت سے نام انھیں خود معلوم نہیں تھے۔ زارے اور فزارو کے خیال میں ساری دنیا انھی جزیروں پر مشتمل تھی، اور اقابلا کا کائنات میں سب سے افضل مقام پر فائز تھی جو علاقے اس کے زیر نگیں نہیں تھے، وہ کسی اور کائنات سے تعلق رکھتے تھے۔ میں کسی اور دنیا سے تعلق رکھتا تھا، کائنات اور دنیا وہ ایک ہی معنی میں استعمال کرتے تھے۔ اقابلا ایک لافانی حقیقت ہے، جب تک دیوتا خوش ہیں وہ موجود ہے۔ نسل در نسل وہ اس کا نام سنتے آئے تھے اسے ایسی طاقتیں دیوتاؤں نے ودیعت کی ہیں، جو دیوتاؤں سے مختص ہیں۔ وہ ایک بڑی ساحرہ ہے۔ اس کا حسن لازوال اور

ساری دنیا میں لاثانی ہے۔ زارے اور فزارو نہایت عقیدت سے اس کی صفات بیان کرتے رہے۔ جزیرہ ویزنار کے متعلق انہوں نے یہ دلچسپ انکشاف کر کے مجھے استعجاب میں ڈال دیا کہ وہاں سلطنت اقابلا کی سب سے حسین عورتیں موجود ہیں اور وہ علاقہ، خوب صورتی میں سب سے اعلیٰ ہے۔ انہوں نے آج تک اس جزیرے پر قدم نہیں رکھا تھا لیکن لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ وہ جزیرہ حسن اور دلکشی کے اعتبار سے ممتاز ترین ہے۔ تاریک براعظم کے بیش بہا عجائب اور نوادر اس جزیرے پر موجود ہیں۔ جزیرے کا سردار نزیکا کا بھائی ارمیگا ہے۔ اس کی طاقت و ساحری کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہاں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر جالموش بھی رہتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جالموش ایک طویل زمانے سے زندہ ہے۔ روایت ہے کہ جالموش کو مقدس اقابلا کا قرب حاصل ہے وہ جزیرے میں ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے۔ وہ ارمیگا کے معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتا اور ارمیگا اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔

جزیرہ اسمار میں عورتوں کی حکومت ہے، دوسرے جزیروں کی طرح وہاں عورتوں کو مردوں کے حصول میں طاقت کا مظاہرہ کرنے کی آزادی ہے۔ وہاں کے قوانین عجیب و غریب اور سخت ہیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جزیرہ ویزنار کے ایک شخص نے ایک بار ان عورتوں سے ان کی حکومت چھین لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

''کیا ان جزیروں پر عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں ہے؟'' میں نے یہ حیرت انگیز حقائق سن کر پوچھا۔

''اگر دونوں سرداروں کے مابین کوئی ایسا سمجھوتا ہو جائے تو اجازت ہے۔'' زارے نے جواب دیا۔

''کیا سرداروں کی معرکہ آرائی کے علاوہ ان کے عام لوگ آپس میں جنگ و جدل نہیں کرتے؟''

''اگر مقابلے کے لیے بات طے ہو جائے تو قبیلے آپس میں لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔'' فزارو نے کہا۔

فزارو اور زارے کی معلومات محدود تھیں۔ میں اس سے پہلے بھی یہ حکایات سن چکا تھا لیکن میں نے بھی یہ حقائق در خور اعتنا نہیں سمجھے تھے۔ ان مایوس کن لمحات میں دوسرے جزیروں کی تفصیل سن کر مجھے اپنے قد کا اندازہ ہوا۔ میرا قد وسیع و عریض سلطنت اقابلا کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔ میں تو کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اس پر میرا یہ غرہ تھا کہ میں ان سب میں ممتاز اور جلیل ہوں مجھے آندھیوں نے گھیر لیا۔ اس کے قرب کی تمنا میں عمر صرف ہو جائے گی۔ اگرو ماں علاقوں میں سب سے خوب صورت اور عافیت کا علاقہ تھا۔ وہاں آزادی تھی۔ وہاں نیشا اور کیشا تھیں۔ وہاں داناؤں، عالموں اور ساحروں کا ایک اژدہام تھا، جن کے ہاں ہر فرد کی اہمیت تھی۔ وہ جنت نظیر تھا، میں اس بیابان میں کیوں آ گیا؟

شاید وہ سچ کہتے تھے، اسے میرے بارے میں غور کرنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ سلطنت کے کتنے ہی شخص اس کے لمس جاوداں کے امیدوار ہوں گے۔ اس کا حسن ایک سحر ہے اس سحر میں سب گرفتار ہیں۔ انھی میں ایک میں بھی ہوں۔ میری جلد کا رنگ مختلف ضرور ہے۔ میرا لہجہ فصیح ضرور ہے۔ میرے اطوار شستہ ضرور ہیں لیکن میں بہت پیچھے کھڑا ہوں، آہ جابر بن یوسف البا قر تمہارے سر کو کیا ہو گیا ہے؟

اضطراب و کشمکش کے ان ایام میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے میں نے کاہن اعظم سمورال کی خدمت میں مختلف قسم کے پیغامات بھیجے۔ کبھی میں نے کہا، میں اپنے دوسرے قبیلے باگمان واپس جانا چاہتا ہوں۔ کبھی میں نے ویزنار کے سردار ارمیگا سے مقابلہ کرنے کی درخواست بھیجی، کبھی میں نے اشولا کے باب میں اس سے عجلت کا مطالبہ کیا، کبھی اقابلا کے حضور اپنی حاضری کا اشتیاق ظاہر کیا، زارے میرا پیغام بر تھا۔ وہ میری اطلاع کے مطابق

خانوادہ سوسال سے قریب تھا۔ ان پیغامات کے جوابات کے لیے وقت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ صورت حال میں سر مو فرق نہیں آیا اور میں اپنے دل میں ہزاروں اندیشے پرورش کرتا رہا اور تنہائیوں میں سنگ دل اقابلا سے باتیں کرتا رہا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اس کی سماعت بڑی حساس ہے۔

ڈاکٹر جواد نے قبیلے میں ایک شائستہ زندگی شروع کر دی تھی وہ طبی فرائض کے علاوہ قبیلے میں تعمیری طور پر انجام دی جانے والی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے لگا تھا۔ وہ شام کو عموماً گلیوں میں نظر آتا، جہاں شراب اور حسن کے سوتے پھوٹ پڑتے تھے۔ وہ اکثر میرے مکان میں بھی چلا آتا اور گزشتہ زندگی کی یادیں تازہ کیا کرتا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے نظریں چراتا ہے۔

☆===========☆===========☆

قلمکار کلب پاکستان

......اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ مختلف موضوعات پر لکھ سکتے ہیں؟

☆......آپ اپنی تحریریں ہمیں روانہ کریں، ہم ان کی نوک پلک سنواردیں گے۔

......آپ شاعری کرتے ہیں یا مضمون و کہانیاں لکھتے ہیں؟

☆......ہم انہیں مختلف رسائل و جرائد میں شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔

......آپ اپنی تحریروں کو کتابی شکل میں شائع کرانے کے خواہشمند ہیں؟

☆......ہم آپ کی تحریروں کو دیدہ زیب و دلکش انداز میں کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

......آپ اپنی کتابوں کی مناسب تشہیر کے خواہشمند ہیں؟

☆......ہم آپ کی کتابوں کی تشہیر مختلف جرائد و رسائل میں تبصروں اور تذکروں میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اگر آپ اپنی تحریروں کے لیے مختلف اخبارات و رسائل تک رسائی چاہتے ہیں؟

تو...... ہم آپ کی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کے مواقع دینا چاہتے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں۔

ڈاکٹر صابر علی ہاشمی

قلمکار کلب پاکستان

0333 222 1689

qalamkar_club@yahoo.com

ایک تپتی دوپہر کو مجھے اپنے کمرے میں اطلاع دی گئی کہ کاہن اعظم سورال میرے قبیلے کی طرف گامزن ہے۔ مجھے اس پر یقین نہیں آیا، میں نے اپنے سینے پر نظر ڈالی، دیوتاؤں کے نوادر تیزی سے سجائے، سرینا نے میری مدد کی۔ میں نے حکم دیا کہ کاہن اعظم کو ایک جلوس کی شکل میں یہاں لایا جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ اچانک نقارے بجنے لگے اور لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کاہن اعظم کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ میں بن سج کر بیٹھا تو سرینا نے اپنی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کی۔ کاہن اعظم کی اچانک آمد سے جمود و سکوت کی یہ فضا ٹوٹنے والی تھی۔ چند لمحوں بعد ڈھول تاشوں کی گونج قریب آتی گئی۔ میں اس کی پذیرائی کے لیے باہر آ گیا۔ توری کی ساری آبادی اکٹھی ہو گئی تھی۔ صرف وہ لوگ ان میں شامل نہیں تھے جو مشترکہ علاقے میں شکار کو گئے تھے۔ فزارو اور زارے راستہ بناتے ہوئے سورال کو لا رہے تھے۔ دور سے مجھے اس کی جھلک نظر آتی۔ میں ایک عرصے بعد سورال کو دیکھ رہا تھا۔

میں نے جھک کر اپنے انداز میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سورال کے چہرے پر فکر کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔ اس نے میری طرف حیران کن نظروں سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہیں محسوس کر رہا تھا جو بار بار میرے سینے پر آراستہ تحفوں اور خاص طور پر شپالی اور ڈگی کے سینگوں کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ سورال کے چہرے پر ہمیشہ ایک پر وقار سنجیدگی چھائی رہتی تھی مگر اس وقت وہ عجیب تذبذب کے عالم سے دوچار تھا۔ شاید اس کی نظریں میرے تحفوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کر رہی تھیں۔ شاید وہ میری شجاعت، بلند بختی کے ایقان کا اعادہ کر رہا تھا۔ میں سورال کے تذبذب سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ فزارو اور زارے سورال کی پشت پر ہاتھ باندھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ میں نے تخاطب میں پیش قدمی کی۔

''آؤ..... آؤ..... جزیرہ توری کے مقدس کاہن ایک عرصے بعد میں کاہن اعظم کو خوش آمدید کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ کاہن اعظم نے میرے متعدد پیغامات کے جواب میں یہاں آ کر میرا اقبال بلند کیا ہے۔ میں اس عزت کے لیے اس کا شکر گزار ہوں میں شدت سے تمہارا منتظر تھا۔''

سورال کی روایتی سنجیدگی واپس آ گئی۔ اس نے خشک نظروں سے مجھے گھور کر دیکھا پھر سپاٹ اور بے جان آواز میں مخاطب ہوا۔

''جابر بن یوسف تمہارے سینے پر آراستہ یہ نوادر تمہاری ہمت، شجاعت اور ذہانت کی نشانیاں ہیں، تمہاری کامیاب واپسی تمہاری باطنی خوبیوں کی افزائش کی ضمانت ہے۔''

''حوصلہ افزائی کے یہ چند جملے میرے لیے کسی نادر انعام سے بھی زیادہ ہیں۔ مجھے اجازت دی جائے تو میں کچھ جسارت کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں اس وقت تمہارے ذہن میں بیٹھا ہوں۔''

''میں کاہن اعظم سے خصوصی قرب اور اپنے نوادر کی رعایت سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کیا ایسے شخص کو جسے خود بالائی طاقتوں نے کسی مہم پر روانہ کیا ہو، اسے کامیاب واپسی پر حوصلہ افزائی میں بخل کا شکوہ ہو تو وہ کس سے فریاد کرے۔''

''مجھے تمہارے سامنے وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''بے شک۔ لیکن شکایت الزام اور جرم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ میں نے اس علاقے میں ہمیشہ اس کی وفاداری نباہی ہے۔''

کاہن اعظم سورال نے مجمع کو اشارہ کیا' وہ سب لوگ الٹے قدموں واپس ہو گئے اور میں اسے اپنے مکان پر لے آیا۔ سریتا دوسرے کمرے میں چلی گئی زارے اور فزار وبھی باہر رہ گئے۔

''تمہاری شکایت کا کوئی جواز نہیں۔ کیوں کہ تم اس طلسمی نظام کے صرف آلۂ کار ہو جو مقدس اقابلا کے اشاروں کا مطیع ہے۔ تمہیں اپنی آخری سانسوں تک اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔'' سورال نے کہا۔

''یہ بے کیف انتظار؟........ کیا میں کوئی درخت ہوں، کیا کوئی پتھر ہوں؟ آہ سورال' جزیرہ توری کے مقدس کاہن تمہیں انسانوں، درختوں اور پتھروں میں کوئی فرق کرنا چاہیے۔'' میں نے بے زاری سے کہا۔

''تم اس کے سامنے ایک درخت ہو، ایک پتھر ہو۔ کیا اس کی نوازشوں میں تمہیں کوئی شبہ ہے کہ اس نے اس درخت کو اونچائی عطا کی اور اس پتھر کو پہاڑ بنا دیا۔''

''میں اس کے قصر کا کوئی تنکا اور اس کی دیواروں کا کوئی کنگر بننا چاہتا ہوں۔ مجھے اس جام کی شکل دی جائے۔ جو اس کے احمریں ہونٹوں سے مس ہوتا ہے۔ کاہن اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اس فضیلتوں کی بے پناہ خوشی ہے؟ نہیں یہ تمہارا گمان ہے۔ میں نے یہ صعوبتیں اس لیے اٹھائی ہیں کہ میں اس کے قرب کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اپنے اندر شدتیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

سورال کی نظروں میں ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا۔ اس نے موضوع بدل دیا۔ ''میں ہریکا کی یہ آنکھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''بصد شوق۔'' میں نے اپنے قریب رکھا ہوا وہ پتھر اسے دے دیا۔ وہ اسے بغور دیکھتا رہا۔ ''یہ ہریکا کی آنکھیں ہیں۔'' میں نے کسی قدر فخر سے کہا۔ جو سمندروں میں ہونے والی نقل وحرکت دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ کاہن اعظم! میں نے ہریکا کا مغز کھایا ہے۔ میں نے اسے زیر کیا ہے۔ تم میرے اتالیق بھی ہو۔ کیا تم میری روداد سننا پسند کرو گے؟''

اس نے ہریکا کا پتھر مجھے واپس کر دیا۔ ''شاید کبھی۔''

''کیا تمہیں انگروما کے باغیوں کی سرکشی کا علم ہے؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس گفتگو کا یہ محل نہیں۔'' کاہن اعظم نے نظریں گھماتے ہوئے کہا۔ ''جو چیزیں تمہارے ادراک واحساس سے ماورا ہیں ان کا تذکرہ میری اجازت کے بغیر مت کرو۔'' اس کے لہجے میں اب بھی کوئی التفات نہیں تھا۔

''میں اپنے پیغامات کے جوابات جاننے کا خواہش مند ہوں، کیا اب بھی قصر اقابلا تک میری رسائی میں کوئی امر مانع ہے؟''

''وہ تمہیں کسی دن طلب کرے گی۔''

''کب؟''

''جب وہ چاہے گی اور جب تمہارے قلب میں اس کی تمنا شدید ہوگی۔''

"یہ تم نے کیا کہا؟" میں ناراضی سے بولا۔ "آہ کاہن اعظم میری جوانی کے قیمتی دنوں کا حساب لگایا جائے تو وہ اسی کے تصور میں بسر ہو گئے۔ میں نے خود کو کئی بار پاگل کا خطاب دیا۔ کیا اتنی شدت کے بعد بھی یہ قلب کسی اور کے خیال سے آلودہ ہے؟"

"اس سرزمین پہ صرف وہ ہے۔ تم نے محض اس کے بارے میں شب و روز سوچ کر کوئی نقصان نہیں اٹھایا ہے۔ ایک اجنبی سعادتوں سے شاد کام ہوا ہے۔ تمہیں یہاں کی زمینوں اور انسانوں کا مختار بنایا گیا ہے۔ کیا یہ کم ہے؟" کاہن اعظم کے لہجے میں ترشی تھی۔

"مگر...... مگر تم میری بات کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا میں اظہار پر قادر نہیں ہوں؟ کیا تمہاری ساحرانہ بصیرتیں ماند پڑ گئیں؟ تم میرے اندر کیوں نہیں جھانکتے۔ تم یہ بے اعتنائی کیوں برتتے ہو؟ کاہن اعظم تم اس کے اور میرے درمیان وسیلہ ہو۔ میرے جذبے اس تک منتقل کرو۔ اس سے کہو کہ صرف ایک بار حسرتیں پوری کر لینے دے۔ اس کے بعد وہ میرا نام و نشان مٹا دے۔" میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

"آہ جزیرہ توری کے سادہ دل سردار!" سموال نے باوقار لہجے میں کہا۔ "شجاعت کے کھیل دکھا، معرکے سر کر، آسمان تجھ پر مہربان ہے، زمین تیرے قدم سے دہل جاتی ہے۔ یہی باتیں اسے پسند ہیں کیا عجب ہے کہ جس کی تم نساب کرتے رہے تو اس لذت لامحدود سے آشنا ہو جائے اور کیا عجب کہ تو ایک بڑے تلاطم کا سبب بن جائے۔"

"میں دھوم مچا دوں گا۔ مشرق تا مغرب میرا نام زمین پر ثبت ہو جائے گا مگر تمہیں میرا اعرفان ہے کہ ہوس اقتدار میری سرشت میں نہیں ہے۔ بس تم سے میری درخواست ہے کہ میری تربیت کرو۔ تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے فاضل اتالیق کا ایک قابل فخر شاگرد ثابت ہوں گا۔" "تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو اور مجھے سب سے پہلے شوالا کو زیر کرنے کا موقع دے کر توری کے دونوں قبیلوں کا حاکم بننے میں مدد دو۔"

"جابر بن یوسف! سردست تم میری نظر میں ایک فریق ہو۔ جب تک شوالا کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ میری ہمدردیاں منقسم ہیں۔"

"کیا تم اب بھی شوالا کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کرو گے؟ اس وقت تمہاری آمد کا مقصد توری میں میری واپسی اور حکمرانی کی توثیق ہے یا میری متعدد پیغامات کے جواب کے ذیل میں تم کچھ کہو گے؟" میں نے بے چینی سے کہا۔

"میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ شوالا سے مقابلے کی درخواست قبول کر لی گئی ہے۔ شوالا نے بھی آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔"

"اوہ۔" میں مسرت سے اچھل پڑا۔ "میرے محترم کاہن۔ اور یقیناً وہ بھی حسب سابق مقابلے کے روز بہ نفس نفیس رونق افروز ہوگی؟ وہ جو طلسم وافسوں کی اس سرزمین کی کلید ہے۔"

"ممکن ہے وہ شجاعت کا یہ مظاہرہ دیکھنا پسند کرے۔"

"میں اسے دکھاؤں گا کہ میں کتنی توانائی کی قدرت رکھتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کتنا پتھر اور فولاد ہے۔" میں نے جوش سے کہا۔

"جابر بن یوسف۔" کاہن اعظم چیختی ہوئی آواز میں بولا۔ "نیکیاں تمہاری راہبر نہیں ہیں۔ تمہارا حافظہ کمزور ہے۔ تم ابھی اس سرزمین پر اجنبی معلوم ہوتے ہو۔"

میں اس کی معنی خیز گفتگو کا مفہوم سمجھ گیا۔ "ہاں مقدس کاہن! تمہارا قیاس درست ہے۔ توری میں آ کر میں باگمان، زارشی اور انگرو ما کا ایک

تجیج اور متحرک شخص نہیں رہا۔ میں نے یہاں واپسی کے بعد اپنی تعلیم تربیت اور جادوئی اسرار سمجھنے اور دوسرے کمالات سیکھنے پر اس لیے توجہ نہیں دی کہ میرے اردگرد تذبذب اور کش مکش کی دیوار کھڑی کر دی گئی تھی۔ میرا خیال تھا۔ میری واپسی بہت بڑا واقعہ ہے۔ مجھے اعزازات سے نوازا جائے گا۔

لیکن جو دن گزرتا رہا وہ مجھ پر اندیشے مسلط کرتا رہا۔ پھر میں نے خیال چھوڑ دیا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ تمہاری دل خوش کن آمد کے بعد یہ سیاہ پردہ چاک ہوا ہے۔ اب میں یہ سوچنے کا حوصلہ رکھتا ہوں کہ مجھے شک سے بالا سمجھا گیا ہے۔''

کاہن اعظم سوراال نے مجھے اطلاع دی کہ تین دن بعد شوالا سے مقابلہ منعقد کیا جائے گا چلتے چلتے اس نے یہ مژدہ بھی سنایا کہ مقدس اقابلا نے سرنگا پر عائد شدہ بندشیں اٹھالی ہیں۔

میں نے بڑھ کر اس کا ہاتھ چوم لیا اور اقابلا کی تعریف وتوصیف میں اپنے بیان کا کمال دکھانے کے بعد اسے جلوس کی شکل میں رخصت کر دیا۔ میں بھاگا ہوا اندر آیا اور میں نے سریتا کو گھر سے اٹھا کر یہ خبر سنائی کہ سرنگا اب آبادی میں واپس آسکتا ہے۔ سوراال کے جانے کے بعد حبس' تکدر' اختلاج اور انتشار کی کیفیت ختم ہوگئی۔ سوراال مبہم الفاظ میں بہت سی معنی خیز باتیں کہہ گیا تھا۔ اسی وقت قبیلے میں شوالا سے مبارزت کا اعلان کر دیا گیا اور قبیلے کی آبادی جارا کا کی عبادت میں سربسجود ہوگئی۔ مجھے شوالا کی یہ بہادروں کی ادا پسند آئی کہ اس نے خودکشی کرنے کے بجائے مقابلے کو ترجیح دی۔ وہ عزت کی موت مرنا چاہتا تھا اور میں اسے اس سے محروم نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ مقابلے میں اقابلا کی موجودگی کا امکان قوی تھا۔ اس کے سامنے میں اپنے آہنی بازوؤں کی نمائش کر سکتا تھا۔

اسی وقت میں قبیلے کے ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ سرنگا کے غار تک گیا۔ میں نے گروہ کو ایک خاص مقام پر ٹھیرا کر غار میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مجھے حسب سابق دشواری پیش آئی۔ مگر شپالی نے میرا کام آسان کر دیا۔ سرنگا بے حس وحرکت بیٹھا اپنی عبادت میں مصروف تھا۔ دیوی کی مورتی اس کے سامنے رکھی تھی۔ چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی لیکن اس نے میری مسلسل ترغیبوں کا کوئی اثر نہیں لیا۔ میں نے بڑھ کر مورتی اس کے سامنے سے ہٹالی۔ اس کا انہماک ٹوٹ گیا۔ ''سرنگا میرے محترم دوست چلو چلو۔'' میں نے جوش مسرت سے کہا۔ ''تمہاری بندشیں ختم کر دی گئی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔''

سرنگا اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی چمک نمودار نہیں ہوئی۔ ''سیدی جابر! ابھی میں نہیں جا سکتا۔'' اس نے مخمور لہجے میں کہا جیسے وہ نشے میں ہو۔

''کیوں؟ سریتا تمہیں یاد کرتی ہے اور سنو۔'' میں نے رازداری سے کہا۔ ''شوالا سے تین دن بعد مقابلہ ہونے والا ہے' کیا تم اس میں شریک نہیں ہو گے؟''

سمجھا کرو سیدی ابھی میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔ سریتا کو پیار کر لینا۔'' سرنگا نے مورتی میرے ہاتھ سے چھین لی۔

''تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ آؤ سرنگا! باہر نکل کر دیکھو۔''

''نہیں۔ مجھ سے اصرار نہ کرو۔ میں کسی دن خود آ جاؤں گا۔''

''کب تک آؤ گے؟''میں نے اپنے اصرار سے تنگ کر کہا۔

''جلدی ہی.........سیدی جابر!''اس نے چراغ کی روشنی بجھا کر کہا۔میری ہدایت ہے کہ تم مزید تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا۔سوراں کو اپنے قابو میں رکھنا۔مجھے میں تمھی لوگوں کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں ایک بات ذہن میں رکھنا کہ ہمیں یہاں سے واپس جانا ہے۔''

''مجھے تمہارا مشورہ عزیز ہے لیکن سرنگا تم کس دنیا کی باتیں کر رہے ہو؟''

''اب تم جا سکتے ہو۔''اس نے چونک کر کہا۔''مقدس اقابلا عظیم ہے۔''

غار میں ایک خوشبو پھیل گئی تھی۔سرنگا دوبارہ مورتی کو سامنے رکھ کر کھو چکا تھا۔میں نے وہ خوشبو سونگھی اور مقدس اقابلا کی عظمت وفضیلت میں رطب اللسان ہو گیا۔سرنگا کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی۔اس کا مطلب یہ تھا کہ قبیلے میں سرنگا کے داخلے کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے بہت محتاط انداز میں رابطہ رکھنا ہوگا۔سرنگا پر اس قدر سخت نگاہ کیوں تھی؟ یقیناً ابھی بہت سے اسرار اقابلا کی سلطنت میں رہنے والے عظیم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوں گے۔

میں واپس آ گیا تھا مگر میں انگروما سے کیسے واپس آیا؟ کیا مجھے انگروما والوں نے فتنہ وسازش کے لیے جزیرہ توری پر دھکیل دیا یا مجھے اور کوئی طاقت کہیں سے کھینچ لائی؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جزیرہ توری میں میری واپسی کے بعد وہ میری واپسی کے اسباب وعلل پر غور کر رہے تھے، جب انھیں یقین ہو گیا کہ جابر بن یوسف انگروما میں رہنے کے بعد پاک باز واپس آیا ہے تو انہوں نے کاہن اعظم سوراں کو میری جانب بھیجا ہوگا۔میں اپنے طور پر یہی تجزیہ کر سکتا تھا۔چنانچہ میں افسردگی کے ساتھ وہ گروہ واپس لے آیا جو سرنگا کے استقبال کے لیے گیا ہوا تھا۔

واپس ہوتے ہوتے ہمیں شام ہو گئی۔شام کو توری پر شباب آ جاتا ہے آج میں اس جشن طرب میں شریک ہوا۔ڈاکٹر جواد تین چار دوشیزاؤں کے درمیان شراب کے خم انڈھا رہا تھا اور وہ حسین دوشیزاؤں اس کے ساتھ کھیل رہی تھیں، مجھے دیکھ کر جواد نے ایک قہقہہ لگایا اور اس نے میری طرف گوشت کا وہ ٹکڑا پھینک دیا جو وہ اپنے دانتوں سے نوچ رہا تھا۔میں نے اسے چبا کر کھا لیا۔ڈاکٹر جواد میرے ساتھ چلا آیا اور مقابلے کے لیے اعلیٰ قسم کی جڑی بوٹیاں دینے کی پیش کش کرنے لگا۔یہ دو دن قبیلے نے جشن قبل از فتح میں گزار دیے۔آخری دن میرا دل ہچکیا جا رہا تھا۔کل عجیب حادثہ ہوگا۔جب اقابلا جلوہ گر ہو گی جب فلورا میری تحویل میں آ جائے گی۔میں ان دونوں سے کیسے نمٹوں گا میں اسی کیفیت میں مبتلا تھا کہ جواد کمرے میں آیا اور اس نے مجھے جڑی بوٹیوں کا ایک تحفہ عطا کیا، مجھے مزید کسی حماقت کی ضرورت نہیں تھی لیکن جواد کا اخلاص دیکھ کر میں نے وہ بوٹی اس کے سامنے نگل لی۔دفعتہً مجھے تشنج کا احساس ہوا اور زمین پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا۔سریتا نے مجھے گرتے ہوئے سنبھالا۔میرا رنگ نیلا ہونے لگا۔ڈاکٹر جواد غائب ہو چکا تھا۔اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ڈاکٹر جواد نے مجھے زہر دے دیا ہے۔ایسا سریع الاثر زہر جس میں جادو کی آمیزش تھی۔جو یقیناً شوالا نے اسے دیا ہوگا۔مجھے اسی وقت بستر پر لٹا دیا گیا میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔مجھے اتنا یاد رہا کہ میں نے اپنی چوبی اژدہا متحرک کرنے کے لیے اسی سختی سے پکڑ لیا تھا اور جب میرے ہاتھ میں اس کا لجلجا جسم آیا تو میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

کافی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے فرزارہ وزارے کو سرہانے پایا۔سریتا کے زانو پر میرا سر تھا اور وہ پتوں کا بنایا ہوا ایک پنکھا جھل رہی

تھی۔ میرے جسم پر اژدہا پھن پھیلائے رینگ رہا تھا۔ سریتا نے مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر میری پیشانی سے پسینہ پونچھا اس کے آنسو ڈھلک کر میرے گالوں پر گرے۔ میں نے ہوش میں آتے ہی شپالی منہ میں رکھ لی اور ایک انگڑائی لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ زارے اور فزارو مودب کھڑے ہو گئے۔ سریتا کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اژدہا میرے قدموں سے لپٹا ہوا تھا۔

''وہ فرعون کہاں گیا؟'' میں نے فزارو سے پوچھا۔

''کون؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''وہی طبیب جواد۔ وہ جہاں کہیں ہو اسے پکڑ کر لاؤ۔'' میں نے حکم دیا۔ فزارو اور زارے ایک ساتھ دروازے کی طرف لپکے۔

سریتا نے مجھے دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ شوالا نے آخری ذلیل حربہ آزمایا تھا مگر میرے چوبی اژدہے نے متحرک ہو کر وہ سارا زہر چوس لیا تھا جو اس بوٹی میں بھرا ہوا تھا۔ ڈاکٹر جواد نے غداری کی تھی۔ مجھے اس پر پہلے ہی شبہ تھا۔ خوش قسمتی سے وہ شوالا کے علاقے کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن وہ بچ کر کہاں جائے گا؟

فزارو اور زارے کی ناکامی کے بعد میں نے اس کی تک و دو چھوڑ دی آئندہ روز سے یہ سارا علاقہ میرا ہوگا اور ڈاکٹر جواد کو طبیب ہونے کے باوجود کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ قبیلے میں میری بیماری کی خبر پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ اس لیے وہاں کے ہنگاموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ سریتا نے مجھے باہر جانے سے روک دیا اور میں اس کے ساتھ آگ پر سنکا ہوا گوشت کھا کر سو گیا۔ سریتا اپنی خلوت میں چلی گئی۔

فزارو اور زارے نے رات بھر خنجروں پر دھار رکھی تھی رات بھر جانوروں کی قربانیاں دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ علی الصباح فزارو اور زارے نے آ کر میری خیریت پوچھی، میرا ماتھا جل رہا تھا لیکن میں مقابلے کے لیے بالکل تیار تھا۔ فزارو اور زارے کے ہمراہ آنے والی نوخیز لڑکیوں نے مجھے دیوتاؤں کے مشروب میں غسل دیا۔ میرا جسم پھولوں کے عرق سے مہکا دیا گیا۔ نت نئے انداز سے نقش و نگار بنائے گئے۔ مجھے طرح طرح سے مرصع کیا گیا۔ لڑکیاں چلی گئیں تو نوجوانوں کے ایک دستے نے میرے تختے چمکانے اور خنجر تیز کرنے سجانے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ پھر میں نشے کی حالت میں جھومتا ہوا اس میدان کی طرف قدم اٹھانے لگا جہاں شوالا سے میرا مقابلہ منعقد ہونے والا تھا۔ وہاں پہلے ہی سے روایتی شان و شکوہ کے ساتھ توری کے لوگ جمع ہو گئے تھے لوگوں کا ایک جم غفیر میری پشت پر تھا۔ ہر طرف فلک شگاف نعرے بکھرے ہوئے تھے۔ شوالا کے قبیلے کی طرف سے کوئی فرد نہیں تھا۔ فزارو اور زارے میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے، کاہن اعظم سمورال اور مقدس اقابلا کی سواری آنے والی تھی۔ میدان میں رقص کرنے والی لڑکیوں نے گھیرا ڈال دیا تھا۔ شوالا ابھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک تنہا شخص سجے ہوئے جسم اور ہتھیاروں کے ساتھ سر جھکائے، سینہ تانے میدان میں داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس نے چیختے ہوئے ہجوم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، اور اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ وہ شوالا تھا مجھے یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ اس کے ساتھ نریگا اور فلورا نہیں تھے، اچانک ایک خطرے کا احساس ہوا لیکن مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ اسی وقت میرا پشت پناہ سرنگا ہجوم کا سینہ چیرتا، تیز قدم بڑھاتا ہوا میرے قریب آ گیا میں نے اس سے بغل گیر ہونا چاہا مگر اس نے مجھے روک دیا۔ قریب آ کر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا میری پیشانی پر رکھا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا اوپر کی جانب بڑھاتا گیا۔ اس

کام سے فراغت پا کر وہ بڑے ادب سے بولا۔ ''اے جزیرہ توری کے عالی مرتبت سردار! میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔''

''سرنگا میرے دوست!'' میں نے مچل کر کہا۔ ''مجھے اس موقع پر تمہاری دعاؤں کی بے حد ضرورت ہے۔''

جواب میں سرنگا نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا اور پھر ہجوم میں گم ہو گیا۔ اسی وقت میں نے سرنگا کی عظیم دیوی کی پرچھائیاں اپنے قریب محسوس کیں۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا، لوگوں کا شور وغل بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔ بلند مقام پر جہاں اقابلا کی نشست کا انتظام تھا۔ اس کے عین اوپر آسمان میں سیاہ ذرات کا بھنور چکراتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ یہ اقابلا کی آمد کا اعلان تھا۔ اس وقت میرے اضطراب کا کیا عالم ہوگا؟ سیاہ ذرات کا دھند لکا بالائی مقام تک آ کر فضا میں غائب ہو گیا۔ تمام مجمع زمین پر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ فضا میں ایک لطیف موسیقی کا شور بلند ہوا اور ایک لطیف خوشبو سارے میدان میں پھیل گئی۔ جب مطلع صاف ہوا تو مقدس اقابلا کا جلوہ جہاں تاب نظر آیا۔ وہ تمام تر تزک واحتشام سے اپنی مسند پر جلوہ گر تھی۔ میری نگاہیں اس کا طواف کرنے میں محو تھیں، اس کا سارا بدن سبز پتوں اور سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک طویل مدت اور طویل چاہت کے بعد اسے دیکھا تھا۔ اس کی روشن آنکھیں ایک طرف لگی ہوئی تھیں۔ میں اپنے احساسات محفوظ رکھتا ہوں، جو اہل دل ہیں انھیں تصور کی دعوت ہے بس میں گنگ تھا۔ جی چاہتا تھا کہ یہیں یہ عالم ٹھہر جائے۔ ہر چیز اپنی جگہ جم جائے۔ اس منظر میں کوئی تبدیلی نہ ہو کوئی اور نہیں وہ اقابلا تھی۔ اقابلا سامنے تھی وہ لوریا، نیشا، زولین اور اشار نہیں تھی وہ اقابلا تھی' وہ میری شب تھی' وہ میرا دن تھی' وہ میرا احساس تھی' وہ میرا دل تھی' مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا تھا۔ میں اس وقت ہوش میں آیا جب کاہن اعظم نے میدان میں آ کر مقابلے کی شرائط کا اعلان کیا میں اور شوالا میدان میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ ہٹنے لگے۔ اس وقت میں نے اپنے زور بازو کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپنے ایک ہاتھ سے ایک شخص کو اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر دوسرا ہاتھ بڑھا کر ایک شخص کو اٹھا لیا۔ اور اسے مجمع کی طرف اچھال دیا۔ اب ہم دونوں میدان میں اکیلے رہ گئے شوالا ٹکٹکی باندھ کر میرے کرتب دیکھ رہا تھا لیکن اس نے حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ کاہن اعظم جاراکا کی ابتدائی رسوم کے بعد درمیان سے ہٹا تو ہم دونوں نے اپنے اپنے نیزے زمین میں گاڑ دیے، اس وقت میں نے شوالا سے پوچھا۔ ''موت سے پہلے کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے۔ فلورا کہاں ہے؟''

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ ایک مصنوعی قہقہہ۔ ''فلورا؟ جابر بن یوسف! تم اسے کبھی نہ پا سکو گے' میں نے اسے بطور تحفہ تربگار کو دے دیا ہے۔ تربگار جو ارمیگا کا بھائی ہے' ارمیگا جو بیزنار کا سردار ہے' بیزنار جہاں جالوش کا قیام ہے تم اسے کبھی حاصل نہیں کر سکو گے اور یوں بھی تمہارا آخری وقت آ پہنچا ہے۔''

میری کنپٹیاں جلنے لگیں' آخری وقت میں شوالا نے ایک اور چرکا لگا دیا تھا۔ ''تو مجھے گویا تمہیں بہت ذلت آمیز شکست دینی پڑے گی؟'' میں نے دانت پیس کر کہا۔

''میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔ پھر کوئی اجنبی یہاں سر اٹھانے کی جرات نہیں کرے گا۔'' یہ کہہ کر اس نے پینترا بدلا اور چیتے کے مانند خطرناک انداز میں دائیں بائیں چکر لگانے لگا۔ اس کی حرکتیں مضحکہ خیز تھیں۔ اس مقابلے میں طلسمی صلاحیتیں آزمانے کا پورا موقع دیا گیا۔ میں

اسے طول دینا چاہتا تھا تاکہ اقابلا دیر تک بیٹھی رہے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ پر بے پروا کھڑا رہا۔ دفعتہً اس نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی مالا کے دانے زمین پر بکھیر دیے جب میرے پاؤں اس پر پڑے تو مجھے وہ شعلے محسوس ہوئے میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کیا، وہ زمین پر لوٹ کر تمام دانے چٹ کر گیا۔ شوالا دیکھتا رہ گیا۔ شوالا نے اپنی قیمتی مالا ضائع کر دی تھی پھر اس نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی ایک انسانی کھوپڑی زمین پر دے ماری بجلی کی ایک کڑک سی پیدا ہوئی اور میرے گرد طواف کرنے لگی لیکن بجلی نے میرے جسم کے کسی حصے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میں کھڑا رہا کھوپڑی زمین پر گرتے ہی کئی حصوں میں بکھر گئی تھی۔ شوالا کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ پھرتی سے لوٹ کر دور چلا گیا اس کی مٹھیاں بند تھیں، میرے نزدیک آکر اس نے مٹھیاں کھول دیں اور میری طرف زہریلے کیڑے اور چیونٹیاں اچھال دیں جو جونک کی طرح مجھ سے چمٹ کے میرے جسم میں سوراخ کرنے لگیں، لمحے بھر کے لیے تو مجھے شدید اذیت کا احساس ہوا لیکن اژدہے نے میری مشکل جلد ہی آسان کر دی اس نے سارے کیڑے ہضم کر لیے اور زمین پر آکر ناچنے لگا جیسے اس کی مرغوب غذا مل گئی ہو۔ ان طلسمی اعمال کی تفصیل خاصی طویل ہے وہ وار کرتا رہا میں انھیں ضائع کرتا رہا۔ اس نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے تمام تحائف ایک ایک کر کے ختم کر دیے، شپالی اور اژدہے کے کرشمے اس کے سارے طلسمی حربوں پر حاوی ہو گئے۔

پھر اس نے اپنا نیزہ اٹھایا اور زمین پر ناچتے ہوئے اژدہے کو نشانہ بنانے کے لیے اِدھر اُدھر مارنا شروع کر دیا۔ اس کا کوئی نشانہ کامیاب نہیں ہوا۔ اژدہا پھرتی سے ایک طرف ہٹ جاتا تھا۔ میری طرف سے وہ شاید بے فکر ہو گیا تھا۔ میری حیثیت ایک تماشائی کی سی ہو گئی، لوگ انگشت بدنداں تھے کہ میں ایک جگہ کیوں کھڑا ہوں؟ جب وہ کوئی حرکت کرتا تو میں اس کا جواب دے دیتا لیکن میں ہر ممکن احتیاط برتے ہوئے تھا کہ کہیں کوئی نیزہ بہک کر میرے دل کے پار نہ ہو جائے۔ نیزے کی انی میں زہر بھرا ہوا تھا۔ میری خاموشی اور سکوت پر میرے قبیلے کے لوگوں کے چہرے گومگو کی کیفیت میں نظر آتے تھے میں نے یہ مقابلہ خاصا دلچسپ اور سنسنی خیز بنا دیا تھا۔ میں انکھیوں سے مرصع تخت پر جلوہ فگن اقابلا کو دیکھتا جاتا تھا جس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم کے پار محسوس ہو رہی تھیں۔ میں مسخروں کی طرح پینترا بدل بدل کر شوالا کے وار رد کر رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے ایک سے ایک کاری حملہ آخر وہ تھکنے لگا اور اس کا گلا نوادر سے خالی ہو گیا۔ اس کے تمام تحائف یا تو ضائع ہو گئے تھے یا میرے ہاتھ میں آنے کے بعد زمین پر دھرے رہ گئے تھے انھیں دوبارہ اٹھا کر گلے میں ڈالنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ جب اس نے دوبارہ نیزہ سنبھال کر جسمانی لڑائی کے لیے پر تولے تو میں نے اجازت طلب نظروں سے جھک کر اقابلا کی طرف دیکھا، پھر شپالی اچھال کر ایک خاص زاویے سے شوالا کے جسم پر پھینک دی وہ چیخ اٹھا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا میں نے بھی اپنا نیزہ پھینک دیا۔ میں نے شپالی کی پروا نہیں کی کیونکہ اسے اٹھانا اژدہے کا کام تھا۔ میں نے تمام تحائف پشت پر کر کے شوالا کا دیو قامت جسم اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ہم دونوں دور تک زمین پر لوٹتے پوٹتے رہے میں نے اسے اپنی پوری قوت سے بھینچ لیا تھا اس دیو کی ہڈیاں چرمرانے لگیں۔ اسے نیم جاں چھوڑ کر میں اس سے علیحدہ ہو گیا وہ زمین پر کھڑا لہراتا رہا۔ آخر وقت تک اس کی آنکھوں میں ایک طنطنہ تھا میں نے اسے دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ اس میں ہاتھ پیر چلانے کی سکت نہیں تھی وہ اوندھا لٹکنے لگا۔ میں اسے لیے لیے سرنگا کے پاس آیا۔ کیا خیال ہے سرنگا؟ اس کے مظالم تمھیں یاد ہیں؟"

"ہاں...... مگر اب کیا رہ گیا ہے؟ تم نے اس طاقت کا مظاہرہ کر کے مجھے متاثر کیا۔" سرنگا نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

میں نے فخریہ گردن اونچی کی اور شوالا کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے سورال کی طرف چلا گیا۔ "دیوتاؤں کی خدمت میں۔" میں نے اس سے کہا۔ "کاہن اعظم بتاؤ میں اس زندہ لاش کا کیا کروں؟"

کاہن اعظم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اقابلا کی سمت آیا میں نے تیز نظروں سے اسے دیکھا لیکن اس اثنا میں شوالا نے میرے سر کے بال نوچنے شروع کر دیے۔ وہ میرے کاندھوں پر بیٹھ کر میرے تحائف کھینچ رہا تھا۔ میں اقابلا کے جلوے میں ایسا ڈوبا تھا کہ شوالا کی طرف سے بے خبر ہو گیا تھا۔ یہ میرے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ شپالی زمین پر پڑی ہوئی تھی اژدہا بھی مجھ سے دور تھا۔ نیزہ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ شوالا بری طرح میرے بال نوچ رہا تھا۔ تکلیف سے میرا برا حال تھا لیکن میں نے اس کی ٹانگ اتنی زور سے مروڑی کہ اس نے ایک چیخ کے ساتھ میرے بال چھوڑ دیے پھر میں نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ اسے گیند کی طرح اچھالا اور شدت غضب میں اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر میں نے اسے ایک ٹھوکر ماری اور ایک طرف چل دیا۔ وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس کی چیخیں آسمان سر پر اٹھا رہی تھیں میں پلٹ کر آیا مجھے خیال آیا کہ انگرو ما میں سیکھے ہوئے پتھروں میں منتقل کرنے کے عمل کا اقابلا کے سامنے کیوں نہ مظاہرہ کروں؟ میں نے تیزی سے اپنا عمل شروع کیا۔ پلک جھپکتے میں شوالا کے پیر پتھر میں تبدیل ہو گئے اس کا زیریں حصہ بنجر ہو گیا۔ اور بالائی حصے سے شوالا کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا۔ مجھے معلوم تھا۔ اب کسی کو تجربہ آزمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اب وہ یوں ہی سسک سسک کر مر جائے گا۔ اپنی جگہ واپس پہنچ کر میں نے اژدہے کے منہ سے شپالی نکالی اور اسے گلے میں ڈال کر اس ملکہ حسن تمام صفات کا اضافہ کر لیجئے اقابلا کے تخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ توری کے لوگ میدان میں اتر کر وحشیانہ رقص کرنے لگے تھے وہ ایک دوسرے پر لوٹ رہے تھے اور اپنے حلق سے عجیب وغریب آوازیں نکال رہے تھے۔ جب میں کھڑا ہو گیا تو کاہن اعظم نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں خاموش کر دیا۔ اقابلا کے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ سورال نے اعلان کیا۔ "دیوتا گواہ ہیں کہ مقدس اقابلا کے سامنے جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف نے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شکست دے دی ہے اب وہ دونوں قبیلوں کا اس وقت تک سردار ہے جب تک سلطنت اقابلا کا کوئی دوسرا شخص جابر بن یوسف کی شجاعت کو زیر نہ کرے ایک زمانے بعد توری دوبارہ ایک قبیلے میں مدغم ہوا ہے لیکن اس کی دو قبیلوں کی حیثیت اپنی جگہ ہے۔ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے لیے جابر بن یوسف کو دوبارہ شکست دینا ہوگی۔"

کاہن اعظم کے اعلان کے بعد میں نے یہ سنہرا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ میں نے تمام تر فصاحت سے اقابلا کو مخاطب کیا۔ "اے آسمانوں کی دیوی! اے زمین کے سب سے خوب صورت پھول اپنے ہاتھ دراز کر اور میرا گلا گھونٹ دے تاکہ میں ایک ابدی نیند سو جاؤں مجھے ایک مبہم سا اشارہ کر تاکہ میں سمجھ سکوں کہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ تو سمجھ رہی ہے۔ مجھے میری بساط سے آگاہ کر اپنے قدم آگے کر تاکہ میں انھیں چاٹ کر ان پر اپنے جذبہ شوق کی مہر ثبت کر سکوں۔"

جواب میں پہلی بار اقابلا کے ہونٹ کھل گئے۔ جیسے جل ترنگ بج اٹھے میں نے محسوس کیا۔ ہاں میں نے محسوس کیا' یہ میری نظروں کا گمان نہیں کہ اس کی آنکھوں میں ایک کرب پنہاں تھا۔ اس نے اپنے سبز پوش بدن کا ایک پھول میری طرف اچھال دیا۔ اس کے ہاتھ مرتعش ہوئے' ہاں

میری خاطر ان میں جنبش ہوئی۔ اس نے میری بات سنی اس نے کسی ردعمل کا تو اظہار کیا۔ پھر اس نے اپنا ایک ترشا ہوا پیر آگے کر دیا اور میں سیڑھیاں دیوانوں کی طرح چڑھتا ہوا اس کے آسمانی سراپا کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بدن سے سبز پتے نوچنے کی ایک خواہش میرے اندر بری طرح پیدا ہوئی لیکن میں نے ان پیروں کو بوسہ دینے پر اکتفا کیا میں نے ان پر اپنی زبان پھیر دی۔

فرا روز ارے سرنگا اور سریتا نے مجھ دیوانے کو اٹھایا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب گئی اور میں کب تک اس کے مرمریں پیروں سے پڑا کھیلتا رہا۔

کیا وہ چلی گئی؟ ہاں وہ چلی گئی میں کھویا کھویا' ڈوبا ڈوبا سا اپنے رفیقوں کے ساتھ چلا۔ نشاط و انبساط کے نقارے میرے دل پر نشتر چلا رہے تھے، تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میں جزیرہ کے دونوں قبیلوں کا سردار بن گیا تھا۔ تاریک براعظم میں کسی شخص کے پاس بیک وقت اتنے قبیلوں اور علاقوں کی سرداری کا اعزاز نہیں تھا۔ سرنگا میرے ساتھ تھا اور شاید میری کیفیت سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اس کا ہاتھ شفقت کے انداز میں میری پشت پر تھا اور میں سوچ رہا تھا کیا محض یہیں تک داوری ہو گی؟ کیا میں صرف اتنے ہی انعام و اکرام کا مستحق تھا؟ کیا مشقتوں' اذیتوں' کرب ناک یادوں اور جلتی ہوئی راتوں کا یہی صلہ ہے؟ کیا بس یہی ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں؟ جزیرہ توری کا طاقت ور اور عالی مرتب سردار بہت ناتوانی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنا دل تھامے ہوئے تھا اور اسے انگروما کے فاضل دانش مند یاد آ رہے تھے۔ جنھوں نے اس کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا۔ کیا ان کی رائے صائب ہے؟ یہ تو استیصال ہے!"

سریتا چہک رہی تھی' قبیلے میں عید کا سا سماں تھا، ہم تین اجنبی سرنگا، سریتا اور میں اب جزیرہ توری کے مختار کل تھے مگر ایک ہستی کی کمی محسوس ہوتی تھی فلورا کی۔ میرے تصرف میں سب کچھ آ گیا صرف وہ باقی رہ گئی تھی فلورا جس کی وجہ سے اس پُر صعوبت زندگی کا آغاز ہوا تھا' مجھے فلورا پر بہت رحم آیا اس نے اپنے محبوب کی طاقت وحشت نہیں دیکھی وہ ابھی تک اسیر بلا ہے اور میں اتنا سربلند ہونے کے باوجود اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں' شوالا کو شکست دے کر کوئی غیر معمولی مسرت حاصل نہیں ہوئی۔ فلورا کو بیزنار کا ایک شخص لے گیا اور میں دیکھتا رہ گیا؟ میں کس قدر بے غیرت آدمی ہوں؟ شوالا جیسے دیو کو شکست دینے' زارشی سے واپس آنے' انگروما سے نجات پانے' باگمان میں لوکا سا کو زچ کرنے والے شخص کا حاصل کیا تھا؟ اپنی آگ میں جلنا' اپنے ہونٹ کاٹنا' اپنا گوشت چبانا۔ اس کے پاس اقابلا نہیں ہے۔ فلورا نہیں ہے۔ اور توری کی نوخیز دوشیزائیں بھی نہیں جو دیکھیے تو سب کچھ ہے جو سوچیے تو کچھ بھی نہیں۔ سرنگا زبانی طور پر مجھے سمجھا کر دوبارہ اپنے غار میں چلا گیا۔ مجھے اسے روکنے کی مہلت بھی نہیں ملی میں آس پاس گلیوں میں برپا ہونے والے جشن میں نہیں گیا۔ وہاں شراب' جوانی اور موسیقی بہہ رہی تھی مجھ سے نہ جانے کیوں یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکا۔ میں انھیں بھی اذیت میں مبتلا دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں باہر گیا اور میں نے چیخ چیخ کر انھیں حکم دیا۔ "بند کرو یہ جشن۔ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جاؤ۔ جاؤ اٹھو جاؤ۔ ختم کرو یہ جشن۔"

وہ سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھنے لگے رقص تھم گیا۔ نقارے تھم گئے اور وہ خاموش منہ لٹکائے ہوئے اپنی اپنی جگہوں سے ہٹنے لگے۔ ان کے مایوس چہرے دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی۔ میں نے دوبارہ چیخ کر کہا۔ "اچھا جو دل چاہے کرو۔ پھر شروع کر دو یہ کھیل۔ مستی کا رقص کرو۔" مشعلوں کی روشنی میں ان کے حیرت زدہ چہرے مجھے نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے دوبارہ ہاؤ ہو شروع کر دی تھی، میرا دل چاہا انھیں دوبارہ منع کر دوں اور پھر یہ

سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دوں پھر منع کردوں، پھر اجازت دوں اس طرح انھیں پریشان کرتا رہوں میں اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کے لیے بستی سے دور چلا گیا۔ اندھیرے میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر میں نے خود کلامی شروع کر دی۔ پھر نہ جانے کب مجھے نیند آ گئی مجھے حیرت ہے کہ اس عذاب میں مجھے نیند کیسے آ گئی تھی

غالباً ایک ساعت گزری ہوگی کہ میرے پہلو پر کسی نے دستک دی میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اندھیرے میں میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں نیند اچانک کہیں غائب ہو گئی میں اٹھ کر اسے دیکھنے لگا اور میں نے شپالی کی روشنی میں اس کے وجود کا یقین کیا۔ وہ سرو قد لال رخسار، خانوادہ اقابلا کا ایک تر و تازہ و شگفتہ نومیدہ پھول تھی اس کے چہرے پر تبسم رقصاں تھا۔ اس کے اوصاف و شفاف بدن پر چند پتے سجے ہوئے تھے، مجھے اپنی نسوں میں شدید کھنچاؤ محسوس ہوا اس کے حسن کا بیان کروں گا تو میرے سننے والے حسد کریں گے خانوادہ اقابلا کی کوئی دوشیزہ کتنی حسین ہو سکتی ہیں۔ ذرا سوچیے تو وہ اس کا پرتو تھی وہ اشمار یا ژولین میں سے کوئی نہیں تھی۔

میری استفہامی نگاہوں اور امتناع سے اس کی سیماب صفتی میں اور اضافہ ہو گیا کسی شہزادی کے سے انداز میں اس نے اپنے لب کھولے۔ ''جزیرہ قوری کے معزز شخص! میں زمازہوں۔''

''یقیناً تم مقدس اقابلا کے شبستان کی آرائش ہو' کیا اس نے مجھے طلب کیا ہے؟ اس نے تمہارے ذریعے کوئی پیغام بھیجا ہے؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے خوش ادائی سے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔

''تو مجھے بتاؤ اے پری پیکر نازنیں! اس نے کیا کہا ہے؟ وہ آتش بدن شعلہ نفس میرے بارے میں کیا سوچتی ہے؟''

''اس نے مجھے بھیجا ہے۔'' وہ نزاکت سے بولی۔

''تمھیں؟'' میں نے تذبذب سے پوچھا۔ ''مگر کس لیے؟''

''میں تمہارے نفس کی غذا ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''کیا...... مگر نہیں۔'' میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میرے نفس نے روحانی رفعتیں چھو لی ہیں۔ اس کی غذا مادہ نہیں ہے۔''

''میں تمہارے لیے روحانی سرشاریوں کی نوید ہوں میرا بدن مادی آلائشوں سے پاک ہے۔''

''میں نے اپنا نفس ایک ستون سے باندھ دیا ہے۔''

''کیا تم اس کا عطیہ مسترد کرنے کی جرات کرو گے؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''میں نے تمہاری خواہش نہیں کی ہے ہر چند کہ کرہ ارض کا کوئی بھی ذی ہوش شخص تمھیں مسترد نہیں کر سکتا۔ اگر تم کوئی انعام ہو تو میرے ساتھ رہو میں تمھیں سجا کر رکھوں گا لیکن میری طلب اپنی جگہ صادق اور مکمل ہے۔ میرے لیے اس کی خواہش مقدم ہے۔''

''کیا تمھیں اشمار یاد ہے؟'' اس نے سرگوشی کی۔

''کیا تم اس کی جانشین بن کر آئی ہو۔ وہ کہاں ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم لیکن میں اشمار کی جگہ بھیجی گئی ہوں۔''

''میرا یہ امتحان بھی خوب ہے میں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔''

''میں تمہارے جلتے ہوئے بدن کی آگ سمیٹنے آئی ہوں۔''

''یہ آگ میرا سرمایہ ہے میں اسے سرد کر کے اپنا مقام گرانا نہیں چاہتا۔''

''میں بھی ایک آگ ہوں' مجھے چھو کر دیکھو' مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا اعزاز اس نے میری خدمات سے خوش ہو کر بخشا ہے۔........ میں ایک عرصے سے فروزاں ہوں۔'' اس نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ ''لو یہ مشروب نوش جاں کرو۔''

یہ قصر اقابلا کا متبرک مشروب ہے اسے پی کر تمہیں میرے بدن کی چاندنی نظر آنے لگے گی تمہیں مشروب خاص کی ضرورت ہے؟''

''نہیں۔ تمہارا شکریہ میں اپنا خون پی رہا ہوں۔''

''اور وہ دست کرز مین پر دراز ہو گئی۔ مجھ سے اس کا قیامت خیز سراپا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ ایک بار پھر اقابلا نے میری خلوت کے لیے اشمار کی طرح ایک نازنین بھیجی تھی لیکن اشمار کا زمانہ اور تھا۔ شاید میں اس وقت ناپختہ کار تھا۔ اب بہت فرق ہو گیا تھا کیا اتنی ریاضت اور صداقت کا انعام یہ ہے کہ وہ اپنی کنیز بھیج کر میری دل آزاری کرے؟ کیا میرا استحقاق صرف اسی قدر ہے؟ بالگمان میں لوریا تھی' انگروما میں نیشا' کیشا موجود تھی۔ میں نے کہاں' کہاں نا آسودگیاں اور محرومیاں اوڑھے رکھیں؟

میں اسے یکسر مسترد بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے سوچا اسے مسترد کر دینا چاہیے زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ اس کا عذاب مجھ پر نازل ہو جائے میں نے اس سے کہا۔ ''اے ستم بر مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے بہتر ہے تم قصر اقابلا واپس چلی جاؤ۔''

''اقابلا۔ مقدس اقابلا۔ اس گنہ گار شخص پر رحم کرو۔'' وہ عاجزی میں اپنے آپ سے بولی۔ ''آہ کون اسے سمجھائے کہ کائنات کے اس حصے کو کیسی روحانی عظمتیں حاصل ہیں۔''

''تمہارے جملے میری فہم سے بالا ہیں۔'' میں نے اس کی گفتگو سن کر کہا۔

''دیوتا تم پر سایہ فگن رہیں سیدی جابر! تم گناہ کر رہے ہو۔'' اس نے اپنے بال پھیلا کر کہا۔ ''آہ جو تمہیں جاننا چاہیے شاید تم اس سے ابھی تک ناواقف ہو۔ تم ابھی زمین کے آدمی ہو' شاید تم نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ شاید تمہاری آنکھوں نے ابھی بہت کم دیکھا ہے۔ میں اس کے قرب کی علامت ہوں سیدی جابر!'' وہ مسلسل کہتی رہی۔

''تم میرے لیے باعث سعادت ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھے کچھ سنبھلنے کا موقع دو میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔''

''میں تمہارے قریب رہوں گی کیونکہ مجھے تمہارے لیے تفویض کیا گیا ہے۔'' اس نے کہا اور میری نظروں سے غائب ہو گئی۔

☆==========☆==========☆

میری قوت فیصلہ ختم ہوگئی تھی۔ انتشار کے ایسے لمحوں میں مجھے کاہن اعظم سورال کی یاد آئی۔ شولا کے مرنے کے بعد اب میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہی تھی، میں بھاگتا ہوا اس کے غار میں پہنچ گیا اور ایک مدت بعد اس کی طلسمی عبادت گاہ میں داخل ہوا۔ وہ میری صورت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ''کاہن اعظم سورال'' ! میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تمہاری پناہ چاہتا ہوں۔ اور تینوں قبیلوں کی سرداری سے عہدہ برآ ہونے کا اعلان کرنے آیا ہوں۔''

جب میں نے عبادت گاہ میں قدم رکھا، اس وقت سورال ہرن کی مردہ آنکھ میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری آمد سے اس کی محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے وحشت زدہ انداز میں اس سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' وہ متحیر نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''تم جو اعلان کر رہے ہو، میں اس پر تمہیں دوبارہ غور کرنے کا موقع دیتا ہوں .... کیا تم شراب میں غسل کر کے آ رہے ہو؟''

میں نے اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔ ''میں کسی اور زبان میں گفتگو نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے غلاموں کی ایک کثیر فوج، وسیع زمین اور مضبوط حکومت کی ہوس نہیں۔ میں ایک نظر زدہ شخص ہوں۔ یہ سب میرے لیے اس وقت باعث افتخار ہوتا جب میری نگاہ اس کے جلوے سے پاش پاش نہ ہوئی ہوتی۔ اب مجھ میں مزید استقامت نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ مجھے جزیرہ توری کا ایک عام شہری بنا دیا جائے یا مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہذب دنیا میں واپس کر دیا جائے اگر یہ ممکن نہیں تو ہماری ہلاکت کا جشن منعقد کیا جائے۔ میں ایک فیصلہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

سورال نے ہرن کی آنکھ ایک تازہ پتے میں لپیٹ کر پتھر کے پیالے میں رکھ دی اور میری وحشت کا جواب دینے کے بجائے اس نے اپنی عبادت گاہ کی چاروں دیواروں کا طواف کیا اور بندر کی شبیہ کی مٹھ کا ایک عصا لے کر دیواریں ٹھونکیں۔ پھر اس نے جلتے ہوئے پیالے میں کوئی سفوف ڈالا۔ دھواں پھیل گیا۔ ایک ناقابل بیان قسم کی بو نے عبادت گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ تنگ دھڑنگ سورال نے جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر دروازے پر لٹکا دی۔ اس کے بعد وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور مجھے زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔

''تم کیا کہہ رہے تھے؟'' اس نے باوقار لہجے میں پوچھا۔ مجھے دوبارہ اپنی شدت اور اضطراب کا حال بیان کرنے میں تامل ہوا۔ پھر بھی میں نے اپنے قلب کی حالت زیادہ مدلل اور جامع انداز میں دوبارہ بیان کی۔ میں نے کہا۔ ''میں تنگ آ گیا ہوں میں اب اپنی جھونپڑی میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ اب میرا دل کسی درخت پر رہنے کو چاہتا ہے کیونکہ میں ایک جانور ہوں۔''

سورال نے تمام تر سنجیدگی سے میری روداد جنوں سنی اور بھاری بھرکم آواز میں بولا۔ ''تمہاری عمر جبرال سے کم معلوم ہوتی ہے۔ تم کوئی معمولی پرندے ہو جو ایک ہی قسم کی رٹ لگاتا ہے۔ تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ جو مناصب تم نے حاصل کیے ہیں وہ اس کی قربت سے مشروط ہیں۔ تم بیک وقت تین زمینوں کے سردار ہو، اس کے باوجود تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم عظیم و جلیل ملکہ اقابلا کی رفاقت کا دعا کرو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وسیع پراسرار سرزمین پر پھیلے ہوئے تمام بزرگ لوگوں سے برتر ہو گئے ہو اور وہ لوگ جنھوں نے تم سے زیادہ مرتبت اور عظمت پائی ہے تم انھیں عبور کر کے اس کی خلوت میں پہنچ جاؤ گے؟ تم تو ابھی سے تھک گئے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اس کی نظر میں زیادہ وقیع اور مستند ہیں پھر تشنگی کا عذاب

سہہ رہے ہیں۔ تم اس کے دعوے دار کیسے ہو گئے۔ جب کہ تم نے ابھی صرف تین علاقوں کی سرداری حاصل کی ہے تم نے اپنے اطراف میں موجود ان لوگوں کی آنکھوں میں جھانک کر نہیں دیکھا جو اس سے قریب ہیں۔ کیا وہ حواس سے محروم ہیں اور تمہاری طرح سوچ نہیں سکتے؟''

''سمورال۔ مقدس کاہن تم آج عجیب باتیں کر رہے ہو۔'' میں نے حیرت سے اسے گھور کر دیکھا۔'' لیکن مجھے یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اس کی نظروں میں میرے لیے چمک موجود ہے۔ اس نے مجھے دوبار اپنے جلوے سے سرفراز کیا۔ اس نے میری محرومی دور کرنے کے لیے اپنے شبستان سے اشارہ بھیجی جس کا علم شاید تمھیں نہیں ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہ مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے یہ باور کرایا گیا تھا کہ بس اب میری طلب کا جواب موصول ہونے والا ہے۔ مجھے باگمان اور صحرائے زارشی میں تربیت کے لیے بھیجا گیا۔ مجھے اس کے لمس شیریں کی سعادت نصیب ہوئی۔ سنا گیا تھا کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین قبر کی جگہ دینے میں بخل سے کام لیتی ہے لیکن ہم اجنبیوں کو خاص رعایت دی گئی ہے۔ اب زمانہ کے بدن کا تحفہ بھیجا گیا ہے جسے میں مسترد کر کے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔''

''آہ میرے غریب نوجوان!'' سمورال نے ایک سانس لیتے ہوئے کہا۔'' تم سے بھی تو کہا گیا تھا کہ اس مٹی کا ذرہ ذرہ سحر و اسرار سے آلودہ ہے۔ تم نے اتنی دور دراز کا سفر کیا اور اپنے قد کی پیائش نہیں کی۔ تم نے حسن و جمال کی اس ملکہ کے بارے میں پورے طور پر آگاہی حاصل نہیں کی۔ تم نے ابتدا ہی سے بہت سے زیادہ خواہش کا اظہار کر دیا۔''

''مقدس کاہن! کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں تم سے اجازت لے کر تمہارا خنجر اٹھاؤں اور اپنے سینے کے پار کر لوں؟ میں اب تک جو کچھ سمجھتا رہا، کیا وہ غلط تھا؟ کیا تم مجھے اس جلیل منصب سے آگاہ کرو گے۔ جہاں مآل کار اس کے جمال بے مثال کا باب کھلتا ہے۔ یقیناً اس کی کوئی منزل، کوئی انتہا تو ہو گی؟''

''کون جانتا ہے، کسے معلوم ہے........'' کاہن اعظم کے لہجے میں یاسیت تھی۔'' مگر ایک شخص ضرور طلوع ہو گا۔''

''تم بھی نہیں جانتے؟'' میں نے حسرت سے کہا۔'' وہ شخص...... کیا وہ کسی شخص کی آمد کا منتظر ہے؟''

''میں اس شخص کو جانتا ہوں۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''کون ہے وہ؟'' میں نے کرب سے پوچھا۔

''وہ شخص جو علم و فضیلت، عزم و شجاعت میں سب سے یکتا ہو گا۔ جس کی شدتیں اتنی پر اثر ہوں گی کہ پتھر نرم پڑ جائیں۔ وہ شخص جو برداشت، عقل اور مردانہ اوصاف کا حامل ہو گا۔''

''شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ایک ناقابل تعبیر خواب ہے۔ میں تمہارے پاس اسی لیے آیا تھا۔ میرے خیال میں یہ قرین عقل ہے کہ آدمی ایسے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کی بجائے جو عام انسانی جسم کے لیے ناممکن ہیں' اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے۔ اور جو ہے اسی پر قناعت کرے۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''نہیں جابر بن یوسف امین تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ تم بھی اس صف میں شامل ہو جاؤ۔ جس میں اور بہت سے عظیم لوگ کھڑے

ہیں۔ یہ لوگ جو تمہارے حکم کے تابع ہیں۔ یہ ان گنت عورتیں جو تمہارے جسم کے تبرک سے فیض یاب ہونے کے لیے مضطرب رہتی ہیں یقیناً عظمت کی طرف تمہاری مساعی کا انعام ہیں ممکن ہے کسی دن تم کسی بڑے انعام کے مستحق ٹھہرو۔ ممکن ہے تمھی وہ شخص ثابت ہو۔ اگر تم اس سرزمین کی لاتعداد عالموں کی طرح اس کی خوشنودی کی آخری منزل تک نہ پہنچو تو بھی تم زیاں کا سودا نہیں کرو گے۔ تمھیں نرماز سونپی گئی ہے۔ ایسے نادر تحفے غلاموں کو نہیں ملا کرتے۔" سورال نے تلخی سے کہا۔

"کاہن اعظم! تمہاری گفتگو سے مجھے اگروما کے فاضل بزرگ یاد آ رہے ہیں جنھوں نے مقدس اقابلا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ خاکم بدہن وہ کہتے ہیں اقابلا ایک سراب ہے۔ ان کے ہاں میں نے عجیب عالم دیکھے۔ مجھے گروتا اور گورے نے سمجھایا تھا کہ میں اگروما میں رہ کر اس دن کے انتظار میں رہوں جب وہ مقدس اقابلا کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیں گے لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ آخر میں وہاں سے چلا آیا۔ وہ یہ کہتے تھے۔" میں نے افسردگی سے کہا پھر میں کمرے میں پھیلتا ہوا دھواں دیکھ کر کہا۔ "یا وہ غلط کہتے تھے۔"

"تم یہاں آزادی سے گفتگو کر سکتے ہو۔" سورال نے میرے اندیشے سونگھ کر کہا۔ "ہاں تم نے اگروما میں اور کیا دیکھا؟"

☆==========☆==========☆

شکنجہ

شکنجہ ناول پاکستان میں ہونے والی تخریب کاری کے پس منظر میں لکھا گیا ہے ہمارے ہاں گذشتہ کچھ سال سے "ٹریک ٹو ڈپلومیسی" کا غلغلہ کچھ زیادہ ہی زور شور سے مچایا جا رہا ہے۔ باور کیا جاتا ہے کہ محبتوں کے جو زنگ آلود دروازے حکومتیں نہیں کھول سکیں وہ شاید عوام بلکہ عوام بھی نہیں دانشور خواتین وحضرات اپنی مساعی سے کھولنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن..... اس ٹریک ڈپلومیسی کی آڑ میں کیا گھناؤنا کھیل رچایا جا رہا ہے بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیاں "بھولے بادشاہوں" کو کس کس طرح اپنے جال میں پھانستی ہیں اور ان سے کیا کام لیا جاتا ہے۔ یہی اس ناول کا موضوع ہے۔

ایک اور بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ پاکستان اپنے ہاں ہونے والے ہر واقعے کی ذمہ داری "را" پر ڈال دیتا ہے۔ یہ بات کس حد تک سچ ہے؟ کس حد تک جھوٹ؟ شاید ان سوالات کے جواب بھی آپ کو اس ناول کے مطالعے سے مل جائیں۔ محبتوں کی آڑ میں منافقتوں کا دھندہ کون چلا رہا ہے؟ دشمن کی سازش کیسے انجام پاتی ہے اور اس سازش کا شکار ہم انجانے میں کیسے بن جاتے ہیں میں نے یہی بتانے کی کوشش کی ہے۔ یہ ناول کتاب گھر کے **ایکشن ایڈونچر جاسوسی** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

میں اسے تمام تر دلچسپی سے انگروما کے واقعات سنانے لگا۔ میں نے نیشا، کیشا کا تذکرہ کیا۔ ہریکا کا معرکہ سنایا۔ سوورال کی سماعت کا اشتیاق دیکھ کر میں کسی قدر جھجکا۔ پھر میں نے وہ واقعات دانستہ طور پر سرسری انداز میں بیان کرنے شروع کر دیے۔ ''اور میں آ گیا۔'' میں نے کہا۔

''مگر تم وہاں سے آ کیسے گئے؟'' سوورال نے پوچھا۔

''میں.......'' میں نے کسمسا کر کہا۔ ''مجھے نہیں معلوم میں نے ایک دن آنکھ کھولی تو میں کشتی میں تھا اور میری کشتی جزیرہ توری کی طرف گامزن تھی۔'' میں سوورال سے سرنگا کی دیوی کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سوورال کو انگروما میں ہونے والے واقعات کا قطعی علم نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بڑے فصاحت سے اس کے سامنے دروغ گوئی سے کام لیا۔

''تم نے ایک دن خود کو کشتی میں پڑا پایا اور تمہارے پاس مقدس ہریکا کی نایاب آنکھیں بھی تھیں؟ تمہارے تمام تحائف بھی محفوظ رہے؟'' سوورال نے میرے چہرے پر کچھ تلاش کرنے کے انداز میں پوچھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کرشمہ تھا۔'' میں نے کہا۔ ''ہریکا کی مقدس آنکھوں پر عرصے سے میری نظر تھی۔ میں اکثر فرار ہونے کے خیال سے ساحل پر جایا کرتا تھا اور ناکام واپس آ جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا تھا۔ جب تمام راستے مسدود معلوم ہوئے تو میں نے شکست تسلیم کر لی تھی۔ پھر گورے مجھے ہریکا کے شکار کو لے گیا۔ اس نے وہ آنکھیں اپنے طلسم خانے میں میرے سامنے رکھی تھیں۔ میں وہ آنکھیں اپنے ساتھ باہر لے جایا کرتا تھا۔ اس دن بھی یہی ہوا۔ جب مجھے وہ نہیں ملی تو آنکھیں میرے پاس تھیں۔'' میں نے سوورال کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ حقیقت اور کچھ افسانے پر مشتمل داستان سنائی۔

سوورال میری بات سے مطمئن ہو گیا یا نہیں؟ میں نے یہ جاننے کے لیے سر اٹھانے کی جرأت نہیں کی اور اس سے درخواست کی۔ ''میں انگروما میں بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا لیکن ہمیشہ اس کی پرچھائیاں میرے ساتھ رہیں۔ بہرحال اب جبکہ میں آرزوئیں اور امیدیں دل میں بسائے جزیرہ توری میں واپس آ گیا ہوں۔ مقدس سوورال! تم نے مجھے اور پریشان کر دیا ہے تم نے کہا تھا کہ شولا کے بعد میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہے گی۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جبرال کی جگہ سمجھو۔ میں خود کو تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں اور تمہارے احکام کا ہمیشہ پابند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔ میں اس کے خیال سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ میرے سینے میں اپنا علم منتقل کر دو میں تمہاری ترام ہوں۔ مجھے اپنی عظمت کا سہارا دو۔ میں تنہائی محسوس کرتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''تم اپنے قبیلے میں واپس لوٹ جاؤ اور زرناز کی آغوش کی گرمی سے اپنے اندر حرارت پیدا کرو تم کتنے بدبخت ہو کہ مقدس اقابلا کا عطیہ مسترد کر رہے ہو؟ اس بلندی چاہتے ہو تو قناعت کا وتیرہ چھوڑ دو دیوتا تمہاری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔''

''دیوتا میری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔ مقدس اقابلا کی خصوصی نوازشیں میری طرف ہیں۔ جارا کاکا' کا مجھ پر سایا ہے۔ سوورال میرا محسن اور اتالیق ہے۔ میں تین قبیلوں کا سردار ہوں۔ آہ یہ کتنی دل خوش کن حقیقتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسی بلندی پر جلوہ فگن ہے جہاں پرندے بھی پرواز کر کے نہیں پہنچ سکتے۔ یہ خوب انعام ہے کیا دلچسپ ہے یہ طلسم۔'' میں نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''جو اس کے طلسمی نظام کا اسیر ہے، وہ یقیناً اس کے حسن جہاں تاب کا زخمی ہے۔ جو اس کی طلب کرتا ہے اور اس کی زلفیں چھونے کی جستجو میں دوڑتا ہے، وہ اس سرزمین میں کوئی درجہ ضرور پاتا ہے۔ وہ جارا کا کی نمائندہ ہے۔'' سمورال نے اپنی نشست سے اٹھ کر مجھے گھورتے ہوئے کہا۔'' جابر بن یوسف! تمہاری دنیا اور یہاں کی دنیا میں کوئی مطابقت نہیں جو تم سے کہہ دیا گیا۔ اس پر عمل کرو۔ تمہارے بازوؤں میں فولاد ہے۔ ابھی سے اس کے حصول کا دعویٰ ایک مضحکہ ہے۔ تمہارے آگے بہت سے لوگ کھڑے ہیں ان کے آگے جانے میں تمہیں شجاعت و ذہانت کے اور معرکے سر کرنے ہوں گے۔ تمہارا سینہ اور چہرا اس ہجوم میں نمایاں ہونا چاہیے۔'' سمورال نے اکتاہٹ سے کہا۔

''مگر یہ سب کیا ہے؟ وہ کون ہے اور یہ سب کیوں ہے؟'' میں نے پہلی بار گستاخی کی جسارت کی۔

سمورال نے ایک بار پھر عبادت گاہ کا طواف کیا اور دھواں تیز کرنے کے لیے کچھ اور سفوف آگ کے سپرد کر دیا۔ جب دھوئیں کے مرغولے تیز ہو گئے۔ تو وہ بولا۔ ''اس سوال کے جواب کے تم اسی وقت متحمل ہو سکتے ہو جب تمہارے دماغ میں ایک ہاتھی کی وسعت پیدا ہو جائے۔''

میں نے سمورال سے دوبارہ اپنے جنون کی تکرار کی۔ کیونکہ اس ذکر میں مجھے ایک لذت محسوس ہوتی تھی۔ اس نے کلام بند کر دیا۔ اور میں نے اس کی عبادت گاہ کا ہر چیز کا بہ نظر جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میں طلسمی کڑھاؤ کے پاس گیا اور میں نے اس سے فرمائش کی۔ ''کیا اس جلتے ہوئے تیل میں اس کا عکس زریں نظر نہیں آ سکتا؟''

''نہیں........ کاش یہ ممکن ہوتا۔'' سمورال نے حسرت سے کہا۔

''تمہارا یہ طلسم مجھے بہت پسند آیا۔ عظیم سمورال! تم مجھے اس کا علم سونپنے میں بخل سے تو کام نہیں لو گے؟''

''یہ تمہارے انہماک پر منحصر ہے۔ میں تمہیں کچھ سکھانے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔''

سمورال کی زبانی یہ بات سن کر میں نے بے چینی سے کہا۔ ''یہ میری سعادت ہے۔'' میں نے آگے بڑھ کر اس کے پیر کا انگوٹھا چوم لیا۔ ''تمہارا ساتھ اور سہارا رہا تو میرا اضطراب ختم ہو جائے گا۔ اتنی وحشت انگیز باتیں سن کر میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن میں جمرال سے زیادہ مستعد ہونے کی کوشش کروں گا........ یہ کڑھاؤ۔ یہ عصا........ میں خود کو اس عبادت گاہ میں رکھے ہوئے تو اور کے استعمال کا اہل ثابت کروں گا۔ میں خط غلامی تحریر کرتا ہوں۔''

میں یہاں کچھ اور کھنچ آیا تھا۔ سمورال نے آج پہلی بار مجھ سے اتنی طویل اور اپنائیت کی گفتگو کی تھی۔ میں نے اسے اعتماد میں لینے کے لیے زبان و بیان کی ساری قوتیں صرف کر دیں۔ سمورال نے مجھے عبادت گاہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر آنے کی اجازت دے دی تھی میں اس کے طلسمی کڑھاؤ پر جھکا ہوا تیل کے مدوجزر اور ارتعاش میں جزیرہ توری کے مختلف مناظر دیکھ رہا تھا۔ سمورال میری ہر فرمائش پوری کر رہا تھا۔ اس طرح میں کڑھاؤ کا نظام جاننے کا خواہش مند تھا۔ آخر میں نے اسے کہا۔ ''میں سرنگا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

سمورال کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا عصا تیل میں ڈال کر اسے گھمایا اور مختلف طریقوں سے تیل کی سطح پر کوئی منظر ابھارنے کی سعی کی۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ خاصی دیر تک طلسمی کڑھاؤ میں لکڑیاں جلانے، آگ تیز کرنے اور متعدد عمل دہرانے کے

باوجود سرنگا کا چہرا مسودار نہیں ہوا۔ مجھے سوراال کی ناکامی پر مسرت ہو رہی تھی اور میں سرنگا سے وابستگی پر فخر محسوس کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سوراال کیوں ناکام ہے؟ میں نے کہا۔ "مقدس کاہن! میں اجازت چاہتا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی منتشر قوتیں یک جا کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارے مشورے پر میں زرماز کا شگفتہ سراپا اپنی آغوش میں سمیٹ لوں گا کیونکہ یہ اس کا عطیہ ہے جو سب سے طاقت ور ہے۔ جو مطلق العنان ہے۔ بڑی طاقت چھوٹی طاقتوں سے یقیناً سوا ہوتی ہے۔ تمہارے معنی خیز کلمات سے میں اپنا وزن کر رہا ہوں۔ میں زرماز کو اتنی زور سے بھینچوں گا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ ادھر تم اپنے دل اور اپنی عبادت گاہ میں میری نشست کی گنجائش پیدا کرو۔"

سوراال طلسمی کڑھاؤ میں الجھا ہوا تھا، عبادت گاہ میں کثیف دھواں در و دیوار پر چھایا ہوا تھا۔ "تم نہیں جا سکتے۔" اس نے چونک کر کہا۔ "ٹھہرو۔" کڑھاؤ سے ہٹ کر اس نے پانی کے ایک برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر چاروں طرف پانی چھڑکا۔ دھواں لمحوں میں صاف ہو گیا۔ پھر اس نے جاراکاکا کی کھوپڑی دروازے سے ہٹائی اور مجھ سے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

کاہن اعظم سوراال سے مزید سوال و جواب کا موقع نہیں تھا۔ وہ کچھ مکدر سا نظر آ رہا تھا۔ اس کے غار سے نکل کر میں نے اطراف میں دیکھا۔ درختوں نے اندھیرا اور دبیز کر دیا تھا۔ سوراال سے آج کی ملاقات گزشتہ ملاقاتوں سے مختلف تھی۔ اس نے اپنی عبادت گاہ ماورائی طاقتوں سے روپوش کر کے مجھ سے رازدارانہ باتیں کی تھیں۔ اور انگروما کے حقائق کرید کرید کر پوچھنے چاہے تھے۔ میں نے اسے مکمل تفصیل سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ میں انگروما کے ذکر سے پہلے ہی سوراال کے اضطراب کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اس ملاقات سے سب سے بڑا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ میرے ذہن کی بھٹکی ہوئی رو میرے قابو میں آ گئی تھی۔ سوراال کے انداز بیان نے مجھے بعض نازک اور حساس باتوں کی طرف توجہ دینے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ اس طلسمی نظام کا خاکہ میرے ذہن میں ترتیب پا رہا تھا اور اب میں اپنی کوتاہیوں اور خوش اعتقادیوں کے بارے میں کوئی معقول رائے قائم کر سکتا تھا۔ یوں ہم سب لوگ ایک دوسرے کے حریف تھے اور یوں ہم سب لوگوں کو اس کے سحر حسن نے جکڑ رکھا تھا میرے عزائم نہ اس وقت اتنے پست تھے کہ میں ٹوٹ کر زمین پر لیٹ جاتا اور نہ اتنے بلند کہ مجھے اپنے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی محسوس ہوتیں۔ میں ایک معتدل شخص تھا اور مجھے زرماز کا کشش انگیز بدن اس سمت راغب کر رہا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔ بستی سے دور اس درخت کے نیچے۔

وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے اسے آواز دی۔ "اے حسن زار اقابلا کی کلی محترم زرماز! تم کہاں ہو؟ میری نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاؤ دیکھو کہ میری نگاہوں میں شرمساری اور میرے قلب میں بے قراری ہے۔ آؤ کہ میں اپنے تشنج اور اضطرار پر ملامت کر چکا ہوں۔ آؤ کہ میرا بدن جل رہا ہے۔"

اس کے خیرہ کن وجود کے ظاہر ہونے میں دیر ہوئی تو مجھے اپنے جلتے ہوئے بدن میں سردی سی محسوس ہونے لگی۔ وہ ناراض تو نہیں ہو گئی؟ کہیں وہ قصر اقابلا میں واپس تو نہیں چلی گئی؟ میں اسے آوازیں دیتا رہا اور اپنے گزشتہ رویے پر ندامت کا اظہار کرتا رہا، میرا گلا خشک ہونے لگا۔ آخر صبح کاذب سے کچھ دیر قبل وہ نمودار ہوئی۔ "زرماز" میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات مہذب دنیا کے رشتوں اور آداب سے میرا الحاق ہو جاتا ہے۔ میں یہ بھول جاتا ہوں کہ ایک وسیع سمندر درمیان میں ہے۔ میں کاہن اعظم سوراال کے پاس گیا تھا، اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کس جگہ کھڑا ہوں اور میرا مقام کیا ہے۔"

میں سرکشی و سرشاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرماز کو بستی میں لے آیا۔ بستی کی گلیوں میں رات بھر کے تھکے ہوئے مخمور لوگ اوندھے پڑے تھے۔ انھیں اپنے جسموں کا ہوش نہیں تھا۔ نرماز میرے ساتھ میرے جھونپڑی نما مکان میں آ گئی۔ نرماز کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے سرنا کی موجودگی کا کوئی خوف نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں بلند آواز میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ تم صرف ہونٹ کھولنا میں ان کی حرکت سے معنی اخذ کر لوں گی۔ سو میں نے اس سے آہستگی سے کہا۔ ''یہاں پیال کے نرم و نازک بستر پر میرے پہلو میں دراز ہو جاؤ۔'' اس نے جواب دیا تمہاری شجاعت اور جنوں کے جو تذکرے میں نے سنے تھے وہ سچ ہیں۔'' وہ میرے دل سے قریب ہوئی۔ صبح میں وقت کم تھا۔

جب آفتاب نے اپنی کرنیں زمین پر تقسیم کرنی شروع کیں اور میرا خمار ٹوٹا تو میں زیادہ تن دہی سے اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ سرنگا کہتا تھا کہ ہمیں مہذب دنیا میں واپسی کے امکانات ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں۔ سرنگا کے پاس ایک عظیم دیوی تھی ایک چھوٹی سی مورتی جو ایک مکمل عورت کی شکل اختیار کر کے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دے سکتی تھی۔ وہ یہاں اپنی مورتی کی سحر کاریاں چھپا نہیں سکتا تھا۔ اور اسی لیے کئی بار معتوب قرار دیا جا چکا تھا۔

سوراں نے جس انداز سے بعض حقائق اشارۃً بیان کیے تھے، وہ رہ رہ کر میرے ذہن میں فشار پیدا کر رہے تھے۔ احتیاط، اعتدال دور اندیشی، اس ملاقات کا مآل تھا۔ یہاں بات کرنا لب ہلانا بھی مشکل تھا، روشنی کی پر اسرار لکیریں۔ نادیدہ سراغ رساں ہر سمت لگے رہتے تھے۔ سرنگا پر ان کی کڑی نظر تھی۔ اور احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں سرنگا کے غار میں اس سے مشورے لینے کے لیے کم سے کم جاؤں۔ حالانکہ ایسے عالم میں سرنگا کی ذات میرے لیے ایک بڑا سہارا تھی۔ تاریک بحر اعظم میں اتنے مصائب جھیلنے کے بعد کم از کم زندہ رہنے کا آسرا ضرور ہو گیا تھا۔ جسے زندگی کا شوق ہو، اس کے لیے یہ بات کیا کم ہے وہ زندہ ہے۔ اور زندگی کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ مجھے بھی تھا میں یہاں اس وقت تک سرخ رو تھا جب تک جزیرہ توری میں یا آس پاس کے علاقوں میں میرے مقابلے کا کوئی اور شخص پیدا نہیں ہو جاتا۔ قناعت میں امان ہے۔ قناعت میں زندگی ہے مگر موت زدہ زندگی جزیرہ توری میں محبوس ہو کر میں اپنے آپ کو طویل المیعاد زندگی کی ضمانت دے سکتا تھا، لیکن عورتوں، شرابوں اور غلاموں پر قانع ہو جانا میرے مزاج کو راس نہ تھا۔ اب بھی میرے دل میں اضطراب کا ایک شعلہ روشن تھا۔ ایک مبہم امید شاید سنگلاخ چٹان میں سبزہ و گل پیدا ہو جائیں۔ ایک بیتا فصہ جو قناعت کو موت سمجھتا تھا اور ہر طرف بپا ہو کر کے شور مچانے کو اکساتا تھا۔ ایک خفیف امکان۔ شاید اس حرکت و طاقت میں واپسی کی کوئی صورت نکل آئے؟ شاید میں نے اپنی افتادِ طبع اور قلبی کیفیتوں کی وضاحت کر دی ہے۔

صبح ہوتے ہی میں اپنے ٹھکانے سے اٹھا اور نرماز سے کہا کہ وہ مجھ سے دور دور رہے۔ نرماز نے خوش ادائی سے میری خواہش پر ہر وقت نمودار ہونے کا وعدہ کیا اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے فزارو اور زارے کو طلب کیا۔ رات بھر جشن میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ان کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں نے اپنے لہجے میں وزن پیدا کیا اور بولا۔ ''معزز زارے اور فزارو! تمہارے سردار جابر بن یوسف نے توری کے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شکست دی ہے اور وہ اب دونوں قبیلوں کا حکمران ہے۔ تمہارا سردار محسوس کرتا ہے کہ مقدس اقابلا کی خوشنودی کے لیے صرف یہی مناصب کافی

نہیں ہیں کہ وہ تین قبیلوں کا سردار ہے۔اس کا مقام شجاعت کے علاوہ بھی بلند ہونا چاہیے۔''

''بے شک۔'' فزارو اور زارے نے یک زبان ہو کر کہا۔

''معزز لوگو! پس یہ لازم ہے کہ قبیلے کی بیشتر ذمے داریاں وہ اپنے نائبین کو سونپ دے اور خود حصول علم اور دیوتاؤں کی نظر میں اپنا مرتبہ بالا کرنے کے لیے بستی سے دور جنگلوں میں چلا جائے۔'' میں نے کہا۔

فزارو اور زارے کو میرے تخاطب کی تبدیلی پر حیرت ہوئی ہو گی۔انہوں نے سر جھکا دیے اور پھر اطاعت اور فرمانبرداری کی علامت کے طور پر زمین پر لیٹ گئے۔''میں جو کہتا ہوں اسے اپنے کانوں میں محفوظ کر لو۔میں تم دونوں کو اماکا توری کی نیابت دے رہا ہوں۔شوالا کے قبیلے کی نیابت اور دوبارہ آبادکاری زارے کے سپرد کی جاتی ہے اور میرے قبیلے کا نائب فزارو ہے۔قبیلے میں ایسی حد بندیاں ختم کر دی جائیں جو شوالا اور کالاری کے زمانے میں تھیں۔زمین اور آبادی نصف نصف تقسیم کر لی جائیں۔میں یہیں توری میں موجود رہوں گا اور تم دونوں کے کام کا جائزہ لیتا رہوں گا لیکن قبیلے کے فیصلے، انتظامی امور، غذا اور پناہ کے معاملات تم دونوں کو اس وقت تک سنبھالے رکھنے ہوں گے جب تک میں خود یہ امور اپنی نگرانی میں نہ لے لوں۔قبیلے کی ہر نوجوان لڑکی سب سے پہلے میرے ملاحظہ کے لیے پیش کی جائے گی۔''

میرے اس جملے پر انہوں نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا لیکن میں نے اپنے احکام جاری رکھے۔''تم اہم معاملات میں کسی بھی وقت اپنے سردار سے مشورہ کر سکتے ہو۔تم جانتے ہو جابر بن یوسف نے یہ مقام کس طور پر حاصل کیا ہے؟ تمہیں معلوم ہے کہ اس کے پاس کیسے کیسے نادر تحائف موجود ہیں؟ اور تم اس امر سے بھی واقف ہو گے کہ اس مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل ہے۔سرکشی اور سازش کی سزا بہت شدید ہو سکتی ہے۔''

میں نے شپالی زارے کے جسم پر پھینک دی، وہ تڑپ کر زمین پر لوٹنے لگا، اس کی کمر میں ایک بڑا داغ پڑ چکا تھا، مقدس چوبی اژدہا متحرک کر کے میں نے فزارو کی طرف روانہ کر دیا، وہ فزارو کے جسم پر رینگنے لگا اور فزارو خوف و ہراس کے عالم میں زارے کا اتباع کرنے لگا۔پھر اژدہا شپالی منھ میں لے آیا اور میرے گلے میں لٹک کر دوبارہ ساکت ہو گیا۔میں نے ان دونوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔''تم نے دیکھا؟''

''ہاں جابر بن یوسف اے مقدس سردار!'' زارے نے احترام سے کہا۔''تمہیں اپنے تو اور کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔تمہارا مقام ہمارے قلب میں کندہ ہے، ہم تمہارا بہترین ہتھیار ثابت ہوں گے۔فزارو نے بھی اسی قسم کے کچھ جملے ادا کیے۔

''سرنگا کی نوجوان لڑکی سریتا اسی مکان میں رہے گی اور تم دونوں اس کی خواہش مقدم سمجھو گے۔اس کے لیے بہترین غذائیں اور خادمائیں مہیا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

دونوں نے دوبارہ روایتی طور پر اطاعت کا مظاہرہ کیا۔انھیں واپسی کا حکم دے کر میں سریتا کے کمرے میں آیا۔اس کے بدن پر توری کی لڑکیاں جڑی بوٹیوں کے تیل سے مالش کر رہی تھیں۔اچھی خوراک اور مسلسل آرام کے باعث سریتا کا حسن نکھر آیا تھا۔

☆==========☆==========☆

آہستہ وہ دونوں میں شوالا کے قبیلے سے آئے ہوئے لوگ اپنے علاقے میں منتقل ہونے لگے۔

ان کی منتخب لڑکیاں میرے ملاحظے کے لیے پیش کی جاتی ہیں میں نے چند معیاری دوشیزائیں علیحدہ کر کے باقی لڑکیاں زارے اور فزارو کے سپرد کر دیں۔ وہ دونوں تک یا تو میں زرماز کے ساتھ رہا یا اپنی سیاہ فام خادماؤں کے ساتھ۔ میں نے اپنے قبیلے کی چیدہ چیدہ لڑکیاں اپنے لیے وقف کر لیں۔ میرا مکان ان دونوں میں عورتوں سے بھرا رہا۔ سریتا خاموشی سے یہ تغیر دیکھ رہی تھی۔

دونوں کی نسل مندی کے بعد میں کا ہن اعظم سورال کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اپنے فیصلے سے مطلع کیا کہ میں جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں کے لیے نائب مقرر کر کے اس کے پاس حصول علم کے لیے آیا ہوں۔ میں نے مشعل کی لو میں دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی جلا کر عہد کیا کہ میں ہمیشہ اس کا وفادار اور مطیع رہوں گا۔ میں نے کہا۔ ''یہ سب مقدس اقابلا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے اور اپنی قوت و عظمت بڑھانے کا اقدام ہے۔''

میری آمد سے کا ہن اعظم کی آنکھ کی چمک بڑھ گئی اور اس نے شفقت سے میرے سر کے بال کھینچ لیے میں نے فوراً غار سے باہر جا کر ایک ہرن شکار کیا اور اس کی کھال ادھیڑ کر عربی ذائقے کا گوشت بھون کر سورال کو کھلایا۔ مجھے معلوم تھا یہ اس کی مرغوب غذا ہے۔ وہ مجھے غار کے ایک تاریک گوشے میں لے گیا اور کسی کھوہ سے اس نے پتھر کا ایک برتن نکال کر اس کا محلول میرے جسم پر انڈیل دیا۔ یکا یک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے محلول میرے مساموں میں داخل ہو رہا ہے۔ مجھ پر ایک نشہ آور کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے نشے کی حالت میں سورال سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا' تاریک بر اعظم میں اپنے عزائم بتائے اور اقابلا کی بارگاہ میں پہنچنے کے بڑے بڑے دعوے کیے۔ یہ پہلا دن تھا کہ رسمی طور پر سورال نے مجھے شاگردی کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے ایک عصا کا طلسمی وظیفہ بتایا اور مقدس جارا کا کی تعریف و توصیف کا ایک مرکب جملہ رٹایا جسے حفظ کرنے میں مجھے خاصی دیر لگی' اس لیے کہ اس کی زبان میرے فہم سے بالا تھی۔ اس جملے کی مسلسل ادائی کا اعجاز تھا کہ طلسمی کڑھاؤ پر مجھے دسترس ہو گئی۔ اس وقت کا ہن اعظم فیاضی پر اتر آیا تھا۔ میں نے کڑھاؤ کے نیچے آگ جلا کر سورال کا مخصوص سفوف تیل میں ڈال کر کوشش کی کہ سرنگا کو دیکھ لوں لیکن سرنگا نظر نہیں آیا پھر میں نے اپنے مکان میں سریتا کو دیکھنا چاہا۔ مجھے کامیابی ہوئی۔ سریتا کا بدن بکھرا ہوا تھا۔ وہ پیال کے بستر پر دراز تھی اور کچھ سوچ رہی تھی میں نے اسے جی بھر کے دیکھا وہ بڑی اداس معلوم ہوتی تھی .... اس منظر سے میری طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی۔

پھر میں نے زارے، فزارو کی مصروفیات دیکھیں، قبیلے میں تیزی سے کام ہو رہا تھا، پھر اچانک مجھے ڈاکٹر جواد کا خیال آیا۔ شوالا اور میرے مقابلے سے ایک دن پیشتر وہ مجھے زہریلی بوٹی کھلا کر غائب ہو گیا۔ میں نے تیل کی سطح پر اسے ایک غار میں بیٹھا دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ آتے ہی میرے منہ سے جھاگ آ گئے۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے پھنکار ماری۔

''کیا ہوا؟'' کا ہن اعظم مجھ سے بولا۔ وہ دور بیٹھا گوشت سے شغل کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں .... وہ طبیب جواد نظر آ گیا تھا۔'' میں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔

''کیا تمہیں اس کا سر درکار ہے؟'' کا ہن اعظم نے کہا۔

''نہیں وہ اتنا اہم شخص نہیں۔'' میں طلسمی کڑھاؤ سے ہٹ آیا اور میں نے سورال کی خوشامد کی کہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے سارے علوم منتقل

کردے۔ رات کے وقت میں اس کے غار سے چلا آیا۔ میری نس نس میں ایک عجیب خمار چھایا ہوا تھا۔ میں پتھر راستے سے ہنتا گرجتا اور چنگھاڑتا بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بستی میں میری آمد سے ہلچل مچ گئی۔ میں نے فزاروکو حکم دیا کہ صبح تک ڈاکٹر جواد کو میرے مکان پر حاضر کیا جائے۔ میں نے اس کا پتہ بتایا اور مکان میں داخل ہو کر نرماز کو آواز دی۔ وہ آ گئی۔

صبح صادق کے وقت میرے دروازے پر فزارو اور زارے موجود تھے۔ ان کے پیچھے زارے کے جوانوں کے وسط میں ڈاکٹر جواد کھڑا تھا۔ مجھے تاریک براعظم کے دستور کا علم تھا کہ طبیبوں کو وہاں خاص مراعات حاصل ہیں۔ ڈاکٹر جواد پر کسی زمانے میں ایک اقابلا تعینات تھا اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا تو حالات کچھ اور ہوتے۔ مہذب دنیا کا یہ شخص میرا ساتھی تھا۔ یہ بدنصیب میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اگر میں اس کے زہر سے مر جاتا تو سرنگا اور سریتا کو بھی موت کا جام نوش کرنا پڑتا۔ جواد مجرموں کی طرح زمین کی طرف نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ میرے صرف ایک اشارے پر نیزوں سے اس کا جسم چھلنی ہو سکتا تھا۔ سریتا بھی باہر آ گئی تھی اور حقارت سے اس بے غیرت شخص کو دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر جواد کی گرفتاری کی اطلاع ملتے ہی نرماز رخصت ہو گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کس طرح کروں؟ ''ڈاکٹر جواد کیا تجھے اب بھی کسی رعایت کی توقع ہے؟''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے سیدی!'' اس نے خجالت سے کہا۔

''فرعون بے ساماں! تو اسے غلطی کہتا ہے؟''

''یہ کمینگی ہے سیدی جابر! یہ کم ظرفی ہے۔'' وہ مردہ آواز میں بولا۔

''آہ سارے الزام تیرے لیے ہیچ ہیں۔ تو یقیناً ایک عرب نہیں ہے۔ تیرے خون میں خرابی ہے۔'' میں نے لرز کر کہا۔

تمہاری ہر گالی مجھ پر جچتی ہے۔ فیصلے میں دیر نہ کی جائے مجھے سزائے موت دی جائے۔''

''موت؟'' میں نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔ ''اے بدبخت شخص تو نے اپنے لیے کتنی آسان سزا تجویز کی ہے۔''

''میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ میں نے تمہارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے سیدی جابر! اب کوئی ندامت میری غلطی کا تدارک نہیں کر سکتی۔''

''ڈاکٹر جواد! کیا تیرا دماغ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا؟ تجھے معلوم ہے کہ تیرے ساتھی نے جزیرہ توری میں کتنی منزلیں سر کر لی ہیں؟ مقدس اقابلا کی نظروں میں اس کا مقام کیا ہے؟ کیا تو نے میرے سینے پر نظر نہیں ڈالی تھی؟ تو اس حقیقت سے باخبر نہیں تھا کہ میں کتنی بار موت کے منہ میں گیا ہوں گا؟ تو نے میری اقبال مندی مصنوعی سمجھی تھی؟''

''مجھے حقائق کا علم تھا سیدی! لیکن میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ تم نے یہ تمام فتوحات تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ اقابلا کے لیے کی ہیں اور میں نے......''

جواد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ''خاموش کیوں ہو گیا؟ صاف کیوں نہیں کہتا کہ تو اپنے ایک ساتھی کی درخشانی سے ناخوش تھا۔ تو حاسد ہے۔''

''یہ غلط ہے سیدی! لیکن میری بساط الٹ چکی ہے۔ اب کسی جرح کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی وکالت نہیں کر رہا ہوں۔ میں سزا کا

منتظر ہوں۔'' ڈاکٹر جواد نے بے خوفی سے کہا۔

''نہیں ڈاکٹر!'' میں نے غضب میں کہا۔'' میں تیری زبان سے وہ نکتہ اگلوانا چاہتا ہوں' جس نے تجھے عقل و ہوش سے بیگانہ کر دیا تھا۔''

اس نے خاموشی غنیمت سمجھی لیکن اس خاموشی نے میرے قہر میں اور اضافہ کر دیا۔ میں نے چیخ کر اپنا سوال دھرایا۔ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا دانش مندی کے منافی تھا۔ کیونکہ اقابلا اس پر مہربان رہ چکی تھی۔ میں ان تنے تلے نیزوں کو حرکت کا حکم دے سکتا تھا جو اسے نشانے پر لیے ہوئے تھے مگر میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے ڈاکٹر جواد کے لیے کسی اندھیرے غار میں قید تنہائی کی سزا کا ارادہ کر لیا۔ پھر میں اس خبیث کو سزا سنانے کا اعلان کرنے ہی والا تھا کہ خلاف معمول دور سے سرنگا آتا دکھائی دیا۔ وہ تیز قدموں سے آ رہا تھا۔

''محترم سرنگا تم؟ اچانک کیسے آ گئے؟'' میں نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔'' ذرا ٹھہرو میں اس وقت ایک مقدمے کا فیصلہ کر رہا ہوں، سرنگا کیا تم اپنے اس مہذب ساتھی کو پہچانتے ہو؟''

''میں اسی کے سلسلے میں غار سے اٹھ کر آیا ہوں۔'' سرنگا نے آہستگی سے کہا۔'' میرے ساتھ اندر چلو۔''

''کیا تم اس کی سفارش کرنے آئے ہو؟'' میں نے ناراضی سے پوچھا۔

''ہاں۔ مجھے اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں تم سے فیصلے بدلوا سکتا ہوں۔''

''سرنگا! یہ قابل گردن زدنی ہے۔''

''بے شک۔ لیکن میں اس کی معافی کی درخواست کرنے آیا ہوں۔''

''کیوں؟ تم اس کا جرم جانتے ہو؟'' میں نے جھلا کر کہا۔

''اسے چھوڑ دو سیدی جابر! دوبارہ اس سے ایسی حماقت سرزد نہیں ہوگی۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔'' سرنگا نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

''سرنگا! یہ ڈاکٹر جواد ہے۔ اس نے سریتا پر شرمناک حملہ کیا تھا اس نے تمہارے دوست کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''کیا تم میری سفارش لائق اعتنا نہیں سمجھتے؟''

''درست ہے۔'' میں نے نڈھال ہو کر کہا۔'' فرازو وزارے ڈاکٹر جواد کو چھوڑ دو اور اسے قبیلے کے عام شہریوں میں شمار کر لو۔''

میرے فیصلے پر ڈاکٹر جواد بے اختیار محافظوں کا دائرہ توڑ کر میرے پاس آیا اور مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔'' سیدی جابر! تم ایک عظیم آدمی ہو۔ اور سرنگا تم۔'' وہ سرنگا کے گلے لگ گیا۔'' تم یقین کرو میں تمہارے اعتبار کو کبھی صدمہ نہیں پہنچاؤں گا۔''

فرازو اور وزارے میرے فیصلے پر دم بخود تھے۔ ڈاکٹر جواد رہا ہو کر شادمانی کے عالم میں رقص کر رہا تھا۔ میں سرنگا کے ساتھ اندر چلا آیا۔ سرنگا نے کمرے کے اندر ایک گہرا سانس لیا۔'' سیدی جابر! اس کمرے میں یقیناً کوئی اور بھی ہے۔''

سرنگا کا قیاس درست تھا۔ نرماز اندر موجود تھی جو اسے نظر نہیں آتی تھی۔ اور میں اس سے اس وقت باہر جانے کی درخواست بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سرنگا کی آمد کے بعد میری یہ درخواست مشکوک اقدامات میں شامل ہو جاتی۔'' ہاں محترم سرنگا مقدس اقابلا کا ایک بیش بہا عطیہ میری سیرائی

جاں کے لیے یہاں موجود ہے۔''

''اوہ اقابلا۔ مقدس اقابلا۔'' سرنگا نے پورے احترام سے کہا۔ ''سیدی جابر! کیا تم ہماری نظر کو اس سعادت سے محروم رکھو گے؟''

''میں کسی دن اس نادر عطیے کا جلوہ تمھیں بھی ضرور دکھاؤں گا۔'' میں نے زرماز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمھاری بوڑھی آنکھوں کی بینائی بڑھ جائے گی۔''

سرنگا مقدس اقابلا کے جاہ و جلال کے گن گانے لگا۔ میں اس سے ملاقات کا طالب تھا۔ میں نے اشاروں کنایوں میں اسے سمجھایا کہ میں جلد ہی اس کے پاس آؤں گا۔ اس وقت ڈاکٹر جواد کی رہائی کے سلسلے میں اس کی سفارش پر بحث کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔

''سیدی جابر! تمھیں میری گزشتہ گفتگو یاد ہے؟''

میں نے ذہن پر زور دے کر اور سمجھ کر کہا۔ ''ہاں۔'' سرنگا مہذب دنیا میں واپسی کے امکان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

میں نے زرماز کا خیال کر کے کہا۔ ''کاش وہ میری التجا ئیں سن لے۔''

''سرنگا دل میں ایک ہی حسرت باقی ہے۔''

''وہ فیاض ہے جب اس نے تمھیں اتنا نوازا ہے تو آئندہ بھی وہ بخل سے کام نہیں لے گی۔ وہ تمھیں شاد کام کرے گی حوصلہ رکھو سیدی جابر!''

''سچ ہے سرنگا! تم حق کہتے ہو۔ میں مستقل اس کی نگاہوں میں رہنا چاہتا ہوں۔''

''اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم عقل و ہوش، عالمانہ اور بہادرانہ فضیلتیں بڑھاتے رہو۔'' سرنگا نے عقیدت سے کہا۔

''میں نے بہت کچھ سوچا ہے۔ میں نے سوچا ہے......''

''بس بس سیدی جابر!'' سرنگا نے مجھے روک کر کہا۔ ''پہلے عمل کرو۔ اس کے بعد دعوے کرنے کی عادت ڈالو۔''

سرنگا اٹھ کر دوسرے کمرے میں اپنی بیٹی سریتا کے پاس چلا گیا اور چند لمحوں میں واپس آ گیا پھر مجھ سے اجازت لے کر وہ جانے کے لیے تیار ہوا تو میں اسے دور تک چھوڑنے گیا۔ زرماز میرے ساتھ تھی۔ میں نے سرنگا کا ہاتھ دبا کر اسے اپنے بارے میں غور کرنے کا اشارہ کیا۔ واپسی میں مجھے دوبارہ ڈاکٹر جواد نظر آیا وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا شراب پی رہا تھا۔ مجھے آتے دیکھ کر اس نے ادب سے سلام کیا۔ ''سیدی جابر! اب کھلے دل سے مجھے معاف کر دو۔''

میں ان سنی کرتا ہوا اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں نے تمام خادماؤں کو سریتا کے کمرے میں بھیج کر زرماز کو آغوش میں لے لیا۔ تم نے اچھا کیا جابر بن یوسف کہ طبیب جواد کے سلسلے میں اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔''

''کیوں؟'' میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا اس میں مقدس اقابلا کی ایما بھی شامل تھی؟''

''مقدس اقابلا فراخ دلی اور فیاضی پسند کرتی ہے۔'' زرماز جھجکتے جھجکتے بولی۔

''مگر ڈاکٹر جواد نے اپنے سردار سے غداری کی تھی!''

''مقدس اقابلا بے اعتبار لوگوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے۔ مگر طبیب جواد از خود اس قبیح فعل پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔''

''اسے شوالا نے آمادہ کیا ہوگا؟'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''کیا تم اس بارے میں کچھ جانتی ہو۔ مجھے اندھیرے میں نہ رکھو۔'' میرے اصرار میں شدت پیدا ہوگئی۔

''طبیب جواد پر ایک طبیب کی حیثیت سے جارا کا کی خصوصی عنایتیں ہیں۔ میں تمھیں یہ خوش خبری سناتی ہوں کہ اقابلا نے اس کے سلسلے میں تمہارے ہر فیصلے کی قبل از وقت توثیق کر دی ہے لیکن تم نے پہلے صحیح صورت حال جاننے کی کوشش تو کی ہوتی۔''

''میں نے اس سے پوچھا تھا لیکن وہ خاموش رہا۔''

''وہ ایک زک پہنچا کر تمھیں دوسرا صدمہ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔'' نرماز نے کہا۔

''پھر اسے کس نے آمادہ کیا تھا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے تمہاری ساتھی فلورا نے لالچ دیا تھا۔''

''کیا؟ فلورا نے............ فلورا نے؟''

''ہاں اسی سفید فام لڑکی نے جو شوالا کے ساتھ تھی اور اب جزیرہ ویزنار میں نریگا کے ساتھ ہے۔

نرماز کے اس انکشاف نے مجھے لرزہ براندام کر دیا۔ سفید فام فلورا نے ایک بار پہلے بھی سیاہ فام شوالا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے اس حقیقت نے مجھے سرشار کر دیا۔ مقدس اقابلا کے رویے سے ظاہر تھا کہ وہ وسیع و عریض تاریک براعظم کے اس بے مایہ شخص پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ میری پرستش کا اثر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر جواد کے سلسلے میں اس نے ہر فیصلے کی توثیق کر کے مجھے اپنی عنایتوں کی بشارت دی تھی وہ پری پیکر میرے تصور میں مسکراتی ہوئی ابھری۔

دوسرے دن صبح اشارکی طرح میں نے نرماز کو اعتماد میں لے کر بعض طلسمی اسرار سمجھنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ لیکن فلورا کی پھانس دل میں چبھی رہی۔ اسی دن میں دوبارہ کا ہن اعظم کی اقامت گاہ پر تربیت کے لیے گیا۔ اتالیق ہونے کے باوجود کاہن اعظم کے لہجے اور رویے میں دوستی اور رازداری کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔ میں نے مزید احتیاط اور احترام سے پیش آتے ہوئے کہا۔ ''مقدس کاہن! آپ کا مان میں میرے نائب اشالا نے مجھے چند ابتدائی اسرار کی تعلیم دی تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنے باطن میں ایسی صفات پیدا کرنے کا خواہش مند ہوں جو دیاروں پہاڑوں اور سمندر پار کی حرکات و سکنات کے بارے میں مجھے باخبر رکھ سکیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا، اس نے کہا تھا۔ تمہارے باطن میں سخت ریاضت کے بعد ایسی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم طلسمی اسرار کی تربیت کے ساتھ ساتھ میرے قلب و نظر اتنے توانا کر دو کہ میں زمین کے اندر دبی ہوئی چیزیں دیکھ سکوں۔''

''ہاں۔ ہاں جابر بن یوسف اسمورال نے سنجیدگی سے کہا۔'' آدمی میں دیوتا کی صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔ مگر کوئی شخص دیوتا نہیں ہوتا جس نے جتنی محنت کی اپنے باطن کو اتنا ہی منور کیا۔ جس نے جتنی برداشت کا ثبوت دیا اپنے اوصاف میں اتنا ہی اضافہ کر لیا۔ ہر معزز اور نامور شخص اپنی اس

حد میں رہتا ہے جہاں تک اس نے ریاض کیا اور وقت صرف کیا۔ علوم باطن اور اسرار و کمالات کے کرشمے وقت اور انہماک کے ساتھ ساتھ فروغ پاتے رہتے ہیں۔ سمورال اور تم اسی منزل سے گزر رہے ہو، اور میں بھی میری بصارت اور سماعت بھی ابھی محدود ہے۔ میرے حواس ایک خاص مقام تک جا کر رک جاتے ہیں۔ میں نے ساری عمر اسی کوشش میں صرف کر دی ہے کہ میں ان کا دائرہ وسیع کرتا ہوں۔ لیکن جہاں دوسری برتر قوتیں حائل ہو جاتی ہیں وہاں یہ دائرہ بہت مختصر اور بعض اوقات معدوم ہو جاتا ہے۔ تم اپنے تمام علم و فضل کے باوجود اقابلا کا حال نہیں جان سکتے ہاں اپنے برتر خیال سے صرف ایک بہتر قیاس کر سکتے ہو۔ طاقت در باطن کا روشن دروازہ ہر وقت نہیں کھلا رہتا۔ اسے کھولنا پڑتا ہے۔ پھر کہیں اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ تم یہ تمام علوم سیکھ سکتے ہو لیکن اس سے پہلے میں تمہیں تمہارے اطراف میں پھیلی ہوئی ایسی چیزوں کا ادراک کراؤں گا جن کی ترکیب اور ماہیت بدل دینے سے کرشمے رونما ہوتے ہیں۔" میں پوری توجہ سے کاہن اعظم کی اثر انگیز باتیں سن رہا تھا۔ آج پہلی بار اس نے اس قدر دیر تک مجھ سے خطاب کیا تھا۔

وہ مجھے اپنے غار سے ملحق ایک سرنگ میں لے گیا۔ غار کا یہ حصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، حالانکہ میں اس کی اقامت گاہ کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ خود اسرار کی دنیا تھی۔ اندر جا کر اس نے ایک دیوار پر اپنے عصا سے ایک مربع بنایا۔ پتھر کی دیوار میں چرچراہٹ ہوئی اور تھوڑی دیر میں ایک کمرے سے کسی درندے کی ہیبت ناک آواز سنائی دی۔ درندے کی دہاڑ اتنی خوف ناک تھی کہ مجھے کئی قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ میں نے شپالی گلے سے اتار کر روشن کی تو کمرہ منور ہو گیا۔ ڈگی کے جثے کا ایک عجیب الخلقت جوڑا اس اندھیرے کمرے میں بند تھا۔ کاہن اعظم کو دیکھ کر ایک درندے نے جست لگائی اور میں حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی پشت پر ہو گیا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بے لگام درندہ کاہن اعظم کے سامنے آ کر سر جھکا کے کھڑا ہو جائے گا۔ اور کاہن اعظم اس کے بڑے سینگ پکڑ کر اس کے دماغ میں خنجر سے سوراخ کرنے لگا۔ "جابر بن یوسف!" سمورال نے آواز دی۔ "اس سوراخ پر منہ لگا دو۔"

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں شبہ ابھرا کہ کہیں کاہن اعظم بد اعتقادی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہا ہے لیکن میں نے دوسرے ہی لمحے یہ شبہ جھٹک کر جانور کے دونوں سینگ پکڑ لیے۔ میرا سینگ پکڑنا تھا کہ عظیم الجثہ درندے نے ایک پھنکار بھر کر اپنے سر کو اوپر اچھال دیا۔ میں اگر سینگ چھوڑ دیتا تو دیوار سے جا ٹکراتا، لیکن اس زبردست جھٹکے کے باوجود میں نے اس کے سینگ نہیں چھوڑے اور اپنے حواس قائم رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ میں ڈگی جیسی بلا زیر کر چکا تھا۔ مگر اس کی پشت پر توازن برقرار رکھنے میں کئی بار میں نیچے گر پڑا۔ میں بار بار گر پڑتا اور وہ مجھے منٹوں میں ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ وہ اسی طرح مجھے نچاتے نچاتے اس وسیع کمرے میں دیوانہ وار گھومتا رہا۔ آخر میں بہ مشکل تمام اس کے دماغ پر اپنا منہ رکھنے میں کامیاب ہو سکا۔ میری زبان اس کا خون تیزی سے چاٹنے لگی۔

"مقدس کاہن! کیا میں ان کے جسموں پر شپالی رگڑ دوں؟ کیا میں اپنا چوبی اژدہا متحرک کر دوں؟" میں نے چیختے ہوئے کہا۔

"نہیں تم اتر آؤ۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لیے اور درندے نے تابع داری سے اپنے دونوں سینگ اس کے آگے کر دیے۔ پھر کاہن اعظم نے اسی طرح دوسرے درندے کو بلایا۔ "اس کے تھنوں سے دودھ نچوڑ کر ایک برتن میں جمع کرتا رہا۔ مادہ خاموش کھڑی تھی۔ کاہن اعظم

بہت تیزی سے دودھ دوہ رہا تھا۔ برتن بھر کر وہ کمرے سے باہر آ گیا اور اس نے اسے دوبارہ اسی طرح بند کر دیا جس طرح کھولا تھا اب اس کے ہاتھ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن تھا، جسے وہ عبادت گاہ میں لے آیا نصف دودھ ایک دوسرے برتن میں لوٹ کے باقی نصف دودھ پیالوں میں بھر دیا گیا پھر برتن چھت سے لٹکا دیا گے۔ وہاں اس قسم کے اور بھی بہت سے برتن لٹکے ہوئے تھے۔ پیالوں کے دودھ میں اس نے چند جڑی بوٹیاں ملائیں اور بلند آواز میں ایک مخصوص عمل پڑھ کر مجھے اپنے ساتھ لیے غار سے باہر آ گیا۔ جنگل میں چلتے ہوئے اس نے سانپ کے بل تلاش کیے۔ جہاں کوئی بل نظر آیا۔ اس میں دودھ کے چند قطرے ٹپکا کر وہ گزر رہا سانپ بل سے باہر آ گیا۔ تو اس نے وہ پیالہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ چند قطرے پینے کے بعد سانپ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ مزید دودھ کی چاہت میں سورال کے ہاتھ چاٹنے لگا۔ سورال نے سانپ اٹھا کر اس طرح گلے میں ڈال لیا جیسے اس سے بڑی پرانی شناسائی ہو، پھر اس نے ایک دوسرے عمل سے اُسے چوبی ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔

ہم جنگل میں کئی جگہ یہ عمل کرتے رہے اور سانپ پکڑتے رہے یہ دودھ کی تاثیر تھی کہ واپسی کے وقت میری اور سورال کی گردنوں میں متعدد لکڑیاں تھیں۔ جنھیں ہم نے دیوار پر ٹانگ دیا اور باقی دودھ خود پی لیا۔ دن بھر کی اس مشقت کے بعد سورال نے عبادت کے مخصوص پتھر پر بیٹھ کر اپنے پالتو درندوں کے بارے میں بتایا۔ اس خوف ناک درندے کا نام راٹ تھا۔ وہ دیوتاؤں کی نوازش سے ایک طاقتور جانور کہلاتا تھا۔ سورال نے چند سال قبل ان میں سے ایک کو طلسمی طور پر ناچا کر کے پکڑ لیا تھا۔ پھر اس نے دوسرا جانور پکڑا اور انھیں ایک غار میں بند کر کے پر اسرار طریقے پر اپنا تابع کیا۔ وہ توری کے نافرمان اور بیمار افراد کو ان کے سامنے ڈال دیا کرتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ اور مفید سزا ہوتی تھی۔ جب نافرمانی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آتا تھا تو وہ سانپ اور دوسرے جانور انھیں کھلاتا تھا اور جب یہ صورت نہیں ہوتی تھی تو وہ نشہ آور چیزیں کھلا کر ان کے لیے شکار تلاش کیا کرتا تھا۔ سورال کے دیو قامت درندے اپنے خون، گوشت اور دودھ کے اعتبار سے غیر معمولی قوتوں کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ میں نے ان کے سینگوں پر چڑھ کر دودھ پیا تھا۔ میری بے خوفی اور جرأت سے سورال بے حد خوش تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے راٹ کا انمول دودھ عطا کیا۔ وہ دودھ جس میں سانپوں کو اپنی طرف کھینچنے اور بے دام غلام بنانے کی صلاحیت موجود تھی۔

دوسرے ہی دن سورال کے اس وحشت ناک مظاہرے کے بعد جزیرہ توری میں مجھے اس کی عظمت اور قوت کا اندازہ کچھ زیادہ ہی ہوا۔ میں نے طے کیا کہ میں اپنے مکان میں ایسی عبادت گاہ اور اس قسم کے لوازم ضرور بناؤں گا۔ بلکہ مجھے اپنے لیے کوئی عمدہ غار تلاش کر لینا چاہیے جہاں میں توری کے طاقتور جانوروں کو جمع کرتا رہوں۔ میں نے سورال سے یہ تمام عمل سیکھ لیا اور مسلسل ایک ہفتے تک اس کے پاس جاتا رہا اور نئی نئی حیرت انگیز چیزیں دیکھتا رہا۔ میں نے انگرو ما میں گورے کی طرح پر اسرار عمل کیے تھے مگر سورال کے سامنے میں ایک نو آموز شاگرد بن جاتا تھا۔ اور ہر چیز کرید کرید کر پوچھتا تھا۔ ایک ہفتے میں مجھے اپنے ارد گرد کی اشیاء کی صلاحیتوں اور خواص کا خاصا علم ہو گیا۔ لیکن یہ ابتدا تھی۔ بہت ہی ابتدا۔ سورال کے ساتھ یہ مختصر وقت گزار کر مجھے اپنی اوقات کا عرفان ہوا کہ میں ایک کیم شحیم ہاتھی ہوں، جسے جنگل سے پکڑ کر شہر میں چھوڑ دیا گیا ہے اور جس کے جسم پر اعلا درجے کی سواری رکھ دی گئی ہے۔ اسے شہر کی گلیوں میں چلنے اور بوجھ اٹھا کر چلنے کے آداب بھی نہیں آتے۔ میں ایک ہاتھی تھا۔ ہاتھی کا کوچ شہر کی طرف تھا، گو شہر ابھی دور تھا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں ان تمام اعمال واشغال کا ذکر تفصیل سے کروں گا، جن میں سورال کے ساتھ

میں مصروف رہا تو میری تحریر سے خون کی بو آئے گی۔ میں نفرتیں سمیٹنا نہیں چاہتا۔ تاریک براعظم کی پراسرار زمین میں کیا کچھ ممکن تھا؟ میں سورال کے پاس جاتا رہا اور اپنی آنکھوں کو یقین دلاتا رہا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی ہیں، وہ حقیقت ہے۔ سورال کے لیے میں ایک تیز گھوڑا ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے میری پیٹھ پر بیٹھ کر ایک ہی چابک مارا تھا کہ میں سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ اب میں دعوے کرنے میں جھجکتا تھا۔

سورال سے طلسمی علم و ہنر کی تعلیم کے ذکر میں میری ایک خلش کا اظہار رہ جاتا ہے۔ آہ وہ خلش جو زرماز کے انکشاف کے بعد مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ فلورا۔ فلورا۔ فلورا۔ وہ فلورا جسے میں نے آکسفورڈ میں اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ وہ فلورا جو میری موجودہ حالت و ہیئت کا سبب تھی۔ میرے جسم پر رنگ لگے ہوئے تھے مجھے اپنے حلیے پر ہنسی آتی تھی۔ ہر طرف نیزے تھے۔ میں اپنے وطن، اپنے گھر سے دور تھا۔ وہ فلورا جو میرا آغاز تھی۔ میرے جنوں کا آغاز۔ وہ مہذب شائستہ، حسین و جمیل اور نرم و نازک فلورا اپنے محبوب سے دور لباس سے آزاد سرکش وحشیوں کے عذاب میں مبتلا تھی۔ اسی نے میرے لیے زہر بھیجا تھا، وہ میری زندگی، میری موت کی آرزومند تھی، جزیرہ ہیٹر کا معتوب نوجوان نربگا ایک سیاہ فام غیر مہذب وحشی، اب اس کا آقا تھا۔ فلورا کو کیا ہو گیا تھا؟ جزیرہ توری میں قدم رکھتے ہی وہ مجھ سے دور کر دی گئی تھی۔ پھر اس طویل عرصے میں ایک ہی بار اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اقابلا کے خیال سے اپنے آپ پر جو ایک پابندی عائد کی تھی، زرماز کے آنے کے بعد وہ ختم ہو گئی تھی۔ اقابلا کی نظر میں دوسری عورتوں سے میرا ربط و ضبط کوئی معیوب فعل نہیں تھا۔ حالانکہ میں اپنے ماضی سے مشروط ہونے کے سبب اسے ایک معیوب بات سمجھتا تھا، مگر اس نے خود میرے لیے نرماز کا عطیہ روانہ کیا تھا، تو فلورا کو ساتھ رکھنے میں اسے کیا عذر ہوتا؟ اصل میں میرا مقصود تو وہ گوہر نایاب تھا، جسے یہاں کے لوگ مقدس اقابلا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

فلورا نے جسم میں چنگاریاں بھر دی تھیں، اقابلا کے بارے میں سورال کے بیان کردہ حقائق نے پہلے ہی مجھے ناتواں کر رکھا تھا، یہ مایوسی اور بددلی، میں نے سورال کی خدمت میں حاضری دے کر اس سے مزید علم حاصل کرنے کے شغل میں دور کرنے کی کوشش کی۔ میرے جسم میں ایک تلاطم آیا ہوا تھا اور میں طرح طرح کے نئے نئے زاویوں سے سوچتا تھا کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟ میں نے خود کو بھی اپنے منصوبوں سے ایک طرح لاعلم رکھا تھا۔

جزیرہ توری میں میرے دونوں نائبین نے انتظامی امور باقاعدگی سے سنبھال لیے تھے۔ شوالا کے قبیلے کی تقریباً تمام آبادی اپنی سابق جگہ منتقل ہو گئی تھی۔ دونوں قبیلوں کے مابین اب روابط اور گہرے تھے۔ فزارہ اور زارے عموماً ایک ساتھ نظر آتے تھے، میری حیثیت ایک سربراہ کی سی تھی۔ وہ دونوں مجھ سے مشورہ کرنے ضرور آتے تھے۔ انھیں اپنی جھونپڑیاں سلیقے سے بنانے کا فن آ گیا تھا۔ وہ اس طرح گلیاں تعمیر کر رہے تھے، جیسی میرے علاقے میں تھیں۔ سرنگا سے ملاقات کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تھا۔ شاید یہ میرے ذہن کی کوئی مجرمانہ آلودگی تھی کہ سرنگا کے ہاں جاتے ہوئے ججھک محسوس ہوتی تھی۔ جتنے دن گزر رہے تھے اس سے بعض پیچیدہ اور اہم معاملوں پر گفتگو اہم ہوئی جاتی تھی۔ آخر میں نے اس کا ایک حل نکالا۔ میں نے شوالا کے قبیلے کی دوبارہ آبادکاری کے سلسلے میں جارا کاکا کی ایک مشترکہ عبادت کا اعلان کیا اور اس میں سرنگا کو مدعو کرنے کے لیے اس کے غار میں پہنچ گیا۔

تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو سرنگا کے پاس میرے جانے کی اطلاع مل گئی ہوگی۔ کاش مجھے بالائی قوتوں کو اپنی بات چیت سے بے خبر رکھنے کا علم آتا جو سرنگا اور سورال کو آتا تھا۔ میں نے یہ سحر سیکھنے کے لیے سورال سے اشارتاً تذکرہ بھی کیا تھا مگر اس سے پہلے دوسرے فنون سکھانے کو

ترجیح دی بہر حال وہ کب تک یہ اسرار چھپائے رکھ سکتا تھا جنھیں کھلنے کے لیے میرا عزم پانے تر تھا۔ سرنگا اپنی مخصوص نشست میں دیوی کی مورتی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے مورتی اٹھا کر اس کے رخساروں کو بوسہ دیا۔ اور سرنگا کو اشاروں میں سمجھایا کہ میں آگیا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے اسے جاراکا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کی دعوت دی اور جب مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب میری اور اس کی گفتگو غار کے اندر گھٹ کر رہ جائے گی تو میں نے سوراں سے اپنی تربیت کے حالات کا خلاصہ اسے سنایا۔ میں اس سے بات چیت میں ایسا منہمک تھا کہ دیوی پر میری نظر نہیں پڑی۔ وہ غار کے دہانے کی طرف جانے والے راستے پر کھڑی تھی اسے دیکھ کر میں گم ہوگیا اور میں نے محبت اور عقیدت کی نظروں سے اسے سلام کیا۔ دیوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انگرو ما سے واپسی کے بعد آج میں نے پہلی مرتبہ اسے دیکھا تھا۔ اس کی موجودگی تنہائی اور بے بسی کا احساس دور کر دیتی تھی۔

''سیدی جابر!'' سرنگا نے میری توجہ اپنی جانب مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کاہن اعظم سوراں کو اعتماد میں لے کر راست سمت میں قدم اٹھایا ہے۔ تاریک براعظم سے نجات کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ تم یہاں کے ایک برگزیدہ شخص بن جاؤ۔''

''ہاں سرنگا! تمہاری نصیحتیں تجربوں سے لبریز تھیں! اپنی دیوی سے مری سفارش کرو کہ وہ میرے عزائم میں میرا ساتھ دے۔'' میں نے دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سنو سیدی جابر! میرے عزیز! ہم ایک بہت بڑے طلسم میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ شاید تم نے اپنی نوجوانی کے نشے میں بعض اہم باتوں پر اتنی توجہ نہیں دی۔ جتنی تمھیں دینی چاہیے تھی۔ تمھیں مواقع ملے' تم نے کھو دیے' تم زارشی سے شپالی لے کر چلے آئے۔ تم نے اشالا سے کچھ نہیں سیکھا اور جب تمھیں انگرو ما کے فاضل لوگوں سے صحبت کا موقع ملا تو بھی تم اپنے عاشقانہ جنون میں مبتلا رہے۔ میں تم سے کہتا رہا کہ جو کچھ تم ابھی دیکھ رہے ہو وہ کچھ نہیں ہے۔ قسمت نے ہمیں عجب حالات سے دوچار کر دیا ہے مگر مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے عقل سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔'' سرنگا نے آج اشاروں میں بات نہیں کی۔

''سرنگا! میرے عظیم دوست! میرے شفیق ساتھی! کیا تم نے اقابلا کو غور سے نہیں دیکھا؟ شباب کے دنوں میں تم اسے دیکھ لیتے تو تمہاری حالت بھی مجھ سے مختلف نہ ہوتی اور میں نے یہاں کے پراسرار حالات کا تم سے زیادہ گہرا مشاہدہ کیا ہے۔ سچ پوچھو تو نجات کا کوئی راستہ مجھے اب بھی نظر نہیں آتا۔ تاہم ہمیں اس کے لیے جدوجہد کرتے رہنا چاہیے۔ تم نے کیا سوچا ہے؟''

''سیدی! کسی ایک جگہ مت ٹھہرو۔ حرکت کرتے رہو۔ ابھی راستوں پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ توری کی عورتوں کی آغوش میں تمھیں کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔''

''اسی لیے سوراں کے پاس گیا تھا اور اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اپنی عظیم دیوی کو مستعد رکھو۔ سرنگا! تمہارے میرے درمیان کوئی اجنبیت نہیں ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو شاید آج میں بھی نہ ہوتا۔ میرے لیے یہ خیال حوصلے کا سبب ہے کہ تم موجود ہو۔''

''فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ان جذبات کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے۔ میں جاراکا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کے لیے آؤں گا' تم اقابلا کی نظر میں سرخرو اور سربلند ہونے کے لیے کارنامے انجام دیتے رہو۔''

میں جزیرہ ویز نار جانا چاہتا ہوں اور وہاں سے فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فلورا کی بے وفائی کا واقعہ اسے سنایا۔

''صرف جزیرہ ویز نار؟ آہ میرے عزیز! تمہیں اب مسلسل سفر ہی کرتے رہنا ہے۔ صرف فلورا کے لیے تم جزیرہ ویز نار جانا چاہتے ہو؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ تمہارے مقاصد اس سے بلند ہونے چاہئیں۔''

''میں اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں نکالنا اور زبان کاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے شدت جذبات میں کہا۔ ''تم نے ڈاکٹر جواد کو معاف کر کے مجھے دکھ پہنچایا۔''

''ڈاکٹر جواد سریتا اور فلورا کے بعد وہ تیسرا شخص ہے جس پر ہم سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔''

''فلورا کے بارے میں بھی تم ایسا کہہ رہے ہو۔''

''اس لیے کہ میری نسوں میں خون تمہارے رفتار سے گردش نہیں کر رہا ہے۔'' سرنگا نے تلخی سے کہا۔ اب تم جاؤ میں اپنی دیوی کو زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا۔ میں کوئی پچھلا واقعہ سننا پسند نہیں کروں گا، مجھے تمہارے نئے کارناموں کا ذکر سن کر مسرت ہوگی۔ میں تمہارے فولادی بازو، ذہین آنکھیں اور اعلا دماغ صرف عورتوں کو متاثر کرنے کے طفلانہ کام میں ضائع ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔''

مجھے اپنے جسم میں گرمی سی محسوس ہوئی۔ میں نے کوئی اور بات نہیں کی۔ دیوی کو سلام کیا، وہ غار کے دہانے کے راستے سے ہٹ گئی اور میں اسے سلام کرتا ہوا جنگل میں آ گیا۔ میں نے ایک بڑے درخت کا تنا چھو کر دیکھا اور اسے اپنے بازوؤں کی طاقت سے زمین پر گرا دیا۔ قبیلے میں آ کر میں نے ان نوجوانوں کو شمار کیا، جن کی آنکھوں میں چمک تھی اور جن کے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ ان سب کو اکٹھا کر کے میں نے اپنے تصرف کی حسین لڑکیاں ان کے سپرد کر دیں اور غاروں میں بیٹھے ہوئے نوجوانوں کو بلا کر شکار پر لگا دیا۔ میں نے نئے عہدوں کا اعلان کیا اور انہی نوجوانوں میں تقسیم کر دیا۔ جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں، میں کوئی ایسا فرد دیکھنا نہیں چاہتا تھا جو کسی وقت جابر بن یوسف کے مقابلے پر آ سکے۔

جاراکا کی مشترکہ عبادت میں سرنگا بھی شریک ہوا۔ اس کے بعد میں پھر سوروال کے پاس گیا اور اس نے میرے اشتیاق، انہماک کے مطابق میری تربیت جاری رکھی۔ آئندہ دو ماہ تک عمدہ قسم کی غذاؤں، جسمانی مشقوں اور زیادہ سے زیادہ اسرار کی تعلیم و تربیت میں شب و روز صرف ہوتے رہے۔ اس عرصے میں ایک بار بھی مجھے اقابلا نے طلب نہیں کیا۔

کابن اعظم سے تاریک براعظم کے اسرار کی سعی میں روز میرا بڑا وقت صرف ہو جاتا تھا، میں اس سے بچوں کی طرح حیران ہو کر متجسس اور پرشوق نگاہوں سے پوچھتا تھا اور وہ نہایت شفقت کے انداز میں مجھے اہم اسرار کی باتیں نظر انداز کر کے اِدھر اُدھر کا جغرافیہ بتا دیا کرتا تھا۔ میں ان مختصر معلومات سے قیاس آرائیوں کا جال بنتا۔ اس بنیاد پر میرے ذہن میں سلطنت اقابلا کا ایک نقشہ بن چکا تھا۔ ایک ایسا بھیانک نقشہ جو انسانی عقل کے ادراک سے ماورا ہے۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ کابن اعظم میری کامیابیوں اور کارناموں سے خوش ہوتا ہے، چنانچہ اس کی نظروں میں اپنا وجود قائم و دائم رکھنے کے لیے میں خود کو ہمیشہ سرگرم، جوشیلے اور طاقتور شخص کی شکل میں پیش کرتا تھا۔ تاریک براعظم میں بعض دور افتادہ جزیروں کا حال میں زارے اور فزارو سے پہلے سن چکا تھا۔ لیکن جب سوروال نے ان جزیروں کے بارے میں بتایا تو انہیں دیکھنے اور سر کرنے کا اشتیاق بڑھ

http://kitaabghar.com

گیا۔ ان جزیروں میں اسمار ایک ایسا علاقہ تھا جہاں قصر اقابلا کی نفیس اور حسین عورتوں کی حکمرانی تھی اور مرد وعورتوں کے مقابلے میں ثانوی حیثیت حاصل تھی۔ اس جزیرے کی عورتوں کے جلال اور جمال کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں۔ میں اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک کامل مرد بھی بعض اوقات یہ سوچتا ہوگا کہ وہ عورت ہوتا تو کیا ہوتا۔ جزیرہ اسمار میں عورتوں اور مردوں کی سماجی حیثیت بالکل مختلف تھی۔ سنا تھا وہاں عورتیں اپنے لیے مرد منتخب کرتی ہیں اور ان کے لیے لڑتی ہیں۔ میں بیزارے اپنے معرکوں کا آغاز کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ایک دن سوراال سے کہہ دیا کہ میں اسمار جانا چاہتا ہوں۔ کاہن اعظم نے اپنی عبادت گاہ کے تمام روشن دان اور سوراخ بند کر کے میرے فیصلے پر خوشی ظاہر کی اور مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ جلد سے جلد اقابلا کی بارگاہ میں میری خواہش منتقل کردے گا۔

جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں عالمانہ مناظرے اور جسمانی مقابلے کر کے میں ان اشخاص کی شناخت کر رہا تھا جن کا ذہن اور جسم عام لوگوں سے ممتاز تھا۔ ان مقابلوں میں اپنی توانائی اور برتری کا اظہار کرنے کے لیے میں قوی الجثہ اشخاص کو کھلونوں کی طرح اٹھا لیا کرتا تھا اور اپنے نو اور کی قوت سے انھیں خوف زدہ رکھتا تھا۔ ممتاز اور منفرد لوگوں کو ختم کر کے اور مشروب حیات پی کر میں تاریک براعظم کا ایک ناقابل تسخیر شخص بن سکتا تھا۔

جزیرہ اسمار روانگی کے سلسلے میں مجھے اقابلا کے مثبت جواب کا انتظار تھا۔ میں نے زمازے بھی اقابلا کی بارگاہ میں رسائی کی درخواست کی تھی۔ ایک شام جب میں سریتا سے محو گفتگو تھا۔ زماز سریتا کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ سریتا میرے ہاتھوں کو جنبش اور ان کے درمیان کا خلا تک رہی تھی۔ وہ مجھ سے شعلہ بار باتیں کرنے کی عادی تھی، سریتا کو اپنے فیصلوں اور اپنی حرکتوں سے الجھن میں مبتلا کرنے میں مجھے بڑا لطف آتا تھا۔

اور سریتا میرے ہاتھوں اور چہروں کے مختلف زاویوں پر پریشان تھی، اچانک مجھے زارے کی آمد سے مطلع کیا گیا۔ میں نے زارے کو اندر بلا لیا، اس نے مجھے ایک سنسنی خیز خبر سنائی کہ توری کے ساحل پر سفید فام اجنبیوں کا ایک قافلہ آ کر اترا ہے اور وہ توری کے لوگوں کے نیزوں کی زد پر ہے۔ میں نے زارے سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ تیزی سے باہر آ کر میں ساحل کی طرف بھاگا۔ میرے پیچھے زارے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے سریتا اور سریتا کے ساتھ ساتھ ایک ہجوم۔ ساحل خاصا دور تھا اور میں عجیب خیالات لیے سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ ساحل پر پہنچ کر مجھے اپنے لوگوں، اپنے سیاہ فام لوگوں کا ایک ہجوم نظر آیا، جو خوشی سے اچھل کود رہے تھے۔ نقارے بجا رہے تھے۔ بالکل وہی سماں تھا، جو ہماری آمد کے وقت تھا۔ مجھے دیکھ کر ہجوم نے راستہ چھوڑ دیا اور میں بوس ہو گئے۔ میں اس لٹے پٹے قافلے کے سامنے پہنچا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، چار لاشیں زمین پر خون میں تر بتر پڑی تھیں اور ان میں نیزے گڑے تھے اور مہذب دنیا کے باقی لوگ کاندھے اور سر جھکائے تماشائے عبرت بنے کھڑے تھے۔ وہ گیارہ تھے، ان کے کپڑے جگہ جگہ سے تار تار تھے۔ ان میں چار عورتیں تھیں، بھوک ان کے چہروں پر لکھی ہوئی تھی۔ مرنے والوں میں ایک عورت تھی اور تین مرد تھے۔ انہوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہوگا، اسی لیے ان کے سینے میں توری کے باشندوں کے نیزے اتر گئے ہوں گے۔ انھیں دیکھ کر میں شدید الجھن اور انتشار کا شکار ہو گیا، مجھ میں کوئی فیصلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔

سمندروں کی لہروں نے ایک نوجوان لڑکی کی جلد ادھیڑ دی تھی۔ وہ مجھے بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ میرا دوران خون تیز ہو گیا۔ میری سرد مہری اور خاموشی پر لڑکی پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ ایک نوجوان شخص نے آگے بڑھ کر اس کے رخساروں پر زوردار طمانچہ رسید کیا اور اسے خاموش رہنے

کا حکم دیا۔ لڑکی اس قدر حواس باختہ تھی کہ اس نے نوجوان کا شکستہ گریبان پکڑ کر جھاڑ دیا اور اس سے انگریزی میں اپنا گلا گھونٹنے پر اصرار کرنے لگی۔ میں وہاں سے ہٹ آیا۔ دور جا کر میں نے زارے کو حکم دیا کہ "انھیں فی الحال کسی جھونپڑی میں قید کر کے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ ہم مقدس اقابلا کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے مجھے اپنی آنکھوں کے گوشوں میں نمی محسوس ہوئی۔ سریتا بھی خاموش میرے ساتھ تھی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور راستے میں کچھ نہیں بولی۔

اپنے مکان میں آ کے میں دھڑام سے پیال کے بستر پر گر گیا۔ اسی وقت نرماز میرے سرہانے آئی اور اس نے اطلاع دی کہ مجھے بارگاہ اقابلا میں طلب کیا گیا ہے۔

جب میں نے یہ سنا تو یہ سمجھا کہ شاید میں بے خوابی کا شکار ہوں۔ قصر اقابلا کی ایک محترم کنیز حشر بداماں میرے سامنے کھڑی تھی، میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے تھا کہ یہ میرے پریشان ذہن کی کوئی کرشمہ کاری نہیں ہے۔ ایک عرصے بعد اس ماہ جمال نے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب کیا تھا۔ ایک عرصے بعد مجھے لذت گوش ملی تھی، لہٰذا اعتبار نہیں آتا تھا۔ اس نے جابر بن یوسف کو طلب کیا تھا؟ پہلے کی بات اور تھی، پہلے مجھے اپنی کوتاہ قامتی اور اس کی شمشاد قامتی کا اندازہ نہیں تھا۔ پہلے میں نے زارشی کے لق و دق صحرا کی خاک نہیں چھانی تھی اور بامگان کے اندھیروں میں ٹھوکر نہیں کھائی تھیں۔ پہلے میں نے انگروما میں جلاوطن عالموں کا جلال و کمال نہیں دیکھا تھا اور کاہن اعظم سوراں کی وہ فصیح تقریر نہیں سنی تھی، جو اس نے تاریک براعظم کی پراسرار سلطنت اور اس کی رفیع الشان ملکہ کے بارے میں میرے سامنے کی تھی۔ پہلے میں نے اتنے دن نہیں گزارے تھے کہ مجھے اس کی شان و شوکت، عظمت و سطوت کا عرفان ہوتا، مگر اب کچھ دھندلے دھندلے نقوش واضح ہو رہے تھے۔ میری آنکھیں روز کسی انکشاف، کسی غیر متوقع واقعے کے ظہور پر حیرت سے پھیل جاتی تھیں۔ پہلے میں ایک جاہل شخص تھا۔ پہلے میں ایک بڑا بچہ تھا، جس نے غیر معمولی طور پر اپنا جسم بڑھا لیا تھا۔

"کیا تم جھوٹ بھی بولتی ہو؟" میں نے بے چینی سے کہا۔

نرماز نے وارفتگی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سینے پر لٹکے ہوئے چوبی اژدہے پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ کیا کہہ رہے ہو؟ اس سرزمین پر کوئی اس کے متعلق اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے؟"

"آہ" میں نے وفور مسرت سے چیخ کر کہا۔ "اب میرے سینہ چیرنے کا وقت آیا۔ اس نے مجھے کب بلایا ہے۔"

"اسے اپنے حکم کی تعمیل میں تاخیر پسند نہیں ہے۔"

"اور تم اگر مجھے چند ساعت بھی مزید انتظار کے لیے کہتیں تو یقیناً میری روح مجھ سے جدا ہو گئی ہوتی۔ شاید اسے احساس ہے کہ اس ہم بر سے رفاقت کے دعوے دار اس کے انتظار کا حوصلہ نہیں رکھتے مگر صرف چند لمحے۔ مجھے اپنے جسم پر خوشبو میں تو مل لینے دو۔ کیا میں اس طرح اس کے سامنے جاؤں گا؟ نرماز! میرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انھیں درست کر دو اور ذرا مجھے یہ تحائف اپنے سینے پر سجا لینے کی مہلت تو دو...... اور ہاں ہر بیکا کی مقدس آنکھیں بھی تو گلے میں لٹکا لینے دو۔"

اس مختصر وقت میں جنون کے کئی عالم گزر گئے۔ نرماز نے میرے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور میں نے سلیقے سے اپنے نوادر سینے پر

آراستہ کرنے شروع کر دیے، میں شوخی میں نرماز کی چٹکیاں لیتا جاتا تھا۔ پھر میں نے ایک برتن میں رکھا ہوا خوشبودار تیل اپنے جسم پر لوٹ لیا۔ نرماز نے اسے جلدی جلدی میرے جسم پر خشک کر دیا۔ میں پاؤں رکھتا کہیں تھا، پڑتے کہیں تھے۔ یہ وقت میں نے خود کو آراستہ کرنے میں لگا دیا، لیکن انہی لمحوں میں اداسیاں مجھ پر غالب آ گئیں۔ اقابلا کی اس وقت طلبی کا کیا مقصد ہے؟ اپنی خوش خیالیاں اور خوش فہمیاں دور کر کے مجھے دوسرے معاملات پر غور کرنا چاہیے۔ میں اسے اپنی شدتوں کا ثمر سمجھوں یا کچھ اور؟ گزشتہ دنوں سے میں اپنی نظر میں ایک مشکوک شخص تھا۔ کاہن اعظم سورال سے میری بڑھتی ہوئی رفاقت اور ہوائیں بند کر کے اقابلا کے بارے میں گفتگو سے کہیں، وہ آگاہ تو نہیں ہو گئی؟ ہم نے اس کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی۔ مگر سرنگا؟ سرنگا کے غار میں یقیناً مہذب دنیا کی واپسی کے منصوبوں پر کھل کر گفتگو ہوئی تھی...... اگر کچھ چیزیں اسے معلوم بھی نہیں ہیں تو یہ کیا کم ہے کہ وہ میرے شب و روز کے بعض مشاغل سے لاعلم ہے۔ اسے میرے سرکش اطوار سے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت تو نہیں محسوس ہوئی؟ میرے ہاتھ سست پڑ گئے اور ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ ممکن ہے وہ میری موجودہ ذہنی افتاد پر مجھے سرزنش کرے یا ہو سکتا ہے جزیرہ اسرار جانے کے ارادے پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کر دے؟ مبادا مہذب دنیا سے ایک قافلے کی آمد پر وہ میرا فیصلہ جاننا چاہتی ہو؟ کاش ان میں سے......... صرف ایک بات صحیح ہو کہ وہ اپنا دست شوق دراز کرے اور اپنے گلابی ہونٹ میرے سامنے کر دے اور مجھے میرے صدق کا انعام مل جائے۔ کوئی مرتبہ، کوئی اعزاز اس کی اس فیاضی کا بدل نہیں۔ میں کشش و پنج کی حالت میں نرماز کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نیم مایوسی اور نیم خوش دلی سے کہا۔ "نرماز! یقیناً کسی شخص کو اس حلیے میں اس کی بارگاہ میں جانے کا تصور نہیں کرنا چاہیے مگر میرے پاس جو کچھ ہے وہ میں نے اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ ان نوادر کے سوا، جو تم میرے سینے پر دیکھ رہی ہو میرے پاس اور بہت کچھ ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا جس کی بنا پر میں خود کو ان نوادر سے زیادہ آسودہ سمجھتا ہوں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہے میرا باطن...... جس میں صرف اسی کا جلوہ، صرف اس کا نقش ہے، میرا دعویٰ ہے کہ یہ نقش کسی کے قلب پر اتنا گہرا نہیں ہے۔ اس کے خیال نے مجھے زندہ رکھا ہے۔ اس کا چہرہ مجھے تاریک برِاعظم میں سرمستی پر اکساتا رہا ہے۔"

نرماز نے میرا ہاتھ تھام لیا اور خوش ادائی سے کہنے لگی۔ تم اپنے بہترین لفظ یہاں کیوں ضائع کر رہے ہو؟ اپنے تعلق سے کہو کہ وہ تمہارے قلب کے ساتھ تعاون کرے۔ اپنی آنکھوں سے کہو کہ وہ تمہارے باطن کی نمائندگی کریں۔ اب تمہیں ایک مرحلہ شوق درپیش ہے، آؤ، میں تمہیں وہاں لے چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے۔ ہر طرف سفید دھواں پھیل گیا اور میرا مکان اس دھوئیں کی اوٹ میں کہیں چھپ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین نے اپنی کشش کا وتیرہ چھوڑ دیا ہو اور آسمان نے زمین کی جگہ لے لی ہو، میں بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا یا بادلوں کے دوش پر تھا۔ مجھے نہیں معلوم یہ کیا ماجرا تھا؟ یہ کیا راز تھا؟ نرماز کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہر طرف بادل تھے۔ میں نے کچھ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس کوشش میں مجھے اپنی ناکامی کا علم تھا۔ نرماز سے پہلے زولین اور اشار اسی طرح مجھے قصر اقابلا لے جا چکی تھیں، مگر اشار اور زولین کے زمانے کی بات اور تھی اب آگہی کے عذاب سے گزرنے کے بعد میرے قلب و ذہن کی حالت متغیر تھی۔ میں نے چشم خود اگروما، زارشی اور بائمان کے طلسم خانوں میں ایسے حیران کن مناظر کا مشاہدہ کیا تھا جن پر صرف اسی کی شخصیت کا سحر چھایا ہوا تھا۔ بادل میرے اردگرد چھائے رہے اور میں ایک غنودگی کی حالت میں سفر کرتا رہا۔

قصر اقابلا کے دلکش ماحول کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ وہ ایک پرستان تھا جس کا ذکر مہذب دنیا کی دیومالائی کہانیوں میں کیا جاتا ہے۔ دنیا کی حسین ترین دوشیزاؤں کا اتنا بڑا اجتماع کوئی دیکھ لے تو پاگل ہو جائے، میں ستونوں، ایوانوں، عجائب اور رنگوں کا حال بیان کر چکا ہوں۔ نرماز نے میرا ہاتھ دبایا تو مجھے اپنے بوجھ کا احساس ہوا۔ میں زمین پر کھڑا تھا اور بادل چھٹ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سفید پتھر کے ستون نظر آ رہے تھے اور مرصع فرش پر سفید اور سرخ جسموں کی دوشیزائیں رقص میں منہمک تھیں۔ ایک عجیب کیف آور موسیقی درودیوار سے اُبل رہی تھی۔ درمیان میں ایک بڑا سا حوض تھا جس پر قندیلیں روشن تھیں۔ پہلے میں اس جگہ نہیں آیا تھا۔ قصر اقابلا کے کون کون سے گوشے ابھی میری نظروں سے اوجھل ہوں گے۔ میں نے اس ماحول میں قدم رکھا تو میرا دل چاہا میں بھی پتھر کے ان مجسموں میں شامل ہو جاؤں، جو جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور دوشیزائیں ان کے درمیان ایک ابدی رقص میں مصروف ہیں۔ نہ معلوم یہ رقص کب ختم ہو، وہ زمین کی حرکت اور وقت کی رفتار سے بے نیاز ناچ رہی ہیں۔ ان کے بدن لوچ کھا رہے ہیں اور وہ کبھی نہیں تھکتے۔ انہوں نے بس ایک سرخوشی بھی ہے کہ رقص کیا جائے۔ وہ ایک ایسی لازوال مسرت سے ہم کنار ہیں کہ اپنے گردوپیش بھول گئی ہیں۔

ایک میں یہاں آیا ہوں اور میں بھی ابھی ادھر سے گزر جاؤں گا، میں ان کے سیماب صفتی کی ایک جھلک دیکھ کر اس ایوان رقص سے آگے چلا آیا۔ نرماز مجھے قصر اقابلا کی نئی نئی راہداریوں اور جلوہ گاہوں سے گزرتی رہی۔ ہر طرف حسن و جمال کا بازار گرم تھا، جس کا ذہن شاعرانہ ہو، وہ بھی ایسے خواب تک نہیں دیکھ سکتا۔ میری نگاہیں جدھر رخ کرتی تھیں، رنگ و نور کی ایک محفل سجی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہاں آ کر احساس ہوتا تھا کہ مہذب دنیا سے آ کر ہم نے کسی زیاں کا سودا نہیں کیا ہے۔ میں جو چیختا تھا فریاد کرتا تھا۔ وہ کس قدر ریگ تھا؟ میرا ہذیان بے سبب نہیں تھا۔ یہ اقابلا کا قصر زریں تھا۔ جو مہذب دنیا کے تمام شبستانوں کو شرماتا تھا۔ ہر سمت ایک جشن برپا معلوم ہوتا تھا، ظاہر ہے یہ بزم آرائی آج اس وجہ سے نہیں تھی کہ صحرو افسوس کی سرزمین کا ایک ادنا سردار جابر بن یوسف ادھر آیا تھا۔ جابر بن یوسف شہنشاہ نہیں تھا، وہ ایک غلام تھا، اس کا دل ہر وقت دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ ایک مغلوب شخص تھا۔

قصر اقابلا کے بارے میں میرے گزشتہ بیانوں کی یاد تازہ کیجیے ممکن ہے اس وقت بیان کی کسی کوتاہی کا جرم مجھ سے سرزد ہو گیا ہو، مجھے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اسے بیان کیا جائے تو وہ یقین و اعتبار کی اس حد سے تجاوز کر جاتا ہے جہاں تک انسانی ذہن کی رسائی ہے۔ یقیناً کوئی ایسی منزل ہو گی جہاں ذہن کی قبولیت ختم ہو جاتی ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں ذہن کی نفی کی منزل آتی ہے وہاں سے آغاز کیجیے۔ اس سے آگے کچھ بیان کرنا فضول ہے۔

ان گداز ایوانوں، رنگ رنگ کے بادلوں، موسیقی کی لہروں اور اٹھلاتے ہوئے جسموں اور خوشبوؤں اور لطیف ترین احساسات سے گزر کر میں ایک ایسے ایوان میں پہنچا جہاں کی دیواروں پر طلائی کام کیا گیا تھا اور جس کی فضا اب تک کے تمام ایوانوں سے زیادہ رنگین اور خواب ناک تھی، مجھے اس جگہ ٹھہرا کر نرماز رخصت ہو گئی۔ یہ ایک بڑا ایوان تھا، میں اس کی آرائش و زیبائش میں کھویا ہوا تھا اور آنے والے لمحوں کا منتظر تھا کہ ایک بار پھر نرماز نمودار ہوئی اور اس کے پیچھے پری جمال لڑکیوں کے ہیولے تیرتے نظر آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک ہوا تھی جو ادھر سے آئی

تھی، اُدھر کہیں گم ہوگئی۔ اس نسبتاً سرد جگہ پر میں اپنی حیثیت کا کوئی تعین نہیں کر پایا تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ میں ایک طالب صادق کے بجائے ایک سردار ایک غلام کی حیثیت سے خود کو پیش کروں گا۔ مبادا کوئی جسارت اس کی طبع نازک پر گراں گزر جائے؟

میں اپنا ذہن یک سُو کر کے تمام تر اشتیاق سے کھڑا ہوگیا۔ جابر بن یوسف نے اپنے پیروں میں ارتعاش سا محسوس کیا۔ میں نے خود کو ڈانٹا "کم بخت اتمام منزلیں سر کرلیں، اب اس مرحلہ شوق پر لرزتا ہے؟ تیرا اعتماد کیوں ختم ہوگیا؟" میں نے خود کو سمجھایا۔ "اے بد بخت شخص! کیا ہوگا؟ وہ سامنے آئے گی تو کیا ہوگا۔ کیا تو ان نوادر کے ساتھ دوں، ہمتی کا یہ مظاہرہ کرے گا۔ اپنا خنجر اٹھا اور اگر تاب نظارہ نہیں ہے تو سینے میں اتار لے۔" میں دو اشخاص میں تقسیم ہوگیا تھا بلکہ کئی اشخاص میں...... اور وہ سب اپنے شوق، اپنے جذبے، اپنے وسوسوں، اپنے اندیشوں کا اظہار کر رہے تھے۔ جواب دینے والا صرف ایک شخص تھا، جس نے آخر سب کو شکست دے دی اور ان تمام اشخاص کے ہجوم سے وہی شخص ابھرا جس کا نام جابر بن یوسف تھا۔ وہ ہاگمان کا سردار، زارشی کا فاتح، وہ توری کے دونوں قبیلوں کا سردار۔ وہ ایک مضبوط اور توانا شخص، جس کا لہجہ رسیلا اور جس کا انداز کشیلا تھا۔ چند لمحوں بعد مجھے ایک مشروب پیش کیا گیا۔ وہی اقابلا کا مشروب خاص، جس کے پینے کے بعد آنکھ اپنے زاویے بدل دیتی ہے۔ میں نے زرماز کو جام خالی کر کے واپس کر دیا اور میرا دل چاہا کہ اس وقت عرب کی کوئی دل نواز دھن چھیڑ دے میرے سوچنے کی دیر تھی کہ عربی موسیقی میرے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی...... پھر میں نے چاہا، وہ دیر سے آئے تاکہ اس ایوان میں میرے قیام کی مدت طویل ہو جائے لیکن اسی وقت سامنے کی دیوار موسیقی کے زیر و بم کے ساتھ شق ہوئی اور خلا میں رنگین روشنیاں جھلملانے لگیں۔ وہ روشنی کے جھماکے تھے۔ روشنیوں کا منبع کہاں تھا؟ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر اس ہالے میں ایک تخت آتا دکھائی دیا۔ وہ آرہی تھی۔ وہ آرہی تھی۔

کون آرہا تھا؟ اقابلا آرہی تھی...... ہاں اقابلا آرہی ہے۔ کیا یہ سچ تھا؟ ہاں یہ سچ تھا۔ آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ اس کی سواری آرہی ہے، حسن ایک زریں تخت پر جلوہ فگن ہے۔ وہ کاروان جمال آرہا ہے، وہ رنگ و نکہت کا سیل اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا تخت جگمگا رہا ہے۔ آج اس کی تمکنت کی کچھ اور شان ہے۔ میرے قدم زمین سے اکھڑنے لگے۔ میں نے انھیں اور مضبوطی سے جمایا اور اپنا سینہ آگے کر لیا۔ تخت دیوار کے اس طرف آنے کے بعد ایک فاصلے پر رک گیا اور اقابلا کے دائیں بائیں کھڑی ہوئی دوشیزائیں اتر کر فرش پر کھڑی ہوگئیں۔ ان میں زرماز بھی تھی۔ میرے اور اقابلا کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ لیکن مجھے یہ فاصلہ صدیوں، سمندروں اور سیاروں کا معلوم ہوتا تھا۔ اقابلا کا بدن پھولوں اور پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے دراز سُرخ و سیاہ بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اسے کسی زیور کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ آج اس کے بدن پر پتوں اور پھولوں کا لباس نسبتاً مختصر ہے۔ یہ شاید میری نظر کا فریب ہو لیکن ان پھولوں اور پتوں کے درمیان اس کے بدن کا کوئی کوئی حصہ مجھے نظر آجاتا تھا۔ اس کے آتے ہی میں تاریک براعظم کی روایت کے مطابق اظہار عقیدت کے طور پر زمین بوس ہوگیا۔ مجھے زرماز نے اپنی انگلی کے اشارے سے اٹھایا۔ پھر میں نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔ نظر ٹھہرتی ہی نہیں تھی تاہم میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں ایک دل آویز شوخی اور اس کے لبوں پر ایک نظر فریب تبسم ہے۔ ان دونوں اشارات سے میرے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ چنچل نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی چبھتی نظریں میرے جسم کے پار ہو رہی تھیں اور مجھے ایک نئی لذت سے آشنا کر رہی تھیں۔ میں

http://kitaabghar.com

نے اپنا تمام کرب، اپنے دنوں، اپنی راتوں کا کرب، اپنے چہرے پر سمیٹ لیا تھا۔ میں نے کلام میں پہل نہیں کی تھی لیکن میری آنکھیں میرے بند لب، میرا چہرہ وہ مجھے منتقل کر رہا تھا۔ یکا یک روشنیوں میں ارتعاش سا ہوا اور اقابلا نے اپنے دست بہار آفریں کو ایک خاص ادا سے جنبش دی، میں صمد لب کھڑا تھا۔ زرماز نے نہایت شیریں لہجے میں ابتدا کی۔ ''جزیرہ توری اور باگمان کے سردار جابر بن یوسف الباقر مقدس اقابلا تمہاری کامیاب واپسی اور تمہاری کامرانیاں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔''

میں نے اپنا سر جھکا دیا۔

''تمہارا آراستہ سینہ بلاشبہ تمہاری برتری کی دلیل ہے۔'' زرماز نے میرے کانوں میں شہد ٹپکایا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ صرف حسرت بھری نگاہوں سے اقابلا کی طرف تکتا رہا۔

''مقدس اقابلا کو معلوم ہے کہ تم نے کہاں کہاں اس کا خیال تازہ رکھا اور کس کس جگہ شجاعت و ذہانت سے کام لیا۔ مقدس اقابلا تمہاری آئندہ فتوحات دلچسپی کی نظر سے دیکھے گی۔'' زرماز نے شوخی سے کہا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور پہلی بار لب کھولے۔ ''مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا کی جائے۔'' میں نے تاثر انگیز آواز میں کہا۔

''گو وہ تمہارے جذبات اور احساسات سے آگاہ ہے، تاہم تمہیں اظہار کی اجازت ہے۔ تم سے توقع کی جاتی ہے کہ دوران کلام یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھو گے کہ تم کہاں موجود ہو؟'' زرماز نے باوقار لہجے میں کہا۔

''میں جانتا ہوں۔'' میں نے جذبات میں کہا۔ ''اے خوش اندام زرماز! میں جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ سلطنت اقابلا میں کوئی بھی جگہ اس کی نظر فرحت اثر سے دور نہیں۔ میں اپنے شعور میں ہوں کہ میں کس حریم ناز کی جلوہ گاہ میں زمین پر ایستادہ ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ پہلے مجھ سے سنگین گستاخیاں سرزد ہو گئیں تھیں۔ اس نے میرے لیے اپنی سرزمین کے مختلف طلسم خانوں کے مشاہدے کا اہتمام کر کے مجھے اپنی طاقت وحشمت سے متنبہ کر دیا ہے۔ میں نے یہاں آنے کے سفر کے دوران میں سوچا تھا کہ میں کس حیثیت سے جا رہا ہوں۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تین قبیلوں کے سردار کے سوا اور کیا حیثیت رکھتا ہوں؟ میں آسمان میں نہیں اڑ سکتا کیونکہ میرے جسم پر پر نہیں ہیں اور میں زمینوں پر انقلاب برپا نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے علم وفضل کا دائرہ بہت مختصر ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا کہ اس کی قربت کی طلب مجھے ایسے ناتواں شخص سے مناسبت نہیں رکھتی۔ مجھے ابھی سنگی دیواریں شق کرنا اور اشارے سے درخت اکھاڑنا نہیں آتا اور مجھ پر میری قدیم روایتیں تسلط جمالیتی ہیں۔ وہ میرا محبوب تھی۔ میں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ وہ میری محبوب ملکہ ہے۔ میں نے اپنی شوریدہ سر خواہشیں زخمی کر دیں تا کہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ میں نے اپنے آپ کو یہ باور کرایا کہ مجھ سے باعظمت وہ تخت ہے جس پر وہ جلوہ فگن ہے۔ وہ جام ہیں جو اس کے لب چھوتے ہیں، وہ پھول ہیں جو اس کا بدن ڈھانپتے ہیں، وہ پتے ہیں جو اس کے بدن کی چاندنی روکے رہتے ہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ مجھے اس کا غلام بنا لیا جائے لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اس کی غلامی بھی کتنی بڑی فضیلتوں کے بعد ممکن ہوتی ہے؟ میں نے اپنی طلب سے کنارہ کشی نہیں کی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے سرکشی کی اجازت دی جائے۔ اگر اسے طاقت کے تماشے پسند ہیں تو مجھے اپنی طاقتوں کی افزائش کے مظاہرے کی اجازت دی جائے اور میں اپنے طور پر یہ آرزو دل سے پیوستہ کر لیتا

ہوں کہ ایک دن وہ مجھے اپنے قریب جگہ دے گی۔''

میں نے جذبات سے لبریز پیرائے میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو میرے ذہن پر محیط تھیں۔ پھر میں نے اس کا ردعمل دیکھنے کے لیے اس کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ وہ پوری توجہ اور دلچسپی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں تجسس تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار تھے۔ اس کا انہماک دیکھ کر میں نے اپنے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ میں بولتا رہا جب تک ترماز نے مجھے روک نہ دیا۔

''آہ!'' اے جزیرہ توری اور باگمان کے معزز سردار! تمہاری باتیں شیریں اور تمہارا کلام پراثر ہے۔ اس سرزمین پر تمہیں نوازا گیا ہے۔ جارا کاکا کی مقدس روح تم پر سایہ گستر ہے اور مقدس اقابلا تمہاری کامرانیوں کی نوید سے متاثر ہوتی ہے۔ تم نے اس سرزمین پر سربلند و سرخ رو افراد دیکھے ہیں۔ مقدس اقابلا کے وسیع نظامِ سلطنت میں ان کے لوگوں کے نمایاں ہونے کی گنجائش موجود ہے جو نمایاں ہونا چاہتے ہیں۔'' ترماز نے شگفتگی سے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مقام پر کسی کی گرمیِ جذبات سے ضرور پگھل جائے گی۔ میں اس بلندی پر پہنچنے کا خواہاں ہوں جہاں سے اس کا چہرہ مجھے نظر آسکے اور وہ مجھے براہِ راست تخاطب کی سعادت بخشے...... اسے اس کا احساس ہوگا کہ جابر بن یوسف کو عورتوں، غلاموں اور زمینوں پر حکمرانی میں لذت نہیں ملتی۔ اس کی انا ایسی طاقت و بلندی سے آسودہ نہیں ہوتی، جہاں اس کا جلوہ نظر آتا ہو۔''

''ٹھہرو جابر بن یوسف!'' ترماز نے حکمیہ انداز میں کہا۔ ''تم ایسی گفتگو کر رہے ہو جو قبل از وقت ہے۔ تمہارے لہجے سے شکوک اور عدم اعتماد کی بو آتی ہے۔ تم ابھی تک اپنے مشتعل جذبات کے توسط سے بول رہے ہو۔ آہ، تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے سامنے وضاحتیں کرے۔ یہ تمہاری کیسی نادانی ہے۔ تمہارا علم خام اور تمہارا شعور ناپختہ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس کے جاہ و جلال کا تخمینہ لگانے میں اب بھی کوتاہی کی ہے۔ بہتر ہے تم اسسار جاؤ اور وہاں اپنا نفس انتاسیراب کر لو کہ پھر تمہاری طلب میں کوئی آلودگی نہ رہے اور تم اس سرزمین سحر و اسرار کے رازہائے سربستہ کے متعلق از خود نتیجے اخذ کرنے کے قابل ہو جاؤ۔۔۔ تم شوالا اور کالا رئی اسالا اور لوکاسا کے معیار کے ایک شخص ہو۔''

میں نے حیرت سے ترماز اور اقابلا کو دیکھا اور ترماز سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے متعلق میں قطعی طور پر یہ سمجھوں کہ تم مقدس اقابلا کی ترجمانی کے فرائض بہ کمال و تمام انجام دے رہی ہو؟''

''میری حیثیت ایک ترجمان کے سوا کچھ نہیں'' ترماز نے جواب دیا۔

''میں اس کے بعد کوئی بات نہیں کروں گا...... میں اپنی زبان پر زنجیر ڈالتا ہوں۔ اب جو کچھ ہوگا وہ عظیم دیوتاؤں کی منشا کے مطابق ہوگا۔'' میں نے اپنی افسردگی چھپانے کی کوشش کی۔ ''مقدس اقابلا نے مجھے اپنے بارگاہ میں طلب کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کا بہترین جانور ثابت ہوں گا۔ میری درخواست ہے کہ مجھے تمام شکوک و شبہات سے بالا سمجھ کے اپنا راستہ بنانے کی اجازت دی جائے۔ میں اس کی نشست کے قریب آنے کے لیے اپنے باقی دن بھی صرف کر دوں گا۔ میں مشروبِ حیات پینے کی لذت سے بہرہ ور ہوں گا اور تا ابد اس کے فراق میں جلنے اور تڑپنے کی سعادت سے ہم کنار ہوں گا۔'' میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔ ''میری رہنمائی کی جائے اور اس جانور کو جنگل میں تنہا نہ چھوڑا

جائے۔ مجھے بتایا جائے کہ سمندر پار سے ایک نئے قافلے کی آمد پر مجھے کس قسم کے فیصلے صادر کرنے چاہئیں۔

"جابر بن یوسف!" نرماز حاکمانہ انداز میں بولی۔ "تمہارے عزائم یقیناً سلطنت اقابلا میں تمہارا درجہ اور رتبہ متعین کریں گے اور تمہاری طلب جو اس کے سلسلے میں ہے، وہی تمہارے عزائم کے لیے مہمیز کا کام دے گی اور آنے والے وقتوں کے بارے میں دیوتا جانتے ہیں، مقدس اقابلا جانتی ہے جو جارا کا کی نمائندہ ہے، جس کی نظر ہر سمت ہے اور جو اپنے علاقے کے افراد اور درختوں اور زمینوں اور سمندروں کا تسلط رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کی نوازشیں تمہارے کارناموں پر منحصر ہیں جزیرہ توری میں اجنبیوں کی آمد کے متعلق تم توری کے ایک سردار کی حیثیت سے جو بھی فیصلہ کرو گے وہ تمہاری ذہانت کے اوصاف میں شمار کیا جائے گا...... جابر بن یوسف الباقرا!" پھر نرماز شاید گفتگو کے اختتام کے ارادے سے بولی۔ "تم اپنے لیے رعایتیں خود حاصل کرو گے اور اپنا سر بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُسے اپنے جسم پر مضبوطی سے جمائے رکھو گے۔ مقدس اقابلا عظیم ہے۔"

"ہاں وہ عظیم ہے۔" میں نے دہرایا اور اپنے برہم جذبات کی پردہ پوشی کی سعی کی لیکن میری کیفیتیں خود بخود منکشف ہونے لگیں۔ جب گفتگو ایسے مرحلے میں داخل ہوگئی۔ جہاں مجھے اپنے کسی سوال کے جواب کی امید نہیں رہی، تو میں نے دوبارہ اس کے حسن کا ذکر چھیڑ دیا اور اس کے سامنے اپنی وارفتگی وشیفتگی کے دریا بہائے۔ میں اس قیمتی موقع پر کہ وہ میرے روبرو تھی۔ کوئی منفی تاثر قائم کرنے کی غلطی نہیں کرسکتا تھا۔ اتنے عرصے کی آرزوؤں کے بعد کہیں جا کر مجھے اس کے قصر میں اس کی تجلی دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ اس وقت جب میں نے اسے ایک حسین دوشیزہ کے تصور میں دیکھا ہوگا تو میں کیا کیا ہوگا؟ میں نے کیا نہ کہا ہوگا؟ میں نے سوچا کاش یہ رنگین ماحول پتھروں میں اسی طرح منجمد ہوجائے میں انسانوں کو پتھروں میں منتقل کرنے کا عمل جانتا تھا...... میں نے والہانہ انداز سے اسے دیکھا۔ آہ اور کچھ نہیں تو یہی بہت ہے کہ وہ میرے سامنے ہے اور اس کے بدن سے نکلتی ہوئی شعاعیں مجھے جھلسا رہی ہیں۔ یہ آگ کتنی فرحت بخش ہے۔ ایک لطیف خوشبو سارے ماحول میں رچی بسی ہے اور میرے اعصاب پر ایک لطیف نشہ طاری ہے، میں نے تمام ذکر چھوڑ دیے۔ صرف اس کے لازوال حسن کا ماجرا بیان کیا۔ میں کہتا رہا، وہ سنتی رہی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے، پھر وہ یکایک سخت اور سرد ہو جاتی ہیں۔ اس کی ذہین آنکھیں، اس کا تیز و طرار بدن کسمساتا ہے اور فوراً ساکت ہو جاتا ہے۔ اقابلا کی نظروں میں وہ تابانی تھی، جو ہمیشہ مردوں کو فتوحات کرنے پر اکساتی ہے۔ میرا بیان ختم نہیں ہوا تھا، لفظ نہ جانے کہاں سے ادا ہو رہے تھے۔ وہ رنگ رنگ فضاء عطر بیز، موسیقی ریز۔ مگر میں مستقل طور پر یہاں اقامت گزیں نہیں ہوا تھا۔ کسی وقت بھی نرماز واپسی کا حکم صادر کرسکتی تھی۔ اس لیے میں نے اس سے درخواست کی کہ مجھے اس کے دست بوسی اور قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔ میری درخواست ایک عجب شان بے نیازی سے قبول کرلی گئی، پھر میرے قدم زمین پر نہیں ٹکے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور وفور شوق میں بے تحاشا، بے محابا اس کے مرمریں گداز، پیروں کو بوسہ دینے لگا۔

اس نے اپنا پاؤں آگے بڑھا دیا۔ مجھے اس کا چہرہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی لیکن میں نے اس کا پاؤں سینے سے لگالیا اور اپنا کرب ناک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے کردیا۔ میں نے اُسے بہت نزدیک سے دیکھا۔ قریب تھا کہ میں اپنا دامن ہوش جلا بیٹھتا کہ میں بے حد درد انگیز لہجے میں کہا۔ "مقدس اقابلا، اپنے ہاتھ سے میرا گلا گھونٹ دے۔"

اس نے اپنا چہرہ منقش چھت کی طرف کر لیا۔ میں نے اسکے پیروں پر آنکھیں رکھ دیں۔ ایسا سکون، ایسی نشاط، ایسی لذت الاماں...... اس نے اچانک اپنی کلائی کو ایک دل زیبا انداز سے جنبش دی۔ چشم زدن میں زرماز اور اس کے ساتھ کھڑی ہوئی دوشیزائیں منظر سے غائب ہو گئیں، پھر اچانک دیوار کا وہ خلا از سرِ نو تعمیر ہو گیا جو اس کی سواری کے وقت پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے ایوان کے چاروں طرف دیکھا، وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بس رنگ تھے، روشنیاں تھیں اور موسیقی تھی اور ہم دونوں تھے۔ کئی خیال در آئے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ شاید اس نے میرے باطن کا حال پڑھ لیا ہے؟ شاید میرے بیان کا اعجاز ہے کہ مجھے یہ خلوت نصیب ہوئی۔ میں نے سوچا۔ زندگی کا اختتام کتنے خوبصورت طریقے سے ہو رہا ہے۔ اس وقت میں دنیا کا سب سے آسودہ آدمی تھا۔ میں نے اقابلا کو دیکھا، اس کا چہرہ روشنیوں میں جذبات زدہ نظر آیا۔ پھر میں نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور اس کے ساتھ اپنا چہرہ وحشت سے رگڑتا رہا۔ وہ خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تاثر ڈھونڈنے کے لیے میں نے دوبارہ اپنا چہرہ بلند کیا، جو اس کی زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ التفات پر آمادہ تھی۔ پتھر پگھل رہا تھا۔ تاریک براعظم کی مقتدر ملکہ ایک عورت کے روپ میں جلوہ گر ہو رہی تھی۔ یہ میرا گمان تھا مگر کس قدر حسین گمان تھا۔ میں کچھ اور سوچنا نہیں چاہتا تھا میں اس اعزاز و کرم سے سیر ہونے کی ٹھان لی اور اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے پیروں کے اوپر کے پھول اور پتے وحشت میں نوچنے شروع کر دیے، مجھے اپنے حلق میں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے، میں تپ رہا تھا۔ اس کی پنڈلی وہ ساق سیمیں، پھولوں اور پتوں سے لدی پھندی وہ شاخ گداز۔ میں نے عالم سرمستی و بے خودی میں اسکے پھول نوچ لیے اور اپنا چہرہ اس سے مس کر دیا۔ اقابلا، مقدس اقابلا، اپنے غلام جابر بن یوسف کو صرف ایک بار وحشتوں کا اظہار کرنے دو۔" میں نے کہا، لیکن ابھی چند ہی پھول گرے ہوں گے کہ وہ تخت سے اٹھی۔ میں نے اس کی پنڈلی زور سے تھام لی۔ "نہیں نہیں۔" میں نے ہذیان بکا۔ "نہیں نہیں"

ایوان کی موسیقی ایک شور میں تبدیل ہو گئی۔ چنگھاڑتی اور چیختی ناقابلِ فہم آوازوں کا شور...... میں نے اقابلا کا قد دیکھا۔ اس کا ترشا اور ڈھلا ہوا بدن۔ میرا قریب ہے کہ میں نے اس کے مضطرب چہرہ دیکھا اور کوشش کی کہ اچک کر اس کے بدن کے سارے پھول نوچ لوں۔ اسکے بعد موت بھی نصیب ہوتی مگر ایک آسودہ موت۔ میں نے اجازت چاہی لیکن اقابلا نے بے چینی سے اپنا پاؤں میری دسترس سے آزاد کرا لیا اور آخر وقت میں۔ میں نے اتنا سنا کہ شور ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے اور اڑتے ہوئے بادلوں کی گھڑگھڑاہٹ نے ایوان کا سارا ماحول بدل دیا ہے۔ میں نے اپنے اردگرد منڈلاتے ہوئے مرغولے دیکھے۔ ساری روشنیاں بند ہو گئیں اور ایوان تاریکی میں ڈوب گیا۔ میری نبض ڈوبنے لگیں میں لرزتے ہوئے در و دیوار دیکھے، جیسے وہ سب مجھ پر گر رہے ہوں۔ اس کے بعد مجھے یاد رکھنے کا ہوش نہ رہا۔ میں فرش پر پھسل گیا اور میری سماعت و بصارت کچھ دیکھنے، کچھ سننے کی استطاعت کھو بیٹھی۔

☆==========☆==========☆

یہ سب کیا ہو گیا تھا۔

میرے سینے میں جلن ہو رہی تھی اور اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری تھی۔ جب تاریکی کا طلسم ٹوٹا اور میرے ذہن کی صبح ہوئی، تو مجھے اپنے نیچے بدلی ہوئی زمین کا احساس ہوا۔ میں اپنے جھونپڑی نما مکان میں پیال کے بستر پر بے ترتیب حالت میں پڑا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے رنگ و

نور کا ایک سیل رواں تھا۔ اب نہ وہ منقش دیواریں تھیں، نہ وہ رنگ برنگے بادل میں اپنی تمام حرماں نصیبوں کے ساتھ توری کے تخت فرش پر موجود تھا۔ وہ منظر ایک خواب کی طرح گزر گیا لیکن میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔ میرے ہاتھ میں گلاب کا ایک تازہ پھول تھا۔ ایک گلابی پھول جسے اقابلا کے بدن کی زینت بننے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ میں نے کسی دیوانے کی مانند اسے آنکھوں سے لگایا۔ اس کی پتیاں ادھر ادھر بکھر گئیں۔ میں انہیں جمع کرنے کے لیے فرش پر لوٹتا رہا۔ ایک مدت کی جستجو اور طلب کا صلہ گلاب کی یہ پتیاں تھیں۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ آنا فانا وہ پری وش اضطراب میں کھڑی ہوتی۔ ایوان کی روشنیاں معدوم ہوئیں اور بادلوں نے گرجنا شروع کر دیا۔ پھر سب کچھ بکھر گیا۔ وہ رنگین نقش پلٹ گیا۔ اس لمحے کون عقل و شعور کی پاسداری کر سکتا تھا۔ یقیناً میں نے اپنی حدوں کا خیال نہیں رکھا تھا۔ میری حدیں ایک سردار کی حیثیت سے متعین ہوتی تھیں۔ اس کا ہوش ربا سراپا دیکھ کر کون صرف ایک سردار رہ سکتا تھا؟ میں نے تو اس کے جمال کو خراج پیش کرنے کے لیے اپنے جنون کی ابھی ابتدا ہی کی تھی۔

مگر اچانک یہ سب کیوں رونما ہو گیا؟ کیا تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو یہ قربت شاق گزری؟ کیا انہیں خبر ہو گئی کہ اقابلا ان سے بے وفائی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اور صرف تین زمینوں کے سردار کو غیر معمولی عنایات سے نواز رہی ہے؟ کیا جارا کا کی مقدس روح اقابلا کے صاف و شفاف بدن پر کوئی داغ دیکھنا پسند نہیں کرتی؟ آہ اگر میں اس کے لمس لطیف اور نظارہ جہاں سوزہی پر قناعت کر لیتا اور اگر وہ ماورا یا گمان کی طرح قصر اقابلا میں بھی اپنا نفس مطیع رکھتا تو مجھے اس طرح واپس نہ کیا گیا ہوتا۔ اب سامنے خلا ہی خلا نظر آتا ہے۔ جتنا قریب جائیے، اس بت طناز کا دامن اتنا ہی دور ہو جاتا ہے۔ تاریک براعظم کے ایک سرفراز اجنبی کا انجام قریب تھا کیونکہ اس نے ہوش کھو دیا تھا۔ مجھے دوبارہ یہاں بھیج کر معلق کر دیا گیا تھا۔ میں نے اس کے حسن کی توصیف میں بیان کیے جانے والے الفاظ ضائع کر دیے۔ میرے کلام نے جو اثر کیا تھا، میرے ہاتھوں نے اسے تباہ کر دیا۔ میرے عجز نے جو گنجائش پیدا کی تھی، میری وحشت نے اسے تاراج کر دیا۔ میرے بستر پر کانٹے بچھے ہوئے تھے اور ذہن سلگ رہا تھا۔ جابر بن یوسف یہ کیا ہو گیا؟ اب فیصلے کا انتظار کرو۔ تم اس کی مرضی کے بغیر مر بھی نہیں سکتے۔ تذبذب اور کشمکش دور کرنے کے لیے میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں اور اپنا منہ بند کر لیا لیکن اس سے نزاع و فشار دور نہیں ہوا۔

اس وقت میری آہیں اور کرب ناک آوازیں سن کر دوسرے کمرے سے ہندی بوڑھے سرنگا کی لڑکی سریتا آئی۔ میرا بدن اینٹھا ہوا تھا اور میں بستر پر اضطراب میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ سریتا نے چیخ چیخ کر اپنی خادماؤں کو آوازیں دیں اور مجھے اپنے پہلو میں بٹھا کر حلق میں کوئی مشروب انڈیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ مشروب کا ذائقہ بے مزہ نہیں تھا لیکن سریتا کا پہلو نرم و گداز تھا۔ مجھے کچھ سکون سا ملا۔ میں نے بے تابانہ اپنا سر اس کی آغوش میں دھر دیا۔ اپنا چہرہ چھپانے کے لیے میں نے اس کی آغوش میں پناہیں ڈھونڈیں۔ سریتا میرا سر تھام کر ماتھا دبانے لگی۔ میں اس کے پہلو میں زار و قطار رونا چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔

”سیدی! تمھیں کیا ہو گیا؟“ وہ میرے شانے جھنجھوڑ کر بولی۔

”میں مر رہا ہوں۔“ میں نے اکھڑی سانسوں سے کہا۔

اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُسے اپنے چہرے کے تاثرات کے اظہار میں مشاقی حاصل تھی۔ ”سیدی شاید تم حوصلہ کھو بیٹھے۔ تمہارے

ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے، جو تم اتنے دل شکستہ اور درماندہ نظر آتے ہو؟ سیاہ رات ڈھل جائے گی۔ تمہارے لبوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔''

''سریتا! ہم یہاں ہمیشہ اجنبی رہیں گے کیونکہ طویل زمانوں کا علم ہمارے مختصر عمر میں ہم تک منتقل نہیں ہو سکتا۔ ہماری جہالت کسی دن ہمیں ایک بڑی تباہی سے دوچار کرے گی۔ ہم ہمیشہ اذیتوں میں زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ کیا تم میرا ایک کام کر دو گی؟''

''کہو سیدی!'' اس نے تشویش سے کہا۔ ''مجھے حکم کیوں نہیں دیتے۔''

''میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فرد کا زمانی و مکانی رشتہ اس سے کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ شاید میری بات تمہاری عقل میں آ جائے۔ ہم کسی دوسرے عہد اور دوسری زمین میں آ گئے ہیں۔ ممکن ہے ہم کسی قبرستان میں مقیم ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے شعور سے میرا رابطہ منقطع کر دو۔ میرے ہاتھ خود یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔''

''سیدی!'' سریتا نے حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھا اور میری گردن سے لٹکا ہوا خنجر پکڑ لیا۔ ''سیدی جابر! تمہارے اعصاب آرام کے متقاضی ہیں۔ غالباً تم شدید تنہائی محسوس کر رہے ہو۔ پھر وہ افسردگی سے بولی۔ ''مگر تم نے خود کو تنہا کیوں سمجھ رکھا؟ تمہارے بلند تر مقام سے کچھ اور زندگیاں بھی وابستہ ہیں۔ تم نے کبھی ان کی طرف بھی غور سے دیکھا ہے؟''

میں نے سریتا کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر آنسو رقصاں تھے۔ سریتا نے اس سے پہلے ایسی گفتگو کبھی نہیں کی تھی۔ ''سریتا! تم اپنے باپ کی طرح ایثار پیشہ ہو۔ تم رو رہی ہو؟'' میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام لیا۔ اقابلا کے گلاب کی پتیاں پھر بکھر گئیں۔

''تم اس سیاہ خانے میں ایک کرن ہو۔ جب یہاں سے تمام مرد اٹھ جائیں گے تو میری پناہ گاہ غیر مہذب وحشیوں کی آغوش ہو گی، جس سے خود تم نے کئی بار مجھے بچایا ہے۔ سیدی جابر! تم اتنے خود غرض ہو کہ تنہا مرنا چاہتے ہو؟ تم کہتے ہو کہ ماضی سے تمہارا تعلق نہیں ٹوٹا مگر تمہاری غیرت کہاں گئی؟''

اس کم سخن نازک اندام لڑکی نے پہلی بار ایسے دلکش اور گداز پیرائے میں مجھ سے باتیں کیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اسے فراموش کرنے کا جرم کرتا رہا ہوں۔ میں نے زور سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور انھیں بوسہ دیا۔

ذہن سے قصر اقابلا کے واقعے کا تاثر دور نہیں ہوا تھا لیکن سریتا نے ایک بکھرے ہوئے شخص کو سمیٹ دیا۔ وہ جابر بن یوسف میں دوبارہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے مجھے بستر سے اٹھایا، میں نے گلاب کا پھول ایک پتے میں محفوظ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر توری کی حسین خادماؤں نے سرعت کے ساتھ میرا جسم معطر پانی سے دھویا۔ آج غسل کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ میرے ساتھ کوئی سلوک کر رہی ہوں۔ سریتا نے میرے بال درست کیے۔ میں نے جارا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر توری کی دوشیزاؤں اور سریتا کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کیا اور اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ پھر میرے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ دل غذا کی طرف مائل نہیں تھا مگر میں سریتا کے ہاتھوں سے بھنے ہوئے گوشت کے لقمے حلق میں اتارنے پر مجبور تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طبیعت اعتدال کی طرف آ رہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ زماز غائب تھی جو قصر اقابلا کی طرف سے مجھے فرحت دیدہ و راحت دل کے لیے عطیے کے طور پر سونپی گئی تھی۔ میں

نے اسے متعدد بار پکارا مگر میری آواز خلاؤں میں گم ہو گئی۔ ایک رات اشمار بھی اسی طرح غائب ہو گئی تھی۔ شاید اقابلا نے اپنا عطیہ واپس لے لیا تھا۔ کسے معلوم تھا کہ اقابلا اور کیا واپس لے گی؟ کاہن اعظم سوورال اور سرنگا کے پاس جا کر میں ان سے قصر اقابلا میں پیش آنے والے واقعے کی توجیہہ و تشریح کا خواہاں تھا لیکن اس مقصد کے لیے یہ مناسب موقع نہیں تھا۔ رات بھر سریتا اور خادمائیں میری دل جوئی کرتی رہیں اور میرا اضطراب دور کرنے میں منہمک رہیں۔ وہ میرے قریب بیٹھی رہیں اور میں فیصلے سوچتا اور مسترد کرتا رہا تا آں کہ میں ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے پہلے میں توری کے سبزہ زار کی طرح تر و تازگی محسوس کر رہا تھا۔ ہاں ذہن کے کسی گوشے میں ایک اجنبی خوف چھایا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی، بے بس اور دل گرفتہ لوگوں کے لیے بڑی گراں ہوتی ہے۔ پنجرے میں دن کا اجالا زندہ نہیں لگتا۔ تاریک براعظم ایک بڑا پنجرا تھا جو رات کو اور خوف ناک ہو جاتا تھا۔ صیاد سے گداز کی توقع عبث تھی۔ دن کی روشنی پھیلی تو میں نے عزم کیا۔ جابر بن یوسف! ابا ور کر کہ تو ایک درخت ہے، خود کو یہ تسلیم کرنے پر آمادہ کر کہ تو ایک بے پر پرندہ ہے۔ تیرے لیے مفر کی کوئی صورت نہیں۔ تیرا ہر سہارا بے بنیاد ہو گا۔ زمین پکڑنے کے لیے اپنی شاخیں دور دور تک پھیلا۔ آسمان پر اڑنے کے لیے اپنے بازوؤں میں دوبارہ پر بڑھا اور وقت کا انتظار کر۔ وقت یوں نہ گنوا۔ دیوتاؤں کا جو بھی رد عمل ہو گا وہ تیری مضبوطی اور تیرے علم کی دیانت کی بنیاد پر ہو گا۔ سرنگا کی عظیم دیوی بھی اس سرزمین پر بے بسی محسوس کرتی ہے ورنہ اب تک وہ ہم تیرہ بختوں کو یہاں سے نکال لے جاتی۔ تیرے لیے اطمینان کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ تو خود کو ان سیاہیوں کا عادی بنا لے۔ آہ کیا تو نے پہلے غور نہیں کیا؟ کیا تو نے پہلے کچھ نہیں دیکھا؟ تو نے خود سے کہا کہ اس کا حصول مشکوک ہے لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے بہتر کسی امکان کی تلاش ہے۔ تیرا انتشار ارتفاع میں تبدیل ہو کر پھر اپنی راہ کیوں بھٹک جاتا ہے؟ چل حرکت کر۔ چل کہ سوچتے سوچتے تیرا دماغ پھٹ جائے گا اور بیٹھے بیٹھے تیرے جسم پر زنگ لگ جائے گا۔ اٹھ اور آسمان کی طرف مت دیکھ۔

مجھے یاد آیا کہ میں ایک راست سمت میں چل رہا تھا کہ اقابلا کی دید نے سارا سلسلہ درہم و برہم کر دیا۔ مجھے پھر وہیں سے ابتدا کرنی چاہیے۔ اقابلا کی بارگاہ میں جانے سے پہلے میں نے جزیرہ توری میں ابھرنے والے خطروں کا سر کچل دیا تھا۔ میں نے نوجوانوں کو ہاتھ پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنے احکام کی زنجیروں میں باندھ لیا تھا۔ میں توری کا سب سے بڑا شخص تھا۔ اس زمرے سے وہ لوگ خارج کر دیے جائیں جو اقتدار میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور جنگلوں، غاروں میں آبادیوں سے دور دیوتاؤں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ توری کا یہ سب سے بڑا شخص سب سے غم زدہ شخص تھا کیونکہ اسے غم کا عرفان حاصل تھا۔ اس کے احساسات نے اس ماحول میں پرورش نہیں پائی تھی۔ سارا قبیلہ سو رہا تھا۔ بے سدھ پڑے ہوئے لوگ...... عورتیں اور مرد ایک دوسرے کے جسموں پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ سکون اور اطمینان کی نیند...... انھیں دیکھ کر مجھے رشک آیا اور میں ان کے قدموں اور سروں سے بچتا ہوا گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ جنگل میں صبح کا منظر بڑا دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پرندوں کے چہچہوں اور درندوں کی گونج نے مجھے زندگی کا سبق سکھایا اور میں نے خود کو سمجھایا کہ میں یقیناً ان درندوں سے افضل ہوں۔ میں بول سکتا ہوں، سوچ سکتا ہوں لیکن یہی تو ایک نقص ہے، بولنے اور سوچنے کی وجہ سے انسان کائنات کی سب سے نحیف اور سب سے قوی مخلوق ہے۔ جنگل میں گزرتے وقت میں نے اب تک سیکھے ہوئے توری کے ظاہری و باطنی علوم سے اپنے لیے ایسا غار تلاش کرنا شروع کر دیا جسے میں سوورال کی طرح اپنی عبادت گاہ یا سحر خانہ بناؤں۔

سورال کی تربیت سے مجھے ماورائی علوم پر دسترس حاصل ہوگئی تھی۔ میرے پاس نادر تحائف تھے۔ جارا کاکا کی کھوپڑی گرفت میں لے کر میں نے چوبی اژدھا متحرک کیا اور اسے زمین پر چھوڑ دیا۔ وہ زمین سونگھتا پھر رہا تھا۔ آخر میں نے اپنا موجودہ راستہ ترک کر کے اونچے درختوں کے درمیان چلنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ اژدھا ٹھیر گیا۔ میں نے وہ دیوار جیسی اونچی زمین نرمی سختی کا اندازہ کرنے کے لیے ڈنگی کے سینگوں سے کریدی۔ اوپر کی مٹی ہٹی تو اندر پتھر کا ایک دیوقامت ٹکڑا نظر آیا۔ معلوم ہوتا تھا عرصے سے کسی نے اس غار کو نہیں چھیڑا ہے۔ جزیرہ توری میں ایسے غاروں کی کثرت تھی۔ ان میں ایک غار قصر اقابلا کو بھی جاتا تھا جہاں سب سے پہلے مجھے ژولین ملی تھی اور جو لمبی سرنگ کے بعد ایک عظیم الشان زمین دوز محل میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ باگمان میں لوریما کے قصر تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے ایک غار سے گزرنا پڑا تھا۔ میں نے پتھر کی جسامت ٹٹولنے کے لیے اپنے جسم کا سارا زور لگایا۔ میں اسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے اوپر مٹی کی دبیز تہہ تھی۔ جس پر جھاڑ جھنکاڑ تھے اور جسے چھوٹے درختوں نے اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیے۔ پھر دور جا کر پتھر پر شپالی کا نشانہ بنایا اور احتیاط کے طور پر جارا کاکا کا عمل دہرایا، جو مجھے سورال نے سکھایا تھا۔ اندر روحوں کی موجودگی بھی ممکن تھی۔ جیسا کہ مجھے اگرو ما میں سابقہ پڑا تھا۔ شپالی کے زور اور جارا کاکا کے عمل سے پتھر ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ میں نے اندر کی بھیانک روشنی میں جھانک کر دیکھا۔ بدبو کا ایک جھونکا میرے نتھنے زخمی کر گیا۔ میں ایک لمحے سوچتا رہا، پھر چوبی اژدھا آگے کر کے میں نے غار کے اندر قدم رکھا۔ شپالی کی روشنی میں غار کے اندر کا حصہ عریاں ہو گیا تھا، اندر کی فضا بڑی مسموم تھی۔ میں حفظ ماتقدم کے طور پر زارش کے صحرا میں بوڑھے عبادت گزاروں کا عمل یاد کر رہا تھا، جسے میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ ابھی میں غار کے اندر زیادہ دور نہیں پہنچا ہوں گا کہ اژدہا میری ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ یہ خطرے کی علامت تھی۔ میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی زور سے پکڑ لی۔ غار کی دیواریں ہموار نہیں تھیں۔ کہیں وہ تنگ اور کہیں فراخ تھیں اور اندر درختوں کے تنے نظر آتے تھے۔ طرح طرح کے جالے اور گرد۔ ان چیزوں سے اس کی کہنگی ثابت تھی۔

دفعتہً اندر سے خرخراہٹ سے مشابہہ کچھ ناقابل فہم آوازیں آنی شروع ہوئی۔ میں اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے ایک ہیولا اپنی طرف خاصا تیز بھاگتے ہوئے دیکھا۔ ہیولے کے قریب آنے پر شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ میری نظر کے دائرے میں نمایاں ہو گیا۔ وہ آنکھیں پٹ پٹا رہا تھا۔ نظروں میں حیرانی مترشح تھی۔ شپالی کی چمک اس کی آنکھیں خیرہ کر رہی تھی۔ اس کے سارے جسم پر بال اُگے ہوئے تھے اور وہ اتنا نحیف و نزار تھا کہ اس کے زندہ رہنے پر شبہ ہوتا تھا مگر اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی رمق موجود تھی۔ کیونکہ وہ شپالی کی روشنی میں ہیرے کی مانند چمک رہی تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک سیاہ منحنی گوریلا یا کوئی سیاہ ریچھ تھا۔ میں نے تاریک براعظم میں ایسے حلیے اور قد و قامت کا شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات اس کے چہرے اور غار کی شکستہ حالت سے صاف تھی کہ وہ عرصے سے باہر نہیں نکلا ہے اور اس اندھیرے غار میں لامحدود مدت سے مقیم ہے۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، میں فوراً کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ البتہ میں نے سوچا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ اس سرزمین کے ان عبادت گزاروں میں شامل ہے، جو اس طلسماتی دنیا کی روح ہیں، چنانچہ یہ ایک غیر معمولی ساحر بھی ہوگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن یوں واپس ہونے کا اب کوئی امکان نہیں تھا۔ اس کے سکون استغراق اور ریاضت میں میرے مخل ہونے پر اس کے مزاج کا برہم ہونا فطری امر تھا۔ میں نے متوازن رویہ اختیار کرنے میں پہل کی اور نہایت احترام اور عزت سے اسے ریچھ کو مخاطب کیا۔ ان حالات میں یہی کیا جا سکتا تھا؟ میں اس

کے آگے جھک گیا اور عجز و انکسار سے اپنا تعارف کراتے ہوئے میں نے اسے معذرت چاہی۔ وہ میرا انداز تخاطب حیرت سے آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مجھے کوئی جواب دیے بغیر اشارہ کیا کہ میں اس کے پیچھے چلوں، انکار کا موقع نہیں تھا۔ میں اس کے پیچھے چلنے لگا لیکن اسی وقت سورال کی مالا کے دانے مجھے اپنے سینے پر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔ سورال کی مالا پہلے بھی کئی خطرناک موقعوں پر مجھے اس قسم کی تنبیہ کر چکی تھی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اس بوڑھے کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے شپالی ہتھیلی پر رکھ دی۔ وہ اندر جا کر غار ایک چوکور کشادہ جگہ میں تبدیل ہو گیا۔ دیواریں میلی کچیلی اور سیاہ تھیں۔ کوئی قندیل روشن نہیں تھی۔ کوئی مشعل بھی نہیں تھی۔ ایسی خوف ناک تاریکی میں وہ شخص نہ جانے کب سے اس غار میں محبوس تھا۔

بڑے دائرے والی جگہ ٹھیر کر اس نے مجھے بڑے برتن سے ایک جام پیش کیا۔ میں نے شپالی اپنی مٹھی میں بند کر لی۔ غار میں پھر تاریکی چھا گئی۔ جام پینے کے بجائے میں نے اسے زمین پر لوٹ دیا تھا۔ دوبارہ شپالی کی روشنی میں، میں نے خالی جام اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ایک ثانیے بعد وہ میرے نزدیک آیا اور اس نے بالکل غیر متوقع طور پر ہاتھ بڑھا کر میرے گلے سے چوبی اژدہا چھین لیا۔ سورال کی مالا کے دانوں کے انتباہ سے میں پہلے ہی محتاط ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے چوبی اژدہا اس سے اسی طرح فوراً چھین لیا، جیسے اس نے چھینا تھا۔ میری اس جسارت پر اس کی آنکھیں قہر و غضب کی علامت بن گئیں اور اس نے جھنجلا کر وہیں کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ پشت کی طرف دراز کیا۔ دیوار دور تھی مگر اس کا چھوٹا سا ہاتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اچانک مجھے اپنے دائیں گال پر بیک وقت متعدد کیلیں سی چبھتی محسوس ہوئیں۔ کیلوں کی نوکیں اتنی سخت اور شدید تھیں کہ میری چیخیں نکل گئیں اور میں شدت درد سے زمین پر پیر پٹخنے لگا۔ مجھے بوڑھے شخص کا ہنستا ہوا چہرہ نظر آیا۔ اس بدہیئت کے دانت اس کے حلیے کے تمسخر اور مضحکہ خیزی میں اضافہ کر رہے تھے اور وہ کوئی شیطان معلوم ہو رہا تھا۔ میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بے شمار پیروں والا ایذا رساں بچھو میرے گال میں پیوست ہو گیا تھا اور جیسے کوئی میری روح کھینچ رہا تھا۔

درد و کرب میں لڑکھڑاتے پڑھکتے میں نے ایک بار پھر صحرائے زارشی کا عمل دہرا کے شپالی اپنے جلتے ہوئے گال سے مس کی، جہاں بچھو پیوست تھا۔ بچھو نے اپنے پیر اچانک ڈھیلے چھوڑ دیے۔ دوبارہ جب اس نے میرے زخمی گال پر یہی عمل کیا تو میں اذیت سے بری طرح تڑپنے لگا۔ میں نے شپالی سمیت اپنا ہاتھ گال پر طمانچے کے انداز میں مارا اور تمام طاقت یک جا کر کے اپنے گوشت سے بچھو علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گوشت کا ٹکڑا، بچھو اور شپالی یہ تینوں چیزیں میں نے زمین پر پھینک دیں اور اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ شپالی زمین پر گرتے ہی بوڑھا ساحر بندر کی طرح پھرتی سے زمین کی طرف لپکا۔ مجھے آنے والے خوف ناک لمحوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے نتائج سے بے پروا ہو کر اپنے تحائف پشت پر ڈال کر ساحر پر ایک زقند لگائی اور اس کا نحیف و نزار جسم دبوچ کے شپالی سے دور کر دیا۔ اس کے بکری جیسے جثے میں شیر جیسی طاقت تھی۔ تاریک برِ اعظم میں اس وقت میں نے موت کی پروا کیے اور کوئی توقف کے بغیر اس کا سر زمین سے مارنا شروع کر دیا۔ میں کوئی پاگل تھا یا کوئی بھوکا درندہ تھا۔ اس نے بڑی شدید مزاحمت کی اور مجھے اپنی ٹانگوں کے زور سے دیوار پر دھکیل دیا۔ وہ پھر شپالی کی طرف لپکا۔ مجھے اتنی فرصت نہیں تھی کہ اپنا چوبی اژدہا زمین پر ڈال دیتا۔ اس بار میں نے زور سے چیخ ماری۔ بوڑھے نے حیران نظروں سے پلٹ کر دیکھا۔ اس کا میری طرف متوجہ ہونا

تھا کہ میں نے اچک کر اسے دبوچ لیا اور اسے لیے زمین پر لوٹ گیا۔ اس مصروف اور مشکل مرحلے میں میں نے کسی طرح یہ لمحہ بھی حاصل کر لیا کہ میں اپنے محسن اژدہے کو اشارہ کر سکوں۔ وہ شپالی کے حصول کے لیے زمین پر رینگنے لگا۔ بوڑھا شخص میرے جسم کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس کا سر زمین سے پاش پاش کر رہا تھا۔ اب کی بار میں نے اس کی دبلی پتلی مگر مضبوط ٹانگیں دبائی ہوئی تھیں۔ اژدہے نے شپالی نگل لی تھی۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں نے عجلت تمام ڈگی کے سینگ گلے سے اتار کر بوڑھے ساحر کے سینے میں پیوست کر دیے۔ اژدہا میری ٹانگوں کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا بوڑھا ساحر اب مشکل سے مزاحمت کرے گا لیکن میں نے اس گدھ کو کوئی موقع نہیں دیا اور شپالی اس کے جسم پر دے ماری، اس کی ہولناک چیخ سے سارا غار گونج گیا۔ وہ آخری چیخ تھی جس نے غار میں ایک گرج چمک سی پیدا کر دی تھی۔

اس کے بے دم ہوتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میرا دم بھی نکل رہا ہے۔ میں نے غار سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے قدم ڈگمگانے لگے اور میں ایک مقام پر بے سدھ گر گیا۔ وہ صبح تھی یا شام یا کئی دن گزر گئے۔ مستقل تاریکی اور مستقل روشنی میں وقت گزرتا محسوس نہیں ہوتا، وقت تو روشنی اور تاریکی کے نشیب و فراز سے عبارت ہے۔ جب میرے حواس خارجی اثر سے آزاد ہو گئے اور دوبارہ میرے جسم سے وابستہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ میں غار کی نم زمین پر پڑا کراہ رہا ہوں اور میرا رفیق اژدہا میرا گال چاٹ رہا ہے۔ دفعتہً میرے ذہن میں سارا واقعہ کوند گیا میں نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کے دیکھا۔ وہ حصہ زخمی ہو چکا تھا اور اژدہے کی رطوبت اور خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے اژدہے کو وہاں سے ہٹا کے اسے ایک بوسہ دیا اور کراہتا ہوا اٹھا۔ نقاہت سی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے کسی نے سارے جسم کا رس نچوڑ لیا ہو، پھر غار سے باہر جانے کی بجائے میں اندر کی طرف بڑھا۔ چوکور دائرے کے قریب بوڑھے ساحر کی لاش جلی ہوئی پڑی تھی اور سارا غار شپالی کی وجہ سے منور ہو گیا تھا۔ میں نے ہر چیز کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ دیواروں پر لٹکے ہوئے نوادر مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور طلسمی آلات دیکھ کر میری حیرت دوچند ہو گئی۔ دیواریں ٹھونک کے میں نے اندر کے راستے دیکھے، پتھر کی دیواریں میرے نوادر کی وجہ سے کھل گئیں اور میں کھوہ نما کمروں کے ایک سلسلے سے گزرا۔ یہ ایک بہت بڑی زمین دوز عمارت تھی۔ بہت بڑا طلسم خانہ۔ ہر کمرے میں نوادر کی ایک دنیا آباد تھی۔ عجیب عجیب شکل کی چیزیں۔ میں ان میں سے چند کا استعمال سیکھ چکا تھا اور ان کی اہمیت سے واقف تھا۔ میں مختلف کمروں کا جائزہ لیتا ہوا سرنگ پار کر کے غار سے باہر آ گیا۔ باہر بھی تاریکی تھی، اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک سمو چادن یا کئی دن مجھے اس غار میں گزر گئے تھے۔ سرد ہوا کے جھونکے نے رخسار کے زخم سے اور زیادہ ٹیسیں پیدا کر دیں لیکن اتنا بڑا اثاثہ پا کر خوف اور مسرت کے ملے جلے جذبات مجھ پر غالب آ گئے تھے۔ میں اپنا تمکدر بھول چکا تھا۔ نقاہت کی وجہ سے غار کا دہانہ بند کرنا مشکل تھا کیونکہ بڑا پتھر پہلے ہی کتنے حصوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ دیر تک میں ادھر اُدھر سے پتھر اور جھاڑ جھنکار جمع کر کے غار کے دہانے پر رکھتا رہا۔ میں اسے اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ جب دہانہ عام آدمیوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لائق ہو گیا تو میں اپنا زخمی گال سہلاتا ہوا کچھ فتح مندی، کچھ سرشاری، کچھ شک اور کچھ خوف کے احساسات کے ساتھ جنگل سے واپس چلا۔ جگہ کی شناخت میرے لیے مشکل نہیں تھی، اس لیے کہ پتھر اس ترتیب سے رکھے گئے تھے کہ میں اسے بڑی آسانی سے شناخت کر سکتا تھا۔ میں تھکا تھکا آبادی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تو ری میں رات کا شباب نمایاں تھا۔ میں ان سے چھپتا چھپاتا اپنی جھونپڑی میں واپس آ گیا، سریتا میرا زخم دیکھ کر چیخ پڑی۔ مجھے گہری نیند

آ رہی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کون جھونپڑی میں آیا۔ فزارو، زارے، سریتا قبیلے کے اور معمر لوگ۔ طبیب جواد۔ میں گہری نیند سو گیا، اس لیے کہ یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ یہ میرا ٹھکانہ تھا۔

دوسرے دن صبح میرے مکان کے باہر قبیلے کے لوگوں کا اژدہام تھا، جو اپنے سردار کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ فزارو اور زارے ایک طرف مودب کھڑے تھے اور سریتا خادماؤں کو احکام دے رہی تھی۔ باہر کے زبردست شور اور اندر کی سرگوشیوں سے میری آنکھ کھل گئی۔ سریتا کا اداس چہرہ کھل اٹھا۔ زارے نے باہر جا کر اعلان کیا کہ ان کا سردار خیریت سے ہے۔ میں رات بھر بے ہوش رہا تھا اور رات بھر توری کے اطبا میرے زخمی گال پر مشق ستم کرتے رہے تھے۔ زخم پر لیپ لگا ہوا تھا اور ہلکی سوزش ہو رہی تھی۔ میرے جاگتے ہی سریتا نے طرح طرح کے سوال شروع کر دیے اور ناراض ہونے لگی کہ میں خطروں میں دانستہ کود پڑتا ہوں اور اتنے بہت سے غلام ہونے کے باوجود تنہا جنگل میں سفر کرتا ہوں۔ میں نے سریتا کی بات سُنی اَن سُنی کر دی۔ میں اسی وقت اٹھ کر سورال کے پاس جانا چاہتا تھا تاکہ اسے کل کی مہم کا حیرت انگیز واقعہ سناؤں اور وہ نوادر دکھاؤں جو اب جزیرہ توری کی روایت کے مطابق میری ملکیت تھے۔ سورال سے معلومات حاصل کیے بغیر میں ان نوادر کی اہمیت و افادیت سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر چند سورال کو وہاں لے جانے میں پس و پیش بھی تھا مگر سورال کو شریک راز کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سرنگا بھی اس غار کی دریافت و بازیافت پر غیر معمولی ردعمل کا اظہار کرے گا، پھر مجھے خیال آیا اس معاملے کے انکشاف میں کسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے سورال نے اپنے طلسمی کرشماتی کرتب میں خود میری کامیابی کا نظارہ دیکھ لیا ہو اور سرنگا کو بھی اپنی دیوی کی اعانت سے اس کی خبر ہو گئی ہو۔

اصل میں سب سے پہلا کام جزیرہ توری پر آئے ہوئے اجنبیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا جو ابھی تک قید میں تھے، دیوتاؤں اور اقابلا کو لازماً اس امر سے دلچسپی ہو گی کہ مہذب دنیا کا ایک شخص اپنے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ یہ ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا مگر یہاں مردم آزاری، دل آزاری جیسے روح فرسا رویوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ ادھر مہذب دنیا کے لوگوں سے ملنے، باز پرس کرنے اور ان کی دردناک سرگزشت سننے کا اشتیاق دبانا، اپنے آپ پر جبر کرنے کے برابر تھا۔ میں جلد از جلد ان کا فیصلہ کر کے اپنا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جتنی دیر ان کے فیصلے میں تاخیر ہوتی، میرے سینے پر ایک بوجھ رہتا۔ تنہا جانے کے بجائے میں نے فزارو اور زارے کو ساتھ لے لیا۔ مجھے بستر سے اٹھتے دیکھ کر انھوں نے روکنا چاہا لیکن میں نے انھیں دھتکار دیا اور ایک خادمہ کو راستے سے ہٹانے کے لیے ضرب لگائی، وہ تڑپ کر ایک طرف ڈھیر ہو گئی۔ فزارو، زارے اور سریتا نے اس کے بعد کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ میرے باہر نکلتے ہی ڈاکٹر جواد سمیت قبیلے کے سارے لوگ زمیں بوس ہو گئے۔ دور تک انسانوں کی پشتیں نظر آتی تھیں۔ پھر فزارو کے حکم پر وہ اٹھ گئے اور میں نے اپنے قریب کھڑا ہوا درخت ایک جھٹکے سے گرا دیا۔ مجمع میں نعرہ ہائے تحسین کا شور بلند ہوا۔ میں فزارو اور زارے کے ساتھ ان کے درمیان گزرتا ہوا اس سمت جانے لگا جہاں اجنبی لوگ سب سے الگ تھلگ قید رکھے گئے تھے۔ انھیں دوبارہ دیکھنے کے لیے میرے قدم خود بخود تیزی سے آگے بڑھنے لگے، پہلی بار میں نے انھیں سرسری طور پر دیکھا تھا لیکن اب میں ان سے آنکھیں ملا سکتا تھا کیونکہ میں یہاں کا سردار تھا اور مہذب دنیا سے میرا تعلق ختم ہو چکا تھا۔ فزارو اور زارے کے اشارے پر سارا مجمع منتشر ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد نے میرے ساتھ آنا چاہا، میں نے اسے روک دیا۔ سریتا بھاگ کر میرے پاس آ گئی میں اسے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی لگی چل رہی تھی۔

اجنبیوں کی چھوٹی چھریوں پر نیزے بردار حبشی تعینات تھے۔اپنے سردار کے سامنے دو سر بسجود ہو گئے۔ میں نے سرینا کو منع کیا کہ وہ اجنبیوں کے سامنے اپنی زبان میں گفتگو نہ کرے بلکہ خاموش رہے۔ قیدیوں کو باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اندر سے بڑی شکستہ حالت میں قیدی یکے بعد دیگرے برآمد ہوئے۔ان کے لباس تار تار تھے اور چہروں پر غم واندوہ، امید وبیم کی کیفیتیں نمایاں تھیں۔ زارے نے پھنکار کر کہا۔ ''ہمارا سردار جابن بن یوسف!''

انہوں نے مضمحل گردنیں اٹھائیں اور چونک کر میری طرف دیکھا، میں زارے، فزارہ اور دوسرے حبشیوں سے بہت مختلف تھا۔ سرینا کا چہرہ بھی توری کی لڑکیوں سے الگ تھا۔ وہ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن میرا حلیہ اتنا مقامی اور انداز اتنا وحشی تھا کہ وہ میرے اور سرینا کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ میرے نام کی ساخت بھی ان کے لیے چونکا دینے والی بات تھی۔ ہم سب بے لباس تھے، ہمارے جسم رنگے ہوئے تھے اور گلے میں متعدد قسم کے کڑے کنٹھے اور کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں میں سات مرد اور چار عورتیں تھیں۔ مردوں میں دو نوجوان کے سوا سب ادھیڑ عمر کے تھے۔ عورتوں میں تین نوجوان لڑکیاں تھیں اور ایک کوئی تیس سالہ صحت مند بدن اور دلکش خدوخال کی عورت تھی۔ میں ان کی وحشت زدہ چہروں سے جھانکتی ہوئی تو تیں کس حد تک جان سکتا تھا۔ یونانی، اسپینی، مصری، امریکی اور ایرانی تینوں نوجوان لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔ ایرانی اور امریکی..... نقش ونگار کی لڑکیاں، ان میں سب سے زیادہ حسین تھیں۔ میرے بارے میں زارے کا تعارف سن کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ان کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔

ان میں کوئی شخص تاریک براعظم کی زبان سے واقف معلوم نہیں ہوتا تھا وہ آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔ میرے خدوخال کے بارے میں ان کی رائے دلچسپ اور متضاد تھی۔ میں خاموشی سے ان کی گفتگو سننے لگا۔ ''یہ وحشی سردار تو اس سرزمین کا شخص نہیں لگتا۔'' ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

''نہیں تمہارا خیال غلط ہے۔'' دوسرے نے رائے دی ''مہذب دنیا کا کوئی آدمی ایسا حلیہ اختیار نہیں کر سکتا۔''

''یہ تو بالکل وحشی ہے۔ حبشیوں کی کسی اعلا نسل سے اس کا تعلق ہے۔ مگر اس کا نام؟''

''اور یہ لڑکی؟'' انہوں نے انکھیوں سے سرینا کی طرف دیکھا۔

''یہ لڑکی؟'' ادھیڑ عمر کا اسپینی کچھ سوچ کر بولا ''اس کے نقوش آرین ہیں مگر یہ تو برہنہ ہے۔ بہر حال بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔''

''ہمیں آزادانہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ان کے تیور اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ ممکن ہے یہ ہماری زبان سے واقف ہوں۔''

''پاگل، یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیا تمہارے خیال میں یہ شخص کیمرج اور آکسفورڈ میں گیا ہوگا؟''

''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟ پتہ نہیں یہ ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کریں؟''

''مجھے تو یہ زمین پر اسرار معلوم ہوتی ہے۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ ''اور ہو سکتا ہے یہ لوگ مردم خور ہوں۔''

''ہش۔ ہمیں بہتر حالات کی توقع کرنی چاہیے۔ انہوں نے ہمارے چار ساتھی مار دیے ہیں۔ ہماری ذراسی لغزش سے کچھ اور ساتھی بھی ہم سے جدا ہو سکتے ہیں۔''

http://kitaabghar.com

''کاش ہم ان کی زبان جانتے۔''

''کاش وہ ہماری زبان جانتے۔''

''ہمیں ان سے رحم کی بھیک مانگنی چاہیے۔''

میں ان کی سرگوشیاں پورے انہماک اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔ میں نے زارے کو مزید گفتگو کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ان کے خوف اور اندیشوں سے میرے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا اور مجھے اپنے فیصلے میں ہچکچاہٹ ہونے لگی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے زارے کو اشارہ کیا اور اس نے امریکی لڑکی کی لال قمیض پھاڑ دی پھر وہ اس کے سینہ پوش کی طرف بڑھا۔ امریکی لڑکی چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ ''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم درندوں میں گھر گئے ہیں۔ آہ شاید میں اپنی بیمار ماں کو اب کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔''

''میرے بچے میرا انتظار کرتے رہیں گے۔'' ایک نے کہا۔

''انہوں نے کبھی تہذیب کی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ گھور کر ہمارے لباس دیکھ رہے ہیں۔ ان کی نظروں میں خون ہے۔''

''کیا تمہارا کوئی شخص مقدس زبان سے واقف ہے؟'' زارے نے گرج دار آواز میں کہا۔ میں نے محسوس کیا اس کی نظریں سفید فام لڑکیوں کے بدن ٹٹول رہی ہیں۔

انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک تنومند نوجوان آگے بڑھ کر آیا اور اس نے مودبانہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اٹک اٹک کر کہا۔ ''ہم بدنصیب لوگ تمہاری زبان نہیں جانتے۔''

''تم کہاں سے آئے ہو؟'' زارے نے درشتی سے پوچھا۔

''ہم ڈربن جا رہے تھے کہ ہمارا جہاز ڈوب گیا۔ ایک کشتی میں جان بچا کر ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ہم بالکل بے ضرر لوگ ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔'' نوجوان نے آدھی انگریزی، آدھی مقامی زبان میں بہ مشکل یہ جملے ادا کیے۔

''جزیرہ توری مقدس اقابلا کی قلمرو میں شامل ہے اور اقابلا جارا کا کی مقدس روح کی نمائندہ ہے اور جزیرے کا سردار جابر بن یوسف ہے۔ جزیرہ توری کی روایت کے مطابق یہاں اجنبی منحوس مردود سمجھے جاتے ہیں۔ تمہارے سر جارا کا کی کھوپڑی کی نذر کر دیے جائیں گے اور تمہاری عورتیں ہمارے سردار کی خدمت کریں گی۔'' میں نے زارے سے کہا۔ اس نے میرا حکم دہرایا اسی لمحے سرجانے میرا بازو کھینچ کر مجھے مشتعل نظروں سے گھور کر دیکھا۔

نوجوان نے انگریزی میں زارے کا مطلب جس حد تک وہ سمجھ پایا تھا دوسروں کو سمجھایا۔ ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔ ''ہم یہاں آنا نہیں چاہتے تھے۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ یقیناً کوئی جہاز ادھر سے گزرے گا۔ ہماری کشتی خود بخود ادھر لگ گئی تھی۔'' نوجوان نے فریاد کے انداز میں کہا اور آہ و زاری کرنے لگا۔ دوسرے قیدی بھی رقت میں اس کے شریک ہو گئے۔ زارے نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کیا۔

''ان کا سامان چھین لو اور ان کے کپڑے اتار دو۔'' میں نے حکم دیا۔ زارے نے سب سے پہلے امریکی لڑکی کے سینہ پوش پر ہاتھ ڈال دیا

اور اسے کھینچ کر توڑ دیا۔ امریکی لڑکی زمین پر گردن جھکا کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی۔ زارے سینہ پوش کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے سریتا کی طرف پھینک دیا۔ اس نے غصے سے سینہ پوش امریکی لڑکی کو واپس کر دیا۔

"سیدی جابر! کیا تم اتنی دور جا چکے ہو؟" وہ مقامی زبان میں بولی۔ زارے نے اب ایک مرد کی قمیض پھاڑ دی اور اس کی پتلون کے تمام بٹن توڑ دیے۔

"نہیں نہیں۔" سریتا چیخنے لگی۔ "ٹھہرو زارے! ٹھہرو۔" زارے میری وجہ سے سریتا کا احترام کرتا تھا اس لیے ٹھہر گیا۔

"یہ سردار بڑا ظالم اور وحشی ہے اس سے ہمدردی کی امید کرنا بے کار ہے۔" امریکی لڑکی روتی ہوئی میرے پاس آئی اور میرے ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ "رحم اے معزز دیوتا! رحم!"

میں نے اسے دھکا دے دیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی زمین پر دور تک چلی گئی۔ اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ سریتا نے پھر زور سے میرا ہاتھ دبایا میرے اس وحشیانہ اقدام سے تمام اجنبی قیدی فریاد کرنے لگے۔ سریتا بھی ان میں شامل تھی۔

میں ایک مجسمے کے مانند بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ "تم نے اگر کوئی فیصلہ کر لیا ہے تو اپنے شفیق القاب نہ بنو۔" سریتا نے نفرت سے کہا۔

"یہ لڑکی بڑی نیک اور رحم دل ہے۔ شاید وہ ہماری سفارش کر رہی ہے۔" خوف زدہ عورت نے کہا۔ "اور یہ شیطان اس سے متاثر بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں لڑکی کے توسط سے دوبارہ رحم کی درخواست کرنی چاہیے۔" تھوڑی دیر میں آہ و زاری اور فریاد و فغاں کا ناقابل اختتام سلسلہ شروع ہو گیا۔ امریکی لڑکی کا بدن جاذب نظر تھا۔ میں نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی اتار لی۔

"لے لو یہ تمہاری ہے۔" وہ مسرت سے چلائی۔ "مگر ہماری جان بخش دو۔" اس کے ساتھ ہی ساتھ آٹھ مردانہ اور نسوانی گھڑیاں میرے قدموں میں ڈال دی گئیں جو سمندر کی طوفانی لہروں سے محفوظ رہ گئی تھیں۔ میں نے ایک مدت بعد گھڑی دیکھی تھی۔ زارے اور فرزارو یہ عجوبہ دیکھ کر کھل کھلانے لگے اور ان کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے اجنبیوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

"معزز سردار یہ کیا ہے؟" زارے نے اشتیاق سے کہا۔

"یہ تماشا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وقت کا تماشا۔"

"وقت؟" زارے حیرت سے بولا۔ "کیا یہ کوئی سحر کارشتہ ہے؟ یہ بہت خوبصورت ہے۔"

"ہاں زارے یہ مہذب دنیا کا سحر ہے۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "یہ جزیرہ توری اور یہاں کے مکینوں اور یہاں کی عظیم الشان ملکہ سے زیادہ خوب صورت نہیں ہے۔" میں نے گھڑی کی ساخت پر نظریں جما دیں۔ "یہ ایک احساس ہے۔ صبح و شام کا احساس۔" زارے نے اثبات میں گردن ہلائی۔ نوجوان بھی کچھ کچھ سمجھ رہا تھا، وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "بلاشبہ یہ شخص ان میں سب سے مختلف ہے۔ اس میں سنجیدگی، متانت اور تفکر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ساتھیو! یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ہمیں صرف اس کے سامنے گڑگڑانا اور زندگی کی درخواست کرنا چاہیے۔"

"یہ بہت ظالم اور کمینہ شخص ہے۔ دیکھو اس کے چہرے پر کتنا بڑا زخم ہے۔ مگر اسے کوئی پروا نہیں۔" ایرانی لڑکی نے کہا۔ میں نے سوچا وہ

یہ باتیں کس جوان رعنا کس طاقت ور شخص کے سامنے کہہ رہی ہے۔ کیا میں اتنا بدہیئت ہو گیا ہوں؟ کیا میری جلد اتنی کھردری اور خدوخال اتنے سخت ہو گئے ہیں؟ مگر یہ سب رنگ کا کرشمہ ہے جو میرے جسم اور چہرے پر لپا ہوا ہے۔

''ان سے کہہ دو۔ تمہاری عورتیں ہمارے جسم کی راحت کے لیے ہیں۔ اور تمہارے مرد دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے قربان کردیے جائیں گے۔ ان مردوں کا فیصلہ جزیرہ توری میں برپا ہونے والے ایک بڑے جشن میں کیا جائے گا اور انھیں بتادو کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین تنگ ہے کیونکہ وہ نحوست اور بربادی کی علامت ہیں۔ ان سے کہو کہ تاریک براعظم میں طاقت اور علم کو عظمت حاصل ہے چنانچہ فرار کی کوشش محض بے سود ہو گی۔'' زارے نے میرے احکام حرف بحرف دہرادیے۔

پھر میں وہاں سے چلنے لگا۔ انہوں نے میری ٹانگیں پکڑ لیں اور رونے لرزنے لگے۔ میرے خصوصی محافظوں نے انھیں درندگی اور سفاکی کے ساتھ میرے جسم سے علیحدہ کیا اور روتی بین کرتی ہوئی عورتوں کو دھکے دے دے کے آگے بڑھانے لگے۔ میں نے اپنے مکان کے قریب ایک علیحدہ جھونپڑی میں عورتوں کے قیام کے انتظام کا حکم دیا اور ان کی آرائش اور حفاظت کے لیے توری کی خادمائیں تعینات کردی گئیں۔ سرینا میرے رویے سے اتنی سخت ناراض تھی کہ مکان آکر اس نے مجھ سے بات تک نہیں کی۔

میرے ہاتھ میں کئی گھڑیاں تھیں صبح کے گیارہ بجے تھے۔ کیسا عجیب احساس تھا، میرے سامنے وقت گردش کر رہا تھا۔ گھڑیوں نے مجھے اپنی دنیا کے بہت سے مناظر یاد دلادیے وہ بڑی گھڑیاں جو بارونق اور جدید ترین شہروں کے چوکوں میں نصب تھیں۔ وہ سڑکیں، موٹریں، بھیڑ، دکانیں ریستوران، کلب، بھاگتی ہوئی زندگی، مسکراتی ہوئی زندگی، گھڑی کی سوئی چل رہی تھی۔ ٹک ٹک ٹک اور میرے دل پر ہتھوڑے لگ رہے تھے۔ کبھی کبھی آدمی اپنے متعلق بھی اذیت ناک فیصلے کر لیتا ہے۔ آدمی اذیت پسند بھی تو ہوتا ہے۔ اجنبی لوگوں کے بارے میں اگر میں کوئی شدید رویہ اختیار نہ کرتا تو تاریک براعظم کے نادیدہ دیوتا یہ فیصلہ کردیتے، جارا کا کا کی مقدس روح کردیتی اور حبشیوں کے تیز نیزے کردیتے' میں نے کیا کیا تھا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ تاریک براعظم کیا ہے؟ میں نے اس کا مزہ چکھا تھا اور میں ہی جانتا تھا کہ اس سرزمین کی کتنی آنکھیں ہیں؟ کیسے دانت ہیں؟ کیا مجھے ان کی جاں بخشی کر کے خود بھی ان کے ساتھ موت کا جام پی لینا چاہیے تھا؟ ایسی صورت میں یہ چار پانچ آدمی بھی ختم ہو جاتے جن کی زندگی مجھ سے وابستہ تھی اور تاریک براعظم کے شب و روز میں کوئی فرق واقع نہ ہوتا۔ میں سرد ہو جاتا تو کسی تبدیلی، کسی سرگرمی کے سارے سوراخ بند ہو جاتے۔ میں کوئی دلیل نہیں دے رہا ہوں۔ میں کوئی جواز تلاش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے اس موضوع پر بہت سوچا تھا اور میں وہ تلخ حقائق بیان کر رہا ہوں جن سے مجھے محسوس کرنے والے ابھی کبھی دوچار ہو سکتے ہیں۔

اس دن بارہ بجے آہ، وقت پہ میری نگاہ تھی۔ وقت میرے ہاتھ میں تھا۔ بارہ بجے میں نے اعلان کیا کہ دو روز بعد جزیرہ توری میں جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے جشن میں اجنبی لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

وقت گزر رہا تھا۔ میرے سامنے گزر رہا تھا۔ ٹک ٹک ٹک۔ یکساں رفتار سے۔ میں نے دیکھا سوئی نے ایک چکر کاٹ لیا ہے۔ پھر دوسرا چکر، تیسرا چکر۔ میں نے مشروب حیات نوش نہیں کیا تھا جو میں وقت کا یا انتہا پاؤں سے نکل دیتا۔ میں نے نظر ثانی کی اور سوراں کی اقامت گاہ کی

طرف روانہ ہوا۔ میں اس کی خدمت میں یہ گھڑی پیش کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اس کی عبادت گاہ میں داخل ہوا تو وہ میری جانب لپکا میں نے اسے اپنی آوازیں محصور کرنے کے لیے اشارہ کیا۔ سورال نے بھڑکتی ہوئی آگ میں سیال مادہ جھونک دیا اور جب دھواں ہمارے چاروں طرف پھیل گیا تو میں نے اس کی خدمت میں مہذب دنیا کا تحفہ پیش کیا۔ وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا میں نے اسے وقت کا گورکھ دھندا سمجھایا۔ سورال کے چہرے پر اضطراب طاری تھا وہ کچھ اور باتیں کرنا چاہتا تھا، اس نے گھڑی ایک طرف رکھ دی۔ میں نے قصر اقابلا میں پیش آنے والے واقعے سے اسے آگاہ کیا۔ وہ حیرت میں پڑ گیا اور اس نے میرے قریب آ کر میری آنکھیں اس طرح دیکھنی شروع کیں۔ جیسے ان میں کوئی کنکر پڑ گیا ہو۔ پھر وہ میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور ایک طرف بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ ''جابر بن یوسف ''وہ غنودگی کے عالم میں بولا۔ ''تم جانتے ہو کہ میں تمہارا اتالیق ہوں اور تمہیں میری تربیت اور تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔''

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں اور اپنے محسن کا دل سے احترام کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میری بات سنو۔ تمہارا اتالیق ہونے کی حیثیت سے میں تم سے وفاداری اور اطاعت شعاری کا عہد لینا چاہتا ہوں۔''

''میں کئی بار اس کا اظہار کر چکا ہوں کہ میں اس سرزمین میں تم سے کتنا قریب ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی ترام کی شادی مجھ سے ہوئی تھی۔ سب سے پہلے تمہی نے مجھے اس جزیرے پر پناہ دی تھی۔ کیا میرے گزشتہ عہد کی تجدید کی پھر ضرورت پڑ گئی؟''

''میں جارا کا کی مقدس روح کو درمیان میں لانا چاہتا ہوں۔ کیا تم آمادہ ہو؟'' اس نے زور دے کر کہا۔

''کیا کاہن اعظم کو مجھ پر کوئی شبہ ہے؟'' میں نے ناراضگی سے کہا۔ ''اے مقدس کاہن! مجھے حکم دے کر دیکھو۔''

''میں ایک رسمی عہد چاہتا ہوں۔'' کاہن نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''تم جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر لو لیکن کیا یہ کام اس وقت ضروری ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں تم شاید کچھ اور سنانا چاہتے ہو۔''

''ہاں۔ شاید کاہن اعظم کے علم میں ہو یا شاید اس نے گزشتہ دن عبادت میں گزار دیا ہو۔ میں تمہیں بتاؤں۔'' میں نے کل دریافت ہونے والے غار کی پوری روداد اسے سنا دی۔ وہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اور کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر اس نے کہا۔ ''کیا تم وہ غار مجھے دکھا سکتے ہو؟''

''کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے مقدس کاہن اسے دیکھ کر خوش ہو گا۔''

کاہن اعظم کا تجسس ناقابل فہم تھا۔ ہم دونوں اسی وقت گھنے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی دھوپ تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ چار بج رہے تھے۔ رات ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی تھے۔ میرے ذہن میں اس وقت اجنبی لڑکیاں تھیں۔ میں انھیں قریب بٹھا کر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایرانی اور امریکی لڑکیاں میرے حواس پر چھائی ہوئی تھیں۔ بہت دنوں بعد ایک رات آئی تھی جس کا مجھے انتظار تھا۔ غار کی تلاش میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ کاہن کی تجسس نگاہیں دہانے پر لگی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں نے مل کر دہانہ صاف کیا اور اندر داخل ہو گئے میں نے شیانی سامنے کر لی۔ کاہن اعظم دیر تک غار کے ایک ایک کمرے اور نوادر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر جب اس نے بوڑھے شخص کی لاش دیکھی تو وہ جھک گیا۔ پھر کاہن اعظم کسی ایسے

کمرے میں گھس گیا جو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔ غار اچھی طرح دیکھ کر ہم پھر باہر آ گئے اور میں اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر تردد صاف نظر آ رہا تھا۔

''تم نے اسے کیسے مارا؟'' اس نے سوال کیا۔

میں نے پھر پورا واقعہ دہرا دیا۔ وہ توجہ سے سنتا رہا۔ ''کیا میں نے کوئی غلطی کی؟ مگر میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔''

''یہ اس برگزیدہ شخص نے کیا کیا۔ وہ صحرائے زارشی جانے کے لیے تڑپ رہا تھا؟ اسے انتظار کرنا چاہیے تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میرے سوال پر کاہن اعظم سنبھل گیا۔

''کچھ نہیں۔ جابر بن یوسف ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے۔'' وہ جھنجلا کر بولا۔

میں سمجھ گیا۔ وہ کھلی فضا میں گفتگو سے گریز کر رہا ہے۔ ''کیا تم مجھے ان نوادر کی تربیت دو گے؟ کیا یہ چیزیں اب میری ملکیت ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصراً کہا اور جنگل کے کنارے مجھ سے جدا ہونے لگا۔ میں نے چلتے چلتے اس سے اجنبی لوگوں کے مستقبل کے بارے میں رائے پوچھی تو اس نے بھی وہی کہا جو اقابلا نے کہا تھا۔ کاہن اعظم غار کے ملاحظے کے بعد کچھ حواس باختہ سا نظر آ رہا تھا اور مجھے اس کے حواس باختگی پر لطف آ رہا تھا۔

جنگل میں اسے چھوڑ کر میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے پاس گیا۔ سرنگا میری آمد کا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے دہانے پر دیوی کا پہرا لگوا دیا اور مجھ سے کہا۔ ''تم چند خبریں لے کر آئے ہو مگر میں مختصر کلامی پسند کروں گا۔'' میں ایک طویل گفتگو کے لیے اس کے پاس آیا تھا لیکن سرنگا نے مجھے بحث و مباحثہ سے منع کیا۔ میں نے مختصراً اسے قصر اقابلا کی روداد سنائی۔ اس نے بھی سرزنش کی اور مشورہ دیا کہ مجھے توری کی وہ جڑی بوٹیاں استعمال کرنی چاہئیں جن سے جذبات کی آتش فشانی سرد کی جا سکتی ہے۔ اس نے ایک سردار، ایک مقتدر شخص کے اوصاف پیدا کرنے پر زور دیا اور کہا کہ مجھے اپنا اعتماد بحال کرنے کے لیے غیر معمولی قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ میں نے اسے جزیرہ توری میں آنے والے لوگوں کے بارے میں رائے طلب کی تو وہ افسردگی اور اضمحلال سے بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمہیں معلوم ہے میں نے ڈاکٹر جواد کی جاں بخشی کی منت کی تھی مگر تم نے جو سوچ رکھا ہے وہی ایک صحیح اور راست اقدام ہے۔'' اس نے ایک جھرجھری لی۔ ''میں ضرور اس خونیں تماشے میں شریک ہوں گا۔''

پھر میں نے غار کی دریافت کا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔ سوال کی طرح سرنگا نے بھی اس واقعے میں گہری دلچسپی لی اور اس نے مجھ اسی وقت اس غار میں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں بہت تھکا ہوا تھا میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ایک گھڑی میں نے سرنگا کو دے دی۔ اس نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور کہنے لگا۔ ''سیدی جابر! تم پر ایک بہت بڑی ذمے داری آ پڑی ہے۔ متمدن دنیا کے لوگوں سے نسبت کر تمہیں اس غار کی طرف توجہ دینی ہے۔ تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے کہ تم نے کتنی بڑی مہم سر انجام دی ہے۔ آہ اگر وہ بوڑھا ریچھ اتنی کڑی ریاضت کے بعد ایک غلطی نہ کر بیٹھتا تو مجھے تمہاری صورت دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ کون جانے پھر کیا ہوتا۔''

''اس نے کیا غلطی کی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''وہ تمہارے نو اور خصوصاً شپالی دیکھ کر اپنا منصب بھول گیا ہوگا۔ اس نے حرص کی اور اپنے آپ کو کھو دیا۔''

سرنگا نے اپنی دیوی کو اشارہ کیا، غار کا دہانہ خالی ہوگیا۔ سرنگا حسبِ معمول اقابلا کی تعریف و توصیف میں مصروف ہوگیا۔ میں بھی اقابلا کے حسن و جمال اور اس کی نوازشوں کا ذکر کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ توری کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مجھے فزارہ وزارے نے گھیر لیا۔ رات شروع ہو چکی تھی۔ رات کا ہنگامہ گرم ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے مکان جانے کے بجائے اس جھونپڑی کا رخ کیا۔ جہاں میرے حکم کے مطابق جزیرہ توری پر آنے والی لڑکیاں قید کی گئی تھیں۔ پہرے دار نے مجھے راستہ دیا اور میں اس کے ہاتھ سے مشعل لے کر اندر داخل ہوگیا۔ یہ جھونپڑی عام جھونپڑیوں سے بڑی تھی۔ اس میں پہلے سے مشعلیں روشن تھیں۔ اندر میں نے ایک ہوش ربا نظارہ دیکھا۔ توری کی عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔

ایرانی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے اس سے میں نے مقامی زبان میں نرمی سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے جان بوجھ کر ایسا لہجہ اختیار کیا کہ وہ نام پوچھنے کا مطلب سمجھ لے۔ اس نے کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ میں نے سوال دہرایا۔ امریکی لڑکی نے کہا۔ ''شاید وہ نام پوچھ رہا ہے۔ اس وحشی کی سمجھ میں تمہارا نام آجائے گا؟'' اس نے طنز کیا۔ ''بتا دو میری مظلوم لڑکی بتا دو۔ ممکن ہے وہ یہی پوچھ رہا ہو۔''

''فروزیں۔'' ایرانی لڑکی نے سہم کر کہا۔

میں نے باری باری سب کی طرف اشارہ کیا۔

ایک عورت نے اپنا نام جولیا اس کے برابر بیٹھی ہوئی جرمن (غالباً) لڑکی نے اپنا نام مارشا بتایا۔

میں نے امریکی کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ ''جینا۔'' وہ نرمی سے بولی۔ فروزیں، جولیا، مارشا، جینا۔ میں نے دانستہ تلفظ بگاڑ دیا۔ ''اس نے نام کتنی جلدی یاد کر لیے۔'' جولیا نے کہا۔

میں نے توری کی لڑکیوں سے کہا کہ وہ ان کے لیے اعلیٰ غذاؤں کا اہتمام کریں۔ انہوں نے شکایت کی کہ ان لڑکیوں نے کپڑے اتارنے اور اپنے جسم کی مالش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میرے حکم پر فوراً عمل کیا گیا۔ ان کے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کر دیا گیا۔ انہوں نے میری طرف تشکر اور حیرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ پہلی مرتبہ ممنونیت کے آنسو ان کے چہروں پر رقص کرنے لگے۔ میں ان کے حسن کا تذکرہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں صبح کی ان لڑکیوں اور اس وقت کی لڑکیوں میں نمایاں فرق ہوگیا تھا۔ ان کے بدن چمک رہے تھے۔ ان کی جلد صاف تھی اور خدوخال بیحد دلکش اور تیکھے تھے۔ میں فروزیں کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے یہ خیال ترک کر دیا۔ ان کی سہمی ہوئی نگاہوں نے میرے اندر کے سوتے ہوئے آدمی کو متاثر کر دیا تھا۔ میں اس وقت وہاں سے چلا آیا اور میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر رقص و سرود میں آدھی رات گزار دی۔ میں سرینا کے سونے کا انتظار کر رہا تھا۔

علی الصباح جب سرینا سو رہی تھی۔ میں اپنے مکان سے جنگل کی صبح کا نظارہ کرنے کے لیے چل پڑا۔ اصل میں میرا مقصد یہ تھا کہ سرینا

میرے سامنے اس وقت تک نہ آئے جب تک اجنبیوں کے سلسلے میں ہونے والا جشن ختم نہ ہو جائے.......تو ری قبیلہ سویا پڑا تھا.......میں آگے نکل گیا لیکن اس صبح مجھے جنگل کے پرندوں، درندوں کے ساتھ وقت گزاری کا دلچسپ مشغلہ ادھورا چھوڑنا پڑا۔ اس لیے کہ زارے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور اس نے یہ دلچسپ خبر سنائی کہ تھوڑی دیر پہلے گویا صبح کاذب کے وقت اجنبیوں نے اپنے پہرے داروں پر حملہ کر دیا اور دو کو موقع پر ختم کر کے جنگل میں گم ہو گئے۔ ان میں پانچ آدمی دوبارہ گرفتار کر لیے گئے ہیں، باقی دو گھنے جنگل میں کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ زارے اپنے سردار کے سامنے بہت خفیف تھا۔ یہ خبر سن کر میرا قہقہہ نکل گیا۔ ''فرار.......'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''فرار.......تاریک براعظم کی سرزمین سے؟''

''ہاں معزز سردار لیکن ہم انھیں جلد پکڑ لیں گے۔''

''نہیں وہ خود تمہارے پاس آجائیں گے اور اگر وہ کل تک نہ آئے تو ایک اور جشن برپا ہوگا۔ زارے اتم اطمینان سے اپنے قبیلے میں جاؤ اور کل منعقد ہونے والے جشن کی تیاری کرو۔ یہ جشن قربانی اسے تزک و احتشام سے منایا جائے کہ جارا کا کی مقدس روح نہال ہو جائے۔''

زارے کے ساتھ میں بھی آبادی میں واپس آگیا اور زارے کی زمین کی طرف چل پڑا جو کبھی شوالا کے زیر نگیں تھی۔ میں دن بھر وہاں رہا اور دن بھر زارے کی عورتیں اور جوانان رعنا میری خدمت میں مستعد رہے۔ میں نے سوروال کو کل کے جشن میں شریک ہونے کے لیے ایک پیغام بھیجا۔ رات کو میں فراروکی زمین پر چلا آیا جہاں میرا مکان تھا۔ اجنبی اسیر ابھی تک مفرور تھے۔ میری حالت عجیب تھی.......میں خود فرار ہو رہا تھا.......ادھر ادھر، خالی خالی.......میں اپنے اندر مفرور تھا۔ مجھے کل کا انتظار تھا۔

☆==========☆==========☆

تساؤ کے آدم خور

تساؤ کے آدم خور.......شکاریات کے موضوع پر ایک مستند کتاب اور حقائق پر مبنی سچا واقعہ.......یوگنڈا (کینیا) کے دو خونخوار شیر جو آدم خور بن گئے تھے.......ایک سال کی قلیل مدت میں 140 انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے والے تساؤ کے آدم خور.......جنہوں نے یوگنڈا میں بچھنے والی ریلوے لائن کا کام کھٹائی میں ڈال دیا تھا۔ جو لومڑی سے زیادہ مکار تھے اور چھلاوہ کی طرح غائب ہو جاتے تھے۔ اس سچے واقعے پر انگلش فلم ''Ghost & The Darkness'' بھی بنائی گئی۔ جان ہنری پیٹرسن (فوجی اور ریلوے لائن کا م کا انچارج) کی کتاب (The Man-Eaters of Tsavo) کا اُردو ترجمہ کتاب گھر پر شکاریات سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور کل آ گئی۔ توری کے وسیع میدان میں ہنگامہ برپا تھا دونوں قبیلوں کی عورتیں اور مرد یک جا تھے اور ان اسیروں کو دیکھ دیکھ کر شور مچا رہے تھے جو میدان کے درمیان درختوں کے تنوں سے بندھے بے بس کھڑے تھے۔ میری نشست کے لیے ایک اونچے چبوترے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ توری کے دوسرے معززین نے آج اپنے جسم نئے انداز سے رنگے تھے۔ قربانی کی رسموں میں حصہ لینے والے جوانوں کی ٹولی بڑی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ ان کے سیاہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ انہوں نے اپنے نیزے بلند کر رکھے تھے اور دائرے کی صورت میں ناچ رہے تھے۔ میں مقررہ وقت پر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ سرنگا وہاں پہلے سے موجود تھا۔ پھر کاہن اعظم سمورال کی آمد کا غلغلہ ہوا اور ہجوم مودب کھڑا ہو گیا۔ سمورال نے بھی ایک اونچی نشست پر جگہ سنبھال لی۔ فزارو اور زارے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ سمورال کے بیٹھتے ہی نقاروں کا زور بڑھ گیا۔ ننگ دھڑنگ وحشی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے گا رہے تھے اور اپنی زمینوں کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ میری بلند اقبالی اور سرفرازی کے لیے بار بار میرا نام لیتے تھے اور مجھے توری کے قوانین کی پیروی کے لیے تلقین کر رہے تھے۔

اور میرے سامنے دو اسیر تھے جن کا جرم یہ تھا کہ وہ موت سے جدوجہد کرتے ہوئے سمندر کی آدم خور لہریں پھاڑ کر ادھر توری کی پراسرار زمین پر زندگی کی تلاش میں آ نکلے تھے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں توری کا سردار تھا۔ میں ایک سردار تھا چنانچہ مجھے توری کی روایتوں کے مطابق ان کا خون دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ ہماری بات دوسری تھی۔ جب ہم یہاں آئے تھے تو ہمارے بیشتر رفقا مارے گئے تھے۔ مردوں میں صرف ڈاکٹر جواد، میں اور سرنگا بچے تھے۔ سرنگا اپنے علم و فضل اور دیوی کی مدد سے، میں اپنی شجاعت و ذہانت کے بل پر اور ڈاکٹر جواد نے طبیب ہونے کے باعث امان پائی تھی۔ اتنی مدت گزرنے کے بعد امان بھی نہیں تھی۔ میں نے صدق دل سے اس سرزمین میں سحر و اسرار سے مفاہمت کر لی تھی کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا جس کے نظیر مہذب دنیا پیش نہیں کر سکتی۔

وحشیوں کے درمیان درختوں کے تنے سے بھیڑوں بکریوں کی طرح بندھے ہوئے یہ لوگ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوتے وقت بڑے دل گیر اور اداس نظر آتے تھے۔ ان کی جلدیں چند دنوں کے اندر ہی اپنی چمک کھو چکی تھیں۔ سریتا کی نظریں انھی پر جمی ہوئی تھیں۔ ہاں سمورال اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی بھی میری طرف دیکھ لیتا تھا۔ سریتا میری نشست سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ میں نے دانستہ اس کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔

سب سے پہلے میرے حکم پر قیدی لباس سے آزاد کیے گئے۔ مردوں نے کسی چوں و چرا کے بغیر اپنے جسم برہنہ کر لیے۔ مخصوص دستے کے افراد نے انہیں اپنے نیزوں کے حلقے میں لے رکھا تھا۔ میں نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں انھیں جرائم سے آگاہ کیا، پھر انھیں اپنے منتخب آدمیوں سے مقابلے کی دعوت دی لیکن وہ بری طرح خائف تھے۔ ان کے چہرے زرد تھے۔ وہ مقابلے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہاں ان میں کوئی جابر بن یوسف ہوتا تو ایسی موت ہرگز نہ مرتا۔۔۔ وہ بار بار رحم کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن ان میں سے ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس نے اب تک بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جو مقامی زبان میں کسی قدر رشد بد رکھتا تھا۔ اس کے قویٰ مضبوط تھے، وجاہت اور صحت کے اعتبار سے بھی وہ دوسرے اسیروں سے برتر تھا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا اور اچانک کھڑے ہو کر فزارو کو حکم دیا کہ مردوں کے جسموں میں نیزوں سے سوراخ کر کے ان کا خون اکٹھا کیا جائے، پھر جارا کا کی مقدس کھوپڑیوں کو ان کے خون سے غسل دینے کی مقدس رسم ادا کی جائے۔

میرے حکم کی دیر تھی۔

قربانی کی رسم میں حصہ لینے والے لوگوں کی ٹولی پہلے ہی پوری طرح چاق و چوبند تھی ان کے سیاہ برہنہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ نیزوں کی انیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ دائرے کی صورت میں ڈھول اور تاشوں کی تھاپ پر وحشیانہ رقص کرتے ہوئے مقدس قربانی کے مخصوص جملے ایک ساتھ ادا کر رہے تھے۔ جارا کا کام کی کھوپڑی ایک اونچے پتھر پر ایستادہ تھی جس کے نیچے ایک بڑا سا کڑھاؤ جیسا برتن رکھا تھا۔ میں اونچی نشست پر ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ ان کی موت میرے ہاتھ کی جنبش کی منتظر تھی۔ میں نے ان پانچوں اسیروں کو دیکھا۔ مہذب دنیا کے یہ لوگ تصویر عبرت بنے کھڑے تھے۔ کاش میں ان کی نجات کا حکم دے سکتا مگر میں ایک با اختیار شخص ہونے کے باوجود بہت بے اختیار آدمی تھا۔

ان کی نجات میری ہلاکت تھی اور میری ہلاکت کے بعد بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہیں گے۔ انہیں مرنا ہی تھا کیونکہ وہ بحر و افسوں کی سرزمین پر آ گئے تھے اور یہی اچھا بھی تھا کہ وہ مر جاتے۔ کیونکہ زندگی کے اس ہولناک تجربے سے گزرنے کے بعد ان کے پاس اسے بیان کرنے کا وقت بھی نہ رہتا۔ دراصل وہ اسی دن مر گئے تھے جب طوفانی موجوں نے ان کا جہاز اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اب تو ان کے جنازوں کی رسم ان کے سامنے ادا ہونی تھی۔ میں نے سوراال اور سرنگا کی طرف دیکھا پھر میری نظریں خود بخود آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے جابر بن یوسف کو مجبور کیا کہ وہ اپنا ہاتھ نیچے گرا دے۔ جابر بن یوسف نے مجبوراً ایسا ہی کیا اور میرے دل میں ایک لمحے کے لئے رحم کے جو فاسد خیالات آئے تھے میں نے ان سے کنارہ کشی کی اور اپنے برہنہ جسم اور اپنے گلے میں لٹکتے ہوئے تواور کی طرف نگاہ کی۔ میں جابر بن یوسف کے خول سے جزیرہ توری کے سردار کی شکل میں جلد ہی واپس آ گیا میرے ہاتھ کی جنبش نے رقص میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور توری کے مغلوب الغضب لوگوں کا دائرہ اجنبیوں کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ اجنبی اسیر گڑگڑانے لگے مگر ایک قیدی، ایک نوجوان قیدی ابھی تک گنگ کھڑا تھا۔ اس نے کسی بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ حسرت اور حیرت سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی میرے بیٹھتے ہی لوگوں کی ایک ٹولی اپنے نیزے لہراتی ہوئی اسیروں پر ٹوٹ پڑی۔ انہیں گھسیٹ کر اس مقام پر لایا گیا جہاں جارا کا کی کھوپڑی اور ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا۔ ایک ادھیڑ عمر قیدی سب سے زیادہ شور مچا رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے گھسیٹ کر برتن پر اس طرح اوندھا کر دیا گیا کہ اس کا سر برتن کے اندر ہو جائے۔ اس کے بعد جو شخص بھی رقص کرتا ہوا اس کے قریب سے گزرا اس نے نیزے سے قیدی کا جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ چار اشخاص اسے پکڑے ہوئے تھے۔ زخمی شخص پچھاڑیں کھا رہا تھا لیکن اس کی ہر چیخ نیزے چبھونے والے افراد کے غضب میں اور شدت پیدا کر دیتی۔ جب نیزوں سے اس کا جسم بالکل چھلنی ہو گیا تو نوجوانوں نے باری باری آگے بڑھ کر اس کی گردن پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ ہر وار پر قیدی کا جسم اس طرح تڑپ جاتا جیسے اسے بجلی کے جھٹکے دیئے جا رہے ہوں پھر قیدی کی سانس ٹوٹنے سے پہلے اسے پیروں سے پکڑ کر برتن میں الٹ دیا گیا تاکہ اس کا سارا خون برتن میں جمع ہو جائے۔ کچھ ہی دیر میں ادھیڑ عمر کے قیدی کا جسم خون سے خالی ہو گیا اور اسے زندگی سے بھی نجات مل گئی۔ پھر اس کا جسم میدان میں پھینک دیا گیا۔ برتن میں نہایت احترام سے جارا کا کی کھوپڑی ڈال دی گئی اور خون میں نہلانے کے بعد دوبارہ اونچے پتھر پر رکھ دی گئی۔

زارے اور فرار و تیزی سے ہجوم چیر کر برتن کے قریب پہنچے اور انہوں نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال کر چلوؤں سے خون چکھا اور پھر زمین

پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میری اور سورال اور سرنگا کی خدمت میں خون کا جام پیش کیا گیا۔ میں نے سرنگا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سرنگا کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ہیجان برپا تھا لیکن اس نے نہایت سکون کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کر کے جام اٹھایا اور آنکھیں بند کئے کیسے اسے ہونٹوں تک لے گیا۔ میں نے اور سورال نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اوحیڑ عمر مہذب اجنبی کے تازہ خون کا جام نوش کیا پھر اس متبرک خون سے سارے ہجوم کو فیض یاب ہونے کا اشارہ کیا قبیلے کے تمام افراد ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ہر شخص خون کا ایک قطرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ برتن ہجوم کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ عورتیں اور مرد چیخ پکار کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں تھے۔ لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں ایک ایک قطرہ نصیب ہونا بھی مشکل تھا، بہت سے لوگ برتن تک نہیں پہنچ سکے اور مایوس ہو کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ برتن اب خشک ہو چکا تھا۔

جارا کاکا کی اس متبرک قربانی کے وقت خون کے قطرے تقسیم نہیں کیے جاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا جو بازی لے جاتا، وہ خون کے زائد قطرے حاصل کر لیتا، جس نے اپنا دامن اس مقدس سیال سے تر کیا، اس نے جارا کاکا کی روح سے قربت حاصل کر لی۔ خون کے بڑے برتن کے گرد ابھی تک چھینا جھپٹی ہو رہی تھی حالانکہ اس میں ایک قطرہ خون باقی نہیں رہا تھا۔ جو آگے تھے وہ جھک کر اپنی زبانوں سے چاٹ رہے تھے۔

پھر دوسرا قیدی لایا گیا، وہ یہ منظر دیکھ کر پہلے ہی نیم جاں ہو چکا تھا، اس کی آنکھیں وحشت سے باہر نکل آئی تھیں اور چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ اس کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا، وحشی مقامی نوجوان جو اولین قیدی کے خون سے مست ہو گئے تھے وہ اب اور زیادہ سرشوری کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسرے قیدی کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ اس کے گرم خون میں بھی جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا۔ اور میری اور سورال اور سرنگا کی خدمت میں اس کا لبالب جام پیش کیا گیا۔ پھر وہی طوفان اٹھا اور چشم زدن میں خون کا برتن پھر خالی ہو گیا۔ تیسرا شخص، چوتھا شخص، یکے بعد دیگرے چاروں اشخاص کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا، ہر بار قبیلے کے لوگ برتن خالی ہو جانے کے بعد جارا کاکا کی روحانی عظمتوں کے متعلق توری کی زبان کے بہترین لفظ ادا کرتے، یہ شاعری نہیں تھی مگر لفظوں کا ایسا مرکب تھا جس میں آہنگ تھا، ترنم تھا اور گرج، چمک تھی۔ ساری شعری خوبیاں موجود تھیں، یہ دن توری میں جارا کاکا کی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت کا دن تھا کیونکہ دیوتا نے خود اپنے لیے قربانی کا سامان فراہم کیا تھا۔ میری نظریں اس آخری قیدی پر مرکوز تھیں جو نہ کپکپا رہا تھا، نہ فریاد کر رہا تھا۔ نوجوانوں کا گروہ وحشت ناک انداز میں رقص کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے مقتل تک لاتے وہ از خود قدم بڑھاتا ہوا گڑھے کے قریب جا کر ٹھہر گیا۔ اس کی یہ جسارت میری نظریں چکا چوند کر گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف و دہشت کے بجائے خون جھلک رہا تھا۔ اس کی دلیری دیکھ کر نوجوانوں کے گروہ کا رقص اور تیز ہو گیا۔ مقتل میری نگاہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ وہ قد و جسامت اور رنگ کے اعتبار سے ایک دلکش اور قابل رشک صحت کا نوجوان تھا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے پھر جارا کاکا کی عبادت کی رسمیں ادا کی گئیں لیکن وہ اپنی جگہ ثابت قدم کھڑا رہا۔ میں نے سورال کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا، سرنگا پہلو بدل رہا تھا اور اس آخری قیدی کو والہانہ انداز سے دیکھ رہا تھا، میں نے اشارہ کیا، چار افراد آگے بڑھ کر نوجوان کی جانب بڑھے تاکہ اسے پچھاڑ کر برتن میں اوندھا کر سکیں لیکن اس

http://kitaabghar.com

لمبے نوجوان چیخ پڑا، خون کی تمازت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے آدمیوں کو حقارت سے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ شاید یہ بدقسمت نوجوان مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ یہ کھیل جاراکاکا کی مقدس روح کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوتا۔ قبیلے کے لوگ اور خون خوار ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے نیزے نوجوان کے جسم کو نشانہ بنا دیتے مگر میں نے بلند آواز میں انھیں روکا اور اپنی نشست سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا، نوجوان کی مضطرب آنکھیں میرے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے رحم کی درخواست کے بجائے نفرت کا اظہار نمایاں تھا، چہرہ ولہولہو تھا اور اس کا جسم پھڑک رہا تھا، میں اس کے قریب جا کر تھم گیا۔ ''کیا چاہتے ہو؟'' میں نے اسے سرد آواز میں مخاطب کیا۔

''میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا کیونکہ تم ایک ایسے جانور ہو جسے اتفاق سے بولنا آتا ہے۔'' اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں زہر خند سے جواب دیا۔ ''درندوں سے زندگی کی بھیک مانگنا فضول ہے۔ لاؤ مجھے اپنا خنجر دے دو۔''

''خوب! گویا تم مقابلے پر آمادہ ہو؟'' میں نے سرد مہری سے کہا۔ ''میرے قبیلے کے افراد اس کھیل سے لطف اندوز ہوں گے۔''

''آہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں مقابلہ جیت بھی گیا تو تم میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرو گے۔ میں غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تمھارے لہجے سے گستاخی کی بو آتی ہے۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''اجنبی نوجوان! تم خوش قسمت ہو کہ تمھیں ایک متبرک موت نصیب ہو رہی ہے۔ تم اس سرزمین میں جاراکاکا کی عظیم روح پر قربان ہو رہے ہو، جاراکاکا کی روح تمھاری اس قربانی سے خوش ہو گی اور تمھیں جلد ہی زندگی کی اذیتوں سے نجات مل جائے گی۔''

''میں اپنے آپ کو قربان کر رہا ہوں، اے سنگ دل سردار! تمھیں اپنے دیوتا کے لیے میرا خون درکار ہے نا! میں یہ خون اپنے ہاتھوں سے فراہم کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت تم سیاہ فام درندوں کے غلیظ ہاتھ میرے جسم سے لگیں، کیا کوئی شخص خود اپنے آپ کو قربان نہیں کر سکتا؟'' اس نے جرات سے کہا۔

''یہاں تمھیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق، دیوتاؤں، مقدس اقابلا اور سردار کو ہے۔ جس زمین پر تم کھڑے ہو، وہ تمھاری زمین سے مختلف ہے۔ البتہ اگر تمھاری خواہش کو درخواست کا درجہ دیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ تم قربانی کے لیے منتخب کر لیے گئے ہو۔ یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' نوجوان نے طنزاً کہا۔ ''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے وحشیوں کو اپنے نیزے آزمانے کا حکم دو، میری زبان بند رہے گی۔''

کاش اس نوجوان کو معلوم ہوتا کہ میں اس کے حق میں زندگی کا مژدہ سنانے کے لیے کس قدر مضطرب ہوں۔ اس کی دلیری نے مجھے متاثر کیا مگر میرے متاثر ہونے سے کیا ہو سکتا تھا؟ تاریک براعظم کے قانون کا احترام مجھ پر فرض تھا، میری زبان کی ایک معمولی سی لغزش مجھے مقدس اقابلا کی نظروں میں گرا سکتی تھی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے ننگ دھڑنگ وحشی درندے میرے اشارے کے منتظر تھے۔ قبیلے کے لوگوں کی آوازیں مدھم

پڑ چکی تھیں، انہیں بے چینی سے میرے فیصلے کا انتظار تھا۔ میں مہذب دنیا کے نوجوان کے سامنے ایک درندے کی حیثیت سے کھڑا تھا، درندوں کے فیصلوں میں کسی لچک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں چند ثانیوں تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔ ''تمھاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔''

میں نے اپنا خنجر نکال کر اس کی جانب اچھال دیا۔ مشتعل گروہ میرا اشارہ پا کر پیچھے ہٹ گیا، انہیں میرے فیصلے سے مایوسی ہوئی تھی لیکن میری ہیبت انہیں خاموشی اور اطاعت پر مجبور کر رہی تھی۔

''میری روح تمہارا یہ احسان یاد رکھے گی۔'' نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے جواب دیا، پھر خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کر کے آسمانوں کی سمت دیکھتے ہوئے پر اعتماد لہجے میں بولا۔ ''اے مقدس جاراکاکا کی عظیم روح! میں تجھ سے ناآشنا ہوں اور تو میرے قلب سے آشنا ہے۔ تیرے عبادت گزار میرا خون طلب کر رہے ہیں۔ میں انہیں اپنا خون پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھے زندگی دی جاتی تو میں یہاں کا سب سے بڑا عبادت گزار ہوتا لیکن تیری خوشنودی اگر میری قربانی میں پنہاں ہے تو یہی سہی۔ میں اپنی جان تیری مقدس روح کی نذر کرتا ہوں۔'' نوجوان کا لہجہ میرے لہجے کی طرح فصیح نہیں تھا اس لیے کہ وہ مقامی زبان سے بہت معمولی واقفیت رکھتا تھا لیکن اس نے جس جرات اور دلیری سے مرتے وقت یہ اعلان کیا۔ اس نے سب کو چونکا دیا۔ نوجوان کے اس جذباتی انداز اور مسکراتے ہوئے چہرے نے مجھے کشمکش و پیچ کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ایک جھٹکے سے خنجر اپنے پیٹ میں اتار لیا۔ میری آنکھیں بچ گئیں۔ لیکن اسی وقت فضا میں ایک شدید تڑاکا ہوا، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول لیں۔ نوجوان کا ہاتھ اس کے پیٹ پر ٹکا ہوا تھا اور وہ سکتے کی حالت سے دوچار تھا۔ میرے قبیلے کے افراد اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے اطراف میں نظر ڈالی۔ یہی حال سمورال اور سرنگا کا تھا۔ اچانک میری نظر آسمان پر گئی اور میں تیزی سے پیچھے ہٹ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ کھلے آسمان سے سیاہ ذرات کا بھنور نیچے اتر رہا تھا، یہ جاراکاکا کی روح کی آمد کے آثار تھے۔ نوجوان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ پتھر کی طرح اپنی جگہ ساکت وجامد کھڑا تھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور ہر لمحے اس کے قریب تر ہو رہا تھا، اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی، اپنی جگہ جما کھڑا رہا، مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں سیاہ ذرات کی آندھی کا کرشمہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ نوجوان کا جسم اس کی زد پر آ کے راکھ بن جاتا۔ میں نے سیاہ ذرات کا بھنور نوجوان کے سینے پر رکتے دیکھا تو نگاہیں زمین پر جھکا لیں۔ میرے قبیلے کے تمام افراد زمین بوس تھے، ہر طرف ایک ہولناک سکوت طاری تھا، میں سر جھکائے زمین کی چھاتی سے چمٹا رہا۔ لمحوں میں کیا ہو جائے؟ یہ کسی کو خبر نہیں تھی۔ میں چند لمحوں تک نظریں جھکائے خاموش پڑا رہا۔ پھر جب فضا سے ذروں کی بھن بھناہٹ کی مخصوص آواز دور ہونے لگی اور میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھوں پر دھند چھا گئی! مہذب نوجوان راکھ کے ڈھیر کی بجائے اپنی جگہ صحیح سلامت کھڑا تھا، اس کا خنجر دور پڑا تھا اور جس برتن میں مقدس کھوپڑی کو غسل دینے کی خاطر انسانی خون جمع کیا گیا تھا، اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا، ابھی میں اس اسرار پر ششدر ہی تھا کہ سمورال تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

''جزیرہ توری کے مقدس کاہن! اسرار کا پردہ چاک کر۔'' میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا مجھ سے پھر کوئی لغزش سرزد ہو گئی؟''

''جابر بن یوسف! تمہارے اعتماد کو کیا ہو گیا؟ سنو اے مرد توانا!'' سمورال کنکھیوں سے نوجوان کی سمت دیکھ کر بولا۔ ''مقدس جاراکاکا کی عظیم روح نے قربانیاں قبول کر لی ہیں، تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔''

''پھر یہ نوجوان قیدی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے زندگی بخش دی گئی ہے۔'' سمورال نے جواب دیا۔ ''کون جانتا ہے، کہ جاراکاکا کی روح کب اور کس پر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اس نوجوان نے جرات کا ثبوت دیا تھا، جرات جاراکاکا کو پسند ہے۔''

یقیناً اس کا فیصلہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔'' میں نے نیازمندی سے کہا اور حیرت سے نوجوان کی طرف دیکھا جو ابھی تک سراسیمہ کھڑا تھا۔ وہ میری اور سمورال کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں ہجوم ابھی تک دم بخود تھا۔ قربانی کی رسم ادا کرنے والا گروہ اپنے نیزے پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ ''اے خوش بخت شخص!'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''مژدہ ہو کہ جاراکاکا کی مقدس روح نے تجھے زندگی کی نوید دی ہے اب تو ہمارے لوگوں میں شامل ہے اور اس زمین پر تیرا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا ان عبادت گزاروں کا۔'' میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یاد رکھ۔ جاراکاکا نے اس زمین پر ایک سردار مقرر کیا ہے جو مقدس اقابلا کا غلام ہے۔ وہ سردار دیوتاؤں کے برگزیدہ لوگوں کے سوا سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تیرے لیے لازم ہے کہ تو سرداری اور تاریک براعظم کے مقدس رسم و رواج کی پابندی کرے، تو ایک جانور ہے، اگر تو نے اپنے ریوڑ سے سرکشی کی تو ہمیشہ کے لئے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے گا اور تو نے سر جھکا کر چلنا سیکھا تو تجھے لذیذ شرابیں اور معطر عورتیں مہیا کی جائیں گی۔ قبیلے کے سردار کا ہر حکم ہر سلسلے میں آخری ہوگا۔''

نوجوان نے احتراماً سر جھکا لیا اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا۔ ''میں نے نئی زندگی پائی ہے۔ لہٰذا میں مقدس جاراکاکا کی اطاعت اور اس کی روح کی خوشنودی کے لئے ہمیشہ ایک وفادار اطاعت شعار شخص ثابت ہوں گا۔''

شخص کے بجائے کتا کہہ۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں ہوتا تو یہی کہتا۔ ''یہ وحشی درندے اب تیرے عزیز ہیں۔'' میں نے طنزاً کہا۔

نوجوان نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ذہین صلح جو شخص نظر آتا تھا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بالوں میں سرخی شامل تھی۔ اس کے زندہ رہنے پر مجھے خوشی تھی۔ میں نے اسے زارے کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ وہ اسے اپنی رعایا میں شمار کرے۔ جشن ختم ہونے سے پہلے کاہن اعظم نے توری کے تمام افراد کو ایک جگہ کھڑا کر کے جاراکاکا سے الفت اور رفاقت کی دعائیں مانگیں پھر میدان رفتہ رفتہ خالی ہونے لگا۔ سرنگا نے اپنے غار کی، سمورال نے اپنی اقامت گاہ کی اور میں نے فزارو کے ساتھ اپنے مکان کی راہ لی۔ جاراکاکا کی روح نے عین موقع پر نمودار ہو کر نوجوان کو زندگی کی جو نوید دی تھی وہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ مہذب دنیا کا یہ قافلہ اپنے اپنے چار مردوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، دو افراد ابھی تک مفرور تھے۔ عورتیں میری تحویل میں تھیں۔ میں واپسی میں راستے بھر اپنے متعلق سوچتا رہا۔ گو نوجوان کی جاں بخشی سے قربانی کا تکدر کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن یہ کیسا عجیب نظارہ تھا؟ مہذب دنیا کے آدمیوں کا خون مجھے اپنے سینے پر جما ہوا معلوم ہوتا تھا، میں اسے اگل بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے اسے ہضم کر لینا چاہیے تھا۔ فزارو میرے ہمراہ تھا اور پیچھے ایک ہجوم تھا۔ سرنگا بستی میں تنہا رہ گئی تھی۔ وہ مجھے بستی کے قریب ہی مل گئی۔ اس نے زہریلی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا۔ میرا جی چاہا، اس کا گلا گھونٹ دوں۔

''کیا وہ سب ختم ہو گئے سیدی؟'' اس نے قریب آ کر پوچھا۔

”نہیں، ایک بخش دیا گیا ہے، وہ مفرور رہیں۔ عورتیں سب کی سب زندہ ہیں۔“ میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

”گویا ایک بار پھر بزم آرائی ہوگی۔“

”ہاں۔ اور بار بار ہوگی۔“ میں نے زچ ہو کر کہا۔ ”انسانی خون کا ذائقہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ میرے منھ کو خون لگ گیا ہے۔“

”اب تم مکمل طور پر یہیں کے ایک فرد معلوم ہوتے ہو۔“

”اور تم اس وقت تک پریشان رہو گی، اپنے دن اپنی راتیں ضائع کرتی رہو گی۔ اور جو لباس تم نے اپنی دانست میں اوڑھ رکھا ہے، وہ صرف تمھاری اندرونی بصارت تک محدود ہے جب تمہارے دن گزر جائیں گے وقت تمہیں بتائے گا کہ تم نے فریب خوردگی میں کیسی حسین ساعتیں گنوا دیں؟ اس جزیرے سے آگے سمندر ہے، راستے گم ہیں۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ضمیر تمھاری مخصوص روایات کا مرہون منت ہے۔ اس طلسم خانے میں ہی اگر اس کی پرورش ہوتی تو تمہیں یہ لباس نظر نہ آتا۔ میں جو کچھ دیکھ چکا ہوں، وہ تمہیں نظر نہیں آ سکتا۔ اب خون کی یہ تلخی ہی میرا ضمیر ہے جس سے میرے منہ کا مزا کڑوا ہو رہا ہے مگر میں نے اسے اپنے حلق میں اتار لیا ہے۔ تم توری کی حسین لڑکیوں سے اپنے بدن پر مالش کراتی رہو اور شکار کے عمدہ گوشت کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتی رہو۔ توری کی جڑی بوٹیاں تمہارا بدن ایک عرصے تک محفوظ رکھیں گی، یہاں شباب کی عمر طویل ہوتی ہے پھر ایک دن تم بھی اس نتیجے پر پہنچو گی جس پر میں تم سب سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ بھولی لڑکی! کیا تم ہواؤں میں اڑ رہی ہو؟ ذرا اپنے قدموں کی طرف دیکھو کہ وہ کس زمین پر جمے ہوئے ہیں۔“

سرتیا نے میرا طویل بیان غور سے سنا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔ ”سیدی!“ وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ”شاید مجھ پر میری زمین کا نقش بہت گہرا ہے۔ میرا ضمیر ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تم بھی صحیح کہتے ہو کہ ضمیر تو زمین سے وابستہ ہوتا ہے۔ زمین بدل گئی تو ضمیر بھی بدلنا چاہیے۔ آہ، میں خود فریبی میں مبتلا ہوں مگر یہی تو میرے جینے کا جواز ہے۔“

”تم بعض اوقات کتنی اچھی باتیں کرتی ہو۔ سرتیا، میرے محسن سرنگا کی لڑکی سرتیا۔ جب تم ناراض ہوتی ہو تو مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ تم میرے بیان پر یقین کرو، میں ابھی تک یہاں کا ایک مثالی آدمی نہیں ہوں۔ ابھی مجھے بہت سے سحر و اسرار نہیں آتے۔ مجھے رحم آنے لگتا ہے۔ کبھی کبھی ایک خلش سی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایک درد سا سینے کے اندر اٹھتا ہے۔ مجھے عورتوں کو روندتے ہوئے اب بھی جھجک ہوتی ہے۔ میں اب بھی انتہا پسندانہ فیصلے کرتے ہوئے گھبراتا ہوں لیکن یہ سب کوتاہیاں ہیں۔ دعا کرو کہ یہ کوتاہیاں سرزد نہ ہوا کریں، یہ خامیاں مجھ سے دور ہو جائیں اور میں مقدس اقابلا کا ایک بہترین غلام بن جاؤں۔“ سرتیا نے لاشعوری طور پر معنی خیز انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ ہم جلد ہی مکان پر پہنچ گئے۔ میں نے اس ادھیڑ عمر شخص کی گھڑی دیکھی جس کا خون ابھی ابھی پیا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ اجنبیوں نے اپنی گھڑیوں کی سوئیاں توری کے وقت کے مطابق کر دی تھیں۔ میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور خادماؤں کو حکم دیا کہ وہ کمرے میں اطلاع کے بغیر نہ آئیں۔ بستر پر لیٹتے ہی پھر وہی کثافتیں مجھ پر حاوی ہو گئیں جو جشن سے پہلے تھیں اور جو اس وقت سے تھیں جب اقابلا کی بارگاہ سے میں ناقابل فہم انداز میں یہاں پھینک دیا گیا تھا۔ جشن نے کچھ دیر کے لیے ذہن مصروف رکھا۔ مہذب دنیا کے قافلے کا فیصلہ کر کے میں نے خود کو دیوتاؤں کی نظر میں سرخ رو کر لیا تھا، یقیناً مہذب

دنیا کی عورتوں نے بھی اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھا ہوگا اور انہیں احساس ہوگا، انہوں نے اپنا کتنا وقت کرب میں گزار دیا۔ انہیں اپنی مخالف جنس سے مختلف ہونے کی جو رعایت ملی تھی یعنی زندگی، وہ کچھ کم نہیں تھی، شاید زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ آدمی ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ موت کے جذبے ہوا کے جھونکے کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان عورتوں کو جارا کاکا کی بڑی عبادت میں لے جایا گیا ہوگا کیونکہ جارا کاکا کی عبادت میں شرکت قبیلے کے ہر فرد کے لیے لازم تھی۔ صرف سرتیا یہاں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ جشن میں شرکت کے لیے ضرور گئی تھی مگر جب اس نے خون خوار چہرے اور موت کا رقص دیکھا ہوگا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلی آئی ہوگی۔ میں اپنے فرائض میں اتنا منہمک تھا کہ بہت سے لوگوں کے چہرے میری نظروں سے اوجھل رہے۔ دونوں قبیلوں کی ساری آبادی وہاں موجود تھی، جارا کاکا کی عبادت کے درمیان میں اٹھ کر چلا آنا ایک ناروا بات تھی، سرتیا یہ جرات کر سکتی تھی کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دیوی کی امان میں تھی اور سرنگا جیسے صاحب اسرار شخص کی بیٹی تھی۔

میں نے اس ماحول کے حوالے سے اس کے تیکھے اور طنز بھرے رویے سرد کر دیئے تھے۔ میں نے لفظوں کی شعبدہ گری دکھائی تھی لیکن خود میرا کیا حال تھا؟ الفاظ میرے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں۔ میری ذہنی کیفیتیں لفظوں کے قالب میں ڈھل کر ادا ہو رہی ہیں مگر ماہ و سال کا عذاب کون رقم کر سکتا ہے یا بیان کر سکتا ہے۔ میرا حال کیا تھا؟ میں ایک ایسا تنور تھا جو کبھی سرد پڑ جاتا ہے، کبھی سرخ ہو جاتا ہے۔ جشن کی مصروفیت بھی گزر گئی۔ یہ میرے شباب کی عمر تھی اور سیرابی کے لیے توری کی دوشیزاؤں کے چشمے بہتے تھے، باہر طرف ہریالی تھی، زندگی کے اتنے بکھیڑے نہیں تھے جو مہذب دنیا میں ہوتے ہیں، نہ ٹریفک کا شور تھا، نہ فضا میں آلودگی۔ پھر بھی یہ مکان محبس معلوم ہوتا تھا۔ سرتیا دوسرے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی دور تھی۔ سرنگا غار میں فرار کے منصوبے بنا رہا تھا۔ فلورا ایز نار کے سرکشوں کے قبضے میں تھی۔ ہر طرف شک اور ابہام کی دیواریں تھیں۔ ایک تنہائی تھی اور ایک ہی خیال تھا۔ ہاں اس کا خیال۔ اس زہرہ جمال کا خیال جس کا نام اقابلا ہے۔ اور کیا تھا؟ وہی تو تھی جس نے ویرانی میرے شب و روز کے لیے تفویض کر دی تھی مگر اس کا ذکر چھوڑیے۔ یہ ذکر وحشت میں مبتلا کرتا ہے اور سکون غارت کرتا ہے، وہ غارت گر تمکین و ہوش ہے مگر اس کا خیال تحریک کا سبب ہے وہ ایک ایسی چیز معلق چیز ہے جسے چھونے کے لیے جتنا دوڑیے، جتنا اچھلیے وہ دور ہو جاتی ہے اور آدمی تھک کر ہمت کھو بیٹھتا ہے، تاریک بر اعظم کے نہ جانے کتنے لوگوں نے حوصلہ کھو دیا تھا اور انہیں دور تک بھاگنے کا یہ صلہ ملا تھا کہ وہ جہاں تھے، وہیں رک گئے تھے۔ میں سرداری پر ٹھہر گیا، اس کا خیال آیا تو میں نے اپنے آپ کو جھنجھوڑا کہ اے جابر بن یوسف! ابھی تیرا سفر شروع ہوا ہے۔ تیری منزل ابھی دور ہے، وحشتیں جھٹک کر جہاں تک بھاگ سکتا ہے، بھاگ۔ جشن سے پہلے میں نے ایک عہد کیا تھا۔ توری کے ایک جلیل القدر شخص کو مسخر کر کے میں نے اس کے جس غار پر قبضہ کیا تھا، وہاں سے میں اپنی نئی منزل کا آغاز کر سکتا ہوں۔ اس غار میں بیش بہا نوادر تھے جن میں سے بیشتر کے متعلق میرا علم ناپختہ اور خام تھا اور مجھے اس میں سورال کی اعانت درکار تھی۔

انہی خیالوں میں رات ہو گئی اور بستی میں رات اپنی پوری تاریکیوں کے ساتھ آئی۔ آج بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے جارا کاکا کی مقدس روح کا دیدار کیا تھا اور اس نے نمودار ہو کر ان کی قربانی کی قبولیت کی سند دی تھی۔ میں نے سوچا، مجھے مہذب دنیا کی عورتوں کے پاس جانا چاہیے اور رات ان کے بدن کی خوشبو سے مہکانی چاہیے، لیکن میں سرنگا کے غار کی طرف چلا گیا اور میں نے چند رسمی جملوں کے بعد اسے غار سے

باہر نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ سرنگا اپنی دیوی کی مورتی جیب میں رکھ کر اور اپنے غار پر انگلیوں سے چند نشانات بنا کر میرے ساتھ اندھیرے جنگل میں چلتا رہا۔ ہم جلدی ہی اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے جشن سے پہلے دریافت کیا تھا، میرے ہاتھ میں روشن شپالی تھی۔ غار کا دہانہ صاف کر کے ہم سرنگ نما راستے سے اندر داخل ہوئے۔ بوڑھے شخص کی لاش حیرت انگیز طور پر سوکھ گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا، میں سرنگا کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔ شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے کسی قدر فخر کا احساس ہوا، وہ بہت انہماک اور حیرت سے پہلے کمرے کے نوادر دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دوسرے اور تیسرے کمرے میں لے گیا پھر میں نے اسے پورے غار کا معائنہ کرا دیا۔ سرنگا اس درمیان میں کچھ نہیں بولا۔ وہ صرف ہوں ہاں کرتا رہا اور میں اسے بتاتا رہا۔ ''ابھی میں نے اور کاہن اعظم سورال نے صرف یہی کمرے دریافت کیے ہیں۔ ممکن ہے اندر کوئی اور دنیا بھی ہو۔''

اس نے تارک الدنیا بوڑھے کی خانقاہ دیکھی جہاں جاراکا کی متعدد کھوپڑیوں کا انبار تھا، سرنگا نے سورال سے زیادہ وقت لیا، غار کی سب سے حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ اندر گھٹن اور حبس کا گمان تک نہیں گزرتا تھا۔ اس نے دیوار سے لگی ہوئی کسی جانور کی کھال زمین پر بچھائی اور اس پر ایک مخصوص انداز میں بیٹھ گیا۔ کچھ توقف کے بعد اس نے ایک جانب اشارہ کیا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کسی جانور کے کٹے ہوئے سر کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں، یہ سر اسی کھال سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس پر سرنگا بیٹھا تھا۔ جانور کی روشن آنکھوں کے ساتھ اس کی زبان بھی باہر نکل آئی تھی۔ سرنگا نے چند لمحے اس عمل میں گزار دیے۔ مجھے نہ جانے کیا خیال آیا کہ میں نے منور شپالی دیوار پر لٹکے ہوئے ہیبت ناک جانور کی طرف کر دی۔ جانور کی آنکھیں بجھ گئیں اور اس کی باہر نکلی ہوئی زبان اندر دھنس گئی اور سرنگا جانور کی کھال پر کسمسانے لگا، وہ جلد ہی اٹھ گیا، جانور کی کھال کا رواں رواں کھڑا ہو گیا تھا۔ غار کے تفصیلی معائنے کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ ''کیا ہم واپس چلیں؟''

''ہاں۔ آں۔ چلیں۔ چلیں۔'' سرنگا نے چونک کر کہا۔

''کیا رائے ہے محترم سرنگا!'' میں نے غار کے اطراف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری خاموشی گراں گزر رہی ہے۔''

''میں تم سے کہتا کہ تم کچھ دن کے لیے یہ غار میرے حوالے کر دو۔'' سرنگا نے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ ''لیکن میں تم سے نہیں کہوں گا۔''

''بخوشی۔ تم چاہو تو یہیں قیام کرو۔''

''نہیں۔ یہ غار تم نے حاصل کیا ہے اور اصل میں تمھی ان نوادر کے مالک ہو۔ سیدی جابر! یہ غار تمہارا منتظر ہے۔ مقدس کاہن اعظم کو مجبور کرو کہ وہ تمہارے ساتھ یہاں آئے۔''

''اس نے ہامی بھر لی ہے اور میں عنقریب یہاں بیٹھنے والا ہوں۔ سنا ہے ان غاروں میں درازی عمر کا کوئی افسوں موجود ہے؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔ ''نہ معلوم یہاں کے اسرار سمجھنے میں کتنی دیر لگے؟''

''جتنا بھی وقت صرف ہو۔ یہ غار تمہاری سرفرازی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے عزیزم جابر!'' سرنگا نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ ''میں ادھر اپنے غار میں مصروف ہوں۔ ادھر تم تکمیل علم کرو۔ کیا تمہیں میری پہلی باتیں یاد ہیں۔ میں یہاں ان کی تکرار مناسب نہیں سمجھتا۔''

''کون سی باتیں؟'' میں نے اچانک پوچھا، پھر مجھے خیال آ گیا کہ سرنگا کے ذہن میں کیا ہے۔ ''ہاں۔'' میں نے بجھے ہوئے انداز میں

کہا۔ "اگر وہ نہ بھی تو زندگی میں خود سے کوئی شکوہ تو نہیں رہے گا۔ بہر حال محترم سرنگا! ممکن ہے تمہارا قیاس درست ہو۔ تم اپنے غار میں جو وقت صرف کر رہے ہو، وہ میرے دل پر شاق گزرتا ہے لیکن میں تمہیں منع نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری غیر معمولی خوبیوں کا قائل ہوں اور تمہارے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں بھی میں دیکھ چکا ہوں۔"

"سیدی! تمہاری آنکھیں شمال جنوب غرب و شرق کی جانب کھلی رہنی چاہئیں۔ اپنی سانس کی طہارت کا تعین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھایا کرو۔ ہر شخص مقدس اقابلا کا غلام ہے اور ہر شخص اس کی قربت کا خواہاں ہو سکتا ہے۔ میں بھی اس کی قربت کا متمنی ہوں لیکن تمہارے اور تاریک براعظم کے بیشمار لوگوں کے، اور میرے جذبات میں فرق ہے۔ تم سمجھ رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں تو بڑی صاف گفتگو کر رہا ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ مقدس اقابلا نے اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ کون اس کی طلب میں ذہنی و جسمانی مظاہرے کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ میں نے خود کو شناخت کرانے کے لیے عملی اقدام کیے ہیں۔"

"لیکن کسی وقت کوئی اور بھی کہیں سے نمودار ہو سکتا ہے۔"

"کون! کیا تم کچھ سونگھ رہے ہو؟"

"میں تمہاری قوت شامہ تیز دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ہمیشہ تمہارے مشوروں اور رہبری کا طالب رہا ہوں۔ آہ تم نہ ہوتے تو......" میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سرنگا نے روک دیا۔

"وہ نوجوان کیسا ہے؟"

"کون؟"

"وہی۔ وہی۔" سرنگا نے الجھتے ہوئے کہا۔ "جس نے امان پائی ہے۔"

"وہ۔ وہ۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ مہذب نوجوان؟"

"ہاں ہاں، وہی، وہ ایک ذہین اور صحت مند شخص ہے۔"

"تم۔ تم۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

سرنگا نے بیزاری سے پہلو بدلا۔ "اوہ سیدی جابر! عزیزم تم نے اس سے کوئی بات کی؟"

"نہیں۔" میں نے تشویش سے کہا۔ نہیں، اس کا موقع نہیں ملا۔"

"آؤ چلتے ہیں۔" سرنگا نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ تم نے یہ غار دکھا کے مجھے خاصا متاثر کیا ہے۔"

"مگر تم کوئی اور بات کر رہے تھے۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"میں کوئی خاص بات نہیں کر رہا تھا۔ یہاں لفظ اتنے ہی بولنے چاہئیں جتنی اجازت دی گئی ہے۔" سرنگا نے مجھے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ واپس ہونے لگا۔ سرنگا وضاحت سے گریز کر رہا تھا لیکن وہ یقیناً کسی اہم بات کی نشاندہی کر رہا تھا جو اس نوجوان سے

متعلق تھی۔ سرنگا نے غار میں کوئی ایسا حصار قائم نہیں کیا تھا جس سے ہماری گفتگو ہم ہی تک محفوظ رہتی۔ واپس ہوتے وقت وہ مجھے کسی بچے کی طرح تاکید کرنے لگا کہ مجھے کاہن اعظم سموراں سے اس غار کے اسرار سمجھنے میں مدد لینی چاہیے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے روشن پہلو دکھاتا رہا اور یہاں کے دیوتاؤں کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا، وہ اس قدر فیاضی سے کیوں کام لے رہا ہے؟ سرنگا ایک بہت زیرک اور ہوش مند شخص تھا۔ ہوش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنی تشویش کے باوجود صرف اس کے جوابات پر قناعت کروں چاہے، وہ کتنے ہی مبہم اور علامتی کیوں نہ ہوں، تاریک براعظم علامتوں کی دنیا تھی، ایک تجریدی

دنیا۔ یوں تجرید مہذب دنیا میں بھی موجود ہے لیکن انسانوں نے صدیوں کی تگ ودو سے وہاں کے خدوخال تراش لیے ہیں، وہ صاف، سیاہ اور چکنی سڑکیں۔ وہ بلند وبالا عمارتیں اور رفتار کا جادو۔ ان سب نیرنگیوں کے باوجود مہذب دنیا میں سوچئے تو ہر قدم پر تجرید ہے۔ میں بھٹک گیا۔ یہ وقت فلسفیانہ موشگافیوں کا نہیں ہے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ جنگل میں ایک خاص موڑ پر جا کر میں اور سرنگا علیحدہ ہو گئے۔ میں بستی کی طرف چل دیا اور سرنگا اپنے تنگ وتاریک غار کی طرف۔ میں زندگی کی طرف لوٹ آیا، وہ زندگی کے حصول کی جدوجہد میں چلا گیا۔ قبیلے کے لوگ اونگھنے لگے تھے، ایک جگہ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر جواد تین چار عورتوں کے درمیان سرمست پڑا سو رہا ہے۔ راستے میں مہذب دنیا کی قیدی لڑکیوں کی جھونپڑی بھی نظر آئی جہاں نیزہ بردار مستعدی سے پہرا دے رہے تھے۔ میرے قدم بھٹکنے لگے۔ نیزہ بردار مجھے راستہ دینے کیلئے زمین پر لیٹ گئے لیکن میں اندر سے ان کی ایک جھلک دیکھ کر چلا آیا۔ وہ بھی ہوئی ایک دوسرے سے لپٹ کر سو رہی تھیں۔ اس سکوت میں گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی جو مجھے بری معلوم ہو رہی تھی۔ وقت کی یہ بار بار تنبیہ زندگی کے زیاں کا احساس دلاتی تھی۔ میں نے گھڑی ایک دیوار سے ٹانگ دی، توری کی خادمائیں میرے سامنے صف میں کھڑی ہو گئیں میں نے ان سے ایک قدح مشروب طلب کیا، نیند آنے کی ایک ہی صورت تھی، نیند پھر بھی نہیں آئی۔ میں نے ایک قدح اور حلق میں اتار لیا۔ پھر وہ مجھے اس وقت تک پلاتی رہیں جب تک میری آنکھیں بوجھل نہ ہو گئیں اور انہوں نے میری کھلی پلکیں ڈھک نہ دیں۔

اب جزیرہ توری کی زمین مجھے تنگ لگتی تھی اور یہاں کے تمام باشندے بونے معلوم ہوتے تھے، جتنے وسائل موجود تھے، ان کے مطابق گلیاں، پختہ جھونپڑیاں، منت سے سانچوں کے برتن اور پہیوں کی گاڑیاں بنا دی گئی تھیں۔ ہر رات سرمستی کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا، جو لڑکیاں جوان نہیں ہوئی تھیں ان کا انتظار بے سود تھا، شوالا اور کالاری کے قبیلوں کی منتخب عورتیں یکساں نظر آتی تھیں، مجھے کہنا چاہیے کہ مہذب دنیا اور جاہل دنیا میں صرف اشیاء کی کثرت اور کمی کا فرق ہے، اشیا کا زیادہ سے زیادہ علم مہذب ہونے کی علامت ہے اور اشیا کا کم سے کم علم غیر مہذب ہونے کی نشانی، ورنہ گی وسفاکی اردگرد زیادہ اشیا کے ہجوم سے کم ہو جاتی ہے جیسے جیسے اشیا بڑھتی جاتی ہیں، فرد کا ذہن بھی اسی نسبت سے بدلتا رہتا ہے، اگر یہ بات میں نے پہلے نہیں کہی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ میرا مشاہدہ نتیجے اخذ کرنے کی صلاحیت سے محروم تھا، میں اسرار وکمالات، سحر وطلسم کے ان تذکروں میں یہ کیسا ذکر لے بیٹھا ہوں؟ میرا خیال ہے، میں اپنے موجودہ حلیے اور ماحول کا جواز پیش کرنے کے لئے منطق اور استدلال کا سہارا ڈھونڈ رہا ہوں، شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرد میں ذہنی طور پر کوئی ارتقا نہیں ہوا، جو ہوا ہے وہ اضافی ہے اور وہ اسی مخصوص ماحول کے سبب سے ہے جس میں انسانوں کے مختلف گروہ آنکھیں کھولتے اور سانس لیتے ہیں مگر نہیں یہ تو مابعد الطبیعی ماحول تھا۔ انسانوں کے رویے وہی تھے جو مہذب دنیا میں نظر

آتے ہیں لیکن یہ ایک ایسے تارو پود میں جکڑے ہوئے تھے جن کا سرا کہیں نہیں ملتا تھا، ایسی دنیا میں کبھی موجود رہی ہوں۔ میری نظروں کے سامنے یہ لہلہاتا سبزہ تھا۔ پانی تھا اور مٹی تھی اور چلتے پھرتے لوگ تھے مگر یہ ماحول اپنی بعض صفات کے اعتبار سے معلومہ تاریخ سے پہلے کے کسی زمانے سے تعلق رکھتا تھا، میں پھر پیچھے آ تا ہوں اور نتیجہ اخذ کرنے کا کام لوگوں پر چھوڑتا ہوں، میں اس ماحول کا اسیر تھا اور میری حیثیت ایک سیاح ایک سائنس دان کی نہیں تھی، میں کسی سماجی مطالعے کے لئے بھی یہاں نہیں آیا تھا۔ سرنگا کا اطمینان ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان پیچ در پیچ گتھیوں میں دلچسپی لیتا ہے۔

دوسرے دن صبح زارے نے مجھے اطلاع دی کہ جزیرہ توری کے کسی ظاہر حصے پر دونوں مفرور آدمیوں کا وجود نہیں، ممکن ہے وہ کسی برگزیدہ شخص کے ہاں پناہ گزین ہوگئے ہوں۔ اس صورت میں جب تک وہ خود واپس نہیں آجاتے، انھیں تلاش کرنا مشکل ہے۔ وہ فرار نہیں ہوسکتے تھے۔ مگر وہ کسی غار میں کیسے چلے گئے؟ یہ ایک تشویش ناک بات تھی۔ میں بھی پناہ لینے کی غرض سے کاہن اعظم کے غار میں چلا گیا تھا۔ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا، اس خبر سے یہ مراد تو نہیں کہ کسی عالم شخص نے ان کی حالت پر ترس کھا کر یا اپنے کسی مفاد کی خاطر انھیں بطور چارہ استعمال کرنے کے لیے پناہ میں لے لیا ہو؟ ادھر ان دونوں کی گم شدگی ادھر مہذب نوجوان کے متعلق سرنگا کا ناقابل وضاحت رویہ میرے دماغ پر ہلکی ہلکی ضرب لگا رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ بوڑھے عالم کے دریافت شدہ غار میں ریاضت کرنے اور علوم سیکھنے سے پہلے مجھے بعض امور طے کر لینے چاہئیں اور سرنگا کے ادا کیے ہوئے مبہم جملوں کی صراحت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ میں سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد زارے کے قبیلے کی طرف روانہ ہوگیا۔ میں جہاں جہاں سے گزر رہا تھا، توری کے باشندے میرے آگے پیچھے رہے اور لکڑی، پتھر کے عجیب و غریب باجوں کے ذریعے میری آمد کی اطلاع دور دور پھیلتی رہی۔ ''سردار آرہا ہے۔ سردار کے لیے جھک جاؤ۔ اپنے کام چھوڑ دو اور اس سے عقیدت کا اظہار کرو۔'' یہ طریقہ زارے نے حال ہی میں ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں سردار کی منتقلی کی اطلاع پہنچانے کے لیے ایجاد کیا تھا۔

زارے کے مکان پر پہنچ کر میں نے خلوت کی خواہش کی۔ زارے نے اپنی بیویاں میری خدمت اور خاطر داری کے لیے پیش کردیں۔ میں نے ان سب کو رخصت کردیا اور مہذب نوجوان کی طلبی کا حکم دیا۔ زارے نے کچھ دیر بعد اسے میرے سامنے حاضر کردیا۔ نوجوان کے چہرے پر نیازمندی مرقوم تھی۔ وہ بہت خوش تو نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن زندہ رہنے کی ایک طمانیت اس کی آنکھوں سے مترشح تھی۔ میں نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا اور زارے کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو میں نے اس سے بیٹھ جانے کو کہا، وہ کسی قدر جھجک کے ساتھ اسٹول نما پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پھر مقامی زبان میں گفتگو کی ابتدا کی۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے۔ کیونکہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

نوجوان نے کچھ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور شکستہ لہجے میں دہرایا۔ ''وہ عظیم ہے بلاشبہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

''اور یہ کہ تاریک براعظم میں اسی کی سلطنت، اسی کی برتری ہے۔'' میں نے نہایت احترام سے کہا۔ نوجوان نے پھرتی سے یہ جملے بھی دہرا دیئے۔

''نوجوان! میں نے اس جزیرے کے رسم و رواج کے متعلق پہلے ہی تمہیں بتادیا ہے۔ تم نے جان لیا ہوگا کہ یہاں کی آب و ہوا تمہارے شہروں اور ان کی روشنیوں سے مختلف ہے۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

نوجوان کے چہرے پر حیرت چھا گئی وہ آنکھیں بند کرتا اور کھولتا رہا پھر بولا۔''میں نے اطاعت کا عہد کیا ہے۔''

''تمہارا عہد مجھے یاد ہے۔تم ایک ذہین اور بہادر نوجوان معلوم ہوتے ہو لیکن کیا عجب کہ یہی خوبیاں اس سرزمین پر تمہارے لیے اذیتیں بوئیں۔تمہارے خیال میں ہم سیاہ فام، جن کے جسم بے لباس، بدن ننگے ہوئے اور مکان کچے ہیں، عقل و فہم کے اعتبار سے بھی اتنے ہی پست ہوں گے لیکن یہاں ایسے عالموں کی کمی نہیں جو مادے کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور شکلیں بدل سکتے ہیں اور قلب کے اندر گھس کر بیٹھ سکتے ہیں۔تاریک براعظم کا یہ حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے تو کیوں ہے؟ کیا تم نے اس پر غور کیا؟''میں نے باوقار انداز میں کہا۔

''میری آنکھیں کھل رہی ہیں لیکن ابھی میں نے شاید بہت کم دیکھا ہے۔امید ہے کہ مجھے کچھ سمجھنے کے لیے مہلت ضرور دی جائے گی۔'' نوجوان نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے کمرے میں چھوڑ دیا۔نوجوان کی آنکھوں میں اضطراب پیدا ہوا، وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔''یہ کرشمہ تو خوب ہے۔''اس نے ادب سے مجھے داد دیتے ہوئے کہا۔

مجھے اس کے برجستہ جوابات اور ردعمل سے اس کی طبیعت کا اندازہ ہو گیا۔وہ بلا کا تیز، حاضر جواب، معاملہ فہم، نگاہ شناس اور باعزم شخص تھا، اس کا مظاہرہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا، میں نے سوچا ممکن ہے، سرنگا نے ازراہ احتیاط کسی خدشے کا اظہار کر دیا ہو۔اس نے بہت مبہم بات کی تھی۔میں نے کئی منزلیں سر کی ہیں۔یہ نوجوان تو ابھی تازہ وارد ہے، اگر اس نے رخنہ اندازی کی غلطی کی تو اسے باز رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔میں اسے توری کے دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عہدے پر فائز کر سکتا ہوں اور آزمائشوں میں ڈال سکتا تھا لیکن مجھے اس کی گفتگو بھاری تھی اور انداز پسند آ رہا تھا۔وہ میرا بہترین مقرب ثابت ہو سکتا تھا۔میں نے کچھ سوچ کر اپنے حلق سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی، زارے آ کر میرے سامنے مؤدب کھڑا ہو گیا۔زارے کے احترام میں نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ گیا۔زارے میرے اشارے سمجھتا تھا۔چند لمحوں میں متعدد حسین لڑکیوں کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔میں نے زارے سے کہا۔''ان کے ہاتھ خالی ہیں۔''

توری کے نفیس ترین مشروبات ہمارے سامنے پیش کر دیے گئے۔زارے پھر چلا گیا اور میں نے نوجوان سے کہا۔''تمہیں زندگی مل گئی۔مگر تمہارا زندگی کیا ہوتی ہے۔بتاؤ تمہیں ان عورتوں میں کون سی پسند ہے؟''

نوجوان ہچکچانے لگا، وہ شرمانے کے انداز میں مسکرایا۔''معزز سردار!''وہ جھک کر بولا۔''میں تمہارے انتخاب کو ترجیح دوں گا۔''

''میں کیا کہہ رہا ہوں؟''میں نے اچانک غصے سے کہا۔''فیصلہ کرو۔''

''اچھا اچھا۔''وہ گھبرا کر بولا۔''وہ۔''

اس نے متوازن بدن کی ایک نوخیز لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا، لڑکی اس کے پہلو سے چپک کر بیٹھ گئی۔اس نے اسے ایک جام پیش کیا جسے نوجوان نے میری طرف دیکھ کر حلق میں انڈیل لیا، اس کی آنکھوں میں سرخی تیر گئی۔جام کا نشہ تیز تھا۔اس نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔''میں اس عنایت کو کیا سمجھوں؟ میں ایک ستم رسیدہ آدمی ہوں۔''

میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔ ''تم امریکی ہو؟''

وہ اچھل گیا اور اسے اپنے محتاط لہجے پر قابو نہیں رہا۔ ''امریکی! کیا تم باہر کی دنیا کے متعلق جانتے ہو۔ کیا کوئی امریکی پہلے بھی ادھر آیا ہے؟'' میں مسکرانے لگا، ایک مفتدر مسکراہٹ، جو اعتماد ہی سے ممکن ہو سکتی ہے وہ مجھ سے جواب کے لیے اصرار نہیں کر سکتا تھا، میری خاموشی سے اس کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ ''میں سمجھتا ہوں، میں چند لمحوں میں حیران کن اور ناقابل یقین باتیں سن سکتا ہوں۔''

''یہاں ہر قدم ہر پل پر ایک حیرانی ہے اور صرف یہ ہے کہ مقدس اقابلا عظیم ہے۔'' میں نے عقیدت جتاتے ہوئے کہا۔

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' کسی بازگشت کی طرح نے اس دہرایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''شزاؤ۔'' اس نے تجسس لہجے میں جواب دیا۔

''شزاؤ؟ مگر یہ امریکی نام تو نہیں ہے۔''

اس کی آنکھیں یکایک روشن ہو گئیں اور پھر فوراً بجھ گئیں۔ ''یقیناً تم ان سب سے بہتر ہو۔'' اس نے پھنسی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم کیسے جانتے ہو؟ یہاں ضرور امریکی آئے ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ کئی سال گزارے ہوں گے اور۔'' وہ جذباتی ہو کر بولا۔ ''اور وہ سب جارا کا کی مقدس روح پر قربان ہو گئے ہوں گے۔''

''اگر ایسا بھی ہوا ہے تو ان سب کی روحوں نے ابدیت کی جانب سکون سے پرواز کی ہو گی۔'' میں نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

نوجوان کا ہاتھ پہلو میں بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن پر پھیلا ہوا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ مجھ سے کہاں سے گفتگو کرے۔ میں اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے لہجے میں کرب سمٹ آیا اور وہ رقت انگیز آواز میں بولا۔ ''کئی دن تک ہم سمندری موجوں سے سینہ سپر رہے پھر یہاں پناہ ملی تو محسوس ہوا کہ زندگی تو کھو گئی ہے۔ یہ تو کوئی اور چیز ہے۔''

''ہاں!'' میں اس کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ ''بہر حال تم اب یہیں کے ایک شخص ہو۔ اگر تم نے اچھی اطاعت کا اظہار کیا اور محنت کی تو زندگی یہاں ایسی کوئی بے کیف شے نہیں ہے۔''

''تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں تمھاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ تم سے مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔''

''تم نے مقامی زبان کس طرح سیکھی؟'' میں نے پوچھا۔

وہ مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''میں امریکہ کا شہری ہوں لیکن میرے باپ امریکی وزارت خارجہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہے ہیں، میں آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا وہاں افریقہ کی مختلف زبانوں کے طالب علم موجود ہیں۔ ان میں ایک لڑکی تھی جس نے مجھے تھوڑی بہت زبان سکھائی۔''

''تم آکسفورڈ میں پڑھتے تھے؟'' اچانک میرے منہ سے نکل گیا۔

http://kitaabghar.com

"کیا؟ کیا تم آکسفورڈ سے واقف ہو؟" وہ میرے قریب آ گیا۔ "تمھاری شخصیت بڑی پر اسرار ہے۔"

آکسفورڈ کے ذکر پر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "پروفیسر رچرڈ کیسے ہیں؟" "وہ امریکی گدھا ڈاکٹر براؤن کیسا ہے؟"

"بخدا، معزز سردار، کیا یہ کوئی ساحرانہ گفتگو ہے؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "تم مہذب دنیا کے آدمی ہو۔ مگر۔ مگر نہیں، تم کیسے ہو سکتے ہو۔ میں نے جارا کا کا کی قربانی کے موقع پر تمھیں دیکھا ہے۔" وہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھاری درندگی دیکھی ہے؟ وہ مضطرب ہو گیا اور اس نے بے اختیار میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ "بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارے خط وخال اس علاقے جیسے نہیں ہیں۔ تم مجھ سے انگریزی میں بات کرو۔"

میں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔ "مقدس اقابلا عظیم ہے تم ایک سردار سے مخاطب ہو نوجوان شراڈ!"

شراڈ نے اپنی عجلت محسوس کی اور مجھ سے کسی قدر فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور انگریزی میں کہنے لگا۔ "شاید میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" پہلی بار میں نے انگریزی میں کہا۔ "زبان قابو میں رکھو۔ تمہارا کوئی بھی آوارہ جملہ تمھارے لیے تباہیاں لا سکتا ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔"

میری فصیح انگریزی اور آکسفورڈ کے لہجے سے اس کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بیتاب ہو گیا۔ اس اجنبی سرزمین پر آکسفورڈ کا ایک طالب علم، انگریزی، اور یہ حلیہ اور اس کے گلے میں یہ عجیب وغریب قسم کی چیزیں؟" میرے معزز سردار! میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ اعتماد کرو کہ میں تمھارے باب میں ہمیشہ محتاط رہوں گا۔" وہ جذبات زدہ انداز میں بولا۔ "یہ سب کیا ہے؟ تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ اف یہ کتنا بڑا انکشاف ہے۔ کیسا سسپنس ہے تم مجھے اپنا ساتھی، اپنا دوست، اپنا بھائی سمجھو۔"

"میں کسی کا دوست، ساتھی اور بھائی نہیں ہوں۔ تم جزیرہ توری کے ایک عام شہری ہو اور میں تمہارا سردار ہوں۔ میں نے وہ آئینہ توڑ دیا ہے جو مجھے ماضی کا عکس دکھاتا تھا۔ تم بھی اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو۔"

"درست ہے۔" وہ ایک دم اداس ہو گیا۔ "مگر تمھاری داستان میرے لیے باعث عبرت ہوگی۔ جب تم باہر نہ جا سکے تو میں کس طرح جا سکتا ہوں؟ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں مجھے پہلی ہی مرتبہ شک ہوا تھا کہ تم ان میں سے نہیں ہو اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بھی تھا۔ میں تم پر کوئی طنز اور لعن طعن کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا مگر آکسفورڈ کا کوئی طالب علم اتنا سنگ دل نہیں ہو سکتا۔ تم حالات سے مجبور ہو گئے ہو۔"

اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا۔ وہ بار بار آکسفورڈ کے حوالے دے کر مجھے متاثر کرتا رہا۔ میں نے اس کے شدید اصرار پر اپنے بارے میں چند جملوں میں اسے مختصراً بتایا اور اقابلا کا ذکر احترام سے کیا اور اسے تاکید کی کہ اس بات چیت کے بعد میری اور اس کی درمیانی خلیج کا فاصلہ کم نہیں ہوا اور وہ مہذب دنیا سے متعلق ہونے کے سبب سے میری سفارش اور کسی خصوصی کرم کا بھی مستحق نہیں ہوا۔ اس نے ایک بار پھر مجھے یقین دلایا اور مجھ سے اجازت لے کر بے تحاشا مشروب پینے لگا۔ پھر اس نے توری کی حسین لڑکی کو سر پر اٹھا لیا۔ وہ ناچنے لگا اور میرے پاس آ کر کہنے لگا۔

"معزز سردار! مجھے شک سے بالا سمجھو! میں واقعات کی تہ تک پہنچ چکا ہوں۔"

"واقعات کی تہ؟" میں نے قہقہہ لگایا۔

''سیاہ رات کی آندھی جسے تم جارا کاکا کی مقدس روح کہتے ہو، اس نے دوبارہ مجھے امان دی ہے۔ بے فکر رہو، میں دیوتاؤں کو ہمیشہ راضی رکھوں گا۔''

''دوبارہ؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔ ایک بار جہاز پر۔''

''جہاز پر؟ گویا تمھارے ساتھ واقعات مختلف انداز میں پیش نہیں آئے؟''

''ہاں مگر معزز سردار کیا جارا کاکا کوئی عورت ہے؟''

''عورت۔ وہ تو ایک نیولا دیوتا ہے۔''

''نیولا۔ مقدس نیولا۔'' وہ ہنسا۔ ''مگر میں نے کل ان سیاہ ذرات میں ایک انتہائی حسین و جمیل عورت کی شبیہ دیکھی ہے ایسی عورت کی شبیہ جو میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی۔''

''کیسی عورت؟'' میں نے بیتابی سے پوچھا۔

''اس کے خدوخال اور اس کا حسن لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ شاید کوئی پری، کوئی حور تھی۔ اس کا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا کہ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کا سرخ و سفید رنگ میری آنکھوں میں تجلیاں بھر رہا تھا۔''

میں اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا۔ ''تم مجھے اس عورت کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔'' میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

''تم اسے جانتے ہو؟ معزز جابر بن یوسف! میں اس کی ایک نگاہ پر دنیا کا خطرناک سے خطرناک عزم کرنے کو تیار ہوں۔ اے کاش میں دوبارہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں اور سیاہ ذرات کی آندھی میں وہ روشن جمال نمودار ہو۔ جابر بن یوسف! ممکن ہے تمھارے ذہن میں ماضی کی لطافتیں کسی قدر محفوظ رہ گئی ہوں، میں بتاؤں کہ وہ سر بسر لطافت، سر تا پا نزاکت تھی۔''

شراڈ بڑی روانی اور فصاحت سے انگریزی بول رہا تھا اور میں سن رہا تھا مجھے سرنگا کی بات شدت سے یاد آئی اور ایک سلسلہ سا خود بخود میرے دماغ میں واضح ہوتا گیا۔ میرے سامنے امریکی نوجوان شراڈ کھڑا تھا۔

اس کی بہت سی باتیں مجھ سے مشابہ تھیں۔ اسے ابھی کچھ معلوم نہیں تھا لیکن وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے سب کچھ جاننے پر قادر ہو سکتا تھا، میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اسے امان ملی تھی۔ جارا کاکا کی روح کے ساتھ اقابلا بھی موجود تھی جس کا جلوہ بڑا امنگا تھا، وہ ایک مہذب نوجوان کے لیے آئی تھی۔ میں اس نوجوان کو توری کے عام نوجوانوں کی طرح نہیں برت سکتا تھا۔ مجھے دیکھ کر شراڈ نے بے تکلفی سے ایک بات کی۔ ''معزز جابر بن یوسف! کیا میں ایک درخواست کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟''

''کہو۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''کیا میں چند لمحوں کے لیے جینا سے مل سکتا ہوں؟''

''مقصد بیان کرو۔'' میں جھنجلا کر کہا۔

''وہ میری منگیتر ہے معزز جابر! ہم دونوں افریقہ کے سفر پر ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے آئے تھے۔''

''مہذب دنیا کے رشتے بھول جاؤ شراؤ۔'' اس کے اس انکشاف سے مجھے کچھ مسرت سی ہوئی۔ ''مینا اور اس کی ساتھی لڑکیاں اب توری کے سردار کے قریب آنے کا اعزاز حاصل کریں گی۔ توری کا سردار اسی وقت اسے تمھارے حوالے کر سکتا ہے جب وہ اپنے تصرف سے دستبردار ہو جائے۔''

''تم اتنا ظلم کرو گے؟ وہ مر جائے گی مگر یہ کبھی گوارا نہیں کرے گی۔''

''تم ایک سردار سے گفتگو کر رہے ہو۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''مگر کیا یہ بات تمھارے اختیار میں نہیں ہے؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''میرے اختیارات کے بارے میں تمھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بے تکلفی اور گستاخی سے کام لے رہے ہو۔ سردار سب سے افضل ہے، اس کی خواہش سب سے مقدم ہے۔ اب تم یہاں سے جاؤ۔'' یہ کہہ کر میں نے زارے کو اندر بلایا اور نوجوان شراؤ کو باہر بھجوا دیا۔ وہ مڑ کر میری صورت دیکھتا رہا اور میں نے توری کی ایک لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر شراب کے بڑے برتن میں لوٹا دیا۔ شراؤ نے رک کر یہ مظاہرہ دیکھنا چاہا مگر زارے اسے باہر لے گیا اور میرا جسم ایک صحرا بن گیا۔ ایک صحرا جہاں کوئی آندھی آئی ہوئی ہو۔

☆==========☆==========☆

تاش کے پتے

جُرم کی بساط پر کھیلی جانے والی خونی بازی...... ایک جنونی قاتل کا قصہ جو دُنیا کے عظیم ترین قاتلوں کے درمیان اپنا نام سرِفہرست رکھنا چاہتا تھا۔ تاش کے باون پتے اُس کے مرکزِ نظر تھے۔ فی قتل ایک پتے کے حساب سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ قانون کے محافظ معمولی سے سراغ کو بھی فراموش نہ کرتے ہوئے قاتل تک پہنچنا چاہتے تھے۔ مگر قاتل کی احتیاط پسندی اور دفاعی محافظوں کی راہ میں حائل تھی۔

سطر سطر سنسنی اور سسپنس پھیلانے والے اس ناول کی دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ قاتل آپ کے سامنے ہونے کے باوجود بھی ساتھ پردوں میں پوشیدہ ہے۔

تاش کے پتے ایک سنسنی خیز اور دلچسپ ترین ایڈونچر سے بھرپور ناول ہے جسے کتاب گھر کے **ایکشن ایڈونچر جاسوسی ناول سیکشن** میں پڑھا جا سکتا ہے۔

جزیرے کے دوسرے حصے کی طرف واپس ہوتے وقت بھی میرے لیے تپاک کا وہی حال تھا جو جاتے وقت تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ مصنوعی معلوم ہو رہا تھا۔ قبیلے کے لوگ رشک اور فخر کی نظر سے میری جانب دیکھتے تھے مگر میں خود اپنی نظر میں گر گیا تھا مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ کبھی سیاہی، کبھی سفیدی، کبھی روشنی، کبھی تاریکی، کبھی زندگی، کبھی موت، وہی زمین کھسک رہی تھی جس پر میں نے بہ وقت قدم جمائے تھے، وہی درخت سر پر آ رہا تھا جس کی چھاؤں میں میں نے سکون کا ایک سانس لینا چاہا تھا۔ میں ایک پُر خیال شخص تھا۔ میری نظریں آنے والے وقت کے گرد تانا بانا بننے کی قوت رکھتی تھیں۔ میں نے واپس چلتے ہوئے راستے میں اپنے گرد آگ کی لپٹیں محسوس کیں۔ مجھے نقاہت کے عالم میں سرنگا یاد آیا۔ شام کے قریب میں اپنے مکان پہنچ چکا تھا۔ میں نے سرتیا سے گلاب کا وہ پھول مانگا جو ایک پتے میں اس کے پاس محفوظ کر دیا گیا تھا۔ گلاب کی پتیاں مرجھا چکی تھیں لیکن ان کی خوشبو باقی تھی۔ میں نے انھیں آنکھوں سے لگا لیا اور میری نظروں میں اقابلا کا سراپا گھوم گیا۔ یہ اقابلا کی ساق سیمیں سے حاصل کیا ہوا گل تھا۔ یہ پھول میری ملکیت تھا۔ اس کے مرجھائے ہوئے پتے دیکھ کر مجھے ہر طرف خزاں سی محسوس ہونے لگی۔ میں بھی مرجھانے لگا۔

اسی وقت مجھے اطلاع دی گئی کہ باہر فزارو میرا منتظر ہے۔ میں باہر آیا تو مکان کے سامنے قبیلے کے بہت سے افراد جمع تھے۔ انھی میں ایک مفرور مہذب شخص بھی تھا اسے دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور اس کے گلے میں متعدد پھل لٹکے ہوئے تھے۔ جلد کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ جسم پر جا بجا خراشیں تھیں۔ غالباً وہ اس غار سے بھی فرار ہو گیا تھا جہاں اسے پناہ ملی تھی۔

''معزز سردار!'' فزارو کی غضب ناک آواز گونجی۔ ''ہم نے اسے ساحلی جنگلوں سے پکڑا ہے، یہ اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں کوئی نشان دہی نہیں کر رہا ہے، کہتا ہے کہ فرار ہوتے وقت ہم جنگل میں بچھڑ گئے تھے۔ اس نے ایک غار میں پناہ لی تھی جہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے، لیکن یہ بد غار سے بھی فرار ہو گیا۔ اب یہ ایک اذیت ناک موت کا مستحق ہے۔''

مفرور قیدی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی عمر 40 سے اوپر ہو گی۔ اسے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ قبیلے کے افراد میرے فیصلے کے منتظر تھے۔ فزارو نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔ ''معزز سردار! حکم ہو تو اسے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیا جائے۔''

''رحم رحم۔'' اس نے فریاد و فغاں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے آپ کو چھڑا کر میرے قدموں سے لپٹ لیا۔ اس کے کھردرے چہرے کی کھال میرے پیر پر لگی اور میں نے اسے ایک حقیر کتے کی طرح اپنے پیر چاٹتے دیکھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر مار دی۔ وہ بلبلاتا ہوا ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر میری دوسری ٹھوکر اتنی شدت سے پڑی کہ اس کے منہ سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ اس کا خون دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر فزارو کے ہاتھ سے وہ عصا لے لیا جو جنگلی جانوروں کو تابع بنانے کے لیے مخصوص تھا۔ قیدی کرب ناک انداز میں چیخنے لگا۔ اس کی خوف زدہ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے پوری شدت سے عصا کی مٹھ اس کے جسم پر برسانی شروع کر دی۔ اس کی ہر فریاد پر، رحم کی ہر چیخ پر میرا ہاتھ تیز ہو جاتا۔ شاید میری سماعت مفلوج ہو چکی تھی۔ اس کی آہ و بکا میرے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ شاید میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے خون آلود جسم کے زخم دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کی کھال جگہ جگہ سے اکھڑ گئی تھی۔ میری وحشت شباب پر تھی۔ قبیلے کے بہت سے افراد خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ فزارو بھی کچھ نہیں بولا۔ مفرور قیدی کے جسم نے مزاحمت چھوڑ دی تھی۔ میں اس کی ساری کھال جسم سے علیحدہ کر دیتا مگر

فزارو کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''معزز سردار! دیوتاؤں کی نوازشیں تم پر سایہ فگن رہیں۔ بس کرو۔ اب اس کا جسم سزا پا چکا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اب اسے سمندر کی گرم ریت پر پھنکوا دو تا کہ توری پر اڑنے والے پرندے اس کے گوشت سے لذت یاب ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے نفرت سے اس کے ادھڑے ہوئے جسم کی طرف دیکھا جو خون میں رنگ گیا تھا اور جس کی روح نکل چکی تھی، اور اگر اس کی روح اب تک اس کے ساتھ تھی تو وہ اس شکستہ جسم کا کب تک ساتھ دے سکتی تھی؟ جب جنگلی پرندے اس پر یلغار کریں گے تو اس کی روح کو اپنا یہ قالب خالی کرنا پڑے گا۔

قبیلے کے چند لوگ جب اس کا بکھرا ہوا جسم اٹھانے لگے تو میں فزارو کو واپس کر کے اپنے مکان میں چلا آیا۔ میرا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے مسامات سے شعلے پھوٹ رہے ہوں۔ سرتیا نے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆==========☆==========☆

سرتیا رات کا کھانا لے کر میرے پاس آئی تو خاموش بیٹھی رہی۔ میں نے گوشت کے چند پارچے حلق میں اتار لیے اور مکان سے باہر آ گیا۔ باہر رات بیدار ہو رہی تھی اور گلیوں کے دونوں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں۔ جھونپڑیوں کے باہر بنے ہوئے چبوتروں پر لوگ رات منا رہے تھے۔ ڈاکٹر جواد بھی ان میں موجود تھا۔ اس کی جھونپڑی کے باہر بڑے سلیقے سے شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے اور ایک طرف گوشت سینکا جا رہا تھا اور دوسری طرف سے عورتوں کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

''آج رات ہمیں میزبانی کا شرف بخشو معزز جابر!'' ڈاکٹر جواد نے دور سے ہانک لگائی۔

''شکریہ جواد!'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ''ان سرمستیوں میں خود کو فراموش مت کر دینا اور دوبارہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا۔''

''معزز جابر! دنیا میں اس سے زیادہ اچھی زندگی کون سی ہوگی؟ میں اب تک پاک و صاف شخص ہوں اور مجھے تم سے محبت ہے۔''

میری طبیعت ڈاکٹر جواد کی دلچسپ باتوں سے لطف لینے پر مائل نہیں تھی۔ چلتے چلتے جب میں مہذب لڑکیوں کے زندان تک پہنچا تو میری رگیں تن گئیں۔ آج صبح شراڈ نے اپنی امریکی منگیتر جینا کا ذکر کیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا، توری کی عورتیں احترام سے ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔ مہذب عورتوں نے بھی ان کے سردار کو تعظیم دینے کے لئے ان کی تقلید کی۔ کل صبح انہوں نے جارا کا کی عبادت کا ہولناک منظر دیکھا تھا۔ اس لیے آج ان کے انداز سے خوف نمایاں تھا۔ جرمن عورت مارشا نے ایرانی لڑکی فروزیں کو ٹہوکا مار کر کہا۔ ''اسے کسی دن بالارادہ ہمارے پاس آنا تھا۔ مزاحمت بے کار ہے خاموشی سے اس کی آغوش میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

''میں اس درندے کو ضرور مزہ چکھاؤں گی، میں اپنے تیز دانتوں سے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لوں گی چاہے بعد میں کچھ بھی ہو۔ اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔'' امریکی لڑکی نے سرگوشی میں کہا۔

''آج اس سے رحم کی توقع فضول ہے۔'' جولیا نے کہا۔

''لڑکیو! میرا کہا مانو۔ خود کو خندہ پیشانی سے اس کے سپرد کر دو۔'' تمیں سالہ عورت مارشا نے کہا۔

میں ان کے خوف اور اندیشے سن رہا تھا، امریکی لڑکی خوف زدہ ہونے کے باوجود تیز لہجے میں بات کر رہی تھی، میں نے اسے توجہ سے دیکھا اس کے نقش ونگار بے حد پرکشش اور تیکھے تھے، وہ ایک تیز وطرار اور چست وچالاک لڑکی تھی۔ لانبا قد، رخساروں پر سرخی، ہونٹوں کے ساتھ بال بھی تراشیدہ، ستواں ناک۔ اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں جیسی تھیں اور وہ ہرن کی طرح چوکڑی بھرتی تھی کیونکہ اس کا بدن ہلکا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ بین الاقوامی مقابلہ حسن میں منتخب ہونے والی تین لڑکیوں میں سے ایک ہے۔ میں یہاں اس کے قریب کھڑی ہوئی ایرانی لڑکی کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ میری نظریں صرف امریکی لڑکی کے بدن کا احاطہ کر رہی تھیں۔

''وہ صرف مجھے دیکھ رہا ہے۔'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''میری پیاری دوست: ہمت سے کام لو۔ اس کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔''

میں نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''ادھر آؤ۔''

میرے بلانے پر اس کی ساری تیزی وطراری رخصت ہوگئی، مارشا نے اسے آگے بڑھنے پر اکسایا، وہ بھی اپنی جگہ سے ہلی اور میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اتنے قریب کہ میں اس کی سانس تک سن سکتا تھا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے اشارہ کیا۔

''نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔'' وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

''چلو'' میں نے گرج کر کہا۔ وہ سہم گئی۔

''چلی جاؤ جینا۔ بدنصیب جاؤ۔ ہم تمھاری سلامتی کے ساتھ واپسی کے لیے دعا کریں گے۔'' مارشا نے عاجزی سے کہا۔

جینا نے گردن ڈال دی۔ جھونپڑی سے باہر آکر میں آگے آگے چلنے لگا میرے پیچھے جینا اور اس کے پیچھے ایک نیزہ بردار محافظ تھا، میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ میں بستی کے آخری کنارے کی ایک جھونپڑی کے پاس جا کے بیٹھ گیا اس حصے کے تمام لوگ میرے احترام کے لیے گلی میں آ گئے۔ میں ایک جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے پیچھے پیچھے جینا بھی اندر آ گئی۔ نرم پتوں کے ڈھیر لمحوں میں فرش پر بکھیر دیے گئے اور مشعلیں زمین میں گاڑ دی گئیں اور مشروبات کے مٹکے سجا دیے گئے اور گوشت پھلوں کے تھال جھونپڑی میں ایک کونے میں رکھ دیے گئے۔ میں نے شپالی چھوڑ کر اپنے تمام زیور اور گلے سے اتار دیے اور چوبی اژدہا متحرک کر کے ان کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔ اژدہا جھونپڑی میں دیکھ کر مہذب امریکی دوشیزہ جینا کی چیخ نکل گئی تھوڑی دیر بعد میرے حکم پر جھونپڑی خادماؤں سے خالی ہوگئی۔ میں نرم پتوں پر دراز ہوگیا ان نرم پتوں کے مقابلے میں گداز سے گداز قالین ہیچ تھے۔ جینا کھڑی رہی اور لرزتی رہی۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' میں نے مقامی زبان ہی میں کہا۔

وہ کھڑی رہی مجھے خیال آیا کہ اس سے مقامی زبان میں گفتگو نہیں ہو سکے گی چنانچہ میں نے انگریزی میں کہا۔ ''سنو لڑکی!'' میں نے ابھی کہنا شروع کیا تھا کہ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''تم نے سردار کا رتبہ اور فضیلت دیکھ لی ہے۔ اپنا ذہن صاف کر لو۔ یہاں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہے جہاں عورتیں سردار اور چند برگزیدہ لوگوں کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ اپنے ماضی کے تمام سلسلے محو کر دو اور وہ ڈور کاٹ دو جو تمہارا رابطہ سمندر پار سے قائم کیے ہوئے ہے، تم نہ امریکی ہو، نہ برطانوی، نہ ایشیائی ہو، نہ یورپی۔ تم صرف ایک دوشیزہ ہو جس کا کام توری کے باشندوں اور اس کے سردار

کو خوش کرتا ہے، اسی میں تمھاری خوشی مضمر ہے، مہذب دنیا کی اقدار مصنوعی ہیں، وہ انسانوں پر سماج کا ایک غیر فطری جبر ہے۔ آؤ میرے قریب آ جاؤ اور سردار کی رفاقت سے عزت و مرتبہ حاصل کرو۔"

اسے جیسے سکتہ ہو گیا تھا، وہ حیرانی سے میری فصیح و بلیغ انگریزی سنتی رہی۔ "میرے خدا!" وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "تم۔ تم کون ہو"؟

"میں نے تمھیں جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کرو۔"

وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر مٹکے سے مشروب انڈیل لائی اور جب میرے قریب آئی تو میں نے اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھے انگریزی میں مخاطب دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس سی ہو گئی تھی۔ اب وہ بہتر انداز میں مجھ سے رحم کی بھیک مانگ سکتی تھی، گڑگڑا سکتی تھی۔

"رحم۔ کس بات پر رحم؟ میں تمھیں زندہ تو نہیں جلا رہا ہوں۔"

"میں اپنی عصمت کی بھیک مانگتی ہوں۔" وہ عاجزی سے بولی۔

"عصمت؟ امریکی لڑکی کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ یہاں عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تم تاریک براعظم میں ہو۔"

"میں اس نوجوان سے منسوب ہوں جسے زندگی بخش دی گئی ہے۔ وہ میرا منگیتر ہے۔ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اس کے اعصاب پر ایک اور عورت سوار ہے۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔" وہ تیزی سے بولی پھر ایک دم نرم پڑ گئی۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہم نے لاعلمی میں تمھارے خلاف نہ جانے کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔"

"میں ایک درندہ ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"اور تم ایک خوبصورت ہرنی ہو۔ تم میرا شکار ہو۔" میں نے اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

میرے اس اقدام سے وہ برہم ہو گئی اور مچلنے لگی۔ "میں اس کی منگیتر ہوں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔"

"منگیتر۔ اے آہو چشم۔ آہو بدن۔ یہاں کوئی کسی سے وابستہ نہیں ہے۔ مجھے دیکھ۔ کیا میں اپنے چہرے کا رنگ چھڑاؤں اور اپنی جلد کی اصل رنگت دکھاؤں کہ میں کون ہوں اور کیا ہو گیا ہوں؟ نرمی سے بات کرو اور گداز پیدا کرو۔ میں ایک سردار ہوں اور اس درجے پر کسی برتری ہی کے سبب پہنچا ہوں۔ میں تم سے آخری بار کہتا ہوں کہ سردار جابر بن یوسف الباقر کا احترام کرنے کی عادت ڈالو اور شگفتگی سے گفتگو کرو۔"

امریکی لڑکی خاصی ذہین نکلی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کر دی۔ شاید اسے میرے عزم کا یقین ہو گیا تھا۔ اس نے مشروب میرے ہاتھ سے چھین کر غٹاغٹ پی لیا۔ اور بولی۔ "تم نے میری زبان میں گفتگو کر کے مجھے کچھ جرات کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میں تمھارے شکنجے میں ہوں اور تم سے کسی رعایت کی توقع بے کار ہے۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہمارے ساتھ اتنا سلوک بھی کیوں کیا گیا؟ یقیناً وہ تمھاری وجہ سے ہوا ہو گا ورنہ یہ درندے پہلے ہی دن ہماری بوٹیاں نوچ لیتے۔"

''میں نے تمہارے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''یہ تمہارا خیال ہے۔ بہرحال اب تم نے خود ہی سپر ڈال دی ہے تو میں تمہیں کچھ دل نشین باتیں کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آؤ میری آغوش میں آجاؤ۔ اب شراڈ سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ طاقت سب سے بڑا رشتہ ہے لیکن اگر تم مجھے ایک پسندیدہ آدمی کی نظر سے دیکھنا چاہو تو تمہیں نقصان کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ میں نے شہزادوں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ میں بیروت جیسے بڑے شہر کے کلبوں کا ایک مقبول شخص تھا۔ میں نے آکسفورڈ میں تعلیم پائی ہے۔ میں شخصیت، علم اور وجاہت میں سب سے یکتا تھا۔ ایک برطانوی لڑکی فلورا میری محبوبہ تھی۔ جب میں بالکل تمہاری طرح یہاں آیا تھا تو اسے توری کے ایک سردار نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ اور اس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا کیونکہ میں ایک کمزور شخص تھا، رفتہ رفتہ میں نے طاقت حاصل کی اور میں نے توری کے دونوں قبیلوں کی سرداری حاصل کر لی۔ فلورا آج کل جزیرہ بیز نار کے سردار کے پاس ہے۔ ہم پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہم نے کسی اکراہ کے بغیر یہاں کی زندگی جوں کی توں قبول کر لی تھی۔ یہاں آنے کے راستے بہت سے ہیں، جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمہیں نازک دوشیزہ؟'' میں یہ باتیں اس سے کہنا چاہتا تھا حالانکہ مجھے ان کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ میں شراڈ کے مقابلے میں اسے محبت سے جیتنا چاہتا تھا۔ میری اداس گفتگو نے اس پر گہرا اثر کیا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتی رہی اور میں ایسے جوابات دیتا رہا جو جزیرہ توری میں رو کر دیے جا سکتے تھے۔''

''تم خوب زندہ رہے۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''تم میری قدرت میں ہو۔'' میں نے کہا۔ ''شراڈ کو بھول جاؤ۔''

''تمہاری روداد نے مجھے متاثر کیا ہے۔'' وہ غنودہ لہجے میں بولی۔ ''شراڈ تو اب ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔''

''اس نے اپنے لیے توری کی ایک دوشیزہ پسند کر لی ہے۔ میں اس سے صبح ملا تھا۔''

''کیسا ہے وہ؟''

''وہ تم سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے بہت جلد ماحول سے مفاہمت کر لی۔''

''کیا وہ میرا ذکر کر رہا تھا؟''

''ہاں۔ اس نے تمہیں مانگا تھا۔''

''اچھا۔ پھر تم نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے ڈانٹ دیا۔''

''کیوں؟ تم مجھے اس کے حوالے کر سکتے تھے۔ یہ کوئی غلط بات نہ ہوتی۔ تمہیں اس کا اختیار تھا۔'' وہ میری آغوش سے نکل گئی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ میرے سامنے کر لیا۔

''میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا مجھے معلوم تھا کہ میرے نائبین زارے اور فرزارو میں سے کوئی بھی تمہیں اس سے کسی وقت بھی مانگ سکتا ہے۔ اسے ہر حال میں تمہیں عارضی یا مستقل طور پر دینا پڑتا۔ میں سوچا کہ میں خود ہی تمہارے شباب سے حظ کیوں نہ اٹھاؤں اور بہتر ہے کہ تم تقسیم ہونے

کے بجائے صرف ایک مرد کے تصرف میں رہو کیونکہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے کسی کو مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔ دور و نزدیک ایسا کوئی فرد نہیں ہے جو جابر بن یوسف کا ہمسر ہو سکے۔'' میں نے جواز تلاش کر لیا تھا جو بڑا کارگر ثابت ہوا، وہ موم کی طرح نرم ہو گئی۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی ایک دوسرے سے ذہنی و جسمانی طور پر وابستہ ہو جائیں؟'' اس نے خلاف توقع سوال کیا۔

''نہیں، تم اس کے بعد بھی اپنا ذہن آمادہ کر سکتی ہو۔''

وہ جھونپڑی کے فرش پر لوٹتی رہی۔ مجھے اس کا یہ انداز اچھا لگا، اگر وہ میرے حکم پر فوراً مجھ میں تحلیل ہو جاتی تو مجھے آسودگی کا شکوہ رہتا۔ وہ مچل رہی تھی اور میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ رہا تھا۔ میں نے ایسی صورت پیدا کر دی تھی کہ وہ نفرت و اذیت سے چیخیں مارے، رحم کی درخواست کرے لیکن وہ نفرت و اذیت کو بھول گئی۔ شاید اس سبب سے کہ اسے جابر بن یوسف جیسے شجیع شخص کا قرب نصیب ہوا تھا۔

وہ ابھی سوئی ہوئی تھی کہ میں اپنے نوادر گلے میں ڈال کر چلا آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی اس لیے اسے خبر نہ ہو سکی۔ میرا خیال ہے۔ بہت دنوں بعد اسے ایک مطمئن نیند ملی۔ اس مبارک وقت کی نیند جب فیصلے ہو جائیں اور ذہن کشمکش سے نجات حاصل کر لے۔ یوں تو جزیرہ توری میں عورتوں کا حصول اور نشاط وصل کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ قصر اقابلا کی منتخب لڑکیاں، اشار اور رماز میری شدتوں کے سپرد کر دی گئی تھیں اور انگرو ما میں نیشا، کیشا سے رابطہ رہ چکا تھا مگر جینا کی بات ہی اور تھی۔ مجھے فتح کا احساس ہوا، ہاں جینا کے گلزار بدن میں ذہن و دل کی فرحت کے تمام سامان موجود تھے۔ اسے آداب آتے تھے۔ مجھے رات بھر فلورا یاد آتی رہی۔ بے وفا فلورا۔ علی الصباح میں اپنے مکان میں پہنچ گیا اور احساس ہوا کہ خلش ابھی ختم کہاں ہوئی ہے؟ کوئی چیز ابھی تک چبھ رہی ہے۔ میں نے فزارو کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ شراڈ کو شکار کی ٹولی کے ساتھ جنگل میں لے جایا کرے۔ فزارو سر جھکا کے جانے لگا۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا، میں نے اسے روکا اور اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے کہا۔ ''نہیں، جنگل میں نہ جانے دینا۔ زارمے سے کہا جائے کہ وہ اسے توری کی حسین لڑکیاں فراہم کرنے میں بخل سے کام نہ لے اور ہر وقت اس کی خدمت میں شراب پیش کی جائے اور توری کی نفیس غذائیں اسے فراہم کی جائیں۔ خدمت گار اس کی جھونپڑی پر متعین کیے جائیں اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔'' پھر مجھے ایک اور خیال آیا۔ میں نے جھنجلا کے فزارو سے کہا۔ ''کچھ نہیں۔ شراڈ کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھی جائے اور اسے شراب کشید کرنے کے کام پر لگا دیا جائے۔''

کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ میں سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن تین روز زارمے کے قبیلے میں جاتا رہا اور شراڈ کو غلیظ ترین تالاب پر کام کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ سخت جان اس کام سے بہت خوش تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے بات کرنی چاہی۔ میں نے رسمی طور پر اس سے کلام کیا اور اسے ساحل سمندر پر مچھلیاں پکڑنے والے گروہ میں شامل کر دیا۔ پھر میرا رخ سمندر کی طرف ہو گیا اور میں نے دیکھا، اس نے جلد ہی مچھیروں میں مقبولیت حاصل کر لی ہے اور ایک طرح سے ان کا سربراہ بن گیا ہے۔ میں نے توری میں بننے والی مزید گلیوں اور جھونپڑیوں کی تعمیر کے کام پر اسے لگا دیا، وہ خندہ پیشانی سے پتھر ڈھوتا اور تعمیر کرتا رہا۔ اس نے تعمیر آسان کر دی اور مختلف قسم کی گاڑی بنا کر توری کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا اور آخر میں، مجھے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی۔ میں نے زارمے کو حکم دیا کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے، عورتیں اور مشروبات اس کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ وہ دن بھر سرمست رہنے لگا اور اتنے دنوں کی تکان کے بعد اس نے خوب پی۔ اسے توری کی اعلیٰ درجے کی لڑکیاں پیش کی جانے

گئیں، اس کی جھونپڑی پر عورتوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اس نے باہر نکلنا کم کر دیا اور اپنی جھونپڑی میں ہی عیش و نشاط میں گم رہنے لگا۔ میں اس کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہو گیا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اور زیادہ صحت مند ہو گیا ہے اور اس کے گالوں پر سرخی دوڑنے لگی ہے۔ کبھی کبھی میرا اور اس کا سامنا ہو جاتا تو وہ جینا کے بارے میں پوچھتا اور میری فیاضیوں کے سلسلے میں ممنونیت کا اظہار کرتا۔ وہ ہر بار کوئی خدمت تفویض کرنے کے لیے اصرار کرتا اور میں کہتا۔ "ابھی تمہاری عمر خوشہ چینی کی ہے، جھوم جانے کی ہے، تھرکنے کی ہے، سرشار ہونے کی ہے۔ کام کا وقت آئے گا تو میں کام بھی سونپا جائے گا۔"

شرادی نقل و حرکت کی کڑی نگرانی کی جاری تھی مگر کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی جو مجھے تشویش میں مبتلا رکھتی۔ میں اب سکون سے سوراں کے پاس جا سکتا تھا، اس عرصے میں اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوا۔ نرمدا بھی واپس نہیں آئی۔ میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔ تیس روز گزر گئے تھے اور ایک پل ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے بے قرار ذہن کو قرار آنے لگا اور میں نے اپنے وہموں اور وسوسوں سے بڑی حد تک چھٹکارا حاصل کر لیا۔ میں نے خود کو باور کرایا، یہ تو طلب صادق کی بات ہے۔ وہ اگر کسی اور جانب مائل ہے تو یہ محض وہم ہے۔ انگرو ما کے فاضل اسے حاصل نہیں کر سکتے، تاریک بر اعظم میں سوراں کے بقول کون کون کہاں کہاں اس کی قربت کا دعوے دار ہے۔ اس کا حصول سب سے مشکل کام ہے، اسے مجھ سے ربط خاص ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے ساتھ خصوصی نوازشیں کیوں جاری رہتیں۔ میرے عزائم کہاں گئے؟ ابھی تو میں ایک بہت توانا و تند شخص ہوں۔ میں نے توجہ کی لگام ہر طرف سے کھینچ کر سوراں کی قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

☆==========☆==========☆

(اقابلا کی داستان ابھی جاری ہے، اس دلچسپ اور پراسرار کہانی کا حصہ سوم آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)

مقید خاک

ساحر جمیل سید کا ایک اور شاہکار ناول ...... مقید خاک ...... سرزمین فراعنہ کی آغوش سے جنم لینے والی ایک تحیر خیز داستان۔

ڈاکٹر شکیل ظفر:- ایک ہارٹ اسپیشلسٹ، جو مردہ صدیوں کی دھڑکنیں ٹٹولنے نکلا تھا ...... یوساف ہے:- وہ ساڑھے چار ہزار سال سے مضطرب شیطانی روحوں کے عذاب کا شکار ہوا تھا ...... یوسا:- ایک حرماں نصیب ماں، جس کی بیٹی کو زندہ ہی حنوط کر دیا گیا ...... مریاس:- اس کی روح صدیوں سے اس کے جسد خاکی میں مقید تھی ...... شیلندر رائے ہریجہ:- ایک پرائیویٹ ڈینگلر، اسے صدیوں پرانی ممی کی تلاش تھی ...... میرجی:- پرکالۂ آفت، انسانی قالب میں ڈھلی ایک آسمانی بجلی ...... ایکشن، سسپنس اور تھرل کا ایک نہ رکنے والا طوفان

یہ ناول کتاب گھر پر جلد آ رہا ہے، جسے ایکشن ایڈونچر جرم جوئی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکے گا۔



اقابلا

مصنف : انوار صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

حبیب مارکیٹ، مقابل ضلع کچہری، لاہور

نوٹ:

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف (انوار صدیقی) اور پبلشر
(آفتاب پبلی کیشنز) محفوظ ہیں۔ ادارہ نے ادارہ صاحب کی اجازت کیلئے اس
کتاب کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے۔
جس کیلئے ادارہ ان کے بے حد مشکور ہیں۔

خامشی!

[illegible]

کتاب گھر کا پیغام

آپ [illegible]

آپ [illegible] kitaab_ghar@yahoo.com [illegible]

[illegible] آپ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کتاب گھر کی پیشکش

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دوسری فصل

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دجّال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆============☆============☆

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆☆☆

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تاش کے پتے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

1947ء کے مظالم کی کہانی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆============☆============☆

[illegible]

[illegible]

@====================@

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہشمند ہیں؟

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کتاب گھر کا پیغام

[illegible]

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

"[illegible]"

[illegible]

عشق کا قاف

[illegible]

[illegible]

جذام (معاشرتی رومانی ناول)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆------------☆------------☆

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆==========☆==========☆

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

☆==========☆==========☆

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عشق کا قاف

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

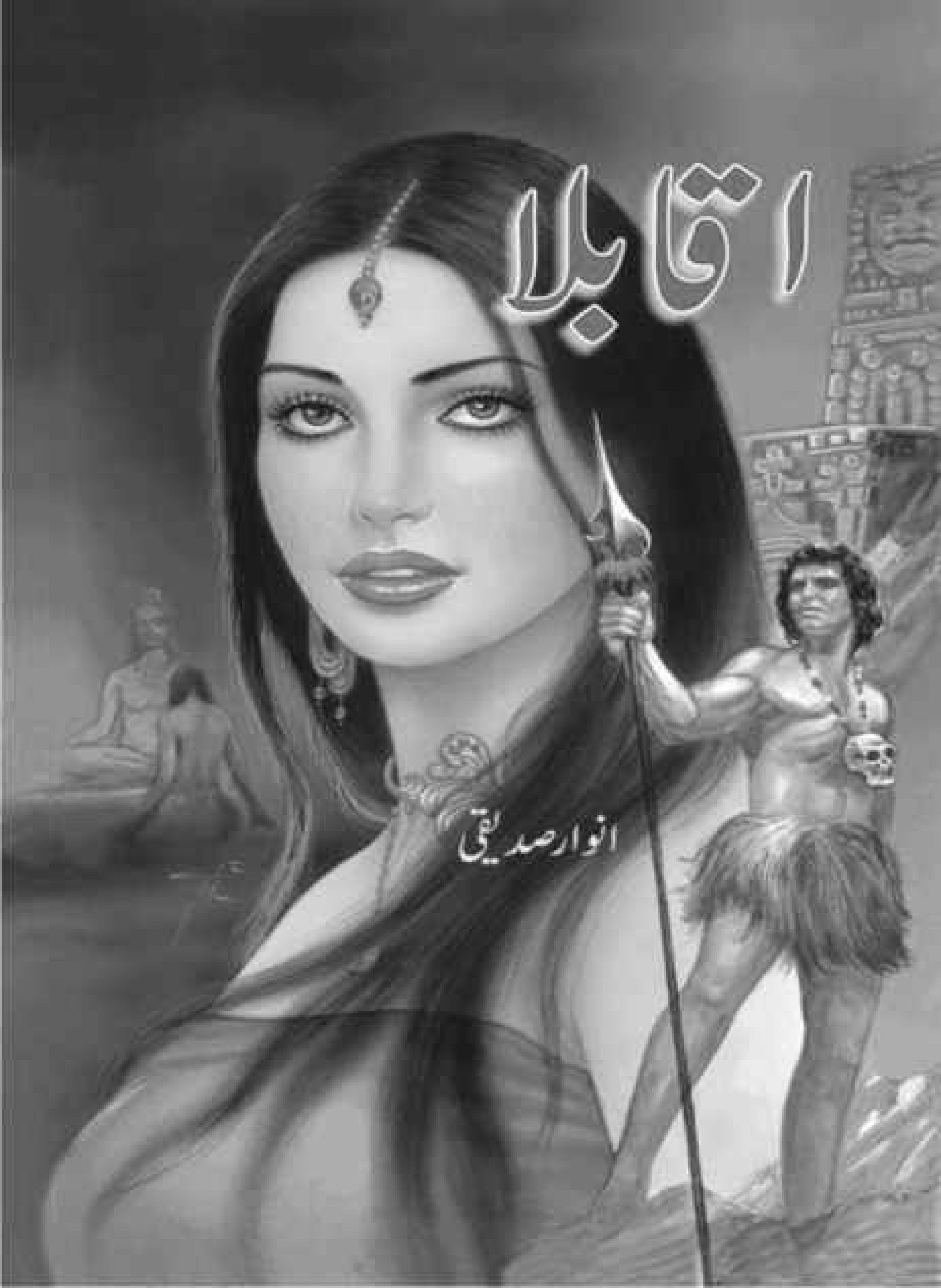
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]


اقابلا
انوار صدیقی

اقابلا..... تاریک اور پراسرار براعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ.....
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے..... انور صدیقی کے جادو بیاں قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

اقابلا

مصنف : انور صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

ثبہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

نوٹ:

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف (انور صدیقی) اور پبلشرز (آفتاب پبلی کیشنز) محفوظ ہیں۔ ادارہ نے اردو زبان اور ادب کی ترویج کیلئے اس کتاب کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے، جس کیلئے ہم انکے بے حد ممنون ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرعام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق ومحسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آجاتے ہیں جو بھی بڑے سادہ پُرخلوص اور رنگارنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں ابھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا۔۔۔۔۔جس میں ہر سمت، ہر رخ پیار ہی پیار تھا۔۔۔۔۔اپنائیت تھی۔۔۔۔۔پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی۔۔۔۔۔باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی۔۔۔۔۔زبان و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے۔۔۔۔۔تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی۔۔۔۔۔دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں۔۔۔۔۔رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے۔۔۔۔۔ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا۔۔۔۔۔انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا۔۔۔۔۔اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں۔۔۔۔۔اے لوگوں کو پذیرائی بھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور۔۔۔۔۔ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یاران طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں۔۔۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔ذرا ٹھہریے۔۔۔۔۔

کون صحیح ہے اور کون غلط؟۔۔۔۔۔اس کا فیصلہ کون کرے گا؟۔۔۔۔۔اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے۔۔۔۔۔!!

انوار صدیقی

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر آپ ہماری براہِ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

عرض مکرر۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جارہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کردیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہورہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

کوئی ایک ماہ اسی عالم نزع میں گزر گیا۔ کاہن اعظم سموراال کی آمد کا ایک مرتبہ گجر بھی بجا اور وہ میرے محل میں آیا بھی مگر چند رسمی جملوں کے علاوہ میں نے اس سے کلام نہیں کیا۔ میں نے اسے وہ تمام عزت دی جو اس کے مرتبے کا مقصود تھی اور جو میری سرداری کے لیے واجب تھی۔ میں نے اس سے کوئی شکایت بھی نہیں کی۔ نہ ساحرانہ علوم کی بحث آفرینیوں پر اس سے بحث کی اور اقابلا کے متعلق بھی اپنے جذبوں کا اظہار نہیں کیا۔ سموراال عزت واحترام سے رخصت ہو گیا۔ جب وہ آیا تھا تو میں نے اپنا سینہ تو اور سے سجالیا تھا۔ بعد میں، میں نے یہ سب کھلونے اتار دیے۔ اکثر راتوں کو جولیا، مارشا نے میرے پاس آنا چاہا مگر جب انہوں نے میری طرف سے کوئی جذبہ خیزی محسوس نہیں کی تو واپس چلی گئیں۔ ایرانی لڑکی فروزیں میری خیریت پوچھنے نہیں آئی۔ سریتا اکثر آتی اور مجھے جھنجھوڑ کے چلی جاتی۔ میری بے دلی نے ایک دن مجھے اکسایا کہ میں تو ری کی بستی کی دوبارہ جھونپڑوں میں تبدیل کر دوں کیونکہ محلات کے در و بام سے مجھے وحشت ہونے لگی تھی۔ جس دن سموراال گیا تھا، اسی رات میں اپنی چوکی پر پڑا ماضی و حال کے غیر واضح خیالوں میں گم تھا کہ اچانک میں نے اپنے قریب خوشبوؤں کا اندازہ کیا۔ یہ مہک اقابلا کی کنیزوں کے بدن سے آتی تھی۔ میرا قیاس درست نکلا۔ میرے گرد اقابلا کی دو حسین کنیزیں۔ اتنی ہی حسین جتنی اقابلا کے قصر میں ہو سکتی ہیں۔ سر بسر تمکنت، سر بسر شباب۔ ان کا بدن پھولوں سے ڈھکا ہوا نہیں تھا۔ صاف وشفاف، بے داغ، سانچوں میں ترشے ہوئے خد و خال، سرخ بال، سرخ رنگت، ابھی چھیڑ دو تو خون نکل آئے، ابھی چھیڑ دو تو ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ ان کے نقش و نگار موسیقی تھے، شعر تھے۔ وہ ایک باغیچہ تھیں۔ خوشبوؤں سے مہکتا ہوا لالہ زار۔ ان کی شوخ نظریں مسکرا رہی تھیں۔

''ہمیں اس نے بھیجا ہے سیدی جابر، معزز سردار!'' انہوں نے اپنا ترنم ایوان میں گھول دیا۔

''خوب۔ اسے میرا خیال ہے۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''اے آتش نواؤ! تمہیں کس مقصد سے بھیجا گیا ہے؟''

''اس نے ہمیں متبرک وصال کے لیے بھیجا ہے۔''

''متبرک وصال؟'' میرا قہقہہ نکل گیا۔ ''یہ اصطلاح اسرار میں عام ہے۔ متبرک وصال۔ کیا دلچسپ مذاق ہے۔'' وہ سراسیمہ ہو کے میرا چہرہ دیکھنے لگیں جیسے میں کوئی انوکھی بات کہہ رہا ہوں، ہنستے ہنستے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری لاش حاضر ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بازو پھیلا دیے۔ ''آؤ۔ مجھے سنگسار کرو۔ میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا کیونکہ تمہیں اس نے بھیجا ہے۔ میری آسودگی کے لیے ارسال کیا ہے اور متبرک وصال کے لیے۔''

وہ مجھ سے دور ہٹنے لگیں جیسے میں کوئی دیوانہ ہوں جس پر ہذیان کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ ''آؤ آؤ۔ اے قصر اقابلا کی نادرہ کار دوشیزاؤ۔ دیر نہ کرو، ورنہ مزاج خسروی برہم ہو جائے گا۔ جو حکم ملا ہے اس کا اطلاق فوراً ہونا چاہیے۔ آؤ۔ اپنے شباب کے دلکش مناظر دکھاؤ۔ میں اس کے عطیے سے انکار کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں؟ جا طوش میں بیٹھ کر اپنے طلسمی عکس نما میں دیکھ رہا ہو گا کہ جابر بن یوسف سعادت مندی سے متبرک وصال میں مصروف ہے۔ متبرک وصال۔'' میری آواز بلند ہو گئی۔ ''اس رسم کے افتتاح کے لیے مجھ سے بہتر اور کون شخص ملے گا؟''

پھر وہ میرے ساتھ ہی رہیں یا یوں کہیے کہ میں ان کے ساتھ رہا۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ قصر اقابلا کی دو پری چہرہ نازنینیں میری خلوت میں ہیں

کیونکہ وہ صرف میری حرارت کے لیے بھیجی گئی تھیں اور مجھی کو نظر آتی تھیں۔ ان کے آنے سے تنہائی کا احساس بڑھ گیا اور میں اپنی ذات میں کچھ اور محدود ہو گیا۔

زندگی میں کوئی تغیر رونما ہوتا اگر ایک رات توری کی زمین کروٹ نہ لے لیتی۔ میں قصر اقابلا کی کنیزوں کے ساتھ ایوان میں مدہوش پڑا تھا کہ مجھے اپنا محل لرزتا ہوا محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی بادلوں میں گرج چمک پیدا ہو گئی اور گڑگڑاہٹ سے کان پڑی آواز سنائی دینا مشکل ہونے لگا۔ دونوں لڑکیاں زمین پر سجدہ ریز ہو گئیں۔ میں نے بہ عجلت تمام اپنے تو اور گلے میں ڈالے اور ہریکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا۔ آہ سمندر سمندر میں چاروں طرف چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ شعلوں کا ایک بے مثال رقص جاری تھا میرے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ چھا گئی اور میرا جی چاہا کہ جلد از جلد محل میرے سر پر گر جائے۔ ذہن کو ایک گونہ سکون حاصل ہوا کہ وقت تمام ہو گیا ہے اس سے پہلے میں نے اس قدر خوف ناک آوازیں نہیں سنی تھیں۔ یہ سارا انتظام درہم برہم ہونے کو ہے۔ لمحوں میں اقابلا کی کنیزیں فضاؤں میں روپوش ہو گئیں اور میں ایوان میں تنہا رہ گیا۔ توری کی زمین لرز رہی تھی اور محلات کسی معلق شے کی طرح ڈول رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک ساکت کھڑا رہا اور ہریکا کی آنکھوں میں سمندر کا نظارہ کرتا رہا، جہاں روشنیوں میں ایک ہول ناک جنگ برپا تھی۔ روشنی میں نہائے ہوئے نیزوں کی بارش ہو رہی تھی۔ محل میں چیخیں گونجنے لگی تھیں اور سریتا، فروزیں، شراؤ، جولیا، مارشا اور سیاہ فام لڑکیاں چیختی بین کرتی میرے پاس جمع ہو گئی تھیں۔

''یہ کیا ہو رہا ہے سیدی جابر؟ باہر چلو۔ باہر چلو۔'' سریتا کی ہذیانی آواز سنائی دی۔

میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ میں نے مسکرا کے انہیں دیکھا۔ ''کوئی فیصلہ ہونے والا ہے۔''

''کیسا فیصلہ؟'' وہ ایک ساتھ بولیں۔

''شاید ہم سب کا وقت آ چکا ہے۔'' میں نے تحمل سے جواب دیا۔

''تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ باہر چلو۔ باہر چلو۔'' سریتا نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو یہ محل لرز رہا ہے۔ سب کچھ مسمار ہونے کو ہے۔''

''او سیدی! یہ کیا عذاب نازل ہو رہا ہے؟ کیسا شور ہے؟''

صرف سریتا نہیں، دوسری لڑکیوں اور شراؤ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ مجھے کھینچ رہے تھے۔ ایک دیو قامت بت کو ہلا رہے تھے۔ ایک نصب شدہ ستون زمین سے اکھاڑ رہے تھے۔ سریتا میرے قدموں میں گر گئی اور اس نے روتے ہوئے التجا کی۔ ''سیدی! اپنے لیے نہیں۔ ہمارے لیے۔ باہر چلو۔''

''باہر بھی یہی تماشا ہو رہا ہے۔'' میں نے سکون سے کہا۔ ''اب کہیں امان نہیں ہے۔ میں نے ہریکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا ہے۔ سمندر ایک خوں رنگ منظر پیش کر رہا ہے۔ انگروما کے باغیوں نے ایک بار پھر یلغار کی ہے۔''

شراؤ نے میرا بازو پکڑ لیا۔ ''چلو سیدی!'' اس نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ تمام لڑکیوں نے مجھے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ چار و ناچار مجھے اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ وہ مجھے کھینچتے ہوئے محل سے باہر لے آئے۔ توری کی گلیوں میں میرے محل کے آگے دور تک لوگ سجدہ ریز تھے اور زمین ہل رہی تھی۔ بجلیاں چمک رہی تھیں، ہر طرف گھن گرج، شور، آہ و بکا اور فریادیں تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کا گریہ بڑھ گیا اور میرے دل میں ایک فشار اٹھا۔

''اٹھو اٹھو اے وحشیو! اٹھو، جارا کا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اسے قربانی کی ضرورت ہے، میرے ساتھ آؤ۔ سمندر کی طرف چلو۔'' میں نے چیخ کر کہا اور مجمع چیرتا ہوا سمندر کی طرف بھاگنے لگا۔ میرے پیچھے ایک ہجوم آہ وزاری کرتا ہوا چل رہا تھا۔ ہم سب پاگلوں کے مانند جنگل عبور کر رہے تھے۔ تیز ہواؤں، درندوں کی چیخ وپکار اور پرندوں کے شور سے جنگل میں ہاہا کار مچی ہوئی تھی۔ کون کہاں ہے؟ اس کا ہوش کسی کو نہیں تھا۔ جو راستے میں گر جاتا تھا لوگ اس کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ جاتے تھے میرے ساتھ شراذ بھاگ رہا تھا جب ہم جنگل کے درمیان میں پہنچ گئے تو طوفان میں کچھ اور شدت پیدا ہو گئی اور میں نے ایک سمت سے سرنگا کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ بوڑھا جوانوں کی تیزی سے ہمارے قافلے میں شامل ہو گیا۔

''تم نے دیر کر دی سیدی!'' سرنگا نے بلند آواز میں کہا۔

''میں نے سوچا تھا کہ آج سارا قصہ ختم ہو جائے گا۔'' شور میں میری آواز کھو گئی مگر سرنگا نے سن لی۔

''انہیں اس وقت تمہاری ضرورت تھی اور تم سوچتے رہے، تم نے ان کے احسانوں کا بدلہ خوب چکایا۔'' سرنگا بھاگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں دیوی کی مورتی مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

سرنگا کی بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور بہت سے جوابات تھے لیکن یہ وقت بحث وتمحیص کا نہیں تھا۔ جیسے جیسے ہم راستہ عبور کرتے گئے، میرے دل میں انگروما کے خلاف نفرت کا غضب بڑھتا گیا اور مجھ پر تاخیر سے آنے کی پشیمانی غالب آتی گئی۔ جنگل میں غاروں میں بیٹھے ہوئے زاہد اپنے اپنے غار چھوڑ کے ہمارے ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ سمندر قریب آنے لگا تو ہربیکا کی آنکھوں میں نظر آنے والے منظر کی دور ہی سے تصدیق ہو گئی، سارا ساحل جگمگا رہا تھا اور روح فرسا آوازوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ ہم سب کی رفتار تیز ہو گئی جب ہم ساحل پر پہنچے تو وہاں پہلے سے ایک خلقت جمع تھی۔ یہاں میں نے بوڑھے لوگوں کا ایک بڑا اجتماع دیکھا اور دور مسند پر جالموش کا چہرہ دیکھا، قارنیل کو دیکھا اور میں نے سوراں کو دیکھا۔ اس کالز کا جبرال بھی ساتھ تھا۔ یہ سب ساحری میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھ ہل رہے تھے۔ جالموش کے منہ سے ہیبت ناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ سمندر میں انگروما کے باغی کشتیوں پر بیٹھے شعلہ بردار نیزے پھینک رہے تھے اور توری کے چند لوگ انہیں اپنے ہاتھوں پر روک رہے تھے۔ جالموش کی مسند کی طرف نیزوں کی یورش ہو رہی تھی۔ توری کے لوگ زمین پر جھکے جارا کا کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور میں نے سیاہ فام لڑکیوں کو پکڑنے کے بعد بے دریغ ان کے جسموں میں خنجر اتارنے شروع کر دیئے، ساحل کی زمین خون سے لال ہونے لگی۔ زاہدوں نے جارا کا کی کھوپڑیوں کو اس میں غسل دینا شروع کر دیا لیکن انگروما کے باغیوں کا زور کم نہیں ہوا۔ جالموش کی انگلیاں فضا میں متحرک تھیں اور انگروما کی کشتیوں میں آگ لگ رہی تھی۔ جب میں خنجر مارتے مارتے اور زمین لال کرتے کرتے تھک گیا تو ان کی طرف سے آنے والے بہت سے نیزے میں نے اپنے ہاتھوں پر لے لیے۔ یہ نیزے ہم انہی کی طرف لوٹا دیتے تھے۔ جالموش کئی بار مسند سے گرتے گرتے بچا۔ ساحل پر تاحد نظر ساحرانہ کرشمہ کاریوں کا بازار گرم تھا۔ دونوں طرف سیاہ فاموں کی روحیں اپنے جسموں سے تائب ہو رہی تھیں۔ جالموش قہر بنا ہوا تھا۔ اس کے تمام شاگرد بڑھ بڑھ کے انگروما کے باغیوں کی طرف پتھر، نیزے، چنگاریاں اور عجیب وغریب ہیئت کی اشیا پھینک رہے تھے۔ بہت سے زاہد سمندر میں انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے کود چکے تھے۔ ان میں سے بعض راستے ہی میں ختم ہو گئے، بعض گرفتار کر لیے گئے۔ بوڑھے سرنگا نے اپنے ہاتھ سمندر کی

طرف پھیلا رکھے تھے۔اس کے ہاتھ میں دیوی کی مورتی تھی۔رسیاں سمندر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔یہ رسیاں آدھے راستے پر جا کر جلنے لگی تھیں، انگروما کے باقی آج تمام تیاریوں کے بعد آئے تھے۔میں نے دیکھا کہ سرنگا کی دیوی اپنی اصل شکل کے ساتھ سمندر کی طرف اتر رہی ہے اور اس کے پورے وجود کا آگ نے محاصرہ کر رکھا ہے۔دیوی آگے بڑھ گئی اور اس نے انگروما کے عابدوں کی ایک کشتی الٹ دی۔جالوش نے ایک ہولناک چیخ ماری۔انگروما سے جنگ چھوڑ کے بہت سے لوگ سرنگا کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے وہ چھوٹی مورتی چھیننے لگے۔یکایک دیوی سمندر میں غائب ہو گئی اور جالوش نے انہیں سرنگا سے دور جانے کا حکم دیا۔سرنگا ہانپتا کانپتا ہوا میرے پاس آیا۔سیدی! تم انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے سمندر میں اتر جاؤ۔'' اس نے میرے کان میں زور سے سرگوشی کی۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''سنو سیدی! زیادہ بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔تم اپنے تمام علوم صرف کرتے ہوئے ان تک پہنچ جاؤ۔وہ تمہیں آسانی سے نہیں مار سکیں گے ممکن ہے، وہ تمہیں گرفتار کر لیں۔تم گرفتار ہو جانا اور انگروما چلے جانا۔انکار مت کرنا۔جو میں کہتا ہوں، وہی کرو۔انگروما میں تمہیں کیا کرنا ہے؟ یہ بات خود تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔'' سرنگا تیزی سے کہہ رہا تھا۔

میں حیرت سے سرنگا کو دیکھ رہا تھا۔اس جنگ نے اور خوفناک شکل اختیار کر لی تھی۔جالوش کی دہاڑ سب پر حاوی تھی۔ہر طرف خون بہہ رہا تھا اور توری کے سارے درندے جالوش کی مسند کے قریب جمع ہو گئے تھے۔وہ انہیں اپنے اشارے سے جلاتا اور ان کی خاک اپنے دراز ہاتھوں سے زمین سے اٹھاتا اور پھونک مار کے فضا میں اڑا دیتا۔فضا میں ایک دھماکہ سا ہوتا اور سفاک آندھی کی طرح اڑتی ہوئی راکھ انگروما کے باغیوں کی طرف لپکتی۔رفتہ رفتہ میں جالوش کے قریب ہو گیا تاکہ وہ میری صورت دیکھ لے لیکن اسے ہوش کہاں تھا؟ وہ تو بری طرح چیخ رہا تھا۔اس کے اردگرد زمین پر زلزلہ آیا ہوا تھا۔سمندر کی طوفانی لہریں اس کی مسند کی طرف اچھل اچھل کے حملہ کرتیں۔وہ ان سب سے بے پرواہ تمام تر جوش سے سحر پھونکنے میں مصروف تھا۔اس کے گلے میں ایک سنکھ لٹکا ہوا تھا جسے وہ بار بار بجاتا تھا تو دل دہل جاتے تھے۔

بوڑھے زاہد، جن کے جسموں پر ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں تھا، اپنی بساط کے مطابق سیاہ علوم کے ورد میں منہمک تھے۔میں نے شپالی کی چنگاریاں دور دور تک پھیلا دی تھیں اور جالوش کے علاقے میں سیکھے ہوئے تمام علوم آزما رہا تھا۔ہر شخص یہی کر رہا تھا۔شراڈ بوڑھے زاہدوں کی مدد کر رہا تھا۔سریتا، فروزیں، جولیا اور مارشا کا کہیں پتہ نہ تھا۔لوگ بھاگ رہے تھے۔دیوانہ وار چیخ رہے تھے اور موت سے نبرد آزما ہو رہے تھے۔موت جو ہر طرف رقص کر رہی تھی۔جالوش کا سحر تاریک براعظم کے لیے ایک ڈھال بنا ہوا تھا۔ساری زمین سرخ تھی۔آسمان سرخ تھا، ہاہاکار، ہاؤ ہو۔زاہدوں کی ایک بڑی تعداد سمندر میں ڈوب چکی تھی اور کچھ زاہد انگروما کے باغیوں نے پکڑ لیے تھے۔مجھے یقین تھا سریتا اور دوسری مہذب لڑکیاں بے ہوش ہو گئی ہوں گی۔ساحر اعظم جالوش کے ہاتھ اتنے دراز تھے کہ وہ نیچے سے درندے اٹھا کے اور ان کے کلیجے نکال کے کوئی عمل پڑھتا تھا اور انہیں سمندر میں پھینک دیتا تھا۔وہ اپنے ہاتھوں سے بیک وقت کئی کام لے رہا تھا۔وہ آدمی اٹھا کے ان کے رخ بدل دیتا اور شطرنج کے کسی کھلاڑی کی طرح مہروں کے طور پر انہیں استعمال کرتا۔اس ہجوم میں اقابلا موجود نہیں تھی۔ادھر جالوش نے ایک اور عمل شروع کر دیا تھا، وہ سیاہ فام مردوں اور عورتوں کو اٹھا اٹھا کر ان

کے سینوں میں تحنجر بھونکتا اور انہیں سمندر کی نذر کر دیتا۔ اس کی طلسمی حرکات اتنی متنوع اور حیرت انگیز تھیں کہ میں بار بار اپنے سحر بھول کے اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ وہ بڑا مستعد تھا، یکے بعد دیگرے نئے نئے طلسمی مظاہرے کر رہا تھا۔ کبھی اس کے ہاتھوں کی گردش سے بڑے بڑے پتھر چٹانیں سمندر کی طرف لڑھکتی نظر آتیں کبھی عجیب عجیب شکلوں کے بچھو اور زہریلے ڈنک مارنے والے جانوروں کا ایک دستہ سمندر کی طرف کوچ کرتا۔ کبھی وہ ایک دیواری ساحل پر کھینچ دیتا جسے انگروما کے لوگوں نے توڑ دیا تھا۔ جالوش کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ آج غضب پر اترا ہوا ہے، وہ نامعلوم زبان میں چنگھاڑتا تھا اور اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ میں اس کی مسند کے قریب کھڑا اپنے تمام طلسمی عمل آزما تا تھا۔ جالوش کا جوش و خروش اور اس جنگ کا پانسا جالوش کے حق میں پلٹتے دیکھ کے میں بھی سمندر میں کود گیا اور تیروں کی بوچھاڑ میں تیرتا ہوا انگروما کی کشتیوں کے قریب پہنچ گیا۔ انگروما کی کشتیاں تیزی سے واپس ہو رہی تھیں۔ میں نے ان پسپا ہوتے ہوئے لوگوں کا تعاقب کیا۔ جس کشتی کی طرف میں بڑھا اس میں گورے کھڑا تھا، جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اپنا ہاتھ بلند کیا۔ میں نے بھی دانستہ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا تاکہ میں اسے سمندر میں کھینچ لوں لیکن میری کوشش رائیگاں گئی۔ گورے کشتی پر اکیلا نہیں تھا، میرے اندازے کی غلطی نے مجھے ایک بڑے خطرے سے دوچار کر دیا۔ گورے کے ساتھ انگروما کے جید عالم تھے۔ انہوں نے گورے کا جسم سنبھال لیا۔ اگر گورے اکیلا ہوتا تو میں آسانی سے اسے کھینچ لیتا لیکن میں اپنی تمام مزاحمت کے باوجود ان کی جانب اٹھتا گیا اور کشتی میں دھر لیا گیا۔ وہاں میں نے دوبارہ سمندر میں چھلانگ لگانے کی بڑی جدوجہد کی۔ انگروما کے عالموں نے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور کشتی جالوش کی غضب ناک آوازوں، تیروں، بچھوؤں، آگ سے بچتی بچاتی سمندر میں بھاگنے لگی۔

میں ایک بار پھر انگروما کے باغیوں کی قید میں تھا۔ میرے سامنے توری کا چمکتا ہوا ساحل تھا، جہاں سے پسپا ہوتے ہوئے ان لوگوں کے پیچھے بلائیں لپک رہی تھیں۔ ساحل دور ہوتا گیا۔ کشتیوں کی ایک بڑی تعداد میری کشتی کے گرد اکٹھی ہو گئی اور یہ قافلہ انگروما کے پانیوں کی جانب سفر طے کرنے لگا جب توری کا ساحل نظروں سے اوجھل ہو گیا تو آسمان پر اڑتی ہوئی بلاؤں کی شدت میں بھی کمی آ گئی اور انگروما کے باغی مایوسی کے عالم میں کشتی میں بیٹھ گئے۔ وہ اپنے پیچھے پانی کاٹتے جاتے تھے تاکہ توری کی طرف سے ان پر کوئی حملہ نہ ہو جائے۔

سمندر کی لہروں کو اب قرار آ گیا تھا اور کشتی توری کے ساحل سے دور جالوش کے دائرہ طلسم سے باہر جا چکی تھی۔ انگروما کے باغی پہلے تو مختلف اعمال میں مصروف رہے پھر چپ چاپ بیٹھ گئے۔ ان کے چہروں پر بردباری، تحمل اور سنجیدگی تھی جیسے یہ پسپائی ان کی توقع کے مطابق ہو۔ جیسے وہ میدان کارزار سے نہیں کسی عبادت گاہ سے واپس آ رہے ہوں۔ کسی کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی، نہ اشارے، نہ کنائے۔ وہ گاہے گاہے میری طرف اچٹتی نظروں سے دیکھ لیتے تھے۔ ان میں میرے کئی شناسا چہرے تھے لیکن میں ان کے ناموں سے واقف نہیں تھا۔ میں بھی چند ساعتوں بعد انہی کی طرح اطمینان سے بیٹھ گیا پھر میں نے ان کی پُر اسرار خاموشی توڑنی چاہی اور نرم گفتاری سے نہایت دل نشیں لہجے میں کہا۔ ''اے بزرگو! تم توری کے ساحل سے تو پسپا ہو گئے۔ اب مجھے اپنے ساتھ لے جا کے کسی سنگین غلطی کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہو؟''

وہ میرے طنز کی تہہ تک پہنچ گئے اور کسمسائے، ایک بوڑھا شخص کہنے لگا۔ ''کیا تمہارا حصول کسی جزیرے کی فتح سے کم ہے جابر بن یوسف!''

''یہ محض طفل تسلی ہے۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔ ''میں انگروما میں تمہارے لیے کوئی آسان آدمی ثابت نہیں ہوں گا۔ میری تمام ہمدردیاں

توری کے ساتھ رہیں گی۔ تم ایک اژدہے، ایک سینگ والے خطرناک جانور کو ساتھ لے جا رہے ہو۔ یہ تمہاری بستی کے لیے کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔''

''تم ہمارے مہمان ہو جابر بن یوسف! اتنی عظیم شخصیت کو ہم قیدی کیسے بنا سکتے ہیں، یہ تو ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ تم ایک مرتبہ پھر انگروما میں آرہے ہو اور اس بار پہلے سے زیادہ توانا ہو۔ ہم تمہارے تجربوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ انگروما کی ساری نعمتیں تمہاری دسترس میں ہوں گی۔'' ایک اور بوڑھے نے حماقت سے کہا۔

مجھے یاد آگیا کہ یہ انگروما کے لوگ ہیں۔ تیز، چالاک، خوش خلق، سرد مزاج، شیریں بیان، پہلے بھی انہوں نے مجھے قید کیا تھا اور انگروما میں کھلا چھوڑ دیا تھا۔ یہ اپنی طاقت وحشمت کا اظہار انکسار سے کرتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے عالم اور ساحر موجود ہیں۔ وہ عالم جو جالوش جیسے ساحر سے مقابلے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ میں نے اپنی زبان کی بے لگامی پر قدغن لگائی۔ اس گفتگو سے کچھ حاصل بھی نہیں تھا۔ یہ طلسمی کشتی انہی کی تھی اور صرف یہی نہیں، اردگرد بے شمار کشتیاں ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ میں ان کا قیدی تھا۔ میں تنہا سمندر میں کود کے ان سے کہاں تک بچ سکتا تھا۔ کشتیوں میں ہر طرف بوڑھے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے سمندر کی تہہ سے بھی نکال لاتے۔ میں تنہا اس پورے لشکر سے مقابلہ کرنے کی حماقت کیسے کرسکتا تھا؟ میں نے حالات کا جائزہ لیا، تمام ہوائیں مخالف چل رہی تھیں۔ ہاں معرکے کے درمیان سرنگا نے چند معنی خیز کلمات میری سماعت میں گھول دیے تھے۔ جن کی تشریح اور تعبیر مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔

میں اس وقت نرغۂ اعدا میں بیٹھا تھا حلیم الطبع دشمن، دانا دشمن میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ کشتی رواں دواں تھی، سب خاموش تھے، یکا یک میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ''بہرحال یہ ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔''

انہوں نے یہ جملہ سنا تو سرد آہیں بھریں، کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گئے اور میں اپنی فکر میں مستغرق۔ میں نے اپنی ذہانت وفطانت کا استعمال اسی وقت سے ترک کر دیا تھا۔ اس لمحے میرے خیال میں سب سے بڑی آسانی یہی تھی کہ سوچنا چھوڑ دیا جائے چنانچہ میں نے گردوپیش سے بے نیاز ہو کے سوچنا موقوف کر دیا تھا لیکن اب صورت حال بالکل مختلف تھی۔ میں سوچنے پر مجبور تھا۔ میں باقاعدہ جالوش کی معیت میں اس ہولناک معرکے میں شریک ہوا تھا۔ اگر میں پسپا ہوتے ہوئے انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے تیزی وطراری نہ دکھاتا اور توری کے ساحل پر رہ کے صرف ان کی واپسی کا منظر دیکھنے پر قناعت کرتا تو اس طرح پابند ہو کے نہ بیٹھتا۔ میں نے عملی طور پر اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لا کے انگروما کے لوگوں کا تعاقب کیا تھا۔ بے اختیار میرا جی چاہا تھا، میں سمندر میں کود جاؤں اور ان زاہدوں کی کم از کم ایک کشتی الٹنے کا سہرا اپنے سر باندھ لوں۔ ممکن ہے، میرا یہ اقدام بھی کسی طلسم کی ایما پر ہوا ہو؟ یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے اس طرف سرنگا نے دھکیل دیا ہو۔

مگر کیوں؟ جب میں نے اسے کے مضمرات پر غور کرنا شروع کیا تو دریچے روشن ہوتے گئے اور بے شمار خیالوں نے میرے دل ودماغ پر ضربیں لگانا شروع کر دیں۔ میرے خیالوں کے روبرو میرے ماہ وسال تھے۔ اس پُراسرار زمین پر آمد سے لے کر اب تک کے واقعات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ جیسے میں کوئی محاسبہ کر رہا ہوں۔ اس محاسبے میں سب سے روشن چہرہ اقابلا کا تھا کیونکہ میں نے جو کچھ کیا وہ اسی کے جلوے کی تحریک پر کیا۔ سرنگا کہتا تھا کہ یہ ایک سراب ہے مگر یہ کتنا منظم سراب ہے، یہ ایک خواب ہے مگر اس خواب میں اقابلا جیسی حسین وجمیل دوشیزہ کا چہرہ

بھی تو ہے اور پھر یہ زندگی کیا ہے؟ زندگی بجائے خود ایک سراب ہے جو زندگی سے موت تک جاری رہتا ہے۔ اس خواب میں آدمی کیسا ڈوب جاتا ہے۔ ہر کھیل ادھورا رہ جاتا ہے۔ جب موت آتی ہے، موت پر اختیار نہیں ہے تو زندگی کو ایک خواب سے زیادہ کیا اہمیت دی جائے؟ کوئی ارادہ شعوری نہیں ہوتا کیونکہ موت شعوری عمل نہیں ہے، وہ ضرور آتی ہے، تمام ارادے خواب کی دنیا کے اعتبار ہیں، زندگی ایک طویل نیند، ایک طویل خواب۔ ایک بڑا جامع اور مکمل خواب۔ کبھی مختصر کبھی زیادہ، کبھی شیریں کبھی زہر آلود۔ آدمی یہ خواب نہ دیکھے تو موت ہے، عدم ہے اور موت آدمی کی تکمیل ہے، موت ایک صبح ہے، زندگی رات ہے اور سب سراب ہے، ہمارا ہونا، نہ ہونا ہے۔ یہ اسرار زمین ایک طلسم ہے، ایک خواب ہے۔ یہ سحر کبھی ٹوٹ جائے گا مگر زندگی بھی تو موت پر منتج ہوتی ہے۔ زندگی کا سحر بھی تو ٹوٹ جاتا ہے۔ میں سرنگا کے اس خیال سے کبھی اتفاق نہیں کر سکا کہ یہ سب میری آنکھوں کا دھوکہ ہے۔ یہ دھوکہ کتنا خوب صورت کتنا تکلیف دہ ہے۔ اس میں اقابلا کا چہرہ ہے، جو سب سے دلکش ہمارے زمانے میں مقناطیس، اقابلا حسن و نور کا ایک مجسمہ۔ ایک خواب مگر کس قدر حسین۔ خواب میں ہر طلب جائز ہے۔ ہم اگر اس طلسم کے اسیر ہیں تو طلسم کی ہر شے ہمارے اعصاب پر اثر انداز ہوگی۔ اقابلا کیوں اثر انداز نہیں ہوگی۔

آہ وہ کتنی مشکل میں ہے۔ وہ انگروما کے باغیوں سے ہراساں ہے اور جالوش اس کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ جالوش نے اس زہد و عبادت کے لیے، اس ساحری کے لیے یقیناً اس سے کچھ وعدے لیے ہوں گے۔ جب اس نے میری طرف التفات کی نظر ڈالی تو وہ اسے اپنا وعدہ یاد دلانے آ گیا۔ اتنی عظیم الشان مملکت میں کتنے لوگ ہوں گے جو اس کی قربت کے طلب گار ہوں گے۔ اگر وہ صرف جابر بن یوسف کو نواز دے تو باقیوں کو کیا جواب دہی کرے گی کیونکہ وہ شاید جواب دہی کے لیے مجبور ہے کیونکہ اسے انگروما سے نمٹنے کے لیے ساحروں، عالموں اور زاہدوں کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ وہ کسی ایک کو رفاقت کے لیے منتخب کر کے دوسروں کے لیے مسئلہ بننا نہیں چاہتی، وہ اور انگروما پیدا کرنے کی خواہش مند نہیں ہوگی مگر اس کی آنکھوں، اس کے انداز اور اس کی شیفتگی سے اندازہ ہوتا تھا کہ جابر بن یوسف اس کی نظروں میں اہم شخص ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے بے پناہ جذبے موج زن تھے۔ سمندر کی ان لہروں کی طرح جو میرے اطراف اچھل رہی تھیں۔

مجھے سوراں کے وہ مبہم الفاظ یاد تھے جب اس نے میرے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن تاریک براعظم میں میرے اقبال کا ستارہ طلوع ہوگا۔ یہی جملے اسار کی عبادت گاہ کے کاہن اعظم نے ادا کیے تھے اور یہی کچھ سرنگا نے بھی کہا تھا۔ کیا وہ سب بیک وقت جھوٹ بول رہے تھے؟ مگر اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاریک براعظم میں اکٹھے پندرہ جزیروں کا سردار کوئی نہیں ہے۔ کیا ان کی پیش گوئیاں، قیاس آرائیاں میری منزلت کی اس حد تک نشان دہی کرتی تھیں یا آگے کچھ اور بھی تھا۔ آگے جالوش کا چہرہ تھا، ایک دیو ہیکل، دیو قامت ساحر، ساحروں کا ساحر، جس کے علاقے میں پرندے تک ادب سے اڑتے تھے جس کی جنبش نگاہ سے طوفان آ جاتے تھے، جو صدیوں کا فاصلہ لمحوں میں طے کر لیتا تھا، جو بیزنار میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے بھی اقابلا کی مدد کے لیے لمحوں میں توری آ گیا تھا۔ جالوش سے بڑھ کے کس کا سورج ابھرے گا؟ اس سے زیادہ سربلندی تک کون پہنچے گا؟ مگر انگروما۔ انگروما کے یہ دیوانے بار بار اس کے منہ آ جاتے تھے۔ انہیں اس کا کوئی خوف نہیں تھا یا انگروما میں جالوش جیسے بڑے ساحر موجود تھے۔

میں نے سوچا تو کسی ایک جگہ قیام نہیں کیا۔ میرے خیال کی گردش مجھے نہ جانے کہاں کہاں لے گئی۔ انہی گردشوں میں مجھے اپنے لیے چند راستے دکھائی دیے۔ چند واضح راستے۔ اب میں انگروما کی سمت جا رہا تھا۔ انگروما سے ایک بار سرنگا کی دیوی نے نجات دلائی تھی۔ سرنگا کی دیوی اب بھی موجود تھی اور سرنگا میرا سب سے بڑا دوست تھا۔ اس بار انگروما والے میری سخت نگرانی کریں گے لیکن سرنگا نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی کہا ہوگا کہ مجھے خود کو انگروما کی قید میں دے دینا چاہیے۔

مہذب دنیا میں واپسی۔ اقابلا کا حصول، یہ دونوں متضاد باتیں تھیں، اول الذکر میں سرنگا یقین رکھتا تھا۔ ثانی الذکر میں، میں۔ دونوں متعدد کوششوں کے باوجود ناکام ہو چکے تھے پھر بھی اپنی سی کوششیں کیے جا رہے تھے۔ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر تھا۔ اس اندھیرے میں جو حوصلہ ہار دینے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ توری کے معرکے سے پہلے جو ایک غبار میرے ذہن پر چھا گیا تھا اور میں گوشہ نشینی کی حد تک سب سے منقطع ہو گیا تھا، وہ غبار دور ہو رہا تھا اور یوں بھی میرے اغماض میری سرد مہری، میری بے اعتنائی کا محل نہیں تھا۔ میں انگروما کے لوگوں میں گھرا ہوا تھا جو توری کے باشندوں کے دشمن تھے۔ کیا یہاں بھی میں اپنے خارج سے بے نیاز ہو جاتا اور خود کو اپنی ذات میں محدود کر لیتا؟ کیا میں خود سے اس کی بے وفائیوں اور بے مہریوں کا شکوہ اس ہنگامی موقع پر بھی کرتا رہتا؟

کشتیاں دن چڑھے انگروما کے ساحل پر پہنچ گئیں۔ خشکی پر دور دور تک لوگ اپنے شکست خوردہ ساتھیوں کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انگروما کی لہلہاتی سرسبز زمین دھوپ میں چمک رہی تھی۔ جب کشتیاں ٹھہریں تو ایک ہجوم دیوانہ وار سمندر میں کود گیا۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ ان میں سے کسی کے چہرے پر کوئی ملال، کوئی تاسف نہیں تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ جیسے انہیں پہلے سے اپنی شکست کا یقین ہو۔ خلاف توقع مجھے نہایت تپاک سے اتارا گیا اور ایک مخصوص جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ ساحل پر تھوڑی دیر استقبالی ہجوم میں افراتفری رہی، پھر وہ ہجوم مسرت سے ناچتا گاتا رخصت ہو گیا۔ میں ایک قیدی تھا لیکن میرے پاس اب نگہبان کے طور پر کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ میں آزادی سے گھوم پھر سکتا تھا اور پابندیاں ہوتیں تو بھی میری حالت مختلف نہ ہوتی۔ میرا ذہن روشن تھا، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تمام غرور ماتھے پر سٹ آیا تھا اور مجھے اپنا سینہ کچھ زیادہ ہی کشادہ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ مجھے آسانی سے ختم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جب بھی میں ختم ہونے کے قریب ہوتا، انگروما کے بہت سے لوگوں کا خاتمہ بھی میرے ساتھ ہوتا۔

میں بھی اس قافلے کے ساتھ آبادی کی طرف چلا۔ آبادی میں وہ گروہ علیحدہ ہو گیا جنہیں دوبارہ غاروں میں بیٹھ کے ریاضت کرنی تھی۔ استقبالی ہجوم پہلے ہی جا چکا تھا۔ انگروما کے سربرآوردہ لوگ رہ گئے اور وہاں میں پہلی بار مجھے گرونا نظر آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور اس کے انڈے کے مانند سر پر آج بھی وہی خون خوار بیولا نظر آ رہا تھا جس کی آنکھوں سے شعلے لپکتے تھے۔ جارا کا کا کی ایک رسمی مشترکہ عبادت کے بعد گرونا میرے پاس آیا اور میرا سینہ حسرت سے دیکھنے لگا۔ میں خاموش رہا اور میرے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی آواز میں تپاک تھا۔ ''جارا کا کا کی مقدس روح نے تمہیں دوبارہ انگروما میں بھیج دیا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا احترام اسی طرح ہم پر واجب ہے، جس طرح انگروما کے کسی عالم کا۔''

''گرونا!'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''لیکن میں اس سلطنت کا عالم ہوں جو مقدس اقابلا کے نام سے موسوم ہے۔ انگروما میں میری آمد کوئی اچھا

شگون نہیں ہے۔''

''جابر بن یوسف!'' گروتا نے غیر سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ''جو بھی وہاں سے آتا ہے یہی کہتا ہے۔ ہم سارا معاملہ جارا کا کی مقدس روح پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہی سب سے اٹل فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ آج سے انگروما تمہاری زمین ہے۔ تم پہلے بھی آئے تھے اور اپنی غیر معمولی طاقت کے سبب واپس چلے گئے تھے تم یقیناً دوبارہ بھی جا سکتے ہو مگر اس سے پہلے ہمیں اپنے قریب بیٹھنے کا موقع تو دو۔'' گروتا نے خوش اطواری سے کہا۔

''تم دلچسپ باتیں کرتے ہو، واقعی تم سب انگروما کے لوگ بڑے دلچسپ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ تم سب دیوانے ہو گئے ہو۔ میں تمہیں بتاؤں کہ میرے ارادے اچھے نہیں ہیں۔ میں تمہارا دوست نہیں ہوں۔'' میں نے دلیری سے کہا۔

''آہ، تم ایک عظیم آدمی ہو، ہمیں فخر ہے کہ تمہارے قدم انگروما کی زمین پر دوبارہ آئے ہیں۔ تم کتنی صاف باتیں کرتے ہو۔ یقیناً لمبے سفر کی وجہ سے تم تھک گئے ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ انگروما میں اب بھی عورتوں کی کمی ہے مگر پہلے جیسی کمی نہیں ہے، تمہیں یہاں کی حسین ترین عورت فراہم کی جائے گی اور اپنے دشمن مہمان کی ہر طرح خیر مقدم کیا جائے گا۔'' گروتا میری کسی بات سے متاثر نہیں ہوا۔

''تمہارا شکریہ گروتا! تمہارا شکریہ کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ میں ابھی خاصے دن یہاں رہوں گا اور تمہاری دلکش باتوں سے لطف اٹھاؤں گا۔ تم صحیح کہتے ہو کہ مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ انگروما کی آبادی میں بلاشبہ حیرت انگیز اضافہ معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہاری پذیرائی کا ممنون ہوں۔''

''ابھی کیا ہے۔ توری سے تین سو عابدوں اور ساحروں کا قافلہ آیا ہے لیکن ان میں سب سے محترم شخص جابر بن یوسف ہے۔ ہم تمہاری آمد پر ایک شاندار جشن منعقد کریں گے۔'' گروتا نے کہا۔

''تین سو؟'' میں نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں اور یہ تعداد کم نہیں ہوتی۔ اب یہ تمام عابد جب انگروما کا مسلک سمجھیں گے تو ہمارے ہی کام آئیں گے۔ ہم کوشش کریں گے کہ تم بھی ایک دن ہمارے پہلو بہ پہلو کام کرو۔''

''ہا۔ کیا خوب، گروتا کیا خوب! تمہاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگروما کا سفر دلچسپ گزرے گا۔''

''ہم اسے مزید خوب صورت اور دلچسپ بنانے کی کوشش کریں گے۔ میرے عزیز دوست جابر بن یوسف! تمہیں انگروما کی کون سی شراب پیش کی جائے؟ یہاں اب ملکہ شوطار بھی موجود ہے اور نہ جانے کتنی عورتیں۔'' گروتا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''میں سب سے پہلے مہذب دنیا کی لڑکی فلورا سے ملنا چاہتا ہوں، محترم گروتا!'' میں نے مہذب لہجے میں کہا۔ ''یہیں سے اپنی میزبانی کا آغاز کرو۔''

گروتا میرا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ ''فلورا؟'' اس نے تعجب سے دہرایا۔

''ہاں فلورا۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

''فلورا۔'' اس نے تذبذب سے کہا۔

''ہاں فلورا۔ کیا تم نے یہ نام پہلے نہیں سنا؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''مگر......'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا اور اس کی اندر کی طرف دھنسی ہوئی آنکھیں میرے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ ساتھ ہی اس کے گھٹنے ہوئے سر پر بیٹھا ہوا نیولا شعلہ بار نظروں سے مجھے گھورنے اور اچھلنے لگا۔ شاید وہ کچھ اور توقع کر رہا ہوگا۔ اس کا خیال ہوگا کہ میں سب سے پہلے اسمار کی حسین وجمیل ملکہ شوطار کو طلب کروں گا مگر میں نے زیگا جیسے معمولی شخص کے ساتھ آئی ہوئی مہذب دنیا کی لڑکی فلورا کو طلب کیا تھا۔ اب وہ اپنی فراخ دلانہ پیش کش کا اظہار کر کے پیچ وتاب کھا رہا تھا۔ اس کی تشویش سے مجھے مسرت ہوئی اور میں نے اپنے مطالبے پر جمے رہنے کا قصد کر لیا۔ اس گریز سے میرا تجسس دوچند ہو گیا تھا۔

''مگر فلورا ہی کیوں؟'' وہ چند ثانیوں کے توقف کے بعد ہچکچا کے بولا۔

''مگر فلورا ہی کیوں نہیں؟'' میں نے بے نیازی سے کہا۔ ''انگروما کے محترم سردار! کیا تم نے ابھی ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ میں انگروما میں بسنے والی کوئی بھی عورت طلب کر سکتا ہوں؟''

''مجھے یاد ہے۔'' گرونا جز بز ہو کے بولا۔

''پھر تم کس غور وفکر میں مبتلا ہو گئے گرونا؟ تمہاری خاموشی سے کیا مطلب اخذ کیا جائے؟ کیا تم نے بھی اسے یہاں سے فرار کرا دیا ہے؟''

''نہیں نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔'' گرونا کے لہجے میں تاسف تھا۔ ''میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا، اس پر قائم ہوں۔ انگروما میں تم جیسے عالم کی آمد ہمارے لیے باعث فخر ہے۔ تمہارے جانے کا ہمیں اتنا غم نہیں ہوا تھا جتنا دوبارہ آنے کی خوشی ہوئی ہے۔ تمہارا احترام ہم پر واجب ہے۔''

''پھر یہ گریز کیوں؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ فلورا کون ہے؟ فلورا مہذب دنیا کی وہ لڑکی ہے جو میری ملکیت ہے۔ اسے توری کے ایک سردار شوالا نے غصب کر لیا تھا۔ بعد میں اس نے اسے زیگا کے سپرد کر دیا۔ زیگا جزیرہ ویٹنزار سے میرے مقابلے کے لیے توری آیا تھا مگر فلورا کو لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے ویٹنزار میں اس کا تعاقب کیا اور ساحر اعظم جالطوش سے ملاقات کی۔ پھر میں جزیرے پر جزیرہ سر کرتا رہا۔ جب وہ یہاں آ کے روپوش ہو گئے تو میں نے مزید جزیرے سر کرنے کے بجائے توری واپس جانے کا قصد کیا اور اب انگروما میں آ گیا ہوں۔''

وہ میری باتیں غور سے سنتا رہا۔ اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے چند ثانیوں تک آسمان کی طرف دیکھا اور پھر نہایت غم زدہ لہجے میں کہنے لگا۔ ''تم کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے؟ میں یہ وضاحت دوبارہ کر دوں کہ انگروما میں تمہاری حیثیت قیدی کی نہیں، مہمان کی ہے۔ تم یہاں آزاد ہو۔ مجھے معلوم ہے، تمہارے سینے میں ابھی تک انگروما کے لیے ہمدردی پیدا نہیں ہوئی مگر امید ہے، پہلے کی طرح تم اس بار بھی ہمارے ہم نوا ہو جاؤ گے کیونکہ سچ ہمارے ساتھ ہے اور سچ یہ ہے کہ اقابلا کے خلاف جدوجہد محض اسی کے بغض وعناد کے سبب سے ہے۔ سچ یہ ہے کہ جالطوش کا سحر زاہدوں اور عابدوں کے اعلیٰ مقام کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سچ یہ ہے کہ بے قرار روحیں صدیوں سے اپنے دائمی آشیانوں میں جانے کے لیے تڑپ رہی ہیں۔ ہم ایک دن یہ سارا طلسم لوٹ دیں گے اور جارا کا کی عظیم روح ہمیں سکون اور مسرت سے سرفراز کرے گی۔''

گرونا فلورا کی گفتگو سے پہلوتہی کر رہا تھا۔ میں یہ باتیں پہلے بھی انگروما کے باقی عالموں کی زبانی سن چکا تھا مگر اس بار گرونا کے لہجے میں

مجھے کچھ زیادہ ویقین کی آمیزش نظر آئی۔ ''جارا کا کا کی عظیم روح۔'' میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے تم پر ترس آتا ہے گروناا تم سب لوگوں پر، جو احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ جارا کا کا کی عظیم روح کس کے حق میں ہے؟ کیا اس میں اب بھی کوئی شبہ ہے؟ جالوش جیسا بڑا ساحر وہاں موجود ہے۔ مقدس اقابلا جیسی حسین اور پُراسرار عورت وہاں موجود ہے، وہ ایک وسیع سلطنت ہے۔ وہاں بے شمار غاروں میں عابد اور زاہد جارا کا کا کی خوشنودی کے لیے برسوں سے عبادت کر رہے ہیں۔ تم کئی بار ناکام ہو چکے ہو۔ تم ایک سراب میں مبتلا ہو۔ میرے عزیز گروناا میں تمہارے عالموں کو مشورہ دوں گا کہ وہ اقابلا کے حکم کے آگے اپنے سر جھکا دیں۔ یقین کرو، یہ ایک بہترین مشورہ ہے۔ مگر... مگر...'' میں نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔ ''میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ مجھے مختلف طریقوں سے تمہیں سمجھانا پڑے گا۔ شاید یہاں میرے آنے کا مقصد یہی ہے۔ میں تمہارے اور مقدس اقابلا کے درمیان ایک اچھا رابطہ بن سکتا ہوں۔ بہر حال یہ گفتگو بعد میں ہوتی رہے گی۔ فلورا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

گرونا کسمسانے لگا۔ ''معزز جابر! تم ابھی تازہ تازہ وہاں سے وارد ہوئے ہو۔ اس لیے تمہارے ذہن پر اقابلا اور جالوش کا سحر طاری ہے، ہم تم سے کچھ کہنے اور تمہیں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ رہا جارا کا کا کی عظیم روح کی خوشنودی کا مسئلہ، تو انگروما کی موجودگی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جارا کا کا کی روح اپنے ان عبادت گزاروں کے موقف کی تائید پر مائل ہے۔ وہ دن ضرور آئے گا، جب ہمیں کلی طور پر اس کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی۔ ہم جالوش کو شکست دے دیں گے۔ ہم اقابلا سے اس کی مسند چھین لیں گے اور......''

میں نے کسی قدر ناراضی سے اس کی بات کاٹ دی۔ ''میں مہذب دنیا کی لڑکی فلورا کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

''ہاں!'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ ''معزز جابر! میں تمہیں صاف صاف بتائے دیتا ہوں، شاید تمہاری آمد کی خوشی میں مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں رہا۔ جس وقت زریگا نے انگروما میں پناہ لینے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کیا تھا، اس نے فلورا کے سلسلے میں ہم سے یہ عہد لے لیا تھا کہ ہم فلورا کو اسی کے تصرف میں رہنے دیں گے۔ فلورا صرف اسی کی رہے گی۔ مجھے افسوس ہے، جابر بن یوسف! ہم یہ عہد توڑ نہیں سکتے۔ تم اس کے بجائے انگروما کی کوئی بھی عورت طلب کر سکتے ہو۔ اگر چاہو تو کچھ اور خواہش کر سکتے ہو۔''

''مگر مجھے صرف فلورا درکار ہے۔'' میں نے غصے میں کہا۔ ''کیا زریگا اتنا اہم شخص ہے کہ تم نے اسے اپنے ہاں بلانے کے لیے ایک عہد بھی کر لیا؟ اگر وہ انگروما میں نہ آتا تو کیا انگروما کی طاقت میں کوئی کمی واقع ہو جاتی؟''

''ہمارے لیے سلطنت اقابلا کا ایک ایک شخص اہم ہے اور پھر زریگا جیسا طاقت ور شخص؟ اس کے بھائی ارمیگا نے اسے پُراسرار علوم کی تربیت بھی دی تھی۔ وہ کوئی جاہل اور کمزور شخص نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی ہمارے کام آ سکتا ہے اور انگروما میں بڑا مقام حاصل کر سکتا ہے۔''

''ہونہہ۔'' میں نے نفرت سے کہا۔ ''تم ایک معمولی شخص کے عہد کے لیے جابر بن یوسف کو ناراض کر رہے ہو اور جابر بن یوسف کی ناراضی کا مطلب یہ ہے کہ تم انگروما میں ایک نہ ختم ہونے والے انتشار کو ہوا دے رہے ہو۔ کیا میں اپنی ریاضتوں کی فہرست گنواؤں اور تمہیں اس بارے میں حقائق سے آگاہ کروں؟ مقدس جارا کا کا کی روح مجھ پر مہربان ہے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے معزز جابر! ہم تمہارے مقام سے آگاہ ہیں۔ تمہارا چمکتا ہوا سینہ تمہاری عظمتوں کا ثبوت ہے۔ ہم نے دیکھا ہے

کہ تم انگروما کی طلسمی دیوار پھلانگ کے توری پہنچ گئے تھے۔ تمہارے پاس یقیناً ایک عظیم طاقت ہے جو ہم نہیں دیکھ سکے۔ اس کے علاوہ مقدس جارا کاکا کی روح بھی تم پر مہربان ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اسی نے تمہیں ہمارے پاس روانہ کیا ہے تاکہ تم ہم میں مل جاؤ اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرو۔''

''پھر۔ پھر؟'' میں نے تمسخر سے کہا۔ ''مقدس جارا کاکا کی روح کے فرستادے کی یہ خوب تواضع ہو رہی ہے کہ اس کے مقابلے میں تمہیں ایک حقیر شخص سے کیے ہوئے وعدے کا پاس ہے؟''

''میں مجبور ہوں لیکن ہم جلد ہی اس کا کوئی حل نکال لیں گے۔ میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی فلورا تمہاری خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔''

''معزز گروتا! میں اس گریز کو اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ میں اس وقت تک انگروما میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک فلورا کو حاصل نہیں کر لیتا۔ اگرچہ انگروما میں آنے کا میرا مقصد یہی نہیں ہے، میرے مقاصد تو بہت سے ہیں ابھی سفر کی تکان غالب ہے اور میں پہلے ابتدائی مراحل سے نمٹنا چاہتا ہوں۔ از راہ کرم فلورا کو پیش کیا جائے۔''

''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو، اگر ہم تم سے کوئی عہد کریں گے تو اسے ہر حال میں نبھائیں گے، اگر ہم نے عہد شکنی شروع کر دی تو انگروما کے عالموں پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا اور یہ زمین جو امن و سکون کا گہوارہ ہے یہاں انتشار پھیل جائے گا۔''

''لیکن میں نے خود سے عہد کیا ہے کہ میں تربگا کو زمین کا پیوند بنا دوں گا، یہ جابر بن یوسف کا عہد ہے، کیا تم یہ دیکھنا پسند کرو گے کہ کون اپنے عہد پر قائم رہنے کی طاقت رکھتا ہے؟'' میں نے درشتی سے کہا۔

گروتا کی آنکھیں پٹ پٹانے لگیں۔ وہ بار بار کہیں گم ہو جاتا تھا۔ جیسے جیسے ان کا انداز معذرت خواہانہ ہوتا گیا، میرے لہجے میں اشتعال بڑھتا گیا اور میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک صلح جو شخص نے سمجھایا۔ جابر بن یوسف! اتنے جلال میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس زمین پر تنہا ہو اور نئے نئے آئے ہو۔ گروتا کے لہجے میں نرمی سے زیادہ رعایت حاصل کرنے کی کوشش مت کرو، فلورا کسی وقت بھی مل سکتی ہے کیونکہ تم اس سے دور نہیں ہو تمہیں یہاں بہت سے کام کرنے ہیں۔ سرکانے توری اور انگروما کے باغیوں کی جنگ کے درمیان تمہیں گرفتار ہو جانے کا جو مشورہ دیا تھا، تمہیں اس پر غور کرنا ہے، تمہیں یہاں سکون سے بیٹھ کر اپنی ذہانت اور شجاعت کی بساط بچھانی ہے۔ اگر تم نے شروع ہی سے فشار برپا کر دیا تو یہ لوگ تم سے متنفر ہو جائیں گے اور ان کی میزبانی کا یہ انداز بدل جائے گا۔ میں نے اپنے اندر بیٹھے ہوئے اس صلح جو شخص کی باتیں بزدلی سے تعبیر کیں۔ مجھے اپنی ترغیبیں خود زہر لگیں۔ ہونہہ، میں نے خود سے کہا۔ اگر پہلے ہی موقع پر اپنی عظمت کا سکہ نہ جمایا گیا تو آئندہ وہ مجھ سے اور زمیوں کی توقع کریں گے۔ یہاں پھر ایک طویل وقت گزر جائے گا اور کچھ نہیں ہوگا، جو فیصلے کرنے ہیں یا کروانے ہیں، ان میں تاخیر عبث ہے، گروتا سے کہہ دو کہ اسے میری میزبانی عزیز ہے یا تربگا سے کیا ہوا عہد؟

میں نے گروتا سے کہہ دیا۔ ''اگر تم اسی وقت فلورا کو پیش نہیں کرو گے تو میں بیہنر تار کے قوانین کا احترام کرنے کا پابند نہیں رہوں گا۔ سنتے ہو۔'' میں نے تیز آواز میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ جارا کاکا کی روح اپنے ایک غلام کی خواہش کا زیادہ خیال رکھے گی۔ تم نے درمیان میں آنے کی

کوشش کی تو پھر ناکامی کا منہ دیکھو گے کیونکہ تمہارے مقابل جو شخص کھڑا ہے وہ کسی اعتماد ہی سے اس مضبوط لہجے میں بات کر رہا ہے۔''

گرونا کے پاس شاید میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے میری تندی اور تلخی برداشت کرتا رہا اور نہایت نرمی سے کہنے لگا۔ ''معزز جابر بن یوسف! مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے لیے وقت درکار ہے۔ میں انھی کے پاس جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی صائب فیصلہ کرنے میں میری مدد کریں گے۔''

''اور میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔'' میں نے عزم سے کہا۔

''آؤ۔'' وہ کچھ جھجک کے بولا۔

ہم دونوں جلد ہی بستی کے درمیانی حصے پر پہنچ گئے، جہاں ایک چھوٹی سی عبادت گاہ کے گرد انگروما کے منتظم عالم موجود تھے۔ میں دور کھڑا رہ گیا۔ گرونا اپنے ساتھیوں کے پاس مشورے کے لیے چلا گیا اور میں نے دور کھڑے کھڑے دیکھا کہ ان کا سکون گرونا کی اچانک آمد سے درہم برہم ہو گیا ہے۔ وہ گفتگو کرتے ہوئے بار بار میری جانب دیکھتے تھے۔ ان کے تلاطم سے میری سرکشی کو ہوا گئی اور جب انہیں کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے دیر ہو گئی تو انتظار کرنے کے بجائے میں خود ان کی جانب بڑھنے لگا۔ کسی نے اشارہ کیا کہ میں ان کی طرف آ رہا ہوں۔ وہ سنبھل کر میرے پہنچنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب میں ان کے درمیان پہنچا تو انہوں نے ایک دوسرے کو سوال طلب نظروں سے گھورنا شروع کر دیا۔ ''معزز جابر!'' ایک عمر رسیدہ شخص آگے آیا اور شائستگی سے لرزیدہ آواز میں بولا۔ ''فلورا کو ہم نے مقدس ریماجن سے مشورہ کر کے تحفظ دیا ہے، گرونا اور انگروما کے دوسرے منتظموں کا وعدہ اصل میں مقدس ریماجن کا وعدہ ہے، جب تک اس کی طرف سے یہ تحفظ نہ اٹھ جائے ہم تم سے توقف کی درخواست کریں گے۔''

ریماجن کا نام میرے لیے نیا تھا لیکن اس موقع پر میں ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھ گچھ کر کے اپنی کم علمی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یقیناً ریماجن کوئی اہم شخص ہو گا جس کا تذکرہ وہ اتنے ادب سے کر رہے تھے۔ اس کے نام کے ساتھ انہوں نے مقدس کا لفظ بھی استعمال کیا تھا۔ میں نے اپنے آئندہ رویے کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور پھر میرے ذہن میں بجلی کی طرح ایک خیال کوندا۔ میں نے ادب سے کہا۔ ''اے بزرگو! مقدس ریماجن کی خدمت میں میری یہ حقیر خواہش پہنچا دو۔ وہ جارا کا کے ایک پسندیدہ غلام کے لیے اپنا فیصلہ بدل دے گا۔ اسے معلوم ہو گا کہ کس کی امانت کس کے پاس ہونی چاہیے۔ کون اس لڑکی کا صحیح دعوے دار ہے۔ میں سر شام منعقد ہونے والی جارا کا کی مشترکہ عبادت میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔ شام کو میں تمہارے سامنے ایک بیان بھی دینا چاہتا ہوں کہ تم مقدس اقابلا کے ساتھ سرکشی سے تائب ہو جاؤ۔ امید ہے تم مجھے اس کا موقع ضرور دو گے۔''

''ضرور ضرور۔'' ان کے چہروں پر شادمانی چھا گئی۔ اس مسکراہٹ میں کینہ شامل نہیں تھا۔ ''ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے ہمیں اس کا موقع دیا۔ لو ہماری طرف سے انگروما کی اقبال مندی کا یہ جام نوش کرو۔'' بوڑھے نے اپنا قدح میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے ایک ہی سانس میں پی لیا اور بازو سے باچھیں پونچھتے ہوئے بولا۔ ''اب میں چلتا ہوں۔ مجھے انگروما کا یہ سبزہ زار دیکھنا ہے اور دیکھنا ہے کہ تم نے کتنے طلسم کدے اس عرصے میں تعمیر کیے اور علم و فضل کے معاملے میں کیا کیا مراتب حاصل کیے۔''

http://kitaabghar.com

"یہ زمین تمہاری ہے۔" گرونا نے خوش دلی سے کہا۔

ان کا انکسار اور عجز ان کی سب سے بڑی خوبی تھی جو تاریک براعظم میں اقابلا کی قلم رو میں مفقود تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اقابلا کی سلطنت کے ستم رسیدہ لوگ تمک کے انگروما کا رخ کرتے تھے، جہاں غداؤں کی بہتات تھی اور غلاموں کے ساتھ حاکموں کا رویہ بہت مشفقانہ تھا۔ وہ اپنی میزبانی اور حسن سلوک سے ہر شخص کو پسپا کر دیتے تھے۔ میں ان کی خوش خلقی سے اپنے تمام سخت عزائم کے باوجود اچھا تاثر لے کر وہاں سے چلا آیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے اپنے ارادے بدل دیے ہیں۔ میں نے ریما جن کا ذکر آنے کے بعد مزید اصرار مناسب نہیں سمجھا تھا۔ فلورا کو دیکھنے کی آرزو شدت سے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ میرا وہی حال تھا جو بینزنا کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے تھا وہی بے چینی، وہی ایک کسک، جب اس کا خیال آتا تھا تو سارا تاریک براعظم منہدم کرنے کو جی چاہتا تھا۔ زخم دکھنے لگتے تھے اور بہت سی کربناک یادیں سینے میں آگ لگا دیتی تھیں۔ یہ سب اسی کی وجہ سے تھا۔ وہ نہ بیروت میں دوبارہ ملتی اور نہ اس ہولناک سرگزشت کا آغاز ہوتا۔ بیروت میں کسی حسین لڑکی سے میری شادی ہو گئی ہوتی اور وہاں کی صاف و شفاف سڑکوں پر میں دھوم مچاتا پھرتا۔ وہاں کے شیشہ بلبوں میں نازنینیں مجھے دیکھ کر میری طرف لپکتیں۔

فلورا سے اب میرا کیا رابطہ تھا! میں سمجھتا ہوں وہ ایک قرض تھا جو مجھے ادا کرنا تھا، وہ ایک ضد تھی جو پوری کرنی تھی، وہ ایک غرور تھا جس کا اظہار ضروری تھا، وہ ایک طاقت تھی جو اس کے حصول کے بغیر بے سند تھی۔ مگر وہ میری منزل نہیں تھی۔ وہاں پہنچ کے مجھے ٹھہرنا نہیں تھا۔ درمیان میں دوڑتے دوڑتے کبھی اس کا خیال آ جاتا تھا۔ ورنہ منزل تو بہت دور تھی اور اس منزل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں یہ جدوجہد تمام تر شعبدہ گری سمجھتا تھا۔ مجھے جہاں تک جانا تھا۔ وہیں تک جانا تھا۔ وہی ایک چہرہ۔ ایک مینار، ایک سنگ میل، مجھے وہیں تمام ہونا تھا۔ کسی مرتبے پر پہنچنا اور کسی شخص کے دل میں نفوذ کرنا دو مختلف عمل ہیں۔ مہذب دنیا میں اگر دنیا کی سب سے حسین دوشیزہ کے روبرو میں اتنے جان لیوا اظہار کرتا اور اتنے اذیت ناک مرحلوں سے گزرتا تو اس کا دل راکھ ہو گیا ہوتا مگر جو شخص مجھے مطلوب تھا، اس کا نام اقابلا تھا اور بے شمار دیدہ، دیدہ طلسم میرے اور اس کے درمیان حائل تھے کتنی ہی بار میں نے خود کو ایک مرا ہوا شخص سمجھا اور پھر کسی امید، کسی کرن نے مجھے متحرک کر دیا۔ کتنی ہی بار میری سانس اکھڑی اور میں زمین پر کھڑا کھڑا اس کی پہنائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر کسی تنکے نے سہارا دے کے مجھے روک دیا۔ توری میں اقابلا کے دربار سے واپس آ کے میں نے اپنے بے دست و پا وجود پر قناعت کر لی تھی لیکن پھر انگروما کے باغی آ گئے اور انہوں نے تاریک براعظم متزلزل کر دیا۔

میں انگروما کیوں آ گیا؟ انگروما کے راستوں پر وہاں کے باشندوں کے درمیان چلتے ہوئے میں یہی سوچ رہا تھا اور میری نگاہیں ہجوم میں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ سمورال کی مالا کے دانے میری سمت متعین کر رہے تھے اور چوبی اژدہا متحرک ہو کے میرے شانوں پر بیٹھا اپنا منہ ایک سمت کیے ہوئے مجھے اشارے کر رہا تھا۔ خود میں وہ عمل دہرا تا جا رہا تھا جو آج انگروما میں میری جہد اول کا آغاز کرنے والے تھے۔ اس کے بعد ہی میں اپنے لیے کوئی راستہ منتخب کر سکتا تھا۔ میں اس انکسار سے بھی، انگروما کے لوگ جس سے مجھے نواز رہے تھے، اپنی قدر و قیمت کا صحیح تخمینہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کے لیے ایک پیش قدمی کی جرأت کرنی تھی۔ شام کی آمد آمد تھی اور میں گوشے گوشے میں بو سونگھتا پھر رہا تھا۔ ہزاروں افراد اب تک میری نظروں سے گزر گئے تھے۔ میدانوں میں جا بجا پتھر کے مجسمے ایستادہ تھے۔ ان کی تعداد پہلے سے خاصی بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ فلورا مجھے کہیں نظر نہیں آئی

لیکن ایک جگہ میرے قدم رک گئے۔ میں نے ایک مجسمہ غور سے دیکھا۔ وہ ایک تنومند شخص کا مجسمہ تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اژدہا مجسمے کے گرد لہرانے لگا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ اس بات سے مجھے دکھ ہوا۔ کیا یہ لوگ مجھے ایک بے ضرر شخص سمجھتے ہیں؟ یا اپنے علم و تربیت سے اتنے آسودہ ہیں کہ ان کے پاس میری ہر تخریب کا مداوا موجود ہے، وہ مجسمہ۔ ایک سیاہ فام شخص کا مجسمہ میرے سامنے تھا۔ میں نے سوچا اسے زمین میں گاڑ دوں یا ریزہ ریزہ کر دوں؟ اس پر شپالی پھینک دوں یا جالموش کا عطا کیا ہوا ہار پہنا دوں، جس کے زہریلے بچھو اس میں اپنے ڈنگوں سے سوراخ کر دیں؟ میں اسے بدترین سزا دینے کے پہلوؤں پر غور کرتا رہا لیکن کسی اقدام سے قبل میرے ہاتھ رک گئے۔ اگر یہ مجسمہ یہاں موجود ہے تو قریب ہی ایک دوسرا مجسمہ بھی موجود ہوگا۔ میں نے نگاہ وسیع کی۔ اس وسعت میں چہار اطراف پھیلے ہوئے مجسموں میں مجھے اپنی مانوس شکل کہیں دکھائی نہیں دی۔ وہ کہیں اور ہے، کہیں دور...... ممکن ہے وہ پتھر کے خول میں مقید نہ ہو؟ سر شام ہی مشترکہ عبادت کا اہتمام ہوتا تھا اور اس میں میری شرکت لازم ہوتی تھی۔ میں نے مجسمے کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے کاندھے پر بٹھا لیا۔ وہ ایک بھاری شخص تھا مگر میری پشت ایسے کئی مجسموں کا بوجھ بیک وقت برداشت کر سکتی تھی۔ میں نے ایک سحر کے ذریعے اسے عام نگاہوں سے روپوش کر دیا۔ صرف برگزیدہ آنکھیں دیکھ سکتی تھیں کہ وہ میری پشت پر سوار ہے۔ اب میں تیز قدموں سے اس میدان کی طرف جا رہا تھا جہاں انگروما کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ میدان میں خاصے لوگ جمع ہو چکے تھے اور چہار اطراف سے میدان میں داخل ہو رہے تھے۔ میری نگاہ کے سامنے دور اونچائی پر گرونا، گورے اور انگروما کے دوسرے بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ حسب دستور ان کے آگے ایک بڑا الاؤ روشن تھا۔ میں جس وقت مجمع میں داخل ہوا، لوگ مجھے دیکھ کر ہیبت سے پیچھے ہٹنے لگے اور گرونا تک خود بخود ایک راستہ سا بنتا گیا۔ گرونا اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ میں ان سب کی پروا کیے بغیر چبوترے پر پہنچ گیا اور میں نے مجسمہ وہیں نصب کر دیا۔ اب مجسمہ سارے مجمع کی نگاہوں میں آ چکا تھا۔

"جابر بن یوسف"! گرونا چیخ کر بولا۔ "تم اسے یہاں کیوں اٹھا لائے؟"

"میں اس کے خون سے جاراکا کی مقدس روح کو آسودہ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے چلا کر جواب دیا۔

"لیکن یہ انگروما کی مقدس سرزمین کی امان میں آیا ہے۔"

"اور میں مقدس جاراکا کے نام پر اسے قربان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے اس سعادت سے بڑھ کے اور کیا نیکی ہو سکتی ہے؟"

"مگر اس کے لئے ہمیں مقدس ریماجن سے اجازت لینی ہوگی۔" گرونا کے قریب کھڑے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"اور مقدس ریماجن کو ایک برے شخص کو قربان کر دینے پر کوئی اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

اسی اثناء میں تمام مجمع زمین بوس ہو گیا تھا۔ گرونا کے سوا چبوترے پر کھڑے ہوئے انگروما کے تمام بزرگ گردنیں جھکائے گریہ وزاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے تاخیر اپنے لیے مہلک جانی اور اپنے سحر سے مجسمہ فی الفور متحرک کر دیا۔ پتھر کا منجمد خول جب حرکت کرنے لگا تو لوگوں نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ نریگا تھا۔ نریگا میری صورت دیکھتے ہی خوف سے گنگ ہو گیا تھا۔ جاراکا کی مشترکہ عبادت کے اجتماع میں غیر متوقع طور پر مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے ہونٹ لرزنے لگے، اس نے گرونا کی جانب پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ گرونا کی گردن بھی

جھک گئی۔ میں نے دہکتے ہوئے الاؤ میں سرعت سے ہاتھ ڈال کر دو انگارے نکالے اور ایک ہولناک چیخ ماری۔ میری دہشت ناک چیخ سے سارا مجمع لرزہ براندام ہو گیا اور لوگ کھڑے ہو کے میری وحشت دیکھنے لگے۔ میرے ایک ہاتھ میں جلتے ہوئے انگارے تھے اور دوسرے ہاتھ میں جارا کاکا کی کھوپڑی۔ دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ زریگا کی طرف بڑھے ہوئے تھے۔ ''مقدس جارا کاکا تیرے لیے۔'' میں نے دہاڑ کے کہا۔ ''اور مقدس ریما جن تیری اجازت سے، جارا کاکا کی خوشنودی ہی تیری اجازت ہے اور اجازت طلبی کی صدا جابر بن یوسف لگا رہا ہے۔''

''جابر بن یوسف!'' ایک بوڑھا چیختا ہوا آگے آیا۔ ''انگروما کے ساحروں کا صبر و ضبط مت آزما۔''

''مجھے یہاں جس مقصد سے بھیجا گیا ہے، وہ تجھے نہیں معلوم بوڑھے پیچھے ہٹ جا اے بزرگ شخص اپنی جگہ چلا جا۔'' میں نے سختی سے کہا۔ ''جارا کاکا کس کے زیادہ قریب ہے؟ اس کا فیصلہ آج ہو جائے گا۔''

تنومند زریگا لرزنے لگا تھا۔ غیر اختیاری طور پر وہ چبوترے سے بھاگنے لگا لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد ٹھٹک کر ایک جگہ ساکت ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کر دینا چاہیے تھا لیکن میں نے ایسی عجلت اپنے مستقبل مزاج کے موافق نہیں پائی۔ میں اسے پوری اذیت دینا چاہتا تھا۔ انگروما کے بڑے مجمع کے سامنے میرا یہ اقدام باقاعدہ غور و فکر کے بعد تھا۔ گرونا اور دوسرے ساحر دم بخود کھڑے تھے۔ میں نے آخری لمحے تک ان کی طرف سے کسی مداخلت کا امکان یکسر رد نہیں کیا تھا۔ میں پوری طرح اپنے عمل میں منہمک اور اپنے قدموں پر مستعد جما ہوا تھا۔ میں نے وہ دونوں شعلے زریگا کی طرف پھینک دیے۔ نشانہ ٹھیک اس کی آنکھوں پر لگا، وہ ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ تڑپنے اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ میں نے اسے بھاگتے ہوئے اپنی جانب کھینچ لیا اور اس کے بال پکڑ کے چہرہ سامنے کیا۔ شعلوں نے اس کی آنکھیں ویران کر دی تھیں۔ خون اور جلتے ہوئے گوشت کے دو بڑے دھبوں نے اس کا چہرہ مکروہ بنا دیا تھا۔

لمحوں میں اس کا چہرہ مسخ ہو گیا۔ کاش میں اسے اور اذیتیں دے سکتا۔ کاش یہ مجمع توری کا مجمع ہوتا اور میں نے یہ قربانی جارا کاکا کے نام پر کرنے کا اعلان نہ کیا ہوتا۔ ہر طرف گہرا سکوت تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکریں لگانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور الاؤ کے گرد ایک عمل پڑھ کے اپنی تمام تر ظاہری و باطنی طاقت یکجا کر جارا کاکا کا نعرہ لگایا۔ ''صرف تیرے لیے'' میں نے دہاڑتے ہوئے کہا اور میرے خنجر نے زریگا کے سینے سے خون کا فوارہ جاری کر دیا۔ میں نے اس کے تڑپتے ہوئے خون آلودہ لاشے میں جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا۔ پھر گودے، گرونا اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ ''اس کی روح اپنے زندان خانے میں بھجوا دو۔ ممکن ہے کسی وقت یہ تمہارے کام آ جائے۔'' گودے نے آگے بڑھ کر زریگا کا نرخرہ دبا لیا اور گرونا نے احترام کے ساتھ اس کا نیولا لا کر زریگا کے گلے پر رکھ دیا۔ پھر اس نے کوئی عمل پڑھا۔ نیولے نے زریگا کی گردن پکڑ لی۔ اسی لمحے زریگا کی لاش ٹھنڈی ہو گئی۔ ہر جگہ خون پھیلا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ خون سے سرخ تھے۔ میں نے جارا کاکا کی رنگین کھوپڑی گلے میں ڈال لی اور زریگا کی لاش دونوں ہاتھوں سے اٹھا کے الاؤ میں جھونک دی۔ جب میں اس عمل سے فارغ ہوا تو مجمع میں سرگوشیاں سی گونجنے لگیں۔ ''آؤ، ہم جارا کاکا کی مشترکہ عبادت کا عمل جاری کریں۔'' میں نے بلند آواز میں کہا جیسے ابھی ابھی جو واقعہ ہوا ہے اسے تازہ رکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ گرونا اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں خوں بار ہو گئی تھیں۔ گرونا نے آگے آ کے جارا کاکا سے انگروما کی سربلندی کے لیے دعائیں مانگیں لیکن اس کی آواز میں لرزش

تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جلد سے جلد یہ رسمی کام ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے عجلت تمام عبادت کی رسوم سے نپٹ کر مجمع منتشر کرنا چاہا تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک لیا اور گروتا سے درشت لہجے میں پوچھا۔ ''میری بات کا کیا جواب ہے؟''

''ہم نے تمہارا پیغام بھجوا دیا ہے۔'' اس نے بے رخی سے کہا۔

''تم نے اس موقع پر کوئی جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔''

''ہمیں جواب کا انتظار ہے۔''

''کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے میری میزبانی کے نیک فریضے سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں؟ مجھے اب براہ راست مقدس ریما جن سے بات کرنی ہوگی؟''

''ہم تمہیں اس کا ردعمل ظاہر ہونے تک منتظر رہنے کی تلقین کریں گے۔ امید ہے تم مقدس ریما جن کو ناراض نہیں کرو گے۔'' گروتا نے بے دلی سے جواب دیا۔

''میں؟'' میں نے اپنا رخ بدل کے مجمع سے خطاب کیا۔ ''اے انگروما کے لوگو! میں جابر بن یوسف مقدس اقابلا کے پندرہ جزیروں کا سردار تم سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ میں مقدس اقابلا اور ساحر اعظم جالوش کی طرف سے تمہارے لیے ایک تنبیہ ہوں کہ تمہیں طاقت اور کمزوری کا فرق سمجھاؤں۔''

''وہ ظالم ہے، وہ جابر ہے۔'' مجمع نے نعرے لگائے۔

میں نے چیخ کر انہیں خاموش کرا دیا۔ ''لیکن وہ ایک عظیم طاقت ہے اور اسے جارا کاکا کی اعانت حاصل ہے۔''

وہ میری بات سننے کے بجائے جارا کاکا کے نام کا ورد کرنے لگے۔ میں نے چیخ کر پھر انہیں خاموش کرایا۔ ''تم کب تک شکستوں سے دوچار ہوتے رہو گے؟ ایک دن طاقت، تمہاری ناتوانی پر غالب آ جائے گی۔ میں تمہیں یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اے نیک لوگو! تم انگروما کی حد تک اپنے آپ کو مقید کر لو اور اقابلا کی معزولی کا خیال دل سے نکال دو۔''

مجھے حیرت تھی کہ گروتا اور اس کے ساتھی مجمع سے میرا خطاب خاموش کھڑے سن رہے ہیں۔ میں نے ملکہ اقابلا کی شان و شوکت کے متعلق کچھ کہنا شروع کیا تو ہجوم نے میری یہ بات مسترد کر دی لیکن انہوں نے کسی شدید ردعمل کا اظہار بھی نہیں کیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس وقت تک خطاب کرتا رہوں گا جب تک وہ میرا اثر قبول نہیں کریں گے۔ گروتا نے پیچھے سے آ کے مداخلت کر دی اور میرے نام کے ساتھ تمام احترام ادا کرتے ہوئے مجمع سے کہا کہ میں جزیرہ توری سے آج ہی آیا ہوں اور جو نیا شخص آتا ہے وہ اسی طرح کی باتیں کرتا ہے اور ہم اسی طرح سنتے ہیں۔ اس لیے انہیں میری بات سن لینی چاہیے۔ یہ کہہ کے گروتا پھر پیچھے چلا گیا اور اس نے گویا بھرے مجمع میں میرے ساتھ ہمدردانہ رویے کا اظہار کر کے میری سبکی کی۔ میں نے پھر کوئی جملہ ادا نہیں کیا اور گروتا کی طرف اشتعال کی نظروں سے دیکھا۔

پھر چبوترے پر میرا حال پہلے سے مختلف ہو گیا۔ میں عقل و ہوش سے دور ہو گیا اور میں نے جالوش کے علاقے میں حاصل کیے گئے سحر پڑھنے شروع کر دیے۔ رات ہو چلی تھی الاؤ کے گرد میرے وحشیانہ انداز، میری ساحری، میری چیخوں اور لمبے لمبے بعد سکوت نے اس پراسرار ماحول

کے تاثر میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ ''سنو گرونا۔'' میں نے گرج دار آواز میں کہا اور میری آواز کے ساتھ ہی چبوترے کی زمین دہلنے لگی۔ ''سنو گرونا! میں نے براہ راست مقدس دیوتا جن سے رابطہ قائم کر لیا ہے، دیکھو وہ جابر بن یوسف کا کیسا خیال رکھتا ہے۔''

گرونا اور اس کے ساتھی ہلتے ہوئے چبوترے پر اپنے پیر جمانے کی کوشش کر رہے تھے میرے مستانہ نعرے ہر طرف گونج رہے تھے، اندھیرے میں اچانک ہجوم کی پشت سے ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ میرے بلند ہاتھ تیزی سے گردش کرنے لگے، رفتہ رفتہ اس ہذیانی چیخ کی آواز گہری ہو گئی۔ وہ پاگلوں کی طرح ہجوم چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ گردن جھٹک کے تیزی سے چبوترے کے نزدیک آ رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی جاتی تھی، ہجوم کائی کی طرح چھٹتا جاتا تھا۔ وہ سرتا پا برہنہ تھی۔ اس کے چہرے اور شانوں پر پھیلے ہوئے بالوں کی وجہ سے اس کی صورت کبھی کبھی دکھائی دیتی تھی۔ پیر جھٹکتی، دیوانہ وار چیختی ہوئی وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہجوم عبور کر گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ اس کے لئے پھیلا دیے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت گرونا اور اس کے ساتھیوں کا کیا تاثر تھا؟ چبوترے کی لرزش ختم ہو گئی تھی۔ اچانک اس وقت میرے دل میں ایک خیال آیا، میں نے اپنا خنجر تولا اور ارادہ کیا کہ اسے اس کے سینے کے پار کر دوں لیکن اسی لمحے اس کے خوب صورت چہرے سے بال ہٹ گئے اور ایک مدت بعد، ایک طویل عرصے بعد وہ چہرہ میری نظروں کے دائرے میں آیا تو خنجر میرے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا۔ میں نے خنجر پھینک دیا اور دونوں ہاتھ نیچے کر کے اس مضطرب عورت کو ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ جیسے ہی وہ میرے ہاتھوں میں آئی۔ اس کے اعصاب جواب دے گئے اور وہ نڈھال ہو کے میرے بازوؤں پر جھول گئی۔ میں نے اسے چبوترے پر کھڑا کیا اور اس کے بال درست کیے مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میرے سامنے وہی ہے...... وہی فلورا...... حالاں کہ جس وقت میں نے پہلی بار اس کی درد انگیز چیخ سنی تھی، اسی وقت مجھے اس کی آمد کا یقین ہو گیا تھا۔ پھر میں نے جاراکا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے ہلاک کرنا چاہا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں ایک جگہ ٹک گئی تھیں۔ میں نے اپنے سینے کے تمام نقوش پشت کی طرف کر لیے اور اسے اپنے سینے میں اس طرح مدغم کر لیا جیسے وہ میرے وجود ہی کا ایک حصہ ہو۔

گرونا نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی۔ میں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ فلورا کو اپنے کاندھوں پر ڈالا اور آہستگی کے ساتھ چبوترے سے اتر گیا۔ گرونا میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ اسی وقت تین نیزہ بردار شخص میرے اردگرد چلنے لگے اور انہوں نے ایک وسیع جھونپڑی تک پہنچانے میں میری رہنمائی کی۔ جھونپڑی میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ مٹکے، پیال کا آرام دہ بستر، قدح اور طشت...... پھل گوشت اور شرابیں۔ میں نے فلورا کو پیال کے بستر پر لٹا دیا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

تاریک براعظم میں آنے کے اتنے عرصے بعد وہ میرے اس قدر سامنے تھی اس کا رنگ کچھ اور نکھر گیا تھا۔ رخساروں پر سرخی اور تابانی تھی۔ بدن سے خون چھلکا پڑ رہا تھا۔ توری میں پہلے دن میں نے اسے دیکھا مگر اس وقت اس کے سارے جسم پر چھوٹے چھوٹے زرد کیڑے رینگ رہے تھے اور توری میں پہلے خادمائیں تو شا اور نیری کی نگرانی کے لیے مامور ہوئی تھیں، وہ وقت ایسا تھا جب ہمیں آنے والے بھیانک وقت کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اب اس کا سراپا پھر میری نظروں کے سامنے تھا اور میں اس کا مالک تھا۔ میری محبوبہ میرے سامنے تھی۔ پھر مجھے نہ جانے کیا ہوا کہ میں دیر تک ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا...... اس کے ترشے ہوئے گلابی ہونٹ بند تھے۔ میں نے انہیں پانی سے تر کیا اور انگلی سے سہلانے لگا۔ اس وقت

میرے ذہن کے پردے پر وہ تمام مناظر ابھر رہے تھے جو فلورا سے وابستہ تھے۔ آکسفورڈ میں اس سے ملاقات، بیروت میں اس کے ساتھ حسین لمحے، شوالا سے معرکہ آرائی کے وقت میرے ساتھ آنے سے اس کا انکار، اس کے تعاقب میں مختلف جزیروں کا سفر۔ میری عقل خبط تھی کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں کہ اس نے ایک نازک لمحے میں میرے بجائے شوالا کو ترجیح دی تھی اور وہ زیگا کے ساتھ بھاگتی رہی تھی۔ کبھی اس کے چہرے پر مجھے بے انتہا پیار آتا، کبھی نفرت ابلنے لگتی۔ آخر میں نے پانی کے چند چھینٹے اس کے رخساروں پر ڈالے۔ اسے ہوش آنے لگا۔ اس کے بدن میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ میں نے اشتیاق سے اسے آواز دی۔ ''فلورا!'' وہ کسمسانے لگی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور حواس باختہ ہو کے مجھے دیکھنے لگی۔ ''فلورا....'' میں نے آہستگی سے اسے پکارا۔

اس نے ادرگرد نگاہ دوڑائی اور پھر میرا چہرہ تکنے لگی اور ایک دم ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے وہیں لیٹنے کا اشارہ کیا۔

''یہ خواب نہیں، حقیقت ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''تم؟'' وہ وحشت زدہ ہو کے بولی۔ ''تم یہاں؟''

''ہاں میں یہاں ہوں، تمہارے پاس۔ آخر میں نے تمہیں پا لیا۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

شاید اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے میرا بازو چھو کے دیکھا۔ ''یہ انگروما ہے؟''

''ہاں یہ انگروما ہے اور میرا نام جابر ہے۔ میں ایک بار پھر تمہیں اس کا موقع دوں گا کہ میری رفاقت تمہیں عزیز ہے یا ان سیاہ فام لوگوں کی؟''

''تم واقعی جابر ہو۔'' وہ دوبارہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ ''مگر میں یہاں کس طرح آ گئی؟''

''تاریک براعظم میں سوال کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تسلیم کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔''

''اوہ جابر!'' اس کی آواز لرزنے لگی اور وہ بے تابانہ میری آغوش میں گر گئی اور اس کی آنکھوں سے ایک سیلاب جاری ہوا۔ وہ کچھ اس طرح روئی کہ میرے سینے پر دریا بہنے لگا۔ میری ریگ زار آنکھیں بھی کروٹیں لینے لگیں۔ یہ صحرا بھی نم ہو گیا۔ اس کا طوفان رہ رہ کے اندر رہا تھا۔ اس درمیان اس نے جو لفظ ادا کئے، وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکے یا میں خود ایسی کیفیت میں مبتلا تھا کہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس کی رقت میں ایسا درد تھا کہ میرے پتھر پگھلنے لگے۔ جب دیر ہو گئی تو میں نے اس کا سر اٹھایا اور اپنی انگلیوں سے اس کے رخسار خشک کرنے کی ناکام کوشش کی۔

''فلورا!'' میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ان سے جو لاوا ابل رہا ہے، وہ میرا سینہ جلا رہا ہے۔''

''جابر!'' وہ ایک مرتبہ اور تڑپ کے میرے سینے سے لگ گئی۔

میں نے اسے دوبارہ بستر پر لٹا دیا اور قریب رکھے ہوئے گھڑے سے مشروب انڈیل کے اسے پیش کیا۔ اس نے آدھا پیا، آدھا اس کے سینے پر گر گیا۔ وہ ابھی تک میری موجودگی کا یقین کر رہی تھی اور آنکھیں پھٹ پھٹا کے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''تم کتنے بدل گئے ہو۔'' اس کا لہجہ اب قابو میں تھا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ ''تمہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟''

''وہ مجھے تمہارے بارے میں بے خبر رکھتے تھے لیکن بعض عورتوں سے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ تم ابھی زندہ ہو اور اس منحوس خطے میں

خاصے نامور ہو گئے ہو۔''

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا تم نے مقابلے کے بعد شوالا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔''

''آہ!'' وہ غم زدہ لہجے میں بولی۔ ''مجھے اس کی وضاحت کا موقع نہیں ملا میں سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ عارضی ہے مگر شوالا نے مجھے زریگا کے پاس پہنچا دیا۔''

''تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟''

''میں نے اس وقت کچھ اور بات سوچی تھی۔ جب تم شوالا سے معرکہ آرا ہوئے تو یہ تاریک براعظم میں مہذب دنیا کے ایک فرد کے لیے بڑی بات تھی۔ اس عرصے میں، میں نے شوالا کی طاقت، اس کا طلسم اور اس سرزمین میں بسنے والوں کی ساحرانہ قوتوں کا اندازہ بخوبی لگا لیا تھا۔ میں شوالا کے پاس رہ کے اسے تم سے غافل رکھنا چاہتی تھی کیونکہ وہ تم سے شدید نفرت کرتا تھا۔ میں تمہارے دل میں اس کے خلاف ایک عناد پیدا کرنا چاہتی تھی تاکہ اس شخص سے ایک آخری مقابلے کے لیے مزید عظمتیں حاصل کرنے پر توجہ دو اور میرے انکار کا تازیانہ تمہیں مزید علم حاصل کرنے پر اکسائے اور تم شوالا سے انتقام لینے، مجھے کسی طور حاصل کرنے اور نفرت کا اظہار کرنے کے لیے خود کو طاقت ور بنانے میں اور منہمک ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم نے اس وقت تک کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ شاید تم کہیں ٹھہر نہ جاؤ اور تمہاری رگوں میں خون دوڑتا رہے لہٰذا میں نے خود کو تمہاری نظر میں گرا دیا لیکن میری بدقسمتی کہ جب مجھے تم سے ملنے کا موقع ملا، آخری لمحے میں شوالا نے مجھے زریگا کے حوالے کر دیا اور میں ہمیشہ کے لیے تمہارے دل و دماغ میں رسوا ہو گئی۔'' فلورا جذباتی انداز میں بولی۔

فلورا کی باتوں میں صداقت کا اندازہ اس کے جذباتی لہجے سے ہو رہا تھا۔ میں اس کا ایک ایک لفظ اپنی سماعت میں محفوظ کرتا رہا۔ ''کاش تم ایسا نہ سوچتیں۔''

''میں نے اس دن ملکہ اقابلا کی آنکھوں میں تمہارے لیے ایک خاص چمک دیکھی تھی اور جس انداز سے شوالا کا مقابلہ طے ہوا تھا، وہ بھی میری نظر میں تھا۔ میں نے چاہا تھا کہ تمہارا شعلہ میری آمد کے بعد سرد نہ پڑ جائے، یہ شعلہ جلتا رہنا چاہیے کیونکہ ہوائیں تمہارے موافق تھیں۔ اس منحوس خطے سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ میری سمجھ میں آتا تھا کہ ہم ان میں شامل ہو جائیں، ان کا اعتماد حاصل کریں اور ان کی طاقتوں کا راز......''

میں نے فلورا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اٹھ کے دروازے کے پاس آیا۔ پھر میں نے ادھر ادھر کمرے میں کسی نادیدہ شے یا کسی طلسم کی بو سونگھی اور احتیاطاً دروازہ بند کر دیا۔ اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے وہاں تعینات کیا اور شپالی گلے سے اتار کے آگ روشن کر دی۔ پھر میں نے چاروں طرف ایک سحر پڑھ کے پھونک دیا۔ فلورا میری یہ حرکتیں مبہوت سی دیکھ رہی تھیں۔ ''ہاں۔ اب تم اطمینان سے بات کر سکتی ہو۔'' میں نے اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

فلورا کو سلسلہ کلام ملانے میں دشواری ہوئی اور وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگی۔ ''کیا اس وقت میں نے غلط سوچا تھا؟''

''نہیں۔'' میں نے جھجک کے کہا۔ ''تم نے سب کچھ صحیح سوچا تھا لیکن حالات اس طرح پیش نہیں آئے جس طرح ہم سب نے مستقبل

کے متعلق متصور کیے تھے۔"

"تم اب ایک طاقت ور آدمی ہو۔ جب تم مڑے تھے، میں نے تمہاری پشت پر ان گنت نوادر دیکھے تھے۔ تم نے انہیں حاصل کرنے کے لئے یقیناً بڑی جان لیوا جدوجہد کی ہوگی۔"

"یہ ایک طویل داستان ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کتنا یاد کیا؟"

"آہ۔" وہ پھر رو پڑی۔ "میں نے اپنی موت کا بہت انتظار کیا۔ کبھی کبھی امید کی ایک کرن پیدا ہوتی تھی، جب میں تمہارے متعلق کسی سے کچھ سنتی تھی۔ میں اکثر یہ خواب دیکھا کرتی تھی کہ تم مجھے لینے آ گئے ہو۔"

"میں تمہیں جگہ جگہ لینے گیا لیکن تم ہر جگہ سے فرار ہوتی رہیں۔" میں نے شوخی سے کہا۔ "اب میں نے انگروما میں تمہیں پکڑ لیا ہے۔"

"جابر!" وہ بے تابی سے بولی۔ "اب کسی کو مجھے چھیننے کی اجازت نہ دینا۔ اس سے پہلے میرا گلا گھونٹ دینا۔"

"اب میرے بازوؤں میں بڑی طاقت ہے۔"

"تم تو پہچانے نہیں جاتے۔" اس کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ آئی۔ پھر وہ افسردگی سے کہنے لگی۔ "کیا ہم اب کبھی واپس نہیں جائیں گے؟"

"یہ سوال سبھی کرتے ہیں۔ سریتا بھی، سرنگا بھی، ڈاکٹر جواد بھی اور کبھی کبھی میں بھی خود سے پوچھتا ہوں لیکن اس سوال کا جواب کسی کو نہیں معلوم۔"

"کیا یہ سب لوگ زندہ ہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"زندہ ہیں؟" میں نے ہنس کے کہا۔ "عیش و عشرت کر رہے ہیں، یہ سب جزیرہ توری میں موجود ہیں۔ سب تمہاری طرح بے لباس رہتے ہیں، بوڑھا سرنگا بھی ننگا رہتا ہے۔"

"او جابر!" وہ بے چینی سے بولی۔ "مجھے ان کے متعلق بتاؤ۔"

میں نے ایک قدح مشروب کا اور پیا فلورا میری آغوش میں مچلنے لگی اور اس طرح نیم دراز ہوئی کہ اس کا چہرہ میرے چہرے کے سامنے تھا۔ اب اس کی حالت بہتر تھی۔ اور جب قربتوں کا یہ منظر آیا تو میری زبان پر کوئی شکایت آئی، نہ میں اس تلخی کا اظہار کر سکا جو فلورا کے واسطے مجھے ملی تھی۔ جب وہ جینے سے لگی تو ہر غبار چھٹ گیا۔ اس نے شوالا کے پاس جانے کا جو جواز پیش کیا تھا وہ اس کے جذبات کا ایک بے حس اشارہ تھا۔ مہذب دنیا کے کسی بھی فرد نے اتنی پریشانیاں نہیں اٹھائی تھیں جتنی فلورا نے اٹھائی تھیں۔ تھوڑی دیر میں ہمارے درمیان کوئی فاصلہ حائل نہ رہا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ دوری میرے حق میں بہتر ہوئی کیونکہ فلورا آج کچھ اور ہی انداز سے مل رہی تھی۔ آکسفورڈ میں تو وہ ایک طنطنے سے بات کرتی تھی، بیروت میں بھی میری وارفتگیوں کے باوجود اس کے ہاں ایک گریز تھا۔ اب اس میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ وہ ہمہ دل، ہمہ جذبہ تھی۔ اس کی قربت میں، میں بھول گیا کہ تاریک براعظم میں میرا کیا مرتبہ ہے؟ میں اس وقت اپنے ماضی میں تھا، میں بیروت میں تھا، میں اس کے سامنے صرف اس کا آدمی تھا اور میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔ صرف اس کی خوشی عزیز تھی۔ صرف اس کی سرشاری مطلوب تھی۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ ہمیں کھانے پینے کا ہوش نہ رہا۔ وہ میری سرگزشت پورے انہماک سے سنتی رہی۔ اس میں سبھی کا ذکر تھا۔

اس میں اقابلا کا بھی ذکر تھا۔ اقابلا کے ذکر پر کئی بار اس کی آنکھوں میں مشعلیں روشن ہوئیں، گو میں نے اس کے ضمن میں اپنی تمام شدتوں کا احوال بیان نہیں کیا کیونکہ مجھے فلورا کی نازکی کا خیال تھا مجھے اس کے شیشے کا خیال تھا۔ جب اقابلا کا ذکر آیا تو میں نے خود اپنے درون خانہ جھانک کر دیکھا۔ اقابلا پوری تمکنت سے میرے اندر موجود تھی۔ وہ کچھ اور سربلند معلوم ہوتی تھی۔ اسے اپنے اندر پا کے مجھ پر فخر و شادمانی کے جذبے چھا گئے اور فلورا پر میرے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ تاریک براعظم میں اتنا عرصہ گزارنے کے بعد فلورا ان رموز سے آگاہ ہو گئی ہو گی جو مقام کی تبدیلی میں بدل جاتے ہیں اور میرا خیال ہے، وہ کہیں نہیں بدلتے۔ صرف رسمیں بدل جاتی ہیں۔ صرف پیمانے مختلف ہوتے ہیں، اس نے میری گفتگو سے مفاہمت کی۔ اس لیے نہیں کہ وہ مفاہمت پر مجبور تھی بلکہ اس لیے کہ اس میں میرے بیان کی سچائی شامل تھی اور تاریک براعظم میں ہم سب بے لباس ہو گئے تھے ہم نے زیادہ قریب سے انسانی جذبوں کا مطالعہ کیا تھا۔ میں نے اسی لیے اقابلا کا نام صاف گوئی سے لیا اور فلورا نے اسے اسی طرح قبول کیا جس طرح میں نے بیان کیا تھا۔ سورج کی اولین کرنیں جب درزوں سے اندر آنے لگیں تو ہمیں وقت کا احساس ہوا۔ رات بھر میں فلورا کو میں اپنے بیتے ہوئے دنوں کے متعلق جو کچھ بتا سکتا تھا، وہ میں نے بتا دیا۔ وہ سریتا، فروزیں، مارشا، جولیا، شہزادو، ڈاکٹر جواد اور سرنگا کے ناموں پر بے چین ہو جاتی تھی۔ ہم ایک دوسرے میں مدغم تھے لیکن وہ اشتعال کے لمحے نہیں تھے۔

ہاں اس کا گداز رات بھر میرے تھکے ہوئے جسم کو تھپکیاں دیتا رہا۔ ہم نے اپنا وقت لطافتوں میں بتایا، وحشتوں میں صرف نہیں کیا، وہ ہمہ تن گوش تھی اور میری زبان سے گزرے ہوئے وقت کا بوجھ اتر رہا تھا۔

"یہ سلسلہ ختم کہاں جا کے ہو گا؟" اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"پتہ نہیں لیکن ہم کسی فیصلہ کن موڑ پر ضرور آ گئے ہیں۔ یہاں اسرار کے پرت ہیں، ایک پرت ہٹاؤ، دوسرا نظر آ جاتا ہے۔ ایک گتھی سلجھاؤ، ہزار گتھیاں پڑ جاتی ہیں۔ ایک معرکہ سر کرو، ان گنت معرکے منتظر رہتے ہیں۔ ایک طاقت زیر کرو، دوسری طاقتیں ابھر آتی ہیں۔"

"بوڑھے سرنگا کا خیال صحیح ہے کہ ہمیں یہاں سے واپسی کی جستجو ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔" وہ جوشیلے لہجے میں بولی۔

"اس نے توری کے میدان جنگ میں کہا تھا کہ میں اگروما کی قید میں چلا جاؤں، نہ جانے اس کا کیا مطلب تھا۔"

"اس کا مطلب بہت صاف تھا۔ اگروما تمہاری عظمت کی راہ میں سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ تم یہاں ان لوگوں سے وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہو جو توری کے بزرگ عابد تمہیں دینے میں بخل کرتے ہیں کیونکہ انہیں تمہاری سرفرازی سے بہت سے اندیشے لاحق ہو جاتے ہوں گے۔"

"تم نے اپنی اسی ذہانت کی وجہ سے زربگا اور ارمیگا کے دلوں پر حکومت کی ہو گی۔ میں نے بیئر نار میں تمہارا تعمیر کردہ مکان دیکھا تھا۔" میں نے شوخی سے کہا۔

"یہ گیس مت چھیڑو۔ اگر میں یہ ذہانت صرف نہ کرتی تو آج تم سے دوبارہ ملاقات نہ ہوتی۔"

"اب تم آ گئی ہو تو خوب آرام کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"میں تمہیں آرام نہیں کرنے دوں گی۔" وہ پرعزم لہجے میں بولی۔ "تم اسی رفتار سے اپنا سفر جاری رکھو گے جس طرح اب تک سفر کرتے

رہے ہو بلکہ اس میں اور شدت پیدا کرو گے۔ میں تمہارے بہت قریب ہوں لیکن تمہیں اس وقت تک اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دوں گی، جب تک ہم اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیتے۔''

''میں تمہیں دبوچ لوں گا۔'' میں نے اس کی بڑیاں جھنگاتے ہوئے کہا۔

''تو میں مر جاؤں گی تاکہ میرا غم تمہیں اپنے مقصد کی یاد دلاتا رہے۔ سنو جابر! ہم دو طریقوں سے یہاں اپنا کام شروع کر سکتے ہو، پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ تمہیں یہاں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر انگروما میں علم سیکھنا ہے اور کوئی بڑا مرتبہ حاصل کرنا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمہیں یہاں ہر جگہ پہ عمل جاری رکھنا ہے۔ دوسرا طریقہ مہلک ہے کیونکہ ابھی تمہیں انگروما کے ساحروں کی پیائش کا صحیح اندازہ نہیں ہے، ممکن ہے، کہیں تم ٹھوکر کھا جاؤ۔ یہ مہمانی و میزبانی کی اجازت ایک حد تک دیں گے۔''

''یہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔'' میں نے سرکشی سے کہا۔

''تم تنہا ایک دن خود تھک جاؤ گے ممکن ہے، ایک بار پھر تم انگروما سے توری واپس چلے جاؤ لیکن کیا ہوگا؟ کوئی بڑا انقلاب نہیں آ جائے گا ہمیں کسی امید کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور جدوجہد ہی کرنا ہے تو باقاعدہ منصوبے سے کیوں نہ کی جائے؟''

''تمہارا مقابلہ مہذب دنیا کے کسی شخص یا اشخاص سے نہیں ہے بلکہ پُراسرار بلاؤں اور ناقابلِ توجیہہ مظہروں سے ہے۔''

''اور تم نے انہی حالات میں اپنا سینہ بھاری کیا ہے۔'' فلورا جوش میں بول رہی تھی۔ ''اٹھو، انگروما کی گلیوں میں چلو۔ مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میرا خیال ترک کر دو اور نئے راستے تلاش کرو۔''

''صبر، صبر۔ فلورا۔ ذرا صبر کرو۔ ابھی مجھے تمہیں جی بھر کے دیکھنا ہے۔''

''اس کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔'' وہ شرماتے ہوئے بولی۔

''تم نے بڑا تنگ کیا ہے۔ اب میں تمہیں تنگ کروں گا۔''

''تم مجھے راکھ کر دینا، میرا خون پی جانا۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ مہذب دنیا کے ساحل پر قدم رکھتے ہی تمہارے حکم پر اپنی جان قربان کر دوں گی۔''

''وہاں تو تم بات بھی نہیں کرو گی۔''

میں اسے چھیڑتا رہا۔ سورج کی روشنی سے جھونپڑی میں اجالا ہو گیا تھا۔ شپالی کی آگ ابھی تک روشن تھی اور چوبی اژدہا ابھی تک مستعدی سے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے اٹھ کے دیکھا، میرا احصارِ جوں کا توں قائم تھا۔ میں نے اور فلورا نے گوشت کے چند پارچے ایک دوسرے کے منہ میں ڈالے اور مشروب اچھالے۔ کل صبح جب میں نے انگروما کی خشکی پر قدم رکھا تھا، میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ فلورا سے ملاقات ہو جائے گی۔ اس فلورا سے، جس کے لیے میں تاریک براعظم کے ویرانوں میں عرصے تک خاک چھانتا رہا تھا۔

انگروما میں دوسرے دن ہم دونوں ایک نئے عزم کے ساتھ باہر نکلے۔ ہمارے چہروں پر رات بھر کی بیداری کے باوجود..... شادابی تھی۔

فلورا کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ مجھے اپنی برہنگی سے حجاب آنے لگا تھا۔ کچھ یہی حال فلورا کا تھا لیکن کچھ دور جانے کے بعد ہمارے برہنہ جسموں نے ایک دوسرے سے خوب شناسائی پیدا کر لی۔ مجھے یقین تھا کہ فلورا ابھی وہی سوچ رہی ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔ سر راہے میں نے ایک بڑے درخت پر شپالی پھینک کے آگ لگا دی اور فلورا کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس کے سامنے اپنی طاقت کے عملی مظاہرے کے لیے میرے دل میں عجب امنگیں ابھر رہی تھیں۔ میں توری کی طرح یہاں کی زمین پر بھی محل اگا سکتا تھا جب راستے میں ایک مجسمہ نظر آیا تو میں نے اسے لمحوں میں متحرک کر کے فلورا کو اور پریشان کر دیا۔ میرے اشارے پر ایک سیاہ فام شخص راستے چلتے چلتے زمین پر لوٹنے لگا۔ فلورا نے یہ تمام دیکھ کے مجھ سے اس کی پر زور سفارش کی اور میں نے اسے دوبارہ صحیح سلامت زمین پر ایستادہ کر دیا۔ ہم اور آگے بڑھے تو میں اپنا خنجر آسمان کی طرف اچھالا، فلورا نے وحشت سے اوپر دیکھا، خنجر ایک پرندے میں پیوست ہو گیا تھا اور اب پرندے سمیت نیچے اتر رہا تھا۔ میں نے پرندہ وہیں چیر پھاڑ کے اس کا دل کھا لیا اور اس کا خوب صورت پر فلورا کے بالوں میں لگا دیا۔ مجسموں کے درمیان میں نے کیشا کا مجسمہ تلاش کیا اور اسے متحرک کیا تو وہ حیرت زدہ ہو کے میرے سینے سے لگ گئی۔ اس کا حسن اور وارفتگی دیکھ کے فلورا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیشا دیر تک میرے بارے میں پوچھتی رہی۔ میں نے آگے جا کے اسے دوبارہ پتھر کے خول میں مقید کر دیا۔ وہ دوبارہ ساکت و جامد ہو گئی۔ میں راستے بھر فلورا کو اپنے طلسم کے تماشے دکھاتا ہوا گورے کے شکستہ طلسم کدے تک پہنچ گیا۔ اس کا طلسم خانہ میں نے جلا دیا تھا اور وہاں سے ہربیکا کی مقدس آنکھیں اپنے قبضے میں کر لی تھیں، وہ آنکھیں اب بھی میری گردن میں لٹکی ہوئی تھیں۔ گورے کے طلسم کدے میں شبستان اقابلا کی پری جمال کنیز کیشا بھی تھی جو انگروما میں میری طرف دار ہو گئی تھی کیونکہ وہ دل سے انگروما کے باغیوں کے خلاف تھی۔ گورے توری کے معرکے میں شریک تھا اور کشتی میں بھی میرے ساتھ تھا لیکن میری اس سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ شاید گورے نے تباہ حال طلسم کدے کے ساتھ ساتھ ایک نیا طلسم کدہ تعمیر کر لیا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے ایک ٹھوکر لگائی تو پتھر میں شگاف پڑ گیا اور اندر سے گورے بھاگتا ہوا آیا۔

''معزز جابر بن یوسف!'' وہ مجھے دیکھ کر سٹ پٹا گیا اور چہتاط لہجے میں بولا۔ ''آؤ آؤ اندر آؤ۔ میں تمہیں اپنا طلسم کدہ دکھاؤں۔''

میں نے اندر جا کے ایک اچٹتی نظر ڈالی۔ دیواروں پر جانوروں کی کھوپڑیاں لٹکی ہوئی تھیں اور وسط میں انسانوں کی کھوپڑیوں کا انبار تھا۔ گورے کے طلسم کدے میں پہلے سے زیادہ سامان نظر آ رہا تھا۔ ایک طرف جارا کا کی مورتی رکھی تھی اور اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ کمرے میں چربی کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ گورے سحر کاری میں مصروف تھا۔ ''ہاں'' میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''تم نے خاصی چیزیں جمع کر رکھی ہیں مگر میری آنکھوں نے جالوش کا طلسمی علاقہ دیکھا ہے اور اسرار میں حیرت انگیز نوادر کا مشاہدہ کیا ہے، یہ سب ان کے سامنے کچھ نہیں ہے۔ اس کے لیے ابھی ایک مدت درکار ہو گی اور اس مدت میں جالوش اور آگے نکل چکا ہو گا کیونکہ اس کے ہاں سحر و افسوں کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے۔ اس کے علاقے میں اب بھی لوگ کڑی ریاضتیں کرتے ہیں، میں نے انگروما میں کوئی ایسا علاقہ نہیں دیکھا جو جالوش جیسی درس گاہ کا حامل ہو۔''

''تم نے انگروما میں ابھی کیا دیکھا ہے جابر بن یوسف! افسوس ہے جب تم علوم سیکھنے کے مرحلے میں آئے تو انگروما سے فرار ہو گئے۔ اگر یہاں رہتے تو مقدس ریماجن تمہیں طلب کر لیتا۔'' گورے نے وہی ردعمل ظاہر کیا جس کا میں خواہاں تھا۔

http://kitaabghar.com

''لیکن اب میں دوبارہ واپس آیا ہوں تو ایسی صورت نہیں ہے۔'' میں نے پروائی سے کہا۔ ''مجھے تمہاری اس وقت کی مشقت یاد ہے جو تم نے ہریکا کو زیر کرنے کے لیے کی تھی۔ اب میں وہ سب سوچتا ہوں تو مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ اس وقت بھی میرے پاس زارشی کا یہ تحفہ شپالی تھا۔ ڈگی کے سینگ تھے۔ اب تو بات ہی کچھ اور ہے، تم ایک زمانے میں میرے اتالیق تھے۔'' میں گورے کو اکساتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ سے کتنی نفرت کرتا ہوگا کیونکہ میں نے اس کا طلسم کدہ تباہ کر دیا تھا۔ گورے بڑے ادب سے بات کر رہا تھا، میرے طنز پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا جو میں نے انگرو ما کے عالموں کے متعلق کیے، پھر وہ ناراض ہونے لگا۔ میں اس کی برہمی ہی کا خواہش مند تھا۔ میں نے ریما جن کے بارے میں شدید جملے کہے اور اس کے علم و طاقت سے جالوش کا موازنہ نہایت اشتعال انگیز انداز میں کیا چونکہ مجھے ریما جن کے بارے میں اہم معلومات درکار تھیں۔ گفتگو کے درمیان میں نے دانستہ طور پر گورے کے طلسم کدے سے ایک انسانی کھوپڑی اٹھائی اور اس کے پیچھے ہیبت زدہ انداز میں کھڑی ہوئی فلورا کا ہاتھ رکھ دیا اور فلورا سے کہا کہ وہ کھوپڑی اچھالے۔ فلورا نے کھوپڑی چھت کی طرف اچھال دی جو ایک جگہ جا کے معلق ہو گئی۔ پھر میں نے گورے سے کہا کہ وہ کھوپڑی زمین پر لانے کی کوشش کرے اور چاہے تو اپنے کسی بزرگ سے مدد لے لے۔ گورے نے اس جنگ پر خوں بار آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ ان توہین آمیز کلمات سے اسے صدمہ پہنچایا تھا، اس نے چند لمحوں کے لیے غصے سے آنکھیں بند کیں، دیکھتے ہی دیکھتے معلق کھوپڑی میں آگ لگی پھر اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔ یہ ایک معمولی عمل تھا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ گورے یہ کام آسانی سے کر سکتا ہے۔ میں نے بظاہر برافروختہ ہو کے اس کی ساری کھوپڑیاں اسی طرح خاک کر دیں جیسا کہ اس نے معلق کھوپڑی کے ساتھ کیا تھا، گورے اس پر ہذیان بکنے لگا اور اس نے ریما جن کے حوالے سے کہا کہ وہ میرے خلاف اس کی خدمت میں درخواست پیش کرے گا تاکہ میرے گلے میں لگام ڈال دی جائے اور انگرو ما میں مجھے کھلا نہ چھوڑا جائے۔ جب گورے خاصا ناراض ہو چکا اور غصے میں ریما جن کے بارے میں چند اہم نکتے میرے گوش گزار کر چکا تو میں نے اس پتھر پر ہاتھ پھیرا جس پر کھوپڑیاں دھری تھیں۔ شاید گورے کو ایک پل آنکھ بند کرنے کی مہلت ملی ہو گی کہ ساری کھوپڑیاں جوں کی توں وہاں موجود تھیں، میں نے قہقہہ لگا کے کہا۔ ''گورے! محترم گورے! دیکھنا ان میں کہیں تمہاری کھوپڑی تو نہیں ہے؟''

گورے میرے اس عمل پر حواس کھو بیٹھا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس نے اپنی حیرت پر قابو پا لیا اور نہایت اطمینان سے کہنے لگا۔

''مقدس جابر ایلا! شبہ تم بہت آگے نکل گئے ہو، میں تم سے درخواست کروں گا کہ مجھے اپنی شفقت کی چھت میں لے لو۔ مجھے اپنا شاگرد تسلیم کرلو اور اپنے علم کی روشنی سے میرا دماغ منور کر دو۔''

''ایک شرط پر۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

''وہ کیا؟ میں تمہاری ہر شرط منظور کرتا ہوں۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''وعدہ کرو کہ تم مقدس اقابلا کے خلاف جدوجہد سے باز آ جاؤ گے۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ ترشی سے بولا۔

''تمہاری مرضی۔ حالانکہ تم نے ابھی ابھی وعدہ کیا تھا۔''

میں دیر تک گورے کے طلسم خانے میں مختلف چیزیں چھیڑتا اور اسے تنگ کرتا رہا، اس کے بعد گورے خاصا محتاط ہو گیا، وہ بڑے تحمل سے میرے سخت سست جملوں اور طنز و تضحیک کے رویے کو پی گیا۔ اس دوران میں فلورا بار بار مجھے ٹوک رہی تھی۔ وہ خوف زدہ تھی کہ کہیں میں کوئی غلط قدم نہ اٹھاؤں۔ میری نظریں نیشا کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ میں نے بے تکلفی سے اس کے بارے میں گورے سے پوچھا۔ گورے نے ایک صدا لگا کے اسے فوراً میرے سامنے پیش کر دیا۔ نیشا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر وہی تازگی تھی جو اقابلا کی کنیزوں کا خاصہ ہے، اسے میری آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔ فلورا کے سامنے بارگاہ اقابلا کی ایک اور حسین و جمیل عورت کھڑی تھی۔ ابھی میں گورے کے طلسم خانے سے نکلنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ مجھے ایک خیال آیا چلتے چلتے میں نے اس سے اس غار کے بارے میں پوچھا جہاں انگروما کے ساحروں نے روحیں قید کر رکھی تھیں۔ ''کیا وہ ابھی تک زنداں میں مقیم ہیں؟'' میں نے گورے سے پوچھا۔

''ہاں۔ ہم نے ان میں اور اضافہ کر لیا ہے، یقیناً ہمیں کسی وقت بھی ان کی ضرورت پڑے گی۔'' اس نے متانت سے جواب دیا۔

''مگر گورے! تم انہیں آزاد کیوں نہیں چھوڑ دیتے، کیا تم انہیں تابع کرنے کی خوبی سے محروم ہو جو تم نے ایک غار میں انہیں محبوس کر رکھا ہے؟''

''ہم انہیں اس وقت آزاد کریں گے جب سرزمین اقابلا سے ہمارا آخری معرکہ ہو گا۔''

''لیکن جالوش کے علاقے میں روحیں آزاد رہتی ہیں اور جالوش جب چاہتا ہے، انہیں طلب کر لیتا ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس سلسلے میں خود بھی خاصا تجربہ حاصل کیا ہے۔ کیا تم مجھے وہاں پھر لے چلو گے؟''

''ہمیں مقدس ریما جن سے اجازت لینی ہو گی۔'' گورے نے جواب دیا۔

''پہلے تم خلوص دل سے انگروما کے حامی بن گئے تھے۔ اب کھلے عام انگروما کے وجود کی مخالفت کر رہے ہو۔''

''اچھا گورے۔'' میں نے موضوع بدل کے کہا۔ ''میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں دوبارہ تمہارا ہم نوا بن جاؤں گا ورا گر تم یہ نہیں سمجھتے تو مجھ جیسے خطرے کو تم نے انگروما کی سرحدوں کے اندر کیوں برداشت کر رکھا ہے؟''

''تم ایک ہوش مند شخص ہو جابر بن یوسف! اقابلا اور جالوش کے لیے تم ہماری نفرت سے پوری طرح آگاہ ہو، یہ نفرت بے سبب نہیں ہے۔ کیا تم نے جالوش کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا ہے، وہ ایک سانپ ہے جو پھن کاڑھے اقابلا کے قصر پر بیٹھا رہتا ہے، وہ ایک ظالم شخص ہے جو صرف اپنی برتری کا خواہاں ہے۔ اس نے اپنے سوا تمام راستے بند کر دیے ہیں اور تاریک براعظم کے عابدوں اور زاہدوں کو اذیت ناک سزائیں دی ہیں۔ کیا تم تاریک براعظم میں جالوش سے بڑے مرتبے کی امید رکھتے ہو؟ تم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے جس دن تم نے اس طرح سوچنا شروع کر دیا۔ جالوش تمہیں آ کے دبوچ لے گا کیونکہ اس نے تمام طاقتیں اپنے گرد جمع کر رکھی ہیں۔ اور اقابلا۔'' وہ نفرت سے بولا۔ ''جابر بن یوسف۔ کیا تمہیں سب کچھ دوبارہ سمجھانے کی کوشش کرنی پڑے گی؟ کیا ہم سب لوگ پاگل ہیں؟ کیا تم اقابلا کی بارگاہ میں وہ منصب حاصل کر سکتے ہو جس کے امیدوار ہو اور یہاں کا ہر شخص جس کا امیدوار ہے؟ اس کا حسن، وہ حسن جس کا پہرے دار جالوش ہے۔ کیا تم اس پہرے دار کے بیچ کے اندر داخل ہو سکتے ہو؟''

گورے کی باتوں میں خاصا اثر تھا۔ وہ ایسے دردناک انداز میں بول رہا تھا کہ اس پر جھوٹ اور تصنع کا گمان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میری نظروں میں وہ سارا منظر گھوم گیا جب اقابلا مجھ پر مائل تھی اور جالوش کی چیخوں نے وہ خوب صورت، وہ دل نشین منظر منتشر کر دیا تھا۔ جالوش کے

http://kitaabghar.com

علاقے میں اس کا رویہ...... اقابلا کی جھجک، سموراں کی پیش بینیاں، سرنگا کے نصائح اور خود میری ذات کا کرب۔ شاید گورے کو معلوم تھا کہ اسے میری کون سی رگوں پر ہاتھ رکھنا چاہیے۔ وہ اقابلا کے اقتدار سے نفرت کرتے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ اقابلا کو تاریک براعظم کے تخت پر متمکن دیکھنا نہیں چاہتے اور وہ جالوش کی طاقت سے حسد رکھتے ہیں اور ان کے یہ باغیانہ خیالات محض بغض وعناد کی وجہ سے ہیں لیکن گورے ایسی نا گفتنی باتیں کہہ رہا تھا جن کا شکار کبھی کبھی میں خود ہو جایا کرتا تھا۔ میں جن آسودگیوں کے بارے میں اپنی تنہائیوں میں سوچتا تھا، اقابلا کے قصر سے ناکام واپس آنے کے بعد جو حال میرا ہوا تھا، وہ انگروما کے ہر فرد کا تھا۔ ان کی کیفیت مستقل تھی، مجھ پر عارضی حملے ہوتے تھے، پھر کہیں سے اس کی نگاہِ کرم کی امید ہونے لگتی تھی۔ خود میرے دل میں انہی جذبوں نے کئی بار سر ابھارا تھا۔ میں اتنا بڑا بے وقوف نہیں تھا اور میں اتنا بڑا قانع شخص نہیں تھا کہ یہ تمام ذرائع، تاریک براعظم کے تمام پُر اسرار ذرائع خود حاصل کرنے کی خواہش کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ ان اسرار سے پوری آگہی حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر بھی شدید تھی۔ گو میری ذات کا محور صرف اقابلا تھی، اقتدار نہیں تھا لیکن اقابلا کی زلف دوتا تک پہنچنے کے لیے تاریک براعظم کی تمام طاقتیں اپنی زیرِ نگیں بنانے کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس بلندی تک پہنچنے کی راہ میں جو فصیل حائل ہوگی، وہی میرا حریف، میرا رقیب تھی اور یہ رقیب اس وقت تک موجود تھا جب تک اسے راستے سے ہٹا نہ دیا جائے۔ گورے کی باتیں انگروما کے لیے پروپیگنڈے کی حیثیت رکھتی تھیں اور پروپیگنڈا اپنا اثر کھو بیٹھتا ہے، اگر معمول کو اس کی نوعیت کا علم ہو جائے کہ وہ جو کچھ سن رہا ہے، پروپیگنڈا ہے، لیکن سچ بہر حال اثر رکھتا ہے، گورے کی باتوں میں سچ تھا، میں ان سب مصائب کا ہدف رہا تھا، ممکن تھا، گورے ابھی کچھ اور اشتعال انگیز باتیں کہتا اس لیے میں فوراً وہاں سے چل دیا۔ اس کے طلسم خانے سے نکل کر میں اور فلورا انگروما کی بستی سے بہت دور نکل گئے۔ ہم نے سنسان گوشوں، غاروں میں بیٹھے ہوئے مست الست زاہد دیکھے۔ ان کے چہرے کسی امید سے چمک رہے تھے جب کہ توری اور دوسرے جزیروں کے زاہدوں کے چہروں پر ایسی تابانی نہیں ہوتی تھی۔ انگروما ایک سرسبز و شاداب جزیرہ تھا۔ جنگل میں ایک درخت کے سائے میں ہم نے پڑاؤ ڈال دیا۔ گورے کی باتوں نے بڑا تھکا دیا تھا، بے شمار چہرے میری نظروں کے دائرے میں رقص کناں تھے۔ فلورا نے اس جگہ کی تنہائی محسوس کر کے مجھ سے بات کرنی چاہی لیکن میں نے اسے خاموش کر دیا۔ یہ کھلی جگہ بات کرنے کے لیے نہایت ناموزوں تھی۔ میں زمین پر لیٹ گیا اور فلورا نے میرے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔ میرے ذہن میں ایک شورش برپا تھی۔

☆==========☆==========☆

ایمان کا سفر

محی الدین نواب کی نشتر سے تیز معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ...... **ایمان کا سفر**...... خوبصورت نقابوں کے پیچھے گھناؤنے چہروں کو بے نقاب کرتی...... ہمارے اپنے معاشرے میں بکھرے ہوئے اچھے برے کرداروں کی کہانیاں...... کہانیوں کا یہ مجموعہ کتاب گھر کے معاشرتی کہانیاں/ افسانے سیکشن میں دستیاب ہے۔

شام کو جارا کا کی مشترکہ عبادت میں پھر میرا خنجر خوں ریزی کے لیے مچلنے لگا اور میں نے ہجوم کے سامنے اپنے علم کا کوئی بہت بڑا مظاہرہ کرنے کا ارادہ کیا مگر ہجوم کی انگروما سے سابق عقیدت دیکھ کے میرے حوصلے پست ہو گئے۔ میں نے آواز بلند کر کے پھر انہیں ان کے موقف سے باز رہنے کی تلقین کی۔ انہوں نے کل کی طرح میرا خطاب پوری توجہ سے سنا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے انہوں نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا ہو۔ گورے کی مسکراہٹ مجھے زہر معلوم ہو رہی تھی۔ میں فلورا کو لے کے وہاں سے چلا آیا۔ انگروما میں مشعلیں روشن ہو چکی تھیں، جھونپڑی میں آ کے ہم دونوں بے سدھ دراز ہو گئے۔ فلورا میری ذہنی کشمکش میں شریک تھی۔

میں انگروما میں کیا کروں؟ گورے کو ختم کر دوں؟ گروتا کو مار دوں؟ اور چن چن کے غاروں میں بیٹھے ہوئے ساحروں کو نیست و نابود کر دوں؟ کیا میں اتنا بڑا جزیرہ تنہا ختم کر سکتا ہوں؟ میں اپنا میزان کر رہا تھا، ان لوگوں کی شائستگی، نرمی، اخلاق اور تواضع کے رویے بڑے بڑے جری لوگوں کو کمزور کر دیتے تھے تو کیا میرا کام یہ ہونا چاہیے کہ میں یہاں کی اصل طاقت کا اندازہ لگاؤں اور جالوش سے رابطہ قائم کر کے اسے مطلع کر دوں کہ وہ انگروما کو کس وقت زیر کر سکتا ہے یا ان شرائط کے تحت ختم کر سکتا ہے؟ جب جالوش اور اقابلا انگروما کا وجود نہ مٹا سکے تو میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ جالوش نے انگروما کے بارے میں کبھی شدت سے کیوں نہیں سوچا؟ ممکن ہے، وہ اقابلا کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کسی مخالف جزیرے کا وجود خود پسند کرتا ہو تا کہ اس کی عظمت برقرار رہے اور...... اور ممکن ہے...... ممکن ہے کہ خود جالوش کی ایما پر انگروما کا قیام عمل میں آیا ہو؟ ان حالات میں مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے؟ یہ سوال مجھے اس وقت سے پریشان کر رہا تھا جب میں جزیرہ انگروما کی طرف آنے والی کشتی میں بیٹھا تھا۔ میں نے سرکشی کر کے فلورا کو حاصل کر لیا تھا۔ میں اب اور کیا کروں؟ ذہن بند تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کاش سرنگا کی دیوی آ کے رہنمائی کر جاتی۔ میں تھک گیا۔ فلورا نے اٹھ کے میرے لبوں سے مشروبات کے کئی قدح مس کر دیے، مجھے انہیں پینے نہ پینے کا خیال نہیں تھا۔

☆==========☆==========☆

دو بوندیں ساون کی

دو بوندیں ساون کی ترجمہ ہے جیفری آرچر کے شہرہ آفاق ناول کین اینڈ ایبل کا جسے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے علیم الحق حقی نے۔ دو بوندیں ساون کی کہانی ہے دو ایسے افراد کی جو ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے تھے اور ایک دوسرے کو شکست دینے اور تباہ و برباد کرنے کے در پے تھے۔ ان میں سے ایک منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا اور دوسرا دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔ ایک شخص نے دنیا کے بہترین تعلیمی اداروں سے تعلیم پائی اور دوسرے کا استاد زمانہ تھا۔

یہ ناول کتاب گھر کے **معاشرتی اصلاحی ناول** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

میں نے حجرہ جلد از جلد انگروما کی باقی زمین سے کاٹ دیا۔ اب ہماری آوازیں باہر نہیں جاسکتی تھیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس عرصے میں نیشا کہیں انگروما کے باغیوں کی حامی نہ ہوگئی ہو؟ چنانچہ میں نے مختلف طریقوں سے اسے ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ ابھی تک اقابلا کو یاد کرتی تھی۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کے میں نے ریما جن کے متعلق اپنا تجسس ظاہر کیا اور اس کی گفتگو سے مجھے کچھ اطمینان نصیب نہیں ہوا بلکہ ذہنی حالت اور متزلزل ہوگئی۔ وہ ریما جن اور جالموش کو ایک ہی صف میں کھڑا کر رہی تھی۔ ریما جن جالموش کا نائب تھا اور زہد و عبادت سے اس نے جالموش کے درجے کا منصب حاصل کر لیا تھا۔ پھر ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور ریما جن نے انگروما کے جزیرے میں پناہ حاصل کر لی۔ رفتہ رفتہ اس نے ایسی طاقت پیدا کی کہ جالموش سے باقاعدہ نبرد آزما رہنے لگا۔

''مقدس اقابلا؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''یہ اختلاف تو محض جالموش اور ریما جن کے درمیان ہے۔ مقدس اقابلا اس میں کہاں ملوث ہوتی ہے؟ کیا وہ اتنی مجبور اور بے بس ہے کہ اسے اصل حالات کا پتہ نہیں؟''

''آہ جابرا'' نیشا تاسف سے بولی۔ ''وہ ایک عظیم طاقت ہے وہ جارا کا کی مقدس روح کی امان میں ہے مگر اسے بہر حال اپنے عابدوں اور زاہدوں کی ایک کثیر تعداد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے خصوصاً جالموش اس کے لیے ہمیشہ ایک ڈھال ثابت ہوا ہے۔''

''وہ جالموش کو برطرف کر سکتی ہے، اگر وہ ایک عظیم طاقت ہے تو تاریک براعظم کے تمام ذرائع اس کی تحویل میں ہونے چاہئیں۔''

''وہ دیوتاؤں کے ازلی قوانین کی بھی تو تابع ہے۔ وہ ایسے فیصلے کس طرح صادر کر سکتی ہے جو دیوتاؤں کے عائد کردہ قوانین کے برعکس ہوں۔''

نیشا کے جواب سے متعدد سوال ابھرتے تھے۔ میں اس سراغ میں کسی حل تک پہنچنے کی بجائے اور الجھتا گیا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ نیشا ان مشکل سوالوں کے جوابات کے لیے ناموزوں عورت ہے۔ وہ صرف اقابلا کی پرستار ہے۔ ہاں نیشا سے ریما جن کے بارے میں بیش از بیش معلومات حاصل ہوگئیں۔ نیشا ایک مدت بعد آئی تھی اس کی قربت کی حسین یادیں میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھیں لیکن فلورا میرے پہلو سے چپکی ہوئی یہ پُراسرار گفتگو سن رہی تھی۔ میں نے نیشا سے صرف دلچسپ باتیں کیں اور اس کی معطر زلفیں سونگھیں اور اس کے گداز سے حظ حاصل کیا۔ وہ رات گزرنے سے پہلے چلی گئی اور ایک طویل مباحثے کے بعد میں اور فلورا کسی نتیجے تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ میں نے اسمار میں شوطار جیسی بڑی ملکہ کو اپنی ذہانت سے زیر کیا تھا۔ انگروما آ کے میں دماغی طور پر کسی قدر مفلوج ہو گیا تھا مگر ابھی صرف دو دن گزرے تھے۔ فلورا اطمینان سے میرے پہلو میں سو گئی تھی۔ میں رات کے آخری سرے تک آنے والے لمحوں کے بارے میں قیاسات کرتا رہا اور تخمینے لگاتا رہا۔ پھر مجھے نیند آگئی۔

اگر مجھے یہ اطمینان حاصل نہ ہوتا کہ انگروما میں میرے صحیح و سلامت زندہ رہنے کے امکانات قوی ہیں تو حالات مختلف ہوتے، ہر چند کہ میں نے مشروب حیات نہیں پیا تھا مگر میرے جسم پر سحر کا ایک خول چڑھا ہوا تھا جو آسانی سے نہیں توڑا جاسکتا تھا۔ یہ حقیقت انگروما کے لوگوں کو معلوم تھی۔ وہ میرے گلے میں لٹکے ہوئے نوادر بھی ہر وقت اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ صبح اٹھ کے میں نے فلورا کو جھونپڑی میں چھوڑ دیا اور انگروما کے منتظموں، عاملوں اور ساحروں سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ میں جہاں جہاں گیا وہاں وہاں انہوں نے میری تعظیم کی۔ میں نے حسب سابق اقابلا اور جالموش کے بارے میں انہیں ہموار کرنا چاہا۔ انہوں نے مسکرا کے میری بات سنی۔ ان کا یہ شفقت کا رویہ بڑا بے رحم تھا۔ میں نے دلیلوں سے انہیں

سمجھانے کی کوشش کی، انہوں نے بھی دلیلوں ہی سے مجھے قائل کرنا چاہا۔ قائل ہونے نہ ہونے کی یہ کشمکش میرے منصوبے کے مطابق تھی۔ میں اس دن صبح اگر گروتا کے سامنے یہ اعلان کرتا کہ میں تمہارے موقف کی تائید کرتا ہوں، تو وہ کبھی یقین نہ کرتا مجھے رفتہ رفتہ ہی یہ احساس دلانا تھا کہ میں ان کی طرف مائل ہو رہا ہوں اور بڑی مشکل سے مائل ہو رہا ہوں۔ اس دن شام کو جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے دوران میں بھی میں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ میں نے انگروما کی دو سیاہ فام لڑکیوں کو اپنے خنجر سے ہلاک کر دیا اور ان کے سر ایک نیزے پر لٹکا دیئے۔ وہ میری تو پوتو دشمنیں دیکھتے رہے اور خاموش رہے۔ ایک بار پھر میں نے ان کے سامنے ملکہ اقابلا کی تعریف و توصیف میں ایک پُر اثر بیان دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں رات کو جنگل میں نکل گیا۔ میں نے جنگل میں گورے کی طرح آگ لگا کے سحر جگایا اور کئی مقدس جانور ہلاک کیے۔ صبح انگروما میں، میں اپنے شکار کیے ہوئے جانوروں کے ساتھ حاضر ہوا تو وہ سب دنگ رہ گئے۔ گورے نے لپک کے ہر بکا کا مغز چاٹ لیا اور اس کی آنکھیں نکال لیں۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ میں صرف ایک رات میں اتنے جانوروں کا شکار کر سکتا ہوں اور وہ جانور بھی کون سے؟ سحر کامل کے لیے جن کا خون، کھالیں، جگر، بڑے کام کی چیزیں ہوتی تھیں۔ جن کی کھوپڑیاں اور ڈھانچے وہ دیواروں پر سجاتے تھے اور ان کے ذریعے اپنی عبادت گاہ سے بلائیں دور کرتے تھے۔

ایک طرف انگروما کے لوگوں کے دلوں میں اپنی اہمیت کا احساس، دوسری طرف انکار، ایک طرف انحراف اور دوسری طرف دلیل سننے کی آمادگی۔ میں سرشوریاں کرتا، بیانات دیتا، اعتراف کرتا اور رفتہ رفتہ آمادگی ظاہر کرتا رہا۔ اس کام کے لیے مجھے وقفے کی ضرورت تھی کیونکہ یہی عمل ایک فطری عمل تھا۔ میں ان کی دانست میں اچانک منقلب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے ان کے کئی اہم مجسمے توڑ دیئے، متعدد لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ میں نے ان کے بہت سے عالموں کو مناظرے کی دعوت دی اور بر سر عام اقابلا کا نام احترام سے لیا۔ پھر میں کئی کئی روز بستی سے دور رہنے لگا۔ میں دور دراز علاقوں میں نکل گیا اور انگروما کی اصل طاقت کا اندازہ کرتا رہا۔ ہر بار میں اپنے سفر سے واپس آ کے انہیں چونکا دیا کرتا تھا۔ میرے ہاتھ میں بھی کسی انسان کی کھوپڑی ہوتی، یا گلے میں متعدد سانپ لٹکے ہوتے، یا درندے میرے عقب میں چلتے۔ میں اس درمیان میں خود اپنے ساحرانہ تجربوں میں منہمک رہا اور یہ یقین حاصل کرتا رہا کہ جارا کا کا کی اعانت میری شریک حال ہے اور تاریک براعظم کی نادیدہ طاقتیں میرا ساتھ دے رہی ہیں۔ میں نے ہر بکا کی آنکھوں سے مدد حاصل کر کے سمندر میں تاریک براعظم کی ایک کشتی کا رخ بھی انگروما کی طرف موڑ لیا اور جب کشتی کے لوگوں کو میں نے انگروما کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو وہ میرے احترام میں سرنگوں ہو گئے۔ ادھر فلورا دن میں جب اپنی جھونپڑی سے نکلتی تو ساری نگاہیں اس کی جانب مرکوز ہو جاتیں اور وہ کبھی گروتا، کبھی گورے، کبھی کسی اور سر برآوردہ شخص سے میرا ذکر چھیڑتی کہ میں راتوں کو سحر پھونکتا رہتا ہوں اور نہ جانے کیسی کیسی پُر اسرار حرکتیں کرتا رہتا ہوں، وہ انہیں اعتماد میں لے کے اصرار کرتی کہ مجھ جیسے نادر و کار شخص کی طرف سے بے توجہی برتنے کے بجائے اسے اپنی جانب کھینچنا چاہیے، بصورت دیگر میں کسی وقت بھی انگروما کے لیے خطرہ بن سکتا ہوں۔ رات کو میں فلورا کو دن بھر کی روداد سناتا تو وہ اپنی آغوش میں میرا سر رکھ لیتی، پھر خود اپنی دن بھر کی سرگزشت سناتی۔ طرح طرح کی تجویزیں پیش کرتی رہتی۔

پھر ایک دن میں اس غار کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں انگروما کے ساحروں نے روحیں قید کر رکھی تھیں۔ میں نے اس کے اردگرد بے شمار عالموں کے غار دیکھے جو عام انسانی آنکھ سے پوشیدہ تھے اور اسی لیے پہلی مرتبہ مجھے نظر نہیں آئے تھے۔ وہ اس غار کے نگہبان تھے۔ ان

کی پروا کیے بغیر میں نے غار کا دہانہ کھولا اور اندرون غار کی تہہ بہ تہہ دہانے کھولتا ہوا اس میں داخل ہو گیا۔ الامان، وہاں دھوئیں کے ہزار ہا مرغولے تیر رہے تھے۔ میرے پہنچنے کے بعد وہ شکلیں اختیار کرتے گئے اور حسرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں کسی خوف کے بغیر کئی ساعتوں تک ان کے درمیان رہا اور اس تمام عرصے میں جالوش کے علاقے کے کسب کیے ہوئے عمل پڑھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب میرے سامنے سر جھکائے کھڑی ہیں۔ میرے اندر پہنچتے ہی غار کے تمام دہانے بند ہو چکے تھے لیکن مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تھا کہ میں باہر کیسے جا سکوں گا اور روحیں فرار کے لیے میرے ساتھ ساتھ چلیں گی تو میں انہیں کس طرح روک سکوں گا؟ میرے ہاتھ میں زارشی کا تختہ شپالی تھا۔ میں اپنے ارد گرد شعلے لگاتا ہوا غار کے دہانے کو عبور کر سکتا تھا اور یہی ہوا۔ اجس رکارت کا اندیشہ تھا، وہ میرے مستعد چوبی اژدہے اور شپالی کی وجہ سے دور ہو گئی۔ اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ میں صبح سویرے روحوں کے غار میں چلا جاتا اور شام ہوتے واپس آتا۔ شام کو میں حسب معمول جارا کا کی مشترکہ عبادت میں شریک ہوتا۔ اب میں بظاہر ان کی باتیں توجہ سے سنتا تھا اور بہت کم کلام کرتا تھا۔ عموماً خاموش رہا کرتا تھا۔

جب خاصے دن گزر گئے اور میں بظاہر انگروما کی زمین پر آہستہ آہستہ رچنے بسنے لگا۔ میں نے اعتراضات ترک کر دیے اور ایک بہترین سامع کی حیثیت سے سننا شروع کر دیا تو انگروما میں میرا احترام بڑھ گیا۔ اب یہ بھی ہونے لگا کہ گاہے گاہے انگروما کے چند ساحروں کی ٹولی انگروما کے جنگل میں روانہ ہوتی، اور میرے ساتھ مشترکہ سحر پھونکتی ہم کسی نئے سحر کا تجربہ کرتے تو وہ خوش ہو کے میرے نزدیک ہو جاتے۔ قریب تھا کہ میں انگروما میں منقلب ہونے کا ایک رسمی اعلان کر دیتا کہ مجھے اچانک شوطار یاد آنے لگی۔ اب تک میں نے شوطار کو انگروما کی بستی میں نہیں دیکھا تھا اور فلورا کی آمد کے بعد اس کی طلب بھی نہیں کی تھی۔ میں اصل میں انگروما میں اپنی ذات کا حصار قائم کرنے میں ایسا منہمک تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ فلورا کی آمد کے بعد اور اس کے اشاروں پر میں روز ایک قدم آگے بڑھ جاتا تھا۔ شوطار کی مسلسل روپوشی نے میرے شوق کو اکسایا۔ وہ میرے سامنے کیوں نہیں آتی اور انگروما کی عام نظروں سے اسے پوشیدہ کیوں رکھا گیا ہے؟ جب کہ انگروما میں ایک عمدہ معاشرہ قائم ہے اور ایک عام شخص کا بھی وہی احترام کیا جاتا ہے جو ایک عالم کا۔ میں نے سوچا، مجھے شوطار کو طلب کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے گرونا نے مجھے اس کی پیش کش کی تھی۔ شوطار کا خیال آیا تو اسمار میں ان کی شان و شوکت، جاہ و جلال، حسن و جمال یاد آ گیا۔ وہ اقابلا کے بعد سب سے یکتا تھی۔ شوطار اسمار میں میرے ہاتھوں اپنی اندوہ ناک شکست کے اندیشے سے انگروما آ گئی تھی۔ یہ منظر دیدنی ہوگا کہ اب وہ مجھے دیکھ کے کیا رویہ اختیار کرے گی؟ اسمار میں اس کے ساتھ میں نے بہت دلکش وقت گزارا تھا۔ وہ اپنے بے مثال حسن کے علاوہ غیر معمولی طاقتوں کی حامل تھی۔ اسے جالوش کا تعاون حاصل تھا لیکن میں نے اس باجبروت ملکہ کو اسمار کے تخت سے اکھاڑ دیا تھا۔ ممکن ہے، اب وہ ریاجن کے قریب ہو؟ شوطار کی ذہانت سے کوئی بات بعید نہیں تھی، وہ زیر ہونے والی عورت نہیں تھی۔

گرونا میرے اچانک مطالبے پر کچھ پریشان سا ہو گیا۔ ”کیا مجھے فلورا کی طرح اسے بھی طلب کرنا پڑے گا معزز گرونا!“ میں نے اس کی خاموشی پر ناراض ہو کے کہا۔

”نہیں۔“ وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ ”مگر وہ بہت دور ہے۔“

''اب تم یہ کہو گے کہ وہ مقدس ریماجن کی تحویل میں ہے؟''

گرونا نے میری طرف دیکھا اور بولا۔''یہ بات نہیں ہے۔البتہ اسے مقدس ریماجن کا خصوصی تعاون ضرور حاصل ہے۔''

''تو کیا اس سے میری ملاقات ناممکن ہے؟صاف صاف بات کرو۔''

''میں کوشش کروں گا معزز جابر بن یوسف کہ وہ جلد ہی تم سے ملاقات کرے۔انگرو ما میں اس کا وجہ کچھ کم نہیں ہے اور اس عرصے میں اس نے مقدس ریماجن سے خصوصی تعلق پیدا کر لیا ہے۔کیونکہ وہ ایک ذہین اور عالم عورت ہے.....''

''اور حسین بھی۔''میں نے لقمہ دیا۔''میں اس کا کب تک انتظار کروں؟''

''تم اب انگرو ما ہی میں ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اتنے دنوں میں تمہارے اندر خاص تبدیلی آئی ہے۔کیا تم کہیں واپس جا رہے ہو جو تمہیں اتنی عجلت ہے؟''

''نہیں۔''میں کسی قدر مجبور ہو کے بولا۔''اب تم تو ری پر کب حملہ کر رہے ہو؟''میں نے موضوع بدل کے کہا۔

''بہت جلد۔''گرونا عزم سے بولا۔''ہماری نگاہیں تاریک براعظم کے ہر گوشے پر لگی ہوئی ہیں۔ہم انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔''

''فرض کرو اگر تم کامیاب ہو گئے تو تاریک براعظم کی کیا حالت ہو گی؟''

''ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔''وہ پُر امید لہجے میں بولا۔''اس وقت سارا تاریک براعظم ایک خوب صورت جنگل میں تبدیل ہو جائے گا۔جہاں لوگ پرندوں کی طرح آزادانہ چہچہائیں گے۔''

''اور اقابلا کا کیا ہو گا؟''

''ہم اس کا چہرہ مسخ کر دیں گے ویسے مقدس جارا کا کاہی اس کے لئے سزا میں تجویز کرے گا۔''

''کتنے دلکش خواب ہیں۔''میں نے زیرِ لب کہا۔''میں جارا کا کا سے اقابلا کو حاصل کروں گا۔''

''ممکن ہے، وہ تمہیں اقابلا بخش دے۔''گرونا سرشاری سے بولا۔''تمہارے اندر واقعی تبدیلی آ گئی ہے۔''

''ہاں، لیکن۔''میں نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔''مجھے اقابلا سے اب تک کوئی بغض محسوس نہیں ہوتا البتہ میں جاملوش کے بارے میں تمہاری رائے سے متفق ہوتا جا رہا ہوں۔''

''معزز جابر۔''وہ میرا شانہ تھپ تھپاتے ہوئے جوش میں بولا۔''مجھے یقین ہے، مجھے یقین ہے۔ایک دن تم اقابلا سے بھی نفرت کرنے لگو گے کیونکہ وہ بھی اسی قدر مکروہ ہے۔وہ ظالم ہے، اس کا حسن فریب ہے۔وہ اندر سے سیاہ ہے۔''

''وہ ظالم ہے تو اسے ظلم کی اجازت ہے کیونکہ اس کا حسن دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے۔''

گرونا نے شوطار کے سلسلے میں تاخیر کر کے میرا شعلہ تجسس اور بھڑکا دیا لیکن مجھے زیادہ دو انتظار نہیں کرنا پڑا۔اسی رات جب میں قلورا سے گفتگو کر رہا تھا تو یکلخت اٹھ بیٹھا۔حجرے میں وہ خوشبو مہکنے لگی تھی جو شوطار سے مخصوص تھی۔اسمار کی سابق ملکہ شوطار میرے حجرے میں پوری تمکنت

سے جلوہ گر تھی وہ مجھے چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، جیسے کہہ رہی ہو۔ آخر تمہارا بھی وہی حشر ہوا نا جو میرا ہوا۔ تم بھی اسمار کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ وہ نہ میرا رہا، نہ تمہارا۔ مشعل کی روشنی اسمار کے حسن کے آگے ماند تھی۔ طلورا ٹکٹکی باندھے وہ حسین مجسمہ دیکھ رہی تھی۔ ''آؤ آؤ ملکہ شوطار! معزز شوطار! میں اپنے حجرے میں تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔''

''جابر بن یوسف!'' وہ کروفر سے بولی۔ ''تم نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟''

''تمہاری دید کے لیے آنکھیں سلگ رہی تھیں۔ مجھے افسوس ہے، اسمار میں تمہارے ساتھ بدترین واقعات پیش آئے مگر تم جانتی ہو گی کہ میری حیثیت ایک غلام کی سی تھی مجھے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا تھا لیکن میں تمہاری ذہانت اور حسن اب تک نہیں بھولا۔ تم نے اچھا کیا کہ اسمار میں ایک ذلت آمیز شکست سے بچ کر انگروما میں پناہ لے لی۔''

''میری شکست عارضی ہے۔'' وہ طنطنے سے بولی۔ ''میں ملکہ اقابلا سے اس کا انتقام ضرور لوں گی۔''

''میں بھی ایک زمانے تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ وہ مجھ پر فریفتہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے تمہیں تخت سے بے دخل کیا مگر وہ بڑی ظالم نکلی۔ اس کے خوب صورت پاؤں کے چند بوسے ہی مجھے اپنی جدوجہد کے معاوضے کے طور پر مل سکے پھر درمیان میں جالوش آ گیا اور وہ فضا میں تحلیل ہو گئی۔ میں تشنہ کام ہی رہا۔ پھر بھی جنگ ہوئی تو میں اس کی طرف سے باغیوں کے ساتھ لڑا۔ میرا خیال تھا کہ اس بار وہ مجھے اپنے قرب سے نوازے گی۔ وہاں بھی جالوش موجود تھا۔ پھر میں انگروما آ گیا۔ یہاں آ کے بھی میں نے اس کا چرچا کیا لیکن وہ سب ایک سراب تھا۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔''

شوطار کے چہرے پر کئی رنگ آ کے گزر گئے۔ ''تم ایک لسان شخص ہو معزز جابر! تمہاری باتوں پر یقین نہیں آتا۔''

میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ ''تم سچ کہتی ہو۔ تمہیں میرے بیان پر شبہ ہی کرنا چاہیے مگر اس وضاحت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں اپنی باتیں تم سے بزور طاقت بھی منوا سکتا ہوں۔ میں نے تمہیں یہاں طلب کر لیا ہے، تمہارے حسن کی شراب میرے سامنے ہے، میں تمہاری اجازت کے بغیر اسے پی سکتا ہوں۔ تمہارا حسین جسم میرے ارادوں کا تابع ہے۔ تم سے اسمار کا فاتح بات کر رہا ہے جس نے اسمار کی عظیم عبادت گاہ میں مقدس جارا کاکا کے لیے ان گنت دوشیزاؤں کی قربانیاں پیش کی ہیں۔ میرے گلے میں تمہاری فضیلت کی سند موجود ہے۔'' یہ باتیں میں نے کسی قدر تلخی سے کہیں پھر نرمی سے بولا۔ ''مگر میرا یہ معذرت خواہانہ لہجہ کس بات کی دلالت کرتا ہے؟ کیا مجھے تمہارے سامنے اظہار ندامت کرنے کی ضرورت ہے؟''

شوطار کی صراحی دار گردن میں میری باتوں سے خم پیدا ہوا۔ طلورا چپ چاپ میری زبان کا گداز محسوس کر رہی تھی اور شوطار کے خیرہ کن جمال میں کھوئی ہوئی تھی۔ شوطار کے ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھے اور اس کے بدن سے جیسے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ''اب ہم سب ایک ہیں، انگروما میں نہ تم ملکہ ہو اور نہ میں اسمار کا فاتح، نہ میں اقابلا کا فرستادہ ہوں، تم اس کا عکس جمیل ہو۔ میں جب تمہیں دیکھتا ہوں، وہ یاد آ جاتی ہے۔ تمہیں میری باتوں پر یقین کرنے کے لیے اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے؟''

''جابر بن یوسف! کیا تم ہمارے ساتھ ہو؟'' وہ غیر یقینی انداز میں بولی۔

''تمہیں جارا کاکا کی قسم۔ کیا تم شبہ کرتی ہو؟'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''آؤ'' ایک انداز دلربائی سے اس نے کہا۔ ''میرے ساتھ چلو۔''

میں خود بھی فلورا کی موجودگی میں گریزاں تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی نگاہوں میں حسرت تھی اور لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ، اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے الوداع کہا۔

☆==========☆==========☆

شوطار انگروما کی بستی میں خاصی دور ایک نیم پختہ مکان میں قیام پذیر تھی۔ یہ مکان اردگرد سے اونچے اور گھنے درختوں نے گھیر رکھا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا چشمہ جاری تھا۔ شوطار یہاں بھی کسی ملکہ کی طرح رہتی تھی۔ سیاہ فام کنیزیں اس کی خدمت گزاری کے لیے مامور تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شوطار کا کام یہاں شب و روز جارا کاکا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ جارا کاکا کی بے شمار مورتیاں ہر کمرے میں اہتمام سے رکھی ہوئی تھیں۔ وہ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے گئی جو ان سب میں نسبتاً بہتر تھا۔ شوطار کی رفیع الشان ملکہ کا یہ حال میرے سبب سے ہوا تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں انگروما میں اتنے دن اس کی حسین صحبت سے دور رہا۔ جیسے ہی وہ پتھر کی ایک چوکی پر بیٹھی، میں نے ایک ملکہ کی طرح اسے تعظیم دی اور اس نے ایک پسندیدہ، بہادر اور ذہین شخص کی طرح مجھ سے تپاک کا سلوک کیا۔ وہ کچھ تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی، میں نے خود کو سر بستہ شخص قرار دیا۔ اس وقت وہ اساری کی کوئی برتر عورت تھی اور میں اسارا کا کوئی کمتر مرد۔

وہ میرے قریب بیٹھی تو کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بدن کی لطافت نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں نے اپنے بازو اس طرح وا کر دیئے جیسے میں ایک سمندر ہوں، وہ میری اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائے، جیسے میں ایک مقناطیس ہوں، وہ میرے اندر پیوست ہو جائے۔ میں ایک خشک زمین ہوں جو اس کے ابر کرم کے لیے ترس رہی ہے۔ میں ایک آگ ہوں، جس پر قابو نہ پایا گیا تو وہ گرد و پیش جلا دے گی۔ ایک تو شوطار کا حسن، تو بہ شکن حسن، اس کا سراپا، رنگ و نور کا پیکر۔ دوسرے میں نے یہ ساری خلوت اپنے اوپر طاری کرنے کی دانستہ کوشش بھی کی۔ میں نے شراب پی اور یہ یقین بھی کیا کہ میں نے شراب پی ہے۔ میں نے خود کو اس کے حسن کی بے پناہ ترغیب دی، نتیجتاً میرے شوق کا کوئی عالم نہ رہا۔ پھر سب کچھ میرا ہو گیا۔ میں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

صبح دم اساری کی ملکہ شوطار اور میرے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں تھی۔ ہم نے تازہ مشروبات پی کر ہلکے گرم پانی سے اپنے جسم تازہ کئے اور درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ شوطار کو میری قلب ماہیت کا مکمل یقین ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اقابلا کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ میں ایک طالب علم کی طرح اس سے پیچیدہ سوالات کرتا رہا۔ وہ صدیوں تک انتظار کر سکتی تھی۔ اس نے مشروب حیات پیا تھا۔ اس نے ریماجن کا ذکر بڑے احترام سے کیا۔ وہ انگروما کی ابھرتی ہوئی سرکش طاقتوں سے بڑی مطمئن تھی۔ اس گفتگو کے بعد میں نے چند نجی سوال کر ڈالے کہ کہیں تاریک براعظم پر قبضے کے بعد انگروما کے موجودہ عالم بدل نہ جائیں اور وہی صورت نہ پیدا ہو جائے جو اب سلطنت اقابلا میں ہے۔ وہ میرا اندیشہ ایک پختہ کار سیاست داں کی طرح رد کرتی رہی۔ میں ایک نو آموز شخص کی طرح اس کے درس دل میں اتارتا رہا۔ پھر میں نے اپنی خود غرضی کا دانستہ اظہار کرنے کے لئے ایک سوال

کیا کہ اقابلا کے زوال کے بعد میرے ساتھ اس کا رویہ کیا ہوگا؟ وہ تو پھر بھی کسی بڑے منصب ہی پر فائز کی جائے گی۔ کوئی اسے مجھ سے چھین تو نہیں لے گا؟ اس نے اپنے مخصوص شاہانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے تم پسند ہو۔ تم جری، ذہین اور سرکش ہو۔ تم ایک ضدی بچے ہو۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"اب میں کیا کروں؟" میں نے ایک ضدی بچے کی طرح پوچھا۔

"تم..... " وہ افتخار سے بولی۔ "تم کیا نہیں کر سکتے؟ کیا تم اسی طرح عورتوں کی آغوش میں بیٹھے رہو گے؟ اور جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے اسی پر قناعت کرو گے؟ تم جارا کا کا کی مہربانی سے مطمئن ہو گئے ہو؟ تمہیں کچھ اور نہیں کرنا ہے؟ ہمارا مقابلہ جالموش جیسے بڑے ساحر، اقابلا جیسی طاقت ور عورت اور بے شمار ساحروں سے ہے۔"

"انگروما کی بستی کے عالم مجھے بالکل متاثر نہیں کرتے، وہ تو بڑے کم علم اور کمزور ہیں۔" میں نے منہ بنا کے کہا۔

"وہ حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔" یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ لوگ تو بونے ہیں۔"

"کیا تم صرف بستی ہی میں رہے؟ تم نے انگروما کے ممنوعہ علاقے نہیں دیکھے؟" وہ میری جہالت پر افسوس کر رہی تھی۔

"انہیں مجھ پر یقین نہیں تھا کہ میں ان کا حامی ہوں۔"

"اوہ..... " وہ دل گرفتہ لہجے میں بولی۔ "انہوں نے ایک اہم شخص کو کیسے نظر انداز کیا؟" پھر وہ میری طرف مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میں نے اب ان کا شک دور کر دیا ہے۔ مجھے بتاؤ شوطار کہ میں ان کے کیا کام آ سکتا ہوں؟ مجھے چند باتوں کی تفصیل درکار ہے۔"

وہ میرے استفسار پر ریما جن کے تقدس اور انگروما میں اس کے پُر اسرار علاقے کے متعلق تفصیل سے بتانے لگی، میں پوری توجہ سے سنتا رہا۔ جیسے جیسے در یچے میرے سامنے وا ہوتے گئے، میرا جوش بڑھتا گیا۔ مجھے اپنے سامنے ایک تاب ناک دنیا نظر آنے لگی۔ شوطار نے سب اسرار سے پردہ اٹھا دیا تھا اور میں آسانی سے قیاس آرائیاں کر سکتا تھا۔ اب تک انگروما کے طور طریقے دیکھ کے میری حالت تذبذب کی تھی۔ شوطار نے میری یہ کیفیت دور کر دی۔ میں نے واپس بستی میں جانے کا ارادہ موقوف کیا۔ فوراً میرا انتظار ایک صدی تک کر سکتی ہے اور اسے اب کوئی پریشان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی طرف سے مجھے اطمینان تھا۔ میں شوطار کے مکان میں ایک رات اور ٹھہرا اور اس رات مجھے ریما جن سے اس کے خصوصی ربط و ضبط کا اندازہ بھی ہوا۔ جب میں وہاں سے چلا تو مجھے شوطار کا اعتماد حاصل تھا، جالموش سے میں پوری طرح بدظن ہو چکا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے شوطار کو متاثر کیا یا شوطار نے مجھے؟ اس وقت مجھے سرنگا کا چہرہ بار بار یاد آ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

میں نے آبادی کا راستہ چھوڑ دیا اور چلتا رہا، چلتا رہا۔ انگروما کے دور دراز فاصلے میرے ارادوں سے مسخر ہوتے رہے۔ مجھے ریما جن کا علاقہ نظر نہیں آیا۔ یہی حال جالموش کا علاقہ تلاش کرنے میں ہوا تھا۔ راستے میں زاہدوں اور عابدوں کے کئی قافلوں سے میرا سامنا ہوا۔ میں ان سب کو نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا تا آں کہ ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا، جہاں انگروما کے برگزیدہ بوڑھے ایک خوف ناک اور تاریک غار میں سر جوڑے

محو ریاضت تھے۔ اس غار کے قریب میرے قدم رک گئے تھے۔ میں بے دریغ اندر داخل ہو گیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ اپنے حلقے میں میری اس شمولیت سے بے خبر تھے۔ ان میں کئی کا گوشت ہڈیوں سے اپنا رشتہ منقطع کر کے جھولنے لگا تھا۔ ان کے درمیان دو چھوٹے مجسمے رکھے ہوئے تھے، مسخ شکل میں۔ میں نے انہیں پہچاننے کی کوشش کی، ان میں سے ایک جالموش کا مجسمہ تھا اور ایک اقابلا کا۔ نیچے زمین سے دھواں اٹھ رہا تھا اور مجسمے دھوئیں سے کالے ہو گئے تھے۔ ان سب کے گلوں میں جارا کا کا کی کھوپڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ غار میں سورج کے طلوع و غروب کی خبر کسی کو نہ تھی۔ سب غرق تھے۔ جیسے وہ کسی کرشمے کے منتظر ہوں۔ میں سوچ رہا کہ میں کسی غلط جگہ تو نہیں آ گیا ہوں؟ میں نے وہاں ایک جسارت کی کہ جالموش کا مجسمہ اٹھا لیا۔ وہ بہت بھاری تھا۔ اتنا بھاری کہ میرے ہاتھ لرزنے لگے۔ وہ میرے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا۔ حلقے میں بیٹھے ہوئے ساحر اضطراب سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے اپنی تمام طاقت صرف کی لیکن مجسمہ توڑنے میں ناکام رہا۔ تمام ساحر اسے میرے ہاتھ سے چھیننا چاہتے تھے۔ میں قہر کی تصویر بنا اس چھوٹے سے مجسمے سے جنگ کر رہا تھا۔ اس کے دھوئیں کی کالک سے میرے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا اسے زمین پر پھینک کر ریزہ ریزہ کر دوں۔

تمام عابد مجھ پر جھپٹنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت تھی لیکن وہ سب اچانک مضطرب ہو گئے۔ اسی وقت مجھے ایک سایہ اپنے سر پر نظر آیا اور کسی نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ میں نے چہار اطراف دیکھا۔ وہ سرنگا کی دیوی تھی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ سے کہہ رہی ہو۔ "تم ٹھیک جگہ آ گئے ہو۔"

سن رسیدہ بوڑھے آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ میں نے مجسمہ اور مضبوطی سے تھام لیا۔

اس وقت سرنگا کی دیوی کا سایہ میں اپنے سر پر محسوس نہ کرتا اور اس کی تائیدی سرگوشی میرے کانوں میں نہ گونجتی تو ممکن تھا جالموش کا مجسمہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔

سن رسیدہ بوڑھے خوں خوار کتوں کی طرح مجھ پر جھپٹ رہے تھے، ان کے نحیف و نزار جسموں پر گوشت برائے نام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے متعدد انسانی ڈھانچے کھال اوڑھے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ جب سرنگا کی دیوی کی سرسراہٹ میرے کانوں نے محسوس کی تو وہ سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ جالموش کا مجسمہ میرے ہاتھ میں آتے ہی زمین سے اٹھنے والا سیاہ دھواں اور گہرا ہو گیا۔ میں اپنے تمام تر اور اپنی تمام غیر معمولی طاقت کے باوجود چھوٹا سا مجسمہ توڑنے میں ناکام ہو گیا تھا بلکہ اس کا وزن اٹھانا بھی میرے لئے دوبھر تھا۔ اس کا وزن کسی پہاڑ کے برابر تھا۔ یقیناً جالموش کے اس مجسمے سے کوئی طلسمی راز وابستہ تھا اسی لیے بوڑھے شب و روز دھوئیں کے گرد بیٹھے ہوئے اس قدر انہماک سے اس کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ شاید انہیں یہ علم نہیں تھا کہ جالموش کے لیے اگر میرے دل میں کوئی چیز موجود ہے تو وہ نفرت ہے۔ میں بھی شدومد سے اس کا باغی ہوں۔ دیوی کا سایہ گزرتے ہی وہ اضطراب سے پھر میری جانب لپکے لیکن اس بار ان کے حملے میں وہ تیزی اور پھرتی نہیں تھی جس کا مظاہرہ انہوں نے دیوی کی آمد سے پہلے کیا تھا۔ دوسری طرف میری گرفت اب مجسمے پر اور مضبوط ہو گئی تھی اور میں نے طے کر لیا تھا کہ مجسمے سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوں گا۔ غار میں کوئی وسیع میدان نہیں تھا۔ زمین سے اٹھنے والے سیاہ دھوئیں نے غار کی فضا مسموم کر دی تھی۔ اس پر بوڑھوں کی لرزہ خیز

چیخیں مسترادتھیں۔ ”ہٹو۔ ہٹو۔“ میں نے انہیں دھمکاتے ہوئے کہا۔ ”دور ہٹ جاؤ۔ دور ہٹ جاؤ۔ میں آگ ہوں۔“

میں اس فکر میں غلطاں تھا کہ کسی طرح انہیں ہیبت زدہ کر کے غار سے باہر نکل جاؤں اور کھلی جگہ مجسمے سے زور آزمائی کروں مگر بوڑھوں نے ایک پل کی مہلت نہیں دی۔ میں اچانک ایک جگہ دیوار سے ٹیک لگا کے ٹھہر گیا۔ پھر میں چیخ کر کہا۔ ”او بدبختو! تم کس کے قریب آ رہے ہو؟ ایک لمحے ٹھہر کے ذرا میری طرف غور سے دیکھو۔ میرے قریب مت آؤ۔“ میری چیخ ان کے سروں سے گزر گئی اور انہیں میرے رک جانے کی وجہ سے مجھ پر وار کرنے کا ایک اچھا موقع مل گیا چنانچہ انہوں نے ایک ساتھ میری جانب یلغار کی۔ وہ تین سمتوں سے گھیرا ڈال کے وحشت میں آگے بڑھے، میرے عقب میں دیوار تھی۔ میں نے مجسمہ اس طرح سینے میں دبوچ لیا جیسے کوئی بچہ اپنا کھلونا دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس عرصے میں میرا چوبی اژدہا رینگ کے زمین پر اتر گیا تھا۔ ان کی جنون خیز حرکتیں دیکھ کے مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ آسانی سے میرے قابو میں نہیں آئیں گے۔

دھوئیں سے آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں، چونکہ سنبھلنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں مل رہا تھا، اس لیے چار و ناچار میں نے مجسمہ اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیا اور اسے پیروں میں دبوچ کے بوڑھوں سے دست بدست لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے، جیسے ہی وہ میرے جسم کے قریب ہوئے، ان میں سے ایک کی ٹانگوں سے میرا چوبی اژدہا لپٹ گیا اور باقیوں کو میں نے دھکا دے کر خود سے دور کیا۔ ان کے دوبارہ آنے سے پہلے میں نے شپالی گلے سے اتار لی اور پھنکار کر کہا۔ ”مردودو! دور ہو جاؤ۔“

ان میں سے ایک بوڑھے نے میری ٹانگ پکڑ لی، غصے میں، میں نے اپنی دوسری ٹانگ اس زور سے اس کی کھوپڑی پر ماری کہ وہ چکنا چور ہو گئی لیکن جلد ہی باقی بوڑھوں نے میری ٹانگیں جھنجھوڑنی شروع کر دیں۔ میں انہیں بری طرح کھینچ رہا تھا اور وہ اتنی ہی طاقت سے مجھے نیچے گرا دینے اور مجسمے پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ چوبی اژدہا ایک بوڑھے کے جسم سے لپٹ گیا تھا۔ ان کے تیز ناخن میری کھال میں پیوست ہو گئے تھے۔ یہ سب اب میری برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ تاریک براعظم میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا تھا مگر ایسے سرکش لوگوں سے پہلی بار نبرد آزمائی ہوئی تھی۔ میرے سارے وجود سے غیظ و غضب کی لہریں دوڑنے لگیں، یہ طوفان اتنی تیزی سے بڑھا کہ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا، میرا مقابلہ کس پائے کے لوگوں سے ہے؟ دو بوڑھوں کے کان میرے ہاتھوں میں آ گئے اور میں نے انہیں کھینچ کر ان کی کھوپڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا دیں۔ غار میں ان کی کرب ناک چیخیں گونجیں، ساتھ ہی میں نے ڈگی کے سینگ گلے سے اتار کے بے تحاشا ان کے جسموں میں سوراخ کرنے شروع کر دیے۔ مجسمہ ابھی تک میرے پیروں کے نیچے محفوظ تھا۔ ”ہٹ جاؤ۔“ میں نے پھر گرج کر کہا۔ ”میں یہ مجسمہ تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔“ وہ بہت ڈھیٹ نکلے، وہ زخمی ہو گئے تھے۔ ان کے جسم لہولہان تھے، وہ میری ٹھوکروں سے دور دور لڑھک جاتے تھے مگر پھر اسی شدت سے میری ٹانگوں سے چمٹ جاتے تھے۔ اس وقت یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا کہ ان مستند ساحروں پر جسمانی طاقت کے اظہار سے کوئی نتیجہ جلد برآمد نہیں ہوگا۔ یہ دیر طلب بات ہوگی۔ یہ گدھ شدید ترین ضربوں کے باوجود زندہ رہیں گے، انہیں کسی طلسمی حربے سے زیر کیا جا سکتا ہے۔ عام سحر بھی ان پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ یہ سوچ کے میں نے مدافعت اور جارحیت ختم کر دی، چند ثانیوں کے لیے خاموش کھڑا ان کے تمام وار برداشت کرتا رہا۔ دوسرے ہی لمحے میرے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور زبان متحرک تھی۔ میرے عمل سے غار کی دیواریں لرزنے لگیں اور بوڑھے اس طرح چیختے ہوئے پیچھے ہٹے جیسے ان کے جسموں میں ہر

طرف سوئیاں چبھ گئی ہوں یا حشرات الارض کی ایک فوج نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔ وہ اپنے جسم نوچنے کھسوٹنے لگے۔ کبھی اس پہلو، انہیں کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ میں نے جالوش کا مجسمہ دوبارہ اٹھا لیا تھا۔

میں کھانستا اور چھینکتا ہوا اس دائرے کے قریب آیا جہاں اقابلا اور جالوش کے مجسمے رکھے ہوئے تھے اور زمین سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ میں نے جالوش کا مجسمہ دھوئیں کے دائرے میں رکھ دیا اور اقابلا کا مجسمہ اشتیاق سے اٹھا لیا۔ اس کا وزن بھی کچھ کم نہیں تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اقابلا کا نرم و نازک بدن میری دسترس میں آ گیا ہو۔ بوڑھے حالت کرب میں فریادیں بلند کر رہے تھے۔ میرا لمحاتی استغراق ٹوٹ گیا۔ پھر میں سنبھل کے بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے پہلو میں اقابلا کا مجسمہ احتیاط سے رکھا اور شپالی سے آگ روشن کی۔ غار میں ہر سو روشنی پھیل گئی۔ شپالی کی آگ نے جالوش کا مجسمہ اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور میں ہر طرف سے بے نیاز ہو کے جالوش کے ترتیب کیے ہوئے ساحرانہ عمل پڑھ رہا تھا۔ میں نے اپنی ہتھیلی میں خنجر چبھو کے ایک سوراخ کر دیا تھا جس سے خون کی ایک دھار جاری ہو گئی۔ میں وہ خون جلتے ہوئے مجسمے پر ٹپکاتا جاتا تھا اور آگ سرد ہو جانے کے بجائے بھڑکتی جا رہی تھی۔ میں یہی عمل دہراتا رہا تا آنکہ غار کے پتھر اپنی جگہیں چھوڑ چھوڑ کے گرنے لگے اور گڑگڑاہٹ نے زلزلے کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ میرے سامنے فروزاں آگ سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ جالوش کا مجسمہ اس میں چیخ رہا تھا۔ ہیبت زدہ بوڑھے یہ صورت دیکھ کے لڑکھڑاتے چلاتے ہوئے اس دائرے کے قریب منہ ڈال کے زمین سے چپک گئے اور وہ حیرت انگیز عمل دیکھنے لگے جس طرح چولہے کی تیز آگ میں خشک لکڑی...... جلتی ہے، وہی جالوش کے مجسمے کا حال تھا پھر وہ اس طرح منہدم ہوا کہ کئی ٹکڑوں میں زمین پر گر کے لمحوں میں راکھ بن گیا۔ میں نے اس مقدس آگ میں ہاتھ ڈال دیا جو صحرائے زارش کے نادر عطیے شپالی کی وجہ سے سرفراز تھی اور جالوش کی گرم راکھ اٹھا کے نفرت سے بوڑھوں کے جسم پر پھینک دی، وہ جھلس جھلس گئے۔ پھر میں نے اپنا عمل ختم کیا۔ غار کی لرزش میرے عمل کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ بوڑھے زمین پر لوٹ رہے تھے۔ اب میرے ہاتھ میں اقابلا کا مجسمہ تھا۔ ان کا خیال ہو گا کہ میں جالوش کی طرح اقابلا کا مجسمہ بھی نذر آتش کر دوں گا۔ اپنے ہاتھوں سے اسے جلاؤں گا جس کے لیے خود جل رہا ہوں مگر نہیں اسے میں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور وارفتگی سے اس کے خدوخال پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ "جابر بن یوسف!" ایک بوڑھے کی لرزتی ہوئی آواز گونجی۔ "مقدس جاراکا کا تجھ پر مہربان ہے، ہمیں معاف کر دے کہ ہم نے ناحق تیرے کام میں مزاحمت کی۔ تو نے وہ کام کر دیا جس کے لیے ہم ایک زمانے سے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ یقیناً تم تجھ سے آسمان خوش ہے اور جاراکا کی مقدس روح تیرے جسم سے وصال کرتی ہے۔"

"بوڑھے شخص!" میں نے تکبر سے کہا۔ "تم کب سے یہ تماشا کر رہے تھے؟"

"کون جانے؟ وقت کا ہوش کسے تھا لیکن ہمارے ارادوں میں کوئی ناتوانی ضرور تھی۔ کاش ہم اپنے ذمے یہ منصب نہ لیتے۔ یہ تمہی جیسے شخص کو زیب دیتا ہے تم نے اسے ختم کر دیا۔" اس کے لہجے میں جوش تھا۔ وہ دھوئیں سے اٹ گیا تھا، اس کی صورت مسخ ہو گئی تھی۔ "نہ جانے ہمیں کب تک انتظار کرنا پڑتا کہ تم نے انگروما کے لوگوں کو دیوتاؤں کا شگون دے دیا۔ جا...... جالوش...... دیکھنا کہ اب انگروما کے لوگ تمہاری طرف آ رہے ہیں۔" وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔ "جابر بن یوسف! اے محترم شخص، ہم سب تیرے غلام ہیں۔ اب جاراکا کا ہمیں ضرور اس پر فتح دے گا کیونکہ ہمارے درمیان جابر بن یوسف جیسا عظیم شخص بھی موجود ہے۔"

مجھ سے مخاطب بوڑھا زمین سے اٹھنے کی کوشش کرتا تھا اور گر پڑتا تھا۔ اس کی حالت بہت مخدوش تھی مگر اس کے لہجے میں بہت توانائی اور جوش تھا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ دوسرے بوڑھے اپنی شکستہ حالی کے باوجود میری سمت فخر اور مسرت سے دیکھ رہے تھے۔

''کیا ہوا؟'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''تم ایک مجسمے کے انہدام کو اتنی اہمیت دیتے ہو؟ میں جالوش کی طاقت جانتا ہوں۔''

''نہیں۔'' بوڑھے کی مرتعش آواز بلند ہوئی۔ ''دیوتاؤں نے شگون دے دیا ہے۔ وہ شکست سے دوچار ہوگا۔''

''مقدس جارا کاکا کی ہمدردیاں دونوں طرف ہیں، جالوش قربانیاں دے کے اس کی مزید خوشنودی حاصل کرے گا۔ وہ اس سحر کا کوئی اور توڑ کرے گا۔'' میں نے دانستہ یہ پست ہمت کلمات ادا کیے کیونکہ میں اس مجسمے کی اہمیت کے متعلق ان کی زبانی کچھ اور سننا چاہتا تھا۔

''ایسا نہیں ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ عزم سے بولا۔ ''مقدس جارا کاکا کو یقین آ گیا ہوگا کہ ہم تاریک براعظم پر حکومت کرنے کے اہل ہیں۔ جالوش کے منحوس مجسمے کی تباہی اس کے یقین کی نشان دہی کرتی ہے۔ جابر بن یوسف لیکن ابھی ایک اور شگون رہا جاتا ہے جلد سے جلد اقابلا کا مجسمہ بھی اس آگ میں پھینک دو۔ ہمیں اور مضطرب نہ کرو۔ اس کے بعد چاہے تم ہماری روحیں غلام بنالینا مگر اقابلا کا مجسمہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے تباہ کر دو۔ اس کے بغیر شگون ادھورا ہے۔ جلدی کرو اے محترم شخص!'' وہ عاجزی سے بولا۔

''اقابلا کا مجسمہ۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اسے بھی آگ میں جھونک دوں اور راکھ میں تبدیل کر دوں؟''

''ہاں۔ پھر انگرو ما کی فتح یقینی ہے۔ جالوش کے ساتھ اقابلا کا راکھ ہو جانا بھی ضروری ہے جابر بن یوسف! جلدی کرو کہیں یہ مبارک وقت نکل نہ جائے اور ہم پھر ایک زمانے تک دھوئیں کے گرد بیٹھے اپنی آنکھیں نہ جلاتے رہیں۔ آگ روشن کرو، وہی عمل پڑھو، وہی طاقت آزماؤ۔'' بوڑھا جذبات زدہ آواز میں بولا۔

''اقابلا کا زوال۔ میرے ہاتھوں؟ جابر بن یوسف کے ہاتھوں؟'' میں نے سرگوشی انداز میں کہا۔ ''میں یہ کام کبھی نہیں کر سکتا۔ مجھے جالوش سے نفرت ہے۔ اقابلا ختم ہوگئی تو میرے لیے کیا رہ جائے گا؟''

''وہ ختم ہو جائے گی تو ان تمام زمینوں پر وہ آگ بجھ جائے گی جو اس کے حسن کی آگ ہے۔ یہ تپش ختم ہو جائے گی۔ روحیں اپنے مسکنوں میں چلی جائیں گی اور سب کو قرار آ جائے گا۔''

''میں خودکشی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بوڑھے شخص!'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔ ''اقابلا کا مجسمہ میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔''

''اسے ختم کرو معزز شخص! اسے تباہ کر دو۔'' اس کی تائید میں دوسرے بوڑھوں نے فریاد کی۔

''ناممکن۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''انگرو ما کے فاضلو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا۔''

''جالوش اور اقابلا ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں جابر بن یوسف!'' وہ اپنے خطاب پر زور دیتے ہوئے بولا۔ ''اگر اقابلا کے زوال کا شگون نہیں ملا تو ہمیں پھر ایک طویل مدت تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''اور اب تک تم کس امید پر حملے کرتے رہے؟'' میں نے طنزاً کہا۔

''ہم اقابلا کی سلطنت کمزور کرنے کا کام کرتے رہے۔ ہم نے سوچا تھا شاید کسی دن مقدس جارا کا کو ہماری عبادتیں پسند آجائیں اور ہمیں شگون کے بغیر فتح سے ہم کنار کر دے۔''

''تو اس مجسمے کی تباہی کے بغیر ہی اس امید پر قائم کیوں نہیں رہتے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جالوش ہی تاریک براعظم میں تمہاری راہ کی سب سے بڑی دیوار ہے تو اس کی شکست کا شگون تمہیں مل گیا ہے اور وہ بھی جالوش کے ایک شاگرد کے ذریعے تمہیں نصیب ہوا ہے۔ اسی پر قناعت کرو اور اقابلا سے مفاہمت کر لو۔ وہ انگرو ما کو اپنی قلمرو میں شامل کر لے گی اور تمہیں معاف بھی کر دے گی۔ ممکن ہے، وہ تمہارے مشورے قبول کر لے اور تمہیں اس کی حکمرانی میں سکون میسر آجائے۔''

''اقابلا۔ اقابلا۔'' بوڑھا نفرت سے بولا۔ ''ہم اس کی شکل مسخ کر دیں گے۔ اس نے جالوش کی پشت پناہی کر کے ہمارے بہت سے عابدوں کی زندگی عذاب کر دی ہے۔''

''دیکھو بوڑھے شخص! تمہیں اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ میری ہمدردیاں اب تمہارے ساتھ ہیں مگر میں تم سے ایک نکتے پر اختلاف کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اقابلا کی شکست کے بغیر بھی تاریک براعظم میں اپنی برتری تسلیم کرا سکتے ہو۔ وہ ایک نرم خو دوشیزہ ہے، میں اس سے تمہاری سفارش کروں گا کہ وہ تمہارے معاملے میں ہمدردانہ رویہ اختیار کرے، میری بات رد کرتے ہوئے اسے جھجک ہوگی۔ مجھے انگرو ما کے لوگ پسند آئے ہیں یہ سادہ، وسیع النظر اور عالی ظرف ہیں۔ میں یہاں سے اب بھی پہلے کی طرح فرار ہو سکتا تھا۔ میرے پاس ایسی طاقتیں بھی ہیں جن سے تمہارے طلسمی علوم نا آشنا ہیں مگر میں یہاں تمہارا ہم نوا بن گیا ہوں۔ چونکہ مجھے جالوش سے نفرت ہے۔ میں بھی اس کے زوال کا طالب ہوں اور میں ان خدمات کے عوض صرف ایک رعایت چاہتا ہوں، اقابلا کی زندگی۔ اس کے احترام اور وقار کی ضمانت۔ یہ میرا جذباتی معاملہ ہے، تم شاید اسے نہیں سمجھ سکتے۔''

ایک اجنبی بوڑھے سے یہ گفتگو لا حاصل تھی مگر میں دانستہ اسے طول دے رہا تھا، مجھے معلوم تھا کہ میری گفتگو ریما جن اور انگرو ما کے برگزیدہ لوگوں تک منتقل ہو رہی ہوگی اور وہ جالوش کی ہزیمت کا نیک شگون ملنے کے بعد تاریک براعظم پر یلغار کرنے کے لیے مضطرب ہوں گے۔ اس موقع پر میں ان سے ایک سودا کر سکتا تھا۔ میں ان سے اقابلا کو مانگ سکتا تھا۔ حالانکہ تاریک براعظم کی شکست، جالوش کا اختتام، انگرو ما کی سربلندی اور غلبہ۔ یہ سب ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ کچھ اور معلوم نہیں ہوتا تھا۔ جالوش کے مجسمے کے سلسلے میں بوڑھوں کا وحشیانہ اضطراب اور جارحانہ سنجیدگی دیکھ کے مجھے اس خواب کی تعبیر کا کچھ یقین ہو چلا تھا۔ طلسم کے اس کارخانے میں کسی وقت بھی کوئی بات ممکن تھی۔ میں ان کی مزید حمایت حاصل کرنے اور انگرو ما سے اپنی صدق و وفاداری ظاہر کرنے کے لیے جالوش کی طرح اقابلا کا مجسمہ بھی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر سکتا تھا۔ اس وقت، میں شدید کشمکش میں مبتلا تھا۔ زبانی مخالفت اور بات تھی۔ سوچتا تھا ''اگر جالوش کے مجسمے کی تباہی سے اس کا عبرت انگیز انجام مشروط ہے تو پھر یہی صورت اقابلا کے مجسمے کی تباہی سے بھی مشروط ہو سکتی ہے، گویا میں یہ دوسرا نیک شگون حاصل کر کے خود اپنا گلا گھونٹ لوں؟ خود اپنے دل میں نیزہ اتار لوں؟ اپنا ہی خون پی لوں؟ میں بہت بڑا پاگل تھا مگر اتنا بڑا پاگل نہیں تھا کہ جو تنکے جمع کر کے آشیانہ بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا انہی کو جلا

دیتا۔ میں اقابلا کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول لیتا؟ اپنے لیے قبر کھودتا؟ مہذب دنیا کے میرے ساتھی اپنی دنیا میں واپسی کے آرزومند تھے۔ صرف میں تھا جسے واپسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے اپنا یہ حلیہ، یہ برہنگی، یہ دیوانگی بہت مرغوب تھی کیونکہ میں نے اس کا جلوہ دیکھ لیا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ حسن کی تراشیدگی کہاں تک ممکن ہے۔ میں نے شباب کی وہ آخری منزل دیکھی تھی، جہاں سے آگے راستے بند ہو جاتے ہیں، جہاں تصور ختم ہو جاتے ہیں، میں نے اس تخلیق کا نظارہ کیا تھا، میں نے وہ نغمہ سنا تھا جو آسمانوں سے اترا تھا، زمین اتنی زرخیز کسی دور میں نہیں ہوئی تھی۔ میں اس کی خوشبو کے نشے میں چور تھا۔ میرے ذہن میں اس کے پیر کے بوسے کا رس گھلا ہوا تھا۔ میں اس کے جمال کا نظربند تھا۔ اس کی زلف کا ایک تار خزانوں پر حاوی تھا۔ بیروت کے پُررونق بازار، رات کو دمکتی روشنیوں میں شراب وشباب کی مستیاں، وہ سیاہ سڑکیں، وہ جگمگاتی دکانیں اور روشن گلیاں، یہ سب اس کی ایک نظر کے سامنے بے قیمت تھیں، مہذب دنیا میں اقابلا جیسا کوئی عجوبہ نہیں تھا۔ تو کیا میں انگروما کے لوگوں میں سرخ روئی کے لیے اس کا مجسمہ تباہ کر دیتا؟ میں نے اسے اور شدت سے بھینچ لیا۔ بوڑھے میرے انکار پر بے قرار ہو گئے تھے۔

میں نے ان سے انکار کر کے ریما جن اور انگروما کے دوسرے ساحروں کی نظروں میں خود کو دوبارہ مشکوک کر لیا تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس میں ایک پہلو یہ بھی مضمر تھا کہ تاریک براعظم میں جالوش کی یقینی شکست کی امید میں وہ اقابلا کے سلسلے میں اپنا جارحانہ رویہ ترک کر دیں۔ پھر اقابلا اور ان کے درمیان تعلق کی کوئی صورت نکل آئے اور اگر وہ اس سے اقتدار چھیننے میں کامیاب ہو جائیں تو مجھ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق اسے ایک کنیز کے طور پر مجھے سونپ دیں۔ ایک فیصلہ کن لمحہ ضرور آ گیا تھا، ایک بار میں نے پھر اپنی برتری واضح کر دی تھی اور تنبیہ کر دی تھی کہ جارا کاکا کی مقدس روح کا منشا کیا ہے؟ وہ مجھے کس حد تک پسند کرتی ہے، میرے ساتھ کیسی طاقتیں شریک ہیں۔ اب انہیں ایک فیصلہ کرنا تھا کہ یا تو وہ اقابلا کے مجسمے کی تباہی تک ایک طویل انتظار کریں یا پھر کچھ نہ کچھ حاصل ہو جانے کی توقع میں عجلت کریں۔ میں نے بوڑھوں کو یکسر دھتکار دیا۔ جب میں مجسمہ لے کر غار سے باہر نکلنے لگا تو وہ زار و قطار رونے لگے۔ انہوں نے کرب ناک صدائیں لگائیں، جارا کاکا کی روح کا واسطہ دیا۔ مجھے ریما جن کے عتاب سے خوف زدہ کرنا چاہا، میں ان کی صداؤں پر کان دھرنے کے بجائے غار سے باہر نکل آیا۔ دھوئیں سے آنکھوں میں سوزش ہونے لگی تھی اور سانس گھٹ رہا تھا۔ تازہ ہوا اور روشنی میں زندگی کا احساس بیدار ہوا اور پہلی بار میں نے اس نازنین کا مجسمہ غور سے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ اس کے چہرے پر دھوئیں کی تہیں تھیں، میں بھاگا بھاگا پانی کی تلاش میں گیا، اسے دھویا تو اس کا حسن نمایاں ہوا، اسے کسی ماہرِ فن بت تراش نے تراشا تھا، ایسی دھات میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی جو اتنے کم حجم میں اتنی وزنی تھی۔ میں اس کے خدوخال دیکھتا رہ گیا اور مجھے قصرِ اقابلا کا ہر منظر یاد آنے لگا۔

باہر آ کے مجھے ایسی کوئی پشیمانی نہیں تھی کہ میں نے کوئی خلافِ مصلحت قدم اٹھایا ہے، میں نے جو کچھ کیا، اس میں میری مصلحت پنہاں تھی، اس نادرہ کار شہ کار کی بربادی کا خیال کوئی ستم پیشہ ہی کر سکتا تھا۔ اس وقت دل و دماغ میں ایک سنسنی سی دوڑی ہوئی تھی۔ جلد ہی کچھ ہونے والا تھا۔ طلسم و افسوں کے اس انتظام میں اب کسی تغیر کی پیش گوئی کی جا سکتی تھی۔ میں وہیں بیٹھا اقابلا کا مجسمہ سامنے رکھ کر پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر کرتا رہا اور خیال و قیاس کے ہزار ہا دریچے وا ہو گئے۔

میں جزیرہ امسار کی سابق ملکہ شوطار کے ساتھ خلوت کی چند ساعتیں گزار کے ریما جن کے علاقے کی تلاش میں نکلا تھا۔ میرا مقصد بالکل

صاف تھا کہ میں ریماجن کو اعتماد میں لے کر اپنا رتبہ بڑھاؤں اور ایسی فضیلت حاصل کروں جو مجھے ناقابل تسخیر بنا دے۔ درمیان میں یہ غار نظر آ گیا جہاں میرے ارادوں میں کئی دیواریں خالی ہو گئیں۔ اقابلا کا مجسمہ انگروما سے میری وفاداری کی کسوٹی بن گیا تھا۔ ابھی تک ریماجن کے علاقے کا سرا مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ اب یہ امکان اور بعید ہو گیا تھا یا قریب، میں اس کے متعلق منفی یا مثبت قیاس ہی کر سکتا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اقابلا کے مجسمے کے ساتھ۔ یہ بھاری وزن اٹھائے اٹھائے میں کہاں کہاں جاتا؟! اقابلا کے زوال اور عروج کی یہ علامت کسی کے پاس امانت کے طور پر بھی نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ انگروما میں سب اس کے دشمن تھے، مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اقابلا کا مجسمہ میرے پاس ہے تو گویا وہ خود میرے پاس ہے اور میرے سینے سے لگی ہوئی ہے اور اگر اس بار جدا ہو گئی تو ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ میں بوڑھوں کے غار میں جا کے دوبارہ اسے مشق ستم بننے کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ سرنگا کی دیوی نے خلاف توقع نمودار ہو کے یہ کہا تھا کہ میں ٹھیک جگہ آ گیا ہوں، میرا خیال ہے، میں نے یہ مجسمہ اپنے قبضے میں کر کے ایک اور مناسب کام کیا تھا، انگروما کی نادیدہ طاقتیں بہ غور مشاہدہ کر رہی ہوں گی کہ میں یہ مجسمہ کہاں محفوظ کرتا ہوں؟ میرا یہ عمل ان کی وسیع نظروں کی زد میں ہوگا۔ وہ جلد یا بدیر مجھ سے رابطہ قائم کریں گی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجسمہ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہیے اور اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے۔ میں اسے زمین میں دفن کر کے طلسمی طور پر محفوظ کرنے کی کوشش بھی کر سکتا تھا لیکن میں نے کسی قسم کا خطرہ مول لینے میں احتیاط برتی۔ ایک سرخوشی اس کے حصول اور جالوش کے مجسمے کی تباہی کے بعد میرے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔ میں اس سے اتنی جلد کنارہ کش ہونے کے لیے تیار نہیں تھا وہ اقابلا کا مجسمہ تھا۔ بہت وزنی تھا۔ پر وہ میرے لیے پھولوں کا ایک باغ تھا میں اسے بار بار چومتا تھا، اس میں اقابلا کے جاہ و جلال اور اس کی عظمت کا وزن تھا۔ میں ایک سرخ رو اور فتح مند شخص تھا کہ یہ میرے تصرف میں تھا۔ میرے پاس انگروما کی سرفرازی کی کلید تھی اور میں کسی نشان کے بغیر بے سمت آگے بڑھ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

تساؤ کے آدم خور

تساؤ کے آدم خور...... شکاریات کے موضوع پر ایک مستند کتاب اور حقائق پر مبنی سچا واقعہ...... یوگنڈا (کینیا) کے دو خونخوار شیر جو آدم خور بن گئے تھے...... ایک سال کی قلیل مدت میں 140 انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے تساؤ کے آدم خور...... جنہوں نے یوگنڈا میں بچھنے والی ریلوے لائن کا کام کھٹائی میں ڈال دیا تھا۔ جو لومڑی سے زیادہ مکار تھے اور چھلاوہ کی طرح غائب ہو جاتے تھے۔ اس سچے واقعے پر انگلش فلم "Ghost & The Darkness" بھی بنائی گئی۔ جون ہنری پیٹرسن (فوجی اور ریلوے لائن کام کا انچارج) کی کتاب (The Man-Eaters of Tsavo) کا اردو ترجمہ **کتاب گھر** پر **شکاریات** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چمن زار گزرے، مرغزار گزرے، ویرانے کاٹے، گھاٹیاں عبور کیں، کہیں ساحل پر پڑاؤ ڈالا، کہیں جنگل میں بسیرا کیا، کبھی خشک زمینوں پر پیر زخمی ہوئے اور کہیں بارشوں نے راستے مسدود کیے۔ میں آبادی سے دور ہی رہا اور اقابلا کا مجسمہ کبھی اس کاندھے پر کبھی اس کندھے پر اٹھائے، ریماجن کا علاقہ تلاش کرتا رہا۔ میں نے اسے خود سے کہیں جدا نہیں کیا۔ ایک جگہ میری حالت سیمابی ہو گئی۔ کہیں قریب ہی ریماجن کا علاقہ تھا، ریماجن نے میرا راستہ بدلنے اور اپنا علاقہ میری نگاہوں سے اوجھل کرنے کے لیے طلسمی حربے اختیار کیے تھے۔ اس سے اس کی عظمت کا اندازہ ہوتا تھا۔ میں اپنے تمام نوادر اور علوم سے مدد لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہ کوئی جالوش کا علاقہ نہیں تھا، جب میرا قد بہت چھوٹا تھا۔ انگرو ما ایک جزیرہ تھا، اس کے راستے ہر طرف سے ساحل پر آ کے ختم ہوتے تھے اور اس کی زمین بہرحال محدود تھی، ریماجن کا خیال ہوگا کہ وہ مجھے تھکا دے گا اور میں تھک کر کسی جگہ مجسمے سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اس نے مجھے تھکا دیا تھا۔ راستہ تلاش کرنے کے لیے میں نے بہت سے سحر توڑ دیئے تھے۔ وہ اپنی برتری کے سبب میرے سحر ناکام کر سکتا تھا مگر میری استقامت اور ذہانت اس کے سحر سے ماورا تھی۔ سوراں کی مالا کے دانے مختلف سمتوں میں چمکتے تھے۔ چوبی اژدہا کسی جگہ اچانک مضطرب ہو جاتا تھا۔ جالوش کے عطا کیے ہوئے بچھوؤں کے ہار میں کھلبلی مچ جاتی تھی جب چلتے چلتے آگے اندھیرے کی ایک دبیز دیوار نظر آتی تھی۔ ریماجن ہر قدم پر اپنے علم و فضل سے مرعوب کر رہا تھا۔ بلاشبہ میں اس کا قائل تھا، وہ مسند نشیں بھی میرے عزم اور حوصلے کا قائل ہو رہا ہوگا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ آبادی میں فلورا کا کیا حال ہوگا؟ وہ کس بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوگی اور جزیرہ توری میں سربتا، فروزیں، شراؤ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اور خود اقابلا کیا رائے قائم کرتی ہوگی؟ انگرو ما والے اپنے گرد و پیش ایک طلسمی دیوار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جہاں باہر کی آنکھ جھانکنے سے قاصر تھی۔ اقابلا کو کیا معلوم ہوگا کہ اس کا وفادار گھوڑا اس کا وزن اٹھائے کیسے کیسے دشت و بیاباں، کیسے کیسے جنگل، پہاڑ عبور کر رہا ہے۔

میں آخر وہاں پہنچ گیا تھا اور یہاں سے کہیں اور جانے کا سوال نہیں تھا۔ بس یہ تھا کہ کب وہ اندھیرا چھٹ جائے جو ریماجن کا علاقہ میری نظروں سے چھپائے ہوئے ہے۔ اس جگہ درخت بہت قریب قریب تھے جو جنگل کا سا منظر پیدا کر رہے تھے۔ میں وہیں قیام کرنے کے لیے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے سینے پر اقابلا کی مورتی تھی اور زمین پر کمر لگائے دیر ہو گئی تھی کہ یکایک ایسا محسوس ہوا فضا میں کہیں ساز بج اٹھے ہوں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔ دیکھا کہ تین دوشیزائیں شعلے بکھراتی مچھلیوں کی طرح تڑپتی، پریوں کی طرح تیرتی، مسکراتی، گنگناتی میری طرف گامزن ہیں، ان کا انداز مستانہ تھا، بے خبری، بے ہوشی، وہ عمر کہ ہوش قابو میں نہ رہے۔ شاید انہوں نے میری طرف نہیں دیکھا تھا، جیسے شیشوں کی صراحیوں میں شراب چھلکے، ان کا شباب چھلک رہا تھا۔ ان میں دو سیاہ فام تھیں، ایک سفید بلکہ سرخ، شہابی، خون اور پیاز کا ملا ہوا رنگ، ایک گلاب جس کا رنگ پھوٹ رہا ہو، چھو دو تو انگلیاں رنگ جائیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ سیاہ و سفید کے اس امتزاج میں کون سا رنگ دل پذیر ہے، اہل نظر رنگ نہیں دیکھتے، نشہ دیکھتے ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ میرے نزدیک آ کے ٹھٹک کے رک گئیں۔ ان کی مخمور آنکھیں مجھے حیرت سے دیکھنے لگیں۔ میں نے شگفتگی سمیٹی اور پوچھا۔ ”اے نازنینو! تم کہاں سے آ رہی ہو؟ ذرا ٹھہرو، مجھے اپنے جلوے سے سیراب کرتی جاؤ۔“ ان کا تعلق ریماجن کے علاقے سے ہوگا اور میرے گرد ان کے اچانک موجود ہونے کا بھی کوئی مقصد ہوگا۔ اتنی معمولی باتیں تو ایک کم عقل شخص بھی سمجھ سکتا تھا۔

میں نے محتاط انداز میں ان سے گفتگو کا آغاز کیا۔

''تم کون ہو؟'' وہ تینوں مجسم اشتیاق بن گئیں۔

''میں۔'' میں نے لطف لیتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے جمال کی آج تک کسی نے اتنی قدر نہ کی ہوگی، میں وہ شخص ہوں۔''

ان کے لبوں پر شوخی آ گئی اور انہوں نے مسکرا کے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''میں یہاں تھوڑی دیر ستانے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔ مجھے آگے جانا ہے اور مقدس ریماجن سے ملاقات کرنی ہے۔''

ان کی آنکھیں جھلملانے لگیں اور سفید فام دوشیزہ تعجب سے بولی۔ ''تم مقدس ریماجن کے علاقے میں جا رہے ہو؟ تم کوئی بہت بہادر اور عالم شخص معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا سینہ کیسا سجا ہوا ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

میں نے افتخار سے انہیں اپنا نام بتایا تو وہ مجھے ناقابلِ یقین نظروں سے دیکھنے لگیں۔ ''تم وہی ہو جس کے بارے میں انگروما کا ہر شخص جانتا ہے۔ تم ایک محترم شخص ہو۔ تمہارا دیدار ایک سعادت ہے، کیا ہم دو گھڑی تمہارے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں مقدس جابر؟''

''میرا نام ریشم ہے۔'' وہ شرگیں لہجے میں بولی۔ ''اس کا نپارا اور اس کا مہرق۔ ہم اس جگہ رہتے ہیں، یہاں زاہدوں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو غاروں میں رہتے ہیں۔ ہم وہیں سے آ رہے ہیں، روز ہم اس طرف آ کے عبادت کرتے ہیں۔ سنا ہے یہاں سے مقدس ریماجن کا علاقہ بہت نزدیک ہے۔ شاید کسی دن مقدس ریماجن ہمیں طلب کر لے۔ کیا ہم تمہارے ساتھ اس مقدس جگہ تک چل سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں۔'' میں نے فراخ دلی سے کہا۔ ''مقدس ریماجن اتنی حسین لڑکیوں کو اپنے علاقے میں دیکھ کر خوش ہوگا۔''

بلاشبہ ریماجن نے لڑکیوں کا ایک خوب صورت تحفہ مجھے بھیجا تھا۔ اک سنسان جگہ ان کی آمد میرے لیے بہار کی آمد سے کم نہیں تھی۔ حیرت تھی کہ وہ اقابلا کے حسین مجسمے کے بارے میں کوئی استفسار کیوں نہیں کر رہی تھیں۔ وہ وارفتہ ہوئی جاتی تھیں۔ ان کی یہ شیدائیت ناپختگی کا مظہر تھی۔ ریماجن نے ان کا انتخاب بدن کی بنیاد پر کیا تھا۔ پختہ کار دوشیزاؤں کو وہ میری طرف بھیجتا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔ بہر حال یہ ایک پرانا حربہ تھا، عام طور پر سود مند ہی ہوتا ہے۔

پھر وہ اصرار کرنے لگیں کہ قریب ہی آبِ نشاط انگیز کا ایک کنواں ہے۔ جس کا پانی اس پُر کیف ساعت میں موجود ہو تو کچھ اور بات ہوتی ہے۔ وہاں ایک مرغزار ہے، سبزہ نرم ہے، پھولوں سے خوشبو آتی ہے اور پرندے ترنم ریز ہوتے ہیں۔ وہاں کیوں نہ چلا جائے۔ میں نے تائید میں سر ہلا دیا۔ تینوں نازنینوں نے مجھے اٹھایا۔ میں ان کے بادۂ حسن سے پہلے ہی اوسان کھو بیٹھا تھا، جب میں نے ساتھ میں مجسمہ بھی اٹھانا چاہا تو انہوں نے بے پروائی سے کہا۔ ''ہم قریب ہی جا رہے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اے دلکش لڑکیو! میں جانتا ہوں۔'' یہ کہہ کے میں نے مسکراتے ہوئے مجسمہ اٹھا لیا اور دوسرا ہاتھ ریشم کے کاندھے پر رکھا، مہرق نے مجسمہ سنبھالنے میں میری مدد کرنے کے لیے پہل کی تو میں نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا شیشہ بدن ٹوٹ جائے گا۔ یہ وزن صرف مجھی کو زیب دیتا ہے۔''

یہ کھیل خاصا دلچسپ تھا، افسوس اس بات کا تھا کہ ریماجن یا اس کے ساتھیوں نے ان لڑکیوں کو بھیج کے گویا میری گنجائش ہی نہیں کی۔ مجھے ہنسی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر بھی میں ان کے ساتھ مشروب نشاط کے کنویں تک چلا، بظاہر میں بدمست تھا۔

رشیم نے سچ کہا تھا۔ وہ جگہ جنت نظیر تھی۔ مخمل جیسے سبزے کا فرش تھا اور معطر ہوائیں سرسرا رہی تھیں۔ رشیم اور صہریق نے کنویں سے ایک سیاہ محلول نکالا اور میرے منہ میں لوٹ دیا۔ اس کی تلخی تیر کی طرح کلیجے میں پیوست ہوگئی، لمحے بھی نہیں گزرے۔ مختلف رنگ میری آنکھوں کے ارد گرد تیرنے لگے۔ معلوم ہوا اب کچھ ڈول رہا ہے۔ ہر شے ہوا میں اڑ رہی ہے۔ میں بھی معلق ہوں، درخت بھی ناچ رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں اپنے اندر گرتا چلا گیا۔ اسی لمحے لڑکیوں نے مجھے اپنے گداز میں سمیٹ لیا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ اتنا وقت نہیں مل سکا کہ میں سحر پھونک سکوں۔ اس وقت میری زبردست قوت ارادی ہی کام آئی۔ میں نے درندگی سے ہاتھ پھیلا کے لڑکیوں کو دور ہٹایا اور سر جھٹک کے وہ آتشیں سیال سرد کرنے کی کوشش کی جس نے حلق میں اترتے ہی حواس و اعصاب پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان لڑکیوں پر آتش فشاں پھٹ پڑے، میں چوپائی اژدہا ہے سے ان کے جسم نیلے کروں یا شپالی سے ان کی آنکھیں جلا دوں؟ میری آنکھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ مجھے لانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لڑکیاں میری مدہوشی اور غفلت میں اقابلا کا مجسمہ چھین لینا چاہتی تھیں۔ یہ کام ان کے بس کا نہیں تھا۔ ان کے سپرد اتنا فریضہ تھا کہ وہ میری توجہ مبذول کر کے مجھے کسی نہ کسی طرح ریماجن کے وسیع طلسمی حصار میں لے آئیں۔ میں یہی سوچ رہا کہ ان لڑکیوں کے سینے میں ان کی دل پسند جگہ خنجر بھونک دوں گا۔ اس مشغلے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا تھا۔ جب لڑکیاں تڑپتی تھیں اور خون کا فوارہ ان کے زخموں سے جاری ہوتا تھا تو مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں ایک علاقہ فتح کر رہا ہوں یا تاریک براعظم کے کسی بزرگ کے منہ پر تھوک رہا ہوں اور اس عمل سے جارا کاکا کی روح بھی خوش ہوتی تھی۔ ریماجن کے علاقے کی تلاش میں مجھے جارا کاکا کی روح کی اعانت کے لیے یوں بھی قربانی کی ضرورت تھی۔ جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دینے کی یہ مقدس رسم انجام پا جاتی تو یہ اقدام ریماجن کو میرا جواب ہوتا، ایک برجستہ اور معقول جواب۔

میں جواب دیتا رہ گیا۔ دیکھا کہ راستے ہر طرف مسدود ہیں، ریماجن مجھے ایسے مقام پر لے آیا تھا جہاں کی زمین پر اسے کلی اختیار ہو۔ جہاں اس کا مضبوط حصار قائم ہو۔ ایک ذرا سی بے خبری نے میرے عزائم کی بساط الٹ دی تھی۔ لڑکیاں دوبارہ میرے جسم میں ضم ہوتی جا رہی تھیں، میں انہیں دور بھگاتا تھا۔ ٹھوکریں لگاتا تھا، وہ مجھ پر ٹوٹ پڑی تھیں۔ ہاتھ چلاتا کہیں تھا، پڑتے کہیں تھے۔ ایک لمحے میں ہزار سکتے، ہزار خیال ذہن میں در آتے تھے اور فیصلے کی قوت مشروب نے درہم برہم کر دی تھی۔ میں نے جبراً اپنی آنکھیں بھینچ لیں، دانت بند کر لیے اور اپنی منتشر توانائی یکجا کرنے کی ہمت پیدا کی۔ میں نے ہذیان میں خنجر اٹھایا اور ایک پل گزرا تھا کہ وہ تینوں کرب ناک چیخوں کے ساتھ زمین پر لوٹنے لگیں۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ان کے لہولہان جسموں پر گرا اور بہتے ہوئے خون کے دھارے سے میں نے اپنا منہ لگا دیا۔ خون سے میرا چہرہ رنگا۔ خون کے چھینٹے جسم پر پڑے تو آتش غضب اور بھڑک اٹھی۔ میں نے اپنا سینہ آگے کر دیا تاکہ جارا کاکا کی کھوپڑی کا متبرک غسل ہو جائے۔

پھر مجھے دفعتاً یہ خیال آیا کہ جلد سے جلد اس طلسمی حصار سے باہر نکل جانا چاہیے۔ لڑکیاں ریماجن کی محض فرستادہ تھیں۔ انہیں ختم کر دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میرے راستے بھی کھل گئے اور ریماجن نے میری فضیلت تسلیم کر لی۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ میری جان کو کوئی

خطرہ نہیں تھا۔ جابر بن یوسف کو اتنے مراتب کے بعد آسانی سے ختم کر دینا ممکن نہیں تھا۔ خطرہ صرف اقابلا کے مجسمے کو تھا جو مجھے اب جان سے زیادہ عزیز تھا۔ ہر لمحے اس کی قدر و قیمت میری نظر میں بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ بات اب صاف تھی کہ انگرو ما والے اسے بہ جبر مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں اور چونکہ وہ مجھ سے براہ راست کوئی فساد کرنا نہیں چاہتے اس لیے میرے کسی مجہول لمحے کی غفلت سے فائدہ اٹھا کے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ انگرو ما کی ساری آبادی کے درمیان اقابلا کا مجسمہ اپنے پاس محفوظ رکھنا ایک دشوار گزار مرحلہ ہے۔ میں نے اپنے لیے خود ہی مشکلیں کھڑی کر دی تھیں جو صاف اور سیدھا راستہ منتخب کیا تھا، وہ اس مجسمے کے حصول کے بعد مجھ سے گم ہو گیا تھا۔ اب میرا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ میں نے مجسمہ کاندھے پر اٹھایا اور چیخ کر کہا۔ ''مقدس ریماجن میرے اور تیرے درمیان ایک بات کی وضاحت ہو جائے۔ میں انگرو ما کے ساتھ ہوں اور جالوش کی شکست کا خواہاں ہوں، میں جالوش کی ہزیمت کے لیے انگرو ما کے عاملوں کے ساتھ توری کے معرکے میں جنگ کروں گا۔ میری تمام ہمدردیاں تیرے ساتھ ہیں۔ پر میں اقابلا کا تحفظ چاہتا ہوں۔ آؤ ہم دونوں اس کے متعلق کوئی معاہدہ کر لیں۔'' میری آواز پر کسی طرف سے کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ میں نے اپنے تمام نوادر کو باری باری ہاتھ لگایا۔ جالوش کے عطیے بچھوؤں کے ہار کے تمام بچھو زندہ ہو چکے تھے۔ مجھے کسی سمت سے کوئی جواب نہ آنے کے بعد ریماجن کے ارادے کی شدت کا اندازہ تھا۔ ایک بار پھر میں نے صدا لگائی اور اپنا بیان وضاحت کے ساتھ دہرایا۔ پھر میں خاموش کھڑا ہو گیا۔ نشہ ہرن ہو چکا تھا، میں تمام تر اپنی فکر اور ہوش کے جامے میں تھا اور میرا ذہن ہمہ سمت، ہمہ جہت سوچ رہا تھا۔ بظاہر ان کی طرف سے کسی جارحانہ اقدام میں پہل نہیں ہوئی تھی۔ وہ چمن زار اسی طرح سر سبز، دلکش اور رنگین تھا لیکن میرے حواس، ایک حس، ایک کبیدگی محسوس کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد کچھ ہونے والا تھا۔ میں نے چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اور اپنی جگہ سے حرکت کی۔ چوبی اژدہا میرے آگے آگے چلنے لگا، میں چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دور گیا ہوں گا کہ میں نے اپنے روبرو عاملوں اور ساحروں کی ایک قطار دیکھی۔ میں نے پلٹ کے پیچھے کی طرف دیکھا تو وہاں بھی ایک فاصلے پر عاملوں کی یہی دیوار موجود تھی۔ وہ بے حد سنجیدہ تھے اور میری حرکتیں چہروں کے کسی تاثر کے بغیر دیکھ رہے تھے۔ البتہ ان کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے جیسے وہ مجھ سے عاجزی کے ساتھ اقابلا کا مجسمہ طلب کر رہے ہوں۔ میں ٹھٹک کے رک گیا اور اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کے میں نے نہایت شائستگی سے اپنا مدعا بیان کیا۔ وہ جوں کے توں رہے یعنی انہوں نے میری بات درگزر کر کے اپنا مطالبہ برقرار رکھا تھا۔ میں نے خود حفاظتی اور نظروں سے اوجھل ہونے کے تمام عملیات کا ایک ہی سانس میں ورد کیا لیکن یہ طریقہ اتنے بہت سے ساحروں اور خصوصاً ریماجن کی مخصوص جگہ مجھے زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوا۔ مجھے بہر حال کوئی مفاہمت کیے بغیر ساحروں کی یہ دیوار عبور کرنا تھی اور اقابلا کے مجسمے کا دفاع کرنا تھا۔ میں نے آواز دی۔ ''اے معزز لوگو! تم میں سب سے برگزیدہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہ کے مجھ سے مخاطب ہو۔ میں کسی تلخی سے پہلے تم سے بات کرنے کا خواہش مند ہوں۔''

''محترم جابر بن یوسف!'' میری صدا کے جواب میں ایک بلند بانگ آواز آئی۔ ''ہم تمہارے مرتبے سے آگاہ ہیں، تم جالوش کے زوال میں ہمارے ساتھ ہو۔ یہ حقیقت ہمیں معلوم ہے لیکن تمہارے ہاتھ میں ابھی تک اقابلا کا مجسمہ ہے۔ ...... انگرو ما کے ساحروں کی خواہش ہے کہ تم اسے بھی اپنی غیر معمولی طاقت سے مسمار کر دو جیسا کہ تم نے جالوش کے مجسمے کے ساتھ کیا ہے۔''

''اور میں نے کیا کہا ہے؟'' میں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تم سے صرف ایک رعایت چاہتا ہوں۔''

''ہم نے تمہارا مطالبہ سن لیا ہے لیکن یہ انگروما کے بہترین مفاد میں ہے کہ اقابلا کے مجسمے کا حشر بھی جالموش کے مجسمے جیسا ہو اور ہم پورے اعتماد کے ساتھ تاریک براعظم پر حملہ کریں۔''

''میں مقدس ریاجن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''مقدس ریاجن انگروما میں ہر جگہ موجود ہے اور اس کے حکم کے ترجمان انگروما کی زمین، درخت اور انسان ہیں۔''

میں نے ان کے لہجے سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ وہ اپنی ضد پر قائم ہیں اور کسی سودے بازی پر آمادہ نہیں۔ میں نے ان سے مہذب انداز میں کئی بار اپنی خواہش کا اظہار کیا اور وہ میری گزارش خوش اطواری سے رد کرتے رہے۔ ہمارے درمیان غور و فکر کے لیے وقفے بھی آتے رہے۔ میں پہلے ہی اس ناگفتہ بہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے خود کو آمادہ کر چکا تھا۔ میں زمین پر جھک گیا اور مٹی اپنے جسم پر مل لی۔ پھر میں نے نہایت تیزی سے تین بار اپنا جسم گھمایا۔ اپنے تمام تو ادر پر بھی خاک ملی اور ڈبگی کے سینگوں سے اپنے چاروں طرف زمین پر ایک لکیر کھینچی۔ یہ لکیر شپالی سے مس کی تو اس میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جالموش کے ہار میں سے ایک بچھو نوچ کر زمین پر پھینک دیا۔ اسے پھینکنے کی دیر تھی کہ زمین پر ہر طرف سے اسی قسم کے بچھو نمودار ہونے لگے اور آناً فاناً میرے گرد و پیش ایک نوع کے بچھوؤں کا ہیبت ناک اجتماع ہو گیا۔ میں اپنی کھینچی لکیر کی آگ کے اندر تاریک براعظم کے سب سے مہلک عمل یاد کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی کہ فیصلہ میرے حق میں ہو گا یا انگروما کے ساحروں کے حق میں؟ بچھو میری لکیر کی آگ سے کچھ دور تھے لیکن وہ اس قطار تک جا پہنچے تھے جہاں ساحر کھڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے زمین پر سیاہ بچھوؤں کی فصل اگی ہوئی ہو لیکن اسی لمحے میں ایک اور بچھو زمین سے ابھرا جو جسامت میں بڑا اور نوکیلے پنجوں والا تھا۔ ان کا ہجوم اتنی تیزی سے اطراف میں پھیلا کہ میرے بچھوؤں کا نشان تک نہ رہا، انہوں نے میری پوری فصل چاٹ لی اور اس طرح جالموش کے ہار کا ایک مہلک بچھو مجھ سے چھین لیا۔ میں نے ہار سے ایک اور بڑا بچھو نوچا اور زمین پر پھینک دیا جو موجود بچھوؤں پر اسی شدت سے غالب آیا جس طرح انہوں نے میرے بچھوؤں پر غلبہ پایا تھا۔ اب زمین پر تا حد نظر پھر میرے بچھوؤں کی ایک فوج موجود تھی اور میں نے وہ فوج مغلوب ہو جانے کی صورت میں تیسرا بچھو بھی منتخب کر لیا تھا۔ میں نے دور سے دیکھا کہ ساحروں کی قطار بچھوؤں کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے بچنے کیلئے کسی قدر دور ہٹ گئی ہے۔ یہ دیکھ کے میں نے پھر ہانک لگائی۔ ''انگروما کے معزز ساحرو! یہ سب مجھے اچھا معلوم نہیں ہو رہا۔ یاد رکھو جارا کا کی مقدس روح سب سے بہتر فیصلہ کرتی ہے اور اسی نے یہ مجسمہ میری تحویل میں دیا ہے۔ آؤ ہم کسی خوش گوار فیصلے پر پہنچ جائیں۔''

رد عمل میں ان پر صرف ایک گہری خاموشی طاری تھی۔ وہ سوال و جواب کے موقف میں آنے سے گریز کر رہے تھے۔ میں نے حرکت کرنے کا ارادہ کیا۔ اپنے بچھوؤں کے سمندر سے گزرتا اور ایک ہاتھ سینے کے مقابل بلند کیے بار بار گھوم کے طلسمی طاقتیں کا ثنا آگے بڑھا۔ یہ ایک تکلیف دہ پیش قدمی تھی۔ حصار سے باہر نکلنے میں ایک وقت لگ جاتا مگر چاہے صدیاں گزر جاتیں۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی۔ میں چند ہی قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ میرے بچھوؤں کے سیلاب پر آگ کی لپٹیں اٹھیں، جیسے زمین پر تیل بکھر گیا ہو اور کسی نے چنگاری پھینک دی ہو، زارشی کے

http://kitaabghar.com

صحرا میں ریاضت کے بعد سے میرے جسم پر آگ کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ میرے بچھوؤں کے جنگل میں آگ کے شعلے بلند تھے۔ پیش منظر میں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ چوبی اژدہا میرے گلے سے لپٹ گیا تھا، اسی لمحے میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال آیا کہ آگ پر جہاں تک بھاگا جا سکے بھاگوں، وزنی مجسمے کے باوجود میں نے اپنے اس فیصلے پر سرعت کے ساتھ عمل کیا۔ میں حصار کی دیوار کے نزدیک ہونا چاہتا تھا، آگ کے شعلوں میں وہ میری حرکت دیکھنے سے بھی قاصر تھے۔ ظاہر ہے یہ سب ساحرانہ کمالات تھے، آگ بجھانے کے لیے پانی کی ضرورت نہیں، دریا جن کے اشارے کی دیر تھی۔ سو آگ کسی وقت بھی بجھ سکتی تھی اور میں عریاں ہو سکتا تھا کہ کہاں کھڑا ہوں، آگ نے میرے تمام بچھو جیسے ہی نیست و نابود کیے، وہ بجھ گئی۔ میرا ایک اور نادر بچھو دریا جن نے ضائع کر دیا اور میں جہاں کھڑا تھا، وہاں سے چند ہی قدم کے فاصلے پر انگروما کے ساحر تھے اور مجھے اپنے نزدیک دیکھ کے ششدر رہ گئے۔ میں نے سوچا، اس سے قبل کہ وہ اپنا دائرہ میرے گرد تنگ کر لیں، میں وحشت میں چیختا، شور مچاتا اور شپالی گھماتا ہوا ان کی دیوار سے باہر نکلنے کی کوشش کروں۔ اس طرح میرا مقابلہ صرف چند ساحروں سے ہوگا۔ باقی دور کھڑے رہیں گے اور جب تک وہ میرے قریب پہنچیں گے، میں باہر نکل چکا ہوں گا۔ یہ دریا جن کی سحر زدہ زمین تھی، یوں بھی وہ علم و فضل میں مجھ سے برتر تھا، اس پر طرہ یہ کہ میں اس کے مخصوص علاقے میں مقید ہو گیا تھا۔ شکست قبول کرنے سے بہتر تھا کہ اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لاؤں، پھر جو ہوگا اس پر کوئی ندامت نہیں ہوگی۔ مشقت اور اذیت کے اتنے طویل سفر کے بعد یہی مقسوم تھا تو یہی سہی، میں نے جھنجھلا کے جارا کاکا کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ مجذوبانہ انداز میں سرمستی کرتا ہوا اس مقام اور موقع کی تاک میں رہا جہاں سے میں وہ دیوار عبور کرتا...... بس لمحوں کی دیر ہوگی، طلسم و افسوں میں لمحے سارے خواب، ساری توقعات درہم برہم کر دیتے ہیں، لمحوں میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ میں نے بے قراری سے نظر اٹھا کے دیکھا تو ساحر تیزی سے دائیں بائیں اور پشت سے میرے قریب ہو رہے تھے، میں ایک جانب لپکا کیونکہ مجھے اپنے پیروں کے نیچے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مجسمے پر میرا توازن بگڑنے لگا۔ میں نے سمت بدل لی لیکن وہاں کی زمین دلدل کی طرح نرم ہو گئی تھی۔ میرے پیر دھنسنے لگے، دھنستے ہوئے میں نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ ایک ہاتھ میں مجسمہ اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا خالی ہاتھ کسی مبہم امید میں بلند تھا کہ شاید کوئی اسے تھام لے۔ بے ساختہ جارا کاکا کی روح کو آواز دی، اقابلا کا نام لیا۔ اس شکست خوردگی کے لیے ذہن آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن وہ ایک بے بس لمحہ تھا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر وہ نہ ہوتا جو بعد میں ہو گیا تو کیا ہوتا؟ میں زمین میں دھنس کے بھی زندہ رہتا لیکن وہ مجسمہ جس کے لیے میں نے اپنی یہ توہین برداشت کی تھی، یہ رسوائی مول لی تھی، وہ ضرور مجھ سے جدا ہو جاتا لیکن ابھی میں زمین میں گھٹنوں تک ہی دھنسا تھا اور ہاتھ فضا میں اٹھے ہوئے تھے کہ اچانک جیسے کسی دیوار پر ٹک گئے۔ میں نے حیرانی سے اوپر دیکھا تو مجھے سرنگا کی دیوی مسکراتی نظر آئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا، ساحروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ ایک شور سا ہر جانب اٹھا۔ سب کی نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ دیوی کی آمد سے میرے اندر زندگی دوبارہ عود کر آئی۔ اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے میں اپنے حلق سے غیر انسانی آوازیں نکالتا ہوا سامنے کھڑے ہوئے ساحروں پر بجلی بن کر ٹوٹا۔ پھر میرے قہر کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ میرے ہاتھ کانٹوں، زنجیروں اور رسیوں میں الجھے مگر کوئی رکاوٹ مجھے روکنے پر قادر نہ ہو سکی، ایک وقت کئی ساحر مجھ سے الجھتے ہوئے زمین پر گر گئے۔ میں سر آگے کیے چیرتا پھاڑتا، الجھتا گرتا پڑتا دیوی کا ہاتھ پکڑے اور مجسمہ سنبھالے دریا جن کے مخصوص علاقے سے باہر آ گیا۔

دیوی نے باہر آتے ہی میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور ایک جنبش نگاہ کے عرصے میں وہ منظر سے غائب ہو گئی۔ اس نے میری ممنون نظریں دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ اس نے ایک بار پھر انگروما کے لوگوں کے ذہن میں میرا وقار بلند کیا۔ میں اب خطرے سے باہر تھا۔ تمام ساحر شمال کی جانب بھاگ رہے تھے اور میرا رخ جنوب کی طرف تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ریماجن اس واقعے سے متاثر ہو کے مجھ سے میری شرطوں پر گفتگو کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔ کاش دیوی اقابلا کا مجسمہ اپنے ساتھ لے جاتی تو مجھے تنہا ان لوگوں سے معرکہ آرائی میں آسانی ہوتی مگر اب بھی مسئلہ وہی تھا۔ مجسمہ میرے کاندھے پر تھا اور اب یہ لازم ہو گیا تھا کہ میں اس کے لیے بہر صورت کوئی محفوظ مقام تلاش کروں۔ یہ سوچ کے میری عقل خبط ہوئی جا رہی تھی۔ چنانچہ بے نیل مرام چند دن یوں ہی سفر کرتا رہا۔ پھر میں نے آبادی میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ریماجن کو اگر اقابلا کے مجسمے کی اتنی شدید ضرورت ہو گی تو وہ جلد سے جلد مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔ بصورت دیگر مجھے ایک طویل انتظار کرنا پڑے گا۔ کون کس کا کتنی دیر انتظار کرتا ہے۔ میں تھکتا ہوں یا ریماجن؟ تاریک براعظم فتح کرنے کی عجلت مجھے ہے یا ریماجن کو؟ بہر حال انگروما میں نزاع و انتشار کے دن میرا مقدر ہو گئے تھے جب میں آبادی کی طرف واپس ہو رہا تھا تو ذہن میں ایک خیال کوندا کہ کیوں نہ انگروما کا اقتدار گروتا سے چھین لیا جائے؟

آہ، میرا جی اس خیال پر طمانچے لگانے کو چاہا۔ جابر بن یوسف جیسے انا پسند، خود سر اور سرکش شخص کی شکست خوردگی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو گا کہ وہ تاریک براعظم میں اقابلا کا دعوے دار ہو۔ انگروما میں بہ جبر اپنی محبوبہ فلورا کو حاصل کرے، جالوش کا مجسمہ مسمار کرنے کا شرف حاصل کرے، ریماجن کے علاقے میں برتر احساس کے ساتھ جانے میں خوف نہ محسوس کرتا ہو۔ جس کا سینہ فضیلتوں کی اسناد سے آراستہ ہو، ایک پُر اسرار دیوی جس کی پشت پناہی پر آ جاتی ہو، سرنگا جیسا صاحب رمز شخص جس کا دوست ہو، وہ اتنی منزلوں کے بعد انتقاماً انگروما کی سرداری پر اکتفا کرے اور براہ راست ریماجن کے ماتحتی میں آ جائے۔ میں نے خود پر تف کیا۔ مجھے وہ دن یاد آئے جب تاریک براعظم میں ہر طرف میری نگاہوں کے سامنے اندھیرے تھے۔ ان میں سے کتنے در و بام خود بخود روشن ہو گئے۔ ضروری نہیں کہ تمام چیزیں ہر وقت راست سمت میں اور میری خواہش کے مطابق چلیں، ہر اندھیرا میرے بڑھتے قدم کے ساتھ چھٹتا جائے۔ جہاں فیصلے غلط ہوئے اور نگاہ چوک گئی اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس ناکامی سے جو ریماجن کے علاقے میں نصیب ہوئی اور دیوی کو مدد کے لیے آنا پڑا۔ اس قدر دل برداشتہ اور حواس باختہ کیوں ہونا چاہیے کہ اپنی قامت کا ہوش بھی نہ رہے۔

بستی کے نزدیک پہنچ کر میرے متنازعہ ذہن میں یک سوئی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ میں جس جگہ سے گزر رہا تھا وہاں جگہ جگہ غار تھے۔ ان غاروں میں مجھے ایک مانوس جگہ دکھائی دی تو نہاں خانے میں دفعتہً روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کاندھا پکڑ کے چونکا دیا ہو اور سامنے ایک دروازہ نظر آ رہا ہو۔ میرے قدم وہیں جم گئے اور جیسے جیسے اس تدبیر کے خاکے میرے زرخیز دماغ میں واضح ہوتے گئے، ایک آن کی تاخیر بھی ناقابل برداشت ہونے لگی۔ کسی بند جگہ کے سراغ میں نظریں مضطرب ہو گئیں۔ یہ کھلی جگہ تھی۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ بستی کی سرحد سے جھونپڑیوں کی قطاریں شروع ہو جاتی تھیں۔ کسی تکلف کے بغیر میں در آنہ اندر گھس گیا اور بوکھلائے ہوئے اہل خانہ کو فی الفور جھونپڑی خالی کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وہاں میری عمل داری تھی۔ مجسمہ ایک طرف رکھ کے سب سے پہلے میں نے اپنے دوست کاہو کی روح طلب کرنے کی سحر کاری

شروع کی۔ کاہو کی آزاد روح انگروما کی سرزمین پر آنے سے گریزاں ہو گی کہ کہیں اسے روحوں کے زنداں میں نہ ڈال دیا جائے؟ مجھے اپنے عمل کی دشواری کا احساس تھا تاہم ایسے نازک لمحے میں کاہو کی روح کی اعانت اور مشورے کی شدید ضرورت تھی۔ اس کے اجتناب اور اکراہ سے بے پرواہو کے میں مشکل ترین ساحرانہ مشاغل میں مصروف ہو گیا۔ جالوش کے علاقے میں جانے سے پہلے روحوں کی مجلس کا مخصوص سحر میں نے نہیں سیکھا تھا لیکن اب جالوش کے علاقے میں روحوں کی طلبی کا مخصوص عمل مجھے ازبر تھا۔ روحوں کو اپنے احکام کی تعمیل پر مجبور کرنے کا عمل کوئی بڑا ساحر ہی انجام دے سکتا ہے۔ میں نے بطور خاص جالوش کی درس گاہ میں اس حیرت انگیز مظہر میں دلچسپی لی تھی۔ قارتیل سے بہت سے نکتے سیکھنے کا اعتماد تھا اسی لیے میں انگروما کے روحوں کے زنداں میں بے دریغ داخل ہو گیا تھا اور روحوں کے ساتھ وہاں میں نے کئی دن گزار لیے تھے۔

بامان میں کاہو کی روح نے آزاد ہوتے وقت مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے کسی مشکل وقت میں طلب کرسکتا ہوں، مجھے یقین تھا کہ انگروما میں تمام خدشے بالائے طاق رکھ کے کاہو کی روح نمودار ہو گی۔ اپنے آپ سے بیگانہ ہو کے میں سر بسر اس ریاضت میں ڈوب گیا۔ آخر میری امید بر آئی۔ کاہو کا لرزتا ہوا بدن جھونپڑی میں وارد ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی میں نے جھونپڑی محصور کر لی۔ وہ انگروما میں طلبی پر بہت شاکی تھا۔ میں نے اس سے معذرت چاہی اور کہا۔ ''محترم کاہو! شاید یہ آخری موقع ہے جو میں نے تمہیں زحمت دی ہے، تاریک براعظم میں کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہے، ممکن ہے، مجھے پھر تمہیں زنداں میں ڈالنا پڑے لیکن تم اپنے محسن جابر بن یوسف کے لیے ایک عارضی قید اور برداشت کر لو۔ پھر تمہیں کبھی کوئی پریشان نہیں کرے گا۔''

وہ کانپنے لگا۔ ''معزز جابر!'' کاہو کی روح نے کرب سے کہا۔ ''میں تمہارا ہر حکم بجالانے کے لیے تیار ہوں لیکن تم مجھے آزاد ہی رہنے دو۔ انگروما کے زنداں میں قید نہ کرو۔''

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ ایک عارضی مدت ہو گی۔ دیکھو یہ میرے پاس اقابلا کا مجسمہ ہے۔ انگروما کے لوگ اس کی تباہی کے درپے ہیں اور میں اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ گو میں نے انگروما میں روحوں کے اس زنداں کی تمام روحیں قابو میں کرنے کا یقین حاصل کیا ہے۔ تاہم حفظ ماتقدم کے طور پر میں تمہیں بھی وہاں اپنے مفادات کی نگرانی کے لیے رکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان روحوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں انہیں آزاد کردوں گا بشرطیکہ وہ تاریک براعظم میں کسی بڑے انقلاب سے پہلے میری اطاعت کا عہد کریں۔ انگروما کے لوگ انہیں کھلی فضا میں لاتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں، وہ روحوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے، جتنا جالوش کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کیے ہوئے اس کے ادنیٰ شاگرد عبور حاصل کیے ہوئے ہیں۔ یہ حزم میں نے روحوں کے زنداں میں داخل ہوتے ہی سمجھ لی تھی۔ انگروما میں اس مجسمے کی حفاظت کے لیے اس سے محفوظ جگہ ممکن نہیں تھی''۔

کاہو کی روح چند لمحے تذبذب میں مبتلا رہی۔ میں نے اس کی الجھن دور کرنے کے لیے مزید وضاحتیں کر دیں اگرچہ اس کے یہاں نمودار ہونے کے بعد میری گزارش حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ کاہو کے لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی، ورنہ اسے عبرت ناک حالات سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہنا پڑتا۔ کاہو نے اقرار میں گردن ہلا دی، میں نے اسے ضروری ہدایات دینے کے بعد اپنے کاندھے پر بٹھالیا اور کوئی لمحہ بے کار ہونے سے پہلے وہاں سے چلا آیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

میں پھر بستی سے دور تھا۔ اتفاق، مہربان حالات، بروقت فیصلے، موقع شناسی کی خوبیاں اپنی جگہ ہیں مگر فضیلت مآب، لوگ اپنے ماضی کے بے شمار لمحوں کے دیانت دارانہ تصرف کے بعد ہی کسی منزلت پر پہنچتے ہیں۔ جتنے لمحے رائیگاں گئے، اتنی سیڑھیاں رہ گئیں۔ میں نے عہد کیا کہ مجھے ہر لمحے فعال و مستعد رہنا چاہیے۔ بستی سے دور روحوں کے زنداں کے تمام پتھر ہٹاتا اور دیواریں ڈھاتا ہوا میں بے قرار روحوں کے درمیان پہنچ گیا۔ میں نے اقابلا کا مجسمہ ان کے حوالے کیا اور خود ایک جگہ بیٹھ کے باہر کی دنیا سے غیر متعلق ہو گیا۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں ایک جسم رکھتا تھا، ایک دیدہ جسم جو گلنے اور سڑنے کے اوصاف سے متصف تھا، اور روحیں ایسی کسی آلودگی سے پاک تھیں، وہ اپنی شناخت کے لیے کبھی کبھی اپنے جسموں کے ساتھ نمودار ہو جاتی تھیں مگر یہ سب دیدہ ور کے لیے ایک سراب تھا۔ میں جسم کے پنجرے میں بند تھا۔ وہ اس سے باہر تھیں۔ انگروما کے ساحروں نے ان کے لیے پھر ایک پنجرا تیار کر رکھا تھا۔ میرا کام یہ تھا کہ میں اس پنجرے پر پوری طرح قابو حاصل کر لوں چنانچہ میں نے اپنا ہر لمحہ منہمک کیا۔ نہ اسے شراب سے غسل دیا، نہ اسے کسی ماہ وش کے گداز سے آسودہ کیا، نہ اسے دلکش نظاروں کی سیاحت کرائی، نہ اسے سونے دیا، نہ اسے گراں ہونے دیا، میرا ہر لمحہ روحوں کے زنداں میں جاگتا رہا۔ شاید ساٹھ صبحیں، شامیں اور راتیں گزری ہوں گی کہ میں وہاں سے نکلا۔ میں نے کاہو کو وہاں کا نگراں بنا دیا اور جاتے ہوئے راستے کے پتھروں اور دیواروں پر اپنے طلسمی نقش کندہ کیے۔ تمام اعتبار اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد جب میں غار سے باہر نکلا تو غار کے دہانے پر ساحروں اور عاملوں کا عظیم اجتماع تھا۔ میں نے ایک اچٹتی نظر سے انہیں دیکھا اور بستی کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر خاموشی سے چلا آیا۔

☆===========☆===========☆

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچائیے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجیے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

فلورا مجھے دیکھتے ہی بے حال ہوگئی۔

وہ میری عدم موجودگی میں زرد ہو چکی تھی۔ اس کی شادابی واپس لانے کے لیے مجھے اس کے عارض کی چٹکیاں لینی پڑیں۔ میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر اچھال دیا۔ میرے جسم پر ساری نشانیاں موجود تھیں۔ خون کے دھبے، خاک، کیچڑ، سیاہی۔ فلورا نے دروازے پر تعینات حبشیوں کو آواز دی اور میرے غسل کا اہتمام کرنے کا حکم جاری کیا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میری عدم موجودگی میں گردشا نے فلورا کی عزت میں کمی نہیں کی ہے۔ پانی فراہم ہونے کے بعد وہ پیچ بھگو بھگو کر میرا جسم صاف کرتی رہی۔ میں نے اشتیاق سے اس کا اضطراب دیکھا۔ اس دوران میں فلورا نے میرے سفر کے متعلق بے تکان سوال کیے تھے اور میں نے سارے جواب غسل کے بعد کے لیے موقوف کر دیئے تھے۔ آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ، مہذب لڑکی جو عشوہ و ادا میں بے مثال تھی۔ ایک برہنہ شخص کا جسم صاف کر رہی تھی۔ گردش اسے کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔ میں اس عرصے میں اس کا چہرہ تکتا رہا۔ اس کا چہرہ میرے آنے کے بعد دمکنے لگا تھا۔ اس کے بدن کی خزاں زدہ زمین لالہ رنگ ہوگئی تھی اور کونپلیں سی پھوٹنے لگی تھیں۔

روحوں کے غار سے نکلنے کے بعد خیال آیا تھا کہ جلد ہی ایک سفر درپیش ہوگا۔ فلورا کی طرف جانے کے بجائے ویرانوں میں نکل جاؤں اور اس وقت تک ساحرانہ ریاضت میں خود کو مصروف رکھوں، جب تک ریاجن میری ضرورت محسوس نہ کرے لیکن میں ادھر چلا آیا۔ ادھر یوں بھی چلا آیا کہ اب مزید وحشتوں سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں فلورا کی آغوش میں بیٹھ کے ریاجن کے ردعمل کا انتظار کر سکتا تھا، وہ منطقی ردعمل کیا ہوگا؟ میں جانتا تھا، اسے اب کیا ہونا چاہیے۔

میرا سکون فلورا کو پریشان کیے ہوئے تھا۔ وہ میری زبان سے کوئی مسرت انگیز خبر سننے کے لیے مچلی جا رہی تھی "کیا ہوا؟" آخر اس سے برداشت نہیں ہوا۔ اس نے غسل کے بعد مشروب کا ایک قدح میرے ہونٹوں سے مس کر دیا۔ "تم اتنے دنوں کہاں رہے جابر؟"

"کہاں رہتا؟" میں نے شوخی سے کہا۔ "بس یوں ہی سرگرداں رہا تھا۔"

"اور کیا حاصل ہوا؟"

"اتنی جلدی؟" میں نے اس کے ہونٹوں پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ "اتنی عظیم الشان سلطنت میں فیصلے اتنی جلدی ہو جائیں گے؟ انتظار کرتی رہو۔"

"تم صاف صاف کیوں نہیں بتاتے۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"ممکن ہے آئندہ چند دن فیصلہ کن ہوں۔ ہونا تو یہی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟" وہ جھنجلا کے بولی۔ "مجھے اپنی زود فہمی پر اعتماد ہے تاہم تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" پھر اس نے کچھ سوچ کے انگلی نچا کے اشارتاً پوچھا کہ کیا جھونپڑی محصور نہ ہونے کی وجہ سے کچھ بتانے سے گریز کر رہا ہوں۔

"نہیں فلورا، میری جان!" میں نے اس کا سراپا اپنے جسم پر بکھیر لیا۔ "اب کسی اخفا کی ضرورت نہیں، یقین رکھو، جلد ہی کوئی اچھی شکل نکل کے آئے گی۔" میری نظریں چھت کی جانب مرکوز تھیں اور میں پُرخیال لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "انگروما کے لوگ خاصے دانش مند ہیں۔ وہ اپنے

دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننے کی بصارت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس جلد ہی آئیں گے کیونکہ انہیں ہماری ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ میں کہیں اور بھٹکنے کے بجائے تمہارے پاس آ گیا ہوں۔''

''تم اگر نہ آتے تو نہ جانے میرا کیا حال ہوتا؟ میں صبح و شام انگروما کے حاکموں کے پاس تمہاری خبر گیری کے لیے جاتی تھی اور ناکام واپس آ جاتی تھی۔ میرا دل کسی کام میں نہیں لگتا تھا، تم نہیں جانتے تھے یہ صدیاں میں نے کس اذیت میں گزاری ہیں۔''

''میں جانتا ہوں، تمہارا خیال ہی مجھے یہاں کھینچ لایا۔ مجھے احساس تھا کہ میں تمہیں خزاں کے سپرد کیے جا رہا ہوں، تمہاری راتیں ویران اور دن بے اماں ہو جائیں گے۔ تمہارے دماغ پر ہیبت ناک خیالوں کا تسلط ہو گا۔ تمہیں سیاہ خواب پریشان کرتے ہوں گے مگر تمہیں یقین ہو گا کہ میں ضرور واپس آؤں گا کہ جابر بن یوسف واپس آنے کے لیے کہیں جاتا ہے۔ اسے جاراکا کا تعاون حاصل ہے۔''

''اسی امید پر میں اس جہنم میں زندہ رہی مگر تم نے کچھ بتایا نہیں۔ تم نے بتایا نہیں کہ اب کیا ہو گا؟''

''ہو گا کیا؟ آندھیاں چلیں گی اور سب کچھ بدل جائے گا۔''

فلورا ایک ذہین لڑکی تھی۔ سمجھ گئی کہ مجھ سے گفتگو کا یہ ایک ناموزوں وقت ہے۔ ''بس اتنا بتا دو کہ ہماری واپسی کا امکان کس حد تک قریب ہوا؟'' بے قراری سے اس نے پوچھا۔

''یہ سوال قبل از وقت ہے۔'' میں نے سرگوشی کی۔ ''میں بہت تھک گیا ہوں۔ ایک گہری نیند سونا چاہتا ہوں۔ تم میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دو اور کسی بات کی فکر چھوڑ دو۔ انگروما کے لوگ ہمارے متعلق تشویش سے گفتگو کر رہے ہیں، ان کی یہ تشویش عاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔ جب وہ غور کر ہی رہے ہیں تو ہمارے سر کھپانے کا کیا فائدہ؟ بہتر ہے کہ بے فکری سے سویا جائے۔ فلورا اور قریب آ جاؤ۔ یہ سارا کھیل طاقت اور برتری کا ہے۔ خوش قسمتی سے انگروما والوں نے بہ غور اس کا مشاہدہ کر لیا ہے۔'' یہ کہہ کے میں نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے شیاپی پھینک دی۔ میرا چوبی اژدہا مستعدی سے اس کی طرف لپکا، وہ شیاپی سے ابھرتی ہوئی روشنی کی شعاعوں سے کھیل رہا تھا۔

وہ میرا ماتھا دبانے لگی اور پھر مجھے گہری نیند آ گئی۔

☆==========☆==========☆

جزیرے پر دھماکہ

ابن صفی کے دوست اور شاگرد ایچ اقبال کے تخلیق کردہ کردار میجر پرمود کا جاسوسی کارنامہ۔ ایک سنسان جزیرے پر ملک دشمن عناصر کی قائم کردہ اسلحہ فیکٹری کو تباہ کرنے کا مشن۔ یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ابھی پیچیدہ وسحر تصور واضح نہیں ہوا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ جھونپڑی کے باہر شور ہو رہا تھا۔ میں نے کان لگا کے سنا۔ کوئی مجھے احترام سے آوازیں دے رہا تھا۔ ''معزز جابر بن یوسف! دروازہ کھولو۔''

میں آنکھیں مسلتا ہوا اٹھا۔ فوراً ہی جاگ گئی تھی۔ کوئی اندر آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ چوبی اژدہا شپالی سے ابھی تک کھیل رہا تھا۔ میں نے بڑھ کے اژدہا اٹھایا اور جھونپڑی کا پٹ کھول دیا۔ دروازہ کھلا تو خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ شوطار کا ہوش ربا بدن میرے سامنے کھڑا تھا۔ میری آنکھیں اس کے بدن پر پھسلتی گئیں۔

اس کے چہرے کی سوگوار تابانی نے میری غنودگی دور کر دی تھی مگر اس وقت وہ نہایت سنجیدہ اور پُر وقار نظر آ رہی تھی۔ کسی شہزادی کی طرح شاہانہ انداز سے تنی ہوئی کھڑی تھی۔ ''کہو شوطار!'' میرے لہجے میں غیر شعوری طور پر طنز کا عنصر شامل ہو گیا۔ ''کیسے آنا ہوا؟''

''معزز جابر!'' شوطار نے تمکنت سے کہا۔ اس کی تمکنت میں ناراضی اور تلخی کی آمیزش تھی۔ ''تم کیا چاہتے ہو؟''

''میں ملکہ کا مقصد نہیں سمجھا؟'' میں نے حیرانی سے کہا پھر میرے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ ''شاید تم کسی بات کی وضاحت کے لیے آئی ہو؟''

''ہاں۔ میں مقدس ریماجن کے نائب امرتا کی پیغام بر ہوں، اس نے تمہیں مقدس ریماجن کے علاقے میں طلب کیا ہے۔''

''اوہ'' میں نے سر ہلا کے کہا۔ ''امرتا نے؟ کیا یہ کوئی حکم ہے؟'' میں نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں۔ یہ حکم نہیں مگر درخواست بھی نہیں ہے۔ یہ ایک خواہش ہے۔ ایک دوستانہ طلبی ہے۔'' شوطار نے نیم تلخی، نیم خوش گواری سے جواب دیا۔

''دوستانہ طلبی؟ ملکہ شوطار! اگر تاخیر ہوتی تو مجھے انگروما کے فاضلوں کی دانش مندی پر شبہ ہوتا۔ شاید تم نے انہیں میرا پیغام منتقل نہیں کیا تھا کہ میں انگروما کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت ہوں گا۔''

''مگر تم نے۔'' شوطار بیزاری سے بولی۔ ''تم نے اقابلا کا مجسمہ اپنے پاس رکھ کے ان تمام جذبوں کی تردید کر دی ہے۔ جس کا دعویٰ تم اور وں سے کرتے تھے۔''

شوطار کی برہمی جائز تھی۔ مجھے وہ ساری باتیں یاد آنے لگیں جو میں نے خلوت میں اقابلا کے متعلق اس سے کی تھیں۔ مجھے کچھ ندامت سی ہوئی، میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے ایک خفیف مسکراہٹ سے کہا۔ ''تمہاری شکایت بجا ہے، مجھے بعد میں اپنا نقطہ نظر بدلنا پڑا۔ ممکن ہے، میں بھی اس تبدیلی کی وجہ بیان نہ کر سکوں لیکن بعد میں تم خود میری تائید کرو گی کہ ایسا سوچنا کیوں ضروری تھا۔''

میرا جواب مجھے خود مطمئن نہیں کر رہا تھا۔ شوطار توجہ سے اسے سنتی رہی اور اس نے اپنے نازک ہونٹ سکوڑ لیے۔

''کیا تم اسی وقت میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو؟'' اس نے میرا نا آسودہ جواز نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''میں ایسے کاموں میں تاخیر پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ انگروما کے ساحروں نے پہلے ہی یہ مہذب رویہ کیوں اختیار نہیں کیا۔ اب تک ہم کتنی منزلیں سر کر لیتے۔''

دروازے پر سراسیمہ فلورا آ گئی تھی۔ میں نے اپنے تمام نوادر اسے لانے کا حکم دیا۔ فلورا ہچکچانے لگی۔ میں اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "مجھے پھر ایک طویل نتیجہ خیز مہم درپیش ہے۔"

"جابر! اگر تمہیں آئے ہوئے کتنی دیر ہوئی؟" فلورا کی آواز بھرانے لگی۔ "اب مجھے کب تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"کچھ پتہ نہیں۔ مگر زندگی بھر نہیں۔"

"کیا میں تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں؟"

"نہیں، اس مرتبہ مجھے غیر معمولی حالات سے گزرنا پڑے گا۔ میں طلسمی علاقوں میں رہوں گا اور تم یوں بھی مجھ سے دور ہوگی۔ فلورا! تمہیں اپنا سانس برقرار رکھنا ہوگا۔"

"میں تمہارے لیے زندہ رہوں گی۔" اس سے آگے اس سے کچھ نہیں کہا گیا۔

میں نے اپنے گلے میں نوادر ڈالے۔ فلورا نے چلتے وقت مجھے مشروب کا ایک قدح پیش کیا۔ اسے اپنے ہونٹوں سے لگانے سے پہلے میں نے ایک گھونٹ اسے پلایا اور باقی ماندہ غٹاغٹ پی گیا۔ شوطار یہ سب کچھ سکون سے دیکھ رہی تھی۔ "آؤ ملکہ شوطار۔ ان جذباتی باتوں کے لیے بڑا وقت پڑا ہے، میرا ہاتھ تھام لو۔"

شوطار نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے مڑ کے نہیں دیکھا کہ فلورا کی آنکھوں کی کیا کیفیت ہے؟ ہم رات کے اندھیرے میں بستی سے نکل گئے۔ بستی سے گزرتے ہوئے شوطار نے کوئی بات نہیں کی، پھر میں نے ہی ابتدا کی۔ "شوطار!" میں نے نرمی سے اسے پکارا۔ "تم مجھ سے ناراض ہو؟" اس نے ایک گہری سانس لی اور جز بز ہو کے کہنے لگی۔ "جابر بن یوسف! آسمان تم پر رحم کرے۔ تمہارا مرتبہ مسلم ہے تاہم، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اقابلا کے سلسلے میں تمہارا رویہ ایک بڑے ساحر جیسا نہیں ہے۔"

"میں بعض باتیں اپنی ذات کے رشتے سے بھی سوچتا ہوں۔"

"اور یہی بات ایک بڑے ساحر کو زیب نہیں دیتی۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ سب سے محترم مقام اپنی ذات کے لیے حاصل کرتا ہے لیکن یہ مقام ضروری رابطوں سے داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔"

"آہ۔ کیا میں تم سے دست بردار ہو سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔ بشرطیکہ میں تمہارے بلند رتبے میں حائل ہوتی ہوں بشرطیکہ میں تمہارے عروج کی راہ میں دیوار بن جاؤں۔"

"میں سب کچھ چھوڑ کے تمہارا تعاقب کروں گا۔" میں نے جذبات زدگی سے کہا۔

"کیا تم اقابلا کی فکر سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔"

"میں نے اس کی فکر صرف تمہاری وجہ سے کی ہے۔"

"میں یہ حرف سمجھنے سے قاصر ہوں۔" شوطار کی آواز میں لرزش پیدا ہوگئی۔

''میں تمہاری اور اقابلا کی کشمکش سے واقف ہوں مجھے خدشہ ہے، تاریک براعظم کی تسخیر کے بعد تم مجھ سے دور نہ ہو جاؤ۔ اقابلا میرے پاس ہوگی تو تم میری ہی جانب مائل رہو گی۔ یہ رقابت تمہیں مجھ سے قریب رکھے گی۔''

وہ میری غیر سنجیدگی سے اور مشتعل ہو گئی اور جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ میں اس کے ساتھ شوخیاں کر رہا ہوں تو وہ یکسر خاموش ہو گئی۔

''سنو۔'' میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں تمہارے ساتھ امرتا کے ہاں جانے سے انکار کر دوں؟''

''تو میں اسے تمہارا انکار منتقل کر دوں گی۔''

''اور اس کا رد عمل کیا ہوگا؟''

''اس کا فیصلہ وہی کرے گا۔'' وہ خفا ہو کے بولی۔

جزیرہ اسمار کی عظیم الشان ملکہ شوطار سے یہ دلچسپ اور تیکھی گفتگو کر کے مجھے لطف آ رہا تھا۔ اسمار میں اس کے جاہ و جلال کا کیا عالم تھا۔ کیا شوکت و سطوت تھی۔ کیا غشوہ و غمزہ تھا۔ ''میں انکار کرتا ہوں۔'' میں نے چلتے چلتے کسی ضدی بچے کی طرح ایک جگہ اچانک ٹھہر کر کہا۔

وہ میری صورت دیکھنے لگی اور اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔

''میں تازہ دم ہو کے جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے مغرور لہجے میں کہا۔

''تم چاہتے کیا ہو؟'' وہ الجھتے ہوئے بولی۔

میں اطمینان سے امرتا کے پاس جاؤں گا۔ چلو مجھے اپنی خلوت میں لے چلو۔''

''جابر بن یوسف! تمہیں امرتا نے یاد کیا ہے۔'' شوطار نے بگڑتے تیوروں سے کہا۔

''یہ میں سن چکا ہوں لیکن یہ ایک دوستانہ طلبی ہے، ضروری نہیں کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے۔''

شوطار نے مزاحمت ترک کر دی اور مجھے اپنی خلوت میں لے آئی۔ راستے میں، میں نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا۔ امرتا کی دعوت پر اس قدر عجلت کا مظاہرہ میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ صبح کی روشنی جھلملانے لگی تھی۔ شوطار نے اپنے کمرہ خاص کے تمام دروازے بند کر لیے۔ رہا سہا اجالا بھی ختم ہو گیا۔

ہر بار وہ اتنی ہی حسین نظر آتی تھی۔ اب کے وہ برہم اور مشتعل تھی اور یہ دیکھ کے میرے ہاتھوں میں سختی آ گئی تھی۔ میں اس کا خون پینا چاہتا تھا۔ اس کی مخملیں، ریشمیں جلد کا رنگ اڑانے کی جارحیت سر میں سمائی تھی۔ میں نے کسی پاگل کی طرح اپنی شدتوں سے اسے خوب سنگسار کیا۔ اس کی آسماں شگاف چیخیں امرتا اور ریبا جن نے بھی سنی ہوں گی۔ وہ کسی زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ اگر اس نے بجائے دوام کا مشروب نہ پیا ہوتا تو میں اسے چبا لیتا اور اس کی ہڈیوں کی راکھ جسم پر مل لیتا۔ ''شوطار!'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میرا نام کیا ہے؟''

اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ تڑپتے ہوئے اس نے کہا۔ ''جابر بن یوسف! ہوش میں آؤ۔''

''ایک بار میرا نام اور لو۔'' میں نے اسے رعونت سے حکم دیا۔

''جابر بن یوسف!'' وہ اذیت سے بولی۔

''اور میں کون ہوں؟'' میں نے اس کی انگلیاں کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''تم.....تم.....'' وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر رک گئی اور بولی۔ ''تم ایک طاقت ور اور برتر شخص ہو۔ تم ایک پہاڑ ہو۔''

''ہاں۔'' میں نے کھینچ کر کہا۔ ''تم نے سچ کہا اور تم نے کچھ نہیں کہا، یہ جواب تو میری عظمت نے دیا۔''

''تم مجھے بھول جاؤ گے'' اس نے میری نرمی دیکھ کے اپنا تیور بدل لیا اور سپردگی کا اظہار کرنے لگی۔

''جب تک اس طلسم کدے میں تمہارا حسن و جمال قائم ہے، مجھے تمہاری دل ربا ذہانتیں اور جنوں خیز باتیں یاد رہیں گی۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ جاراکا کا مجھ پر کس قدر مہربان ہو سکتا ہے۔ آسمان رنگ بدل رہا ہے اور میں تنہا نہیں ہوں۔ تم اس حقیقت پر ذرا سا بھی یقین رکھتی ہو تو تمہیں ایک لائق اور عاقبت اندیش دوشیزہ کی طرح میرے لیے ایک گنجائش ضرور رکھنی چاہیے۔ تمہیں ریماجن کے ہاں میری سفارش، میرا وسیلہ بننا چاہیے تھا۔ تمہیں میرے قریب آ کے مجھے توانائی بخشنی چاہیے تھی۔ میرا خیال رکھنے کے بجائے اور مجھے مضبوط کرنے کے بجائے تم تو مجھ سے تخی پر آمادہ ہو گئیں۔ جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ امرتا نے مجھے کیوں طلب کیا ہے اور وہ مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتا ہے۔''

''جابر بن یوسف!'' وہ کچھ توقف کے بعد بولی۔ ''تم درست کہتے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ تمہارے شایان شان سلوک نہیں کیا۔''

''بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ تم اب بھی اسمار کی ملکہ ہو۔ تم نے ریماجن سے اپنی قربت کی سرخوشی میں تکبر کا رویہ اختیار کیا۔ ریماجن ایک بہت بڑا ساحر ہے۔ مگر اس کی مصلحتوں کا تقاضا یہی تھا کہ وہ میری اور تمہاری اس خلوت خاص میں دخل نہ دے۔ وہ تمہاری چیخیں سنتا رہا۔ میں چاہتا تو شپالی سے تمہارا چہرہ جلا دیتا اور مجھے یقین ہے، وہ خاموش رہتا۔ تم بھول رہی ہو کہ کوئی شخص تمہارے روبرو ہے، اسمار کی فضیلت کی سند کے علاوہ اس کی انگلیوں میں روحوں کے زنداں کی کلید بھی موجود ہے۔''

''تم سچ کہتے ہو۔'' وہ منفعل ہو کے اپنے ناخن کریدنے لگی۔

پھر میں نے اسے اپنے پنجے جنوں سے آزاد کر دیا اور تھک کے ایک طرف لیٹ گیا۔ میں نے اسے اپنے برتنے کی مکمل آزادی دے دی۔ شوطار نے اپنے سابقہ رویے کی تلافی اس طرح کی کہ پھر شکوے کا کوئی جواز نہیں رہا۔

☆==========☆==========☆

جس وقت میں اس کے ساتھ ریماجن کے نائب امرتا کے پاس جا رہا تھا۔ میری انگلیاں اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھ میں دبا رکھی تھیں اور اس کے انداز میں وارفتگی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں مشعلیں روشن دیکھی تھیں۔ وہ بار بار میرا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا لیتی تھی اور میرے پہلو میں سمٹنے کی کوشش کرتی تھی۔ راستے میں وہ میرے لیے دعائیں کرتی جاتی تھی کہ دیوتا مجھے سرفراز و کامران کریں۔ میں نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ اپنی خلوت میں بند ہو کے میری خاطر جاراکا کی مقدس روح کو قربانیاں پیش کرے۔ ریماجن کے پُراسرار علاقے کی سرحد پر اس نے اپنی سمندر آنکھوں سے مجھے رخصت کیا۔ وہ چلی گئی تو عاملوں کے ایک گروہ نے مجھے عزت کے ساتھ اپنی تحویل میں لے لیا اور ایک مختصر فاصلہ طے کر کے

مجھے پتھر کے ایک مکان کے نزدیک چھوڑ دیا۔ میں اجازت کے بغیر مکان میں داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع کمرہ طلسمی نوادر سے اٹا پڑا ہے۔ درمیان میں ایک عمر رسیدہ سیاہ فام تنومند شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میری آمد پر وہ چونک گیا اور اس نے زمین پر اپنے پاس پڑے ہوئے پانی کی سطح پھونک سے مرتعش کر دی۔ اس سطح میں وہ کوئی بیرونی منظر دیکھ رہا تھا اور یہ طلسمی عکس نما جیسا کوئی سحر تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کے وہ کھڑا ہو گیا اور آہستہ قدموں سے میرے قریب آیا اور میری آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی، جس کا جواب میں نے زمین پر تھوک کر دیا۔ اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے مشروب کا ایک پیالہ موجود تھا جسے اس نے میری طرف اچھال دیا۔ میں نے آدھا مشروب پی کر آدھا زمین پر گرا دیا۔ ''میں امرتا ہوں۔'' اس نے اپنی گرج دار آواز میں کہا۔

''میں جابر بن یوسف ہوں۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔

اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے تاریک براعظم کے دستور کے مطابق اسے کہنی سے پکڑ لیا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے میری کہنی پکڑ لی۔ ''ہم تفصیلات میں جانے سے گریز کریں کیونکہ ساری باتیں روشن ہیں۔''

''بے شک ہماری ملاقات ہمارے درمیان تمام نکات پر اتفاق ہی کی وجہ سے عمل میں آئی ہے، کیا یہ سچ نہیں ہے؟'' میں نے جرأت سے کہا۔

''ہاں۔ مقدس ریماجن اقابلا کے سلسلے میں ایک بار پھر تم سے تمہارے مطالبے پر نظر ثانی کی خواہش رکھتا ہے۔''

''مجھے اس کی ہر خواہش عزیز ہے کیونکہ وہ ایک لائق احترام ساحر ہے تاہم میں اقابلا کے ذیل میں بڑا حساس ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ صرف جالوش کی تسخیر ایک بڑا انقلاب ہے۔ پھر ہم اقابلا کو اپنی خواہشات کے مطابق منقلب کر سکتے ہیں اور اگر یہ سب منظور نہیں تو اقابلا کو عنان اقتدار سے ہٹا کے میرے سپرد کر دیا جائے۔ بس یہی ہمارے درمیان اختلاف کا نکتہ ہے، میں انگرو ما والوں کے شانہ بشانہ تاریک براعظم میں فساد برپا کرنے کو تیار ہوں اور اس میں میری تمام بہترین صلاحیتیں اور پر اسرار طاقتیں شریک ہوں گی۔''

''مقدس ریماجن تم سے وعدہ کرتا ہے کہ اقابلا کو تحفظ دیا جائے گا لیکن اس کا امکان کم ہے کہ اسے اقتدار کی مسند پر برقرار رہنے دیا جائے۔''

''میں نے دونوں صورتیں سامنے رکھ دیں۔''

امرتا مسرت میں جھومتا میرے بہت نزدیک ہوا اور اس نے میری گردن کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی جواباً اس کی گردن چومی اور ہم دونوں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ ''میں مقدس ریماجن کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے شگفتگی سے کہا۔

''وہ تم سے جلد ہی ملے گا۔''

''اور میں تاریک براعظم پر حملہ کرنے سے پہلے ریماجن کی سرکردگی میں ایک بڑی ریاضت بھی کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ہر طرح مسلح ہو کے حملہ کریں گے۔ میں نے جالوش کا طلسمی علاقہ دیکھا ہے۔ ہمیں اس عظیم ساحر کو زیچ کرنے کے لیے مقدس جارا کا کو خوش رکھنا ہوگا۔ میں ریماجن سے بعض نئے سحر اور علوم سیکھنے میں دلچسپی رکھتا ہوں، چاہے مجھے اس کا شاگرد بننا پڑے۔''

''یقیناً وہ تمہیں اپنی شاگردی کی سعادت سے ضرور نوازے گا لیکن وہ بہر طور تم سے بہترین وفاداریوں کی توقع کرتا ہے۔''

''میں اپنے متعلق اس کا ہر شبہ زائل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اقابلا سے رغبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقدس ریما جن سے عہد و پیمان کمزور ہو گئے۔ میرا خیال ہے، ہمیں مزید باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور ماضی کی کسی تلخی کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اب ہم ایک عظیم عہد سے منسلک ہو گئے ہیں۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔

ہم دونوں نے معاہدے کی رسم کے مطابق جار اکا کو گواہ بنایا، اپنے خون سے اس کی کھوپڑی رنگ دی اور اپنے انگوٹھے جلا کے ان کی چربی ایک دوسرے کو کھلائی۔

☆==========☆==========☆

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز ''علم و عرفان پبلشرز'' کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک۔۔۔۔۔

کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس میٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے۔۔۔۔۔

خواتین کے لیے سنہری موقع۔۔۔۔۔ سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق۔۔۔۔۔

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں۔۔۔۔۔

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
وصی شاہ	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم۔اے۔راحت	اقبال ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس۔ایم۔ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔ علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

اس معاہدے کے بعد بھی اپنی مشکوک حیثیت رفع کرنے کے لئے بہت کام کرتا تھا اور وہ یہی تھا کہ میں اپنے آپ سے رشتہ منقطع کرلوں۔ میں نے سرستی اوڑھ لی اور مختلف اذیت ناک ریاضتوں کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج تک ریماجن کے علاقے میں کسی نے نہ کیا ہوگا۔ وہ یقیناً میرے استغراق پر دنگ ہوں گے۔ ریماجن کا علاقہ ایک وسیع زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ یہاں ساحر خانقاہوں، عبادت گاہوں اور طلسمی شعبدہ بازیوں میں ہر وقت مصروف رہتے تھے۔ میں ایک جگہ گیا اور میں نے ان کے کسب علم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جو جہاں سے ملا اسے بہ ضد ہو کے حاصل کیا اور یہاں تک میرے انہماک کا چرچا ہوا کہ دوسرے ساحر اس کی تقلید کرنے لگے۔ ان کے ہاں میرے لیے فیض بخشی میں جو کراہ تھا، وہ میری جستجو اور شوق علم سے رفتہ رفتہ دور ہوتا گیا۔ میں ان کا محبوب بنتا گیا۔ یہاں آ کے مجھے احساس ہوا کہ جالموش کے علاقے میں مجھ سے بخل برتا گیا تھا اور وہاں کے کھنڈروں میں جو ایک بوڑھی عورت اپنے لٹکتے ہوئے پستانوں کے ساتھ میرے پاس آئی تھی، اس میں جالموش کے ایما کے بجائے دیوتاؤں کی ایما شامل تھی۔ وہ دودھ طاقت وحشت کی علامت تھا اور مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ پر بیشتر معرکوں میں قسمت مہربان رہی ہے یا سرنگا کی پُر اسرار دیوی ورنہ اپنی کم علمی کے باعث مجھے اب تک زندہ نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں نے بہت سے معرکے اپنی ذہانت اور محض دھمکیوں اور دھاندلیوں سے سر کیے ہیں۔ اتفاقات سے مجھے بعض عجیب و غریب نوادر حاصل ہو گئے تھے اور سرنگا میرا دایاں بازو تھا اور میں نے درمیان کی منزلوں سے گزرے بغیر آگے کے راستے طے کر لیے تھے یا یہ سب ریماجن کے طلسم خانے میں آنے کے بعد میرا احساس کمتری تھا کیونکہ اب نئے نئے ساحرانہ انکشافات مجھ پر ہو رہے تھے۔

ریماجن کے ہاں یہ سارا زمانہ بے خبری کا تھا، بے ہوشی اور بے نیازی، جارحیت اور شدت کا تھا۔ اس میں ایک مدت گزر گئی اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ نہ مجھے امرتا کی رہبری کی ضرورت رہی نہ طلسمی مظاہر میرے لیے چونکا دینے کا باعث بنے۔ میرے سامنے ہر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے اشاروں پر اثر پیدا ہو چکا تھا۔ میرا چہرہ مکروہ ہو گیا تھا اور جسم میں درشتی، کھردراہٹ آ گئی تھی۔ کڑی دھوپ آگ، کثافتوں، خون، کچا گوشت اور انواع و اقسام کے کریہہ اور بدہیئت اعمال میں مشغول رہ کے میں نے اپنے آپ کو پھیلایا تھا۔ اب میں وسیع و عریض شخص تھا۔ میرا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ میں عموماً صرف چند جملوں ہی کی ادائی پر اکتفا کرتا تھا۔ خون خاں، آؤ اس، آ ہورانا، غیماسا۔ اس علاقے کے تمام ساحروں سے میری شناسائی ہو چکی تھی اور وہ لمحہ آ چکا تھا جب وہ میرے سامنے ادب سے چلیں، سر جھکا کے چلیں، حالانکہ ان میں سے بیشتر لوگ زمانوں سے یہاں ساحرانہ تربیت حاصل کر رہے تھے۔

میں اپنے حال میں نہیں تھا اب صرف ایک بات رہ گئی تھی کہ ریماجن مجھے اپنے سامنے منکشف کرے۔ ایک روز رات کو جب میری سمجھ میں کچھ اور نہیں آ رہا تھا اور میں اپنے طور پر بہت سے نئے سحر ایجاد کر چکا تھا۔ میں نے ریماجن سے روحانی رابطہ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ میری کوشش جلد ہی بار آور ثابت ہوئیں، جہاں میں موجود تھا وہاں کی زمین اچانک لرزنے لگی اور دھواں سا میرے اردگرد پھیل گیا۔ ان مظاہر سے مجھ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا تھا۔ یہ ریماجن کی آمد کا غلغلہ تھا، میری نظریں دھوئیں پر مرکوز تھیں، دفعتاً ان سیاہ بدلیوں سے ایک خوف ناک چہرہ نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں کے گڑھوں میں دو چھوٹے سے شعلے لپک رہے تھے۔ سر کے بال رسیوں کی طرح شکم تک جھول رہے تھے۔ بھنویں گہری اور لانبی تھیں، اس کا

باقی جسم دھویں نے چھپالیا تھا۔ وہ کوئی بھوت تھا جس کا تذکرہ مہذب دنیا کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ میں نے گلے سے اسمار کی ایک مالا توڑ کے اس کے سراپا پر پھینک دی۔ ''جابر بن یوسف!'' جھونپڑی میں ایک ٹھوس آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک ہولناک قہقہہ۔

''ہاں مقدس ریماجن!'' میں نے کہا۔ ''میں تمہارا منتظر تھا۔''

''اٹھو۔ اور میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

میں دو قدم آگے بڑھا، دو قدم وہ۔ ہم دونوں درمیان کی ایک جگہ بغل گیر ہوئے۔

''یہ لو۔ ریماجن کی طرف سے ایک تحفہ۔'' اس نے ایک انسانی استخوانی ہاتھ مجھے تھماتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہماری دوستی کی نشانی ہے۔''

میں نے اسے بوسہ دیا۔ ''میں تمہارے تحفے کا احترام کرتا ہوں۔ تم نے مجھ پر اعتماد کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ تم نے مجھے بہترین تربیت سے آراستہ کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم نے کوئی بخل نہیں کیا، اب ہم دونوں جالوش پر قہر بن کر ٹوٹیں گے اور انگروما کے لوگوں کا خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے گا۔ ریماجن! مقدس ریماجن! تم بہت عظیم ہو۔''

''جابر بن یوسف!'' ریماجن کی آواز آئی۔ ''دیوتا تم سے خوش ہیں۔ تم ایک قد آور شخص ہو۔ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔ آبادی میں جاؤ اور انگروما کے تمام عالموں، ساحروں کو ساحل پر جمع کر لو۔''

''مگر۔ مگر ایک بات۔'' میں نے جھجک کر کہا۔

''کہو۔'' وہ کچھ ناراض ہو کے بولا۔

''سب سے پہلے توری کے ساحل پر میں قدم رکھوں گا۔''

وہ آسمان کی طرح گرجا، کسی درندے کی طرح اس کا سیاہ منہ کھلا اور ٹوٹے ہوئے دانت نمایاں ہوئے، میری بات اسے ناگوار گزری تھی۔

''ریماجن کی طرف سے جو کہا گیا ہے، اس پر یقین کرو۔''

''ریماجن!'' میرے لہجے میں تلخی آگئی اور میں نے دانستہ مقدس کا لفظ اس کے نام کے ساتھ استعمال نہیں کیا۔ ''تمام امور کی وضاحت پہلے سے اس لیے بہتر ہے کہ میں تمہارے اور اپنے درمیان کسی تلخی کا امکان ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں قصر اقابلا پہلے سے اپنے تحفظ میں لینا چاہتا ہوں۔ معاہدے کی رو سے میں کسی غلط مطالبے پر اصرار نہیں کر رہا ہوں۔ تم میرے ایک محترم اتالیق ہو، ہمارے درمیان پہلے سے ایک معاہدہ بھی طے پا چکا ہے۔''

ریماجن کا چہرہ انگارا ہو گیا۔ اس کا جسم لرزنے لگا۔ میں نے اپنی نگاہیں نہیں جھکائیں۔ ریماجن کے گرد و پیش کا دھواں گہرا ہو گیا اور وہ یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا۔ ''جاؤ۔ ساحل پر سب کو منظم کرو۔''

میں تیز رفتاری سے آبادی کی طرف رواں دواں تھا۔ رفتہ رفتہ میرے عقب میں بے شمار عالم اور ساحر جمع ہو رہے تھے۔ میرے پہلو میں چلتے ہوئے امرتا کے منہ میں ہڈیوں کا بنا ہوا ایک بگل تھا۔ جب وہ اسے بجاتا تو غاروں کے دہانے کھل جاتے، وہاں سے زاہد بوکھلائے ہوئے نکلتے

اور میرے جلوس میں شامل ہو جاتے۔ ایک جگہ میں نے دیکھا شوطار بھی دوڑتی ہوئی آ رہی ہے۔ انگرو ما میں ہر طرف قیامت مچی ہوئی تھی۔ بستی تک پہنچتے پہنچتے میرے پیچھے انسانوں کا ایک سمندر بہہ رہا تھا۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی میں مشترکہ عبادت گاہ کی اونچی مسند پر چڑھا۔ اور میں نے چند لمحے خاموشی کے بعد اپنے دونوں ہاتھ سکیڑ کے پھیلا دیے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے انسان میرے اشارے پر دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی گلی بن گئی۔ فلورا اس گلی سے ہانپتی کانپتی بھاگتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنی مسند پر بٹھا لیا۔ اپنا دوسرا ہاتھ میں نے شوطار کے ہاتھوں میں دے دیا اور ان دونوں کے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "انگرو ما کے لوگو۔ اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔"

میری آواز کا جادو ہر سمت گونج رہا تھا۔

جیسے ہی میں نے صدا لگائی، ہجوم نے اپنی سانسیں روک لیں، وہ جہاں موجود تھے، وہیں جم کے رہ گئے۔ میں مشترکہ عبادت گاہ کی اونچی مسند پر کھڑا تھا اور میرے سامنے تاحد نظر انسانی سر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ عظیم الشان مجمع دیکھ کے میری آواز میں پہاڑوں کے ٹکرانے کی گرج پیدا ہو گئی اور مجھے خود اپنی آواز پر کسی اور شخص کی آواز کا گمان ہونے لگا۔ وہ سب میری طرف متوجہ تھے کہ اب میرے منہ سے کیا نازل ہونے والا ہے؟ میرے ذہن میں الفاظ کا سمندر امڈ رہا تھا۔ جذبات کے اس ریلے میں ابتدا اور منتخب الفاظ کی ترتیب کا ہوش بھی گم ہو چکا تھا۔ میں نے چند گہری آہیں بھریں اور ہانپتے ہوئے تکرار کی۔ "انگرو ما کے لوگو اب کوچ کا وقت آ گیا ہے وہ وقت آ چکا ہے جس کا تمہیں زمانوں سے انتظار تھا۔ دیوتاؤں نے تمہارے حق میں فیصلے رقم کرنے شروع کر دیے ہیں۔ دیوتاؤں کی تائید کا اشارہ مل چکا ہے، اب چلو۔ جالموش کے سحر کی دونا قابل تسخیر عمارت مسمار کر دو جس میں محفوظ ہو کے وہ تم پر طلسمی نشتر اچھالتا ہے۔ میں ریما جن کی طرف سے تم سے مخاطب ہوں۔ میری آواز ریما جن کی آواز ہے۔ تم یہ ہاتھ دیکھ رہے ہو؟" میں نے فلورا اور شوطار کے ہاتھ چھوڑ کر اپنے گلے میں لٹکا ہوا استخوانی ہاتھ بلند کیا۔ "یہ میری اور ریما جن کی رفاقت کی علامت ہے۔ میرے اور اس کے درمیان اتحاد اور اعتماد کا رشتہ استوار ہو چکا ہے کیونکہ میں ایک سورج ہوں۔ انگرو ما کی زمین کو جس کی روشنی کی ضرورت تھی، وہ جب طلوع ہوا تو صدیوں کا لامتناہی اندھیرا ابھی ختم ہو گیا۔" بظاہر میں ایک فرد ان سے مخاطب تھا لیکن مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ بیک وقت کئی جابر بن یوسف آواز بلند کر رہے ہیں اور میرا جسم ایک نہیں ہے بلکہ میں اپنے جیسے کئی آدمی اپنے جسم میں چھپائے ہوئے ہوں۔ ریما جن کے علاقے سے واپس آنے کے بعد مجھے اپنی وضع قطع پر نظر کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ کیا یہ میں تھا؟ مجھے ایک لمحے کے لیے خود پر شبہ ہوا، میں تو کوئی جنگلی تھا جس کے جسم پر بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے اور کھردری کھال کسی درندے کی طرح سخت تھی۔ آنکھیں خشک اور ویران تھیں اور تیور کسی طوفان، کسی آندھی کے سے تھے۔ فلورا اور شوطار میری آواز کی گھن گرج سے خوف زدہ ہو کے میرے پہلو سے چمٹ گئی تھیں۔ استخوانی ہاتھ میں نے پھر گلے میں ڈال لیا تھا۔ ہجوم کا ردعمل دیکھنے کے لیے میں نے اپنے خطاب میں وقفہ کیا اور ہاتھ پھیلا دیے۔ میری انگلیوں سے دھوئیں کی لہریں خارج ہونے لگیں جو مرغولے اور لکیریں بناتی ہوئی ہجوم کے سروں پر منڈلانے لگیں۔ "کیا تم تیار ہو؟" میں نے پوچھا۔

یکا یک ایک ناقابل بیان شور گونجا۔ وہ اپنی گردنیں ہلا ہلا کے آمادگی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں ان کی بے تابی غور سے دیکھتا رہا۔ مجھے ان

کی آمادگی کا عندیہ لینے کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے عمداً ایسا کیا۔ جواب میں وہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے یک زبان ہو کے لرزہ خیز نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے انسانوں کے اس جنگل میں کوئی چنگاری پھینک دی ہو اور ہر طرف آگ بھڑک اٹھی ہو......

وہ وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے سے اپنے سر ٹکرانے لگے۔ ان کی چمکتی ہوئی آنکھیں، تمتماتے ہوئے چہرے اور بپھرے ہوئے جسم دیکھ کے میرے مشکوک ذہن نے مختلف قسم کا ایک تاثر قبول کیا۔ میں اسے خوف کا نام نہیں دے سکتا کیونکہ اس ہجوم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو میری ہم سری کا دعویٰ کر سکے لیکن وہ ایک اندیشہ تھا جو اچانک میرے ذہن کے کسی گوشے میں ٹمٹمایا اور میری بجتی ہوئی زبان ٹھہرنے لگی۔ اپنے سامنے کھڑے ہوئے ان بے شمار لوگوں کے درمیان میرے اندر اجنبیت اور تنہائی کا احساس جاگزیں ہوا۔ میں ایک شعلہ بیان مقرر کی طرح ان سے مخاطب تھا۔ یہ فصاحت وہاں مطلوب ہوتی ہے جہاں انسانوں کے سرکش ریوڑ اپنی سمت کھینچنے کی خواہش ہو۔ میرا منصب انہیں آمادہ کرنے کا نہیں، حکم دینے کا تھا۔ چنانچہ مجھے اتنے لفظ ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ریماجن نے تو یہاں تک آنے کی اور اپنے لوگوں سے مخاطب ہونے کی زحمت بھی نہیں کی تھی وہ اپنے علم و مرتبے اور اپنے لوگوں پر اتنا اعتماد رکھتا تھا کہ غیاب میں سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں چند لمحوں تک خاموش کھڑا ان بے قرار لوگوں کی شوریدہ سری، غضب ناکی اور وحشت کا جائزہ لیتا رہا اور ان لمحوں میں میرے حواس کو مجھے متنبہ کرنے کا موقع مل گیا۔ ”سنو!“ میں نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ ان سب کی آوازوں اور جسموں پر فالج گر گیا۔ وہ پتھر کے لوگ بن گئے۔ میں نے بآواز بلند اپنا خطاب جاری رکھا۔ ”کوچ سے پہلے ہم اپنی زندگی اور موت کے اس فیصلہ کن لمحے کا جشن منائیں گے اور دیوتاؤں کو قربانیاں پیش کریں گے۔ ہم اس وقت تک سمندر میں قدم نہیں رکھیں گے جب تک دیوتاؤں کی خوشنودی کا مکمل یقین حاصل نہ کر لیں اور سیر ہو کے شرابیں نہ پی لیں اور متبرک وصال سے خوب آسودہ نہ ہو جائیں تاکہ ہمارا ذہن ہر آلودگی سے مبرا ہے۔ سو میں تمہیں آج کے دن اور اسی لمحے سے انگروما کی سرزمین پر ایک یادگار جشن منعقد کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ میں اب تمہارا آدمی ہوں۔ مجھے انگروما کی زمین کی ضرورت تھی اور تمہیں میرا انتظار تھا۔ تم نے عرصے تک کوشش کر کے دیکھ لیا لیکن فیصلے پہلے کیے جا چکے ہیں۔“

اس کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا اور اپنی دھواں دیتی ہوئی انگلیاں سمیٹ لیں۔ میں مسند سے نیچے اترا تو انگروما کے سرکردہ لوگوں نے مجھے نرغے میں لے لیا۔ وہ شاید اس بات پر حیران ہوں گے کہ میں نے اچانک کوچ کا ارادہ ملتوی کیوں کر دیا ہے؟ شروع شروع میں جب میں مسند پر بلند ہوا تھا تو میں نے پُرجوش لہجے میں کچھ اس طرح کا اظہار کیا تھا کہ ہم ابھی اسی وقت ساحل پر جمع ہو جائیں گے۔ ہاں جب میں نے اپنے عقب میں انگروما کی مخلوق کا بے پناہ اژدہام دیکھا تھا اور ریماجن سے ایک معاہدہ کیا تھا تو اس لمحے میں سرِبسر جوش میں تھا لیکن جیسے جیسے میں اس مستانہ جم غفیر کی وحشت انگیزی سے متاثر ہوتا گیا ان سے میری مغائرت بڑھتی گئی۔ یہ توری کی زمین نہیں تھی، جہاں کے لوگ میرے اپنے لوگ تھے۔ انگروما کے باشندے محض اپنے غیر معمولی مفاد کے تحت مجھ سے اپنے التفات کا اظہار کر رہے تھے۔ ریماجن نے بھی یہی کہا تھا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں خود ان سے ایک دوری محسوس کرتا تھا اور میں نے اپنے عظیم مفادات کے تحت مصلحت اندیشی کا رویہ اختیار کر لیا تھا۔ یہ از سرِ نو حالات کا جائزہ لینے کا وقت نہیں تھا کیونکہ میں ریماجن سے عہد کر چکا تھا لیکن توری پر یلغار کے التواء سے سوچنے اور سمجھنے کا بہت سا وقت مل سکتا تھا جسے میں نے صرف نہ کرنے کی نادانی کی تھی ممکن ہے، میں نے کوئی جامع ہی فیصلہ کر لیا ہوتا ہم اس کا یقین حاصل کرنے کے لئے مجھے خود کو مطمئن کرنا تھا۔

جب تک یہ اطمینان نصیب نہ ہو جاتا، میں طلسمی جنگ میں تن دہی سے شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

دنیا کے تمام مسئلوں کی شدت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس سے انسانوں کی کتنی بڑی تعداد متاثر ہے۔ تمام بغاوتیں اسی وقت کامیاب ہوتی ہیں جب کسی آبادی کا توازن بغاوت کے حق میں ہو جائے۔ انگرو ما کی تمام خلقت میرے سامنے آ موجود ہوئی اور میں نے اس کے اشتیاق کا مشاہدہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ہم کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دینے جا رہے ہیں۔ تاریک براعظم، طلسم و اسرار کی سرزمین۔ اس کی تسخیر کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ جالوش کے زوال کا خیال پہلے ایک خواب سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ میں شاید بھول گیا تھا کہ کتنی اذیتوں کے بعد سر بلندی کا یہ موقع ملا تھا۔ تاریک براعظم جس کے طلسمی جلال کا میں نے اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا تھا۔ میں نے صحرائے زارشی کی زیارت کی تھی اور اقابلا کا گلستان دیکھا تھا۔ تاریک براعظم میں ہم مہذب دنیا کے چند افراد اپنی تمام صلاحیتوں اور کوششوں کے باوجود فرار نہیں ہو سکے تھے۔ یہاں تک کہ سرنگا کی پُر اسرار دیوی بھی اپنے پجاری سرنگا اور اس کی بیٹی سریتا کو وہاں سے نجات دلانے میں ناکام ہو گئی تھی۔ خود انگرو ما کے لوگوں نے کون کون سے حربے نہ آزمائے تھے؟ مجھے یہ گمان گزرا کہ میں نے ریماجن سے عجلت میں کوئی عہد کر لیا ہے اور کچھ کم حصے پر قناعت کر لی ہے۔ میں زیاں میں رہا ہوں یا میں نے پیش آنے والے واقعات کا غلط تخمینہ لگایا ہے۔ میں نے اپنی توجہ صرف اقابلا کی طرف مرکوز رکھی ہے اور دوسرے اہم امور نظر انداز کر دیے ہیں۔ تاریک براعظم میں جب ریماجن کو جالوش کی جگہ فضیلت حاصل ہو گی تو میرا کیا ہو گا؟ میرا رتبہ بھی طے ہونا چاہیے کیونکہ اقابلا کا حصول میرے رتبے کے ساتھ مشروط ہے۔ کچھ یہی باتیں تھیں جنھوں نے مجھے گریز پا کر دیا۔

مسند سے نیچے اتر کے میں جس طرف بڑھا، وہاں سے ہجوم کائی کی طرح پھٹ گیا۔ میں نے گروتا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے لیے یہ ایک بڑا اعزاز تھا۔ میرے قریب ہی ریماجن کا نائب امرتا بھی تھا۔ گورے اور دوسرے بزرگ بھی میرے گرد جمع ہونے لگے۔ میں انھیں مختلف طریقے سے برتنا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے یہاں تاریک براعظم میں اپنی تمام جدوجہد کے درمیان کیا تھا۔ قربت کا یہ انداز ان کے لئے ایک انوکھی بات ہوتی تھی، اور مجھے سب سے اسی قربت کی طلب تھی جس کے بغیر ہر طاقت اور آدمی ناتواں رہتا ہے۔ وہ پہلوان طاقت میں خود کو آدھا محسوس کرتا ہے جس کی طرف نفرت کی نگاہ اٹھی ہوئی ہو۔ وہ شخص زندہ، مردہ بن جاتا ہے جو اپنے ماحول میں رسوا ہو چکا ہو۔ ذات کا اعتماد اپنی جگہ ہے مگر آدمی ہمیشہ تنہا نہیں رہتا۔ فلورا اور شوطار پیچھے رہ گئیں۔ میں ایک بڑا سا حرا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اب اس وسیع و عریض میدان کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں قدم قدم پر پتھر کے مجسموں میں آدمی محفوظ تھے۔ چونکہ انھوں نے مشروب حیات نہیں پیا تھا۔ اس لیے انگرو ما والوں نے ان سے ضرورت کے وقت کام لینے کے لیے انھیں پتھروں کے خول میں مقید کر دیا تھا۔ جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے آسمان پر اڑتا ہوا ایک گدھ تیزی سے نیچے کی طرف گرا اور میرے ہاتھ میں پھڑکنے لگا۔ مجسموں کو زندہ کرنے کا عمل مختلف تھا لیکن میں وہاں ایک دوسرے طریقے سے انھیں ششدر کر دینا چاہتا تھا۔ وہ قوی الجثہ گدھ میرے چھوٹے ہاتھ میں آتے ہی کسی چھوٹی چڑیا کی طرح میری مٹھی میں بند ہو گیا۔ میں نے مٹھی کھولی تو وہاں راکھ تھی۔ یہ راکھ میں نے اپنی پھونک سے اطراف میں اڑا دی۔ چشم زدن میں گرد کا ایک غبار ساری فضا پر مسلط ہو گیا اور کسی آندھی کی طرح گزر گیا۔ یہ گھٹا گزری تو جگہ جگہ متحرک انسان نظر آئے جو حیرت سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے نیچے جھک کے گورے کو اٹھا لیا۔

پہلے تو وہ میرے اس اچانک اقدام پر گھبرایا لیکن جب اس نے میرا سنجیدہ چہرہ دیکھا تو دم بخود ہو گیا۔ میں نے اسے ایک ہاتھ سے اٹھا کے ہتھیلی پر کھڑا کر لیا اور حکم دیا کہ وہ پتھروں کے خول سے آزاد ہونے والے ان لوگوں کو خطاب کرے۔

گورے کی آواز دہشت سے پھٹ گئی تھی۔ اس نے کسی نہ کسی طرح اپنے اوسان بحال کر کے انہیں مخاطب کیا اور بے ترتیب لفظوں میں بتایا کہ ان کی قید و بند کا عرصہ ختم ہو چکا ہے کیونکہ انگرو ما کے لوگ اب دیوتاؤں کی تائید سے مسلح ہو چکے ہیں۔

میں نے گرج کے درمیان میں دخل دیا۔ ''کہو کہ جابر بن یوسف نازل ہو گیا ہے اور اب کوئی رکاوٹ درمیان میں نہیں ہے۔''

گورے کی لرزیدہ آواز ابھری۔ ''ہاں جابر بن یوسف، ساحروں کا ساحر، مقدس جارا کا کا مقبول شخص اور مقدس ریماجن کا دوست یہاں نازل ہو گیا ہے۔ اب منزل ہمارے قدموں میں ہے۔ جزیرہ توری پر یلغار کرنے سے پہلے اس نے تمہیں ایک بے مثال جشن منانے کی مسرت سے شادکام کیا ہے۔''

میں نے ہتھیلی پر گورے کو اچھال کے زمین پر پھینک دیا۔ وہ کراہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس کے خطاب کے بعد پتھروں سے آزاد ہونے والے لوگوں میں اضطراب پھیل گیا۔ وہ جدھر منہ اٹھا، بھاگنے لگے۔ ان میں مجھے قصر اقابلا کی چند حسین و جمیل عورتیں بھی نظر آئیں۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو وہ اپنی سمت جانے کی بجائے میری طرف کھنچنے لگیں جیسے میں کوئی مقناطیس ہوں۔ وہ ایک فاصلے پر آ کے ٹھٹک کر رہ گئیں۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو ان کا غول بے اختیار میرے پہاڑ جسم پر لپکا۔ میں نے مڑ کے دیکھا تو امرتا، گورے، گروتا اور دوسرے بڑے ساحر اور عابد ستائشی نظروں سے میرے کرشموں کا جلوہ کر رہے تھے۔ ریماجن کے علاقے میں میرا جسم میل، دھوئیں اور گرد سے سیاہ ہو چکا تھا۔ میں ان کی عقیدت اور وارفتگی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ طاقت سے بڑی نیکی کوئی نہیں ہوتی۔ یونانی حکما کے نزدیک نیکی برتری ہے۔ طاقت کا اتنا شدید احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے غسل جمال کر لیا تھا اور میری اصل رنگت عود کر آئی تھی، البتہ بال ابھی تک الجھے ہوئے تھے۔ میں درمیان میں کھڑا ہوا تھا، اور گرد دائرے کی صورت میں انگرو ما کے بے قابو لوگ اپنے ہوش لٹا رہے تھے۔ قصر اقابلا کی پری پیکر دوشیزائیں جدا ہو گئی تھیں۔ زمین پر میرے قدم اس انداز میں اٹھ رہے تھے کہ ابھی زمین دہل جائے گی۔ میں آگے بڑھا تو حسب سابق ساحروں اور عالموں کے انبوہ کثیر نے میری پیروی کی۔ چیونٹیوں کے درمیان ایک ہاتھی پیش قدمی کر رہا تھا۔ میری آنکھیں انہیں قد سے بہت چھوٹا، بہت منحنی سا دیکھ رہی تھیں۔ یہ ریماجن کی سحر گاہ میں ریاضت کا اعجاز تھا کہ میری بلندی، قوت اور اعتماد کا کوئی سرا مجھے خود نظر نہیں آتا تھا۔ فرد کی قوت کی پیمائش اس کے ماحول کی طاقت ور چیزوں سے ہوتی ہے۔ یہاں اس ماحول میں کوئی ایسا نہیں تھا جو میرے وزن سے سوا ہو۔ یا پھر ایسا تھا کہ میں نے اپنے لیے ایسا تپاک۔ یہ پذیرائی، یہ خوف، یہ عقیدت اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ سو یہ سب نشاطی آنکھوں کی وجہ سے تھا جو امید اور سرخوشی لیے میری طرف اٹھ رہی تھیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ سامنے جو شے نظر آئے اسے خاکستر کر دوں، ہر درخت جو سر اٹھائے کھڑا ہے، اسے گرا دوں، ہر پہاڑ جو سینہ تانے ہوئے ہے، اسے ریزہ ریزہ کر دوں لیکن میں اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میری طاقت کے اظہار کے لیے کیا رہ جاتا؟ پھر میں ایک پہاڑ رہ جاتا جو محسوس نہیں کرتا۔ طاقت کے لیے نا تواں مظاہر کی موجودگی از بس لازم ہے۔ طاقت کے ذریعے تمام لوگوں کا خاتمہ ممکن ہے مگر یہ فعل خود طاقت کے لیے مفید نہیں۔ پھر طاقت خود معطل ہو کے رہ جائے گی۔ تنہا طاقت

http://kitaabghar.com

ایک غیر ممتاز مظہر ہے۔ اندھیرا روشنی کی موجودگی کے سبب ہی ممتاز ہوتا ہے اور روشنی کو روشنی اس لیے کہتے ہیں کہ اندھیرا بھی ہوتا ہے۔ طاقت کو اپنے اظہار کے لیے مناسب مظاہر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا ادراک ناتوانی ہی سے ہوتا ہے۔ اس لیے ان سب کیڑوں کو زندہ رکھنا ضروری تھا کیونکہ ان کی نگاہوں سے میں اپنے باطنی اور ظاہری کمال کی داد پاتا تھا۔

ممکن ہے، یہ میرا غلو ہو یا خوش فہمی، یا میں اپنی طاقت کی شاعری کر رہا ہوں لیکن ہر شخص کی زندگی میں ایسے لمحے ضرور آتے ہیں، جب وہ بادشاہ ہو جاتا ہے، ممکن ہے، یہ وہی خوش خرام لمحہ ہو۔ بہر حال میرے حکم کے مطابق انگروما میں ایک عجوبہ روزگار جشن کا آغاز ہو چکا تھا۔ مشروبات کے برتن توڑ دیے گئے تھے۔ یہ جشن ان سب سے آگے تھا جو میں نے توری میں شوالا کی آبادی کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے برپا کیے تھے یا شام طلوع ہوتے ہی اسمار کی نازنینیں اپنی خلوتوں میں ہنگامہ آرا ہوتی تھیں۔ وہ محض ہوس اور عیش و نشاط کی مستی تھی۔ یہ انگروما کے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ شادمانی کا دن تھا۔ اس متبرک ساعت کے لیے ایک زمانے سے انہوں نے ضبط و برداشت کی زندگی گزاری تھی۔ اب سارا انگروما میرا امکان تھا۔ ہر جگہ میرے اشارے پر ایک محل تعمیر ہو سکتا تھا۔ پتھروں کے خول میں مقید انسانوں کو آزاد کرنے کے بعد پھر مجھے اسی سکون کی طلب ہو رہی تھی جو اگر میسر نہ ہو تو آدمی انقلاب آفریں فیصلے نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے ذہن میں ٹھنڈا ماحول تخلیق کرنا تھا جہاں میں خود سے سوال و جواب کر سکوں۔ مجھے اپنی کئی شخصیتوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر کے ایک ایسا راستہ اختیار کرنا تھا جہاں بعد میں کسی کو کسی پر الزام دھرنے کا موقع نہ مل سکے۔ جو کچھ اب تک ہو چکا تھا، وہ ہو چکا تھا لیکن جواب ہونے والا تھا، وہ اتنا آسان نہیں تھا کہ اسے اپنے مزاج کی خسروی پر چھوڑ دیا جائے میں نے جب چاہا کہ خلوت نصیب ہو تو میرے ہاتھوں نے گرونا، گورے امرتا اور دوسرے لوگوں کو دور ہونے کا اشارہ کر دیا۔ صرف شوطار اور فلورا رہ گئیں۔

خاموشی کے ساتھ سنسان علاقوں کی طرف بڑھنے لگا۔

شاید ان دونوں کے دلوں پر میری متغیر حالت سے ایسی ہیبت طاری تھی کہ ان کی زبانوں نے بولنا بند کر دیا تھا۔ ایک نظر ہم کے شانہ میری طرف دیکھتی تھیں اور لرز کے رہ جاتی تھیں۔ چلتے چلتے ہم جنگل کے ایک خاموش حصے میں آ گئے۔ میں نے وہاں طلسمی قوتوں کا داخلہ بند کرنے کے لیے اپنی جگہ چاروں طرف گھوم کے نادیدہ فصیل کھڑی کر دی اور ایک درخت کے سہارے بیٹھ گیا۔ ہم بستی سے زیادہ دور نہیں تھے۔ میں وہ شعور و شغب ابھی تک سن رہا تھا جو بستی میں گونج رہا تھا لیکن فلورا اور شوطار انہیں سننے سے قاصر تھیں۔ سکون کی چند سانسیں لے کر میں نے ان کے اداس سراپا پر نظر کی۔ ان کے سر میرے شانوں پر ڈھلک گئے۔ اسمار کی سابق ملکہ شوطار کی حالت فلورا سے مختلف نہیں تھی۔ میں نے ایک ساتھ ان دونوں کے بال پکڑ کے چہرے سامنے کیے اور دیا جن کا عطیہ استخوانی ہاتھ ان کے رخساروں سے مس کیا۔ وہ چیخیں مارنے لگیں۔ ان چیخوں نے میرے رگ و پے میں مسرت بھر دی۔ میں نے ہاتھ ہٹا لیا۔ ان کے منہ سے احتجاجی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ میرے قہقہے فضا میں دھوم مچانے لگے۔ ''رقص کرو۔'' میرے حکم کی بازگشت سے وہ کانپنے لگیں۔

میں نے فلورا کو حکم نہیں دیا، وہ اٹھنے لگی تو میں نے اسے روکا نہیں وہ دونوں مجھ سے کوئی چھ سات قدم کے فاصلے پر دہشت زدہ انداز میں کھڑی ہو گئیں اور آہستہ آہستہ ان کے قدم تھرکنے لگے، پھر انہوں نے ایک ایسے رقص کا آغاز کیا جس نے میری فکریں بڑی حد تک زائل کر دیں۔

http://kitaabghar.com

رہا جس جنگل میں قائم کردہ میری طلسمی عمارت میں جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ میری غیر سنجیدگی اور اکراہ و گریز سے کیا نتیجہ اخذ کر رہا ہوگا؟ میری خواہش تھی کہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ میں نے انگروما کی ساری آبادی کو عبادت کے جشن میں مصروف کر دیا تھا اور کوئی مدت بھی مقرر نہیں کی تھی کہ کب تک ان کی دیوانگی کا سلسلہ جاری رہے گا اور ادھر میں جنگل کے خنک اور خاموش ماحول میں تمام غموں سے بے نیاز ہونے کی جستجو کر رہا تھا۔ میرے آگے شوطار اور فلورا کے بدن تھرک رہے تھے۔ میری نگاہ کے سامنے ایک دلکش منظر تھا۔ ان دونوں لڑکیوں کے سحر انگیز شباب نے میرے تمام جادو زائل کر دیئے تھے۔ میں انہی کی طرف مرکوز ہو گیا کیونکہ ان کے بدن اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ محو پرواز تھے۔ وہ گندھے ہوئے آٹے سے مشابہ تھے جس میں لوچ ہی لوچ ہو۔ کوئی موسیقی پس منظر میں نہیں تھی مگر ان کی ہر جنبش سے ساز بجتے تھے۔ گلابی رنگ لہرا رہے تھے۔ میرے شوق دید نے ان کے چہرے گل نار کر دیئے۔ ان میں بجلی بھر دی۔ شراب کی بوتلیں رقص کر رہی تھیں۔ کبھی میں فلورا کو دیکھتا کبھی شوطار کو۔ نگاہ کسی ایک پر ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ احساس بڑا جاں فزا تھا کہ میرے سامنے اسمار کی ملکہ شوطار اور آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ لڑکی فلورا رقص کر رہی ہے۔ میں تا دیر اس نظارہ جمال میں گم رہا۔ شوطار اقابلا کے حسن کا پرتو تھی۔ کبھی کبھی تو مجھے گمان ہوتا تھا کہ وہ اقابلا ہی ہے۔ شوطار کی رفاقت سے میری منزل کا نشان سامنے رہتا تھا۔ اسی لیے میں اسے یہاں لے آیا تھا۔ اب کچھ دنوں کی دیر تھی۔ یہ چند دن گزر جائیں گے تو کیا ہوگا؟ میں جب یہ سوچتا تو اوسان کھو بیٹھتا۔ جب وہ روبرو ہوگی اور کوئی دیوار درمیان میں حائل نہیں ہوگی۔ شوطار رقص کر رہی تھی اور میں اسی ستم پرور کے تصور میں گم تھا، جس نے اس حالت کو پہنچایا تھا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا میں نے اشارے سے شوطار کو اپنے پاس بلایا، وہ ٹھٹکتی جھجکتی آئی۔

سراسیمہ۔ فلورا نے بھی اس کے ساتھ ہی رقص بند کر دیا تھا اور اب چپ چاپ میرے قریب کھڑی تھی۔ اچانک میری نظر اس پر پڑ گئی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ میں نے بے قراری سے اسے کھینچ لیا اور شوطار کے کانوں پر انگلی پھیر کے اس کی سماعت معطل کر دی۔ ''تم خاموش کیوں ہو؟'' میں نے ہوش میں آتے ہوئے پوچھا۔

''کیا یہ تم ہو؟ جابر بن یوسف!'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔

''اور کون ہوں؟'' میں نے گرج کے کہا۔ ''کیا میں کوئی درندہ ہوں۔''

وہ خاموش ہو گئی، اور اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ ''کیا تم مجھے نہیں جانتیں؟ تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں؟''

''تم اب بالکل بدل گئے ہو۔ تمہارا چہرہ پہلے سے زیادہ ہیبت ناک ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھیں آگ اگل رہی ہیں۔ تمہارے ناخن درندوں کی طرح بڑھے ہوئے ہیں اور تم ایک بہت بڑے جنگلی بن گئے ہو۔ مجھے خوف زدہ کرنا مقصود ہے تو ایک بار ہی خوف زدہ کر کے مار دو۔ مجھ سے تمہاری اجنبیت برداشت نہیں کی جاتی۔ تم اب بہت دور کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ ''تمہاری حالت اور طور طریق دیکھ کے اب مجھے کوئی امید نظر نہیں آتی۔ شاید تم سب کو، اپنے آپ کو بھول گئے ہو۔''

اس کے رقت انگیز بیان نے مجھ پر بڑا اثر کیا۔ ''میں اپنے آپ کو پہچان گیا ہوں۔ میں نے طاقت حاصل کی ہے۔'' لیکن اس کی باتوں نے میری مغرور مدہوشی چھین لی تھی اور مجھے پھر منتشر کر دیا تھا۔ یہ رقص، حسن کی جانب یہ فریفتگی اسی انتشار سے فرار تھا جو عبادت گاہ کی مسند پر ہجوم دیکھ

کے میرے گرد محیط ہو گیا تھا۔ میں نے فلورا کو وہ سب کچھ کہنے کی اجازت دے دی جو وہ کہنا چاہتی تھی اور کہہ نہ سکی تھی۔ شوطار ہماری باتوں سے لاعلم تھی اور آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے کچھ سننے اور جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں فلورا کی رقت خود پر طاری کرتا رہا تھا اور مجھے احساس ہوا کہ ایک دیو قامت، عظیم المرتبت ساحر ہونے کے علاوہ بھی میری ایک ذات ہے، جس کا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ جو بھی لطیف احساسات رکھتا تھا اور مہذب دنیا کا فرد تھا جو فلورا کو مطلوب تھا اور فلورا کا محبوب تھا۔ میں فلورا سے اپنے خدشوں کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا جو میرے سر میں ابھر رہے تھے، اسے کیا معلوم تھا کہ ایک شدید کشمکش میرے درون خانہ جاری ہے۔ یہ وحشیانہ انداز یہ جارحانہ طور طریق تو محض اس انتشار کا ردعمل ہیں جو سب کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ میں نے اس کی رنجش دور کرنے کے لئے کہا۔ ''تم مجھ سے قریب ہو، وہاں میں اپنے آپ سے دور ہو جاتا ہوں۔''

''تمہیں انہوں نے اپنے سحر کا اسیر کر لیا ہے۔ تم وہاں کچھ منزلیں سر کرنے گئے تھے۔ وہاں سے آئے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سب کچھ بھول گئے ہو۔ کوئی احساس باقی نہیں رہا۔ وہ جو چاہتے تھے، وہی ہو گیا۔''

''تم ایک عورت کے دماغ سے سوچ رہی ہو۔'' میں نے برہمی سے کہا۔ ''اور میرے سامنے بڑے مسائل ہیں۔ میں نے ریماجن کے علاقے میں اپنی برتری کا وہ خانہ بھی پر کر لیا ہے جو خالی تھا۔ میں نے وہ راز پایا ہے جس نے مجھے اور تمہیں اور بے شمار لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میرے اعصاب میں تخی آ گئی۔ ''تم کہو گی کہ پھر دیر کیا ہے؟ کچھ دیر نہیں۔ میں سمندر تسخیر کرتا ہوا توری پر یلغار کر سکتا ہوں اور ہم جنگ ہار سکتے ہیں یا جیت سکتے ہیں۔ میں انگروما سے فرار بھی ہو سکتا ہوں اور جالموش سے مل کر دوبارہ اپنے منصب پر فائز ہو سکتا ہوں لیکن اس سے حالات میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا، نہ تمہیں نجات ملے گی اور نہ میں...... '' یہ کہتے کہتے میں ٹھہر گیا۔

''تم ٹھہر کیوں گئے؟'' فلورا نے بے چین ہو کے پوچھا۔ ''میرے سامنے تمام مسائل رکھ دو، شاید میں تمہیں کوئی اچھا مشورہ دے سکوں۔''

میں اقابلا کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے اسے دکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا، میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ ''ایک مسئلہ نہیں۔ بیک وقت کئی مسئلوں نے مجھے مضطرب کیے رکھا ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں انگروما میں سب سے بلند مقام حاصل کر کے توری پر حملہ آور ہوں اور اس طلسمی نظام کا راز سب پر عیاں کر دوں۔ میں ان تمام اذیتوں کا انتقام لوں جو انہوں نے ہمیں دی تھیں لیکن ریماجن کی اعانت کے بغیر یہ سرفرازی ممکن نہیں تھی۔ اس لیے میں نے اس کے طلسم خانے میں شب و روز ریاضت کر کے بہر طور وہ مقام حاصل کر لیا جو سب سے افضل ہے۔ میں نے جالموش کا مجسمہ تباہ کر دیا، جس کی تباہی کے لئے وہ زمانوں سے سرگرداں تھے۔ پھر میں ان کی ضرورت بن گیا اور وہ مجھ سے مفاہمت پر آمادہ ہو گئے۔ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں ہر سطح پر طلسمی علوم سے خود کو مسلح کر لوں ان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ میرے بغیر کوئی کارنامہ سرانجام دینے سے قاصر تھے۔ پھر انہیں مدتوں انتظار کرنا پڑتا۔ میں نے اپنی خواہش کے خلاف ریماجن کی شاگردی قبول کی اور اس کا علم اپنے اندر منتقل کر لیا۔ وہ مجھے یہ علم سونپنے پر اس لئے آمادہ ہو گئے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ادھر میں نے روحوں کے غار پر اپنا قبضہ کر لیا تھا لیکن ہمارے معاہدے کے وقت خوش دلی کی فضا موجود نہیں تھی۔ یقیناً ہم جالموش پر فتح پالیں گے کیونکہ ہمارے ساتھ انگروما کے جید عالموں کے قول موجود ہیں اور ہم گنتی میں دو ہیں۔ ریماجن اور میں۔ ادھر جالموش کا مجسمہ بھی تباہ ہو چکا ہے اور ہمیں حملے کا اشارہ مل چکا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ تاریک بر اعظم کی تسخیر کے بعد صورت حال حتمی رخ

اختیار نہ کرے۔ ریما جن کا تسلط قائم نہ ہو جائے اور ہمارے لئے نئے مسائل نہ کھڑے ہو جائیں تم سمجھ رہی ہو فلورا؟"

"ہاں۔ مگر ہم اس موقف میں ضرور ہیں کہ ان سے پہلے سے معاہدہ کر لیں کہ ہماری حیثیت کیا ہوگی؟ ہم یہاں مستقل قیام نہیں چاہتے ہم آزادی کے خواہاں ہیں۔ وہ ہمیں نجات دے دیں اور ہمیں مہذب دنیا کی طرف جانے والے سمندر میں چھوڑ دیں۔ میرا خیال ہے، وہ ان ارزاں شرائط پر تیار ہو جائیں گے۔ وہ جابر بن یوسف کا کانٹا اپنے راستے سے ہٹا دیں گے۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ میں مہذب دنیا میں واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اقابلا ہی میری دنیا ہے، وہ ہے تو میرے لئے ساری کائنات ہے۔ وہ ہے تو میں موجود ہوں۔ میں فلورا سے کیا کہتا کہ میری نظروں میں اقابلا کا چہرہ بسا ہوا ہے اور یہی ایک بات مجھے پریشان کیے ہوئے ہے کہ وہ معاہدے کے باوجود معاہدے سے پھر نہ جائیں۔ کیونکہ وہ چہار اطراف سے طاقت میں ہوں گے اور مجھے ریما جن کو مغلوب کرنے کے لئے نئے سرے سے ایک مہم کی بساط بچھانی ہوگی۔ اسی میں عمر صرف ہو جائے گی۔ میں نے فلورا سے کہا۔ "اور فرض کرو، وہ معاہدے سے منحرف ہو جائیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ "پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

"اب میں تاریک براعظم کی فتح کے بعد کا نقشہ دیکھ رہا ہوں۔ یہاں مجھے آثار اچھے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ سوچتا ہوں، میں نے جتنی جدوجہد کی ہے، وہ رائیگاں نہ چلی جائے۔ ہمارے پاس کوئی ضمانت نہیں کہ ہم ان سے تمام معاہدوں پر عمل درآمد کرا سکیں"۔

"مگر ہمارے پاس طاقت ہے۔" فلورا نے جوش میں کہا۔

"ہاں یہ صحیح ہے، کوئی شبہ نہیں کہ میں خود کو ان سے ذہانت میں بھی برتر سمجھتا ہوں لیکن طاقت کے استعمال سے ہم پھر ایک طویل معرکہ آرائی میں مصروف ہو جائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم اس سے بچیں اور کوئی ایسی صورت تلاش کر لیں جہاں بعد میں کسی نزاع کا امکان نہ رہے۔ میرا خیال ہے۔ میں نے جھجک کر کہا۔ "تمام فیصلے یہیں ہو جانے چاہئیں۔ اسی لیے میں اس پر فضا جگہ آ گیا ہوں۔ اصولاً اس وقت ہمیں سمندر میں ہونا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے کہ اپنے اتالیق ریما جن سے مجھے یہاں ایک اور گفتگو کرنی پڑے گی۔ ایک تلخ اور زہریلی گفتگو۔ وضع داری، پاس داری، وسیع تر مفادات سے بالاتر نہیں ہوتی۔ ہمیں دوراندیشی کا ثبوت دینا ہوگا۔ میں اس امکان پر بھی غور کر رہا ہوں کہ ریما جن کو صفحۂ ہستی سے مٹا کیوں نہ دیا جائے؟ تاکہ کوئی دیوار ہمارے راستے میں حائل نہ ہو۔"

فلورا کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ وہ خوف سے مرتعش ہو گئی۔ "کیا کہا؟" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" وہ تیزی سے بولی۔

"میں بھی خود کو یہ مشورہ نہیں دے رہا ہوں مگر میری عین خواہش یہی ہے۔" میں نے بے باکی سے کہا۔

"نہیں۔" وہ پرعزم لہجے میں بولی۔ "اگر انہیں تمہاری ضرورت ہے تو وہ تم سے ہر قسم کی مفاہمت پر تیار ہو جائیں گے۔ تاریک براعظم ان کی کمزوری ہے تم نے کوچ کا ارادہ ملتوی کر کے ایک نیک کام کیا ہے، اب تم مشکل ترین شرائط رکھ کے انہیں اپنے معاہدوں کی پابندی پر مجبور کر سکتے ہو۔"

''میں نے ان سے عہد لیا ہے کہ سب سے پہلے توری پر میں قدم رکھوں گا لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ صرف یہی عہد کافی نہیں ہے۔ باقی جزئیات بھی طے ہونی چاہئیں۔''

''تم نے غلط کیا۔'' فلورا بے خوفی سے بولی۔ ''تمہیں توری کے بجائے پہلے بینر تار میں جالوش کے علاقے پر حملہ آور ہونا چاہیے۔''

میں ایک دم چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''فلورا! تم نے ایک بہت نازک نکتہ بیان کیا ہے۔ بے شک ہم توری ہی کو ہدف کیوں بنائیں؟ اس کے علاوہ ہم تاریک براعظم کی تقسیم کر لیں تا کہ وہ اپنے علاقے پر اور ہم اپنے علاقے پر خود مختاری سے حکومت کر سکیں۔''

''تمہاری باتوں سے حکمرانی کی بو محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے پیش نظر یہ مقصد ضرور رہنا چاہیے کہ ہم تاریک براعظم کی طلسمی زمین پر حکمرانی کی نہیں، مہذب دنیا کی واپسی میں دلچسپی لیتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں ایسی لچک دار شرائط پیش کرنی چاہئیں جس سے ہمارے مقصد پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ دوسروں کی طاقت سے تمہاری طاقت کتنی بالا اور ممتاز ہے۔ تمام شرائط کا انحصار اسی بات پر ہے۔'' فلورا کے چہرے پر حسن و جمال کی شوخی کے بجائے ذہانت اور تدبر کی سنجیدگی غالب تھی۔ آکسفورڈ کی ذہانت دنیا کے ایک نادیدہ اور گم نام علاقے میں صرف ہو رہی تھی۔ میں نے ان دونوں لڑکیوں کو یہاں لا کے ایک اچھا کام کیا تھا کہ ایک طرف شوطارا اقابلا کی یاد دلانے کے لئے موجود تھی، دوسری طرف مہذب دنیا کی واپسی کی طرف ترغیب دلانے کے لئے فلورا تھی۔ ایک متوازن فیصلہ یہ دو مقاصد سامنے رکھ کر ہی ہو سکتا تھا۔ فلورا میری پُراسرار طاقتوں کا اندازہ کرنا چاہتی تھی تا کہ اسی کے وزن سے ہم اپنی شرائط منوائیں۔

''طاقت کے سوا ایک اور چیز بھی ہے فلورا!'' میں نے اس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ ''وہ ہے مصلحت۔ ریما جن کی مصلحت یہ ہے کہ اسے ہر حال میں میری اعانت مطلوب ہے، اور ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہمیں اپنی حفاظت کی ضمانت درکار ہے۔ میں نے جشن کی اجازت ریما جن کے مشورے کے بغیر دی ہے اور اس سے مراد یہ تھی کہ میں یہاں کے برگزیدہ لوگوں کے دلوں پر اپنی شخصیات کا ایسا تاثر مرتب کروں جو ریما جن نے نہیں کیا مگر یہ کام طوالت چاہتا ہے، اور طوالت ریما جن کو یقیناً پسند نہیں ہوگی۔ وہ تاریک براعظم میں جالوش کا جانشین ہونے کے خوابوں میں سرشار ہوگا۔''

''تم صرف تبصرہ کر رہے ہو، کوئی فیصلہ نہیں۔ یہ طوالت خود ہمارے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس پُراسرار زمین میں حالات کسی وقت بھی امیدوں کے برعکس نمودار ہو سکتے ہیں۔ بہتر ہے، تم ایسی صورت حال پیدا کرو کہ ریما جن تم سے دوبارہ گفت و شنید پر مجبور ہو جائے۔''

''تمہارا مشورہ درست ہے۔ یہ جو تم نے میری طاقت کے معمولی مظاہرے دیکھے ہیں، یہ یوں ہی ایک چھوٹی سی نمائش تھی۔ اصل معرکے دیکھو گی تو تم سے دیکھا نہ جائے گا۔ میں جابر بن یوسف، ایک بہت بڑا ساحر ہوں۔ اگر میں اپنی اسی وضع قطع اور علوم کے ساتھ مہذب دنیا میں وارد ہو جاؤں تو حشر برپا کر دوں۔ جی چاہتا ہے، کبھی ایسا ہو کہ بیروت کی سڑکوں پر مجھے شعبدے دکھانے کا موقع مل جائے۔ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے، وہ سراب نہیں ہے۔ ہم یہاں موجود ہیں۔ یہ سب بڑی طلسمی حقیقت ہے۔ میں تم سے اس نظام کی تشریح نہیں کر سکتا۔ کئی بار میری عقل خبط ہوئی۔ پر میں نے سب کچھ جوں کا توں تسلیم کرنا اپنا شعار بنایا اور ان کے گریز سے ہمیشہ پہلو تہی کی۔ اور ویسے یہ سب زندہ حقیقتوں کا سراب ہے مگر بے حد دلکش عجیب اور حیرت انگیز۔ ذرا سوچو تو کہ اگر ہم اس نظام کی تکمیل ہاتھ میں لے لیں تو ہمارے قبضے میں کیا کچھ نہیں ہوگا۔ زرخیز زمینیں، گھنے جنگل، محلات،

خوب صورت عورتیں اور زبان رکھنے والے گونگے غلام۔ ہمارے اشاروں پر غول کے غول خدمت کے لیے جمع ہو جایا کریں گے۔ مہذب دنیا میں کیا رکھا ہے؟ وہاں کی تہذیب نے انسانوں کو دیمک لگا دی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو چاٹتے ہیں اور اپنی سرشت سے دور ہو گئے ہیں۔ وہ لباس میں رہتے ہیں اور انہوں نے ایثار اقدار کا اتنا بڑا ڈھیر لگا لیا ہے کہ اس کی اوٹ میں خود ان کے چہرے نظر نہیں آتے۔ ہمارے برے دن گزر گئے۔ اب یہاں ہم اپنی ایک نئی دنیا بسانے کا خیال شرمندہ تعبیر کر سکتے ہیں۔''

''تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔'' وہ ناراضی سے بولی۔ ''اور شاید مجھے تنگ کرنے کے موڈ میں ہو۔ شاید تمہیں یقین نہیں کہ تم مہذب دنیا میں کبھی واپس جا سکو گے۔ جواز کے طور پر تم ایسی دلیلیں پیش کر رہے ہو کہ یہ کوشش، یہ آرزو ہی موقوف کر دی جائے۔ چلو اٹھو۔'' اس نے میرا ہاتھ پکڑ کے کھینچنا شروع کیا۔ ''اگر تم اپنی طاقتوں کے باوجود قوت فیصلہ سے محروم ہو گئے ہو تو مجھے اپنے نمائندے کے طور پر ریما جن کے پاس بھیج دو۔ پھر میں جو فیصلہ کروں گی وہ تمہیں قبول کرنا چاہیے۔''

بے اختیار میرے منہ سے قہقہوں کا ایک سیلاب جاری ہو گیا۔ میں نے اس گل اندام کے مجسمے پر اپنی زبان نصب کر دی۔ اس کی باتوں سے بہت سا غبار چھٹ گیا تھا لیکن یہ ایک جامع اور مدلل گفتگو نہیں تھی۔ فلورا میرے جذبات کے پس منظر سے ناواقف تھی۔ اسے اقابلا کے لئے میرے اندر چھپے ہوئے طوفانوں کا علم نہیں تھا اور اسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ میں نے جالوش کے مجسمے کی تباہی کے بعد اقابلا کا مجسمہ کس مشکل سے محفوظ کیا تھا اور اصل میں یہی وہ نکتہ تھا جہاں ریما جن میری طرف جھکنے کے لئے مجبور ہو گیا تھا۔ فلورا کو بہت سی باتیں معلوم نہیں تھیں اور نہ میں اسے اپنی تمام سوچیں منتقل کر سکتا تھا مگر انگرو ما میں اس کے سوا کوئی اتنے قریب کا آدمی نہیں تھا۔ میں اس پر خود سے زیادہ اعتبار کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے توری کے بجائے بیتر نار پر یلغار کرنے کا جو مشورہ دیا تھا، وہ میرا کوئی مونس و غم گسار ہی دے سکتا تھا۔ میں نے شوطار کے کان میں استخوانی ہاتھ کی انگلی ڈال کے اس کی سماعت بیدار کر دی لیکن اسی لمحے مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا شور سنائی دیا۔ میں نے اپنی پشت کی جانب دیکھا تو مجھے انگرو ما کے بوڑھے اپنی گول فصیل کے گرد آتے دکھائی دیئے۔ شوطار اور فلورا بھی اسی جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔ مجھ پر غضب مسلط ہو گیا۔ میری خلوت میں دخل اندازی کی یہ جسارت ناقابل برداشت تھی۔ میں دیکھتا رہا کہ ان کا آئندہ قدم کیا ہو گا؟ کیا وہ یہ فصیل عبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟ وہ کچھ اور آگے بڑھے تو اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولنے لگے اور جہاں جہاں میری دیوار کھڑی تھی۔ وہاں وہاں اس کے ساتھ جمع ہونے لگے اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ان کے متحرک جسم ہر طرف سے اندر آنے کی کوشش میں مصروف تھے لیکن اندر کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ میرے لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ریما جن نے مجھے تنہائی کا احساس دلانے کے لیے ساحروں اور عاملوں کی اتنی بڑی فوج میرے دائرے کے گرد جمع کر دی تھی۔ شوطار اور فلورا کے چہروں پر خوف کی زردی چھا گئی تھی۔ مجھے اس منظر سے لطف آنے لگا تھا۔ وہ اندھے بوڑھے میرے سحر کی دیوار ٹٹولتے ہوئے چکر لگا رہے تھے۔

''اسمار کی ملکہ شوطار! تم نے اپنے لوگوں کا تدبر دیکھا؟ یہ سب کتنے بڑے عالم ہیں۔ تم ان پر نازاں تھیں۔ انہیں مجھ پر ابھی تک شک ہے مگر چھوڑو۔''

شوطار نے میری کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے یہ سب کچھ عزت جانا اور میری شدتوں کا خیر مقدم کیا۔ فلورا نے میرا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ جب میں حصار کی دیوار تک پہنچا تو میں نے فلورا سے ہاتھ چھڑا کے شوطار کے چہرے کی طرف دراز کیا۔ اس نے اپنی زلفوں کا ایک لچھا میرے حوالے کر دیا۔ میرا اشارہ شوطار جیسی ذہین اور باکمال لڑکی ہی سمجھ سکتی تھی۔ مجھے اس وقت اس پر بڑی محبت آئی۔ دیوار کے پار میں نے وہ زلفیں پھینک دیں، کئی بوڑھے ساحر چیخ مار کے گرے اور ان کے ہاتھ پاؤں شوطار کی زلفوں میں الجھ گئے جیسے ان کے پیروں میں زنجیریں پڑ گئی ہوں، زلفوں کی یہ رسیاں۔ یہ آہنی زنجیریں اتنی دراز ہوئیں کہ جو اس کے قریب رہا، وہ ان میں الجھ گیا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کے باقی ساحر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں تیز قدموں سے ان کے درمیان پہنچ گیا۔ "رحم مقدس جابر بن یوسف ارحم۔" ان کی عاجزانہ فریادوں نے میرا تعاقب کیا لیکن میں انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ فلورا نے بھی میرا ہاتھ دبا کے مجھے ان پر رحم کے لئے اکسایا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا مقصد جارحانہ نہیں تھا۔ وہ میری تلاش میں ادھر آ نکلے تھے اور یہ سب ریماجن کے اشارے پر ہوا۔ وہ اپنی تعداد کی برتری کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

جس وقت میں بستی میں داخل ہوا، میرے ایک کاندھے پر شوطار سوار تھی، دوسرے پر فلورا۔ شام ہو چکی تھی اور بستی میں چراغاں کا سا منظر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا بس تاریک براعظم فتح ہو چکا ہے اور اب کوئی غم نہیں۔ انگروما کے لوگوں نے ایسی بدمست رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ جگہ جگہ شراب لنڈھائی جا رہی تھی۔ شور مچ رہا تھا۔ ڈھول کی تال پر مدہوش لوگ رقص کر رہے تھے۔ جانوروں کا خون راستوں پر بہہ رہا تھا۔ طرح طرح کی ساخت کے بنے ہوئے ہڈیوں کے سنکھوں کی آواز ساری آوازوں پر غالب آ گئی تھی کسی شخص میں کوئی نظم نہیں تھا۔ ان کے حلقوم سے مختلف قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں، ہر شخص تھرک رہا تھا یا ہنس رہا تھا۔ روشنیوں میں ان کے سیاہ جسم چمک رہے تھے اور جگہ جگہ الاؤ پر گوشت بھونا جا رہا تھا۔ یہ انگروما کے منظم اور سنجیدہ لوگ تھے۔ کیسے دیوانے ہو گئے تھے۔ ایک دن میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ آنے والے دنوں پر شاید ان کا اعتماد اٹھ گیا تھا، بس جو کچھ تھا، وہ ابھی سمیٹ لینا چاہتے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرا تو انہوں نے مجھ پر شراب اچھالی۔ انہوں نے یہ جسارت میری تائیدی نظریں دیکھ کر ہی کی تھی کیونکہ میں خود ان کی مستیوں میں شامل تھا، میرے ہاتھ پھولوں سے بھرے ہوئے تھے جو میں ان کی جانب اچھالتا جاتا تھا۔ انگروما کی ہر گلی میں قیامت مچی ہوئی تھی۔ وہ بڑھ بڑھ کے فلورا اور شوطار کے پاؤں چاٹتے اور اس طرح میری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ قبل از فتح انگروما کے لوگوں کی یہ سرمستی ریماجن پر تازیانے کا کام کر رہی ہوگی۔ ادھر جارا کا کی مخصوص عبادت گاہ کے میدان میں انگروما کے تمام بڑے لوگوں کا اجتماع تھا۔ جو کڑی ریاضتوں اور عبادتوں میں مشغول تھے۔ ادھر میں تھا کہ کسی رند بلانوش کی طرح فلورا اور شوطار کو کاندھوں پر بٹھائے ہر سمت سے گزر رہا تھا۔ وہ میرے استقبال کے لئے زمین پر لوٹنے لگتے تھے اور طرح طرح اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ رات میں نے انہی کے ساتھ گزاری اور ان کا لطف بڑھانے کے لئے مختلف قسم کے شعبدے کرتا رہا۔

کوئی نہیں سویا، تین دن تک ساحر، ساحرانہ اعمال میں، عابد عبادت میں اور عام لوگ شرابوں اور عورتوں میں غرق رہے۔ میں یہ سارا تماشا دیکھتا رہا۔ میں نے باقاعدہ مشترکہ عبادت میں شرکت کی لیکن میں نے انگروما کے بوڑھوں کی سوال طلب نگاہوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جتنا وقت گزر رہا تھا، بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ فلورا اور شوطار ہر وقت میرے ساتھ رہتی تھیں اور فلورا جب کوئی نکتہ آفریں بات کہنے کی خواہش کرتی تو میں

شوطار کی سماعت معطل کر دیتا۔ آخر جب ریماجن کا کوئی نمائندہ نہیں آیا تو میں نے چوتھی رات تمام لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور انہیں قطعی خاموش ہونے کا حکم دیا۔ میرے حکم کے بعد ایسی خاموشی چھا گئی جیسے انگرو ما میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ میں ان پر جھک گیا۔ میری تقلید میں سب نے یہی عمل کیا۔ جب میں اٹھا تو وہ سب اٹھ گئے میں نے شپالی ہجوم کے درمیان پھینک دی جہاں یکلخت انسانی چیخوں کا ایک دھما کا سا ہوا۔ لوگ درد و کرب میں چلاتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ میرے ہاتھوں کی جنبش جاری تھی۔ جہاں شپالی گری تھی، وہاں کی زمین سے آگ ابلنے لگی تھی۔ میرے ہاتھوں کی وسعت جیسے جیسے بڑھتی گئی، آگ نے پھیلنا شروع کر دیا اور لوگ اس کی لپٹوں سے چلاتے، آہیں بلند کرتے پیچھے ہٹنے لگے۔ یہ دیکھ کے گروتا، امرتا او رگورے میرے نزدیک آ گئے اور دہشت ناک ساحرانہ عبادتیں کرنے لگے۔ آگ کا یہ سیلاب اتنی تیزی سے چاروں طرف بڑھ رہا تھا کہ خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے بے شمار آدمی کچل گئے۔

''مقدس جابر!'' بوڑھے ساحروں نے میرے قدموں میں سر رکھ کے گریہ وزاری شروع کر دی۔ ''مقدس جارا کا کا کے لیے یہ تماشا بند کرو۔ ہم تمہاری برتری کے قائل ہیں۔ ہم تمہارے آگے سر جھکاتے ہیں۔ یہ آگ انگرو ما کو جلا کے رکھ دے گی۔''

''چپ رہو۔'' میں نے انہیں دھمکی دی۔ ''ابھی اور جگہ چاہیے۔''

''کیسی جگہ؟'' وہ ہذیانی انداز میں بولے۔

''ہمارے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔'' میں نے اپنے عمل کے دوران میں کہا اور میرے ہاتھ ایک جگہ جا کے ٹھہر گئے۔ اگر ان کی سمت جنوب اور شمال کے انتہائی جانب ہو جاتی تو انگرو ما کے لوگوں کو اس آگ سے کہیں پناہ نہ ملتی۔ میں نے اپنے ہاتھ اتنے ہی پھیلائے جتنی جگہ کی ضرورت تھی ادھر وہ جارا کا کا کے فلک شگاف اور دل دوز نعرے بلند کر رہے تھے لیکن میرے انہماک کا عالم جوں کا توں تھا۔ ایک بہت بڑے میدان میں شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے جیسے ہی میں نے اپنے ہاتھ گرائے، شعلوں نے اس سے آگے وسیع ہونا بند کر دیا۔ میں نے اطمینان سے سر اٹھایا اور اپنی تخلیق کردہ تابندہ آگ کی طرف دیکھنے لگا۔ طلسم و افسوں کے کارخانے میں آگ سب سے نمایاں مظہر ہوتی ہے۔ مجھے اقابلا کا ممنون ہونا چاہیے کہ اس نے زارش کے صحرا میں بھیج کر مجھے آگ کے کھیل میں طاق کر دیا تھا۔ شپالی میری ریاضت آتش کی سند تھی اور اس امر کی ضمانت تھی کہ مجھ پر اس قسم کا کوئی شعبدہ کارگر نہیں ہوگا۔ وہ سرفراز آگ بیچ میدان میں اگانے کے بعد میں نے اپنا رخ دائیں جانب کر دیا اور میرا رواں رواں ایک نئے عمل کے دوران میں لرزنے لگا۔ میں نے گورے کی گردن سے ایک مالا کھینچ کے اس کے دانے آسمان کی طرف اچھال دیے جو واپس نہیں آئے اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں شوطار کے منہ میں دے دیں۔ اس نے ایک لمحے جھجک کا اظہار کیا مگر دوسرے ہی لمحے میری سرخ آنکھیں دیکھ کے انگلیوں کے پور اپنے دانتوں سے کاٹنے شروع کر دیے۔ وہ شدید اذیت میں مبتلا تھی اور میری انگلیاں اپنے خنجر دانت سے زخمی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ انگلیوں میں سوراخ ہو گئے اور اس کا منہ میرے خون سے تر ہو گیا۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ خون کے قطرے مسند پر گرنے لگے پھر میں نے گروتا کے سر پر بیٹھا ہوا نیولا جھپٹ کے اٹھا لیا اور اس کے منہ میں اپنی انگلیاں دے دیں۔ مسند پر بھی ساحر زمین بوس ہو گئے۔ مقدس نیولے نے میرا خون چوس لیا اور مدہوش سا ہو گیا۔ میں نے پھر اسے آگ کی نذر کر دیا۔ میرے اس اقدام پر چیخ پکار مچ گئی۔ گروتا کی آنکھیں پھٹ گئیں اور امرتا نے بڑھ

کر میرا کاندھا پکڑ لیا۔ میں نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ ''مقدس جابر بن یوسف!'' خوف سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ''تم نے مقدس جارا کا کو آگ کی نذر کر دیا ہے۔''

''کہاں؟'' میں نے جھنجلا کے کہا۔ ''پیچھے ہٹ جاؤ اور میری عبادتوں میں دخل مت دو۔'' یہ کہہ کر میں نے ہاتھ بلند کیا۔ آگ کے شعلوں سے گزر کے تیولا ناچتا ہوا اچانک مسند پر چڑھا اور میرے پیروں پر جھولتا ہوا شانے پر ایستادہ ہو گیا۔ اس نے اپنے منہ سے شپالی اگل دی اور میرے شانے پر ناچنے لگا۔ وہ سب انگشت بدنداں تھے۔ میری انگلیوں سے اب بھی خون جاری تھا میں نے ہاتھ جھٹک کے خون کے قطرے دائیں طرف چھینٹے شروع کر دیے۔ جہاں جہاں یہ قطرے گرے، وہاں موت نازل ہونے لگی۔ زمین جب ان قطروں سے سیراب ہوئی تو اس نے ایک کروٹ لی۔ دور و نزدیک ایک دہشت انگیز گڑگڑاہٹ ابھری جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور سب کچھ تباہ ہونے کو ہو لیکن میرے ہاتھ سے گرتے ہوئے خون کے قطرے کروٹیں لیتی اور چنگھاڑتی ہوئی زمین میں جذب ہو کے جلتے ہوئے سیال آتشیں مادے کی صورت اختیار کرنے لگے۔ یہ آتش فشاں لاوا رفتہ رفتہ تڑپتے جلتے اور آہ و فغاں کرتے ہوئے انسانوں کے درمیان سے گزرتا میرے اشارے پر دائیں سمت راستہ بناتا بہتا رہا۔ بے شمار لوگ اس کھولتی ہوئی آتش سیال میں تحلیل ہو گئے۔ درمیان میں جو رکاوٹ آئی، وہ سیال چٹ کر گیا اور ایک چوڑی گلی اپنا راستہ بڑھاتی رہی تا آں کہ وہ ایک غار کے سامنے رک گئی۔ سیال مادے کے بہتے ہوئے دریا نے غار کے پتھر سے ٹکرانا شروع کر دیا۔ یہ ایک طویل فاصلہ تھا لیکن مجھے صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک سیدھا اور صاف راستہ۔ ساحروں نے اس گلی میں جھانک کے دیکھا تو لرزہ براندام ہو گئے اور امرتا نے دہشت سے میرا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گرا دیا۔ ''مقدس جابر! انہیں نہیں۔'' وہ بڑبڑانے لگا۔ ''انہیں مت طلب کرو۔ مقدس ریماجن نے انہیں آخر وقت میں آزاد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔''

''اسے ڈر ہے کہ کھلی فضا میں آ کے وہ باغی ہو جائیں گی اور پھر انہیں وہ قابو میں نہیں کر سکے گا۔'' میں نے حقارت سے کہا۔ ''وہ انہیں زنجیریں پہنا کے سمندر میں لے جائے گا۔ جالوش سے اس نے انہیں آزاد فضا میں رہنے اور پابند رکھنے کا عمل کیوں نہیں سیکھا؟''

''ہم انہیں آزاد کر سکتے تھے مگر قبل از وقت یہ خطرہ کیوں مول لیتے۔'' اس نے عاجزی سے میرے قدموں میں سر رگڑنا شروع کر دیا۔

''وہ اب میری تابع ہیں اور میں انہیں انگرو ما کے جشن میں شرکت کی دعوت دے رہا ہوں۔'' میں نے اعتماد کے لہجے میں کہا۔

''اگر وہ آسمانوں میں کوچ کر گئیں تو ہم کبھی سربلند ہو سکیں گے۔ مقدس ریماجن کا عندیہ معلوم کر لو مقدس جابر!''

''ہو۔ ریماجن!'' بے اختیار میں نے نفرت سے کہا لیکن پھر مجھے اپنے لہجے پر قابو ہو گیا۔ ''اس نے مجھے سیاہ و سفید کا مختار بنا دیا ہے۔''

امرتا نہیں مانا بلکہ میرا دایاں ہاتھ پکڑ کے جھول گیا۔ وہ ایک بہت بڑا ساحر اور ریماجن کا نائب تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر وہ گڑگڑانے اور فریاد کرنے لگا نتیجتاً میں نے اپنی ٹھوکر سے اس کا جسم خود سے دور کیا۔ میرا ہاتھ آزاد ہو گیا تھا اور امرتا نے اس کے بعد کوئی جرأت نہیں کی تھی۔

میرے اشارے سے غار کا دہانہ کھل گیا اور سیال مادہ اندر داخل ہو گیا۔ امرتا کو گرونتا اور گورے نے سہارا دے کر اٹھایا اور اب وہ ایک طرف چپ چاپ کھڑا ہو گیا تھا۔ جب سیال مادہ غار میں داخل ہوئے چند لمحے گزر گئے تو میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''کاہو میرے دوست، باہر آ جاؤ اور اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لے آؤ۔ تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے عہد نبھایا۔ راستہ صاف ہے اور کوئی رکاوٹ درمیان میں نہیں ہے۔ تم سیدھے میرے پاس آؤ۔''

انگروما کی ساری آبادی دم بخود تھی۔ میرے آواز دیتے ہی غار سے دھوئیں کے سفید مرغولے برآمد ہونے شروع ہو گئے۔ میرے دونوں ہاتھ انہیں خوش آمدید کہنے کے انداز میں کشادہ تھے۔ یہ دھواں تیزی سے میری بنائی ہوئی گلی میں داخل ہوا اور مسند کے قریب پہنچ کے اس میدان میں جمع ہونے لگا جہاں تھوڑی دیر پہلے سرخ آگ فروزاں تھی اور اس کے کناروں پر انگروما کے خوف زدہ لوگ کھڑے تھے۔ درمیان کا حصہ چٹیل میدان کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ ''خوش آمدید کاہو! خوش آمدید میرے جادواں ساتھیو! یہاں اس میدان میں قیام کرو اور اپنے قدیم جسموں میں آ کے مضطرب ہجوم کو یقین دلاؤ کہ تم ان کے ساتھ ہو اور جابر بن یوسف کے اطاعت گزار ہو۔'' میرے بلیغ اور شائستہ خیر مقدمی بیان کا یہ اثر ہوا کہ غار سے برآمد ہونے والے بادلوں کے یہ گروہ شکلیں بدلنے لگے اور آناً فاناً جیتے جاگتے انسانوں کا ایک اژدہام نمودار ہو گیا۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ میں نے جو وسیع جگہ ان کے لیے بنائی تھی، وہ ہر طرف سے پُر ہو گئی اور بادلوں کا کوئی مرغولہ ایسا نہیں رہا جس نے اپنی قدیم شکل اختیار نہ کر لی ہو۔ وہ سب مجسم ہو گئے تو کاہو سب سے آگے آیا۔ اس کے ہاتھ میں اقابلا کا مجسمہ دبا ہوا تھا۔ فرطِ مسرت سے میرا تمام غضب رفع ہو گیا۔ ''معزز کاہو!'' میں نے سرشاری کے لہجے میں کہا۔ ''تمہارا کام ختم ہوا۔ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ اب میں خود اس مجسمے کی نگہبانی کر سکتا ہوں۔ لاؤ یہ مجھے دے دو۔''

کاہو مسند کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے تعظیم دی پھر دونوں ہاتھوں میں احترام سے اٹھایا ہوا مجسمہ میرے حوالے کر دیا۔ ''اپنی امانت واپس لو مقدس جابر!'' اس نے عقیدت سے کہا۔ ''جاراکا کی روح تم پر مہربان رہے۔ اب میری روح سکون سے اپنے مسکن میں چلی جائے گی۔ مجھے یقین ہے اب تمہیں میری ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''میں تمہارا احسان مند ہوں کاہو! لاشباب میں تمہیں کوئی زحمت نہیں دوں گا۔ تم آسمانوں میں آرام کرو۔ کبھی ہماری ملاقات وہیں ہو جائے گی۔ اس عرصے کے لیے جدائی ہے۔'' میں نے اس کی پیشانی پر اپنا انگوٹھا ثبت کرتے ہوئے کہا اور اقابلا کا مجسمہ اس سے لے لیا۔ انگروما کے لوگوں کے سامنے اقابلا کا مجسمہ اور میری بے تابی ایک خوش گوار بات نہیں تھی۔ میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اسے سینے سے لگایا، اس کی آنکھیں چومیں، اس کے لبوں کو بوسہ دیا اور اقابلا کی رقیب شوطار کو بلا کے مجسمہ اس کے حوالے کر دیا۔ شوطار اسے لیتے ہوئے ہچکچائی مگر میری غضب ناک آنکھیں دیکھ کے سہم گئی۔ اس نے تمام تر احتیاط سے مجسمہ اٹھایا۔ میں نے ایک عمل پڑھ کے اس کے گلے میں ایک مالا ڈال دی جو اس بات کی علامت تھی کہ اب شوطار مجھ سے غداری کی مرتکب نہیں ہو سکے گی اور اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے مجھے خبر ہو جائے گی۔ ساتھ ہی میں نے مجسمے کی مزید حفاظت کے لیے چوبی اژدہا شوطار کی گردن میں ڈال دیا۔ تمام ساحر حیران نظروں سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے کہ میں کون سے عمل پڑھ رہا ہوں۔ کاہو نے آخری بار میرے سامنے عقیدت سے سر جھکایا اور بادلوں کی ہیئت اختیار کر کے آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ روحوں میں اس کی آزادی سے ایک اضطراب سا پیدا ہوا جو میں نے محسوس کر لیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ احتجاج کرتیں، میں اپنے حلق اور سینے کی تمام توانائی کے ساتھ ان سے مخاطب تھا۔ میں نے پُرجلال آواز میں کہا۔

''اے مقدس روحو! تمہاری آزادی بھی قریب ہے۔ اب دنوں اور لمحوں کی بات ہے۔ مجھے زمین پر رہنے کی وجہ سے تمہارے کرب کا اندازہ ہے لیکن ایک بہت بڑے مقصد کے لیے تمہیں زنداں میں بھیجا گیا تا کہ تم ہمارے ساتھ مل کے وہ کارنامے انجام دو جو ہم اپنے جسموں کی قید

میں رہنے کے سبب انجام دینے سے قاصر ہیں۔ تمہاری طاقتیں بالا ہیں کہ تم پر جسم کی قید عائد نہیں۔ زمان و مکاں کی فکروں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے اس لیے کہ میں تمہیں دوبارہ واپس بلانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں، میں تمہیں پنجرے میں بند کر سکتا ہوں اور شدید ترین ایذائیں پہنچا سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس ساحرانہ علوم کے وہ ہتھیار ہیں جو تمہارے پیروں میں زنجیریں ڈال سکیں لیکن میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے تاکہ تم تاریک براعظم کی تسخیر سے پہلے انگرو ما میں ہونے والے یادگار جشن میں شریک ہو سکو اور زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہوئے دلکش یادیں ساتھ لے کے جاؤ، اس طرح تمہارے زنداں میں رہنے کی اذیت کا کچھ تدارک بھی ہو جائے گا۔ تمہیں انگرو ما کے قیام کی وجہ معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ جالوش کے پاس بھی تمہارے ساتھیوں کی ایک بڑی فوج موجود ہے۔ ہمیں اسی لشکر سے مقابلہ کرنا ہے اور جالوش کا غرور توڑنا ہے۔ یہ کام ہم مقدس جارا کا کا کی خوشنودی کے بغیر تمام نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں مژدہ سناتا ہوں کہ ہمیں اس کی تائید حاصل ہے۔ سنا تم نے؟ کیا میری باتیں تم پر واضح ہو رہی ہیں؟''

جواب میں انہوں نے سر جھکا لیے۔

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اور یہ وعدہ کسی عام ساحر کا وعدہ نہیں، جابر بن یوسف کا وعدہ ہے کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تمہیں عزت کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا۔ حالانکہ میں تم سے یہ عہد بہ جبر کرانے کی قوت بھی رکھتا ہوں کہ تمہیں ہمارے شانہ بشانہ جنگ آزما ہونا ہے لیکن میں ایک شریفانہ معاہدہ اپنے اور تمہارے درمیان دیکھنا پسند کرتا ہوں، اس معاہدے کے بعد کسی نے رخنہ اندازی کی کوشش کی تو میری ساحرانہ قوتیں اس کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں گی اور میں تمہیں آزاد کرا کے ہی سکون کا سانس لے سکوں گا۔ کیا تم میری باتوں پر یقین کرتے ہو؟''

ایک ساتھ بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔ ''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

''تمہارا شکریہ کہ تم نے جلد ہی میری بات کا یقین کر لیا اور کسی تردد کا اظہار نہیں کیا۔ آج سے تم میری اطاعت گزار اور میرے حکم کی پابند ہو، کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' میں نے امرتا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں نہیں۔ ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں۔'' انہوں نے یک زبان کہا۔

''تو تم آزاد ہو۔ میں نے انگرو ما کے دروازے تم پر کھول دیے ہیں۔ مجسم ہو جانے کے بعد یقیناً تمہیں بہت سی ضرورتیں ہوں گی۔ سو یہاں جو کچھ ہے، وہ تمہارے لیے ترجیحی طور پر موجود ہے۔ انگرو ما کا یہ جشن جارا کا کا کی مزید حمایتیں اور تائیدیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں شب و روز عبادت اور ریاضت کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنی کامیابی کی دعائیں مانگو اور قربانیاں پیش کرو اور اپنے سردار کی اطاعت کرو کیونکہ وہ جارا کا کا کا محبوب آدمی ہے اور اس کا نام جابر بن یوسف ہے۔ تاریک براعظم میں اس کی آمد دیوتاؤں کی ایما پر ہی ممکن ہوئی ہے۔''

انہوں نے میری تعریف میں دھیمے دھیمے نعرے لگائے۔

میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کیا۔ یکایک مسرت کے شادیانوں کا بھونچال آ گیا۔ ڈھول اور سنکھوں کی آوازوں کا شور گونجا، انگرو ما کے لوگ مسرت سے رقص کرنے لگے۔ مشعلوں کی روشنی میں روحوں کی آمد کا یہ منظر خاصا لرزہ خیز تھا مگر جو خوف شروع شروع میں ان پر مسلط ہوا تھا، وہ

میرے خطاب، روحوں کے مودبانہ ردعمل اور ان کے گھل مل جانے سے یکسر ختم ہوگیا۔ اب وہ روحوں کی پذیرائی میں جوش اور جذبے سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ مسند پر اور اس کے نیچے انگروما کے تمام بڑے ساحروں پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ شاید انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ وہ روحیں میرے احکام کی اس انداز میں تعمیل کریں گی جنہیں انہوں نے عرصے سے زنداں میں محبوس کر رکھا تھا۔ فلورا کا چہرہ میری کامیابی پر تمتمایا ہوا تھا اور وہ میرے قریب کھڑی فخر کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ شوطار، اقابلا کا مجسمہ تھامے ہوئے عجز و انکسار کا پیکر بنی کھڑی تھی۔ روحوں کا یہ جلوس منتشر ہوا اور مشترکہ عبادت گاہ سے ہجوم کے قافلے جانے لگے تو تمام ساحر زمین پر دراز ہوگئے اور انہوں نے پیر پٹخ پٹخ کے اپنی وفاداری اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ان میں امرتا بھی شامل تھا جو تھوڑی دیر پہلے بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ میں نے انہیں اٹھایا اور حکمیہ لہجے میں کہا۔ ''میں تمہاری عقیدتیں قبول کرتا ہوں۔''

''انگروما میں تمہاری آمد مقدس جاراکاکا کی ایما سے ہے۔'' ایک بوڑھے نے اپنی مرتعش آواز میں کہا۔ ''مقدس جابر، اب کوچ میں کیا دیر ہے؟''

میں نے اسے غور سے دیکھا، مجھے وہ آواز ریماجن کی معلوم ہوئی۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''معزز بوڑھے! ایک انتشار ختم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے فتنے کھڑے ہو جائیں۔''

''میں سمجھا نہیں مقدس جابر؟ تمہاری گفتگو ارفع و اعلیٰ ہے۔ از راہ کرم وہ باتیں کرو جو ہماری سمجھ میں آتی ہوں۔'' بوڑھے نے جرأت سے کہا۔

''اب تمہیں مقدس جاراکاکا کی تائید حاصل ہے۔'' میں نے زہر خندہ سے کہا۔ ''اور جالوش کے مجسمے کی تباہی سے نیک شگون مل چکا ہے۔ تم میرے بغیر بھی اقابلا کی زمینوں پر حملہ کر سکتے ہو۔''

''آہ۔'' بوڑھے نے گہری سانس لی۔ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ کاش ایسا ممکن ہوتا مگر وہ سرد آہیں بھرنے لگا۔ ''مقدس جابر تمہارے جیسے بڑے ساحر کے بغیر یہ مہم ممکن نہیں ہے۔''

''تم ایک تجربہ کار شخص ہو بوڑھے لانسی!'' میں نے اس کا نام لیتے ہوئے کہا۔ ''تم جانتے ہو گے کہ اس گریز کا سبب کیا ہے؟ میں ایک عمدہ فضا کا خواہش مند ہوں۔ میں ایک حریص شخص نہیں ہوں۔''

''بے شک۔'' وہ سر ہلا کے بولا۔ ''اسی لیے سب تمہاری تعظیم کرتے ہیں۔''

''تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔''

اس کے جواب دینے کے بجائے امرتا سامنے آیا اور عاجزی سے بولا۔ ''مقدس جابر ہمارے درمیان پہلے سے شرائط طے ہو چکی ہیں۔''

''ہاں۔ لیکن ان شرائط کو تمام و کمال انجام دینے کے لیے میں اس کی جزئیات کے بارے میں تشریحات ضروری سمجھتا ہوں۔''

''میں تمہاری ہر بات ریماجن کو منتقل کرنے کو تیار ہوں۔'' اس نے تیزی سے کہا۔

''لیکن میں براہ راست ریماجن سے مخاطب ہونا پسند کروں گا۔ مقدس روحوں کے سامنے، معزز ساحروں اور عالموں کے سامنے ہم دونوں بہتر تجویزوں پر غور کر سکتے ہیں۔''

فلورا نے اسی لمحے مجھے کہنی مارتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا لہجہ اس قدر شدید نہیں ہونا چاہیے۔''

''سنا تم نے امرتا اور بوڑھے لاسی؟'' میں نے فلورا کی خاطر کسی قدر نرمی سے کہا۔ ''کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ تاریک برِاعظم کی تسخیر کے بعد امن و سکون کی زندگی بسر کرو؟ یاد رکھو کہ ہمارے درمیان ایک چنگاری ایسی موجود ہے جو کسی وقت بھی شعلہ بن سکتی ہے، میں نے اپنے علم و فضل سے اس پر غور کیا ہے ورنہ میں تمام امور سے دست بردار ہوتا ہوں اور انگروما کی زمین ترک کر دیتا ہوں۔ اقابلا کا یہ مجسمہ میرے ساتھ رہے گا اور میرے انگروما سے رخصت ہونے میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا کیونکہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے، وہ اتنا ہی ہے جتنا تمہاری آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔'' یہ کہہ کے میں مسند سے نیچے اتر آیا۔ تمام ساحر اور عالم احتراماً میرے عقب میں لپکے لیکن شوطار اور فلورا کے سوا کوئی میرے برابر چلنے کی ہمت نہ کر سکا۔

انگروما میں جو رنگا رنگ جشن جاری تھا۔ روحوں کی شمولیت کے بعد اس میں اور گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ میں شوطار اور فلورا کے ساتھ گروتا کے پختہ مکان میں چلا آیا اور وہاں مشاورت کے وسیع میدان میں، میں نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ انگروما کی منتخب عورتیں میرے روبرو حاضر کریں، رقص کا اہتمام کیا جائے اور جتنی لذیذ غذائیں ممکن ہوں، فراہم کی جائیں اور جتنے مشروبات انگروما میں ایجاد کیے گئے ہوں، وہ پیش کیے جائیں۔ احکام دینے کے بعد میں نے فلورا کو ایک طرف، شوطار کو دوسری طرف اور اقابلا کا مجسمہ درمیان میں رکھ کے پیر پھیلا دیے۔ وہ دونوں میرے سر کے بال اپنی انگلیوں سے ترتیب دینے لگیں اور میرا جسم صاف کرنے لگیں۔

ابھی زبان سے یہ حکم ادا ہی ہوا تھا کہ انگروما کی لطیف اور حسین دوشیزاؤں کا ایک طائفہ ایوان میں داخل ہو گیا اور غلام انواع و اقسام کی غذائیں اور مشروبات لے کر حاضر ہو گئے۔ دوشیزاؤں نے ایوان میں چاروں طرف پھول بکھیر دیے اور تتلیوں کی طرح ادھر ادھر پھدکنے لگیں۔ رات کے آخری پہر تک رقص و نشاط کا یہ میلہ لگا رہا۔ ان میں قصرِ اقابلا کی سدا بہار دوشیزائیں بھی تھیں، جن کے بدن سرخ اور گلابی تھے اور سیاہ فام لڑکیاں بھی تھیں جن کے بدن مشعلوں کی روشنی میں ارغوانی شراب کے کٹورے معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے مشترکہ عبادت میں آج رات ہی میرا جلال دیکھا تھا۔ میری ضیافتِ طبع کے لیے وہ اپنے تمام ہنر آزما رہی تھیں۔ میں نے عورتوں اور شرابوں کا یہ بازار دانستہ جمایا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ صبح ہونے سے پہلے ان کا کوئی ہرکارہ آئے گا اور وہ نئی صورتِ حال کے مطابق گفت و شنید کا آغاز کریں گے۔ گو مجھے خود جلد سے جلد نوری کی سرزمین پر پہنچنے کا اشتیاق تھا۔ میں اقابلا سے اپنی طاقتوں کی داد پانے اور اس کی خوشبو سونگھنے کا آرزومند تھا۔ ایسی خوشبو جو کسی دوشیزہ کے بدن میں نہیں ہوتی۔ اسے دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں۔ یہ بیان کرنا ممکن نہیں کہ کن نشہ انگیز خوابوں میں دن کٹ رہے تھے۔ نگاہ میں اس کے جمال کی تجسیم کا تصور ابھرتا۔ اس کا خیال آتا تو ایک سنسنی سی جسم میں دوڑ جاتی۔ نس نس میں درد ہونے لگتا۔ سوچتا رہتا، جب ان تمام معرکوں اور ہنگاموں کے بعد اس سے ملاقات ہوگی تو اس اعزاز کے وقت اوسان کیسے بجا رکھ سکوں گا۔ سرنگا، سریتا، فروزیں، جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد اور شراڈ جب اپنے رفیق کی یہ قدر و منزلت، یہ عروج دیکھیں گے اور پہلی بار انہیں اس طلسمی جال سے باہر نکلنے کی امید نظر آئے گی تو مسرت سے مر نہ جائیں گے؟ میں وہ تماشائی نظریں دیکھنے کے لئے بے قرار تھا جو میری جدوجہد کا حاصل تھیں اس التوا سے ان تمناؤں کے بر آنے میں تاخیر ضرور ہوگی مگر اب محفوظ، بہتر اور نتیجہ خیز صورتِ حال سامنے آنے والی تھی۔ اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ اس کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔ بہر حال میں نے ایک جوا کھیلا تھا۔ اپنی زندگی کا سب سے خطرناک جوا اس حقیقت کے عرفان کے باوجود کہ میں نے بچشم خود ریاجن کے طلسمی علاقے میں اس کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا مجھے امید تھی، وہ صرف ایک ساحر ہی

نہیں ہے بلکہ سوچنے سمجھنے کی بڑی قوت بھی رکھتا ہوگا۔ وہ یہ موقع ہاتھ سے گنوا کر اامحدود وقت کے انتظار میں سرنہیں کھپائے گا۔ کوئی بھی حکمران گرم مزاجی سے طویل مدت تک لوگوں پر حکومت نہیں کرسکتا۔ ایک عظیم ساحر کے علاوہ میں اس سے ٹھنڈے دل ودماغ اور معاملہ فہمی کی توقع رکھتا تھا۔ روحیں کھلی فضا میں آچکی تھیں اور میرے احکام کی تابع تھیں۔ اقابلا کا مجسمہ میرے پاس محفوظ تھا۔ جالوش کے مجسمے کی تباہی میرے ہاتھوں ہوئی تھی۔ ایک نامعلوم طاقت سرنگا کی دیوی میری پشت پر موجود تھی۔ مجھ میں اقدام جرأت اور بروقت فیصلوں کی خوبیاں تھیں۔ میں ہتھیلی پر اپنا سر رکھے انگروما میں گھومتا رہتا تھا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں تھی کہ ریماجن غضب ناک ہونے کے بجائے مجھ سے عہد وپیان کی تجدید پر مائل نہ ہو۔

میری توجہ باہر ہی کی طرف مرکوز تھی۔ ایوان میں رقص وسرود کا نظارہ صرف میری آنکھیں کررہی تھیں، باطنی آنکھیں باہر کا حال دیکھ رہی تھیں۔ ان ساحروں کی کشمکش کا مجھے بخوبی علم تھا جو ریماجن کے قریب کے لوگوں کو مفاہمت پر اکسا رہے تھے۔ میرے لیے باہر کا یہ منظر اندر کے ہوش ربا منظر سے زیادہ دلچسپ تھا۔ انگروما میں اس وقت تاریک براعظم کی قسمت کے متعلق ہنگامی فیصلے ہورہے تھے اور میرے سامنے رقص کی محفل گرم تھی۔ فلورا اور شوطار مجھے اپنی قربتوں کا گداز بخشنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کررہی تھیں، جب رقص شباب پر تھا تو میں نے اشارے سے اچانک یہ محفل درہم برہم کردی۔ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہوگئیں۔ ”میں نے سرد مہری سے کہا۔

”کیا ہوا؟“ فلورا نے چونک کر پوچھا۔

”وہ آرہے ہیں۔“ میں نے سرد مہری سے کہا۔

”کون؟“ وہ حیرانی سے بولی۔

”وہی مضطرب لوگ، انگروما کے ساحر، ریماجن کے نمائندے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور آج کوئی فیصلہ ہوجائے گا۔“

”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔“

”نہیں۔“ میں نے سرگوشی میں جواب دیا۔ ”تم ڈر جاؤ گی۔“

”اب ڈرنے کے لیے مزید کیا رہ گیا ہے؟ وہ تم سے زیادہ خطرناک تو نہیں ہوگا۔ مجھے اس محفل میں شرکت کرکے لطف آئے گا۔“ وہ اصرار کرنے لگی۔ ”شاید میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے حجت مناسب نہیں سمجھی۔ فلورا اور شوطار کو ساتھ لے جانے میں میری بے نیازی اور بے پروائی کا اظہار ہوتا تھا۔ ایک غلام نے لمحے بھر بعد آکے وہی کہا جس کا اشارہ میں نے فلورا سے کیا تھا۔ میں نے امرتا کو اندر آنے کا حکم دیا۔ اس کی آمد پر ایوان میں شوطار، فلورا اور صرف میں رہ گیا۔ رسمی احترام کے بعد امرتا نے درخواست کی کہ میری خواہش کے مطابق ریماجن اپنے نائبین کے ہمراہ مجھ سے گفتگو کے لیے آمادہ ہے۔ میں نے محل وقوع نہیں پوچھا، شوطار نے پھرتی سے اقابلا کا مجسمہ اٹھایا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑا اور ایوان سے باہر نکل آیا۔ امرتا نے فلورا اور شوطار کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم شراب کے نشے میں مدہوش ناچتے گاتے لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ ہمیں کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ ہم نے ان عالموں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

ابھی ہم بستی سے نکلے ہی تھے کہ مجھے سرنگا کی دیوی کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔ امرتا نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ برق رفتاری سے اس پر خنجر پھینکنے کے لیے پر تول رہا تھا مگر میں نے چیتے کی طرح جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دیوی لمحوں میں اوجھل ہو گئی۔ امرتا زمین پر میرے بوجھ کے نیچے دبا ہوا اپنی جسارت کی معافیاں مانگ رہا تھا۔ فلورا کی ایما پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد امرتا کی نظریں زمین سے نہیں اٹھیں۔ جلد ہی ہم گہرے اندھیروں میں لپٹی ہوئی ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ جہاں اندر مدھم روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ اور چمگادڑیں پھڑک رہی تھیں۔ بھانت بھانت کے پرندوں نے ہماری آمد پر اچانک شور مچانا اور پھڑ کنا شروع کر دیا تھا، جیسے ہم بہت ناپسندیدہ لوگ ہوں۔ فلورا سہم کر مجھ سے چپک گئی البتہ شوطار ثابت قدمی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اقابلا کا مجسمہ ابھی تک اس کے سینے پر چمٹا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ کسی لمحے میرا ہاتھ نہ چھوڑے۔ عمارت میں جاتے ہی میرے تمام حواس پوری طرح مستعد ہو گئے تھے اور میں نے اپنی تمام آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔ ریماجن کے اس تاریک اور ہیبت ناک طلسم خانے میں بے شمار کمرے تھے۔ فلورا اگر میرے ساتھ نہ ہوتی تو کب کی بے ہوش ہو گئی ہوتی یا مر چکی ہوتی۔ میں نے اسے سنبھالے رکھا۔ امرتا کمروں کے ایک سلسلے سے گزار کے مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا جہاں طاقوں میں مورتیاں نصب تھیں اور چھوٹے چھوٹے چراغ جل رہے تھے۔ اس کے باوجود روشنی لرز رہی تھی اور اندھیرا سا طاری تھا۔ پتھروں کے بڑے ٹکڑے پر چار عمر رسیدہ شخص تھے۔ انہیں میں اچھی طرح جانتا تھا میرے اندر داخل ہونے کے بعد وہ اپنی جگہوں سے اٹھ گئے اور پیچھے سے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ ”جابر بن یوسف کے لیے تمام احترام واجب ہیں۔“ ان میں سے ایک بولا۔

”ساتھیو! مگر ریماجن کہاں ہے؟“ میں نے دلیری سے کہا اور یہاں بھی ریماجن کے نام کے ساتھ مقدس کے لفظ کا اضافہ نہیں کیا۔

”وہ یہیں موجود ہے۔“ ان کے لہجوں میں طنز تھا۔

”خوب!“ میں نے بگڑ کے کہا۔ ”کیا وہ چھپا ہی رہے گا؟“

”مقدس جابر!“ اسی شخص نے سلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ ”ہمارے درمیان پہلے سے ایک معاہدہ ہو چکا ہے اور مقدس ریماجن اس پر قائم ہے۔“

”کیا میں یہاں سے واپس چلا جاؤں؟“ میں نے غصے سے کہا۔ ”میں ریماجن کی موجودگی میں بات کرنا پسند کرتا ہوں۔“

انہوں نے میرے تیوروں کی تلخی کا اندازہ کر لیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اسی وقت سامنے کی دیوار شق ہوئی اور ایک نیم شیم دیو زاد نمودار ہوا۔ وہ ریماجن تھا۔ وہ سب احتراماً اٹھ گئے۔ فلورا اور شوطار نے بھی اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے انہیں جبراً بیٹھے ہی رہنے دیا۔ وہ سامنے کے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ ”جابر بن یوسف!“ اس کی بھاری بھرکم آواز گونجی۔ ”ریماجن تمہاری عظمتوں کا قائل ہے۔“

”ریماجن!“ میں نے اسی کے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ”جابر بن یوسف بھی تمہاری عظمتوں کا قائل ہے۔“

ریماجن نے میری بات سکون سے سن لی اور اپنے ایک نائب کو اشارہ کیا جو وہیں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ ”ہم تمہیں پوری حفاظت کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے اور دیوتا اس معاہدے کے گواہ ہوں گے۔“

میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔ وہ بری طرح خوف زدہ تھی۔ میں نے اس کی تقویت کے لیے اس کا ہاتھ تھامے رکھا تھا۔ ”جواب

دو۔" میں نے گرج کے اسے حکم دیا۔

"ہمیں تمہارے ہر وعدے کا یقین ہے کیونکہ وعدوں کے گواہ دیوتا ہیں لیکن اس نازک مرحلے پر ہمارے تمہارے درمیان اسی ذیل میں مزید تفصیلات پہلے سے طے ہو جائیں تو یہ مناسب اقدام ہوگا۔" فلورا نے غیر معمولی انداز میں اپنے لہجے میں قابو پالیا تھا۔

"ہم انہیں جاننا چاہیں گے۔" ریماجن کے ترجمان نے کہا۔

"ہماری خواہشیں زیادہ نہیں ہیں لیکن چند موٹی موٹی باتیں تمہارے گوش گزار کیے دیتے ہیں۔" فلورا نے اس بار ادب سے کہا۔" تاکہ تم اس پر سوچ کے عمدہ فیصلے کر سکو۔ ہماری خواہش ہے کہ تاریک براعظم میں جالوش کے زوال کے بعد، اقابلا ہی سربراہ رہے اور ہم آپس میں جزیرے تقسیم کرلیں۔ جن پر ایک حصے میں مقدس ریماجن، دوسرے میں مقدس جابر، جالوش کی حیثیت میں تمام امور حکومت کی نگرانی کریں۔ مقدس جابر دو تہائی جزیرے مقدس ریماجن کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن توری کا جزیرہ جابر بن یوسف اپنے ہی تصرف میں رکھے گا۔ اس کے سوا ریماجن کو انتخاب کا پورا حق حاصل ہے۔ اس امر کی وضاحت کر دی جائے کہ جزیروں کی تقسیم تاریک براعظم کے پُراسرار علاقے کی تقسیم نہیں بلکہ اقابلا کی سربراہی میں دو ممتاز شخصیتوں کے اختیار کی تقسیم ہے۔ یہ کام خالص دوستانہ فضا میں انجام دیا جائے گا۔"

میں نے دیکھا کہ ریماجن نے سر اٹھا کے فلورا کی طرف غور سے دیکھا اور مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ فلورا نے اس کی سرخ انگارا آنکھوں سے کوئی تاثر قبول نہیں کیا بلکہ اپنا بیان جاری رکھا۔ اس نے رک کر پوچھا۔" کیا اس نکتے کی وضاحت کی ضرورت ہے؟"

ساحروں کی آنکھیں ریماجن کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ اس نے بے پروائی سے ہاتھ اٹھایا۔" بیان جاری رہے۔" ایک بوڑھے نے فلورا سے کہا۔

"پہلے نکتے کی وضاحت کے بعد ہماری دوسری اور آخری خواہش مقدس ریماجن کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔" فلورا نے حکمت سے کہا۔" ہم نے طے کیا ہے کہ توری کے بجائے سب سے پہلے بیترنار میں جالوش کے طلسمی علاقے پر حملہ کیا جائے کیونکہ ہمارا اصل ہدف جالوش ہی ہے۔ جب تک ہم اس کی سحرگاہ پر قبضہ نہیں کریں گے، ہم اپنے مقصد میں دیر سے کامیاب ہوں گے۔" فلورا یہ کہہ کے رک گئی اور ساحروں خصوصاً ریماجن کو مخاطب کر کے بولی۔" ہم نے اپنی خواہشیں پیش کر دی ہیں۔ انہیں شرائط کہہ کے مقدس جابر کے خلوص نیت پر شبہ نہ کیا جائے۔ ہم مقدس ریماجن اور اس کے ساتھیوں کو ہمہ وقت بہترین تعلقات کا یقین دلاتے ہیں، ہماری طرف سے ہمیشہ کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ آخر میں مقدس جابر کی طرف سے میں یہ کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ ہم نے مسلسل غور و فکر کے بعد یہ تجویزیں پیش کی ہیں۔ سو جو کچھ سوچنا ہے، وہ اسی ذیل میں سوچنا چاہیے۔ ہاں اگر مشورہ پیش کیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔" میں نے فلورا کا ہاتھ کھینچ لیا، وہ میرے پہلو میں دبک کے بیٹھ گئی اور کمرے میں غیر معمولی سکوت چھا گیا۔

میں نے فلورا کو پھر اٹھایا۔ وہ کھڑی ہو کے بولی۔" مقدس ریماجن اور اس کے ساتھیوں کے پاس ہماری خواہشوں پر سوچنے کے لیے وقت پڑا ہے۔ ہمیں اپنے فیصلے سے کسی بھی وقت مطلع کر دیا جائے۔ اسی وقت ہم سمندر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر تاریک براعظم ہمارا ہوگا۔

اس کی تمام عبادت گاہوں پر ہمارا تسلط ہوگا۔ اس کی عورتیں ہمارے استقبال کے لیے اپنی زلفیں زمین پر بچھائیں گی۔"

فلورا خاموش ہوگئی تو میں نے ریماجن کے چہرے پر کچھ پڑھنے کی کوشش کی مگر وہ ایک بے نقش ستون تھا۔ پھر وہاں قبروں کا سناٹا چھا گیا اور ساحر ایک پتھر پر لکیریں بناتے اور انہیں مٹاتے رہے۔ ریماجن بغور یہ لکیریں دیکھتا رہا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مستقبل میں جھانکنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور انہیں کوئی واضح جواب نہیں مل رہا ہے۔ میں اس سکوت سے اکتا گیا اور اچانک کھڑا ہو گیا۔ "مقدس ریماجن!" فلورا نے میرے اٹھتے ہی کہا۔ "ہم جا رہے ہیں تاکہ تمہیں غور کرنے کا وقت مل جائے۔ مقدس جابر بن یوسف کی جانب سے تمہارے لیے بہترین تمنائیں۔ اس کی دعا ہے کہ جاراکا کا تم پر مہربان رہے اور تم ایک بہتر فیصلہ کر سکو۔"

ہم وہاں سے اٹھنے لگے۔ دروازہ بند تھا۔ امرتا میری طرف لپکا۔ میں نے اسے وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے، یہ دروازہ ہم پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ شاید ہم کبھی باہر نہ جا سکیں مگر یہ کمزور خیال ہوا کے مانند آیا اور گزر گیا۔ مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آئی۔ میری ایک وحشت اثر نظر سے دروازے کے پٹ کھل گئے لیکن ابھی ہم نے باہر جانے کے لیے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ آواز آئی۔ "ٹھہرو!" میں نے بہ عجلت مکمد شوطار کو اندر کھینچ لیا اور دروازے پر کھڑے ہو کے وضاحت طلب نظروں سے انہیں دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ مقدس جابر!" ایک بوڑھے کی شفیق آواز ابھری اور اس نے ایک ایک قدح میرے، شوطار اور فلورا کے ہاتھوں میں دے دیا۔

"توری کا علاقہ تمہارے تصرف میں رہے گا مگر اقابلا کی سربراہی کا مطلب یہ ہے کہ اقابلا کا قصر ایک آزاد علاقہ رہے گا جہاں مقدس جابر اور مقدس ریماجن دونوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔"

"بے شک!" فلورا نے مستعدی سے جواب دیا۔

"اور اقابلا کو اس معاہدے میں مزید کسی ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ وہ بے چون و چرا ہمارے درمیان ہونے والی تقسیم کا خیر مقدم کرے گی۔"

"یقیناً۔" فلورا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "حالانکہ اس کی حیثیت ایک حکمراں کی ہوگی اور اسے اقتدار اعلیٰ حاصل رہے گا لیکن وہ ہمارے آپس کے معاملوں سے بے نیاز اپنے بلند مقام پر فائز رہے گی۔ اس کا احترام ہم سب کے لیے مقدم ہوگا کیونکہ وہ مقدس جاراکا کا کی نمائندہ ہے۔"

"کیا تمہارا مدعا یہ ہے کہ وہ تنازعے جو مقدس ریماجن اور مقدس جابر کے درمیان ہوں گے اس میں وہ خاموش رہے گی یا ثالث کا کردار ادا کرے گی۔"

"ہم اس سے یہی درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے معاملوں میں دخل نہ دے تاوقتیکہ ہم خود اس سے ثالثی کی گزارش نہ کریں۔"

"اور اگر اس نے ہمارا مطالبہ درخور اعتنا نہ سمجھا؟"

"معزز ساحرو!" فلورا نے مسکرا کے کہا۔ "یہ معاہدہ انگروما کے مقدس ساحر ریماجن اور پندرہ جزیروں، سوالہ قبیلوں کے سردار، عظیم ساحر مقدس جابر بن یوسف کے مابین طے پا رہا ہے لیکن اسے مقدس جاراکا کا کی تائید حاصل ہے۔ اس کی حمایت کے بغیر نہ ہم تاریک براعظم کی تسخیر کا

خیال کر سکتے ہیں، نہ اس زمین کے مفاد کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں۔ ہمیں یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انگروما کے لوگوں کو پہلی بار ان کی خوشنودی کا اشارہ ملا ہے اور کوئی عجب نہیں کہ اسی نے مقدس جابر کو انگروما میں بھیجا ہو۔ مقدس اقابلا مقدس جارا کاکا کی شہادت کے ساتھ ہونے والے ہر معاہدے کا خیر مقدم کرے گی۔ اس کا اقتدار بہر حال محفوظ رہے گا۔ سو وہ غیر ضروری دخل اندازی سے خود بخود گریز کرے گی۔''

وہ سب گہری سوچوں میں گرفتار ہو گئے ہم نے اس دوران میں ان کے پیش کیے ہوئے قدح سے اپنے گلے تر کر لیے۔

''تمہیں مطلع کر دیا جائے گا۔'' ریماجن نے ہاتھ اٹھایا تو ایک بوڑھے نے کہا۔

''ہم انتظار کریں گے۔'' فلورا نے خوش دلی سے جواب دیا۔ ہم نے دوبارہ دروازے سے باہر نکلنے کی ٹھان لی۔ میری عجلت کی وجہ یہ تھی کہ میں ریماجن سے اس مسئلے پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خود اس کی خواہش بھی یہی ہونی چاہیے تھی کہ وہ مزید الجھنوں میں نہ پڑے۔ انتظار کرنے کی یہ مہلت ایک رسمی عذر تھا۔ ریماجن نے یہ عذر بھی مسترد کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے ہم سے دوبارہ بیٹھنے کی درخواست کی۔

''جابر بن یوسف!'' دفعتاً ریماجن کی آواز کمرے کے در و بام میں گونجنے لگی۔ وہ اچانک جوشیلے انداز میں میرے قریب آیا اور اس نے اپنی کہنی سے میری کہنی ٹکرائی اور میری پیشانی کا بوسہ لیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس نے میرے بالوں پر بزرگانہ طور پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے بھی عجلت کی۔ اس کے ساتھ یہی عمل دہرایا۔ اس نے میرے دونوں کان پکڑ کے سر ہلایا میں نے بھی اس طرح جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھی کھڑے ہو گئے۔ ''میں تمہیں ایک شاگرد سے زیادہ ایک دوست سمجھتا ہوں۔'' ریماجن نے اپنے کھردرے لہجے میں کہا۔

''اور میں بھی تمہیں اپنے اتالیق سے زیادہ اپنا دوست سمجھتا ہوں۔'' میں نے برجستہ جواب دیا۔ گو اس جواب سے میں خود مطمئن نہیں تھا۔ جوابات بہت سے ذہن میں تھے مگر اس وقت اس سے زیادہ موزوں کوئی نہیں تھا۔

''تم ایک لائق ضدی بچے ہو۔'' ریماجن نے گرج سے کہا۔

''اور تم ذہین مگر زیرک بوڑھے ہو۔'' میں نے مسکرا کے جواب دیا۔

یہ موقع اس کے ہنسنے کا تھا مگر وہ شاید ہنسنا نہیں جانتا تھا۔ اس کی شکل آدمیوں سے مشابہ ضرور تھی مگر وہ اپنے رنگ ڈھنگ سے آدمی کا بچہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ''آؤ مقدس جابر بن یوسف! ادھر بیٹھ جاؤ۔ ہم اچھے دنوں کے تغیر میں جارا کاکا کو گواہ بنا کے معاہدہ سر انجام دیتے ہیں۔''

ہم سب گول دائرے کی شکل میں کمرے کے بیچوں بیچ بیٹھ گئے۔ ساحروں نے درمیان میں ایک بڑا پتھر رکھا۔ پتھر کے ارد گرد چراغ جل رہے تھے۔ انہوں نے پہلے تو چند عمل پڑھے اور اپنی انگلیاں میرے اور ریماجن کے منہ میں ڈال دیں اور جلتے ہوئے چراغوں سے انہیں جلا دیا۔ پھر انہی جلتی اور دھواں دیتی ہوئی سیاہ انگلیوں سے پتھر پر لکیریں بنانی شروع کر دیں۔ یہ کوئی باقاعدہ زبان نہیں تھی لیکن یہی لکیریں طلسمی معاہدوں کے دستاویزی ثبوت سمجھی جاتی تھیں۔ ان کی رمز سے میں بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ وہ جو کچھ لکھتے رہے، میں اسے دیکھتا رہا اور میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس پتھر پر نقش کندہ کرنے کے بعد ہم سب کی نسوں سے خون لے کے اس پر بطور دستخط ثبت کیا گیا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی پتھر کے آگے رکھ دی گئی۔ ہم دونوں نے حلف کے طور پر معاہدے کی موٹی موٹی شقیں دہرائیں پھر ہم سب نے مخصوص قسم کی عبادتیں کیں اور ریماجن نے پتھر کو احترام

سے بوسہ دیا۔ میں نے فوراً اس کی تقلید کی۔ ان رسموں سے فراغت کے بعد ریماجن ایک کونے میں کھڑا ہو گیا اور مختلف انداز میں اپنے ہاتھوں اور پیروں کو جنبش دینے لگا۔ ساحروں نے اس کے اور میرے ہاتھوں میں آہنی کڑے ڈال دیئے۔ جن سے یہ مراد تھی کہ مجھ میں اور ریماجن میں دوستی کا گہرا رشتہ موجود ہے۔ ہم دونوں نے اپنے خون میں غسل دے کے جاراکا کی کھوپڑیاں بدل لیں۔ آخر جانبین کی طرف سے غیررسمی طور طریق کا اظہار ہونے لگا۔ ریماجن نے متبرک شراب کے چند چھینٹے مجھ پر اور میں نے اس پر اچھالے اور دو چھوٹے زہریلے سانپ مشعلوں کی لو میں جلا دیئے گئے۔ ہمارے رخصت ہونے کے وقت ماحول کی پُراسراریت بڑی حد تک ختم ہو گئی تھی لیکن گفتگو سے زیادہ سارا وقت، معاہدے کی پاسداری کے لیے محیر العقول رسمیں انجام دینے میں گزر گیا تھا۔ ریماجن نے دروازے پر فلورا کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا اور اس کی پیشانی پر بوسہ چسپاں کر دیا۔ اس نے جن نظروں سے فلورا کو دیکھا تھا، وہ مجھے پسند نہیں آئیں۔

صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ تاریک براعظم کے مستقبل کے بارے میں ایک اہم ترین فیصلہ کرنے کے بعد ہم بستی کی طرف واپس آ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ساحر بھی تھے جنہوں نے کامدھے پر معاہدے کا پتھر اٹھایا ہوا تھا۔ سمندر میں ہم نے اسے غرق کر دیا اور بستی میں نقارے بجوا دیئے کہ جشن ختم کیا جائے اور ایک بار پھر مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا جائے۔ سورج چڑھنے سے پہلے سارا انگرو ما ساحل سمندر پر پہنچ جائے۔

☆==========☆==========☆

دجال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کا شاندار انداز بیاں۔ شیطان کے پجاریوں اور پیروکاروں کا نجات دہندہ شیطان کا بیٹا۔ جسے بائبل اور قدیم صحیفوں میں بیسٹ (جانور) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ انسانوں کی دُنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ ہمارے درمیان پرورش پا رہا ہے۔ شیطانی طاقتیں قدم قدم پہ اسکی حفاظت کر رہی ہیں۔ اسے دُنیا کا طاقتور ترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانستہ جو بھی شیطان کے بیٹے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

دجال...... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دُنیا کا ماحول دجال کی آمد کے لیے سازگار بنا رہے ہیں؟ دجالیت کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجال کس طرح اس دُنیا کے تمام انسانوں پر حکمرانی کرے گا؟ 666 کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے کتاب گھر پر دستیاب ہیں۔

انگروما کی آخری رقت انگیز اور لرزہ خیز عبادت کے بعد سب کا رخ ساحل کی جانب تھا۔ ریماجن نے معاہدے کی تکمیل میں جو تیزی دکھائی تھی۔ اس نے مجھے سوچنے سمجھنے پر اکسایا ضرور مگر اب غور وفکر کا وقت گزر گیا تھا۔ میری طرح فلورا اور شوطار بھی سوچوں میں غرق تھیں۔ میں تمام ہجوم کی کمان بھی کرتا جاتا تھا۔ ساحل پر لاتعداد کشتیاں کھڑی تھیں۔ انگروما کا ہر فرد موجود تھا۔ صرف ریماجن نہیں تھا۔ ریماجن بھی جالوش کی طرح عام نظروں سے دور رہتا تھا۔ ساحل پر یہ اجتماع عظیم ہو گیا تو میں نے ان کے سامنے ایک مختصر تقریر کی اور کہا۔ "دوستو! زندگی یا موت۔ تمہارے پاس تیسرا راستہ نہیں ہے۔ چلو اور جتنے منتر تم نے سیکھے ہیں، جالوش کے عیش پرست اور بزدل ساحروں پر آزماؤ۔"

سمندر میں کشتیاں اتار دی گئیں اور لمحوں میں دور دور تک کشتیوں کا جال بچھ گیا۔ یہ ایک بہت بڑی فوج تھی مگر تاریک براعظم کے مقابلے میں بہت کم۔ میری کشتی میں شوطار اور فلورا بیٹھ گئیں اور اقابلا کا مجسمہ کشتی کے بیچوں بیچ حفاظت سے رکھ دیا گیا۔ کشتیاں ابھی تک سمندر میں کھڑی میرے حکم کی منتظر تھیں۔ میرے قریب چاروں طرف برگزیدہ لوگوں کے بجرے جمع تھے۔ میں نے آخر وقت میں پلٹ کر انگروما کی سرسبز زمین دیکھی۔ سارا جزیرہ سنسان پڑا تھا۔ میرا تذبذب دیکھ کے فلورا نے سرگوشی کی۔ "جابر! کیا تردد درپیش ہے؟ کیا ہم نے کوئی غلط قدم اٹھالیا ہے؟ کیا تم مطمئن نہیں ہو؟"

"نہیں۔" میں نے اپنے خیالوں سے چونکتے ہوئے کہا۔ "ہم نے اپنی دانست میں بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔"

"سو اب سوچنا اور مزید اندیشے پرورش کرنا بے سود ہے۔ روانگی کا حکم جاری کرو۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ موت ہر تنازعے کا حل ہے اور تمہارے پاس اپنا خنجر محفوظ ہے، یہ فیصلہ تو تم کسی وقت بھی کر سکتے ہو۔"

فلورا کا جوش دیکھ کے میں حیران رہ گیا۔ میں نے شوطار کی طرف دیکھا، وہ ابھی تک خاموش رہی تھی۔ میری جنبش نگاہ پر وہ کھڑی ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھ شاہانہ وقار سے اٹھا دیے اور شہزادیوں کی طرح حکم دیا۔ "چلو ساتھیو! اپنے قدیم دشمنوں کی طرف چلو۔ سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھتے رہو اور اپنے تمام ہنر اپنے ذہن میں تازہ کرتے رہو۔"

شوطار کے اعلان کے بعد سمندر میں جیسے طوفان آ گیا۔ میلوں لمبے اور چوڑے فاصلے میں کشتیاں اس انداز سے ترتیب دی گئی تھیں کہ سب سے آگے برگزیدہ لوگ تھے، وہ دعائیں پڑھتے جاتے تھے۔ ان کے پیچھے انگروما کے عام آدمی تھے۔ درمیان میں میری کشتی تھی جس کے اردگرد تمام بڑے ساحروں کی کشتیاں تھیں۔ پیچھے پھر آگے والی ترتیب تھی۔ ہر طرف چیخ پکار مچی ہوئی تھی۔ انگروما کے سرکش لوگ اپنے اپنے نیزے سروں پر اٹھائے جارا کا کے نعرے لگا رہے تھے۔ ان کے ولولے دیدنی تھے ہر شخص بپھرا ہوا نظر آ رہا تھا اور سر کٹانے کے لیے قطعی آمادہ تھا۔ ہم نے جلد ہی وہ طلسمی دیوار عبور کرلی جو انگروما کے ساحروں کا سب سے بڑا کارنامہ تھی۔ وہ اپنے جزیرے کے لیے ہمہ سمت ایسا حصار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ جالوش اور اقابلا کی نظریں اس پار دیکھنے سے قاصر تھیں۔ یہی ان کا کمال تھا۔ جالوش نے کئی بار انگروما پر لپٹا ہوا طلسمی پردہ چاک کرنے اور اسے تہس نہس کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ہر بار وہ اس پردے سے صرف ٹکرا کے رہ گیا تھا۔

ادھر انگروما والے اپنی چہار دیواری کے اندر اس کے خلاف نفرتیں پکاتے۔ بغاوتیں ابھارتے اور فوج جمع کرتے رہے۔ انھوں نے بے مثال تحمل کا مظاہرہ کیا۔ کتنے ہی ساحروں کو تاریک براعظم سے اغوا کر لیا۔ جالوش کے ستم رسیدہ لوگوں کو پناہ دی اور خاموشی سے اپنی طاقت بڑھاتے

رہے۔ انہوں نے تاریک براعظم پر متعدد حملے کیے مگر ان کا حملہ مزید ساحروں عالموں اور عابدوں کے اغوا پر منتج ہوا کیونکہ وہ اس سے زیادہ کوئی نتیجہ حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ آج پہلی بار وہ میری سرکردگی میں اپنی پوری طاقت اپنے تمام علم وفضل، اپنی تمام آرزوؤں کے ساتھ بینرنار میں جالموش کے آسیبی علاقے کی طرف گامزن تھے۔ کشتیوں کا کارواں تیزی سے منزلیں سر کر رہا تھا۔ اگر وہاں کی سحر زدہ فصیل عبور کرنے کے بعد جالموش کو ہماری یلغار کا پتہ چل گیا ہوگا اور تاریک براعظم میں بڑے پیمانے پر یہ حملہ روکنے کی تدبیریں کی جارہی ہوں گی۔ میں سوچ رہا تھا، جب جالموش کو اس کا علم ہوا ہوگا کہ میں اس کے دشمنوں کی کمان سنبھالے ہوئے ہوں تو وہ یہ تماشا کتنا آسان سمجھ رہا ہوگا کہ یہ میں ہوں اور یہ سب کچھ واقعی ہو رہا ہے۔ اس سحر وافسوں کی زمین پر آنے والے ایک بدنصیب قافلے کا نوجوان بہت بڑے لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ مجھے اپنے تمام دن اور راتیں، ایک ایک لمحہ یاد آ رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب سب کچھ سمٹ رہا ہے اور نتیجہ نکلنے کو ہے۔ اب وہ درخت پھل دینے کو ہے جس کی آب یاری تیز وتند ہواؤں اور طوفانوں سے بچانے کے لیے کی گئی تھی۔ بینرنار کا فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ میں جس طرف دیکھتا تھا۔ جالموش کے خون کے پیاسے سمندر پر کود پھاند کر رہے تھے۔ میں بینرنار کی زمین قریب آتے وقت گرد وپیش سے بے خبر ہو گیا اور میں نے سب سے پہلے اقابلا سے معذرت چاہی۔ اس کی خدمت میں اپنا شوق، اپنا جنون پیش کیا۔ پھر میں نے اپنے ہندی دوست سرنگا سے رابطہ قائم کیا کہ وہ اپنی عظیم دیوی کو ہر لمحے مستعد رکھے تاکہ مجھے ندامت کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ اس کے بعد مجھے کچھ اطمینان نصیب ہو گیا اور میں نے اس سمندری لشکر پر توجہ دی، انہیں دوبارہ ترتیب دیا اور اپنی رفتار پہلے سے زیادہ تیز کر دی۔ ہم مسلسل آگے بڑھ رہے تھے مگر ایک مقام پر دھند کی دبیز چادر نے ہمارا راستہ گم کر دیا۔ کشتیاں ٹھہر گئیں۔ میں نے ہریکا کی مقدس آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو دھند کے اس پار بینرنار کے ساحل پر جالموش کی کشتیوں کا ایک بہت بڑا لشکر نظر آیا۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر میں نے چند عورتوں کے سر طلب کیے۔ فضا اچٹی اچٹی آنکھوں سے میری وحشت دیکھ رہی تھی۔ میرے حکم پر فوراً متعدد سر پیش کر دیئے گئے۔ ان کے بال جدا کر کے میں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اور روحوں کو حکم دیا کہ وہ یہ دیوار پیچھے کی طرف دھکیلیں۔ میری ہدایت پر تمام روحوں نے اپنی کشتیاں آگے کر دیں اور اپنے نیزوں کا پورا زور دھند پیچھے ہٹانے میں صرف کر دیا۔ قافلے میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ سامنے کی کشتیاں آگے بڑھیں تو پیچھے کی تمام کشتیوں نے جارا کا کے فلک شگاف نعروں کے سائے میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک بہت سست رفتار حرکت تھی۔ تاہم ہم دھند چیرنے کے بجائے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے حرکت کر رہے تھے اور میں ہریکا کی مقدس آنکھوں میں دھند کے پار کا حال دیکھ رہا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح جالموش کو پہلے ہی مرحلے پر اپنی غیر معمولی بصارت وبصیرت سے آگاہ کر کے وحشت میں مبتلا کر دیا جائے۔ دھند کی یہ چادر پُراسرار مظاہر میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ایک معمولی حربہ تھا اسے آسانی سے چیر اپھاڑا جا سکتا تھا۔ مقابلہ جالموش سے تھا، جس کے نام سے تاریک براعظم کا بچہ بچہ لرزتا تھا۔ ہم نے خاصی دور آگے بڑھنے کے باوجود دھند اپنے سامنے سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی لیکن پھر ایک پیش منظر صاف ہونے لگا جو کام ہمیں انجام دینا تھا، وہ جالموش نے کر دیا۔ اس نے چونکہ یہ دیوار خود تخلیق کی تھی اس لیے وہ سحر پر مزید سحر کاریاں کرنے کے موقف میں نہیں تھا چنانچہ اس نے وہ سحر ہی ختم کر دیا۔ ہماری رفیق روحیں پھرتی سے اپنی اپنی جگہ واپس آ گئیں اور بہ سرعت تمام مطلع صاف ہو گیا۔ جیسے ہی یہ بادل چھٹے، ہم نے ایک عظیم الشان لشکر بینرنار کے ساحل پر منڈلاتے دیکھا۔ ہمارے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہیں تھا۔ ساحل کی ایک اونچی چٹان پر حسب دستور جالموش موجود تھا اور

پوری طرح فعال اور مستعد تھا۔ اس کی انگلیاں اپنے لشکر کو احکام دے رہی تھیں اور اس کے لب تیزی سے مل رہے تھے اس کے ہاتھ بے قرار تھے اور وہ بار بار سر جھٹکتا تھا۔

ہماری اگلی کشتیوں پر جالوش کی طرف سے پہلا وار ہونے میں دیر نہیں لگی۔ تاریک براعظم میں گدھ اور شاہین کی شباہت کا ایک بڑا اور تیز رفتار پرندہ یامتا بہت مقدس مانا جاتا تھا کہ دیوتا اسی پر سوار ہو کے آسمانوں کی سیر کرتے ہیں اور جس پر عتاب نازل کرنا ہوتا ہے، یامتا کو اشارہ کر دیتے ہیں کیونکہ جو بھی اس کے پنجوں کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ وہ کبھی آزاد نہیں ہوتا۔ یامتا شاذ ہی کہیں نظر آتا تھا اور جب نظر آتا تھا تو لوگ سہم جاتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ اس بستی کے کسی بڑے آدمی پر دیوتاؤں کی لعنت نازل ہونے والی ہے۔ اس کی نوکیلی خنجر جیسی چونچ آدمی کو اپنے پنجوں میں جکڑنے کے بعد پھرتی سے کام کرنے لگتی تھی۔ جب انگروما کے لوگوں نے آسمان پر یکایک ان سیاہ پرندوں کے غول دیکھے تو بہت سے لوگ سجدے میں گر گئے۔ پھڑ پھڑاتے ہوئے یامتاؤں کے غولوں سے آسمان سیاہ ہو چکا تھا اور وہ لمحہ بہ لمحہ ہمارے سروں پر منڈلاتے ہوئے نیچے کی طرف اتر رہے تھے۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایک ساتھ اتنے یامتا جالوش کا اشارہ پا کے ہمارے سروں پر منڈلانے لگیں گے۔ یامتا کی آواز کا شور اتنا لرزہ خیز تھا کہ ہماری بہت سی کشتیاں ڈولنے لگیں اور لوگ سمندر میں کودنے پر آمادہ ہونے لگے۔ دیوتاؤں کے اس محبوب پرندے یامتا پر بہت سے طلسم کارگر نہیں ہوتے تھے۔ حیرت یہ بھی کہ اتنے بہت سے یامتا ایک جگہ اکٹھے کیسے ہو گئے ہیں؟ جالوش نے پہلا ہی وار اتنا کاری کیا تھا کہ وہ ہمارے ساحروں کے حوصلے پست کر دینے کے لئے بہت تھا۔ میں تھوڑی دیر تک تو اس بلائے ناگہانی سے نمٹنے کا طریقہ سوچتا رہا، پھر جب میں نے اپنی باطنی قوت اور طلسمی آنکھ پر زور دیا تو مجھے اصل صورت حال کا علم ہوا۔ میں نے فی الفور گروتا، گورے اور امرتا کو طلب کیا اور روحوں کی کشتیاں اپنے نزدیک کرنے کا حکم دیا۔ ''تم دیکھ رہے ہو امرتا؟ میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

''ہاں مقدس جابر! ہم سب سحر میں مصروف ہیں۔ وہ ہمارے برگزیدہ لوگوں کو تو نہیں چھیڑ سکتا لیکن ہمارے بہت سے عام لوگوں کے مارے جانے کا خدشہ ہے۔'' وہ مایوسی کے لہجے میں بولا۔

''اور تم کیا دیکھ رہے ہو؟'' میں نے روحوں کی کشتی کو مخاطب کیا۔

''تم نے جو دیکھا ہے، وہ سچ ہے۔'' ایک روح کی آواز آئی۔ وہ اپنے قدیم جسم میں کشتی کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔

''ادھر میری کشتی میں آ جاؤ معزز شخص!'' میں نے اسے احترام سے پکارا۔ وہ ایک جست میں میرے پاس آ گیا۔ ''جالوش نے کیا خوب شعبدہ دکھایا ہے۔'' میں نے زہر خند سے کہا۔

''ہاں لیکن ان میں اصل یامتا بھی ہیں۔''

''میں دیکھ رہا ہوں۔ میں یہی تو کہتا ہوں کہ جالوش ایک بہت بڑا ساحر ہے۔ مجھے اس کے فن کی داد دینی چاہیے۔'' میری زبانی جالوش کی تعریف سن کے گروتا اور گورے حیرت زدہ رہ گئے۔ ''گورے! ہمیں قربانی درکار ہے۔ پچھلی کشتیوں سے ایک ہزار آدمی منتخب کرو اور ان کا گوشت آسمان کی طرف پھینک دو۔'' گورے سمندر میں کود کے پچھلی کشتیوں کی طرف تیرنے لگا اور میں نے اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی معزز روح سے کہا۔ ''جاؤ

ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم سب کو ایک طویل مدت کے لیے پھر قید کر لیا جائے گا کیونکہ جابر بن یوسف کو روحیں زنداں میں ڈالنے کا فن آتا ہے۔ ان سے کہو کہ تم آزاد ہو۔ جالوش کے قبضے سے نکل جاؤ۔ جابر بن یوسف تمہاری سلامتی کے لئے مقدس جارا کا کا سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے۔" معزز روح اپنے اصل جامے میں آ گئی اور دھواں بن کر پرواز کر گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے کشتی میں کھڑے کھڑے ایک بے حد پیچیدہ اور خطرناک عمل کا آغاز کیا۔ جالوش کے پرندے اوپر نیچے آ گئے تھے لیکن وہ حملہ کرنے سے کترا رہے تھے۔ ادھر گورمے نے ہزار آدمیوں کو اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں خنجر گھونپ کے ان کے جسم اوپر کی طرف پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔ اصل یامتا وہ مردہ جسم اپنے پنجوں میں دبوچ کے اوپر اڑ جاتے تھے۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اصل یامتاؤں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں روحیں کتنی ہیں۔ پہلے ہی موقع پر اپنے ایک ہزار آدمیوں کی قربانی ایک دل سوز سانحہ تھا لیکن اس سنگین وقت میں نجات کی ایک یہی راہ تھی۔

مجھے خبر نہیں کہ میں کہاں کھڑا تھا؟ میں خود سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ نہ مجھے جالوش کی فکر تھی اور نہ شکست و فتح کی فکر۔ نہ اقابلا کی اور نہ اپنے عبرت انگیز انجام کی فکر۔ میری روح ان بدقسمت روحوں سے ہم کلام تھی جو یامتا پرندے کے قالب میں آسمان پر اڑ رہی تھیں اور گو آزاد تھیں مگر جالوش کے سحر کے نادیدہ پنجرے میں قید تھیں۔ میں وہ پنجرا توڑنے کی فکر میں تھا۔ انہوں نے گورمے کے پھینکے ہوئے تازہ انسانی گوشت پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میرا پیغام ہر وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس وقفے میں کتنی کشتیاں ڈوب گئیں اور کتنے تیر چلے اور کون کون کشتیوں میں کھڑے کھڑے جل گیا، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ مجھے تو اس وقت ہوش آیا، جب میری کشتی اندھیرے میں نہا گئی اور فلورا چیخنے لگی۔ یامتا ہر سمت سے کشتی پر ٹوٹنے لگے۔ ان کے شور میں ہر آواز دب گئی۔ وہ مجھ سے اتنے قریب آ گئے کہ میرے سر اور شانوں پر بیٹھنے لگے۔ کشتی ان کی بے ترتیب پرواز اور بار بار بیٹھنے اور اڑنے سے ڈولنے لگی۔ ان کے غولوں نے اپنا محور صرف میری کشتی کو بنایا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے اتنے نزدیک تھے کہ آپس میں ٹکرا جاتے تھے۔ میرے گرد ان کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ اس لیے روشنی کی ہر کرن کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ اتنے بہت سے خونی پرندے ایک ساتھ کسی شخص پر حملہ آور ہوں تو اس کی ہڈیاں تک زمین کو نصیب نہیں ہوں گی۔ میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگیں پکڑ لیں اور چیخ کر کہا۔ "بدبختو! میرے اور قریب آ جاؤ۔ سب میرے پنجرے کی پناہ میں آ جاؤ۔ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ میں نے جو کہا ہے، اس پر یقین کرو۔"

میرے دونوں ہاتھ فضا میں حرکت کر رہے تھے۔ جو یامتا میرے ہاتھوں سے مس ہوتا، وہ اسی لمحے دھوئیں میں تبدیل ہونے لگے۔ تھک کے میں نے ہاتھ چلانا بند کر دیا اور انہیں بلند کیے ہوئے ساکت رکھا۔ پرندوں کے ٹکراؤ سے میری انگلیوں اور ہاتھوں سے خون رسنے لگا لیکن میں تکلیف سے بے پروا انہیں دھوئیں کے مرغولوں میں تبدیل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت کم رہ گئی اور اب میری کشتی سفید مرغولوں میں تمام لشکر سے اوجھل ہو گئی۔ "ہمارے لشکر کے عقب سے نکل جاؤ۔ یہ راستہ سب سے محفوظ ہے۔ جاؤ جلدی کرو اور جا وداں آسمان میں سکون سے رہو۔"

میں نے جیسے ہی یہ کہا، دھواں میرے عقب میں تیزی سے پھیلا اور غائب ہو گیا۔ آسمان صاف ہو گیا۔ اصل یامتا اپنی غذا لے کے پہلے ہی دور چلے گئے تھے۔ فلورا اور شوطار نے جوش مسرت میں میرے خون آلود ہاتھوں کے بے محابا بوسے دینے شروع کر دیئے۔ ان کے چہرے میرے خون سے رنگ گئے۔ ادھر انگرو ما کے لوگوں نے مجھے پرندوں کی یلغار اور بادلوں سے آزاد دیکھا تو نعرہ ہائے تحسین سے فضا گونج اٹھی مگر اب

جالوش کی طرف سے طلسمی نیزوں کی بارش جاری ہو گئی تھی، جسے روکنے کے لیے ہمارے برگزیدہ ساحر اپنا سارا علم صرف کر رہے تھے۔ ان نیزوں کی زد میں ہمارا لشکر بڑے کروفر سے نعرے لگاتا پھر ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ جالوش کے لوگ آگ کے گولے پھینک رہے تھے۔ بیشتر گولے سمندر میں گر رہے تھے۔ چند ہی ہماری کشتیاں جا کر سمندر کی نذر کر سکے۔ ہر سو آہ و بکا چیخیں، نعرے اور شور برپا تھا۔ جالوش کی بے شمار روحیں، اس کے قبضے سے نکل گئی تھیں۔ اس کا یہ خطرناک وار خالی گیا تو اس کے جلال کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اب باقاعدہ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہماری طرف سے بھی طلسمی نیزے پھینک جانے لگے۔ انگروما کے لوگ ایک زمانے سے اس کی مشق کر رہے تھے۔ میری کشتی اور میرے ساتھ بہت سے ساحروں کی کشتیاں سیاہ علوم کی آفتوں سے محفوظ تھیں تاوقتیکہ جالوش یا مناؤں کی طرح کوئی غیر معمولی حربہ استعمال نہ کرتا۔ اس سے پہلے دونوں فریقوں نے ایسی ہولناک جنگ کبھی نہ لڑی ہو گی مگر یہ تو ابتدا تھی مجھے اندازہ تھا کہ یہ جنگ کیسی تباہ کن صورت اختیار کر سکتی ہے۔ میں جانتا تھا کہ کوئی سحر ایسا نہیں بچے گا جسے آزمایا نہ جائے۔ آج ہر مشق شرمندہ ستم کی جائے گی۔ کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے حملوں کا زور بندھا۔ میں نے اس سخت اور مشکل وقت میں ایک فیصلہ کیا۔ میں اپنی کشتی آگے لے جانے لگا۔ ساحروں نے مجھے روکا، آوازیں دیں لیکن میں تیز رفتاری سے اپنی صفوں کے درمیان راستہ نکالتا آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ سب سے آگے پہنچ گیا۔ جتنے نیزے اور آتشی گولے گرے، میں ان کا رخ ریما جن کے عطا کردہ استخوانی ہاتھ سے موڑتا رہا اور ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں نے اپنے سینے اور اپنے علم کی تمام تر طاقت سے آواز لگائی۔ ''جالوش! جنگ بند کرو۔''

میری آواز میں ایسی گرج اور گونج تھی کہ وہ دور دور تک پھیل گئی۔ میرے ایک ہاتھ میں جارا کا کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی اور میں چیخ رہا تھا۔ ''میری بات سنو جالوش! جنگ بند کرو۔''

لیکن جالوش نے کوئی اثر نہیں لیا بلکہ جنگ کچھ اور شدت اختیار کر گئی۔ خصوصاً میری کشتی بلاؤں کا نشانہ بننے لگی۔ میں کھڑا چیختا رہا اور اپنے الفاظ بیانگ دہل دہراتا رہا۔ آخر میرے ساحر نہ مانے۔ ان کی کشتیوں نے مجھے حصار میں لے لیا اور بوڑھے عالموں نے درخواست کی کہ مجھے درمیان میں رہنا چاہیے۔ ''میرا اعتبار کرو جالوش! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ کوئی جنگی چال نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے جنگ بند کر دو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کہنا چاہتا ہوں، وہ تمہارے مفاد میں ہے۔'' میں نے پھر صدا بلند کی۔

اچانک جالوش کی جانب سے ہونے والے حملے رک گئے ساتھ ہی اس کی بھیانک آواز تمام سمندر پر چھا گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''جابر بن یوسف! واپس چلے جاؤ۔''

''جالوش! اے ساحروں کے ساحر۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تم سے آخری بار درخواست کرتا ہوں کہ جنگ بند کر دو۔ ایسی جنگ سے کیا حاصل جس میں شکست تمہارا مقدر بن گئی ہے؟ خود کو میرے حوالے کر دو۔ یہ جرأت بھی تمہاری عظمت کا ثبوت ہو گی۔ اپنے آخر وقت میں وقار سے موت کو لبیک کہو۔ ایک بڑے ستون کی طرح گرو۔ تمہارے دن اب ختم ہو چکے ہیں، تمہارا انجام تجویز ہو چکا ہے۔ میں ایک تباہ کن جنگ سے بچنے اور تمہارے ساتھیوں کی زندگی کے لئے تم سے یہ درخواست کر رہا ہوں۔ ان کے لئے تمہیں ایثار کرنا چاہیے جو تمہارے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ میرے پاس آ جاؤ جالوش! اس آئینے میں دیکھو جس میں فیصلے رقم کیے جا چکے ہیں۔''

اس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا۔ "جابر بن یوسف! اے ناپختہ کار نوجوان! تم پاگل ہو گئے ہو۔ کیا تم بھول گئے تو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے، وہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور تمہارے اقتدار کی بحالی کے لیے مقدس اقابلا سے سفارش کی جائے گی۔"

"جالوش! آہ تم اپنا نوشتہ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہو۔ دیکھو، جنگ کیسا رخ اختیار کر رہی ہے۔ اگر ہمیں دیوتاؤں کی تائید حاصل نہ ہوتی تو ہم اس گرج اور چمک کے ساتھ ہرگز حملہ آور نہ ہوتے۔ تمہاری ان گنت روحیں آزاد ہو چکی ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔ تمہارے حریص یامتاؤں کو ہم نے ان کی تعداد سے کم رخصت کر دیا ہے۔ تمہارے نیزے بے اثر جا رہے ہیں۔ ذرا ساحل پر نظر کرو۔ کیا تم ان کی گنتی کر سکتے ہو؟"

"جاؤ؟" وہ دہاڑنے لگا۔ "جابر بن یوسف آیا تو واپس چلے جاؤ یا ہمارے پاس آ جاؤ۔ اگر دیر کی تو ہر راستہ بند ہو جائے گا۔ یا پھر مقابلہ کرو اور ذلت کی موت مر جاؤ۔ تم جن روحوں کی بات کر رہے ہو، ان سے کہیں زیادہ اب بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ابھی تو جنگ کا آغاز ہے۔" جالوش نے خوں خوار لہجے میں کہا۔

"جالوش! میری بات مان جاؤ اور اپنے عظیم ساتھیوں پر رحم کرو۔ ابھی تک تم نے ہمارے علم و فضل کے کرشمے نہیں دیکھے ہیں۔ میں دیوتاؤں کا ترجمان ہوں۔ میری زبان دیوتاؤں کی زبان ہے اور وہ قانون ہے۔"

جالوش برہم ہو گیا۔ اس نے اپنے سینے پر زور سے ہاتھ مار کے درندوں جیسی آواز نکالی۔ گویا یہ صریحاً انکار اور اعلان جنگ تھا۔ ساتھ ہی آسمان پر بجلیاں کوندنے لگیں اور سمندر کی لہریں مشتعل ہو گئیں۔ جالوش چنگھاڑنے لگا تھا۔ سیاہ علوم کی یہ جنگ بتدریج ہولناک مراحل میں داخل ہو رہی تھی۔ میں گم صم کھڑا یہ ہیبت ناک طلسمی عمل دیکھ رہا تھا۔ شوطار نے میرا بازو پکڑ کے مجھے جھنجھوڑا۔ "مقدس جابر! ہوش میں آؤ۔"

آسمان کی جانب بھرپور نظر کی۔ میری ساری توجہ جالوش کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ وہ ہماری طرف بلائیں تقسیم کر رہا تھا اور اذیتیں اچھال رہا تھا اور ہمارے جو نیزے اسے نشانہ بنائے ہوئے تھے، وہ سب خطا ہو رہے تھے۔ میں نے گورے کو حکم دیا کہ وہ جالوش پر نیزے ضائع نہ کرے بلکہ بینز نار کے ساحروں کو کم کرنے پر توجہ دے۔ جالوش پر میں نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔

پھر میں نے دوبارہ اس معزز روح کو طلب کیا جو میرا پیغام لے کے یامتاؤں کے قالب میں مقید روحوں کے پاس گئی تھی۔ میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ جالوش کے قریب پہنچ کر اس کا قائم کردہ حصار توڑنے اور اس کی توجہ ہٹانے کا کارنامہ سر انجام دے۔ ادھر وہ روانہ ہوئی، ادھر میں نے صحرائے زارشی کا عطیہ شپالی، تمام تر امنگوں کے ساتھ جالوش کے حصار پر پھینک دیا۔ جالوش کے اطراف یکبارگی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ اسے بجھانے کی کوشش میں قلابازیاں کھانے لگا اور ساتھ ہی چٹان پر شپالی ڈھونڈنے لگا۔ میں نے یہ موقع غنیمت جان کے اپنا طلسمی خنجر تان لیا اور دور سے اس سیماب صفت شخص کا نشانہ لے کے ہاتھ بلند کیا لیکن میرا ہاتھ جیسے خلا میں جم کر رہ گیا۔ میں کشتی میں اپنا توازن قائم کرتے کرتے ڈگمگا گیا۔ میں نے دیکھا کہ جالوش کے قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں اقابلا کھڑی تھی۔

اور سمندر خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

میرا ہاتھ فضا میں جم کر رہ گیا۔

مجھے اپنی آنکھوں پر شبہ ہوا اور میں نے ہذیانی انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس حیران کن منظر سے بدحواس اور سراسیمہ ہو گئے تھے۔ جالوش کے قریب بھڑکتی ہوئی آگ میں اقابلا کھڑی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے میرے گال پر طمانچہ مار دیا ہو اور آسمان کی بجائے سمندر میرے سر پر آ گیا ہو۔ میرے سارے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ میرے حریف جالوش کی اعانت کے لیے اپنا قصر چھوڑ کے میدان جنگ میں آ گئی تھی۔ خود کو سمجھانے کی اب کوئی دلیل باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ہر سوال کا جواب سامنے تھا جس کے لیے یہ لاؤ لشکر جمع کیا تھا، وہی گریزاں تھی اور ستم پر آمادہ نظر آتی تھی۔ اسے دیکھ کے نشر ٹوٹنے لگا اور میرے جسم میں زلزلہ آ گیا۔

سمندر خون سے سرخ ہو گیا تھا اور چیخ پکار مچی ہوئی تھی، جالوش کو آگ میں گھرا دیکھ کے انگروما کے مشتعل لوگوں کا جوش اور فزوں ہو گیا تھا۔ جنگ شباب پر تھی اور کسی کو اپنی جان کا ہوش نہیں تھا، جالوش شیالی کی تلاش میں زمین پر کسی کتے کی طرح ہاتھ پاؤں پھیلا رہا تھا۔ میری بھٹکی ہوئی شیالی اسے اپنی پُر اسرار آگ کے حصار میں لے چکی تھی۔ ادھر میری فرستادہ روح جالوش پر وار کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں اس کے قریب ہی کہیں موجود تھی۔ جنگ کا فیصلہ انگروما کے حق میں ہو رہا تھا۔ کوئی بعید نہ تھا کہ میرا طلسمی خنجر فرعون صفت جالوش کے جسم میں سوراخ کر کے کوئی فیصلہ کر دیتا کہ یکا یک اقابلا نمودار ہو گئی۔

اور لمحوں میں ساری بساط الٹ گئی۔ میں نے سوچا، اب آگے کیا سوچنا ہے؟ آئینے میں سب کچھ صاف نظر آ رہا ہے، میں خود کو سمندر میں غرق کر دوں۔ اب یہ عظیم الشان جنگ جاری رکھنے کا کوئی محل نہیں ہے۔ میں جس لشکر کی قیادت کر رہا ہوں، وہ اس کے قائد کو یہ باور کرانے آئی ہے کہ مقابلے میں کون صف آرا ہے؟ وہ اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرنے آئی تھی، اس کی آمد کا مطلب یہ تھا کہ وہ جالوش کو ترجیح دیتی ہے اور کوئی تبدیلی اس کی طبع نازک کو گوارا نہیں۔ مجھے احساس تھا کہ اب درگزر کا وقت گزر گیا ہے۔ وضاحت کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ نہ وہ مجھے معاف کرے گی، نہ میرے ہاتھ التجا کے لیے اس کے سامنے دراز ہوں گے۔ کیونکہ مجھے اپنی التجا کا جواب معلوم ہے۔ میں نے اس کے چہرے پر کچھ جذبے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس خونیں جنگ سے بے نیاز پُر وقار انداز میں بے حس و حرکت کھڑی تھی، اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ آگ اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ بہت عرصے بعد، بڑی شدتوں کے بعد اس کا جلوہ دیکھا تھا۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے۔ دیکھا تھا کہ اس کی کنیزیں قصر کے دروازے پر پذیرائی کو آئیں گی اور اسے دوش پر اٹھا کے اس کی خلوت خاص میں لے جائیں گی اور جہاں پھر اور کوئی نہیں ہوگا۔ اس وقت اس وارفتگی کا انداز کیا ہوگا؟ کیا خبر تھی کہ اس طرح اس سے ملاقات ہوگی کہ وہ قہر بنی کھڑی ہوگی اور مجھے کچھ کہنے کا یارا نہیں ہوگا۔ میری بدبختی مجھے کس مقام پر لے آئی تھی؟ میں اس کی نظروں میں اتنا رسوا ہو جاؤں گا؟ میں اس ذلت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

شاید مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ لمحے گزر گئے۔ میں مبہوت، حواس باختہ اس کی طرف دیکھتا رہا اور میرا اٹھا ہوا خنجر ہاتھ میں لرزنے لگا۔ میری بے خبری کا نتیجہ یہ نکلا کہ جالوش کے قہر نے قیامت مچا دی۔ ہماری بہت سی کشتیاں سمندر کی نذر ہو گئیں اور واویلا مچنے لگا۔ مجھے اپنے اردگرد بہت سے لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ میرا نام لے رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔ مجھے اپنے کسی ردعمل کے اظہار پر اختیار نہیں رہا تھا۔ وہ اپنی موت اور

شکست سے خوف زدہ تھے۔ میں اپنی موت کا فیصلہ سن چکا تھا، وہ ایک مرے ہوئے آدمی کو آواز دے رہے تھے۔ وہ میرا عالم محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں یہ یقین کیسے آ سکتا تھا کہ میری روح کا دھاگا اس کے وجود سے بندھا ہوا ہے۔ میں نے جب سے دیکھا ہے، اسی کا تصور کیا ہے۔ وہ سامنے آ گئی ہے تو اس نے میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ جب میری جانب سے کوئی جواب نہ آیا تو شوطار میرے پاس آ گئی اور اس نے میرا کاندھا پکڑ کے جھنجوڑا۔

''مقدس جابر!'' اس نے چیخ کر کہا۔ ''تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا؟ وہ جالوش کے پاس موجود ہے۔'' شوطار کے استہزا پر بھی میں خاموش رہا۔ وہ طنز کرتی اور شہو کے مارتی ہوئی بولی۔ ''پیچھے ایک لشکر تمہاری طرف امید اور حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ کیا تم ان سب کو ختم کرا دو گے؟ حملہ کرو جابر بن یوسف! چاہے تمہارے سامنے کوئی بھی ہو۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ تمہاری ایک ذرا سی لغزش ہمیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔''

لغزش تو پہلے ہی ہو گئی تھی۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ میں اسی لغزش کی سزا بھگت رہا ہوں۔ اس کی تائید میں فلورا بھی میرے جسم کے مقفل دروازے پر دستک دینے لگی تھی مگر لوہے کے اس دروازے کو زنگ لگ گیا تھا، وہ اس پر ضربیں لگا رہی تھیں۔ فلورا اور شوطار کی چیخیں اور شہو کے میرے وجود پر جمی ہوئی برف کھرچنے میں ناکام رہے۔ انگروما کے ساحروں نے اپنی کشتیاں میرے اطراف جمع کر دی تھیں اور وہ مجھے زندہ کرنے کے لیے سحر پھونک رہے تھے اور میری نظریں اسی کی طرف مرکوز تھیں جو میرا مقصود تھی۔ میری صرف یہ خواہش تھی کہ کسی طرح درمیان کا یہ فاصلہ عبور کر کے اس کے پاس پہنچ جاؤں اور یہ خنجر اس کے سامنے اپنے دل میں اتار لوں۔ فلورا نے جرأت کر کے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے اسی ہذیان میں اس نے کوئی ایسا نشتر چلا دیا جو رگ جاں میں اتر گیا۔ ''ہوش میں آؤ جابر! اب تو تمہیں اس کے فریب کا یقین آ جانا چاہیے۔ ہم سب تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ ''جو سچ ہے اسے پہچانو۔''

''وہ صرف ایک ملکہ ہے اور اس کا دل پتھر کا ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، وہ تمہاری آنکھوں کا دھوکا ہے۔ اس کے حسین بدن کے اندر ایک سیاہ فام، ناقابل اعتبار، لالچی اور تنگ نظر عورت کا جسم موجود ہے۔'' شوطار نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

میرے قریب ہی ساحروں کا شور اٹھا، اس کے خلاف ان کے سنسنی خیز بیانات اور نعروں سے میرا جمود ٹوٹنے لگا اور میں اپنی نگاہیں اس کی جانب سے ہٹا کے ان مضطرب لوگوں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ ان کے چہرے امید سے چمکنے لگے۔ فلورا کہہ رہی تھی کہ کیا تاریک براعظم میں میری طویل ریاضتوں، مشقتوں اور اذیتوں کا مآل یہی ہے؟ کیا ہم نے بارہا اس کے لیے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالی؟ کیا ہم نے اس کی سرفرازی کے لیے ریاجن جیسے منحرف شخص کو اس کی عظمت کے عہد نامے پر جھکنے پر مجبور نہیں کیا؟ ہم نے انگروما کے باغیوں کے سر اس کے نام پر خم نہیں کرائے؟

''تم سچ کہتی ہو۔'' میں نے شکست خوردہ آواز میں کہا۔ ''پھر بھی شاید کہیں کوتاہی ہو گئی ہے۔''

''نہیں۔'' وہ برافروختہ ہو کے بولی۔ ''ہم سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اس نے ہمیں سمجھنے کی کوشش نہیں کی یا ہم نے شروع سے فریب کھایا۔''

''فیصلہ ہو چکا ہے سیدی جابر!'' شوطار نے اشتعال میں کہا۔ ''تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ حملہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ ہم ہار جائیں گے۔ خنجر اٹھاؤ اور اس کا خوب صورت چہرہ داغ دار کر دو تا کہ وہ اپنے حسن سے جری اور قوی لوگوں کو پریشان نہ کر سکے۔ ہم تمہاری بدمستی

سے مسلسل نقصان اٹھا رہے ہیں۔"

ان کی سینہ شگاف باتیں سن کر میرے خون میں گردش تیز ہوگئی۔ وہ مجھے میرے گزشتہ دنوں کی اذیتیں یاد دلا رہی تھیں اور اس بے وفا کی خوئے نا مہرباں کے متعلق ایسے زہر اگل رہی تھیں کہ میرے رگ و پے میں حدت پیدا ہوگئی۔ شاید ان کی زبان بند نہ ہوتی کیونکہ آج ہی انہیں کھل کر بولنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کے انہیں کشتی میں پیچھے دھکیل دیا! "خاموش رہو۔" میں نے گرج کے کہا۔ "اس کے خلاف کوئی لفظ مت کہو۔"

وہ سہم کے مجھے دیکھنے لگیں جیسے میں ان کے لیے کوئی عجوبہ ہوں۔ میں نے پھر پیش منظر کی جانب نظر کی۔ جالوش کے گرد شپالی کی لگائی ہوئی آگ بجھ گئی تھی اور اقابلا اسی شاہانہ طور پہ جلوہ گر تھی۔ جالوش نے شپالی حاصل کر لی تھی اور اب وہ دیوانوں کی طرح اسے ہاتھوں پر اچھال رہا تھا۔ اس بندر کی اچھل کود نے میرا پارہ غضب کو انتہا کو پہنچا دیا۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہو سکا۔ میں غضب آلود ہو کے دہاڑنے لگا۔ ایک پاگل اس کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ میری زندگی، میری روح، میری جاناں، میری دلبر وہاں موجود تھی۔ اس کا سرخ و سپید بدن پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اتنی تازہ اور شگفتہ جیسے نقاش ازل نے آج ہی اسے تخلیق کیا ہو۔ جنگ اور بادلوں میں بھی اس کا سراپا دمک رہا تھا۔ مجھ پر کبھی شکستیں غالب آتیں، کبھی جوش اور غصے کی لہریں اٹھتیں، کبھی میں بکھر کے ریزہ ریزہ ہو جاتا اور کبھی میرے ہاتھ اس کا گھونٹنے اور اس کا چہرہ نوچنے کے لیے مچلنے لگتے۔ "بڑھتے رہو، سب کچھ نیست و نابود کر دو۔" میری آواز نے سارے لشکر کو ہلا دیا اور اچانک کوئی بجلی سی کوند گئی۔ انہوں نے میرے مجنونانہ حکم پر سیلاب کی طرح پیش قدمی کی اور آندھی کے مانند بیخزنار کے ساحل کی طرف لپکے۔ اس اندھا دھند پیش قدمی سے جالوش اور اس کے ساحروں کو انگروما کی آگے کی کشتیوں کو مارنے کا موقع مل گیا اور بے شمار کشتیاں غرق آب ہو گئیں۔ یہ صورت انگروما والوں کے لیے حوصلہ افزا نہیں تھی۔ میں نے جب انہیں ڈوبتے اور گرتے دیکھا تو میں بھی پریشان ہو گیا۔ اصل میں میرا دماغ ہی میرے قابو میں نہیں تھا۔ مجھے اپنے لشکر کی قیادت کسی اور کو سونپ دینی چاہیے تھی۔ میرے پریشان اعصاب نے گھبرا کے پھر یہی فیصلہ کیا کہ مجھے جالوش ہی کو ہدف بنانا چاہیے۔ چاہے اقابلا درمیان میں آ جائے اور چاہے سب کچھ فنا ہو جائے۔ شپالی مجھ سے چھن چکی تھی یوں میں خود اپنے آپ سے چھن چکا تھا۔ جالوش شپالی میری طرف اچھال نہیں سکتا تھا، ہاں وہ میرے لشکر میں آگ لگا سکتا تھا لیکن اس نے پہلے ہی میرے دل میں آگ لگا دی تھی۔ میں نے اس پر پھر خنجر تان لیا اور اس کی توجہ منتشر کرنے کے لیے برگزیدہ روحوں کو اپنے ہی چہرے کی مختلف شکلوں میں ادھر ادھر بکھرنے کا حکم دیا۔ ایک بار پھر انگروما کے تمام ساحروں کا نشانہ جالوش تھا لیکن جب میرا خنجر اٹھا تو ہاتھ لرزنے لگے۔ میری نظریں اس پری چہرہ کی نظروں سے ٹکرائیں تو میرے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ میں کم از کم اسے کوئی زک نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ میں نے اسے اس طرح محسوس نہیں کیا تھا۔ میں اس قدر بدذوق نہیں تھا کہ حسن و جمال کا وہ شاہکار، وہ سانچے میں ترشا ہوا مجسمہ، وہ گل اندام متحرک جنت اجاڑ دوں۔ نتیجتاً میرا جسم پھر منہدم ہونے لگا اور میں نے سمندر میں کود جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس بار شوطار اور فلورا بھی مجھے اکسانے کے لیے نہیں اٹھیں۔ شاید انہوں نے اپنا نوشتہ پڑھ لیا تھا۔ انگروما کا لشکر منتشر ہو چکا تھا۔ جالوش کی طرف سے طلسمی نیزوں کی بارش میں اور شدت ہو گئی تھی۔ کشتیاں جل رہی تھیں، دھواں اٹھ رہا تھا اور سمندر اپنے سینے میں جلتے ہوئے لوگوں کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔ دعاؤں اور مناجاتوں کا شور غل تھا۔ ایسے طلسم کبھی نہیں آزمائے گئے۔ تاریک براعظم کے برگزیدہ ساحر آج اپنے جوہر دکھا رہے تھے جو صدیوں سے غاروں میں بیٹھے اس خونیں معرکے کی

http://kitaabghar.com

تیاری کر رہے تھے۔ اس ابتری اور ناامیدی میں، میں نے اپنے قریب ہی سرنگا کی دیوی کی سرسراہٹ محسوس کی۔ اس نے میری پشت پر ہلکی سی دستک دی، میں چونک گیا اور مجھے اپنے کانوں میں اس کی سرگوشی سنائی دی۔ "یہ سب سراب ہے وہ اقابلا نہیں ہے، محض جالوش کا طلسم ہے۔"

"جالوش کا طلسم؟" میں نے حیرت سے دہرایا۔ "اتنا پختہ اور مکمل؟ نہیں نہیں، جھوٹ ہے۔"

"وہ یہاں کہیں موجود نہیں ہے۔" دیوی کی سرگوشی دوبارہ ابھری۔ "یہ سب ایک فریب ہے۔ وہ اقابلا نہیں ہے۔ اپنی آنکھیں کھول کے دیکھو۔"

میں نے کچھ غور ہی نہیں کیا تھا۔ اسے دیکھ کے میرے اوسان جاتے رہے تھے۔ سرنگا کی دیوی کے اشارے پر میں نے تصدیق کے لیے اپنی باطنی آنکھیں کھولیں اور پشیمانی اور ندامت کے عرق میں غسل کیا۔ میرا تمام جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ میں خود سے اتنا نادم کبھی نہیں ہوا تھا۔ جالوش نے اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ وہ سچ کہتا تھا کہ میں اس کے مقابلے میں ایک بونا شخص ہوں اور اس نے اپنے علم کا ہزارواں حصہ بھی مجھے نہیں دیا ہے، اقابلا یہاں کیسے آ سکتی تھی؟ یہ جگہ اس نازنین کے لیے موزوں نہیں تھی، اس کا منصب تو محل میں رہنا تھا اور پھولوں کا رنگ چرانا تھا۔ وہ جابر بن یوسف کو اتنی اذیت دینے کیسے آ جاتی؟ اس پر میرے جذبوں کا حال روشن تھا۔ کیا اس نے متعدد بار میرے لیے اپنی خوشنودی اور خوش نظری کا اظہار نہیں کیا تھا؟ اس نے مجھے ایک اہم شخص سمجھ کے شوطار کو شکست دینے کے لیے اصرار روانہ نہیں کیا، اس نے تاریک براعظم میں ایک اجنبی کو کیسی سعادتوں سے نوازا؟ جالوش میری کمزوری سے واقف تھا۔ اس نے اس کا جلوہ دکھا کے مجھے اندھا کر دیا۔

جس لشکر پر شکستگی اور پس ماندگی کے اثرات مرتب ہو جائیں، اس میں جوش اور ولولہ دوبارہ ابھارنا آسان کام نہیں ہوتا۔ جالوش نے اپنی ہیبت پہ تمام و کمال مسلط کر دی تھی۔ اب مجھے نئے سرے سے اپنے مایوس اور اداس لوگوں کو منظم کرنا تھا اور جالوش پر اپنے کم تر علوم آزمانے تھے۔ میں خود اس سے متاثر و مرعوب تھا مگر واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہمیں ایک جنگ لڑنی تھی۔ فتح یا شکست۔ ذلت آمیز شکست کی طرح ذلت آمیز فتح بھی منظور نہیں تھی۔ جالوش کے ہاتھ بڑے تھے۔ وہ اپنی زمین پر کھڑا تھا اور لڑائی اس کے ساحلوں پر ہو رہی تھی اور اس کے پیچھے ایک طویل ماضی تھا۔ میں اپنی نادانی میں بہت سے ہتھیار لٹا چکا تھا۔ جالوش کے پاس ہر طلسم کا توڑ موجود تھا۔ اب صرف ایک صورت رہ جاتی تھی کہ میں اپنا ذہن یک سو کروں جو ساحرانہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی اور مہذب دنیا کے سازشی علوم سے آسودہ ہے۔ میں نے پسپا ہوتے ہوئے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لیے چند شعبدے دکھائے اور جھپٹ کر شوطار سے اقابلا کا مجسمہ چھین لیا۔ میں جالوش کو بتانا چاہتا تھا کہ ابھی ایک ہتھیار میرے پاس موجود ہے۔ اگر اقابلا اپنے اقتدار کے باعث جالوش کو توانا کرنے کے لیے میدان جنگ میں آ گئی ہے تو ہم اس کا مجسمہ تباہ کر سکتے ہیں۔ سب نے وہ مجسمہ میرے ہاتھوں پر اٹھا ہوا دیکھا، وہ اسے اقابلا کے زوال اور بقا کی علامت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ میں اقابلا کے مجسمے کی تباہی پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ جب دیوتاؤں کی جانب سے اقابلا کے زوال کا اشارہ مل جائے گا تو پھر کوئی طاقت انہیں بینز نار میں داخل ہونے سے نہیں روک سکے گی۔ اس مجسمے کی نمائش نے بڑا اثر دکھایا۔ ایک طرف انگروما کے ساحروں کے حوصلے بام عروج پر پہنچے تو دوسری طرف اس کی نمائش جالوش کے لیے تازیانہ ثابت ہوئی۔ یہ اقابلا کے عکس کے مقابلے میں ایک برجستہ جواب تھا جو مجھے سب سے پہلے جالوش کو دینا چاہیے تھا۔

جالوش نے میری طرف حملوں کی یورش اچانک بند کر دی۔ یقیناً اسے خوف ہو گا کہ کہیں اس کی آگ اور طلسمی حملوں میں یہ مجسمہ تباہ نہ ہو

جائے۔ میں ایک محفوظ مقام پر کھڑا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ جالوش خود میری کشتی کی حفاظت کر رہا تھا لیکن وہ ہمارے پیچھے لشکر کا قلع قمع کرنے کے لئے اور زیادہ مستعد ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی کشتیاں کسی قدر پیچھے کرنے کا حکم دیا اور خود آگے آ گیا۔ پھر میں نے شوطار کے ہاتھوں میں اقابلا کا مجسمہ تھما دیا اور اسے اپنے نزدیک اس طرح کھڑا کیا کہ جالوش میرا نشانہ باندھنے میں ہچکچا رہا ہے۔ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے اور پشت پر انگرہ ما کی کشتیوں کا وسیع سلسلہ موجود تھا۔ جالوش کے بہت سے حملے میں اپنے ہاتھوں پر روک رہا تھا حالانکہ اس کا ہدف میں نہیں تھا۔ میرے ساتھی ساحر بھی مدد کر رہے تھے۔ ہمارا لشکر دوبارہ منظم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ وہ ایک تکون کی شکل اختیار کر گیا۔ اس تکون کے سب سے آگے کے کونے پر میں موجود تھا اور میری پشت پر زاویہ قائمہ بناتے ہوئے ساحروں کے گروہ پھیل گئے تھے۔ ہم نے روحوں کی کشتیاں ادھر ادھر بکھرا دی تھیں۔ مجھے سرنگا کی دیوی کا اعتماد بھی حاصل ہو چکا تھا۔ جالوش ہمارے اس نظم سے خاصا گھبرایا ہوا نظر آتا تھا۔ اس نے اپنے ساحروں کی بہت سے کشتیاں سمندر میں دھکیل دیں تاکہ وہ ہم سے دوبدو مقابلہ کریں مگر ان کے آگے بڑھتے ہی ہم نے اپنے طلسمی نیزوں سے انہیں بے دریغ غرق آب کرنا شروع کر دیا۔

''جالوش! تمہاری موت قریب آ گئی ہے۔'' میں نے چیخ کر اسے للکارا۔ ''میں تمہیں بتاؤں کہ انگرہ ما میں تمہارا مجسمہ تباہ کر کے ہم نے دیوتاؤں کی تائید حاصل کر لی ہے۔ اب تم ایک بے مصرف جنگ لڑ رہے ہو۔ میرے تصرف میں بہت سی روحیں تمہارے اپنے ساتھیوں کی شکل میں تمہارے اردگرد موجود ہیں۔ تم نے شپالی سے بھی کوئی کام نہیں لیا۔ شاید تمہارے حواس جواب دے گئے ہیں مگر میں تمہیں تمام علوم آزمانے کا موقع دیتا ہوں تاکہ دیوتا گواہ رہیں کہ ایک بڑے ساحر کو دھوکے سے زیر نہیں کیا گیا۔'' میری بلند آواز جالوش کے کانوں تک پہنچی تو اس نے ادھر ادھر سر ہلا کے دیکھنا شروع کر دیا۔ میری بات صحیح تھی۔ میں نے اپنی متعدد روحیں ادھر روانہ کر دی تھیں تاکہ جالوش ان میں الجھا رہے۔ ادھر میرے رفیق ساحر ایسی ترتیب میں میری پشت پر تھے کہ وہ نظم اور سکون سے جالوش پر تیر برسائیں۔ ان میں لاسی، امرتا، گروتا اور گورے جیسے جید ساحر موجود تھے اور دیوی بار بار اپنی جھلک دکھا کے جالوش کے ساحروں کو پریشان کر رہی تھی۔ جالوش کا تخلیق کیا ہوا اقابلا کا لطیف عکس غائب ہو چکا تھا کیونکہ اس سے جالوش نے ابتدا میں جو مفاد حاصل کیا تھا، وہی اس کے لئے بہت تھا۔

ہماری تکون خنجر کی طرح کاٹ کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی، کوئی شبہ نہیں کہ جالوش دو آنکھوں کے بجائے ہزار آنکھیں رکھتا تھا اور اس کے حواس معمولی آدمی کے حواس نہیں تھے، وہ چو طرفہ لڑ رہا تھا اور زمین سے اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے قوی الجثہ آدمی اٹھا کے انہیں سمندر میں پھینک دیتا تھا۔ اس کے ہاتھوں کے اشاروں اور انگلیوں کی حرکت میں ایسی قوت تھی کہ دور و نزدیک کی چیزیں الٹ پلٹ ہو جاتی تھیں۔ میرا مقابلہ جالوش سے تھا اور یہ احساس کہ مقابلے میں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر ہے، میرے لئے فخر اور غرور کا باعث بھی تھا اور خوف و دہشت کا بھی، میں اس طلسمی معرکے کا حال سمیٹ رہا ہوں، اگر اس جنگ کا احوال بیان کیا جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں۔ پھر میں نے جالوش کو سکون کا ایک لمحہ بھی نصیب نہیں ہونے دیا۔ ادھر وہ کسی حملے کا جواب دیتا تو دوسری طرف اس کے لئے کوئی اور آفت موجود ہوتی۔ وہ اس طرف متوجہ ہوتا تو تیسری سمت کوئی بلا اس کی منتظر ہوتی۔ ہمیں پروا نہیں تھی کہ اس کے ساحروں کے کتنے خطرناک حملے جاری ہیں۔ ہم نے انہیں اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے وہ جنگ میں موجود ہی نہ ہوں، جالوش اس ہمہ سمت یلغار سے گھبرا گیا۔ سب سے زیادہ اسے اقابلا کے مجسمے نے پریشان کیا ہوا تھا۔ مجسمہ شوطار کے

ہاتھوں میں بلند تھا اور اسے چھیننے کے لیے اس کی روحوں نے باقاعدہ حملہ کر کے منہ کی کھائی تھی۔ اس کے زیر نگیں روحوں کے منتشر قافلے میں آزاد کر چکا تھا۔ اب بار بار میرا طلسمی خنجر اٹھتا تھا اور جالموش ہر بار زد میں آتے آتے بچ جاتا تھا۔ یہ خنجر اس کے خون کے لیے ترس رہا تھا اور میرے ہاتھ اسے نشانہ بنانے کے لیے کلبلا رہے تھے۔ آخر مجھے ایک موقع مل گیا۔ جالموش اپنے ساحروں کو اشارہ کر رہا تھا کہ وہ ہماری جانب زہریلے حشرات الارض کی فوج بھیجیں۔ ادھر میری جاں نثار روحیں مختلف شکلوں میں اسے تنگ کر رہی تھیں اور اس کے ہاتھوں اذیت پانے کے یقین کے باوجود قید ہو جاتی تھیں مگر اس طرح اس کی توجہ بٹ جاتی تھی۔ ادھر جب دیوی کہیں آسمان میں نمودار ہوئی تو دیبز ہار کے ساحل پر ایک شور برپا ہوا۔ انہوں نے آسمان میں اس کا سایہ دیکھ کے چلا چلا کے جالموش کو مطلع کیا۔

یہ ایک ایسا لمحہ تھا جب جالموش ہر طرف سے گھر چکا تھا اور میں اس کا حصار توڑ کے خنجر پھینک سکتا تھا۔ اس نے اب تک بے مثال شجاعت، ذہانت اور استقامت کا ثبوت دیا تھا کہ دیوی نے نمودار ہو کے اچانک کھلبلی مچا دی۔ میں نے اس موقع پر سے پورا فائدہ اٹھایا اور کمال چابک دستی سے طلسمی خنجر اس کے سینے میں پیوست ہونے کے لیے روانہ کیا۔ اچانک جالموش کو چیخ گونجی اور ایسا معلوم ہوا جیسے پہاڑ ٹکرا گئے ہوں، زمین ہل گئی ہوا اور سمندر لوٹ پڑا ہو۔ اس کی چیخیں ایسی لرزہ خیز تھیں کہ سمتیں تھرا گئیں۔ اس کے جسم کی دیوار زمین پر گر گئی تھی۔ اسے نظروں سے اوجھل دیکھ کے ہمارے لشکر نے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا، جالموش کے گرد سیاہ دھواں اٹھنے لگا۔ پھر کچھ نظر نہیں آیا کہ پہاڑی پر کیا ماجرا ہوا؟ سیاہ بادلوں کے یہ مرغولے دیکھ کے ہم برائے احتیاط ٹھہر گئے۔ پھر جالموش کی چیخیں آنی بند ہو گئیں اور ہم نے ساحل پر اس کے ساحروں کو افراتفری میں بھاگتے اور گم ہوتے دیکھا۔ چلتے چلتے بھی ہم نے اپنے تیروں اور آگ کے گولوں سے ان کا تعاقب کیا۔

اس وقت انگرو ما کے لشکر کی مسرت دیدنی تھی۔ کشتیوں کی تکون ٹوٹ چکی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے ادھر ادھر پھیل گئے۔ میں نے ان جوشیلے لوگوں کو روکنے کیلئے گرج کر صدا لگائی۔ مجھے اب تک یقین نہیں تھا کہ ساحر اعظم جالموش جو علم اور دبدبے میں سب سے اعلیٰ تھا، اس طرح ہزیمت قبول کرے گا؟ ممکن ہے، یہ بھی اس شاطر کی کوئی جنگی چال ہو؟ میرا نشانہ کتنا ہی سچا اور میری ذہانت کیسی ہی بے نقص اور صاف وشفاف کیوں نہ ہو مگر جالموش ان سب سے بلند تھا۔ وہ ایک بہت عظیم ساحر تھا۔ میں اسے اس کی طویل ریاضتوں کا خراج پیش کرنا چاہتا تھا چنانچہ سب سے پہلے میں نے خود ساحل پر قدم رکھا اور سب کو وہیں روک دیا۔ فلورا اور شوطار کو بھی اپنے ساتھ آگے نہیں آنے دیا جس چوٹی پر وہ موجود تھا، وہاں تھوڑی دیر پہلے تاریک بر اعظم کے عظیم ساحروں کا اجتماع تھا۔ ان کی بے رنگ و نور لاشیں پہاڑی پر بکھری پڑی تھیں۔ جو زخمی تھے، وہ کراہ رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے فرار ہو چکے تھے۔ اب جالموش کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں تنہا اس چوٹی پر پہنچا اور سب سے اونچی جگہ ایک کونے میں اس کی تڑپتی ہوئی لاش دیکھ کے ٹھٹک گیا۔ جالموش زندہ تھا اور جاں کنی کی کیفیت میں زمین پر سر پٹخ رہا تھا۔ اس کا جسم دھویں سے سیاہ ہو چکا تھا۔ جب اس نے میری طرف دیکھا تو مجھ سے نظریں نہیں ملائی گئیں۔ ان نظروں میں ابھی تک ایک جلال تھا۔ مجھے دیکھ کے اس کی آنکھیں نفرت کی آگ اگلنے لگیں اور اس نے کچھ پڑھ کے میری طرف پھونکا۔ میں زمین پر ڈگمگا گیا۔ میں جس جگہ کھڑا تھا، وہاں کی زمین شق ہو گئی۔ اگر میں فوراً اچھل کر اپنی جگہ نہ بدل لیتا تو زمین میں دھنس جاتا۔ وہ ابھی ان اذیتوں میں بھی سحر پھونکنے پر قادر تھا۔

مگر دوسری بار اس کی انگلیوں کی حرکت اور ہونٹوں کی جنبش دیکھ کے میں نے پھرتی سے اس پر جست لگائی اور اس کے سینے سے اپنا خنجر نکال لیا اور تیزی سے اس کا وہ ہاتھ قطع کر دیا جو حرکت کر رہا تھا۔ اسی ہاتھ میں شیالی تھی۔ ہاتھ کٹ جانے کے بعد وہ تکلیف سے سر پٹخنے لگا۔ وہ مر نہیں رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ اس نے مشروبِ حیات پیا ہے، اب دیوتا ہی اس کے تڑپتے ہوئے جسم کو اذیت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اس کی کراہوں میں نقاہت آ گئی تھی۔ میں نے اسی پر بس نہ کیا اور خنجر سے اس کی دونوں آنکھیں باہر نکال لیں۔ اس نے درد و کرب سے ایسی پچھاڑ کھائی کہ میں خود بھی دور تک اس کے ساتھ لڑھکتا ہوا گیا اور میرے جسم پر اس کے خون کے دھبوں سے آبلے پڑ گئے۔ اٹھ کے میں نے اسے اس کے پیروں پر کھڑا کیا اور اس کی بدبداتی ہوئی زبان کھینچ کر قطع کر دی۔ وہ اب کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ آنکھیں اس کے جسم کا سب سے خوفناک حصہ تھیں اور وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ میں نے یہ سب چیزیں ٹھوکر لگا کے سمندر میں پھینک دیں۔ پھر میں نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے اس کے عطا کردہ بچھوؤں کے ہار سے ایک بچھو توڑ کے اس کی زندہ لاش سمندر کی نذر کر دی۔ اسی لمحے آناً فاناً اسی نوع کے بچھوؤں کی ایک فصل اگ آئی اور اس کے سارے جسم میں پھیل گئی۔ اب چیخنے کے لیے اس کے حلق میں آواز بھی نہیں رہی تھی۔

میں لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑا یہ عبرت ناک منظر دیکھتا رہا۔ وہ زندہ تھا۔ میں اس عظیم ساحر کے لیے کم از کم اتنا تو کر سکتا تھا کہ اگر وہ ما کے کم تر ساحروں کی ٹھوکروں سے اس کا جسم بچا لوں۔ میں نے اس توہین سے اسے بچا لیا۔ جب میں چوٹی پر بلند ہوا تو سمندر میں نعروں کی پرشور لہریں اٹھنے لگیں وہ سب بے تابی سے میرے ابھرنے کے منتظر تھے۔ انہوں نے میرا چہرہ سربلند دیکھا تو جوشِ مسرت میں ایک دوسرے سے اپنی کشتیاں ٹکرانی شروع کر دیں۔

☆==========☆==========☆

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر **آپ** ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف **آپ** بہتر بنا سکتے ہیں۔

بعض واقعات اس وقت اتنے اہم معلوم نہیں ہوتے جس وقت وہ رونما ہوتے ہیں۔ ان کی سنگینی اور گہرائی کا اندازہ بعد میں ہوتا ہے۔ میں نے چوٹی سے جب سمندر میں جھانکا تو بے تاب ہجوم کی شدت میں دیکھ کے مجھے احساس ہوا کہ کس کا زوال ہوا ہے؟ وہ کون شخص تھا؟ اور اس کی کیا اہمیت تھی؟ میرے ہاتھوں جالموش کا زوال ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ تاریک براعظم کا ایک باب بند ہو چکا تھا۔ ایک سورج غروب ہو گیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ انگرو ما میں جالموش کا مجسمہ میرے ہاتھوں تباہ نہ ہوا ہوتا تو اس وقت کیا صورت ہوتی؟ شاید جالموش کبھی زیر نہ ہوتا کیونکہ وہ مغلوب ہونے کے لیے نہیں تھا۔ مجھے کئی بار اس منظر کی تعبیر پر شبہ ہوا مگر اس کے جسم پر ہزاروں بچھو چمٹے ہوئے تھے اور وہ اپنے اندر سسک رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ نیچے اترا۔ ساحل پر میری آمد سے دھوم مچ گئی۔ انہوں نے اپنی کشتیاں چھوڑ دیں اور سمندر میں کود کر تیرتے ہوئے ساحل پر میرے گرد اژدہام لگانے لگے۔ جیسے ہی وہ ساحل پر اترتے، سجدوں میں گر جاتے اور جارا کا کی توصیف کرتے۔ بینر نار کے ساحل پر تا حد نظر انگرو ما کے باغی قابض ہو چکے تھے۔ ان کی زندگی کا یہ سب سے بڑا دن تھا۔

مگر ابھی بینر نار کے ساحل پر باغیوں کے اترنے کا سلسلہ جاری تھا اور جالموش کی کرب ناک آوازیں ڈوبے ہوئے چند لمحے گزرے تھے کہ یکا یک سامنے سے سرخ ذرات کی آندھی چلی۔ اس کی رفتار اتنی شدید اور اتنی تیز تھی جیسے پہاڑوں کو خس و خاشاک کے مانند اڑا لے جائے گی۔ انگرو ما کے لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کے زمین سے چپک گئے۔ آندھی بستی کی طرف سے اٹھی تھی اور بینر نار کے ساحل پر آ کے ٹھہر گئی تھی۔ زمین سے ذرات کے بگولے اس طرح فضا میں اڑ رہے تھے کہ ان کے پیچھے کا منظر دیکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ بینر نار کی بستی کی سمت ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ریت کی ایک متحرک دیوار ہمارے سامنے ساحل کے اس کونے سے اس کونے تک کھنچ گئی ہو۔ کسی کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جالموش کے زوال کے بعد اچانک یہ آندھی کس مقصد سے اٹھی ہے اور اس نے ساحل پر ایک لکیر کیوں کھینچ دی ہے؟ ہم کناروں پر کھڑے ہوئے تھے اور ابھی بہت سی کشتیاں لنگر انداز ہونے کو تھیں کہ گرد و غبار کا یہ طوفان اٹھا اور میری سمجھ میں صرف ایک بات آئی کہ معرکہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے اور وہ اپنی پسپائی کے بعد بھی سربلند ہے۔ ریت کے ذرات ہمارے قریب ہی اڑ رہے تھے اور ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے درخت اس طوفانی آندھی نے جڑ سے اکھاڑ دیے تھے۔ ساری فضا میں ایک ہول سا طاری تھا۔ گو کنارے پر آ کے اس کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے امرتا، گروتا اور گورے کو طلب کیا، وہ سب اپنے سامنے نظر آنے والی سرخ ذرات کی آندھی پر حیرت زدہ تھے۔ ہم نے کچھ دیر انتظار کیا کہ آندھی گزر جائے مگر جلد ہی ہمیں کسی طلسم کے ظہور کا یقین ہو گیا۔ یہ خاصی تشویش ناک علامت تھی۔ سب لوگ تھکے ہوئے تھے یا زخمی تھے۔ ان کے چہرے افسردگی سے لٹک گئے۔ آخر، میں نے تفتیش حال کے لیے انہیں حکم دیا۔ ''آگے بڑھو۔'' وہ اسی حکم کے منتظر تھے کیونکہ بینر نار کی تازہ عورتیں ان کے ذہنوں میں بسی ہوئی تھیں اور وہ جلد سے جلد بستی میں پہنچ کے رقص کرنے اور شرابیں انڈیلنے کے آرزومند تھے۔ فاتح لوگوں کے لیے سب سے بڑی مسرت یہی چھینا جھپٹی اور لوٹ مار ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو فتح کا لطف نہیں آتا۔ کوئی فاتح فوج کسی علاقے میں سکون سے داخل نہیں ہوتی۔ وہ مغلوب علاقوں سے جنگ میں ہونے والے دکھوں کا معاوضہ ضرور وصول کرتی ہے۔ جنگ کے بعد اس شوخی اور شرارت، اس دولت اور عشرت کا یقین نہ ہو تو جنگ میں لوگ اتنے سنجیدہ نہ ہوں۔ وہ میرے حکم پر بے تحاشا آگے بڑھے اور جیسے ہی انہوں نے ریت کی دیوار میں داخل ہونا چاہا، وہ چیخ کے پیچھے ہٹے اور بلبلاتے ہوئے

زمین پر گرنے لگے جو اندر داخل ہو گئے، آندھی نے انہیں کاندھوں پر اٹھا کے اپنے ذرات سے ان کے جسموں میں اتنے سوراخ کیے کہ انہیں لہولہان کر دیا اور ان کا پتہ ہی نہیں چلا۔ جو آگے بڑھ گئے تھے۔ وہ سب فنا ہو گئے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے، وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ساحل کی جانب واپس بھاگنے لگے اور جہاں جہاں ان کے اعضا آندھی سے ٹکرائے، وہ مفلوج ہو گئے۔

یہ صورت حال دیکھ کے میرے قریب کھڑے ساحر ششدر رہ گئے اور انہوں نے اپنی بساط کے مطابق آندھی کے اس پار بیتر نار کی بستی میں جھانکنے کی کوشش کی۔ انہیں کچھ نظر نہ آیا تو وہ حیرانی سے میرا چہرہ گھورنے لگے۔ ان کے سوال چہروں پر لکھے ہوئے تھے، ادھر میں خود اس طلسم کا سراغ لگانے میں سرگرداں تھا اور کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔

''مقدس جابر! یقیناً تمہی یہ عقیدہ حل کرو گے۔'' بوڑھے لانسی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''ہمیں جلد ہی کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔''

''وہ ہمیں اندر آنے کی اجازت دینا نہیں چاہتے۔'' میرے بجائے امرتا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''تم کوئی انکشاف نہیں کر رہے ہو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

امرتا میری تلخ نوائی سے سہم کے دور کھڑا ہو گیا۔ ''ہم سب کو آگے کوئی قدم بڑھانے سے پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ سرخ ذرات کی یہ آندھی کسی عظیم ساحر کا کارنامہ ہے تو جالموش کے بعد کون اس کے عقب میں ہے؟'' گورے نے کہا۔

میں خاموش کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لشکر پہ ایک سکوت طاری تھا۔ ہم ساحل پر موجود تھے مگر آگے بڑھنے سے قاصر تھے۔ ہمارے بہت سے ساحر اس بلاخیز آندھی نے برباد کر دیے تھے لیکن یہاں تک معرکے سر کرنے کے بعد ہمیں پیش قدمی کرنا ہی مقصود تھا اور کسی طور پر وہ متحرک فصیل توڑنی تھی جو طلسم و افسوں کا نہایت شاندار مظہر تھی۔ گورے سچ کہتا تھا کہ وہ کسی عظیم ساحر کا غیر معمولی کارنامہ ہے کیونکہ بہت پائیدار اور وسیع ہے کوئی آنکھ اس کے اندر جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ ہمارا ہر طلسم ضائع ہو رہا تھا اور میرے لیے یہ ایک بہت رسوا کن اور شرمناک بات تھی کہ میں ان کی قیادت کی دعوے داری کے باوجود جاہل کھڑا تھا۔ میرے سامنے ہر دروازہ بند تھا۔

اس موقع پر ہم نے اپنے کون سے علم کا مظاہرہ نہ کیا ہوگا لیکن ریت کے ذرات ہم سے کچھ دور اڑتے رہے۔ انہوں نے آسمان تک ہماری نگاہوں کے سامنے ایک پردہ سا کھینچ دیا تھا۔ ہم بیتر نار کے رخ سے یہ نقاب نہیں اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے شپالی کی آگ کے مقدس دائرے میں گورے کی سرکردگی میں ایک قافلہ روانہ کیا۔ گورے خود بھی ایک بڑا ساحر تھا۔ جب گورے سرخ ذرات کی فصیل سے ٹکرایا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جس مصیبت سے پہلا قافلہ دوچار ہوا تھا۔ تیز ہواؤں کے بگولوں نے اس کا جسم بھی کسی پتے کی طرح اٹھا لیا اور اسے اتنے چکر دیے کہ اس کے اعضا دور دور تک بکھر گئے۔

سرنگا کہا کرتا تھا۔ ''جابر بن یوسف! تم نے ابھی کیا دیکھا ہے؟ یہ تہہ بہ تہہ اسرار کا ایک طلسم خانہ ہے۔ جتنا کریدتے جاؤ گے، اتنی ہی گتھیاں نظر آئیں گی۔'' جہاں دیدہ سرنگا نے یہاں آتے ہی وہ اسرار سونگھ لیے تھے اور شاید اس کا یہ اصرار بھی دور اندیشی پر مبنی تھا کہ ہمیں مہذب دنیا کی طرف جانے والے راستوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ سرنگا کے خیال ہی سے اس کی دیوی کی یاد آنے لگی جو ابھی ابھی جنگ کے دوران میں موجود تھی مگر اب کہیں

نظر نہیں آتی تھی، وہ آتی تو میں بیٹر نار کے ساحل پر اڑنے والے ان ذروں کا حال پوچھتا کہ جالموش کے بعد کون ایسا بڑا ساحر ہے جس نے اپنی طاقت کا یہ کمال دکھایا ہے؟ میں نے تنہا جب اس سربہاں پر غور کیا تو میں اور الجھتا گیا، ذہن چکنے لگا۔ یہ بات واضح تھی کہ تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں نے جالموش کی شکست اور ہماری فتح دل سے تسلیم نہیں کی ہے۔ وہ ہمیں اندر نہیں آنے دینا چاہتے تھے اور ہمیں بہر صورت اندر داخل ہونا تھا۔ یا پھر یہ تھا کہ جارا کا کی طرف سے ہمارے عزم اور حوصلے کی کوئی آزمائش مقصود تھی جس میں ہمیں پورا اترنا تھا یا پھر؟...... اور جب میں نے یہ سوچا تو میرا دماغ پھٹنے لگا۔

اقابلا۔ اس کا نام جیسے ہی میرے ذہن میں وارد ہوا، مجھے اپنے سیاہ خانے میں روشنی کی کچھ کرنیں سی نظر آنے لگیں۔ اقابلا! ممکن ہے اس خوں رنگ آندھی کا خط اسی ماہ وش نے کھینچ دیا ہو؟ وہ ایک عظیم وجلیل ملکہ ہے۔ تاریک براعظم میں اس کے جلال کا کوئی ہم سر نہیں۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا مگر یہ کیسے یقین کیا جائے کہ اس طلسم کے عقب میں اس کی عظمت کارفرما ہے اور اگر وہ ہمیں اپنی زمینوں کے اندر دیکھنا گوارا نہیں کرتی تو یہ اس ناگفتہ بہ صورت حال کا اور زیادہ تشویش ناک پہلو ہے۔ پھر کیا میں اس کی مرضی کے بغیر اندر داخل ہونے کی جرأت کروں گا؟ میں اس نازک بدن سے پنجہ لڑاؤں گا؟ میں؟ میں جابر بن یوسف اقابلا سے معرکہ آرا ہوں گا؟ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت میں شدید ذہنی الجھنوں کا اسیر تھا۔ شوطار اور فلورا میرے نزدیک آ چکی تھیں اور سب لوگ میری زبان سے کچھ سننے کے لیے مضطرب تھے اور میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا مجھے شوطار کی جرأت پر حیرت ہوئی۔ وہ اقابلا کا مجسمہ تھامے ہوئے تھی۔ اس نے بے باکی سے میرے کان میں سیسہ پگھلایا۔ "سنو مقدس جابر! تماشا ہو چکا۔ یہ ایک ایسی فصیل ہے جو انگرو ماوالوں نے تاریک براعظم کے ساحروں سے روپوش ہونے کے لیے اپنے اردگرد کھینچی تھی۔ تم نے جالموش کے زوال کے بعد پیش قدمی میں دیر کر دی۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ تم اقابلا کا یہ منحوس مجسمہ تباہ کر دو اور یقین کرو کہ راستے تمہارے خیر مقدم کے لیے خود بخود آگے بڑھیں گے۔" شوطار کے لہجے میں اسار کی ملکہ کا شکوہ تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے مجسمہ چھین لیا اور اس کے رخسار پر الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لوٹتی ہوئی دور جا گری۔

"ملکہ شوطار حق پر ہے۔" امرتا نے بھی گستاخی کی۔

"چپ رہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اسے محفوظ رکھوں گا، چاہے انگرو ما کا سارا لشکر تباہ ہو جائے۔" میں نے طیش میں کہا۔

"پھر ہم اندر داخل نہیں ہو سکتے۔" فلورا بھی ان کی ہم نوا بن گئی۔

"تم بھی فلورا!" میں نے نفرت سے کہا۔ "تم بھی میری ہم نوا نہیں ہو؟"

"میں تمہیں اپنی دانست میں ایک بہترین مشورہ دے رہی ہوں۔"

"اور مجھے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس مجسمے کی حفاظت کا عہد کیا ہے اور میں اپنی زندگی تک اسے اپنے سینے سے لگائے رکھوں گا۔ تم سب میرے احساسات سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ تم بھٹکے ہو۔ تم جانور ہو اور تم وہ نہیں ہو جو میں ہوں۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"مقدس جابر!" بوڑھا حالانسی شفقت سے بولا۔ "ہم تم سے رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ ہمارا بہترین ساحر گورے اس قیامت خیز آندھی

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کی نذر ہو چکا ہے۔ ہمارے علم ناکام ثابت ہو گئے ہیں۔ ہم یہ آندھی اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتے تاوقتیکہ ہم اقابلا کا مجسمہ ختم کر کے تاریک براعظم میں ایک مکمل انقلاب برپا کر دینے کا عہد دیوتاؤں سے نہ لے لیں۔ اصرار مت کرو جابر! وہ ہماری دشمن ہے۔ حالانکہ ہم نے اسے دوستی کی پیش کش کی ہے اور اس کی سربراہی میں یہ نظام چلانے کا عہد کیا ہے۔''

''میں یہ نہیں کر سکتا بوڑھے گدھو!'' میں نے سختی سے جواب دیا۔

''تو ہمارے لیے کیا حکم؟'' گروتا نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔

''وہ کہاں آرام کر رہا ہے؟'' میں نے چیخ کر کہا۔ ''وہ تمہارا سردار ریماجن، وہ کہاں غائب ہے؟ اس سے کہو کہ وہ کچھ ہاتھ ہلائے۔ اسے آواز دو۔ وہ اقابلا کی منت کرے۔ اس کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہو۔ میں نے جالوش کو ختم کر کے اپنا کام انجام دے دیا ہے۔ اب کچھ ریماجن کو بھی کرنا چاہیے۔ کیا وہ اس وقت آئے گا جب میں اس کے لیے زرنگار تخت بچھاؤں گا؟''

''مقدس ریماجن ہر بات سے باخبر ہو گا۔'' امرتا نے اس کی وکالت کی۔

''تو اسے آ جانا چاہیے امرتا!'' میں نے طنزاً کہا۔

''اور اگر وہ نہ آیا؟'' فلورا نے خواب زدہ لہجے میں پوچھا۔

''تو پھر ہم یہیں آرام کریں گے۔ ہمارے ساتھ بہت سی عورتیں بھی ہیں، وہ سامنے سمندر ہے، جس میں عمدہ مچھلیاں ہیں۔ ہم اپنی انگلیوں سے آگ لگا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس بڑی مقدار میں شراب ہے۔ شاید ان ساحروں کو ہمارے حال زار پر بھی رحم آ جائے جنہوں نے یہ خوب صورت آندھی ہمارے قریب اٹھائی ہے۔''

''جابر!'' فلورا میرے لہجے کی تلخی سے نڈھال ہو گئی ''تم کیا ہو؟''

''میں!'' میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''مجھے خود خبر نہیں کہ میں کیا ہوں؟'' ''سنو ساتھیو!'' میں نے فلورا کو جواب دینے کے بعد مضمحل لوگوں کو مخاطب کیا۔ ''یہیں کنارے ڈیرے ڈال دو۔ اگر جگہ کم ہے تو کشتیوں میں ٹھہر جاؤ۔ اور اپنے شراب کے برتن ہلکے کرنے شروع کر دو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ جب تک ریماجن تمہاری خیر خبر لینے آ ہی جائے گا۔ ممکن ہے، اس کے پاس کوئی بڑا جادو ہو۔''

یہ ایک بہت سنجیدہ اور نازک وقت تھا۔ جارا کا کی کھوپڑیاں ہاتھوں میں اٹھائے انگروما کے عالم اور ساحر آسمانوں سے مخاطب تھے۔ جدھر دیکھئے ادھر ساحر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے تھے۔ مجھے بے نیاز دیکھ کے میرے قریب کی بھیڑ چھٹ گئی اور میں نے فلورا اور شوطار دونوں کو اپنے بائیں بازو کے حلقے میں لے لیا، میرے دوسرے بازو میں اقابلا کا مجسمہ تھا۔ میں خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا اور جب اس آندھی کی طرف نظر جاتی تھی تو جسم میں ایک بے کلی سی ہوتی تھی۔ میں انہیں لیے ہوئے ایک چٹان پر دراز ہو گیا۔ اقابلا کا مجسمہ میں نے اپنے ایک پہلو میں دبا لیا اور فلورا نے میرے ہاتھ دبانے شروع کر دیئے۔ انگروما کی نازنینوں نے جلد ہی ہماری خدمت میں گوشت اور مشروبات پیش کر دیئے۔ شوطار نے کچھ کہنا چاہا تو میں نے پہلے ہی جملے پر اسے خاموش کر دیا۔

میدان جنگ میں اگرچہ لاشوں کا انبار تھا اور زمین خون سے نم ہوگئی تھی مگر وہ ایک طرف انگروما کے ساحروں کی عبادت گاہ بنا ہوا تھا، دوسری طرف میرے لیے عشرت کدہ۔ میں نے تمام امور بالائے طاق رکھ دیے تھے۔ جو اپنی حد میں تھا، اسے میں نے پوری طرح انجام دے دیا تھا۔ اب آگے کا کام میری حد سے باہر تھا، آگے اندھیرا تھا۔ ریت کا طوفان تھا۔ لق ودق صحرا تھا۔ وہ جان رہی ہوگی کہ میں اس کے لیے کیا سوچتا ہوں۔ میں صرف اسی کے لیے سوچتا ہوں۔ میں نے پورے لشکر سے نبرد آزما ہو کے اس کا مجسمہ محفوظ کیا ہوا تھا۔ اس مجسمے کی موجودگی سے ان باغیوں میں میرے خلاف جو نفرت بڑھ رہی تھی، میں اس سے بھی آگاہ تھا۔ وہ سب مجھ پر اچانک کسی وقت بھی ٹوٹ سکتے تھے۔ میں اپنے دوستوں کی محفل میں نہیں تھا۔

رات کے اندھیرے میں ایسا محسوس ہوا جیسے ریت کا طوفان کمزور پڑ گیا ہو۔ پھر جب یہ بتایا گیا تو میں نے لانسی کی سرکردگی میں ایک مختصر سا قافلہ اس طرف روانہ کرنے کا حکم دیا۔ مشعلوں کی روشنی میں لانسی کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت سے ساحر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے مگر تھوڑی دور جانے کے بعد جب لانسی اور اس کے ساتھیوں کی چیخیں گونجیں تو وہ ساحل کی طرف بے تحاشا بھاگتے ہوئے آئے۔ لانسی جیسے بے بدل ساحر کے ساتھ بھی ریت کے خون آشام ذروں نے مغائرت کا رویہ جاری رکھا۔ اب کوئی اور قافلہ ریت کے طوفان کی طرف کوچ کرنے کا قصد نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ساری رات کرب میں گزری۔ فلورا اور شوطار کی قربتیں بھی کچھ نہ کر سکیں۔ ذہن کا مطلع صاف نہیں ہوا، غبار آلود ہی رہا اور دور ساحل پر ایک روشنی سی ٹمٹماتی نظر آئی۔ لشکر میں کوئی شخص نہیں سویا تھا۔ جب انہیں امرتا نے بتایا کہ ریما جن کی آمد ہے تو نعرہ ہائے تحسین کا غلغلہ ہوا۔ ریما جن آ رہا تھا، باغی انگروما کا جلیل القدر سربراہ، انہوں نے اس طرح نعرے لگائے جیسے نجات کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ بس وہ آئے گا تو یہ دیوزاد آندھی اپنی پھونک سے اڑا دے گا۔ بس اس کے ساحل پر اترنے کی دیر ہے۔ وہ جوش میں اچھلنے اور کودنے لگے۔ میں اپنی جگہ اطمینان سے دراز رہا۔ ریما جن کا یہ والہانہ استقبال میری عظمت کا استرداد تھا مگر ایسے لمحے بھی آتے ہیں۔ میں اس عظیم ساحر کی آمد کا منظر مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ چند مشعل بردار کشتیاں اس کی پیشوائی کے لئے سمندر میں تیرنے لگیں۔ اسے بڑی عزت اور شان کے ساتھ ساحل پر اتارا گیا۔ جیسے آج کا معرکہ اسی نے سر کیا ہو، جیسے جالوش کے سینے میں خنجر اسی نے گھونپا ہو اور وہی آج کا بادشاہ ہو۔ ساری عظمتیں اسی کے لیے ہیں کہ وہ جادوگر آ رہا ہے۔ اس وقت میرے نزدیک کوئی اور ذی نفس نہیں تھا۔ صرف فلورا اور شوطار تھیں۔

ریما جن نے ساحل پر آتے ہی اپنے رفیق ساحروں کے ساتھ غالباً کوئی جلسہ منعقد کیا تھا۔ مشعلیں ایک جگہ ٹھہر گئی تھیں۔ میں نے یہ روداد سننی نہیں چاہی کیونکہ مسائل ومصائب کی اس تکرار سے سینے میں سوزش ہوتی تھی، میں اپنی جگہ فلورا اور شوطار کے حسن کے جھولے میں خود پر مستی طاری کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ادھر مشعلیں حرکت میں آتی ہوئی میری طرف بڑھتی دکھائی دیں۔ فلورا نے وہ بے شمار روشنیاں اپنی سمت منتقل ہوتے دیکھ کر مجھے خوف زدہ انداز میں چونکا دیا۔ شوطار کا جسم بھی لرزنے لگا تھا۔ میں نے فلورا کی دہشت دور کرنے کے لئے اپنا اژدہا متحرک کر دیا تھا جو اس کے پیروں میں سرسرانے لگا لیکن وہ مجھ سے بہت تھوڑے فاصلے پر ٹھہر گئے۔ ریما جن ان سب میں آگے تھا، مشعل کی روشنی میں اس کے سیاہ چہرے پر تفکر کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس نے سب سے پہلے اچٹتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا پھر ان ذرات کی طرف متوجہ ہو گیا جو انگروما کی بے مثال فتح کو شکست میں بدلنے پر تلے ہوئے تھے۔ چند لمحوں تک وہ بغور اس دیوار کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے عجیب وغریب انداز میں کوئی عمل پڑھا اور کسی

مسخرے کی طرح اپنے ہاتھ نچائے، اس کی انگلیوں سے روشنی کی لکیریں پھوٹنے لگی تھیں۔ یہ روشنی اڑتی ہوئی ریت کی فصیل پر پڑی تو سرخ ذرات چمکنے لگے مگر وہ اتنے نزدیک تھے اور کثرت میں اتنے زیادہ تھے کہ ریماجن کی انگلیوں سے خارج ہونے والی روشنی ان کے پار نہ جا سکی۔ ساتھ ہی اس کے ساتھیوں نے اپنے گلے میں لگے ہوئے طلسمی تو اور جاراکاکا کی کھوپڑیاں ریت میں پھینکنا شروع کر دی۔ اس سے بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تو انہوں نے چند نوجوان لڑکیاں قربان کر کے ان کے خون سے دس ساحروں کے جسم رنگ دیئے۔ انہیں اس طرف ارسال کرنے سے پہلے گڑگڑا کر جاراکاکا کی عبادت کی گئی۔ احتیاط کے طور پر ان کے گردنوں میں جاراکاکا کی کھوپڑیاں اور دوسرے تو ڈال دیئے گئے۔ ریماجن خود انہیں دور تک چھوڑنے گیا اور واپس آ گیا مگر جلد ہی دل چیرنے والی چیخیں گونجنے لگیں، ریماجن کی ایما سے بھیجے ہوئے اس قافلے کا حشر پہلے سے مختلف نہیں ہوا تھا۔ ریماجن کی ناکامی پر قلوراؔ نے زور سے میرا ہاتھ دبایا۔ ریماجن کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ اپنے رفیقوں کے درمیان سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا اب اس کا رخ کس جانب ہوگا؟ میں نے اپنی نشست میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ شوطار کو ایک قدح مشروب کا اپنے ہاتھوں سے پلانے کا حکم صادر کیا۔ شوطار مجھے اپنے نازک ہاتھوں سے یہ آتشیں جام پلا رہی تھی کہ ریماجن اور اس کے ساتھی بوجھل قدموں سے میرے روبرو آ گئے۔ "مقدس جابر!" ریماجن کے لہجے میں پسپائی تھی۔ "وہ بہت عظیم ہے ملکہ اقابلا بہت عظیم ہے مگر اسے شاید انگروما کے حصار میں ہونے والے ہمارے عہد نامے کی خبر نہیں ہے کہ ہم نے اس کی سربراہی اور عظمت دل سے قبول کی ہے۔ کیا تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ہم اس کے سوا کسی کے اقتدار کا تصور تک نہیں کرتے۔ ہم اس کے بہترین محافظ ثابت ہوں گے اور ہمارا انجام یقیناً جالوش سے بہتر ہوگا۔"

میں نے کروٹ بدل لی۔ آج پہلی بار ریماجن براہ راست مجھ سے اتنی قربت کے ساتھ ہم کلام تھا، میں نے سوچا تھا، میں کہوں گا کہ آج تمہارا کوئی ترجمان نمائندگی کیوں نہیں کر رہا ہے؟ مگر ریماجن بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے شوطار کے کان کاٹتے ہوئے اسے جواب دیا۔

"ریماجن! تمہاری زبان سے یہ کلمات سن کے مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ یقیناً وہ بہت عظیم ہے کہ تم اس کے وفادار ہو اور تمہاری نیت میں کوئی آلودگی نہیں، ممکن ہے، کسی دن اسے تم پر ترس آ جائے۔"

"ہم اسے یہ یقین ضرور دلائیں گے۔" وہ تاسف سے بولا اور اس نے اچانک اپنی انگلی گھما کے اور چند ساحروں کے سوا باقیوں کو وہاں سے رخصت کر کے ایک نادیدہ تہہ خانہ قائم کیا۔ غالباً وہ کوئی اہم بات کرنا چاہتا تھا، جیسے ہی یہ حصار قائم ہوا، وہ مجھ سے اور نزدیک ہو گیا اور سرگوشی میں بولا۔ "جابر بن یوسف! ہم نے بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے، وہ تمام جزیروں اور قبیلوں کی بلاشرکت غیرے مختار بن گئی ہے۔ وہ سب پر حاوی ہے۔ جیسے ہی جالوش کا زوال ہوا، اس نے اپنی طاقتوں سے تمام نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب یہاں اس کی طاقت کا کوئی ثانی نہیں، وہ اسی لمحے کی منتظر تھی اور یہ نادر موقع اسے ہم نے فراہم کر دیا۔"

"یا یوں کہو کہ اس نے ہم سے زیادہ مستعدی اور ذہانت کا ثبوت دیا" اگر تم ریت کے یہ آہنی ذرے توڑ سکتے ہو تو توڑ لو مگر یاد رکھنا، اس کی حیثیت ایک فریق کی ہے اور یقیناً اسے جاراکاکا کی اعانت حاصل ہے کیونکہ وہ بہت حسین ہے جب وہ اپنے نازک لبوں سے ان سے کوئی فرمائش کرتی ہوگی تو دیوتاؤں کی جبینیں جھک جاتی ہوں گی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو اس فصیل سے سر ٹکراتے

رہو اور کسی موہوم امید میں یہاں پڑے رہو یا پھر انگر و ما واپس چلے جاؤ اور پھر سے اپنی طاقت منظم کرو۔ اب جالوش درمیان میں نہیں ہے۔ شاید تمہیں اتنی دیر نہ لگے۔"

وہ مجھ سے اور قریب ہو گیا اور اتنی نرمی سے بولا کہ اس کی حلاوت سے مجھے اپنی سماعت میں کسی نقص کا گمان ہوا۔ "جابر بن یوسف اب بھی ہم اسے شکست دے سکتے ہیں۔ اس کا مجسمہ ہمارے پاس ہے۔ ہم اسے تباہ کر دیں گے پھر یہ قلعہ بھی گر جائے گا۔"

"تم ابھی اس کی عظمت کے گن گا رہے تھے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور اب اس کی تباہی کے درپے ہو؟" یہ کہتے ہوئے میں نے اس کا قائم کیا ہوا حصار توڑ دیا۔ "ریما جن! میں اس کے خلاف کوئی سازش برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تم پر آخری بار یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس کی شدید نفرتوں اور غصوں کے باوجود اس سے تازندگی وفادار رہوں گا۔ مجھے تمہارے ان طلسم خانوں، مندروں، ساحرانہ شعبدوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف اس سے دلچسپی رکھتا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے اسی کی قربت کے حصول کے لیے کیا ہے۔"

میرے طیش سے ریما جن کے چہرے کا رنگ اور سیاہ ہو گیا۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ اقابلا کا مجسمہ میرے پہلو میں دبا ہوا تھا۔ اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں ریما جن مجھ پر غصے میں حملہ آور ہو جائے، میں احتیاطاً اٹھ کے بیٹھ گیا۔ "وہ۔" ریما جن نفرت اور حقارت سے بولا۔ "وہ تمہیں کبھی قریب نہیں آنے دے گی جب وہ ایسا کرے گی تو اس کی مسند اور عظمت وشوکت خطرے میں پڑ جائے گی۔ جابر بن یوسف!" اس کے دانت کٹکٹانے لگے۔ "ہم نے دوستوں کی طرح عہد کیا ہے۔ میں تم سے اس دوستی کے نام پر مطالبہ کرتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ ورنہ......"

"ورنہ......" میں نے درمیان میں دخل دیا۔ "ورنہ تم دشمنی پر اتر آؤ گے؟ ریما جن! تم اپنی سطح سے کم تر باتیں کرنے لگے ہو۔ جاؤ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ اگر اس کی پسندیدگی درکار ہے تو اسے یہ یقین دلانے کی کوشش کرو۔ نفرتوں سے تم کچھ حاصل نہیں کرو گے۔ ہمارا تمہارا عہد نامہ برقرار ہے۔ دیوتا اس کے گواہ ہیں اور میں اس پر کاربند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔"

ریما جن نے میرے لہجے کے عزم سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلسلے میں مزید کسی گفت وشنید سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ میں اب بہت محتاط ہو کے اس کی نقل وحرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ تمام ساحر پھر میرے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان کے تیور یقیناً اچھے نہیں تھے۔ ایک بار پھر کچھ تلخ اور ترش جملوں کا تبادلہ ہوا۔ وہ لوگ جو کل میرے اشاروں پر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، ریما جن کے آنے کے بعد مجھ سے قطعاً ناراض ہو گئے تھے۔ ان کی زبان لڑکھڑا رہی تھی اور وہ بار بار بے چینی سے پہلو بدلتے تھے۔ میرے لیے زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا دشوار ہو گیا۔ میں مجسمہ اٹھائے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"یہ مجسمہ ہمارے حوالے کر دو۔" امرتا نے درشتی سے کہا۔

"چپ رہو نا ہنجار!" میں نے اقابلا کا مجسمہ اٹھا کے اس کے سر پر دے مارا، امرتا کا مغز باہر آ گیا اور وہ ایک دہاڑ کے ساتھ زمین پر گر گیا۔ فلورا اور شوطار نے دہشت سے میرے بازو پکڑ رکھے تھے۔ قریب تھا کہ تمام ساحر مجھ پر ٹوٹ پڑیں کیونکہ وہ تمام عواقب ونتائج سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ میری ضد اور اپنی ہزیمت سے ان پر جنون کا دورہ پڑ گیا تھا۔ ان کے لیے یہ بڑی ہمت شکن، روح فرسا اور اذیت ناک بات تھی کہ جالوش

کے بعد بھی تاریک براعظم کے دروازے ان پر بند تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ اقابلا کا مجسمہ حاصل کرنے کے بعد اسے آسانی سے تباہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہ ایک زمانے سے انگرو ما میں یہ ناکام کوشش کر رہے تھے۔ یہ مجسمہ ان کے ہاتھوں میں پہنچ بھی جائے گا تو اس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک وہ اسے تباہ کرنے کے لئے کوئی جابر بن یوسف جیسا شخص اپنی صفوں میں پیدا نہ کر لیں۔ انہیں میری ضرورت تھی کیونکہ میں نے پہلے ہی جالوش کا مجسمہ ریزہ ریزہ کر دیا تھا لیکن میرے انکار پر وہ دیوانے ہو گئے اور اسے مجھ سے چھین لینے کے ارادے سے میری طرف بڑھنے لگے۔ میں نے ان کے مشتعل انجبار پڑھ لیے تھے اور ان کی برہم آنکھیں تاک لی تھیں۔ اگر یہاں کوئی میرا رفیق تھا تو وہ فلورا تھی یا شوطار تھی اور اگر یہاں میرا کوئی دشمن تھا تو وہ سب تھے۔ پورا انگرو ما تھا۔ میں اس لشکر میں زیادہ دیر تک اپنی ضد قائم نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ یہ صورت حال انگرو ما جیسی نہیں تھی۔ اس وقت میں نے یہ مجسمہ روحوں کے غار میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہاں کا ہو نہیں تھا۔ روحیں منتشر پھر رہی تھیں اور کوئی محفوظ زنداں نہیں تھا۔ میں ان کے لیے جالوش کو فتح کر چکا تھا اور ان کی مفاہمت کی وہ مصلحت بھی نہیں تھی جو انگرو ما میں تھی۔ میں ان کے لیے ایک بڑا کانٹا تھا۔ جب تمام لوگ پاگل ہو جائیں تو کون طاقت اور عقل کی بات سنتا ہے؟ اگرچہ میں مشکل سے مشکل حالات میں اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا مگر میں تنہا کب تک ان سب سے اس مختصر زمین پر نبرد آزما رہتا؟ یہ ساحل کی ایک مختصر لکیر نما پٹی تھی اور سمندر تھا اگر سمندر میں کودتا تو وہ میرے تعاقب میں کشتیاں دوڑا دیتے اگر خشکی پر اپنے وجود کا اصرار کیے رہتا تو وہ مجھ پر سکون حرام کر دیتے۔

اس سے قبل کہ وہ اپنی رہی سہی عقل بھی کھو دیں اور مجسمے کے حصول کے لیے مجھ پر ٹوٹ پڑیں یا کوئی اور غیر دانش مندانہ قدم اٹھائیں، نزاع اور انتشار کے اور مسئلے کھڑے کریں، میں نے دلیری سے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساحروں کو پیچھے دھکیل دیا اور چیخ کر انہیں دور ہو جانے کا حکم دیا۔ میں تیزی سے آگے بڑھا۔ اصل میں اس وقت اگر ان کی برہمی اور ناراضی کی موجودہ کیفیت ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو میں ان سے بعد میں نمٹنے کی تدبیروں پر غور کر سکتا تھا۔ اس وقت سب سے اہم بات یہ تھی کہ میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔ وہ میرے آگے قدم بڑھانے پر کسمسانے لگے لیکن جیسے ہی میں اس منتشر مزاج گروہ سے باہر نکلا، انہوں نے میرا تعاقب شروع کر دیا۔ میں نے رفتار تیز کر دی اور انہوں نے بھی میری تقلید کی۔ فلورا اور شوطار پیچھے رہ گئیں۔ میں نے اچانک پیچھے مڑ کے کسی درندے کی طرح قہر و غضب کی ایک پھنکار ماری، وہ چند قدم پیچھے ہٹے مگر پھر جھپٹنے کے انداز میں مجھ پر لپکے، ان میں سے ایک ساحر جوش میں آگے بڑھ آیا۔ میں نے ڈگی کے سینگ اس کے پیٹ میں گھونپنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریماجن کا پیمانہ چھلک پڑا۔ وہ میری طرف چیتے کی پھرتی سے جھپٹا۔ مجھے اپنے تو اور استعمال کرنے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی اور ریماجن سامنے تھا۔ میں نے کوئی اور راستہ نہ دیکھ کے ریت کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان وحشیوں نے وہاں بھی میرا تعاقب جاری رکھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں واپس آؤں گا اور جب میں واپس ہوں گا تو وہ گدھوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ وہ مجھے آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ مجسمہ یقیناً مجھ سے چھین لیتے۔ اگر مجسمے کی فکر نہ ہوتی تو میں تنہا ان سے نمٹ لیتا مگر پھر ایسی خوف ناک صورت حال ہی کیوں پیش آتی؟

پہلے تو میں ریت کے کنارے کنارے بھاگتا رہا لیکن اس سے انہیں یہ گمان گزرا کہ میں ان سے مکمل طور پر خوف زدہ ہو گیا ہوں۔ دشمن کے ذہن میں یہ نکتہ جڑ پکڑ جائے تو وہ اور جارح ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ہر طرف سے مجھے گھیر لیا۔ میرے پہلو میں ریت اڑ رہی تھی اور میں اس کے

اس قدر نزدیک ہو گیا تھا کہ ذرات میرا جسم چھیدنے لگے تھے۔ اسی لمحے دفعتاً ان کا تعاقب کمزور پڑ گیا۔ ریما جن نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھ سے دور ہٹ جائیں۔ میں یہ غیر متوقع حکم سن کر حیران ہوا مگر چند طاقتوں کی کشمکش کے بعد اس کے مضمرات تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ریما جن اپنے ساتھیوں کے مانند پوری طرح ہوش نہیں کھو بیٹھا تھا۔ جب اس نے مجھے ریت کی دیوار کے نزدیک دیکھا تو اسے یہ خوف پیدا ہوا کہ ریت کہیں مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے لے اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے مجسمے سے محروم ہو جائے گا مگر اس ایک لمحے کی مہلت میرے لیے بڑی فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

اب تک میں نے یا ریما جن نے ریت کا یہ طلسمی پردہ چاک کرنے اور اس میں داخل ہونے کی جسارت عمداً نہیں کی تھی کیونکہ انگروما کے لشکر کے قائدین پر کوئی آنچ آتی تو انگروما کا نام و نشان مٹ جاتا۔ ہم انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو بھیانک موت سے دوچار کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے لیکن یہیں سے میرے ذہن نے ایک اور سمت رہبری کی۔ ضروری نہیں کہ گورے، بوڑھے لاشی اور دوسرے ساحروں کے لیے یہ ریت ہلاکت کا سبب تھی تو میرے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا۔ میری اور ریما جن کی بات اور تھی، ہم یقیناً سب سے بلند تھے اور ہم پر طلسم اس طرح اثر انداز نہیں ہوتے تھے جس طرح عام ساحروں پر ہوتے تھے اور پھر میں تو اقابلا کے مجسمے کا امین اور اس کی برتری کا خواہاں تھا۔ میرے لیے اس ہلاکت خیز ریت میں داخل ہونے پر تردد بزدلی تھا۔ میں نے ایک جرأت مندانہ اور قلندرانہ ارادہ کیا۔ "اقابلا تیرے نام پر۔" میں نے ہانک لگا کے فلورا اور شوطار کی طرف حسرت کی نظر سے دیکھا۔ میرا دوسرا قدم ریت کے اندر تھا۔ میری سماعت ان کی چیخیں چند ہی لمحوں تک سن سکی۔ پھر میں ریت کے طوفان میں گھس گیا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔

اندر ریت کا طوفان بہت شدید تھا۔ اس نے مجھے کئی ہچکولے دیئے۔ میرے قدم زمین سے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر میں کوئی درخت نہیں تھا۔ میں کوئی ستون نہیں تھا۔ میں تو ایک عمارت تھا۔ میں تو ایک جنگل تھا۔ میرا اپنا جسم پر اسرار طاقتوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ میری کئی آنکھیں تھیں، کئی چہرے، کئی جسم تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے سے اڑنے والے ریت کے بگولے جھٹک دیئے۔ اس جابر بن یوسف کے خون میں سڑے ہوئے لیفو، نوجوان لڑکیوں کا خون، شکستہ درماندہ بڑھیا کا دودھ، ہربکا کا مغز شامل تھا۔ میں ریت کے اس طوفان سے جنگ لڑتا ہوا، لڑکھڑاتا سنبھلتا آگے بڑھتا رہا۔ ننھے ننھے ذروں نے راستہ اندھا کر دیا تھا۔ میرے برہنہ جسم میں بے شمار سوئیوں کی طرح ریت چبھ رہی تھی لیکن میں کلی طور پر اپنے حواس میں تھا بلکہ جوش اور ولولہ پہلے سے تیز تھا۔ میں نے زمین نہیں چھوڑی۔ ریت نے مجھے اپنے پروں پر اٹھانے کے لئے کئی بار یلغار کی لیکن میں ایسے ہر موقع پر زمین پر بیٹھ گیا اور جیسے ہی حملے کی شدت کم ہوئی، اٹھ کر چلنے لگا۔ اقابلا کا وزنی مجسمہ بھی میرے وزن میں اضافے کا سبب تھا۔

میں نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو میری رفتار میں تیزی آ گئی۔ آگے جا کے ریت کے ان جھکڑوں میں خاصی کمی ہو گئی۔ یہ پر اسرار آندھی کی ایک عظیم اور طویل دیوار تھی۔ یہ محسوس کر کے میری شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میں تمام حوادث سے محفوظ ہوں اور میں نے ریت کا یہ صحرا عبور کر لیا ہے۔ جیزنار کی لالہ زار بستی میرے سامنے تھی۔ درخت، جنگل، پانی۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو ابھی تک وہ دیوار قائم تھی۔ اس دیوار کے پار انگروما کا لشکر تھا۔ ریت میرے منہ، ناک اور کانوں میں گھس گئی تھی۔ ایک چشمے پر اپنا جسم صاف کر کے میں نے اطمینان کی چند گہری سانسیں لیں، ساتھ ہی

http://kitaabghar.com

اقابلا کا جسم بھی بڑی نزاکت سے دھویا۔ پودوں سے مختلف پھول توڑ کے ایک ہار بنایا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ میں اب اپنے علاقے میں تھا، ایک عرصے بعد۔ ایک بہت بڑی تبدیلی کے بعد۔ میں اس کا ردعمل جاننے کے لیے بے تاب تھا۔ ادھر ادھر دیکھتا تھا کہ کہیں قریب ہی اس کی آہٹ تو نہیں ہوتی۔ وہ یا اس کی نمائندہ دل و دماغ میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ یقین تھا کہ کسی طرف سے کوئی آواز آئے گی۔ مترنم آواز۔ وہ کہے گی۔ جابر بن یوسف! اے یار جانی تو بھی کیا خوب ہے۔ بہت ضدی ہے۔ تو بڑا شریر ہے۔ چل کہ وہ تیری منتظر ہے۔ چل کہ اس نے اپنے سراپا میں عطر بسایا ہے اور اس کے بدن کے پھول تیرے ہاتھوں آزاد ہونے کے لیے بے قرار ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کرلے اور ایک حوش ربا منظر کے لیے تیار ہو جا۔ ذرا دل سنبھال کے رکھیو۔

☆==========☆==========☆

قلمکار کلب پاکستان

☆......اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ مختلف موضوعات پر لکھ سکتے ہیں؟

☆......آپ اپنی تحریریں ہمیں روانہ کریں ہم ان کی نوک پلک سنوار دیں گے۔

☆......آپ شاعری کرتے ہیں یا مضمون و کہانیاں لکھتے ہیں؟

☆......ہم انہیں مختلف رسائل و جرائد میں شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔

☆......آپ اپنی تحریروں کو کتابی شکل میں شائع کرانے کے خواہشمند ہیں؟

☆......ہم آپ کی تحریروں کو دیدہ زیب و دلکش انداز میں کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

☆......آپ اپنی کتابوں کی مناسب تشہیر کے خواہشمند ہیں؟

☆......ہم آپ کی کتابوں کی تشہیر مختلف جرائد و رسائل میں تبصروں اور تذکروں میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اگر آپ اپنی تحریروں کے لیے مختلف اخبارات و رسائل تک رسائی چاہتے ہیں؟

تو...... ہم آپ کی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کے مواقع دینا چاہتے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں۔

ڈاکٹر صابر علی ہاشمی

قلمکار کلب پاکستان

0333 222 1689

qalamkar_club@yahoo.com

خیال تھا کہ جلدی کسی سمت سے کوئی ندا آئے گی اور اس میں بڑی خوشبو ہوگی جہاں میں کھڑا تھا، وہاں دور دور تک آدم زاد کا نشان نہیں تھا۔ میں کچھ دور جاتا تو بستی آجاتی جہاں میرے تپاک میں عورتیں رقص کرنے لگتیں، بیتر نار کے علاقے پر میری سرداری کی مہر لگی ہوئی تھی لیکن بستی میں جانے اور اپنے نائب کو پریشان کرنے میں وقت کا ضیاع تھا۔ ادھر وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ اس نے اپنے محل میں نصب طلسمی آئینوں میں دیکھ لیا ہوگا کہ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے سلگ رہی ہیں اور میرے دل میں جذبات کا ایک سمندر موج زن ہے۔ کچھ ہی دیر جاتی ہے کہ کنیزیں بدن نازنینیں مجھے اپنے دوش پر اٹھا کے اس کے قصر میں لے جائیں گی جہاں اقابلا میرے لیے اپنے حسن و جمال کی ضیافت کا اہتمام کرے گی۔ منزل مراد برآ ہونے کو ہے۔ درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ یقیناً میں اب بھی اس کے قد کے برابر کا شخص نہیں ہوں مگر اب کون میرا مد مقابل ہے۔ میں کسی گوشے سے کوئی آواز سننے کے لئے ترستا رہا۔ کسی نے مجھے نہیں پکارا۔ جیسے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ میں وہی پہلے جیسا جابر بن یوسف ہوں۔ میں انگروما کا فاتح نہیں ہوں اور میں نے جالموش کا باب بند نہیں کیا ہے۔ بیتر نار میں مجھے مژدہ جاں فزا سنانے کے لئے کوئی پری آسمان سے نہیں اتری۔

میں نے اپنے پُر اسرار باطن کے دریچے کھول کے بھی دیکھا کہ کسی طرح یہ اندھیرا اور سناٹا دور ہو۔ اس تاخیر اور سرد مہری سے مجھے اختلاج ہونے لگا تھا۔ کاش میرے پر ہوتے اور میں اڑ کے پہنچ جاتا۔ رفتہ رفتہ میرے اندر کم تری کا احساس جاگزیں ہونے لگا یا مجھے اپنی قامت کا صحیح اندازہ ہونے لگا۔ جالموش کے پر نہیں تھے مگر وہ لمحوں میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا۔ اسرار کے دور دراز جزیرے میں جارا کا کا کی عبادت کے دوران میں اس کا ہاتھ سمندروں کو پار کرتا ہوا پہنچ گیا تھا اور اس نے میرے ماتھے پر بطور سند اپنی استخوانی انگلی ثبت کی تھی۔ قصر اقابلا میں جب اقابلا مجھے خصوصی التفات سے نواز رہی تھی اور مجھ میں جذب ہوئی جاتی تھی، وہ وہاں بھی دہاڑتا ہوا حارج ہو گیا تھا۔ توری کے جزیرے پر انگروما کے باغیوں کے حملے کے وقت وہ اپنی فوج ظفر موج کے ہمراہ ساحل پر موجود تھا۔ وہ دلوں میں گھس جاتا تھا اور اس کے کان اتنے بڑے، آنکھیں اتنی تیز اور ہاتھ اتنے لمبے تھے کہ فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے جالموش کی شخصیت کے ترازو میں اپنا وزن کیا تو مجھے اپنی قدر و قیمت کا احساس ہوا۔

جنگ میں اسے شکست دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اس کے رتبے کا شخص ہو گیا ہوں میں اقابلا سے رابطہ قائم کرنے سے قاصر تھا۔ اس کی شان ہی کچھ اور تھی۔ جنگ میں اس کے خلاف بہت سے عوامل کام کر رہے تھے۔ صدیوں سے اس نے اپنے لیے نفرت پیدا کر رکھی تھی۔ ہر کمال کو زوال نصیب ہوتا ہے۔ اس کی بقا کی علامت کا مجسمہ تباہ ہونے کے بعد اس کی شکست یقینی ہو گئی تھی۔ سرنگا کی دیوی میری پشت پر تھی اور ہم نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس کی موت میرے لیے اعزاز کی بات نہیں تھی کیونکہ میں خود کو اس کی طاقتوں کا عشر عشیر بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر میرا اس سے دوبدو مقابلہ ہوتا تو مجھے زمین پر کھڑے ہونے کے لیے لمحے بھی نہ ملتے۔ یہ کام تاریک براعظم کے دیوتاؤں کو اپنی شعبدے باز مصلحتوں کے تحت میرے ہاتھوں انجام دلوانا تھا یا پھر میری طاقت کا ذریعہ صرف سرنگا کی دیوی تھی جس کا وجود یہاں کے ساحروں کی نظر میں لاینحل تھا۔ غالباً وہی میری فضیلت کا سبب تھی۔ وہ ہر سنگین اور نازک موقع پر نمودار ہو کے میرا مرتبہ بلند کر جاتی تھی، کالاری اور شوالا سے مقابلے، انگروما سے فرار، جالموش کے مجسمے کی تباہی اور جنگ کے دوران میں اس نے اس طلسمی کارخانے کے مزدوروں کو چونکا دیا تھا۔

بیتر نار کی زمین پر آوارگی کرتے ہوئے دیر ہو گئی تو مجھ پر ناتوانی اور نقاہت غالب آنے لگی۔ دھوپ پھیل چکی تھی۔ میں نڈھال ہو کے ایک

http://kitaabghar.com

جگہ بیٹھ گیا۔ گلے میں لٹکے ہوئے طلسمی کھلونے چیخنے لگے۔ ہر کھلونا ایک اذیت ناک کہانی یاد دلاتا تھا۔ میں نے اپنے روبرو اقابلا کا مجسمہ رکھ لیا اور شکایتی نظروں سے دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں نمی آگئی اور سینے کی گہرائیوں سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ ''جاناں! میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''مقدس اقابلا تمہارے اور ریماجن کے درمیان ہونے والے معاہدے کی پابند نہیں ہے۔'' یہ آواز اچانک دائیں سمت سے آئی تو میں ہڑبڑا کے کھڑا ہو گیا جیسے کسی نے مجھے گہری نیند سے چونکا دیا۔ میں نے وحشت میں اپنے گال پر طمانچہ مارا۔ یہ خواب نہیں تھا۔ میرے دائیں پہلو میں کچھ فاصلے پر قصر اقابلا کی کنیز اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

''کون کہتا ہے کہ وہ پابند ہے۔'' میں نے پہلو بدل کے رندھے ہوئے لہجے میں کہا مجھے اپنی آواز پر قابو نہیں رہا تھا۔ ''کس نے کہا کہ وہ پابند ہے؟ ان حالات میں، میں کیا فیصلہ کرتا۔ اگر یہ سب نہ ہوتا تو انگروما کا ناسور ہمیشہ رستا رہتا اور جالوش من مانیاں کرتا رہتا۔ ادھر دیکھو۔'' میں نے بیٹر نار کے ساحل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ادھر دیکھو۔ انگروما والے بیٹر نار کے ساحل پر اندر داخل ہونے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ دوسری طرف جالوش کا قصہ تمام ہو چکا ہے۔ دیوتا گواہ ہیں کہ میں نے باغیوں سے اس کی عظمت کا اعتراف کرایا ہے۔ میں نے کسی سے مفاہمت نہیں کی۔ انگروما میں تنہا اس کے مفادات کے لیے جنگ کی ہے۔ میں نے ہر لمحے اس کا خیال عزیز رکھا ہے۔ میں نے سرکش ریماجن کو جھکایا ہے۔ میں نے انگروما کے روحوں کے زنداں پر قبضہ کیا اور اس کا مجسمہ آفتوں سے محفوظ رکھا۔ یہ سب میں نے کس لیے کیا؟ میں زارشی کیوں گیا؟ میں نے یہ جزیرے کیوں فتح کیے؟ آہ وہ ایک معاہدے کی بات کرتی ہے اور مجھے جالوش اور ریماجن کی طرح اقتدار کا حریص سمجھتی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ میں صرف اس کا حریص ہوں۔ میں اس کی ذات پر اپنا اقتدار چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے کیا نہیں کیا؟'' میرے جذبات تیزی سے برسنے لگے۔ ''کیا ابھی کوئی اور آزمائش باقی ہے؟ حکم کرو کہ اب کون سی کسر باقی رہ گئی ہے؟''

''لاؤ یہ مجسمہ مجھے دے دو۔'' اس نے میرا تمام ہذیان مسترد کر کے کہا۔

''آہ'' میں نے کرب سے کہا۔ ''تمہارا یہ جارحانہ انداز میرے دل پر تازیانہ ہے۔ یہ مجسمہ، میں اس کے لیے اپنی جان حاضر کر سکتا ہوں مگر تمہارے اس مطالبے نے میرا شیشۂ دل توڑ دیا ہے۔ سچ ہے، میرے اظہار میں کوئی نقص ہے اور میرے جذبے کسی سیاہی سے آلودہ ہیں۔ میں یہ مجسمہ تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اس سے کہو کہ وہ کچھ اور طلب کرے۔''

وہ مزید گفتگو کے بجائے میری طرف تیزی سے بڑھی۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں اور اس نے جھپٹ کر مجسمہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے محسوس کیا جیسے کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو۔ جابر بن یوسف احمق اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر رہے ہو۔ یہ تمہارے پاس رہے گا تو اس کی رغبت رسوا ہو جائے گی۔ انکار کر دو، اس کے ہاتھوں سے یہ مجسمہ چھین لو۔ میں نے محسوس کیا، جیسے دیوی کی آواز آ رہی ہو اور وہ کہہ رہی ہو۔ یہ تم کیا نادانی کر رہے ہو؟ یہ حماقت ہے۔ اس مجسمے کے لیے انگروما والے پاگل ہو گئے تھے۔ اس میں اقابلا کی جان بند ہے۔ انکار کر دو۔ کیوں اپنے ہاتھ قلم کراتے ہو۔

دوشیزہ نے مجسمہ اٹھا لیا تھا، وہ بہت شاداں نظر آتی تھی۔ میں نے اس کشمکش میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''اسے لے جاؤ۔'' میں نے ہر مشورہ رد کر دیا تھا۔ ''اس سے کہنا یہ اس کے جابر بن یوسف کا تحفہ ہے جو وہ انگروما سے اس کے لیے لایا ہے۔ یہ اسے میری طرف سے دے دینا اور کہہ دینا کہ

میں وہ نہیں ہوں جو اور ہیں، اسے میرے پاس سے لے جاؤ۔ میں ہر شبہے سے بالاتر رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی صداقت کا اس سے بڑا ثبوت خود میری جان ہے۔'' میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔

وہ میرے بازوؤں میں ناز سے اٹھلائی۔ احتیاط سے مجسمہ اپنے گداز سینے سے لگایا اور میری طرف اپنے بدن کے چند پھول پھینک دیے اور چشم زدن میں نظروں سے اوجھل ہوگئی وہ مجسمہ اپنے ساتھ لے گئی تھی اور مجھے کوئی ملال نہیں تھا بلکہ میں خود کو بے وزن محسوس کر رہا تھا۔ اسے میرا یہ تحفہ ضرور پسند آئے گا۔ میں نے اپنی طرف سے ہر کدورت کھرچنے کی کوشش کی تھی اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔ ہاں یہ بات بڑی اذیت ناک تھی کہ اس نے مجھے بہت چھوٹا اور حقیر سمجھا۔ وہ پہلے ہی اشارہ کر دیتی۔ شاید اسے ڈر ہوگا کہ یہ مجسمہ میرے ہاتھوں میں محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ یا وہ یہ سمجھتی ہوگی کہ میں بھی بہک جاؤں گا۔ اس نے یہ سوچ کے دل آزاری کی تھی مگر اسے ہر بات کا اختیار تھا کیونکہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ حسین تھی اور میرا مطلوب، میری جان، میری روح تھی۔ اب دیکھیے وہ اپنا مجسمہ حاصل کر کے کیا فیصلہ کرتی ہے؟ اب بھی اگر اسے یقین نہیں آتا تو مجھے اپنی کم نصیبی پر کوئی شکوہ نہیں رہے گا۔ میں اطمینان سے درخت کے سائے میں بیٹھ گیا جیسے میں ایک بڑے قرض سے سبک دوش ہو چکا ہوں۔

کئی دن گزر گئے۔ پھر کسی نے خبر نہیں لی۔ اب رہی سہی امت بھی جواب دینے لگی۔ یہ باور کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا کہ اسے مجسمہ دے کے میں نے کوئی بہت بڑی غلطی کی ہے۔ خود اپنے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس شرط پر اس کی رفاقت کا کوئی سودا منظور نہیں تھا اس کا غم بھی نہیں تھا۔ غم تو اپنی بے سروسامانی، کم قامتی اور ناتوانی کا تھا۔ میں کسی پاگل کی طرح جنگل جنگل، صحرا صحرا گھومتا رہا۔ جہاں جہاں بیبر نار کے جزیرے کی سرحد ختم ہوتی تھی بستی سے دور ان جگہوں پر بے مقصد پھرتا رہا۔ بیبر نار کے گرد ساحل سمندر کے قریب اب بھی اسی پراسرار آدمی کا خط کھنچا ہوا تھا۔ میں نے ہر بیکا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ سمندر میں انگروما کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ ریماجن، فلورا اور شوطار مجھے نظر نہیں آئے کیونکہ ان کا قیام خشکی پر ہوگا اور ہر بیکا کی آنکھیں صرف سمندر میں ہونے والی نقل و حرکت کا مشاہدہ کر سکتی تھیں۔ ستم زدہ فلورا ریماجن کے ظلم و ستم سہہ رہی تھی۔ شوطار بھی میری قربت کی سزا میں اس کے عتاب کی زد پر ہوگی۔ میں ریت کی یہ دیوار پار کر کے پھر بیبر نار کے ساحل پر جانے کی کوشش کر سکتا تھا مگر اب ہر بات سے جی اچاٹ ہو گیا تھا۔ صرف فلورا کی فکر تھی اور دل پر اس کی مظلومیت کا بوجھ تھا مگر یہاں خود کسی طور قرار نہیں تھا۔ سورج نکلتا تھا، سورج غروب ہو جاتا تھا۔ پاؤں میں ایک چکر تھا، نہ کوئی منزل تھی، نہ کوئی رہبر تھا۔

بیبر نار میں جالوش کا طلسمی علاقہ بھی واقع تھا جس کا راستہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ میں وہاں جانے اور اس کے طلسمی عکس نماؤں میں سرنگا اور فلورا کا چہرہ دیکھنے کے لیے مضطرب تھا۔ چلتے چلتے تلوؤں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک جگہ بیبر نار کی بستی کے چند باشندے نظر آئے تو مجھے دیکھ کر زمین بوس ہو گئے۔ میں آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی رہا، یہاں تک کہ میں نے بیبر نار کی زمین کا ایک چکر لگا لیا۔ پھر ایک سنسان مقام پر مجھے شکستہ در و بام نظر آئے۔ میں ان سے بچ کر آگے نکل جانا چاہتا تھا لیکن بری طرح تھکن سوار تھی، تجسس کا شوق بھی ابھر نے لگا۔ کسی زمانے میں یہ کسی ساحر کی شان دار عبادت گاہ ہوگی۔ اب وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اندر داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے کسی آدم زاد کی بو محسوس ہوئی۔ اندر ایک نوجوان ریاضت میں غرق تھا اور اس کے سامنے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں متعدد کھوپڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ چہرہ مجھے شناسا لگا۔ غور سے دیکھا

تو وہ قارنیل تھا۔ قارنیل جو جالوش کے طلسمی علاقے میں میری رہبری کے لیے تعینات کیا گیا تھا۔ میں نے اسے ٹھوکا مارا۔ ''قارنیل۔''

اس نے جنونی انداز میں اپنا سر کئی بار جھٹکا۔ اسے میری مداخلت سخت ناگوار گزری تھی۔ جیسے ہی اس نے پلٹ کر دیکھا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔ ''مقدس جابر!'' دوسرے لمحے میں میرے قدموں پر پڑا تھا۔

میں نے اسے زمین سے اٹھایا۔ ''قارنیل! میں تمہارا دوست ہوں۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو اے معزز شخص!''

''میں۔'' اسے میرے لہجے کی شفقت پر شبہ تھا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔ ''سب کچھ تباہ ہو گیا ہے مقدس جابر! آپ بیٹر نار میں جالوش کا طلسمی علاقہ بھی شاید اس کے ساتھ ختم ہو گیا۔ تمام ساحر منتشر ہو چکے ہیں بہت سوں کی روحیں آزاد ہو گئیں۔ دیوتا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔'' اس کی آواز میں خوف شامل تھا۔

''ہاں شاید سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔'' میں نے اداسی سے کہا۔ ''وہ ایک عظیم ساحر تھا۔ اس کی دہشت اس کی موت کے بعد بھی تاریک براعظم میں پھیلی ہوئی ہے۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو مقدس جابر؟ تم ہی نے تو اسے شکست دی ہے۔'' وہ حیرت سے بولا۔ ''تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم اس سے بڑے ساحر ہو۔ تمام احترام تمہارے لیے ہیں کہ تم نے مختصر عرصے میں اپنی عظمت کی ساکھ قائم کی ہے۔''

''ہاں!'' میں نے زہر خند سے کہا۔ ''میں نے اسے شکست ضرور دی ہے۔ مگر اس سے اس کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا، اس نے طویل ریاضتیں کر کے اپنا دماغ وسیع اور اپنے ہاتھ توانا کیے تھے۔ میں دیوتاؤں کی ایما کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔''

''تم یہاں کیسے آ گئے مقدس جابر؟ میں سمجھتا تھا کہ تم نے خود اپنی ایک شان دار عبادت گاہ تعمیر کی ہو گی اور جالوش کا منصب سنبھال لیا ہو گا۔ تم اس ویرانے میں کہاں موجود ہو۔''

''قارنیل! میرے دوست! میں تمہیں کیا کیا بتاؤں؟ تم ہی بتاؤ کہ جالوش اتنا عظیم شخص کیسے ہو گیا تھا؟ کیا وہ ہمیشہ سے اتنا بڑا ساحر تھا؟ اس میں یہ ساحرانہ صفات، یہ کمالات کہاں سے آ گئے تھے؟'' میں نے بچوں کی طرح اس سے پوچھا۔ وہ میرا چہرہ تکنے لگا۔ ''بتاؤ۔ بتاؤ۔ اس میں ایسی کیا خوبیاں تھیں کہ اس کا درجہ اتنا بلند ہو گیا تھا؟''

قارنیل اسے مذاق سمجھا۔ اس نے نیازمندی سے گردن جھکائی۔ میں نے اپنے سوالوں کی تکرار جاری رکھی تو اس نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''اس نے اپنا نفس قابو میں کر لیا تھا، اسے کچل دیا تھا۔''

''غلط۔'' میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ''یوں کہو کہ اس نے اپنا نفس ایک سو کر لیا تھا۔ اس نے اسے بھٹکنے نہیں دیا۔ اس نے اپنے نفس کی پرورش کی، اسے اتنا عزیز رکھا اور اس کی خاطر اتنا ایثار کیا کہ غیر انسانی مصائب جھیلے۔ قارنیل! اس نے ایک طویل جدوجہد اپنے نفس کی سرخوشی ہی کے لیے کی تھی کیونکہ وہ اس سے جتنی محبت کرتا تھا، اتنی کسی اور سے نہیں کی۔ اس نے اپنے نفس کے لیے اپنی طاقت اور حشمت کا ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔''

وہ میری تاویل سے الجھ گیا۔ ''وہ اپنے آپ پر پوری گرفت رکھتا تھا، وہ خود اپنا غلام تھا۔ اس کی عادتوں میں بڑا نظم تھا، وہ ایک جفاکش،

ذہین، تیز اور بہادر شخص تھا۔ اس نے کبھی قناعت نہیں کی۔ بینر نار میں دنیا بھر کے طلسمی نوادر اکٹھے کیے۔ اپنی نگرانی میں ساحروں کا ایک کارواں تیار کیا۔ اس نے ایسے طلسم دریافت کیے جہاں آج تک کسی ساحر کی رسائی نہیں ہو سکی ہے، اپنے مراقبوں، مجاہدوں اور مشقتوں کے سبب سے وہ تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر بنا اور اس نے جارا کا کے محبوب غلام کا اعزاز حاصل کیا۔ مگر تم نے اسے شکست دے دی۔"

"قارنیل!" میں نے جوش میں اس کا بازو پکڑ لیا۔ "تم نے اپنے آقا کو جو زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے، وہ اسی کا مستحق تھا۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں، یہ بتاؤ اس کا طلسمی علاقہ کہاں ہے؟ ہم کوشش کریں گے کہ اس کی عظمت کو آگے بڑھائیں۔"

قارنیل نے پھر تعجب کی نظر سے مجھے دیکھا۔ اسے میری دماغی حالت پر شبہ ہو گیا ہوگا لیکن وہ ادب سے بولا۔ "اس نے جنگ میں جانے سے پہلے اپنے طلسمی علاقے تک جانے والا ہر راستہ مسدود کر دیا تھا۔ میں میدان جنگ میں موجود تھا۔ جب اس کا جسم گرا تو میں بھاگ آیا تا کہ اس طلسمی علاقے کا انتظام سنبھال لوں مگر مجھے وہاں تک جانے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی، میں یہاں آ کے بیٹھ گیا۔ وہ اتنی بڑی خانقاہ نہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے؟ کاش مجھے اس کا سراغ مل جاتا۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا۔ "تم نے اس کا ذکر کر کے میرے پیروں میں پھر زنجیر ڈال دی ہے۔ ہم وہ خانقاہ دریافت کریں گے وہ بینر نار میں قائم تھی اور یہیں ہوگی۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑا سفر طے کیا ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابتدائی منزلیں بھی سر نہیں کی ہیں۔ ایک اور تماشا سہی، اس کے بعد مجھے خود سے کوئی شکایت نہیں رہے گی۔"

قارنیل میرے لہجے کی سرکشی اور تلخی سے تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ جالوش نے بھی اس سے اس لگاؤ کے ساتھ بات نہیں کی ہوگی۔ اس نے میری انگلی پکڑ لی اور ہم کھنڈروں کو خیر باد کہہ کے بینر نار کے وسیع و عریض صحرا میں آ گئے۔ جب سے میں یہاں وارد ہوا تھا، میں نے جالوش کے علاقے کا پتہ جاننے کے لیے کوئی سحر نہیں پھونکا تھا۔ قارنیل سے ملاقات نہ ہوتی تو میں اسی طرح سفر کرتا رہتا۔ مہذب دنیا میں واپسی کا میرے دل میں نہ پہلے خیال تھا، نہ اب۔ میں نے تو اپنی ڈوری اسی کی ذات کے آستانے سے باندھ لی تھی۔ وہ مجھے اندر بلائے یا نہ بلائے، باہر ہی کھڑا رہنے دے۔ یہ اسے اختیار تھا۔ مجھے کسی سفر میں عار نہیں تھا۔ بینر نار کے ساحل سے جب تک ریما جن اپنا لشکر ہٹا نہ لیتا، میں اس جزیرے سے کہیں اور جا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں کوئی جالوش نہیں تھا جسے سفر کا صرف ارادہ کرنا پڑتا تھا، فاصلے خود فرش راہ بن جاتے تھے۔ میں تو جدھر منہ اٹھتا، اسی طرف چل پڑتا تھا، ایسے میں قارنیل مل گیا اور اس نے جالوش کے طلسمی علاقے کا ذکر کر کے میرے اونٹ کا منہ اس طرف موڑ دیا۔ میں نے کہا چلو۔ اس طرف چلو۔ یہ بھی صحرا تھا، وہ بھی صحرا۔ میرے لیے اس کے بغیر ہر جگہ صحرا تھی۔ میرا دل صحرا تھا۔

جیسے جیسے ہم زمین کریدتے، سحر پڑھتے اور فاصلے طے کرتے گئے۔ جالوش اپنے زوال کے بعد بھی ہمیں اپنی برتری سے معترف کرتا گیا۔ اس نے ہر نشان مٹا دیا تھا۔ تمام راستے اسی جگہ آ کے ختم ہو جاتے تھے جہاں سے ہم نے سفر شروع کیا تھا۔ قارنیل کی موجودگی میں یہ بات میرے لیے ہتک آمیز تھی کہ میں راستے کی نشاندہی کرنے میں ناکام ہو رہا تھا مگر قارنیل کی نظر میں خود کو ممتاز کرنے سے کون سی آسودگی حاصل ہو جاتی؟ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ الجھن بڑھتی گئی اور مجھے اپنی کم علمی پر غصہ آنے لگا۔ قارنیل خاموشی سے میرے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب دن گزر

گئے تو میری وحشت میں اضافہ ہو گیا۔ میں اتنا مشتعل ہو گیا کہ میں نے بینرنار کی ساری زمین پر آگ لگانے کا ارادہ کر لیا۔ توری میں ایک بار میں نے زمین سے گل اگائے تھے۔ یہ اعصاب شکنی کا زمانہ تھا، ذہن خالی خالی تھا اور کسی بڑے طلسم کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے آگے سفر ملتوی کر دیا اور قارنیل کو ہدایت کی کہ وہ میری پشت پر کھڑا ہو جائے۔ "میں بینرنار کی زمین لوٹنا چاہتا ہوں۔" میں نے اشتعال میں کہا۔ "اور دیکھتا ہوں کہ اس نے اپنے عجوبے کہاں چھپا رکھے ہیں۔" قارنیل کچھ نہیں سمجھا۔ اس نے سعادت مندی سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جب میں نے ایسا ہی فساد توری کی زمین پر برپا کیا تھا تو سوراال میرے ساتھ تھا۔ قارنیل کی وہی حالت تھی۔ ہر بڑے طلسمی عمل کے آغاز پر ذہن تمام اطراف سے فارغ کرنا پڑتا ہے اور کامل استغراق وارتکاز سے اسے ایک نقطے پر سمیٹا جاتا ہے اور یہ ایک مشکل کام ہے۔ اس شخص کے لیے اور بھی مشکل جو ذہنی طور پر نا آسودہ ہو مگر اب وحشت نوردی میں خاصی دیر ہو گئی تھی۔

میں نے ایک عظیم طلسمی عمل کا ارادہ کیا اور روایت کے طور پر اپنے اردگرد آگ روشن کی تا کہ کسی جانب سے اس عمل کا توڑ ہو تو یہ آگ اسے اپنے اندر جذب کر لے، پھر میں نے آگ کی سرفرازی کے لیے اپنے طلسمی خنجر سے قارنیل کی شہ رگ کاٹ کر خون ٹپکایا۔ میرے سر نے تمام آلودگیاں جھٹکنے کے لیے بے تحاشا ہلنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ سارے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا اور منہ سے ہولناک آوازیں برآمد ہونے لگیں۔ رواں رواں کانپ رہا تھا۔ میرے ہاتھ تیزی سے سکڑتے، سمٹتے اور پھیلتے تھے۔ زبان پر ورد جاری تھا اور میری چیخیں فضا دہلا رہی تھیں۔ قارنیل میری کمر سے چپٹ گیا تھا۔ میں دیر تک اس عمل میں مصروف رہا تا آں کہ زمین کسمسانے اور چیخنے لگی اور جانوروں نے خوف سے شور مچانا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے تناور درختوں کا ساتھ زمین سے چھوٹنے لگا۔ میرے ہاتھ مختلف سمتوں میں تیزی سے حرکت کر رہے تھے اور بینرنار کی زمین کروٹ بدل رہی تھی۔ انگڑائیاں لے رہی تھی۔ ایسی پُر شور اور گرج دار انگڑائیاں کہ جسم چیخ چیخ جائے۔ بینرنار کی زمین اپنے پوشیدہ حصے عریاں کر رہی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی ورنہ قیامت کا منظر ہوتا۔ اس وقت نظریں بہت دور دور دیکھنے پر بھی قادر تھیں۔ عمل کے دوران میں اچانک میرے ہاتھ رک گئے اور میں نے اپنی زبان مشکل سے قابو میں کی۔ میرے خاموش ہوتے ہی پیش منظر میں ایک سکون سا ہو گیا۔ "وہ۔" میں نے قارنیل کو اشارہ کیا "دیکھ رہے ہو؟"

قارنیل نے میرے کاندھے کی اوٹ سے دیکھا۔ "وہ" وہ خوشی سے چلایا۔ "مقدس جابر! وہی راستہ، آہ تم نے یہ عمل پہلے کیوں نہیں کیا؟ یہ جالموش کا عمل تھا۔ میں کچھ دنوں اور اس کے ساتھ رہتا تو وہ مجھے ضرور سکھاتا، وہ جو بڑا مہربان تھا۔"

قارنیل خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس نے والہانہ انداز میں میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ یہ قارنیل وہی شخص تھا۔ جالموش کے طلسمی علاقے میں جس کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ شروع شروع میں اس نے مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ اس کے اشاروں سے اشیاء متحرک ہو جاتی تھیں۔ اس نے اپنی انگلی کے اشارے سے وہاں میرے لیے ایک جھونپڑی تخلیق کی تھی مجھے اس کی ایک ایک بات یاد تھی۔ صرف اتنی ترقی ہوئی تھی کہ یہ شخص اب عزت و احترام کا سلوک کرنے لگا تھا مگر قارنیل اور جالموش کے درمیان بڑا فاصلہ تھا اور میں درمیان میں کھڑا تھا۔ قارنیل کو پیچھے چھوڑ آیا تھا اور جالموش سے پیچھے تھا۔ ہم نے آگے جا کے ایک اندھیرا غار دیکھا اور کسی تردد کے بغیر اس میں چھلانگ لگا دی، پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا، ایک لامحدود خلا عبور کرنے

کے بعد ہم زمین پر کھڑے تھے۔ جالوش کے طلسمی علاقے کی زمین پر۔ وہاں ہو کا عالم طاری تھا اور سبزہ و گل پر ہیبت طاری تھی، یہ سوگواری میرے دل میں تھی، یا ان مظاہر پر مگر وہاں جا کے ایسا محسوس ہوا جیسے ہم قبرستان میں آ گئے ہوں۔ ایک ابدی سکون۔ ایک گہری خاموشی۔

قارنیل یہاں کے در و دیوار سے واقف تھا۔ وہ حیرت سے ہر چیز دیکھتا تھا۔ ''مقدس جابر! ہر چیز سلامت ہے۔ وہ ایوان دیکھو، وہ طلسمی عجائب خانہ دیکھو، وہ عبادت گاہ دیکھو، وہ اس کی خاص جھونپڑی۔'' وہ مجھے ساتھ ساتھ لیے چاروں طرف گھماتا رہا۔ جالوش نے طلسم و افسوں کا کیا کارخانہ بنایا تھا۔ قارنیل نے مجھے وہ جگہیں بھی دکھائیں جہاں پہلے میرا گزر نہیں ہوا تھا۔ اب ہم دونوں کے سوا یہاں تیسرا کوئی نہیں تھا پہلے یہاں ساحروں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ روحیں آزاد پھرا کرتی تھیں۔ ہر طرف سحر و طلسم کی گرم بازاری تھی اور ساحر خاموش گوشوں میں بیٹھ کے ریاضت کیا کرتے تھے۔ یہاں آ کے ایک عجیب سکون کا احساس ہوا۔ ان حیرت انگیز طلسمی نوادر کے سیاہ و سفید کے مالک ہم دونوں تھے اور قارنیل غلاموں کی طرح میرے ساتھ تھا۔

یہاں ایسی ایسی محیر العقول چیزیں تھیں کہ ایک عمر صرف ہو جائے اور سبق ادھورا رہے۔ میں نے سب سے پہلے طلسمی عکس نما کے ایوان میں جانے کی فرمائش کی۔ قارنیل مجھے وہاں لے گیا اور اس نے درمیان میں رکھے ہوئے طشت میں آگ سلگا دی۔ دھواں اٹھا تو ایک دل نواز خوشبو پھیل گئی۔ ''مقدس جابر! تم کس جزیرے کا حال دیکھنا چاہتے ہو؟'' وہ اشتیاق سے بولا۔

''مجھے مقدس اقابلا کے قصر کا عکس دکھاؤ۔'' میں نے بے قراری سے کہا۔

اس کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ ''وہ عکس نما یہاں موجود نہیں ہے۔ یقیناً وہ اس کی خاص جھونپڑی میں ہوگا۔ تمہیں یہاں کسی جزیرے کا حال دیکھنا ہو تو مجھے حکم دو۔''

''نہیں۔ پہلے میں اسی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کی جھونپڑی میں لے چلو۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''اٹھو۔''

اسے کسی قدر تامل تھا، شاید وہ جالوش کی جھونپڑی میں داخل ہونے کے خیال سے خوف زدہ تھا۔ ''مجھے صرف ایک بار اس نے یہ سعادت بخشی تھی۔'' اس نے راستے میں تبصرہ کیا۔ ''وہ بہت کم گو اور گوشہ نشین سا شخص تھا۔''

جھونپڑی کے دروازے پر قارنیل ٹھہر گیا۔ میں خود آگے بڑھ گیا۔ یہاں ایک ہول سا مسلط تھا، جیسے اندر جالوش موجود ہو اور وہ ہماری جسارت پر ناراض ہو جائے گا۔ میں نے آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کسی آواز کے بغیر کھل گیا اور اندر سے چاندنی آئی۔ میں نے بے جھجک اندر قدم رکھ دیا۔ جھونپڑی میں تاریکی تھی۔ جب میں یہاں آیا تھا تو مجھے جالوش کے سوا کسی اور طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ سامنے اس کی مسند تھی اور مشعلیں بجھی ہوئی تھیں۔ میں نے شپالی سے انہیں روشن کیا۔ قارنیل کا یہ حال تھا کہ وہ بار بار پیچھے مڑ کے دیکھتا تھا اور ایک ذرا سی آہٹ پر لرز جاتا تھا۔ مسرت سے اس کا دم الٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر عجب قسم کی تابانی تھی۔ آنکھیں حیرت سے پھٹی جاتی تھیں۔ میں اچک کر جالوش کی مسند پر بیٹھ گیا۔ قارنیل میرے قدموں میں جھک گیا۔ ''مقدس جابر!'' اس کی آواز بھرا رہی تھی۔ ''بلاشبہ تم اس کے مستحق ہو۔''

''نہیں۔ تم غلط کہتے ہو۔'' میں نے فوراً نیچے اتر کے کہا۔ ''جالوش مجھ سے عظیم ساحر تھا۔ یہ مسند مجھے زیب نہیں دیتی کیونکہ میں اس کے علم

کے مقابلے میں تو مکتب ہوں۔ البتہ اس مسند سے مجھے بہت سی تحریکیں مل رہی ہیں اور میں سمجھتا ہوں، یہاں میرا آنا ضروری تھا۔ میں جاملوش کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ میں پہلے بھی اس کا شاگرد تھا، اب بھی اس سے کچھ سیکھوں گا۔ اس نے تو اور کی یہ دکان سجائی ہے اور یہ علم و حکمت کی درس گاہ تعمیر کی ہے۔ میں یہاں سے ضرور کچھ حاصل کروں گا، اسی راستے سے وہ آگے گیا ہوگا۔ یہی وہ راستہ ہے۔'' میں نے قارنیل سے کہا۔ ''میں ابھی تک اندھیرے میں تھا۔''

''تم بہت عظیم ہو مقدس جابر!'' قارنیل کے لہجے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔

''میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے، کسی دن تمہی اس درس گاہ کے امین بن جاؤ کیونکہ یہ میری منزل نہیں ہے۔''

''نہیں۔ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم پر دیوتا مہربان ہیں اور میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔''

''آؤ مقدس اقابلا کے قصر کی سیر کریں۔'' میں نے جھونپڑی کے کونے میں ایک اونچے پتھر پر رکھا ہوا طلسمی عکس نما دیکھ کر کہا۔

قارنیل نے اسے بوسہ دیا اور عکس نما پر اقابلا کے قصر کا نقش ابھارنے کے لیے مخصوص عمل کیا۔ عکس نما روشن ہو گیا مگر ہمیں دھند کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آ سکی۔ قارنیل نے بار بار عمل دہرایا۔ یہاں تک کہ اسے پسینہ آنے لگا۔

''رہنے دو قارنیل! میرے عزیز دوست! وہ ہمیں اپنا جلوہ دکھانا پسند نہیں کرتی۔'' میں نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ ''وہ جانتی ہے کہ میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔''

قارنیل بے دلی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم نے مشعل کی روشنی گل کر کے احتیاط سے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا اور طلسمی عکس نما کے ایوان میں واپس آ گئے۔ ''میں بینر نار کے ساحل کا حال دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے قارنیل سے فرمائش کی۔

''بینر نار۔'' قارنیل ایک پتھر پر جا کے رک گیا۔ ''یہ دیکھو۔ یہ دیکھو مقدس جابر! یہاں سارے نقش روشن ہیں۔''

میں طلسمی عکس نما کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے فلورا کا حال جاننے کی شدید خواہش کی۔ عکس نما میں اس کا چہرہ نظر آیا تو میرا دل دکھنے لگا۔ فلورا کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ اس کے جسم پر خراشیں تھیں۔ اسے بری طرح نوچا کھسوٹا گیا تھا۔ شوطار بھی اس کے قریب مُردوں کی طرح پڑی ہوئی تھی اور ساحل پر انگروما کے ساحر عبادتوں میں مصروف تھے۔ ان کا لشکر منتشر تھا اور ریا جن ساحروں کے ساتھ ریت کی دیوار توڑنے کے لیے طلسمی منتروں میں مصروف تھا۔ فلورا کی بے بسی مجھ سے نہیں دیکھی گئی۔ میں وہاں سے اٹھ آیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کے جلنے لگا۔ میرے اندر آگ لگ رہی تھی۔

''کوئی اور جزیرہ۔'' قارنیل نے مجھ سے پوچھا۔

''جزیرہ توری۔'' میں نے حکم دیا اور اٹھ کے توری کے طلسمی عکس نما کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے وہاں سریتا کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر پہلے جیسی تر و تازگی تھی اور وہ مہذب دنیا کی لڑکیوں کے ساتھ ایک ایوان میں تمکنت سے فروکش تھی لیکن وہ بہت زیادہ خوش معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اسے دیکھ کے اسے پیار کرنے کی خواہش ابھری۔ وہاں فروزیں بھی تھی، اس کا رنگ نکھر آیا تھا۔ میں نے شرادا کا چہرہ بھی دیکھا۔ وہ سیاہ فام لڑکیوں کے ہجوم میں توری کی گلیوں سے گزر رہا تھا۔ پھر میں نے سرنگا کو دیکھا، اس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور تھکا ہوا معلوم

ہوتا تھا" بے چارہ۔" میں نے کہا۔ "یہیں اس کی قبر بنے گی اسی غار میں۔"

توری کے ان رفیقوں کو دیکھ کر طبیعت میں اور تکدر پیدا ہو گیا۔ وہ سب میرے منتظر تھے اور ایک موہوم امید کے سہارے جی رہے تھے اور میں جس کا منتظر تھا، اسے میری خبر ہی نہیں تھی۔ قارنیل مجھے اور جزیروں کی سیر کرانا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ یہاں آنے سے کم از کم اتنا تو فائدہ تھا کہ میں سریتا، فلورا اور سرنگا کے چہرے دیکھ سکتا تھا۔ بیرونی دنیا سے ایک رابطہ تو قائم ہو گیا تھا مگر یہ رابطہ عذاب جاں ہو گیا۔ میں نے بار بار توری پر سریتا اور بیرسٹار کے ساحل پر فلورا کا چہرہ دیکھا۔ جالوش ہوتا تو وہ ان سے گفتگو بھی کر لیتا۔ جالوش ہوتا تو وہ وہاں پہنچ جاتا۔ جابر بن یوسف جالوش کیوں نہیں ہے؟ میں نے قارنیل سے پوچھا۔ "کیا وہ ان تمام نوادر پر حاوی تھا؟"

"یہاں کی ہر شے اس کے تابع تھی۔"

"مجھے ان سب سے متعارف کراؤ۔" میں نے جوش میں کہا۔

"بہت سے مظاہر سے خود نا آشنا ہوں۔"

"جو تم جانتے ہو وہ سب مجھے دکھاؤ۔ جو تم نہیں جانتے، انہیں میں خود جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے مچل کر کہا۔

"جاراکاکا کی قبولیت ہو گی تو تم سب چیزیں جان جاؤ گے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ جاراکاکا کوئی مادی وجود ہے؟"

"بے شک۔" وہ میری کم علمی پر اداس ہوتے ہوئے بولا۔ "وہ دیوتا ہے اور دیوتا لافانی ہوتے ہیں، وہ ہر قسم کا وجود اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ جاراکاکا ایک بے نیاز دیوتا ہے لیکن بہت منصف ہے۔ وہ جسے پسند کرتا ہے، اسے سرفراز کرتا ہے، وہ تمہیں پسند کرتا ہو گا جبھی تم نے جالوش کو شکست دے دی۔"

"وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "قارنیل! کیا تم جانتے ہو وہ کس سمت میں رہتا ہے؟"

"کاش میں جانتا مگر وہ ہر سمت میں رہتا ہو گا۔"

"تم سچ کہتے ہو اس طلسمی نظام کی حکمت نادیدہ دیوتا ہیں اور ان کا ضرور کوئی وجود ہے۔ وہ فیصلے کرتے ہیں اور تماشا دیکھتے رہتے ہیں، جالوش سے ان کا ایک خاص ربط تھا مگر جالوش نے یہ ربط قائم کیسے کیا؟ یقیناً اپنی سنجیدگیوں، قربانیوں اور وفا کیشیوں سے۔"

"برداشت اور استغراق سے بھی۔" قارنیل نے کہا۔

قارنیل کوئی نیا نکتہ تعلیم نہیں کر رہا تھا۔ پُر اسرار طاقتوں کے حصول میں یہ ابتدائی نکتے ہیں جس نے اپنی ہستی فنا کی اور یک سوئی کی مثال قائم کی۔ اس نے پہلے لوگوں سے بڑھ کے پایا۔ سرنگا کا خیال تھا کہ درون جسم انسانی طاقتوں کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے جس سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ آدمی خارجی ترغیبوں میں الجھتا رہتا ہے اور اسے اپنی اندرونی کائنات کا پتہ بھی نہیں چلتا کیونکہ باہر کی دنیا بڑی رنگین ہے۔ جسم کے اندر رنگوں کی ایک کہکشاں موجود ہے، تار برقی سلسلے ہیں۔ ایک مکمل ریڈیائی نظام ہے، ایک کیمرہ نصب ہے اور پہاڑوں کی طاقت چھپی ہوئی ہے مگر کوئی اپنے اندر

http://kitaabghar.com

موجود یہ حیرت انگیز مظاہر دریافت نہیں کرتا۔ ان کی دریافت میں خارج سے رابطہ منقطع ہوتا ہے اور داخل کے سمندروں میں ڈوبنے ہی سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔

میں نے کئی بار ایسا کیا تھا مگر یہ عارضی سلسلے تھے، اس بار تو ایسی شکستگی اور انتشار تھا کہ اپنے آپ کو بھلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میں قارنیل کے ساتھ جالوش کی اس خانقاہ میں ہر جگہ گیا اور ہم نے تمام تواور سے استفادہ کیا۔ ہم نے متبرک مقامات پر بیٹھ کے وقت اور موسم سے بے نیاز ریاضتوں کا ایسا ناقابل بیان سلسلہ شروع کیا کہ جارا کاکا کی روح ہماری شدتوں اور وحشتوں پر حیران رہ گئی ہوگی۔ قارنیل درمیان میں تھک کے بیٹھ جاتا تھا لیکن مجھ پر ایک جنون طاری تھا۔ جالوش کے طلسمی علاقے میں جارا کاکا کی ایک عبادت گاہ بھی تھی۔ یہاں ہم نے اپنے جسم مختلف زاویوں میں ساکت کر کے غیر معینہ وقت کے لیے پتھر بنا دیے۔ ہم نے ساحری کے کثیف اور لطیف تجربے کیے۔ اس عرصے میں اقابلا کی طرف سے کوئی پیام نہیں آیا۔ جب میں اپنی کسی مشق سے فارغ ہوتا تو جالوش کی جھونپڑی میں جا کے طلسمی عکس نما میں اس کے قصر کا منظر دیکھنے کی آرزو کرتا مگر وہاں دھند کے سوا کچھ نظر نہ آتا اور یہی بات میرے لیے مزید ریاضتوں کی تحریک بن جاتی۔ گو پہلے کے مقابلے میں کچھ اور توانائی محسوس ہوتی تھی۔ باطنی بصارت میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ تاہم یہ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد بھی جالوش جیسی بلندی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے دیوانہ وار اس کے علاقے کی چھان بین کی تھی اور کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا تھا جہاں میرے قدم نہ گئے ہوں، قارنیل جتنی جگہوں سے واقف تھا۔ اس سے زیادہ خود میں نے دریافت کر لی تھیں۔ وقت کا اندازہ نہیں تھا لیکن خاصا وقت گزر چکا تھا۔ اب میرا قیام عموماً جارا کاکا کی عبادت گاہ ہی میں رہتا تھا اور مجھے محسوس ہوتا تھا کہ ابھی ایک جگہ ایسی باقی رہ گئی ہے جو اس علاقے میں میری نظروں سے اوجھل ہے۔

میں قارنیل سے پوچھتا۔ "یاد کرو، جالوش کی مصروفیات کیا تھیں اور وہ کہاں کہاں جایا کرتا تھا؟" اس کا جواب یہی ہوتا کہ وہ عبادت گاہ میں بند ہو جایا کرتا تھا اور جب وہ یہاں ہوتا تو کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔"

یہ عبادت گاہ فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ اس کی ساخت بڑی پیچیدہ اور مبہم تھی۔ در و بام اونچے اور مضبوط تھے۔ وسط کے ایک بڑے کمرے کے علاوہ اردگرد بہت سے حجرے تھے جن میں تاریکی چھائی رہتی تھی۔ میں نے یہاں کے تمام حجروں میں ریاضت کی۔ بعد میں مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہاں کوئی گوشہ ایسا ضرور رہ گیا ہے جو میری بصارت کے احاطے سے باہر ہے۔ یہ شک رفتہ رفتہ یقین میں بدلتا گیا۔ میں نے سرخ پتھر کی دیواریں ٹھونک ٹھونک کے دیکھیں۔ قارنیل مجھے اس اقدام سے منع کرتا تھا لیکن میرا تجسس اتنا بڑھ گیا تھا کہ پہروں دیواروں سے کان لگا کے ان کے اندر کسی خلا کا سراغ لگانے کی کوشش میں منہمک رہنے لگا۔ اس جستجو کو مہمیز اس وقت ہوئی جب میں نے ایک گوشے سے بعض پُراسرار آوازوں کا پتہ لگا لیا۔ اس خصوصی کونے کی ساخت عام دیواروں جیسی تھی اس کے باوجود میں نے یہ دیوار ہٹانے اور اس کے اندر جھانکنے کا ارادہ کر لیا۔ قارنیل نے جارا کاکا کی متبرک دیوار ہٹانے کے کام میں میری مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا تو میں نے اسے عبادت گاہ سے باہر نکال دیا اور خود ہی اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ میں بڑی بڑی زمینیں اپنی طلسمی قوت سے الٹ دینے کی صلاحیت رکھتا تھا لیکن یہ دیوار، ہلائے نہیں ہلتی تھی۔ اس لیے میں نے اپنی باطنی طاقتوں کا تمام زور اسی پر صرف کر دیا۔ یہ بات طے تھی کہ یہاں کوئی ایسا طلسم چھپا ہوا ہے، کوئی ایسا خزانہ جو جالوش اپنے تمام رفیقوں کی نظر سے

اوجھل رکھتا تھا۔ یہیں اس کی عظمت کی کلید ہے۔ یہ خیال جتنا پختہ ہوا، میں اسی قدر پاگل ہو گیا اور ڈگی کے سینگ اس پر مارتے مارتے ضائع کر دیے۔ مختلف عمل پڑھے آگ لگائی۔ بار بار جسم کا زور لگاتا تھا۔ سر پھوڑا، ہاتھ زخمی کیے، جسم لہولہان کیا۔ آخرش ناکام ہو کے پڑ رہا۔

جب ذرا طبیعت قابو میں آئی تو میں نے جالوش کی جھونپڑی کا رخ کیا اور وہاں کونوں کھدروں میں جتنے طلسمی نوادر تھے، آہستہ آہستہ عبادت گاہ میں سمیٹ لایا۔ میں نے ان سب کو مختلف طریقوں سے آزمایا اور دیوار پر ضربیں لگائیں۔ انہی نوادر میں کوئلے کی قسم کی ایک چھڑی میرے ہاتھ لگی جس کا اوپر کا حصہ گھسا ہوا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کے دیوار پر تیزی سے لکیریں بنانی شروع کر دیں۔ ان لکیروں میں کوئی تسلسل اور نظم نہیں تھا لیکن یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے کہ پتھر کی دیوار چرمرانے لگی اور ایک بڑا دروازہ میری نظروں کے سامنے کھل گیا۔ چھڑی دروازے پر پڑی رہ گئی تھی۔ میں نے اندر جانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ اپنی تیزی میں سامنے کی دیوار سے ٹکرایا اور رخ بدل کے جہاں سرنگ نما خلا تھا، تیزی سے بھاگنے لگا۔ میرے پیچھے دروازہ بند ہو گیا تھا یا کھلا ہوا تھا؟ مجھے اس کا ہوش نہیں تھا۔ کچھ فاصلے کے بعد اندھیرا سرنگیں ہو گیا اور دھیمی دھیمی روشنی آنے لگی۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا اور میرے قدم ایک جگہ ٹھٹک کر رک گئے۔ میں ایک عظیم الشان عمارت کے دروازے پر کھڑا تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور وہاں حسین ترین عورتوں کا ہجوم تھا۔

انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ میں دروازہ عبور کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر میرے سامنے جو منظر تھا، مجھے لرزہ براندام کر دینے کا تمام سامان رکھتا تھا۔ اندر ایک حیران کن نظارہ تھا۔ اپنے سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دلکش اور وجیہ نوجوان دیو قامت نیولے کے سر کے ڈھانچے میں بیٹھا ہوا کسی لوح پر لکیریں کھینچ رہا ہے۔ اس جیسی خوب روئی میری نظروں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اس کے جسم پر خلاف توقع کسی جانور کی خوب صورت کھال پڑی ہوئی تھی۔ میری آمد پر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بے نیازی سے لکیریں کھینچنے میں مصروف رہا۔ میرے قدم کانپ رہے تھے اور میں جلد سے جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے چمکیلے جسم پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ بڑے سے بڑے ہیبت ناک ماحول میں، میں اتنا خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ میرے قدم جواب دینے لگے تھے۔ زبان سے کچھ ادا نہیں ہوتا تھا۔ میں کھڑے کھڑے لرزنے لگا۔ اس نے بے پروائی سے مجھ پر ایک اچٹتی نظر ڈالی تو میں ان آنکھوں کی چمک برداشت نہ کر سکا، دھڑام سے گر گیا اور بے ہوش ہو گیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں جالوش کی تاریک جھونپڑی میں اس کی مسند پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ میں نے آنکھیں پٹ پٹا کر دیکھا تو وہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میرے سینے میں بری طرح جلن ہو رہی تھی۔ میں نے بے اختیار اپنا ہاتھ سینے پر رکھا تو وہاں ایک گہرا زخم تھا۔ جلا ہوا ایک نشان۔ یہ سب کیا ہوا؟

اور جب میں نے یہ سوچا تو مجھ پر کوئی روزن تاریک نہیں رہا۔ میں نے اپنے جسم کے اندر جھانک کر دیکھا تو ایک سمندر تھا جس میں مار رہا تھا اور روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ "جارا کا تو عظیم ہے۔" میں نے ایک فلک شگاف نعرہ لگایا اور بے ساختہ میرے منہ سے قہقہوں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

میری آنکھیں دور طلسمی عکس نما کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے قارنیل کو دیکھ رہی تھیں۔ میں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ دراز کیا اور قارنیل کی گردن پکڑ لی۔ قارنیل دہشت سے بے ہوش ہو گیا۔

میں نے اسے معاف کر دیا اور جھونپڑی میں رکھے ہوئے عکس نما کی طرف منہ کیا۔ میرے اشارے پر قصرِ اقابلا کا دلکش منظر سامنے تھا۔ اس گل بدن کا چہرہ میرے سامنے تھا، جیسے ہی عکس نما میں اس کی شبیہ ابھری، میں بے تابانہ اپنی مسند سے اٹھا اور میں نے وہ وزنی پتھر اپنے سینے سے لگا لیا۔

''جاناں! یہ میں ہوں تیرا غلام جابر۔'' میں نے چیخ کر کہا اور طلسمی عکس نما کا وزنی پتھر سینے میں ضم کر لینا چاہا لیکن گلے میں پڑے ہوئے بے شمار تعویذ درمیان میں حائل ہو گئے۔ میں نے دیوانگی میں ڈوریاں کھینچ کر انہیں زمین پر پھینکنا شروع کر دیا۔ عکس نما سینے میں پیوست ہوا تو آنکھیں مچلنے لگیں۔ اسے سینے سے چمٹائے جھونپڑی کے تنگ علاقے میں وحشت سے چکر کاٹنے لگا۔ گرا، سنبھلا اور جالوش کی مسند کے پاس چوبی اژدہے سے الجھ کر گر پڑا۔ سر سے خون بہنے لگا مگر کچھ ہوش ہی نہیں تھا۔ عکس نما مسند پر رکھ کے میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

یہ قصرِ اقابلا کا ہوش ربا منظر تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے مرمریں بدن پر رنگا رنگ پھولوں کی ایک چادر سرسرا رہی ہے اور گلابی ہونٹوں سے رس ٹپکا پڑتا ہے۔ پھولوں کی درزوں سے اس کے شباب کا رنگ پھوٹ رہا ہے۔ آنکھوں میں شراب بھری ہوئی ہے۔ اس کے اردگرد لال نیلے اور ہرے بادل تیر رہے ہیں اور وہ اپنے قصر میں سفید پتھر کی ایک چوکی پر سر جھکائے نیم دراز ہے۔ زلفیں ادھر ادھر بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے قدموں میں ایک نہایت حسین و جمیل کنیز پڑی ہے، جیسے پیچھے کوئی آئینہ ہے جس میں اس کی دھندلی شبیہ نظر آ رہی ہو۔ یہ منظر دیکھ کے اندازہ ہوتا تھا کہ حسن کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے، انتہا کیا ہے؟ صناعی اسے کہتے ہیں، یہ مصوری ہے، یہ نغمہ ہے۔ اس کا تراشیدہ بدن ایک ساز ہے۔ مضراب چھیڑنے کی دیر ہے۔ راگ بہنے لگیں گے۔ تاریک برِ اعظم میں اس سے بڑا طلسم ممکن نہیں۔ کتنا وقت گزر گیا مگر اس کے رخساروں پر وہی تازگی اور شگفتگی ہے، وہی لالی، وہی تابانی جو پہلے روز تھی۔ بدلتے موسموں نے اس کے شباب پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ وہی کچا پن جو ایک نوجوان لڑکی کے بدن پر دوشیزگی کی علامت ہوتا ہے۔ وہی تشنگی اور بے قراری، وہی کھنچاؤ جو ایک چٹختی کلی میں نظر آتا ہے۔ اقابلا، تاریک برِ اعظم کی جلال آفریں ملکہ، جمال آفریں دوشیزہ وہ اتنی نازک، اتنی چھوئی موئی اور ایسی تر و تازہ تھی کہ بس اس کا نظارہ کرتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ میں ایک عرصے کے اضطراب کے بعد اس کا جلوہ دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے میری زندگی کا ناقابلِ فراموش منظر تھا۔ کسی حسین لڑکی کی خلوت میں جھانک کر دیکھنے کا ہیجان میرے رگ و پے میں جاری ہو گیا تھا۔ اس سنسنی سے آواز میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ میں نے دل کی تمام گہرائیوں سے بے اختیار اسے مخاطب کیا۔ ''میری طرف دیکھ۔ میری کیا حالت ہو گئی ہے۔ میرے لیے اب تو دروازے کھول دے۔''

یکایک وہ کسمسانے لگی۔ اس کی غلافی آنکھوں کے ریشمیں پردے اوپر اٹھے۔ اس نے تذبذب سے ادھر ادھر دیکھا اور اس کا بدن یوں شرمانے لگا جیسے اسے احساس ہو گیا ہو کہ کسی روزن سے کوئی اس کے نگار خانے کی طرف جھانک رہا ہے۔ پھر اس کی متحیر نگاہیں ایک جگہ ساکت ہو گئیں۔ میں ان کی زد پر تھا، وہ میرے دل میں اتری جا رہی تھیں۔ طلسمی عکس نما کے پتھر پر اس کا بدن جھلملانے لگا تھا۔ وہ کروٹیں بدل رہی تھی اور میری آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں، چند لمحے اس دزدیدگی کے بعد وہ اچانک تمکنت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ کنیز نے بھی اپنی ملکہ کی تقلید کی۔ اقابلا نے اپنی مخروطی انگشت کو جنبش دی، کنیز پیشِ منظر سے غائب ہو گئی۔ اب وہاں تاریک برِ اعظم کی ملکہ تنہا رہ گئی تھی اور حیران نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے بے تابی سے کہا ''مجھے پہچانا؟ یہ میں ہوں تیرا غلام۔'' میری آواز تھرتھرانے لگی ''دیکھ، میں کہاں کہاں سے گزر کے تجھے دیکھنے پر

قادر ہو سکا ہوں۔ اب زیادہ وقت نہیں ہے بس تو اپنے ابرو کا اشارہ کر دے۔ میں ایک ہی حکم سننے کا منتظر ہوں۔"

میری بے ہنگم فریادوں سے اس کے یاقوتی لبوں پر ایک دل نواز تبسم ابھرا جیسے کوئی بجلی چمکی اور میرے خرمن عقل و ہوش پر گر گئی۔ وہ ناز سے ابرائی اور اس نے کسی توقف کے بغیر اپنی انگلی گھمانا شروع کر دی۔ طلسمی عکس نما میں بادلوں کے مرغولے تیرنے لگے اور مرغولوں میں اقابلا کا سراپا چشم زدن میں روپوش ہو گیا۔ میں جنون میں عکس نما کی طرف جھپٹا مگر وہاں گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ میری ہر کوشش یہ منظر بدلنے میں ناکام ہو گئی۔ "ٹھیک ہے، میں تیرے پاس خود آ رہا ہوں اور سن لے۔ اب آیا تو واپس نہیں جاؤں گا۔" عکس نما سے اب بادل بھی غائب ہو گئے تھے۔ میں نیم خوابیدگی و نیم بیداری کے عالم میں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اب کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔ میں نے خود سے زیرلب کہا۔ "کون جانتا ہے۔" میں نے دھتکار کے خود کو جواب دیا۔ میرا جسم کے اندر یہ جو اژدہے کنڈلی مارے بیٹھے ہیں اور درندوں کا یہ غول جو چنگھاڑ رہا ہے، یہ توانائی کا ایک ناقابل یقین احساس۔ کیا میں نے جالموش کا منصب حاصل کر لیا ہے؟ اس عظیم جالموش کا منصب، جس سے تاریک براعظم کا چپہ چپہ لرزتا تھا، جس کی خواہش ہی اس کا حکم تھی، جس کے لیے فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا، جس کی انگلیوں میں جادو تھا اور جس کی آنکھوں کی پتلیاں حرکت کرتی تھیں تو در و بام تھرا جاتے تھے، جو اقابلا کا پاسبان تھا، اس کی چیخیں اقابلا کی خواب گاہ میں گونجی تھیں۔ وہ جارا کا مرغوب شخص تھا۔ کیا میں اسی فاصلے پر آ گیا ہوں جہاں جالموش تعینات تھا۔ میں بیٹھے بیٹھے ہذیانی انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ سب کچھ اچانک بدلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ ہر چیز دھواں دھواں نظر آتی تھی، کمزور، ہلکی، چھوٹی، حقیر۔ میرے سینے پر سیاہ داغ موجود تھا جس میں اب بھی ہلکی ہلکی سوزش ہو رہی تھی۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی "قارنیل! قارنیل! میرے پاس آ۔" مجھے اس وقت اپنی طاقت کے اظہار کے لیے غلاموں اور کنیزوں کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ طاقت کا تخمینہ جان داروں اور ہم جنسوں ہی کی موجودگی میں کیا جا سکتا ہے۔ درختوں، پہاڑوں، چٹانوں اور سمندروں پر طاقت کے اظہار سے کوئی ردعمل نہیں ہوتا۔ تنہا طاقت بے کار ہے، اگر دنیا میں صرف ایک طاقت ور شخص رہ جائے تو اسے طاقت کی کس ترازو میں تولا جائے گا؟ کچھ لوگ کمزور ہیں اس لیے کہ کچھ لوگ طاقت ور ہیں، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ ازل سے یہی قانون قدرت ہے۔ قارنیل ڈرتا جھجکتا اور لرزتا جھونپڑی کے دروازے پر نمودار ہوا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے کے مقابلے میں اب کسی قدر خائف ہے، زندگی خوف ہے، چنانچہ ہر طاقت زندگی قائم رکھنے پر مجبور ہے تا کہ خوف مسلط رہے۔ میں قارنیل کو ایک لمحے میں ختم کر سکتا تھا کیونکہ اس نے عبادت گاہ میں کوئی طلسمی جگہ تلاش کرنے میں میری اعانت سے انکار کر دیا تھا لیکن خانقاہ میں سردست وہی تھا جو میری طاقت کے اظہار کا واحد ذریعہ تھا۔ وہ اس طرح کانپتا ہوا اندر داخل ہوا جیسے اسے موت کے فرشتے نے آواز دی ہے۔ مجھے اس کی خوف زدگی اور لرزیدگی سے لطف آیا۔ وہ سجدے میں گر گیا تھا۔

"اٹھ۔" میں نے گرج کے کہا۔ "قارنیل! کیا تو نے میرے سینے پر یہ سیاہ نشان دیکھا؟"

"مقدس جابر!" وہ گھگھیاتا ہوا بولا۔ "میں تجھ سے امان چاہتا ہوں۔ میں بہت بدنصیب ہوں کہ میں نے تیری رفاقت سے پہلو تہی کی لیکن شاید دیوتاؤں کی یہی مرضی تھی۔"

"میں نے تجھے معاف کیا قارنیل!" میں نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ میرا ہاتھ دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ قارنیل نے اسے

عقیدت سے چوم لیا۔ "میرے قریب آجا۔" میں نے اسے حکم دیا۔ وہ رعشہ براندام میرے سامنے آکے کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے بڑی ہمت سے اس کا بوجھ برداشت کرنے کا مظاہرہ کیا۔ میں اس کا سہارا لے کے کھڑا ہو گیا۔ "لا ایک جام پلا۔" وہ باہر جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ میں نے چیخ کر کہا۔ "کیوں تیرے ہاتھوں کو کیا ہوا؟ کیا یہ خلا سے ایک جام بھی برآمد نہیں کر سکتے؟"

"مقدس جابر! اب تیرے سامنے میرا سحر کارگر نہیں ہوگا۔" وہ عاجزی سے بولا۔

میرے منہ سے ایک قہقہہ نکل گیا اور میں نے اسے کھینچ کے اس کا منہ اپنے منہ کے سامنے کر لیا۔ وہ کسی بے زبان جانور کی طرح میرے پنجے میں تھا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی پیشانی میں دو انگلیاں پیوست کر دیں۔ قارنیل کراہنے اور تڑپنے لگا مگر اس نے شدید تکلیف کے باوجود اپنی جگہ نہیں بدلی۔ میں نے اسے پیچھے جھٹک کر کہا۔ "تو اس خانقاہ میں میرا نائب ہے اور ایک نائب کو اپنے مالک کے شایان شان ہونا چاہیے۔"

"میں تیرا غلام ہوں مقدس جابر!" وہ گڑگڑا کے بولا۔

"تو میرا مشیر اور دوست بھی ہے۔"

"تو مجھ سے بہت بلند ہے۔ میں تیری دوستی اور مشیری کے لائق نہیں ہوں۔"

"چپ رہ۔ جو میں نے کہہ دیا، کہہ دیا۔" میں نے تلخی سے کہا۔ اس نے عقیدت سے سر جھکا لیا اور میرے دوسرے حکم کا منتظر کھڑا رہا۔

"میرے ہونٹ سیراب کر بدبخت۔" میں نے بدمستی سے کہا۔ قارنیل کو یقین نہیں آیا کہ میں اس سے اسی لہجے میں مخاطب ہوں جو وہ سن رہا ہے۔ جالوش کے زمانے میں اسے اس جھونپڑی کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کسی ساحر کے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز تھا کہ جالوش اسے اپنی خاص جھونپڑی میں طلب کرے۔ بلاشبہ اس علاقے میں پرندے تک نہیں اڑتے تھے۔ یہاں کی ساری فضا میں کوئی چیز ایسی جل رہی تھی جس کی بو نہ خوش بو کے زمرے میں آتی تھی نہ بدبو کے اور یہی بو بیرونی دنیا کی آلائشیں ادھر آنے سے روکتی تھی۔ قارنیل نے پھرتی سے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں آتش سیال سے بھرا ہوا کٹورا تھا جو اس نے نیازمندی سے میری خدمت میں پیش کر دیا۔ میں نے چند گھونٹ ایک ہی سانس میں چڑھا لیے اور آدھا کٹورا اسے لوٹاتے ہوئے کہا۔ "میری نیابت کا اولین جام نوش کر۔"

"مقدس جابر!" اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور تمام کا تمام مشروب حلق میں اتار لیا۔ دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ ڈگمگانے لگا۔ میں نے اٹھ کے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور ہم دونوں بوجھل قدموں سے بہکتے ہوئے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ میرے سامنے جالوش کی وسیع و عریض خانقاہ کے عمارتی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ وہاں ہوا بھی احترام سے چلتی تھی۔ مکمل سکوت طاری تھا۔ ہر طرف ویرانی تھی۔ وہاں ہم صرف دو ذی نفس موجود تھے۔ ایک طاقت ور، ایک کمزور۔ ایک حاکم، ایک محکوم۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ سامنے کچھ نہیں تھا مگر ایک وسیع افق پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ تاریک براعظم کا افق۔ عبادت گاہ کے خفیہ گوشے میں دیواروں کے پیچھے اس باجبروت اور پُرشکوہ نوجوان کا جلوہ کیے دیر نہیں ہوئی تھی جو نیولے کے منہ میں بیٹھا لکیریں کھینچ رہا تھا۔ اس کی ایک نظر نے سیدہ جلا دیا تھا۔ ایک مشکوک لمحہ آتا، جب میں یہ سوچتا، کیا صرف ایک نظر اتنی کاری ہو سکتی ہے؟ کیا یہ اسی نظر کا اثر ہے اور پیچھے جو ایک طویل جدوجہد ہے، وہ بے اثر ہے یا یہ نیم

مشقت اور میرے اذیت ناک سفر کا ثمر ہے۔ اس سفر کے بغیر نہ یہ مقام آ سکتا تھا اور نہ اس سے ملاقات کی صورت پیدا ہو سکتی تھی۔ ذہن یہ تاویل رد کرنے پر مائل تھا کہ یہ ایک کرشمہ یا معجزہ یا عطیہ نہیں بلکہ میری ریاضتوں کا ایک اعزاز ہے جس کا اظہار ایک نظر کی صورت میں ہوا ہے۔ ہم آہستہ خرامی سے اس ایوان تک آ گئے جہاں تاریک براعظم کے تمام جزیروں کے عکس نما نصب تھے۔ میں ایک اونچی چوکی پر بیٹھ گیا۔ میرے اشارے پر پتھر کے پایوں پر کھڑا ہوا لوبان کا طشت دھواں دینے لگا۔ قارنیل میرے برابر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ ایک بار غور سے دیکھے۔ کھردرے اور سخت ہاتھ۔ یہاں آ کے مجھے ایسا لگا جیسے میں آسمان پر بیٹھا ہوں اور میری نظر ان تمام زمینوں پر ہے جو تاریک براعظم کے آسمان کے نیچے موجود ہیں اور میری نظر کا دائرہ پھیل گیا ہے اور میرا ہاتھ اتنا بڑا ہے کہ جہاں چاہے سفر کر لے لیکن ابھی یہ صرف ذہنی سرشاری تھی۔ میں نے اسمار کی عبادت گاہ میں جالموش کا استخوانی ہاتھ اپنی پیشانی پر محسوس کیا تھا جب کہ وہ بینزار جیسے دور دراز جزیرے میں تھا، چنانچہ میں نے سب سے پہلے اسمار کے عکس نما پر وہاں کی عبادت گاہ کا منظر اجاگر کیا۔ عبادت گاہ میں میرا دوست قرسام کاہنوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا عبادت کر رہا تھا کہ اچانک میرا ہاتھ اس کے دائیں گال پر نمودار ہوا۔ قرسام ایک چیخ مار کے بے سدھ ہو گیا۔ ساتھ ہی کاہنوں کی جماعت سجدہ ریز ہو گئی۔ میں نے اس ہیبت زدہ کاہن کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ ''مقدس جابر!'' اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ ''یہ تو ہے۔'' وہ وحشت زدہ انداز میں بولا۔ ''مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو نے کئی منزلیں سر کر لی ہیں، میں دیوتاؤں کے سامنے تیری وفاداری کی قسم کھاتا ہوں۔'' میں اتنی دور بیٹھ کے بھی اس کی آواز سن رہا تھا۔

''قرسام! مجھے تیری خدمت کی ضرورت ہے۔'' میں نے درشتی سے کہا۔ ''اسمار کو کسی اور کاہن کے سپرد کر دے اور اسمار کی چند حسیناؤں کا تحفہ لے کے میرے علاقے میں آ جا۔''

''مقدس جابر!'' وہ فرطِ مسرت سے بولا۔ ''میں تیرے پاس آ رہا ہوں، یقیناً تو مجھ پر مہربان رہے گا کیونکہ تو نے مجھے یاد رکھا ہے۔ میں تیری وساطت سے دیوتاؤں کے اور قریب ہو جاؤں گا۔''

میں نے انگلی کے اشارے سے یہ منظر پلٹ دیا۔ میرے یقین کے لیے اسمار کا یہ منظر ہی کافی تھا۔ تاہم میں نے اسمار ہی میں قصر جابر سابق قصر شوطار کا جائزہ لینے کے لیے طلسمی عکس نما روشن کیا۔ وہاں میری نائب ایشام، اربان کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔ ان کے بدن چمک رہے تھے۔ میرے کانوں میں وہ موسیقی گھلی جا رہی تھی جو ان کے اردگرد بکھری ہوئی تھی۔ میں نے اربان کے نازک لبوں کی پنکھڑیاں چٹکی میں بھر لیں۔ وہ تلملائی پھر دہشت سے اسے سکتہ ہو گیا۔ ایشام بھی خوف سے زرد ہو گئی۔ میرا ہاتھ اس کے شانوں تک پہنچ گیا، وہ ٹھٹک کر ٹھہر گئی اور میرا ہاتھ اس کے چاندی جیسے بدن کے خدوخال پر منڈلاتا رہا۔ ''ایشام! تو اتنی ہی حسین ہے۔ تو نے اسمار میں شوطار کے فرائض حسن وخوبی سے انجام دیئے اور میرا نام روشن کیا اور میرا دل خوش کیا۔ میں تجھے اپنی نیابت سے دست بردار کرتا ہوں۔'' میں نے پرجلال لہجے میں کہا۔ ''اور تجھے اسمار کی ملکہ مقرر کرتا ہوں۔''

''مقدس جابر!'' اس نے اپنے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو نے جالموش کو زیر کر لیا ہے۔ مجھے اپنے پاس بلا لے۔ میں اسمار کی ملکہ ہونے پر تیری رفاقت کو ترجیح دیتی ہوں۔''

''نہیں۔'' میں نے اسے جھڑک دیا۔ ''تجھے وہیں رہ کے دیوتاؤں کی خوش رکھنا ہے، مجھے جب تیری ضرورت ہو گی، تجھے اپنی طرف کھینچ

لوں گا۔" میں نے فوراً منظر بدل دیا۔

اسمار کے بعد باگمان، باگمان کے بعد تیاما۔ تیاما کے بعد کوراسی، وہ نئے جزیرے جہاں میرے قدم نہیں پہنچے تھے۔ میں دیر تک تاریک براعظم کے مختلف جزیروں میں گشت کرتا رہا اور اپنے آپ پر منکشف ہوتا رہا۔ تاریک براعظم، الاماں ایک بحرِ بے کراں، طلسم و افسوں کا ناقابلِ یقین شعبدہ۔ اب جو میں نے اپنی آنکھوں سے اس طلسمی دنیا کی سیر کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں پہلے کتنی دور کھڑا تھا اور اپنے متعلق کتنی بڑی خوش تصوری میں مبتلا تھا۔ ان تمام جزیروں کے نام یاد رکھنا اور ان کے سیاسی اور انتظامی امور پر نظر رکھنا بجائے خود ایک فن تھا۔ مجھے ایک بار پھر جالوش کی عظمت کا قائل ہونا پڑا۔ وہ ان تمام علاقوں پر نظر رکھتا تھا، معلوم نہیں کہ اس کے پاس رابطوں کے اور کیا ذریعے تھے۔ کیا یہ سب کچھ اس کی خواہش بیدار ہو جانے پر خود بخود ہو جایا کرتا تھا یا پھر اسے بعض مراحل پر سحر پھونکنے کی ضرورت پیش آتی تھی؟ اس نے یقیناً اپنے شب و روز اس طرح منظم کیے ہوں گے کہ تمام ڈوریاں اس کے ہاتھ میں رہیں اور وہ انہیں جیسے چاہے کھینچ لے، جیسے چاہے، ڈھیل دے دے۔ اقتدار کا یہ کھیل عجیب ہے کہ اس کے حصول کے بعد بھی اطمینان کا سانس نصیب نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے زیادہ ہشیاری و بیداری کی اذیت اٹھانی پڑتی ہے، جالوش کو کبھی نیند نہیں آتی ہوگی۔ میں نے اس کی مصروفیات پر غور کیا تو مجھے اس کے پاس سکون اور فراغت کا ایک لمحہ بھی نہیں ملا، ایک بے رس زندگی جو اپنے اقتدار کی غلام ہوتی ہے کہ کہیں وہ چھن نہ جائے۔ آہ، جالوش کتنا بدنصیب تھا۔

اس کی خواہش آخر وقت تک محدود رہی۔ جالوش اپنی خواہش کے باوجود وہ باتیں جاننے سے محروم رہتا تھا جو حصار کھینچ کر میں اور سرنگا آپس میں کیا کرتے تھے، میں اور سمورا کرتے تھے۔ جالوش کی نگاہ اس حصار کے آر پار نہیں جاتی تھی۔ عرصے تک ہم نے اسے لاعلم رکھ کے سنجیدہ گفتگوئیں کی تھیں۔ جالوش کی نگاہ کہاں کہاں جاتی؟ تاریک براعظم میں تو بیک وقت بے شمار مسائل اٹھتے ہوں گے۔ ادھر اسے انگروما کے باغیوں کی سرشوری پر ہمہ وقت دباؤ جاری رکھنا ہوتا ہوگا۔ بہرحال یہ ایک طلسم خانہ تھا اور یہ کل نہیں تھا بلکہ نادیدہ قوتوں کا ایک حقیر مظاہرہ تھا۔ کائنات بہت وسیع ہے اور اس میں کتنے ہی عناصر کی ترکیب و ترتیب سے حیرت انگیز طلسم وجود میں آتے ہیں۔ یہ سب نیلے آسمان کے نیچے تھے اور آسمان جوں کا توں قائم تھا۔ یہ سب ایک زمین کے اوپر تھے، اور زمین پیدا کرنے پر قادر نہیں تھے۔ جالوش کا سحر بھی ایک متعین منزل پر جا کے بے اثر ہو جاتا تھا۔ ورنہ انگروما کا وجود کیسے عمل میں آتا؟ انگروما کے ریما جن نے تاریک براعظم کی برگزیدہ ہستیوں، جالوش اور اقابلا کی نظروں پر پردہ ڈال کے باغیوں کی ایک آبادی قائم کی تھی۔ وہاں کیا ہوتا تھا؟ جالوش بھی اپنی بے پناہ طاقتوں کے باوجود بے خبر تھا، اقابلا بھی ناواقف تھی اور ادھر ریما جن اپنی سرحدوں کے اندر مختار کل تھا۔ اس کی حدیں انگروما سے شروع ہو کے انگروما ہی پر ختم ہو جاتی تھیں۔ جتنا غور کیجئے۔ یہ تماشا دلچسپ نظر آئے گا۔ میں تھوڑی دیر پہلے اس غرور میں مبتلا تھا کہ جالوش کی مسند تاریک براعظم میں سب سے اونچی جگہ ہے۔ اس کے بعد دیوتاؤں کا درجہ شروع ہوتا ہے اور دیوتا امر ہوتے ہیں، تاہم ان کی طاقتیں بھی متعین ہیں۔ جالوش دیوتا نہیں، ایک بڑا ساحر تھا اور میں اگرچہ علم و فضل، اقتدار و عظمت کی سب سے اونچی جگہ فائز ہو گیا تھا لیکن یہاں سے مجھے اپنے آپ سے چھن جانے کا خدشہ تھا۔ جو فیصلے کرنے کے مختار ہوتے ہیں، انہیں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے دوسروں کی خواہشوں کے مطابق فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ میں جالوش کے عبرت ناک انجام سے آشنا تھا۔ کسی دن میرا بھی زوال ہو جائے گا۔ تاریک براعظم کے کسی گوشے سے کوئی شخص ابھرے گا اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کر کے میرے مقابل آ جائے گا۔ میرا حشر بھی جالوش جیسا ہوگا

یا پھر چیزیں میرے قابو سے باہر ہو جائیں گی یا میرے جسم میں انحطاط آ جائے گا اور میرا دماغ کمزور ہو جائے گا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکوں گا۔ ثابت ہوا کہ یہ کمال اپنی جگہ مسلم ہے مگر جالوش کی برتری کا انحصار ہوش مندی، بے ہوشی، باخبری اور بے خبری، مستعدی اور کاہلی پر تھا۔ وہ باخبر رہنے کے تمام ذرائع سے مسلح تھا اور اس نے کبھی آنکھیں بند نہیں کی تھیں، اور اس لیے زمانوں پر حاوی رہا مگر جہاں اس سے چوک ہوئی، اسے اپنی شکست کی صورت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ میں نے اسے سامنے رکھ کے اپنی پیمائش کی تو میں نے خود کو اس سے بہت مختلف شخص پایا۔ یہ طلسمی نظام، اسرار کی یہ پیچیدگیاں، اقتدار کی یہ لذتیں، یہ برتری اور طاقت کا نشہ۔ یہ سب بہت دلکش تھا مگر ان سب سے دلکش تو وہ تھی جس کا نام اقابلا تھا اور میری منزل جالوش کی مسند نہیں، اقابلا کی آغوش تھی۔ سو میں اور سمتوں کے بارے میں ہوش مندی کا دعویٰ کیسے کر سکتا تھا؟

☆==========☆==========☆

کاغذی قیامت

ہماری دنیا میں ایک ایسا کاغذ بھی موجود ہے جس کے گرد اس وقت پوری دنیا گھوم رہی ہے۔ اس کاغذ نے پوری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ دیوانہ کر رکھا ہے۔ اس کاغذ کے لیے قتل ہوتے ہیں۔ عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ معصوم بچے دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اور یہ کاغذ ہے کرنسی نوٹ ـــــ یہ ایسا کاغذ ہے جس پر حکومت کے اعتماد کی مہر لگی ہے۔ لیکن اگر یہ اعتماد ختم ہو جائے یا کر دیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کاغذ کی اہمیت یکلخت ختم ہو جائیگی اور یقین کیجئے پھر کاغذی قیامت برپا ہو جائے گی۔ جی ہاں! کاغذی قیامت......

اور اس بار مجرموں نے اس اعتماد کو ختم کرنے کا مشن اپنا لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاغذی قیامت پوری دنیا پر برپا ہو گئی۔ اس قیامت نے کیا کیا رخ اختیار کیا۔ پوری دنیا کی حکومتوں اور افراد کا کیا حشر ہوا؟ اسے روکنے کے لئے کیا کیا حربے اختیار کیے گئے۔ کیا مجرم اپنے اس خوفناک مشن میں کامیاب ہو گئے ـــــ یا...... ؟

اس کہانی کی ہر ہر سطر میں خوفناک ایکشن اور اس کے لفظ لفظ میں اعصاب شکن سسپنس موجود ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو یقیناً اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہیں ابھری۔ اس کہانی کا پلاٹ اس قدر منفرد ہے کہ پہلے دنیا بھر کے جاسوسی ادب میں کہیں نظر نہیں آیا۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کہانی میں کیا کردار ادا کیا ہے جہاں دنیا بھر کی حکومتیں اور سیکرٹ سروسز خوف و دہشت سے کانپ رہی ہوں جہاں موت کے بھیانک جبڑوں نے دنیا میں بسنے والے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو وہاں عمران اور سیکرٹ سروس کے جیالوں نے کیا رنگ دکھائے۔ یہ عمران کی زندگی کا وہ لافانی اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ جس پر آج بھی عمران کو فخر ہے اور کیوں نہ ہو، یہ کارنامہ ہے ہی ایسا ـــــ

کاغذی قیامت کتاب گھر کے **جاسوسی ناول سیکشن** میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور تاریک براعظم میں سب سے مشکل مرتبہ غالباً یہی تھا۔ میں نے اس کی ہم نشینی کے لیے، اس کے بدن کی آتش سے جلنے کے لیے، اپنے آپ کو خاک کر دینے کے لیے، اس کی صحبت رنگیں میں اپنی جگہ بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہر مرحلے پر مجھے یہ گمان ہوتا کہ بس اب وہ مجھے طلب کرے گی اور اپنے ہونٹوں کا رس پلائے گی کہے گی کہ ہاں اب تو میرے پہلو میں بیٹھنے کا اہل ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی دانست میں وہ تمام اسناد حاصل کر لی تھیں جو یہاں کی درس گاہوں اور خانقاہوں میں مروج تھیں لیکن اس نے طلسمی عکس نما میں مجھے نادر اپنا جلوہ نہیں کرنے دیا بلکہ ایک شان بے نیازی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ البتہ اس کا دل تو ازتبسم پہلے سے کچھ سوا تھا، اس میں ایک پذیرائی تھی، سپردگی کی ایک کیفیت، جیسے وہ کہہ رہی ہو، ابھی نہیں، ابھی نہیں تو پھر کب؟ کیا اب بھی کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔ اب کیا رہ گیا ہے؟ شاید اس لیے کہ ریماجن ابھی تک بینزنار کے ساحل پر لنگر انداز ہے۔ میں اس بدصورت باغی کا قلع قمع کر دوں گا۔ شاید وہ چاہتی ہے کہ میں تمام قضیے نمٹا کر اس کے پاس آؤں، پھر وہ ہو اور میں ہوں اور خلوتیں ہوں۔ یا ابھی اسے کسی اور چیز کا انتظار ہے؟ کوئی اور مصلحت درپیش ہے؟ میں نے اپنے خوابوں سے چونک کر قارنیل سے کہا۔ "بینزنار کے ساحل پر ان باغیوں کا حال بتا۔"

قارنیل اب تک کبھی میرا چہرہ، کبھی عکس نماؤں پر متعدد جزیروں میں میرے نام کی ہیبت حیرانی سے دیکھتا رہا تھا۔ وہ میرے اچانک حکم پر گڑبڑا گیا، اس نے بہ عجلت تمام عکس نما پر بینزنار کا ساحل روشن کیا۔ "ریماجن!" میں نے دہرایا عکس نما پر منظر پر منظر بدلتے رہے مگر ریماجن کہیں نظر نہیں آیا۔ میری آنکھیں حیرت سے ایک جگہ ٹھہر گئیں۔ "وہ چلا گیا ہے۔" میں نے چند لمحے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا "وہ وہاں نہیں ہے۔ اس نے خود کو کسی حصار میں محفوظ کر لیا ہے۔ یہاں کچھ اور بھی لوگوں کی کمی معلوم ہوتی ہے۔ آہ شوطار اور فلورا کا انھوں نے کیا حال بنا رکھا ہے۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "ارے یہ ادھر کیا ہے؟ کیا؟ وہ میری جاں نثاری کیلئے جارا کا کی عبادت کر رہے ہیں۔" میرے قہقہے ایوان میں گونجنے لگے۔ "اور ابھی تک ریت کی فصیل قائم ہے۔ قارنیل! میرا خیال ہے، ہمیں انگروما کے ان ساحروں کا فوراً کوئی بندوبست کرنا ہوگا۔ ایک آخری جنگ ضرور ہو گی۔"

"نہیں مقدس جابر! شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔ انھیں بینزنار کے ساحل کی مچھلیاں کھا جائیں گی، وہ یہیں گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے، دیکھتے نہیں ہو کہ ان کے چہروں سے وحشت برس رہی ہے؟ وہ کیسے بے حال اور ویران نظر آ رہے ہیں؟" قارنیل نے جرأت سے کہا۔

"مگر وہ ہمارے دشمن ہیں اور میں ان کی سرکشی خوب جانتا ہوں، انھیں تہس نہس کر دینا چاہیے۔ ممکن ہے، وہ پھر انگروما واپس جا کے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کی احمقانہ کوشش کریں، ریماجن کی عدم موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ بوڑھا ساحر میرے اول بدل رہا ہے۔ اس کا ذہن شاطرانہ ہے۔ ادھر مجھے شوطار اور فلورا کو ان کے نرغے سے نکالنا ہے۔ دیکھو، ان کم بختوں نے یہ خوب صورت پھول کیسے مسمار کیے ہیں۔" میں نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"تجھ پر ساری باتیں روشن ہیں مقدس جابر! تجھے میری مشورت کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے، ابھی ہمیں اور انتظار کرنا چاہیے۔ ان کی طاقت روز بروز کم ہو رہی ہے۔ ریت کی دیواری ان کی ہزیمت کے لیے کافی ہے اور جب تک مقدس جارا کا کا اور اقابلا کی تائید حاصل نہ ہو جائے، ہمیں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔"

''تو سچ کہتا ہے لیکن مجھے جلد سے جلد بڑے فیصلے کرنے کی عادت ہے پھر بھی میں تیری بات مانے لیتا ہوں کیونکہ میرا ذہن میرے قابو میں نہیں ہے، دوسرے معاملوں میں الجھا ہوا ہے۔ میں نتائج حاصل کرنے کی فکر میں ہوں اور تو سوچ رہا ہے کہ سب سے بڑا نتیجہ تو خود میری موجودہ حیثیت ہے لیکن سن لے قارنیل! میری نظر دور تک دیکھ رہی ہے۔ میں اس وقت اپنی ذات کے زنداں میں مقید ہوں، تو سمجھتا ہے، میری ذات سب سے ارفع واعلیٰ مقام پر ہے۔ پر تو نہیں جانتا یہ سب تماشا مجھے اچھا نہیں لگتا، مجھے یہاں نہیں ٹھہرنا۔ کہیں اور جانا ہے۔'' میں نے اس کے گال پر اپنے ناخن چبھوتے ہوئے کہا۔

''مقدس جابر! یہ تو اپنی ذات کا کیا ذکر لے بیٹھا ہے؟ دیوتاؤں نے تیرے کاندھوں پر بڑی ذمے داریاں ڈال دی ہیں، تجھے ثابت کرنا ہے کہ تو ان سے بہ احسن طریق کیسے عہدہ برآ ہوگا۔'' قارنیل نے تعجب سے کہا، اس کا یہ انداز محض اس سبب سے تھا کہ میں نے اس کے اور اپنے درمیان بے تکلفی کی فضا قائم کر دی تھی۔

''یہ بتا کہ کیا یہاں اس وقت میرا کوئی ثانی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔ ''اس وقت صرف تو ہی تو ہے۔''

''کیا میں جالوش کی طرح ہر اعتبار سے مسلح ہوں، کیا تجھے اس کے مقابلے میں مجھ میں کوئی کمی نظر آتی ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے مستعدی سے کہا۔ ''تو ہر طرح سے اس کا مکمل جانشین ہے مگر تجھے خود اپنی عظیم طاقتوں اور دیوتاؤں کی مہربانیوں کا عرفان رفتہ رفتہ ہوگا اور یہ تجھ پر منحصر ہے کہ تو ان صلاحیتوں سے کس طرح کام لیتا ہے؟''

''مگر میں جالوش نہیں ہوں۔'' میں نے مضطرب ہو کے کہا۔ ''اس میں سفاکیت تھی، درندگی، خون آشامی، وہ بڑا نفرت انگیز تھا۔''

''جب تو مکمل طور پر اقتدار سنبھال لے گا تو تیرے اندر بھی یہ جوہر پیدا ہو جائیں گے۔ ان کے بغیر حاکمیت برقرار نہیں رہ سکتی۔'' قارنیل نے جواب دیا۔ ''اور تجھ میں ابھی ایک اور کمی ہے؟''

''وہ کیا؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ایک تو یہ کہ تو جالوش کی خانقاہ میں نیا اور اس کی مسند پر نو وارد ہے۔ جالوش کو تجربوں کی آگ نے پختہ کر دیا تھا، دوسرے یہ کہ تیری عمر مختصر ہے، تجھے دیوتا جب تک چاہیں گے، زندہ رکھیں گے کیونکہ تو نے مشروب حیات نہیں پیا ہے۔''

''مشروب حیات! یہ کہاں دستیاب ہوتا ہے؟''

''مجھے معلوم نہیں لیکن اسے پی کے تیری زندگی ایک مقام پر ٹھہر جائے گی اور تو چونکہ ابھی شباب کے دور میں ہے اس لیے ہمیشہ شباب سے لطف اٹھائے گا اور تجھ پر بہت سے سحر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ تیرے پاس سیکھنے اور لذت اندوزی کے لئے زمانے ہوں گے، تیرے پاس وقت ہی وقت ہوگا۔''

''میں ایک طویل زندگی کا آرزو مند نہیں ہوں لیکن اگر یہ میری فضیلت میں کسی کمی کا سبب ہے تو میں مقدس جابر اکا کا سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے یقین ہے، جب وہ مجھ پر اتنا مہربان ہے تو یہ جام بھی عطا فرمائے گا۔ تو بڑے اچھے مشورے دے رہا ہے قارنیل!

میرے ذہن کو کیا ہو گیا ہے؟"

"اسے گستاخی پر محمول مت کرنا۔" قارنیل نے لجاجت سے کہا۔ "تیرا ذہن اس وقت انتشار کا شکار ہے۔ تیری کئی آنکھیں اور کئی کان ہیں مگر تو نے کسی ایک جگہ انہیں مرکوز نہیں کیا، یا پھر ایسا ہے کہ تو کسی گہری فکر میں ہے ذرا اپنی طاقت سنبھال، کچھ توازن پیدا کر۔"

قارنیل مجھ سے مرتبے میں بہت پیچھے تھا مگر اس وقت وہ میرے لیے بہترین رفیق کی حیثیت رکھتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ابتدا کہاں سے کروں؟ کیا کروں؟ جی چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے جزیرہ توری کا رخ کروں؟ توری میں سرنگا اور سریتا کو دیکھنے کے لیے جی مچلتا تھا۔ وہ میری اس نئی دنیا کا خاندان تھا جو توری میں رہتا تھا۔ درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ صرف ارادے کی دیر تھی، لیکن اس طرف قدم نہیں اٹھتے تھے۔ یہ خدشہ ابھی تک ذہن پر چھایا ہوا تھا کہ شاید اس بار بھی ان کے قصر کا دروازہ بند ملے یا دروازے کھلے ہوئے ہوں تو وہ تپاک سے خیر مقدم نہ کرے۔ میں اس کے دل میں جھانک نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ ایک بڑی ساحرہ اور جاراکا کی نائب تھی، اس کے مقامات بلند تھے۔ اس کی نظروں میں جالوش کو اپنا درجہ بلند کرنے میں ایک وقت گزارا ہو گا اور میرا ابھی آغاز بھی نہیں ہوا تھا اگر عکس نما میں وہ اپنی طرف بلانے کا ایک موہوم سا اشارہ بھی کر دیتی تو میری حالت اس وقت قطعی مختلف ہوتی۔ میرے پاؤں زمین پر نہ ہوتے۔

قارنیل کا قیاس درست تھا کہ میں جالوش کی جانشینی اس طرح محسوس نہیں کر رہا ہوں جس طرح محسوس کرنی چاہیے۔ اس کا خیال تھا کہ غاروں میں بیٹھے ہوئے جید عالم اور بزرگ ساحر اس عہدہ جلیلہ پر آنے کے لیے عمریں گنوا دیتے ہیں اور انہیں جاراکا کے نشیمن سے ایک حرف ملامت بھی نصیب نہیں ہوتا۔ ایک اجنبی نے جو اس زمین کا فرد نہیں تھا اور اس طلسمی نظام کا پروردہ نہیں تھا، اس نے حیرت انگیز بلندیاں حاصل کی تھیں۔ قارنیل کے لیے یہ ایک بڑی بات تھی اور میرے لیے صرف اتنی تبدیلی واقع ہوئی تھی کہ اس کے عوض اس کی ایک دلکش مسکراہٹ نصیب ہوئی تھی۔ بس یہی اب تک کی خوں ریز سرگزشت کا مآل تھا اور جو میری طرح ایسی شدت انگیز طلب کے جویا ہوتے ہیں، ان کے لیے یہ بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں نے جزیرہ توری کا رخ نہیں کیا۔ ریماجن کا خطرہ ابھی تک بیٹرنار کے ساحل پر مسلط تھا۔ کتنی عجیب بات تھی، جس لشکر کے ساتھ میں تاریک براعظم پر حملہ کرنے کے لیے آیا تھا، اسی سے مجھے برسرپیکار ہونا تھا، جو میرے رفیق تھے، وہی میرے دشمن تھے، میں ان کا سربراہ تھا۔ زندگی جب سادگی سے پیچیدگی کی طرف کوچ کرتی ہے تو کتنی مشکل ہو جاتی ہے۔ کیا میں اپنے کل میں جالوش تھا؟ نہیں، میں تو ایک جذباتی، ضدی اور خوش طبع شخص تھا جسے شعر یاد آتے تھے، جس کے پاؤں موسیقی سے تھرکنے لگتے تھے۔ یہ میں کہاں آ گیا تھا؟ جتنی منزلیں گزری تھیں، طلسمی شعور بڑھتا جاتا تھا اور اندیشے پروان چڑھ رہے تھے۔ اس جانشینی کا کیا حاصل تھا؟ بس یہی سرشاری کہ اب حکم کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے مگر حکم دینے کی تمام لذتیں تو مجھے پہلے بھی حاصل تھیں۔

یہ کیسی زندگی تھی جو روئے زمین کے اس نادیدہ خطے پر بسنے والے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ آسودہ تھی۔ میرا کام یہ تھا کہ چہار اطراف اپنے احکام نافذ کروں یا اس خانقاہ میں سحر سازی کا کارخانہ کھولوں اور نت نئے سحر جگاؤں۔ میں خود کو اتنا تناور اور طاقت ور بناؤں کہ کوئی آنکھ مجھ پر نہ اٹھ سکے۔ اجتماع میں میری کرسی سب سے اونچے مقام پر ہو، میں ہجوم میں سب سے آگے کی جگہ نمایاں ہوں۔ ساحرتیں میری خوش الحانی کی

منتظر رہیں اور بصارتیں میرے افعال و اشغال کو کمال و جلال کا پیمانہ سمجھیں۔

اور زر میرے ہاتھ میں آتے ہی تریاق ہو جائے۔ میری انا کی گرمی کے لیے کاہنوں کی ایک فوج ظفر موج موجود تھی، جزیروں کے سردار، منتخب عورتیں اور اسمارکی حسین و جمیل دوشیزائیں تھیں اور یہ خانقاہ تھی جہاں میں دوبارہ جنگلی روحیں قید کر کے انہیں اپنے اشاروں کا مطیع کر سکتا تھا۔ زندگی میں اور کیا چاہیے؟ عیش و عشرت کا ہر باب کھلا ہوا تھا۔

اور مہذب دنیا؟ جس شخص کو انسانوں کے اتنے بڑے مجموعے پر کلی اختیارات حاصل ہوں، وہ مہذب دنیا میں واپسی کے احمقانہ خیال کا تخم کیوں دل میں بوئے گا؟ بیروت میں میرے پرساں حال مجھے فراموش کر چکے ہوں گے، اگر میں دوبارہ وہاں نازل ہو گیا تو وہ مجھے لبنان کی صدارت پیش نہیں کریں گے۔ وہ میری سرگزشت سن کے دانتوں میں انگلیاں دے لیں گے۔ خوف سے ان کے چہرے زرد ہو جائیں گے، جدید دنیا کے اخبارات صفحہ اول پر یہ عجیب و غریب واقعات اور ہماری تصویریں، سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ شائع کریں گے، پھر لوگ سڑکوں پر گم ہو جائیں گے۔ یہ عارضی سنسنی ہوگی اور پھر ہم تنہا ان سبزہ زاروں کو یاد کیا کریں گے اور ان سامعین کو تلاش کیا کریں گے جو ہماری وحشت انگیز روداد سنا کریں۔ وہ کہیں گے، جھوٹ بولتا ہے۔ بھلا ایسا بھی کہیں ہوا ہے۔

کیا مہذب دنیا میں ہم لوگوں کو موت نہیں آئے گی؟ بوڑھا سرنگا کتنے دن اور زندہ رہے گا؟ اگر وہ مرا تو اس کی موت کا شان دار جلوس نکلے گا، میں نے سوچا، میں سرنگا کو غار سے نکال کے تاریک بر اعظم کے بہت سے جزیروں کا حکمران بنا دوں گا اور اس کی لڑکی سریتا کو اپنا فیصلہ خود کرنے کا اختیار ہوگا۔ وہ اب بھی کسی ملکہ کی طرح زندگی بسر کرتی ہے۔ مہذب دنیا کے اس بدنصیب قافلے کو معاوضے میں آسودگی دینے کے لیے میرے پاس بہت سے طریقے تھے کیونکہ اب حالات پہلے سے مختلف تھے۔ میں خزانے کے منہ پر بیٹھا تھا۔ مہذب دنیا میں لوگوں کی زندگی کا منتہا کیا ہوتا ہے؟ حصول زر تا کہ وہ ایک لذت انگیز زندگی گزار سکیں۔ اپنی خواہشیں خریدنے اور آزادی سے گھومنے پھرنے کے اختیارات۔ یہاں زر نہیں تھا مگر زر تو اطمینان کے مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں میرا وجود ہی ان کے لئے سکہ رائج الوقت تھا۔ میری ذات انہیں زمانے کے سرد و گرم سے محفوظ رکھنے کے لئے سائبان تھی۔ اب مجھے بھٹانے کا وقت آ گیا تھا کیونکہ میں ساحر اعظم کے عظیم الشان منصب پر متمکن تھا اگر میرا وجود ان کی انا کو گوارا نہیں تھا تو کیا مہذب دنیا میں ان سب کو بادشاہتیں نصیب ہونے والی تھیں؟

مگر یہ سب ہو گیا، فرض کیجئے، سرنگا بھی آمادہ ہو گیا کہ مفر کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ ریاجن اور انگروما کے باغیوں کا قصہ بھی ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا گیا اور تمام جزیروں میں امن و سکون بحال ہو گیا اور میری مراد بر آئی تو؟ میں اسی طرح اپنے اعصاب پر بوجھ بنا رہا اور اس نے صرف اتنا کیا کہ مجھے اپنے خاص نائب اور پاسبان کے طور پر تسلیم کر لیا تو کیا اس سے میری سیری ہو جائے گی؟ میرا معدہ اس غذا سے اپنی توانائی بحال رکھ سکے گا؟ کیا وہ آگ بجھ جائے گی جو سلگتے سلگتے شعلوں کی صورت اختیار کر گئی ہے؟ اس مفاہمت سے میرے خون کی رفتار اعتدال پر آ جائے گی؟ یہ مفارقت، یہی مصلحتیں، یہی پیچیدگیاں برقرار رہیں۔ یہی طور رہا کہ اب، کہ اب، بس اب اس نے آواز دی، اس نے اپنے تنہا خانے سے پکارا، وہ باد بہاری اب چلی کہ جب چلی۔ وہ ہوا کا جھونکا آیا، اب آیا کہ جب آیا۔ اس انتظار میں سحر ہو جائے گی۔ میں آنے والے وقت کی دہشت

http://kitaabghar.com

سے لرز گیا۔ یہ جسم کھنڈر بن جائے گا اور یہ طلسم خانہ یوں ہی آباد رہے گا مگر مہذب دنیا کے ان چند نیم جانوں کا کیا حشر ہوگا؟ وہ بھی میرے ساتھ بے وقت غروب ہو جائیں گے۔

میں قارنیل کے کاندھوں پر جھکا ہوا تھا، وہ احترام سے کسی فریضے کے طور پر میرا بوجھ سنبھالے ہوئے تھا اور میرا ذہن اس وقت خود کوئی طلسمی عکس نما تھا جہاں میرے جنوں کار گزرے ہوئے دنوں کی شکلیں ابھر رہی تھیں اور آنے والے دنوں کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ قارنیل ایک مکمل ساحر تھا، میں اس کا آدرش تھا اور مجھے قارنیل پر رشک آتا تھا کہ اس کا ذہن صاف اور ارادے مستحکم تھے۔ میں نے مضمحل آواز میں اس سے کہا۔

''قارنیل! میں فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیسے فیصلے مقدس جابر؟'' وہ ادب سے بولا۔

''قارنیل! تجھے معلوم ہے، میں جو اس وقت تیرے پاس اس علاقے میں بیٹھا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں کن کن مصائب و آلام سے گزر کے آیا ہوں۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اس نے عقیدت سے کہا۔

''مگر اب میں خود کو تھکا ہوا محسوس کرتا ہوں۔'' میں نے کرب سے کہا۔

''تیرا سورج تو ابھی طلوع ہوا ہے مقدس جابر! ابھی سے تو تھکن کا اظہار کر رہا ہے؟ یقیناً میری رفاقت تیرے لیے کافی نہیں ہے۔ ہینزنار میں بہت سے کاہن جالوش کے علاقے میں آنے کے لیے تڑپ رہے ہوں گے۔ تو یہ خانقاہ پھر سے متحرک کر دے۔ تیرا دل بہل جائے گا۔ میں ہینزنار سے تیرے لیے کچھ عورتیں لے آتا ہوں، تو اپنے ہاتھوں کو جنبش دے، اب تیرے اختیار میں کیا نہیں؟''

''میں خود اپنے اختیار میں نہیں ہوں قارنیل!'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''سن، تو نے بہت سے مقام حیرت طے کیے ہیں مگر ابھی تجھے بہت کچھ دیکھنا ہے۔ مقدس جابر! تو بڑا رحم دل ہے کہ اپنے سے کم تر ساحر سے ایسی پُرگداز باتیں کر رہا ہے۔''

''چپ رہ۔ میری تعریف نہ کر۔ مجھے برا بھلا کہہ۔'' میں نے بگڑ کے کہا۔

قارنیل پھر خاموش ہو گیا۔ میں ایوان میں اٹھ کر ٹہلنے لگا اور خود کلامی کرنے لگا۔ ''ہاں جابر بن یوسف! ساحر اعظم! تو نے کیا سوچا؟ اگر اس کا وتیرہ نہ بدلا؟ یہی شیوہ رہا تو؟''

''تو موت۔'' میں نے شکست خوردگی سے خود کو جواب دیا۔ ''لیکن تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟ یقیناً تیری طلب صادق میں کوئی آلودگی ہے، تو وہ تیشہ نہیں جو چٹان کے سینے میں پیوست ہو جائے۔ تیری آواز میں کوئی نقص ہے اس لیے وہ دل میں شگاف نہیں کرتی۔ تو نے کبھی سوچا کہ وہ کیوں گریزاں ہے اور تیرے لفظ، تیرے اظہار، تیری فدائیت اور تیرے ایثار کیوں رائیگاں جا رہے ہیں؟''

''سر لگتا ہے کہ وہ ایک سراب ہے۔''

''تو تو سراب کے پیچھے کیوں دوڑ رہا ہے؟ تجھ سے بڑا پاگل کرۂ ارض پر پیدا نہیں ہوا۔''

''مگر میں اسے سراب نہیں سمجھتا۔'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

''تو اسے کیا سمجھتا ہے؟'' میں نے نفرت سے پوچھا۔

''حسن و جمال کی ایک حسین عمارت، لعل بدخشاں، ایک بہشت، میں اسے کائنات سمجھتا ہوں۔ وہ اگر سراب بھی ہے تو بہت خوب صورت ہے۔''

''وہ ایک ملکہ ہے اور یہ سحر و اسرار کی کائنات ہے۔''

''میں نے کون سا سحر چھوڑ دیا ہے؟ کیا یہ سب میں نے اس خطے کے بونوں کے مقابلے میں اپنا قد بڑھانے کے لئے کیا ہے؟ ہر قدم پر وہی میری محرک رہی ہے۔''

''تو نے کتنے مقام حیرت طے کیے ہیں؟ تو نے کبھی سوچا ہے کہ یہ سب کیوں ہے؟ کون یہ نظام چلا رہا ہے؟ تو مہذب دنیا کا ایک شخص، آکسفورڈ کا سند یافتہ، نئی دنیا کا آدمی، تو نے فلسفہ پڑھا تھا، کیا تو نے اس طلسمی نظام کے فلسفیانہ پہلو پر غور کیا؟ تو نے سوچا کہ یہاں یہ ٹھہراؤ کیوں ہے؟ لوگ زمانوں کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی عمریں منجمد ہیں۔ یہاں روحیں غلام کر لی جاتی ہیں اور جدید دنیا کے تمام علوم و فلسفہ و منطق سائنس اور فنون ہیچ ہو جاتے ہیں، تو بہت بڑا ساحر ہے مگر تو نے اس نظام کے بارے میں غور کیا؟''

''اگر میں ان موشگافیوں میں پڑتا تو یہ مدارج طے نہ کرتا۔ میں نے اسے جوں کا توں تسلیم کر لیا۔ میں نے صرف ایک بات پیش نظر رکھی کہ یہاں فلسفیانہ مباحث بے سود ہیں۔ یہاں دو اور دو پانچ ہو جاتے ہیں۔ سائنس اس طرح بھی اپنا اظہار کر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ سب سائنس ہے۔ یہ فنون اور یہاں کے آداب اگر سیکھو، یہ عمل نہ کرو، وہ جادو نہ آزماؤ تو دو اور دو پانچ کی منطق وجود میں نہیں آتی۔ یہ سب سائنسی مظاہر ہیں مگر میں ان کی تشریح کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ میں نے اس زمین کی ماہیت پر غور نہیں کیا۔ جس طرح جدید دنیا کے سائنس دانوں نے عقل کی منزل ختم ہو جانے پر باقی رموز قدرت پر چھوڑ دیے ہیں۔ کیا جدید دنیا نے سب کچھ دریافت کر لیا ہے کہ یہ کائنات وجود میں کیسے آئی؟''

''مگر تو نے اسے جاننے کی سعی بھی نہیں کی۔ تو نے ایک حامی ہونے کا ثبوت دیا۔ تو نے فکر ہی نہیں کی کہ یہ دنیا، تیری دنیا کی نظروں سے اوجھل کیوں ہے؟ یہ لوگ کون ہیں؟''

''جب میں نے یہ سوچنا چاہا تو مجھے شدید مایوسی ہوئی، اس لئے میں نے سوچنا موقوف کر دیا کہ اسی میں امان تھی۔ پھر ایسے عالم میں کون شعوری رہ سکتا ہے جس نے اپنی ذات کا ہر جز ہر کسی دوسرے مرکز میں ضم کر دیا ہو اور خود اس کی کوئی ذات نہ رہ گئی ہو۔ کیا میں عالم شعور میں ہوں؟ کیا سرنگا کے بقول یہ فریب نظر نہیں ہے کہ میں نے اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کا محور اسی کی ذات کو بنایا ہے۔ کیا مہذب دنیا میں اس قسم کی مثالیں نہیں ملتیں؟ میں پوچھتا ہوں۔ روح کیا ہے؟ جواب دے اے جدید دنیا کے قوطی! روح موجود ہے تو باقی باتیں بھی تسلیم کر۔''

''تیری موجودہ حالت تیری دلیل اور میرے سوال کا بجائے خود جواب ہے مگر میں تیری توجہ ان چند امور کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر تو سوچتے ہوئے ڈرتا ہے اور جب تک تو فکر کے اس مرحلے سے نہیں گزرے گا، ہمیشہ پریشان رہے گا۔ یا تو پرسکون ہونا نہیں چاہتا؟''

http://kitaabghar.com

''میرا سکون صرف اسی کے حصول میں مضمر ہے کیونکہ میں نے خود کو اس میں شامل کر لیا ہے، اگر تیرے پاس اس کا کوئی حل ہو تو بتا اور باتیں نہ کر۔ فلسفے کی باتیں نہ چھیڑ۔ میں تجھے قائل کر دوں گا، تیری سائنسی تاویلات میں ہزار سقم ہیں۔''

''ایک بار ذرا یہ سوچ کے دیکھ لے کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کیا یہ ایک مکمل نظام ہے؟ اچھا جانے دے تیرا جواب وہی ہوگا۔ تو جواب میں مہذب دنیا کے بعض محیر العقول واقعات پیش کر دے گا۔ میں انہیں رد و قدح کے بعد اور تیری تسلی کے لیے تسلیم کر لیتا ہوں مگر تو کبھی منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ بعض ابتدائی باتیں تیری عقل میں نہ آجائیں اور تجھے کچھ نہیں معلوم۔''

''تو کہنا کیا چاہتا ہے؟''

میری باتیں واضح اور صاف ہیں، میں تجھے یہاں اتنی منزلیں مارنے کی مبارک باد پیش کرتا ہوں، بلاشبہ اس میں تیری جرأت، شجاعت اور عزم کا بڑا دخل ہے لیکن تجھے یہ سوچنا ضرور ہوگا کہ اقابلا کون ہے؟ جارا کا کون ہے؟ اور کیا تیرے یہ مراتب محض اس سبب سے ہیں کہ تو نے انہیں بہت متاثر کیا ہے یا اس کا سبب کچھ اور ہے؟ جب تک تو ان امور پر توجہ نہیں دے گا، ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا، کیا جدید دنیا میں طلب صادق کے دعوے دار سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں؟ کیا انہیں سماجی شعور نہیں ہوتا؟ تجھ جیسا ذی ہوش شخص آخر اتنی معمولی بات کیوں نہیں سمجھتا؟ سن تیرا ہر علم ادھورا ہے۔ پہلے وہ راستہ سمجھنے کی کوشش کر جو تیرے مقصود کی طرف جاتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب تو ایک شعبدے باز کی بجائے ایک عالم کی حیثیت سے مسائل و مصائب کا جائزہ لے اور جان لے، تو نے اب تک جو کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ ایک طرف، اور آگہی کا یہ کارنامہ ایک طرف ہے۔ سرنگا آگہی کی اس منزل سے گزر رہا ہے مگر اس میں تیری طرح جرأت کا فقدان ہے۔''

''میں یہ نکات ذہن میں رکھوں گا، بے شک مجھے اس پر غور کرنا ہوگا کہ کیا وہ ایک قابل حصول شے ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے کس راستے سے جانا ہوگا؟''

''اور یہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ تجھے تیرا گوہر مقصود نہ ملا تو تیرا رخ کس طرف ہوگا؟''

''میں تو شاید پاگل ہو جاؤں گا۔ پھر مجھ سے خود کو سنبھالا نہ جائے گا کیونکہ میں نے اپنے آپ کو سلب کر کے اس کی آرزو کی ہے۔''

''تو اسے ضرور حاصل کرے گا، یہ شک ذہن سے نکال دے، کچھ حاصل کرنے کا یقین نہ ہو تو آگہی کی ریاضت بے کار ہے۔''

''میں اسے حاصل کر لوں گا۔'' میں نے جوش میں یہ آواز بلند کہا۔ قارنیل دوڑ کر میرے پاس آ گیا اور حیرت سے میرا چہرہ تکنے لگا۔ میں اس کی آمد سے چونک پڑا۔

''مقدس جابر! کیا تو نے مجھ سے کچھ کہا؟'' اس نے خوف زدگی سے پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ قارنیل!'' میں نے کسی قدر مطمئن لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''آ میرے ساتھ۔ ہم بینزنار کے ساحل پر چلیں گے۔''

''تنہا؟'' وہ وحشت میں چلایا۔''

''ہاں تنہا۔ میری ایک عزیز شے وہاں رہ گئی ہے۔ مجھے اسے ان کے قبضے سے ضرور حاصل کرنا ہے تاکہ میں اطمینان کے ساتھ اپنی نئی جدوجہد کا آغاز کرسکوں۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ کے کہا۔ قارنیل حواس باختہ میرا منہ دیکھتا رہ گیا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں بینرنار سے ساحروں کی ایک جماعت ساتھ لیتا چلوں۔

''تیرا یہ مشورہ غیر مفید ہے، میری ان باغیوں سے پرانی شناسائی ہے۔ میں ان سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے یہ کہہ کے جھونپڑی سے اپنے نوادر سمیٹے، ان میں سے چند گلے میں ڈالے اور سبک خرامی سے آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد میں بینرنار کے ساحل کے اس طرف پہنچ گیا۔ جہاں سے ریت کی دیوار شروع ہوتی تھی۔ ایک وقت تھا کہ ایک لمبی مسافت طے کرکے ہم جالموش کی خانقاہ تک پہنچے تھے۔ میرے ذہن میں یہ نکتہ سر ابھارتا رہا کہ یہ فاصلوں کی کمی وبیشی کا کیا کرشمہ ہے؟ ثابت ہوا کہ وہ لمبی مسافت ایک طلسمی شعبدہ تھا، یا یہ مختصر راستہ ایک طلسمی شعبدہ ہے لیکن یہ سب باتیں اتنی آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں۔ میں چھوٹے چھوٹے ذرات کی اس آندھی میں قارنیل کے ساتھ داخل ہوگیا۔ ذرات اب ہمارے راستے میں مزاحم نہیں ہوئے۔ جالموش بھی اس قسم کی حماقت نہیں کرسکتا تھا کہ غنیم کے لشکر میں اپنے ایک معمولی ساحر کے ساتھ جانے کا قصد کرے، ان کے غصے عروج پر ہوں گے۔ جب وہ دوبارہ میرا چہرہ دیکھیں گے کہ میں نے اقابلا کا مجسمہ محفوظ کرکے ان کی فتح شکست میں بدل دی ہے تو ان کی ناراضی اور نفرت کا کیا عالم ہوگا؟ ہم نے تیز رفتاری کے ساتھ ریت کی دو بیت ناک فصیل بھی عبور کرلی جو تاریک براعظم کا ساحرانہ اعجاز تھی۔ اس نے انسانوں کے ایک عظیم انبوہ کو بینائی سے محروم کردیا تھا، مہذب دنیا میں کوئی ایسی سائنسی حقیقت نہیں تھی۔ اس اعتبار سے یہاں کے مجہول اور وحشی ساحر سمندر پار کی دنیا کے سائنس دانوں سے زیادہ برتری کے حامل تھے۔

جب میں قارنیل کے ساتھ فصیل کے اس پار ریت کی آندھی سے برآمد ہوا تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ ان کا سب سے بڑا دشمن بہت سادگی سے ان کے سامنے کھڑا تھا، میرے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور ان کے چہروں پر اضمحلال، پژمردگی، بے یقینی۔ میری آمد پر جیسے ان کے مردہ تنوں میں زندگی کوند گئی۔ وہ چاروں طرف سے میری طرف دوڑ پڑے۔ میں اڑتی ہوئی ریت کے پاس ہی کھڑا تھا اور اس لحاظ سے محفوظ تھا کہ اگر انہوں نے کوئی منتقمانہ کارروائی کی تو میرے لیے اس گردوغبار میں کودنا آسان ہوگا۔ فی الحال ان سے کوئی بڑا معرکہ کرنا مناسب نہیں تھا، میری آمد کا یہ مقصد بھی نہیں تھا۔ میں نے ساحل کی اس چوڑی پٹی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ یہاں اب بھی بڑے بڑے ساحر موجود تھے۔ بہت بڑا لشکر سمندر میں کشتیوں پر موجود تھا۔ جگہ جگہ آگ جل رہی تھی لیکن ان عالموں اور ساحروں میں کوئی بھی میرا مدمقابل نہیں تھا۔ ہاں وہ ایک ساتھ مجھ پر حملہ آور ہو جاتے تو میں جالموش کی طرح کسی بے خبر لمحے میں ان کا نشانہ بن سکتا تھا۔ میری آنکھیں فلورا اور شوطار کو تلاش کررہی تھیں۔ ہر سمت سے ان کا چیختا چلاتا ہجوم میری طرف امڈا اور مجھ سے ایک فاصلے پر آکر ٹھہر گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ ان کے چہرے میرا ردعمل دیکھنے کے لیے تپ رہے تھے۔ ''سنو میرے سرکش دوستو!'' میری آواز کسی آلہ مکبر الصوت کے بغیر ساحل کے اس کونے سے اس کونے تک گونجنے لگی۔ ''میں واپس آگیا ہوں۔ میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ شاید تمہیں میرے مزید تعارف کی ضرورت نہ پڑے۔ پہلے ایک مشترکہ مقصد کے لیے ہمارے درمیان اتحاد تھا اور اس اتحاد کی گواہ وہ لوح تھی جو سمندروں میں موجود ہے۔ جس پر میرے اور ریماجن کے درمیان ایک معاہدہ کندہ ہے۔

http://kitaabghar.com

ریماجن اپنے وعدے اور معاہدے سے منحرف ہو گیا، جب کہ اس سے یہ بات طے ہو گئی تھی کہ مقدس اقابلا کا مجسمہ محفوظ رہے گا۔ تم مجھ سے بخوبی آشنا ہو۔ تم نے میرا جلال، جالوش کا زوال اور اپنے ساحر اعظم ریماجن کی ناکامی دیکھی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

میں نے چند لمحے توقف کیا اور اس پُرجوش مجمع کی طرف غور سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا، وہ جواب میں اپنی گردنیں نفی میں نہیں ہلائیں گے لیکن اس وقفے کا مطلب یہ تھا کہ فلورا اور شوطار میری آواز سن لیں اور انہیں جلد سے جلد ہجوم میں سب سے آگے آنے کا موقع مل جائے۔ میں نے اپنا بیان جاری رکھا۔ ''تم نے دیکھا ہوگا کہ انگروما میں روحوں کے زنداں سے روحیں آزاد ہو گئیں۔ تم ایک ایک واقعے کے چشم دید گواہ ہو۔ کیا مجھے اپنی عظمتوں اور طاقتوں کی تمام تر روداد تمہارے گوش گزار کرنی ہوگی؟ سنو! میں تم سے چند اہم باتیں کرنے آیا ہوں۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ میں اب بلا شرکت غیرے جالوش کی مسند پر فائز ہوں اور مقدس اقابلا کا مقرب خاص ہوں۔ مجھے مقدس جارا کا کا نے پسند کیا ہے اور تمہارے لیے اس کی ناپسندیدگی کی علامت گرد و غبار کی یہ آندھی ہے۔ میں تمہیں اپنی جانب سے اس شرط پر امان دینے آیا ہوں کہ تم اپنے ارادوں سے تائب ہو جاؤ اور میرے ساتھ اپنی پرانی زمینوں پر چلو جہاں کی عورتیں اور شرابیں تمہارے لبوں کی یہ مردنی دور کر دیں گی۔ میں تمہیں چند لمحے سوچنے کے لیے دیتا ہوں۔ کون ہے جو میرے ساتھ ان مقدس سبزہ زاروں پر چلنے کے لیے آمادہ ہے جہاں مقدس جارا کا کا قیام ہے؟'' یہ کہہ کے میں خاموش ہو گیا۔

ہجوم پر گہرا سناٹا طاری ہو گیا۔ وہ گنگ سے ہو گئے۔

میری نظریں فلورا اور شوطار کے تعاقب میں رواں تھیں، وہ شکستہ یا زخمی پرندوں کی طرح ہجوم چیرتی ہوئی آگے آنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ انہیں راستہ مشکل سے مل رہا تھا۔ میں یہاں اپنا ہاتھ دراز کر کے انہیں اٹھانے کی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ یہی ایک تدبیر تھی کہ میں ہجوم کی توجہ کسی اور جانب مبذول کر دوں، وہ فلورا اور شوطار کو طشتری میں رکھ کے میرے سامنے پیش کرنے سے رہے۔ اس لیے میں نے شعبدہ کاری کی ٹھان لی جو اس نازک موقع پر ایک مہلک اقدام تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ ہذیانی انداز میں اٹھا دیئے، میرے ایک ہاتھ میں چوبی اژدہا لہرا رہا تھا۔ یہ ہاتھ اتنے اونچے تھے کہ دور سمندر میں موجود انگروما کے عام باغیوں کی نگاہیں بھی انہیں دیکھ سکتی تھیں۔ ساتھ ہی میرا پورا جسم لرز رہا تھا۔ یکایک میں نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اس آتشیں ہجوم میں کسی سحر کاری کا مظاہرہ کرنا باقاعدہ جنگ کرنے کے مترادف تھا۔

پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا، میں نے ان سے گرج کر پوچھا۔ ''تمہاری قیادت کون کر رہا ہے؟''

جواب دینے کے بجائے ایک معمر شخص آگے آیا۔ اس کے جبڑے خاصے مضبوط تھے اور رنگ کوئلے سے زیادہ سیاہ تھا۔ ''میں ہوں مقدس جابر! میرا نام لارما ہے۔'' اس کے لہجے سے تھکن نمایاں تھی۔ ''تو شاید مجھے جانتا ہے؟''

''میں تجھے خوب جانتا ہوں۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''تو انگروما کا ایک بڑا ساحر ہے اور ریماجن سے معاہدے کے وقت اس کا ترجمان تھا۔ لارما! اے معزز ساحر! اپنے لوگوں کو اشارہ کر کہ وہ میری بات توجہ سے سنیں۔ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، یاد رکھ، میں انہیں ایک زریں مشورہ دینے آیا ہوں اور اسی لیے اپنے ساتھ لاؤ لشکر نہیں لایا حالانکہ یہ بھی ممکن تھا۔''

''ہمیں سوچنے کا موقع دے۔'' لارما فکرمندی سے بولا۔

''سوچ لے، میں یہیں ہوں، اپنے غلاموں کو حکم دے کہ وہ میری خدمت میں کوئی مشروب پیش کریں۔ اس وقت میری حیثیت ایک سفیر کی بھی ہے۔'' میں نے خوش اطواری سے کہا۔

لارما نے پھرتی سے اشارہ کیا۔ ایک لمحے کی مدت میں اگرو ما کی نوجوان لڑکیاں اپنے شانوں پر شراب کے برتن اٹھائے میرے سامنے آ گئیں۔

انھوں نے فلورا کو آگے نہیں آنے دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اسے یرغمال کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

یہ صورت حال میرے لیے خاصی سنگین تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں سے خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں اور مہذب دنیا کی ایک لڑکی کے لیے تاریک براعظم کے ساحروں کو اکٹھا کر کے ایک اور ہول ناک جنگ کا آغاز کروں، میں کش مکش میں پڑ گیا۔ ''ہاں تو تو نے کیا سوچا معزز لارما؟''

لارما مذبذب میں پڑا ہوا تھا۔ ہر شخص اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ''وہ دیکھو، وہ ہماری باتیں سن رہا ہے۔'' میں نے اچانک اس چٹان کی طرف اشارہ کیا جہاں جالموش کے ساتھ آخری معرکہ ہوا تھا۔ چٹان پر ریماجن کا ہیولا موجود تھا۔ یہ وہی کرشمہ تھا جو جالموش نے اقابلا کا ہیولا کھڑا کر کے مجھے ورغلانے کے لیے اختیار کیا تھا۔ ظاہر ہے، میں زیادہ دیر تک ان ہوش مند ساحروں کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا تھا لیکن مجھے صرف چند لمحے درکار تھے۔ میری آنکھوں نے پہلے ہی اس مقام کا تعین کر لیا تھا جہاں فلورا اور شوطار ہجوم کے درمیان گھری ہوئی تھیں۔ میں نے قارنیل کو ہجوم میں دھکا دے دیا۔ اس کے پورے جسم سے آگ نکل رہی تھی اور لوگ سمجھ رہے تھے کہ میں نے اسے کسی گستاخی کی یہ سزا دی ہے۔

تمام لوگوں کی توجہ ریماجن کے ہیولے پر مرکوز ہو گئی۔ ریماجن ہاتھ اٹھائے گم صم کھڑا تھا۔ قارنیل کسی پاگل کی طرح چیختا چلاتا ہجوم میں آگے بڑھ رہا تھا۔ جو لوگ اس کے قریب کھڑے تھے، وہ اسے بدحال، آگ میں جلتا دیکھ کر پیچھے ہونے لگے۔ اس موقع پر اصلی ریماجن سے ایک غلطی ہو گئی۔ اس نے میری موجودگی کی سن گن پا کے اپنا حصار توڑ دیا اور ریت کی دیوار توڑنے کے لیے اپنی طویل ریاضت ادھوری چھوڑ دی۔ اپنے لوگوں کو میری سمت متوجہ دیکھ کے اس سے نہ رہا گیا اور وہ اپنی تمام ساحرانہ صلاحیتیں بروئے کار لا کے یکا یک ساحل پر نمودار ہو گیا۔ ہجوم میں فلک شگاف چیخیں بلند ہوئیں۔ کچھ لوگ اس چٹان کی طرف دوڑے جہاں ریماجن کا میرا تخلیق کیا ہوا ہیولا موجود تھا اور کچھ لوگ اس طرف متوجہ ہوئے جہاں اصل ریماجن ساحل پر آ کے میری طرف بڑھ رہا تھا، وقت بہت کم تھا، ساحل پر افراتفری مچ گئی تھی۔ قارنیل سرشوریاں کرتا ہوا فلورا اور شوطار تک پہنچ گیا تھا اور انھیں اپنے جسم سے نکلتے ہوئے شعلوں کی امان میں لیے تیزی سے واپس آ رہا تھا۔ میں نے اس کی مشکل آسان کر دی اور اپنا ہاتھ دراز کر کے سب سے پہلے فلورا کو اپنے پنجے میں لے لیا اور اس کا بدن میری ٹانگوں میں دبا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے، میں نے شوطار کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ قارنیل نے بھی میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ جلد ہی وہ دونوں میری سانسوں کے قریب موجود تھے۔ یہ لمحوں کا کھیل تھا۔

اب وہاں مزید ٹھہرنا ہمارے لیے کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ میں نے تاتواں فلورا کو ایک بازو میں اور شوطار کو دوسرے بازو میں سمیٹ لیا۔ قارنیل لپک کر میری پشت پر ہو گیا۔ میں ان سے چند اور جملے ادا کرنے کی مہلت چاہتا تھا مگر ریماجن غضب ناک تیوروں سے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اب میرے اور اس کے درمیان چند گزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میں نے سوچا، میں ایک محفوظ جگہ کھڑا ہوں، ریت کی آندھی مجھے ایک جست میں اپنے اندر جذب کر لے گی لیکن ریماجن آ ہی رہا ہے تو اس سے دوستانہ کلمات کا مختصر تبادلہ کیوں نہ ہو جائے؟ میں ہاتھ اٹھا کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا

کہ مجھے ایک ساتھ بے شمار طلسمی نیزے اور آتشیں گولے فضا میں اٹھتے دکھائی دیئے۔ میں نے آناً فاناً ریت کی طرف مڑے بغیر الٹے قدموں پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس ایک بلائے کی غفلت سے میرے جسم پر کچھ اثر ہوتا نہ ہوتا لیکن فلورا اور قارنیل میں سے کوئی ایک ضرور ہلاک ہو جاتا۔ شوطار نے مشروب حیات پیا ہوا تھا۔ وہ مرتی تو نہیں مگر ہاں اس کا خوب صورت بدن ضرور داغ دار ہو جاتا۔ ریت کے ذرات میں پہنچ کے ہم بالکل محفوظ ہو گئے۔ میں نے ان دونوں کو سختی سے اپنے بازوؤں میں سمیٹے رکھا تھا، اگر وہ میری دسترس سے نکل جاتیں تو ریت کی آندھی انہیں اپنے دوش پر اٹھا لیتی اور ننھے ننھے ذرات ان کے جسموں میں اتنے سوراخ کر دیتے کہ تھوڑی دیر میں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا۔ واپسی کے وقت مجھے اس بات کا افسوس رہا کہ میں ریماجن کے تسلط سے آزاد کرا کے ساحروں کا کوئی گروہ اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ پھر بھی میں نے اپنے فصیح اور مدلل بیان سے ان کے الحاق میں دراڑیں ضرور پیدا کر دی تھیں۔

☆==========☆==========☆

ہیرے کے آنسو

ہیرے کے آنسو ایک نوجوان کی کہانی ہے، جس کے ساتھ اس کے اپنوں نے ہی ظلم کیا تھا۔ ایک دن اچانک اس کی زندگی میں ایک موڑ آ گیا۔ ایک شخص نے اس کے والد کی کوئلے کی کانوں کو قیمتی قرار دیتے ہوئے ثبوت بھی فراہم کر دیا کہ وہاں ہیرے موجود ہیں۔ جھوٹ فریب لالچ اور دھوکہ دہی کے تانے بانے سے بُنی جرم و سزا کے موضوع پر ایک دلچسپ کہانی۔ اثر نعمانی کے تخلیق کردہ سراغرساں ندیم اختر کا کارنامہ۔ **ہیرے کے آنسو** کتاب گھر کے **جاسوسی ناول** سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

فاصلوں کا زہر

طاہر جاوید مغل کا خوبصورت ناول۔ محبت جیسے لازوال جذبے کا بیان۔ دیارِ غیر میں رہنے والوں کا اپنے دیس اور وطن سے تعلق اور اٹوٹ رشتوں پر مشتمل ایک خوبصورت تحریر۔ ان لوگوں کا احوال جو کہیں بھی جائیں، اپنا وطن اور اپنا اصل ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ناول فاصلوں کا زہر کتاب گھر پر موجود ہے، جسے **رومانی معاشرتی ناول** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

ہم ریت کے صحرا عبور کر کے صاف و شفاف آسمان کے نیچے آ گئے اور کسی جگہ ٹھہرے بغیر چلتے رہے۔ فلورا اور شوطار کی حالت بہت دگرگوں تھی۔ ان کے جسموں پر نیل پڑے ہوئے تھے اور جا بہ جا خون کے دھبے تھے۔ ان کے زخموں پر ریت نے اور ستم کاری کی تھی۔ جالموش کی خانقاہ کی آبادی اب دو سے بڑھ کر چار ہو گئی تھی۔ قارنیل نے ان کے لیے فوراً سوکھی گھاس کے نرم بستروں کا انتظام کیا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے زخم دھوئے۔ ریماجن نے انہیں ہیبت ناک سزائیں دی تھیں۔ صرف اتنا رحم کیا تھا کہ ان کی سانس کی ڈوری برقرار ہے۔ جب ان کے حلق میں حرارت پیدا کرنے والا مشروب لوٹایا گیا تو انہیں ہوش آیا کہ وہ کہاں آ گئی ہیں؟ ان کے زرد چہروں پر زندگی کی سرخی رقص کرنے لگی۔ وہ حیرت سے گرد و پیش دیکھ رہی تھیں اور میں دور بیٹھا ان کے اوسان بحال ہونے کا منتظر تھا۔ پھر مجھے اس وقت اطمینان نصیب ہوا جب فلورا بے تابانہ میرے سینے سے آ لگی اور زار و قطار رونے لگی۔ اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو میرا کلمہ رد کر رہے تھے۔ پہلے میرے دل پر پتھر رکھا ہوا تھا کہ وہ دشمنوں کے نرغے میں ہے مگر اب وہ میری تحویل میں آ گئی تھی۔ شوطار، فلورا کی طرح شدت کا اظہار کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ میں نے اسے کھینچ کر اپنے دل سے قریب کر لیا۔ میں اسے کیسے فراموش کر سکتا تھا؟ اس نے انگروما میں ریماجن سے انقطاع کر کے مجھ سے وفاداری نبھائی تھی۔ فلورا نے رو رو کے مجھے ریماجن کے مظالم کی داستان سنائی۔ شوطار اس دوران میں خاموش رہی کیونکہ فلورا اس کی ترجمانی بھی بخوبی کر رہی تھی۔ اسارکی یہ سابق ملکہ جو حسن و جمال میں یکتا تھی اور جو انگروما میں اقابلا کے باغیوں کی پناہ میں چلی گئی تھی، اب دوبارہ اقابلا کی زمین پر واپس آ گئی تھی۔ شوطار اقابلا کی نظر میں ایک معتوب عورت تھی۔ مجھے گمان تھا کہ اقابلا نے اس کی واپسی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھی ہو گی۔

''تم ہمیں کن درندوں میں چھوڑ گئے تھے جابر؟'' فلورا سسکتے ہوئے بولی۔

میں نے اسے سمجھایا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ''مجھے یقین تھا کہ وہ تمہیں مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا نہیں کریں گے۔ وہاں تمہاری موجودگی ان کے لیے اس امر کی ضمانت تھی کہ میں بہر طور واپس آؤں گا۔''

''مگر تم اتنے دنوں رہے کہاں؟'' وہ مچل کے بولی۔

''کہاں؟'' میں نے ایک سرد آہ بھری۔ ''میں بہت دنوں تک ویرانوں میں بھٹکتا رہا۔ پھر میں اس طرف آ نکلا۔'' میں نے مختصراً اسے اپنی روداد سنائی۔ فلورا کے مقابلے میں شوطار کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں اس نے بے اختیار میرے سینے کا سیاہ نشان چوم لیا۔

''مقدس جابر!'' شوطار کا لہجہ جذبات سے لبریز تھا۔ ''میری عقیدتیں قبول کر۔ اتنی جلد یہ سب حیرت انگیز ہے۔''

''اب جو کچھ بھی ہو گا، جلد سے جلد ہو گا شوطار!'' میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ مقدس جابر!'' شوطار میرے پیروں کو بوسہ دینے لگی۔ ''کوئی برگزیدہ سے برگزیدہ ساحر بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ تو اس منصب تک پہنچ جائے گا۔''

''آئندہ بھی جو کچھ ہو گا، وہ اس سے کم عبرت انگیز نہیں ہو گا۔''

''میں تیری رفاقت پر ناز کرتی ہوں۔'' شوطار نے جوش سے کہا۔

''مجھے تیری ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اب تو یقیناً میرے بڑے کام آئے گی۔ تیرے اندر ایک عظیم ساحرہ کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور تو بہت سے اسرار و رموز سے واقف ہے۔ ابھی تو میرے پاس رہے گی، پھر میں تیری قسمت کا فیصلہ کروں گا۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔

''میں تجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔'' شوطار میرے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''مجھے کسی سلطنت کا اقتدار نہیں چاہیے۔ یہاں اس سے زیادہ متبرک اور شان دار مقام کوئی نہیں ہے۔ میں تیرے قرب سے سعادتیں سمیٹوں گی، میرے لیے یہی سب سے بڑا اعزاز ہے۔ یقین رکھ، میں تجھے خوش کرنے کی کوشش کروں گی۔''

''میں جانتا ہوں۔ شوطار میں تجھے بہت پسند کرتا ہوں۔''

''اور میرے لیے کیا حکم ہے؟'' فلورا کا لہجہ زخمی تھا۔

''تم جو سوال کرنا چاہتی ہو، وہ اب بھی قبل از وقت ہے۔ ابھی مطلع پوری طرح صاف نہیں ہوا۔'' میں نے اس کی زلفیں سنوارتے ہوئے کہا۔ ''تم میرے ساتھ اسی خانقاہ میں رہو گی، حالانکہ میں تمہیں سرنگا کی لڑکی سریتا کے پاس بھی پہنچا سکتا ہوں، یہاں اگر تم چاہو گی تو کنیزوں اور غلاموں کے گروہ تمہاری خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔''

''مجھے ان غلاموں اور کنیزوں سے نفرت ہے۔''

''قارنیل۔'' میں نے اسے پکارا۔ وہ گھبرایا ہوا میرے قریب آ گیا۔ ''فلورا کو عکس نما کے ایوان میں لے جا اور جزیرہ توری میں مہذب دنیا کے لوگوں کی شبیہیں ابھار۔ فلورا کا دل بہل جائے گا اور یاد رکھ، فلورا میری امانت ہے۔''

قارنیل زمین بوس ہو گیا پھر اس نے فلورا کو اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ فلورا وہاں سے جانے پر آمادہ نظر نہیں آتی تھی مگر کسمسا کر اٹھی اور قارنیل کے ساتھ باہر نکل گئی۔ میں اور شوطار اس جگہ اکیلے رہ گئے۔ میں نے انگلی کی جنبش سے وہ ایوان بیرونی دنیا سے منقطع کر دیا۔ ''شوطار! مجھے تجھ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' میں نے سرمستی سے کہا۔

''تو مجھے حکم دے مقدس جابر!'' وہ تڑپ کر بولی۔

''تو نے اسمار میں اقابلا سے نبرد آزما ہونے کی جرأت کیوں کی تھی؟''

''اس لیے کہ جاملوش مجھے پسند کرتا تھا۔''

''کیا جاملوش نے تجھ سے کوئی وعدہ کیا تھا؟''

''نہیں۔'' میں نے اس کا التفات دیکھ کے بہت سے اعتبارات خود قائم کر لیے تھے۔'' شوطار نے سادگی سے جواب دیا۔

''میں تجھے جاملوش سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

''مجھے یقین ہے۔ میں نے کبھی جاملوش سے اس طرح قریب ہو کے بات نہیں کی۔ وہ بات بہت کم کرتا تھا اور بہت کم وقت دیتا تھا۔ تو اس سے بہت مختلف ہے۔''

''سن شوطار! میں بھی جالوش کی طرح بہت دور تک دیکھ رہا ہوں۔ میں تجھ سے کوئی وعدہ نہیں کرتا لیکن میرے ارادے یقیناً جالوش کے عزائم سے زیادہ بلند ہیں۔''

''تو اس سے بہت بلند ہے۔'' وہ جذبات میں ڈوب کر بولی۔

''تو پھر میری باتوں کا جواب دے، میں آج تجھ سے بہت اہم معاملوں پر بات کرنے کا آرزومند ہوں۔''

''کیا کوئی ایسی رمز ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہے؟'' اس نے شوخی سے کہا۔

''ممکن ہے، کوئی ہو۔'' میں اس کے سامنے یہ اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا کہ ابھی میں بہت کچھ نہیں جانتا ہوں لیکن شوطار کے اس جملے سے مجھے دھچکا سا لگا کہ جو باتیں مجھے معلوم ہونی چاہئیں، میں ان سے ناواقف ہوں، مجھے احساس ہوا، میرا موجودہ اعزاز دیوتاؤں کی کسی خاص مصلحت کے سبب سے ہے۔ میں کرب سے پہلو بدلنے لگا۔ میں نے شوطار کو اور قریب کر لیا۔

میں اسے بلاغت سے اپنے مقصد کی طرف لے آیا اور سرشاری اور مدہوشی کے ان لمحوں میں طرح دے دے کے میں نے اس سے تعلیم حاصل کرنی چاہی۔ میں نے باتوں باتوں میں اس سے مشروبِ حیات کے چشمے کا پتہ پوچھا۔ وہ غنچہ دہن بولتی تھی تو پھول جھڑتے تھے مگر اس وقت اس کے منہ سے کانٹے برآمد ہو رہے تھے جو میرے دل و دماغ میں چبھنے لگے تھے۔ میں نے اس پُراسرار عورت کو کریدا تو مجھے اس کے ذہن کے تہہ خانے سے ایسے نوادر حاصل ہوئے جن کے سامنے میرے شدید مشقت و ریاضت سے حاصل کیے ہوئے نوادر ہیچ تھے۔ شوطار نے اپنی باتوں سے میری آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ وہ دھند صاف کی جو میری بینائی متاثر کر رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ یہ نکتے میرے ذہن پر نقش کرتی گئی، مجھ سے میری برتری کا احساس جدا ہوتا گیا۔ میرے پاؤں زمین پر آتے گئے اور میں نے خود کو یہ باور کرایا کہ میری فضیلت میری خوش بختی محض میری جہالت، نادیدہ طاقتوں کی مصلحت یا کسی اور وجہ سے ہے۔ میری اس لرزہ خیز سرگزشت میں شوطار کے انکشافات سے زیادہ حیرت کا مقام نہیں آیا تھا۔ گو میں نے شوطار پر اپنی کج فہمی اور کم علمی کا کوئی تاثر مرتب نہیں ہونے دیا تاہم میں اپنی آنکھوں کی حیرت اور ماتھے کی شکنیں اس سے پوشیدہ نہیں رکھ سکا۔ میں نے اسے سرسری طور پر سنا۔ ہنس ہنس کر سنتا اور درمیان میں اس کے بدن سے مذاق اور اس کے شباب سے چھیڑ خانیاں بھی کرتا رہا۔ شوطار میرے لیے آگہی کی ایک مکمل درس گاہ نہیں تھی، خود اس کا علم ادھورا تھا مگر میں تو ان ابتدائی رموز سے بھی آگاہ نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے میرا رہا سہا سکون بھی چھین لیا، میری زبان پر خاموشی کی مہر لگ گئی۔ وہ یہ سمجھی کہ میں کسی گہری فکر کے لیے مراقبے میں چلا گیا ہوں، اس کے لیے میری ہر بات نکتہ خیز اور معنی انگیز تھی۔ ادھر میں اس محیر العقول طلسمی دنیا کا احوال سن کے اپنے ہونے یا نہ ہونے کا یقین کر رہا تھا۔

مگر سوال یہ ہے، انہوں نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا؟ مجھ میں انہیں وہ کون سی غیر معمولی خوبی نظر آگئی جو تاریک براعظم کے کسی اور شخص میں مفقود تھی۔ جرأت و شجاعت؟ بے شک میں نے ان کے سامنے اپنی صلاحیتوں کے اعلیٰ نمونے پیش کیے تھے۔ ذہانت و تدبر؟ کوئی شبہ نہیں کہ میں نے مشکل ترین حالات میں اپنی فکر کے بہترین مظاہرے کیے تھے۔ پھر انہوں نے سب کچھ مجھے منتقل کرنے میں بخل سے کام کیوں لیا؟ اور جب میں ان اسرار و رموز سے بے خبر تھا تو انہوں نے میرے سینے پر سرفرازی کا یہ سیاہ داغ کیوں ثبت کیا؟ اگر اس میں اقابلا کی کسی سفارش کا دخل تھا کہ وہ مجھ پر کسی

قدر مائل نظر آتی تھی تو خود اقابلا گریزاں کیوں تھی؟ یقیناً یہ کوئی اور بات تھی۔ اپنی اس صلاحیت کا مجھے خود عرفان نہیں تھا جسے اس افسوں ساز کارخانے کے لائق منتظمین نے تاک لیا تھا۔ کیا انہیں جالموش کی جگہ اب ایسا ہی شخص مطلوب تھا جو مجھ جیسا بڑا جاہل اور مجھ جیسا بڑا طاقت ور شخص ہو۔ جس سے وہ جب چاہیں، کام لے سکیں؟ میں اس دلیل پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکا۔ اگر انہوں نے مجھے بہت بڑا جاہل سمجھا تو بڑی غلطی کی کیونکہ میں اندھا تو نہیں تھا، اگر انہوں نے اقابلا کے سلسلے میں میرے جنون کا استحصال کیا تو میرا اشتعال کیوں نظر انداز کر گئے؟ میرا غضب کیوں بھول گئے؟ انہیں نہیں۔ میں بے سدھا ایک سمت نگاہیں ٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ "جابر!" فلورا مجھے چونکاتے ہوئے بولی۔ "میں نے مہذب دنیا کے لوگوں کی شعبدہ بازیاں دیکھیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ یہاں جدید دنیا کی طرح ایسا کوئی طلسمی سلسلہ ہوگا کہ دور دراز کے لوگوں کا حال بچشم خود دیکھ لیا جائے۔"

"ہوں۔" میں نے اداسی سے کہا۔ "سریتا کیسی ہے؟"

"وہ تو اسی طرح خوب صورت اور دل کش ہے لیکن اس کے چہرے پر سوگواری چھائی ہوئی تھی۔"

"اچھا۔" میں نے بے اعتنائی سے رد عمل ظاہر کیا۔

"کیا بات ہے؟ تم افسردہ نظر آتے ہو؟ کیا ملکہ شوطار نے تمہیں خوش نہیں کیا؟" فلورا نے زہر خند سے کہا۔

"اس میں بلا کا نشہ ہے، میں مدہوش ہو گیا ہوں۔"

"بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی تھی نا۔" فلورا نے شوخی سے کہا۔ "کیا تخلیے کا کوئی ایسا وقت مجھے نصیب نہیں ہوگا؟"

"تم کہاں توجہ دیتی ہو تم نے اپنے آپ کو میرے لیے ایک ممنوعہ شجر قرار دے دیا ہے۔"

"اس لیے کہ تمہیں اور درختوں کے پھل کھانے سے فرصت نہیں ہے۔ میں نے اپنے ثمر محفوظ کر دیئے ہیں، جب تم پر تنگی اور عسرت کا کوئی وقت آئے گا تو میری یہ کفایت تمہارے کام آئے گی۔" فلورا نے آکسفورڈ کے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

"تم میرا نقش اول ہو۔" میں نے حسرت سے کہا۔

"اور نقش آخر دیکھیے کون ہوگا؟" فلورا نے تیکھے پن سے کہا۔

رات گئے تک ہم مشعلوں کی روشنی میں جالموش کی خانقاہ میں گھومتے رہے۔ وقار نیل ہماری رہبری کر رہا تھا۔ فلورا چہک رہی تھی۔ شوطار کے انداز و اطوار میں بردباری اور سنجیدگی تھی۔ فلورا کی خاطر میں نے یہ گشت گوارا کر لیا تھا۔ جیسے ہی مجھے تنہائی ملی، میں اٹھ کر عبادت گاہ میں چلا آیا اور ایک ستون سے سر ٹکا کے غور و فکر میں ڈوب گیا۔ مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں چلا کہ شوطار بھی اٹھ کر میرے پیچھے پیچھے آ گئی ہے اور ایک علیحدہ گوشے میں خاموش بیٹھ گئی ہے۔

سوچتے سوچتے رات گزر گئی، صبح ہوئی تو شوطار نے مجھے اٹھایا۔ میں کسی اونٹ کی طرح اس کے اشارے پر عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔ کچھ دیر فلورا کے ساتھ رہا، پھر اس کھنڈر میں پہنچ گیا جہاں ایک بدصورت بوڑھی عورت نے مجھے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا تھا۔ تین دن تک میں وہیں بیٹھا ہوا سلگتا، ڈوبتا اور ابھرتا رہا اور میں نے خود کو یقین دلایا کہ اگر تیرے اندر کوئی ایسا وصف ہے جو خود تیری نگاہوں سے اوجھل اور جارا کا کی

نظروں میں نمایاں ہے۔ تو وہ اب بھی موجود ہے، سو تیری یہ فکر تضیع اوقات ہے کہ تو بھی اس سے آگاہ ہو۔ تیرے لیے یہی اعتماد کافی ہے کہ تیرے اندر دیوتاؤں کو رجھانے والا کوئی جوہر موجود ہے۔ پہلے یہ تسلیم کر کہ وہ ضائع نہیں ہوا اور تیری مزید بلندی کے لیے اب بھی اتنا ہی سود مند ثابت ہو سکتا ہے جتنا پہلے تھا۔ تیرے لیے اب راستے تلاش کرنا آسان ہے۔ کیونکہ شوطار نے بہت سے اندھیرے مٹا دیئے۔ اگر تیری طبع نازک کو اس امر سے ٹھیس پہنچی ہے کہ تو کچھ نہیں تھا اور تیری ہمتیں، جرأتیں اور ریاضتیں ثانوی خصوصیات کی حیثیت رکھتی ہیں تو یہ بدگمانی بھی دور کر کیونکہ جسم ہلائے اور دماغ کو حرکت دیئے بغیر تیری حیثیت ڈاکٹر جواد، شرادا اور سرنگا سے زیادہ محترم نہ ہوتی اور پھر تو یہ کیوں بھول گیا کہ تیرا مقصد ان سب سے مختلف تھا، تاریک براعظم کے تمام ساحروں اور عاملوں سے جدا تو نے صرف اقابلا کے متعلق سوچا تھا۔ پھر اس بات کا کیا غم ہے کہ تو نے اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھیں۔ تیری آنکھ تو ایک ہی طرف دیکھ رہی تھی اور یہ کوئی پشیمان ہونے کی بات نہیں ہے۔ کیا اب تیرا مقصد بدل گیا ہے؟ کیا تو اپنے گزشتہ دنوں کی فروگزاشتوں پر شرمندہ ہونے کی حماقت کر رہا ہے؟ اے بدنصیب وہ دن جو گزر گئے، گزر گئے۔ وہ دن جو آنے والے ہیں، ان کا خیال کر۔

میں بے چینی سے اٹھا اور جالوش کی خاص جھونپڑی سے چھڑی اٹھا کے عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں نے اسی پتھر پر مجنونانہ انداز میں لکیریں کھینچنا شروع کر دیں، جہاں سے جارا کا کا دروازہ کھلتا تھا اور جہاں وہ خوب رو نوجوان اندر بیٹھا ہوا نظر آیا تھا جو کارا کا کا ہی کا ایک روپ تھا، میں لکیریں کھینچتا رہا اور جب میں نے دیوار سیاہ کر دی پھر کہیں جا کے پتھر کو میرے حال زار پر رحم آیا۔ وہ ابھی ذرا سا کھلا تھا کہ میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا مگر میری آنکھیں اندھیرے میں راستے تلاش کرنے کی طاقت رکھتی تھیں۔ میں اسی دروازے پر پہنچ گیا۔ وہاں حسب سابق پری چہرہ نازنینیں موجود تھیں۔ مجھے دیکھ کے وہ مسکرائیں اور دروازے پر محاصرہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کے انہیں بہ جبر دروازے سے ہٹایا اور اپنے داہنے بازو سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ ایک جھٹکے میں کھل گیا۔ اندر دیو قامت نیولے کا منہ خالی پڑا ہوا تھا اور ہر طرف سکوت چھایا ہوا تھا۔ ”مقدس جارا کا کا!“ میں نے غضب ناک آواز میں کہا۔ ”میں خود کو تیرے سپرد کرنے آیا ہوں تاکہ تجھے یہ تماشا جاری رکھنے کا موقع نہ ملے۔“

کسی سمت سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ میں نے دوبارہ اپنی آواز اونچی کی۔ ”میں اس بار یہیں قیام کے ارادے سے آیا ہوں، اگر تو مجھے اٹھا کے دوبارہ جالوش کی مسند پر پھینکنے کی کوشش کرے گا تو میں پھر یہاں آ جاؤں گا اور اس وقت تک آتا رہوں گا، جب تک مجھے تیری جانب سے مکمل اعتماد کا یقین نہ ہو جائے یا پھر میری روح عالم فنا کی طرف کوچ نہ کر جائے۔“ میں چیخ چیخ کر اسے پکارتا رہا لیکن میری آواز دیواریں پی گئیں۔

میں کب تک ہذیان بکتا؟ آخر میرا گلا بیٹھ گیا اور میں نے خاموش رہ کے اس جگہ کے محل وقوع کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ایک دروازے کے سوا یہاں کوئی راستہ نہیں تھا، میں نے چاروں طرف گھوم کے دیکھا، یہ احتیاط کا وقت نہیں تھا، میں یہاں سرشوری کرنے آیا تھا۔ مجھے نیولے کے دیوزاد منہ سے روشنی کی ایک ہلکی سی لکیر دور سے نظر آئی۔ میں جیسے ہی اونچائی پر چڑھ کے نیولے کے منہ میں رکھی ہوئی کرسی پر پہنچا، مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے نیولا اپنا منہ بند کر رہا ہو۔ بے اختیار میرے ہاتھ نیولے کا بند ہوتا ہوا منہ کھلا رکھنے کے لیے اٹھ گئے۔ میری ساری طاقت ضائع جا رہی تھی۔ نیولا تیزی سے منہ بند کر رہا تھا، میں اس سے اور زور کرتا لیکن میرے ہاتھ اس دیوزاد کی طاقت سے شل ہو گئے۔ میں نے قیاس کیا کہ جارا کا کا مجھ سے

ناراض ہو گیا ہے اور اس کی ناراضی موت کے مترادف ہے لہٰذا میں نے اپنے دفاع میں ایک آخری حربہ استعمال کیا۔ میں نے جلد از جلد شپالی سے آگ روشن کر دی۔ نیولے کی ایک ہولناک چیخ سے ایوان لرز گیا۔ اس کا منہ بند ہونے کے بجائے چر گیا۔ میں وہاں سے کود کر دوبارہ ایوان میں آنے کے بجائے نیولے کے منہ میں اندر تک داخل ہوتا گیا اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں اس کی دم کے راستے سے ایک ایسے چمن زار میں پہنچ گیا، جہاں کائنات کے تمام حسین مناظر موجود تھے۔ سرخ پتوں کے درخت چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، زمین سے ابلتے ہوئے پانی کے چشمے اور دور دور سفید عمارتوں کا ایک سلسلہ۔ عمارتوں کا ہر گوشہ سبزے سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ جنت کا کوئی ٹکڑا تھا۔ کچھ دور سبزے پر مجھے آسمان سے اتری ہوئی شفق رنگ دوشیزاؤں کا ایک غول نظر آیا۔ ان کے حسن کا کیا بیان کیا جائے؟ ہر بیان نامکمل رہے گا۔ ان میں سے ایک کا بازو پکڑ کے میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں ضرور ان کے پاس بیٹھ کے ان کے معطر اجسام سے اپنے احساس کو تازگی بخشتا۔ میں نے ان سے براہ راست ایک سیدھا سادہ سوال کیا۔ ''مجھے مقدس جارا کا کا کی خدمت میں لے چلو۔''

انہوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا جیسے انہیں میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو۔ ''ہر راستہ مقدس جارا کا کا کی طرف جاتا ہے۔'' ایک دوشیزہ نے اپنی مترنم آواز میں نخوت سے جواب دیا۔

میں نے جزبز ہو کے کہا۔ ''اس سے کہو کہ اس کا ایک غلام ملنے کا آرزومند ہے۔''

''اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے کان ہر جگہ موجود ہیں، جو تم نے کہا ہے، وہ اس نے ضرور سن لیا ہے۔'' دوشیزہ نے اٹھلا کر جواب دیا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تمہارا کہنا درست ہے۔ میں یہیں اس کا انتظار کروں گا اور جب تک وہ مجھے اذن باریابی نہیں دیتا، میں تمہاری جنتوں کی سیر کروں گا۔ یہ بڑا دلکش مقام ہے، اس جگہ کو کیا کہتے ہیں؟''

انہوں نے مسکرا کے کہا۔ ''خوب، جب تم اس جگہ سے ناواقف ہو تو یہاں کیسے آ گئے؟''

''میں بھٹکتا ہوا آ گیا ہوں۔'' میں نے بے ساختہ کہا۔ ''کیا یہاں کوئی مرد نہیں رہتا؟''

''ہم نے ایک زمانے کے بعد کسی مرد کی شکل دیکھی ہے۔''

''اوہ، تو پھر میری آمد تمہارے لیے خاصی مسرت انگیز ہو گی؟'' میں نے ان میں سے کئی ایک کو ایک ساتھ اپنے حلقے میں لے لیا۔ ''ذرا مجھے اس جگہ کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔''

انہوں نے میرے بازوؤں کے حصار سے نکلنا چاہا اور کبوتریوں کی طرح ادھر ادھر بکھر گئیں۔ میں تھوڑی دیر ستانے کے لیے حوض کے کنارے بیٹھ گیا اور میں نے حوض میں اپنی ٹانگیں ڈال دیں۔ پھر میں نے انہیں آواز دی۔ ''ادھر آؤ۔'' وہ مجھ سے اور دور ہو گئیں لیکن حوض پر بیٹھے بیٹھے میں نے اپنا ہاتھ دراز کیا۔ میرا ہاتھ کئی دوشیزاؤں کو سمیٹتا ہوا حوض تک لے آیا۔ وہ حیرت سے میرا چہرہ تکنے لگیں۔ ''آؤ میرے قریب بیٹھو، میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں اور یہ جگہ کیا ہے؟'' وہ سہم کے میرے ساتھ بیٹھ گئیں۔ ''مجھ سے خوف زدہ مت ہو، میں جارا کا کا ایک حقیر غلام ہوں اور

اس سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے آیا ہوں۔ یہ عظیم جار اکا کا مسکن ہے حالانکہ تمہارا بیان بھی درست ہے کہ وہ ہر جگہ مقیم ہے۔ وہ برسوں سے میری آزمائش کر رہا ہے اور نہ جانے کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟" میں نے مدح سرائی کے انداز میں ان سے کہا۔ "اس کی عظمت ہر شک اور شبے سے بالا ہے۔ جانتی ہو وہ کون ہے؟" انھوں نے میری طرف اضطراب میں استفہامی نظروں سے دیکھا۔

"وہ ساحروں کا ساحر ہے اور دیوتاؤں کا درجہ رکھتا ہے۔ دیوتا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے کئی روپ ہیں اور وہ ہر روپ میں آنے پر قادر ہے۔" میں نے اپنا بیان جاری رکھا۔ "وہ کبھی کبھی کسی کے سامنے آتا ہے اور جو اس کا جلوہ دیکھ لیتا ہے۔ دم بخود رہ جاتا ہے۔ تم نے اسے کئی بار دیکھا ہوگا مگر پہچانا نہیں ہوگا۔ اس نے نیولے کو اپنی علامت کے طور پر لوگوں میں شناخت کرایا ہے جب کہ وہ زمانوں سے ایک جیتا جاگتا انسان ہے۔ یہ سب اس کی غیر معمولی ساحرانہ فضیلتوں کی کرشمہ سازی ہے۔ اس کا جادو سر چڑھ کے بولتا ہے۔ وہ اپنے حجرے میں بیٹھا خود اپنے تخلیق کردہ تماشوں سے لطف اٹھاتا رہتا ہے مگر وہ بھول گیا ہے کہ اسے ایک دن اپنے ان شعبدوں سے نفرت ہونے لگے گی۔" میرا مقصد ان دوشیزاؤں پر اپنی آگہی کا اطلاق کرنا نہیں تھا بلکہ کچھ اور تھا۔

یکا یک میں نے دیکھا کہ ہمارے سامنے کی سمت سے ایک ضعیف شخص عصا ٹیکتا ہوا حوض تک آیا۔ اس کی سفید داڑھی کے بال اس کے سینے تک جھول رہے تھے۔ وہ اپنی نحیف آواز میں بولا۔ "بس کر۔ اور اپنا راستہ لے۔"

میں اس کے استقبال کے لیے اٹھ گیا اور میں نے سر جھکا کے کہا۔ "اے مقدس بوڑھے! میں نے تمام راستے طے کر لیے ہیں۔ ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔"

"زبان کو لگام دے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ "میرے ساتھ آ۔"

میں نے دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے برف کے گالوں سے میرا ہاتھ مس ہو گیا ہو۔ "ابھی تو تو نے سفر شروع کیا ہے، پہلی ہی منزل پر بہک گیا، تیرا توازن بگڑ گیا۔ غیر متعلق باتیں کرنے لگا۔" بوڑھے نے ملامت کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھ۔ یہاں سے شمال کی طرف چلا جا۔ وہاں مشروب حیات کا چشمہ ہے۔ پانچ دروازے تیری راہ میں پڑیں گے اگر تو نے انہیں عبور کر لیا تو تجھے ابدی زندگی کا مشروب مل جائیگا۔ پھر بھٹکنے کے لیے تیرے پاس عمر پڑی ہوگی۔"

"مگر میں۔ میں۔" بوڑھے نے مجھے کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا۔

"صبح و شام کی گردش میں فیصلے نہیں ہوتے۔" اس نے مجھے دھکا دے دیا۔ "شمال کی طرف بھاگ جا اور اپنا راستہ خود تلاش کر۔"

میں اوندھے منہ زمین پر گر گیا تھا۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر بوڑھے سے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ وجد یے کے ساتھ آہستہ آہستہ واپس ہو رہا تھا۔ حوض کے کنارے دوشیزائیں سراسیمہ کھڑی تھیں۔ چند لمحوں تک میں وہیں گم صم سر سے پر جمارہا پھر میرا سر خود بخود جھک گیا اور میں آگے بڑھ گیا۔

میں نے سوچا، واپس ہو جاؤں؟ انکار کر دوں کہ مجھے ابدی زندگی کی ضرورت نہیں ہے؟ صرف چند سرشار ساعتوں کا طلب گار ہوں، وہ عطا کر دی جائیں۔ میں اپنے تمام مطالبوں اور سرکشیوں سے دست بردار ہو جاؤں گا اور اس نظام کا ایک حصہ بن جاؤں گا لیکن میں واپس کہاں جاتا؟

میں نے مقدور بھر جرأت کی تھی کہ جارا کا کا سے معانقہ کروں اور اپنے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ سن لوں۔ اس جرأت سے صرف اس قدر نتیجہ نکلا کہ اس نے میرا رخ حیات ابدی کے چشمے کی طرف موڑ دیا۔ مشروب حیات زمانوں تک زندہ رہنے کا طلسم۔ یقیناً یہ جارا کا کا کی خوشنودی اور میرے ضمن میں اس کے مثبت رویے کا ثبوت تھا۔ اس نے مجھے ایک اور کھلونے سے بہلانے کی کوشش کی تھی اور اپنے رعب و جلال کا اظہار عجب طور سے کیا تھا۔ میں جو سوچ کے گیا تھا، اس کا عشر عشیر بھی نہ کہہ سکا۔ جلد ہی مجھے خیال آ گیا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ یہ ایک طلسمی زنداں ہے۔ میں دیواروں سے سر پھوڑ کے مر جاؤں گا۔ میری آتش بیانی اور شعلہ نفسی پر جارا کا کا نے سنجیدگی اور برداشت کا رویہ اختیار کیا تھا، چنانچہ میرے لیے یہ کسی طور مناسب نہیں تھا کہ میں اپنے اوسان کھودوں اور جواب تک حاصل کیا ہے، اسے داؤ پر لگا دوں۔ جب تک مجھے مضبوطی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا اعتماد نہ ہو جاتا، میری عافیت اس کا آلہ کار بنے رہنے میں تھی یہی ایک بہترین مشورہ تھا جو میں اپنے ذہن کو دے سکتا تھا۔ میں نے وہ سارا عمل رجائی انداز میں دیکھا۔ بہر حال میری حریف مہذب سائنسی اور سماجی قوتیں نہیں تھیں، نادیدہ طاقتیں تھیں۔ جن سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے غیر معمولی قوت برداشت کا ثبوت دینا تھا۔ جب میں اس سبزہ زار سے دور نکل گیا تو میری رفتار میں بتدریج کمی آ گئی۔ وہی دشت و بیاباں، کوہ و صحرا۔ تاریک براعظم میں زندگی کے بہترین دن اسی سرگشت میں گزار دیے تھے، میں خود کو پہلے سے نسبتاً زیادہ آسودہ محسوس کر رہا تھا، بوڑھا شخص کہتا تھا کہ پانچ دروازے عبور کر کے میں آب حیات کے چشمے تک پہنچ جاؤں گا، یہ دروازے عزم و ہمت کی آزمائش کے لیے تعمیر کیے گئے ہوں گے کہ کس میں زندگی برتنے کا سلیقہ ہے، کون ابدی زندگی کا اہل ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس بار منزلیں سب سے زیادہ سخت ہوں گی۔ عین ممکن ہے، جالوش جب یہ مہم سر کرنے نکلا ہو تو یہاں آنے سے پہلے اس کی کسی ملکہ شوطار سے گفتگو ہوئی ہو اور مشروب حیات پینے کے بعد اس پر رفتہ رفتہ اسرار منکشف کیے گئے ہوں۔ اگر ایسا تھا تو جالوش نے بڑی دلیری اور استقلال کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ شوطار کے سبب مجھے تھوڑی بہت شد بد ہو گئی تھی۔ میں آنے والے ہولناک لمحوں سے بے نیاز شمال کی طرف بھاگ رہا تھا۔

دن پر دن گزرتے گئے۔ میں نے کہیں قیام نہیں کیا۔ کئی موسم سر سے گزر گئے۔ میرا کام ناک کی سیدھ میں بے تحاشا اور بے محابا آگے بڑھنا تھا۔ کڑی دھوپ میں جسم کا رنگ بدل گیا تھا اور پیروں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ یہ سفر ایک متحرک ریاضت تھی اور گزشتہ سفروں سے زیادہ شدید تھی۔ مشروب حیات کے حصول کا سفر آسان کیوں ہوتا؟ مہذب دنیا کے لوگ اپنی زندگی کو طول دینے کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ وہاں کی سائنس نے ایسی کوئی دوا ایجاد نہیں کی تھی جو بچے لوگوں کو بقائے دوام دے دے۔ میری توقع کے مطابق بلاؤں نے میرا تعاقب کیا، مجھے طرح طرح سے ڈرایا اور ستایا گیا، میں خندہ پیشانی سے انہیں جھیلتا ہوا قطب نما کی سوئی کی طرح ایک ہی جانب مرکوز رہا۔

راستے میں کوئی ذی نفس نہیں ملا۔ میں جانے کتنی مدت بعد آخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں آگے راستہ مسدود ہو جاتا تھا، ہر طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے جن پر چڑھنا خودکشی کے مترادف تھا۔ یہ پہاڑ عبور کرنے کے لیے یا تو میرے بازوؤں میں پر لگے ہوتے یا میں اپنے جسم سے روح جدا کر کے دوسری طرف لے جاتا۔ میں نے تحمل سے دیواریں دیکھیں اور دیکھتا رہ گیا۔ پہاڑوں میں گہرے گہرے غار تھے، پہلے میرا خیال تھا، انہی غاروں میں کوئی سرنگ ہو گی لیکن اتنے کثیر غاروں میں وہ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا جو مجھے اس پار لے جائے۔ تین چار غاروں کی حد تک اپنی تشفی کے

لیے میں نے یہ عمل کیا بھی۔ نتیجے میں ناکامی ہوئی۔ ایک دن، دو دن، کئی دن، میں کتے کی طرح راستہ سونگھتا رہا۔

واپسی کا سوال نہیں تھا، یہاں سے کوئی سرنگ ایسی ضرور گزرتی تھی جو شروب حیات کے چشمے تک جاتی تھی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بوڑھے نے شمال کی طرف اشارہ کیا تھا، جو بھی راستہ ہوگا، شمال کی جانب ہوگا مگر شمال کا تعین کرنے کے لیے کتنا بڑا دائرہ بنا کے تلاش جاری رکھی جائے؟ یہ ایک اور دقت طلب مسئلہ تھا۔ جابر بن یوسف، کہیں نہ کہیں کوئی راستہ ضرور ہے، میں بار بار خود کو تسلی دیتا۔ بس ایک مرتبہ اور۔ ذرا یہ پتھر ٹھونک کر دیکھو۔ ذرا وہ پتھر اٹھا کے دیکھو۔

جاملوش نے زوال سے پہلے اپنے خاص علاقے کا راستہ اوجھل کر دیا تھا، یہ وہی صورت تھی۔ میں نے وہی عمل دہرانے کا ارادہ کیا لیکن یہ جاملوش کا سحر زدہ علاقہ نہیں تھا، جارا کا کا علاقہ تھا۔ چند دنوں میں مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی اور میں مزید تگ و دو کرنے کے بجائے تھک کر شمال کی جانب بیٹھ گیا، پھر آخر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے کچھ اونچائی پر جا کے بڑے بڑے پتھر نیچے لڑھکانے شروع کر دیے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ عزم اور طاقت کا امتحان ہے، چٹانوں پر ٹکے ہوئے بڑے بڑے پتھر ہٹانے سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے مگر میں اپنی تمام توتیں صرف کر کے انہیں نیچے پھینکتا رہا۔ اتنے وزنی پتھر نیچے پھینکنا اور مایوس ہونا اور خود کو بچانا زبردست برداشت کی بات تھی۔ چند ہی دنوں میں نیچے میدان میں پتھروں کا ڈھیر لگ گیا، کچھ پتھر دوسروں پتھروں کے دباؤ اور رگڑ سے خود بخود نیچے گرنے لگے۔ میں وہ مرحلہ یاد کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قصہ مختصر، میں وہ چوڑے چکلے بھاری بھرکم پتھر ہٹاتا رہا اور اس کام میں مجھے کچھ لطف سا آنے لگا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اندر گہرائی میں ایک بہت اونچا دروازہ بنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کے میری حالت غیر ہو گئی۔ میرے غیر معمولی صبر اور قوت کا نتیجہ سامنے تھا۔ سامنے پہاڑوں کے اندر ایک عظیم الشان باب کھلا ہوا تھا۔ میں نے بار بار آنکھیں مل کے دیکھا، وہ میری بے خوابی نہیں تھی۔ میں جست کرتا، قلانچیں بھرتا ہوا دروازے میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک گہری سرنگ تھی۔ تھوڑی دور تک باہر کی روشنی رہی، پھر معدوم ہو گئی۔ میں نے احتیاطاً اپنی رفتار کم کر دی۔

یہ پہلا دروازہ تھا، آگے چار دروازے اور تھے، جنہیں عبور کرنے کی سرگزشت طولانی ہے۔ میں قصہ کوتاہ کرتا ہوں، ہر دروازے پر جارا کا کا اپنا امتحان سخت کرتا گیا۔ دوسرے دروازے پر مجھے ایک دیو قامت مکڑی اور اس کے آہنی جال کا سحر توڑنا پڑا۔ اس موقع پر جاملوش کے طلسمی ہار کے کئی بچھو ضائع کرنے پڑے۔ یہ ہار جارا کا کا ہی نے جاملوش کو عنایت کیا ہوگا۔ تیسرے دروازے پر مجھے ایک بھیانک عفریت سے نبرد آزما ہونا پڑا، چوتھے پر بھڑوں کے چھتے کے مانند بے شمار گدھ بیٹھے تھے جیسے ہی میں نے داخل ہونے کی کوشش کی، انہوں نے ہلہ بول دیا۔ پانچویں دروازے پر ایک ہیبت ناک طویل قامت درندے نے راستہ روک لیا۔ میں نے اس سے پہلے ایسا درندہ نہیں دیکھا تھا اس کے کئی پاؤں تھے اور وہ بچھو کی طرح اپنا شکار سینے میں جکڑ لیتا تھا اور سر پر نصب لمبے نوکیلے سینگوں پر چیر پھاڑ کر لمحوں میں کئی ٹکڑے کر سکتا تھا۔ ذگی کے سینگ، شپالی، جاملوش کا ہار، جارا کا کا کی کھوپڑی اور اپنے دوسرے طلسمی نوادر کی مدد سے میں نے ہر دروازے پر اپنی زندگی کی سب سے بھیانک جنگیں کیں۔ آخری دروازہ عبور کرنے کے بعد میرا سر چکرانے لگا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے روح اب رشتہ منقطع کر رہی ہے۔ جسم لہولہان تھا۔ آنکھوں کے سامنے دھند چھائی ہوئی تھی۔ سنبھلنے کی کوشش کرتا تھا تو لڑکھڑا جاتا تھا۔ میں مشتعل نہ سکا۔ پژمردہ ہو کے گر پڑا۔ اچانک سرخ رنگ کی ایک جواں سال لڑکی نے مجھے اپنی باہوں کا سہارا دیا اور میرا سر اپنے زانو پر رکھ کے بیٹھ گئی۔ اس نے ملائم نگاہوں سے میری طرف مسکرا کے دیکھا اور اپنی خوب صورت انگلیوں سے میرے ماتھے کا پسینہ نچوڑنے لگی۔

قوت گویائی جیسے سلب ہو گئی تھی، وہ لڑکی بہار، تازگی، زندگی کی نوید تھی۔ زندگی، زندہ رہنے کا پورا خراج لیتی ہے اور موت کی آزمائشوں میں ڈال کے اپنی اہمیت جتاتی رہتی ہے۔ اس نازنین نے میری سانس بحال ہونے پر مجھے اٹھایا اور سہارا دے کے آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ اس نے اس پہاڑی کھوہ کا ایک ہی ورطے کیا تھا کہ مجھے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی اس آواز سے تن مردہ میں سنسنی پیدا ہو گئی۔ میں نے خود کو لڑکی کے بازوؤں سے چھڑا لیا اور گرتا پڑتا بے تابانہ پانی گرنے کی جگہ جا پہنچا۔ ایک ہلکی مشعل روشن تھی اور ہر طرف سیاہ دیواریں تھیں، میں نے گرتے ہوئے قطروں سے اپنا منہ لگا دیا۔ پہلا قطرہ آنکھ میں گرا۔ آنکھ دھندلا گئی۔ دوسرا گال پر گرا اور تیسرا منہ میں۔ میری سانسوں کی رفتار بہت تیز تھی، یہ تلخ بوجھل اور سیاہ پانی کے قطرے تھے۔ وہ بہت سست رفتاری سے گر رہے تھے اور میری بدحواسی کا عجیب عالم تھا مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ قطرے بند نہ ہو جائیں۔

اس دوران میں مشروب حیات کی نگران دوشیزہ میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس نے نرمی سے میری کمر پر ہاتھ رکھا۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ اس برتن کی طرف اشارہ کر رہی تھی جو پہلے ہی یہاں قطروں سے آدھا بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے جھپٹ کر اٹھایا اور ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر منہ سے لگا لیا۔ میں اسے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ چڑھا گیا۔ جیسے جیسے وہ پانی میرے جسم کا جزو بنتا گیا، میرے زخم مندمل ہونے لگے اور مجھ پر ایسا نشہ چھانے لگا کہ اس تنگ و تاریک کھوہ میں ہلکی نیلی، پیلی، لال اور سبز اودی روشنیاں جھلملانے لگیں اور جسم میں ایسی طاقت محسوس ہوئی کہ دیواروں پر ہاتھ مارنے کو دل مچلنے لگا۔ مشروب حیات طویل زندگی کی ضمانت، آب حیات، دنیا کا تماشا دیکھنے کا اجازت نامہ۔ میں نے سرشاری میں ایک چیخ لگائی اور زمین پر اچھلنے کودنے لگا۔

☆==========☆==========☆

1947ء کے مظالم کی کہانی

خود مظلوموں کی زبانی

ایسے خون آشام قلب و جگر کو تڑپا دینے والے چشم دید واقعات، جنہیں پڑھ کر ہر آنکھ پرنم ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کی خون سے لکھی تحریریں، جنھوں نے پاکستان کے لیے سب کچھ لٹا دیا اور اس مملکت سے ٹوٹ کر پیار کیا۔

تو پھر یہی صدا بلند ہوتی ہے کہ ..... کیا آزادی کے چراغ خون سے روشن ہوتے ہیں؟ یوم آزادی پاکستان کے موقع پر کتاب گھر کی خصوصی پیشکش ..... نوجوان نسل کی آگہی کے لیے کہ یہ وطن عزیز پاکستان ہمارے بزرگوں نے کیا قیمت دے کر حاصل کیا تھا۔

اس کتاب کو کتاب گھر کے 'تاریخ پاکستان' سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

واپسی کے لیے میں جس دروازے سے گزرا یقیناً وہ دروازہ نہیں تھا جس سے میں اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے ایک پہر کی مسافت طے کی ہوگی کہ مجھے دور سے جاطوش کی خانقاہ کی عمارتیں نظر آئیں۔ میں وہیں سے دوڑنے لگا۔ دوڑتا رہا اور میں نے زور سے آواز لگائی۔ ''قارنیل! قارنیل! تو کہاں ہے؟''

خانقاہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جہاں میری آواز نہ پہنچی ہو۔ قارنیل تنہا نہیں آرہا تھا، اس کے ساتھ فلورا اور شوطار بھی تھیں۔ وہ جب میرے قریب آئیں تو میں نے ان دونوں کو ایک ساتھ ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ فلورا میرے سینے پر گھونسے مارنے لگی۔ میرے قہقہوں سے اس کا ستم اور شدید ہو گیا۔

یہاں آ کے مجھے اندازہ ہوا کہ میں کوئی چھ سات مہینے کی طویل مدت تک غائب رہا تھا۔ ''تم کہاں تھے؟'' فلورا ترشی سے بار بار پوچھتی تھی۔ ''تمہاری صحت پر بھی کوئی اثر نہیں ہے۔ تم پہلے سے زیادہ توانا اور شاداب بن کر آئے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے تمہاری عمر اور کم ہو گئی ہو۔ تمہارے چہرے پر سرخی ہے اور آنکھوں میں شرارت۔ بتاؤ تم کہاں گئے تھے؟'' قارنیل اور شوطار کو یہ پوچھنے کی جرأت نہیں تھی کہ میں اتنے عرصے کن ویرانوں میں روپوش رہا ہوں؟ مشروب حیات نوش کرنے کے بعد میرے اضطراب میں خاصی کمی آگئی تھی۔ البتہ مجھے بیزنار کے ساحل پر ہونے والی باغیوں کی سرگرمیوں کے متعلق تشویش ہونے لگی تھی۔ میں ان سب کو سب سے پہلے عکس نما کے ایوان میں لے آیا اور میں نے بیزنار کے ساحل کا منظر روشن کیا۔ وہاں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ نہ ہی دھند کی فصیل تھی۔ یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔ اسے ایک بار پھر اپنی طاقت مجتمع کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا تھا لیکن اب میرے پاس وقت کی کمی نہیں تھی۔ میں زمان اور مکان دونوں پر اختیار رکھتا تھا۔ اسی لیے میں نے ایک مدت بعد فلورا اور شوطار کو لے کے جزیرہ توری جانے کا قصد کر لیا۔ جزیرہ توری، میرا نقش اول میرے کارناموں کا نقطۂ آغاز جزیرہ توری، میرا دوسرا وطن، جہاں میرا خاندان قیام پذیر تھا۔ جہاں سرنگا کی خوب صورت لڑکی سریتا اپنے تیکھے خد و خال کے ساتھ میری منتظر تھی، جہاں ایرانی دوشیزہ فروزیں اپنی نگاہ کا بستر بچھائے اب میرے اندر جذب ہونے کے لیے بے قرار ہو گی اور جہاں بوڑھا سرنگا غار میں بیٹھا مہذب دنیا کو واپسی کا خواب دیکھ رہا ہو گا۔ آدمی اعزازات حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اپنے شناسا لوگوں کا رخ کرتا ہے۔ دولت، طاقت، حشمت اور شہرت کی داد اسے اپنے عزیزوں اور دوستوں ہی سے ملتی ہے۔

اور جزیرہ توری۔ اقابلا کی کہکشاں کا دروازہ، جہاں وہ رہتی ہے۔ وہ کون؟ وہ اقابلا۔ نہ اس جیسا کوئی حسین۔ نہ اس سا کوئی طرح دار۔ اس کا سا بانکپن کسی میں نہیں ہے۔ سب اس کا عکس ہیں۔ سب اس کی پرچھائیاں ہیں۔ اصل وہی ہے۔ وہ نور کا بدن ہے۔ وہ انتہا ہے۔ اس بار اس کے قصر میں کوئی جاطوش میرے راستے میں مزاحم نہیں ہو گا۔ تاریک براعظم میں میرا کوئی رقیب میرا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اگر اس بار بھی اس نے سنگ دلی کا شیوہ اختیار کیا تو میں نے طے کر لیا تھا کہ میں قیامت مچا دوں گا۔ میں اتنی زور سے چیخوں گا، ایسا ہنگامہ برپا کروں گا کہ آج تک کسی نے اپنے مطلوب کے سامنے نہ کیا ہو گا۔ میں آگ لگا دوں گا۔ میں جل جاؤں گا۔

میں نے قارنیل کو حکم دیا کہ وہ خانقاہ ہی میں مقیم رہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کیے رہوں گا۔ قارنیل اداس ہو گیا۔ میں شوطار اور فلورا کو ساتھ لے کے جزیرہ بیزنار سے روانہ ہوا۔ فاصلے ہمارے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، صرف چند ساعتوں بعد، کوئی سمندر عبور کیے بغیر ہم جزیرہ

توری کے جنگل میں موجود تھے، یہ جگہ میں نے دانستہ منتخب کی تھی تاکہ میں سب سے پہلے سرنگا سے ملوں۔ فلورا کو میں نے شوطار کے ساتھ بستی میں بھیج دیا اور خود سرنگا کے غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جوش، مسرت اور اشتیاق سے میرا سینہ پھٹا جاتا تھا۔ میں سرنگا کو اپنی اچانک آمد سے چونکا دینا چاہتا تھا، سوچ رہا تھا، دیکھیے، وہ اب کس طرح پذیرائی کرتا ہے؟ اس کے چند نصائح کا کیا عالم ہے؟ اب وہ بڑھ بڑھ کے کیسی باتیں کرتا ہے؟ اب اپنے علم و فضل کا چرچا کس انداز سے کرتا ہے؟ میں اجازت کے بغیر اس کے غار میں داخل ہو گیا اور میں نے ایک ہولناک چیخ ماری۔ غار تھرا گیا۔ ''بوڑھے سرنگا! اٹھو۔'' میں نے دہاڑ کر کہا۔

''کون؟'' اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اپنا مراقبہ توڑ کر مجھے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''معزز جابر بن یوسف!'' وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''تم؟''

''ہاں میں۔ میں جاملوش کا جانشین، تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر، جابر بن یوسف۔'' میں نے مصنوعی طمطراق سے کہا۔

''مجھے یقین نہیں آتا کہ تم آ گئے ہو۔'' وہ اپنی جگہ سے لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور مجھے گھور کے دیکھنے لگا۔ ''تم بالکل بدل گئے ہو۔ آؤ۔ بیٹھو میرے نزدیک۔''

''تم کب تک اس غار میں بیٹھے رہو گے سرنگا؟ آؤ باہر چلیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانے اور تاریک براعظم کی سیر کرانے آیا ہوں۔''

''تم نے کمال کر دیا۔ تم نے میری توقع سے زیادہ حاصل کیا ہے۔ مجھے یقیناً تمہارا احترام کرنا چاہیے۔ کیا میں تمہیں مقدس جابر کہہ کے پکاروں؟'' سرنگا کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

''نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔'' میں نے کسمسا کر کہا۔

''میرے عظیم بیٹے! میرے لائق فرزند! آ میں تیری پیشانی چومنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا نے اپنا ہاتھ بڑھا کے میرے کاندھے پر رکھ دیا۔

''سرنگا! اب تم اپنا یہ کھلونا جیب میں رکھ لو۔'' میں نے اس سے لطف لینے کے لیے دیوی کی مورتی کی جانب اشارہ کیا۔ ''اب تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے کہہ دو کہ سمندر پار چلی جائے کیونکہ جابر جیسا طاقتور شخص تمہارے سرہانے موجود ہے۔''

''ٹھہر کر میرے بیٹے معزز جابر! ایک ذرا ٹھہر کر بات کر۔ دیوی کی توہین نہ کر۔ یہ تیرے کام ہی آئی ہے۔ کیا تو اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہے؟'' سرنگا نے لرزیدہ آواز میں کہا۔

''میں تیری دیوی کا احسان مند ہوں اور تیرا بھی کہ تو نے مجھے مخلصانہ مشورے دیے لیکن اب تیرے سامنے دیوی سے بھی بڑی طاقت کھڑی ہے۔ تیرے سامنے ایک زندہ دیوتا کھڑا ہے۔ تو اب بھی دیوی کی عظمت پر مصر ہے اور میری توہین کے درپے ہے؟'' میں نے بظاہر غصے سے کہا اور اٹھ کر دیوی کی مورتی اٹھالی۔

''یہ میں کیا سن رہا ہوں مقدس جابر؟'' سرنگا مورتی چھیننے کے لیے میری طرف جھپٹا۔ میں نے اسے دھکا دے دیا۔

''اس تاریک غار سے باہر نکل کے دیکھ سرنگا! توری کی زمین پر آج ایک نئی روشنی پھیل رہی ہے۔''

''دیوی تجھے معاف کرے۔'' سرنگا ہاتھ جوڑ کے ایک سمت کھڑا ہو گیا۔ ''دیوی تجھے معاف کرے جابر بن یوسف!''

''سرنگا! یہ کیا دیوی دیوی کی رٹ لگا رکھی ہے، تیرے سامنے ایک دیوزاد کھڑا ہے۔ کیا تجھے میرے علم اور میری طاقت میں کوئی شک ہے؟ تیرے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں۔ تیری آنکھیں اندھیروں میں بھٹکنے کی عادی ہو گئی ہیں۔ مجھے تجھ پر ترس آتا ہے، چل اٹھ، باہر چل۔''

''میری مورتی دے دے۔ میں اب بھی باہر نہیں آؤں گا۔'' سرنگا گڑگڑا کے بولا۔ ''یقیناً تو بہت عظیم ہے مگر ایک ضعیف آدمی سے اس کا سہارا مت چھین۔''

''اسے تو اپنے پاس رکھ۔'' میں نے ناراضی سے مورتی اس کی آغوش میں پھینک دی اور نفرت سے کہا۔ ''میں تیری دیوی کو قید کر لوں گا۔ کیا تو میری طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہش مند ہے؟''

مجھے یاد تھا کہ شولا سے جنگ کے درمیان اقابلا نے ایک اشارے سے دیوی کو شیشے کے ایک جار میں قید کر دیا تھا لیکن دیوی مرجان توڑ کے فرار ہو گئی تھی۔ انگروما کے برگزیدہ ساحروں نے بھی دیوی کے مقابلے میں کم ہمتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ سرنگا مورتی دوبارہ اپنی آغوش میں پا کے مجھے ممنونیت سے دیکھ رہا تھا۔ ''دیوی اسے معاف کر دے۔'' سرنگا نے کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ دیوی مجسم شکل میں نمودار ہو کے مسکراتی ہوئی اس کے قریب گئی اور اس نے سرنگا کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے یہ موقع غنیمت جانا۔ فوراً ایک کاری سحر پھونکا، دوسرے ہی لمحے دیوی کے گرد ایک سنگلاخ پنجرا قائم ہو گیا اور سرنگا میرے دراز ہاتھ کے شکنجے میں جھولنے لگا۔ وہ دور سے تڑپ رہا تھا۔

''تیری دیوی کو میں نے قید کر لیا ہے۔ اب وہ میری نظروں میں دھول جھونک کر یہاں سے واپس نہیں جا سکتی۔'' میں نے ایک قہقہہ لگایا۔

''دیکھا سرنگا؟ میں نہ کہتا تھا کہ تیرے ہاتھ میں بس ایک کھلونا ہے اب کیا کہتا ہے؟''

''جابر! تجھ پر دیوی کا عذاب نازل ہوگا، تو ختم ہو جائے گا۔ دیوی کو آزاد کر دے۔'' سرنگا چیختا ہوا بولا۔ اس کا نحیف جسم میرے ہاتھ میں تڑپ رہا تھا۔

''میں نے مشروب حیات پی لیا ہے سرنگا! اب مجھ پر تیری دیوی کا کوئی جادو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دیکھا! وہ میرے سامنے کیسی بے بس کھڑی ہے۔ اڑنے کے لیے پر تول رہی ہے، میں نے تیری یہ حسین چڑیا قید کر لی ہے۔'' میں نے سرنگا کو زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔

وہ زمین سے اٹھ کے فوراً پنجرے کی طرف بھاگا اور سجدہ ریز ہو گیا۔ دفعتہً میں نے محسوس کیا کہ پُراسرار طاقتیں تیزی سے غار میں داخل ہو رہی ہیں سرنگا کے غار میں ان کی غیر متوقع آمد خالی از علت نہیں تھی۔ ادھر میں سرنگا کو اپنی ساحرانہ کرشمہ سازی کا مظاہرہ کرنے کے لیے محض پریشان کر رہا تھا۔ دیوی میری محسن تھی۔ اس نے مشکل ترین مرحلوں میں میری مدد کی تھی۔ میں نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا، جیسے ہی غار میں نادیدہ طاقتوں کی یلغار ہوئی، میں نے اپنا سحر توڑ دیا۔ طاقتیں دیوی کے گرد حلقہ تنگ کرتی ہوئی منتشر ہو گئیں۔ دیوی فاتحانہ انداز میں ان کے درمیان سے نکل کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو میں سرنگا کے سامنے شرمندگی کی وجہ سے کبھی سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر نہ جانے کیا کیا ہوتا؟ غار میں اب میں اور سرنگا اکیلے رہ گئے تھے۔ ''تم نے دیکھا سرنگا؟ میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ تمہیں میرے غیر مناسب اقدام سے سخت اذیت پہنچی۔ میں تمہارے سامنے اپنا اظہار چاہتا تھا، اس کے سوا کچھ نہیں۔''

"جابر بن یوسف! میری جان! تم نے بھی دیکھا؟ تمہارے آقاؤں کی نظر میں دیوی کی کیا اہمیت ہے؟ میں یہاں خالی نہیں بیٹھا تھا۔ میں نے تمہاری بلند اقبالی ہی کے لیے یہ گوشہ نشینی اختیار کی تھی مگر تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ تمہاری اس فضیلت میں دیوی کی اعانت کو کتنا دخل ہے، ایک اجنبی کو اتنے اعزازات سے کیوں نوازا گیا؟" سرنگا تاسف سے بولا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے اسے جھنجوڑا۔ سرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری زبان پر بھی تالے پڑ گئے۔ سرنگا نے مجھے لرزا کے رکھ دیا تھا۔ "تم سچ کہتے ہو۔ تم سچ کہتے ہو۔" میں نے اچانک اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا۔"

"لیکن یہ اسی لیے ممکن ہوا کہ تم جیسا شجیع اور ذہین شخص بھی یہاں موجود تھا۔" سرنگا نے اعلیٰ ظرفی ہاتھ سے نہ جانے دی۔

"لیکن میں نے کتنا ہولناک اور دردناک مذاق کیا۔" میں اپنا سر گھٹنوں میں دے کے بیٹھ گیا۔ "آہ، میرے پاس پشیمانی کے لیے بھی الفاظ نہیں ہیں۔"

"وہ جانتی ہے، وہ سب جانتی ہے کہ تمہارا مقصد کچھ اور نہیں تھا۔ جاؤ، اب تم یہاں سے جاؤ۔ سریتہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں تم سے بہت سے باتیں کرنا چاہتا تھا مگر اب تم سے اطمینان کے ساتھ ملاقات ہوگی۔ میں خود تمہارے پاس آؤں گا۔ اب شاید میرے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں رہی۔" سرنگا سرگوشی کے انداز میں بولا۔

میں نے کچھ نہیں کہا۔ سرنگا کے ساتھ خاموشی سے اٹھ کر غار سے باہر نکل آیا۔ سرنگا مجھے دہانے پر چھوڑ کے پھر اندر چلا گیا۔ میں تو ری کے جنگل میں خاموش کھڑا تھا اور میرے دماغ پر ایک پہاڑ رکھا ہوا تھا۔ دیر تک میری یہی کیفیت رہی۔

پھر میری آنکھوں میں چمک عود کر آئی اور جسم کے سکوت میں ارتعاش سا ہونے لگا۔ دیوی جانتی ہوگی کہ یہ سرنگا کے ساتھ محض ایک اظہار قربت تھا، اس کی تضحیک مقصود نہیں تھی لیکن ہمیں سے ایک جلی نکتہ میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا۔

آبادی کی طرف جانے کے بجائے میں نے اقابلا کے قصر جانے کا ارادہ کیا۔ تاریک برِاعظم کا سب سے بڑا ساحر، جالوش کا جانشین جابر بن یوسف روئے زمین کی سب سے حسین دوشیزہ کی بارگاہ میں جا رہا تھا۔ یقیناً اسے جالوش سے زیادہ اعتماد حاصل ہو گیا تھا۔

میں نے کوئی اور راستہ اختیار کرنے کے بجائے دھڑکتے دل سے دروازہ خاص پر دستک دی تاکہ اسے میرے ساتھ اپنا رویہ متعین کرنے کا وقت مل جائے۔ میں نے پُرسوز لہجے میں آواز لگائی۔ "ملکہ اقابلا کی خدمت میں جابر بن یوسف حاضر ہوا چاہتا ہے۔"

جو میری اس خوں رنگ سرگزشت سے آشنا ہیں، وہ سمجھتے ہوں گے کہ اس وقت میرے جنوں کا کیا عالم ہوگا؟ میں ایک زمانے کی جدوجہد کے بعد اس کے دروازے پر دستک دے رہا تھا، اس کے دل پر دستک دے رہا تھا اور فیصلے کا منتظر تھا کہ دیکھیں، اندر سے کیا آواز آتی ہے؟

میرے نعرۂ شوق کا جواب آنے میں دیر ہوئی تو میں نے زیادہ بلند آواز سے اعلان کیا۔ "ملکہ اقابلا کی بارگاہ میں جابر بن یوسف حاضر ہوا چاہتا ہے۔" اس اطلاع کی اب کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اپنی دانست میں ہر وہ شرط پوری کر دی تھی جو اس قصر کا دروازہ کھلنے کے لیے مجھ پر عائد کی گئی تھی۔ میرا دل ناقابلِ بیان تصورات سے لرز رہا تھا۔ یہ اعلان محض حسن طلب تھا اور اس امر کا اظہار تھا کہ میں نے اقابلا کو دوسری طرح

محسوس کیا ہے، جاملوش کی طرح نہیں۔ میں اس سے اپنے تعلق کی نزاکت کا اظہار تمام تر نفاست سے کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میری صدا میں سوز، کرب اور اشتیاق تھا۔ یہ نہاں خانۂ دل سے نکلی ہوئی آواز تھی۔ میرے امتحان کا نتیجہ برآمد ہونے کو تھا۔ میں دروازے ہی پر یہ اندازہ کر لینا چاہتا تھا کہ اندر اس کی پذیرائی کا کیا تیور ہوگا؟ کیا مجھے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا؟ اور جب تک یہ طلسم قائم ہے، اس سحرگاہ کے دوسرے ساحروں کی طرح آگ میں جلتے رہنا ہوگا؟ یا پھر اندر مجھے اپنا گوہر مقصود مل جائے گا؟

میری بے قراری بڑھتی گئی اور میں نے ایک بار پھر اپنے گزشتہ دنوں پر نظر ڈالی اور اپنا قد ناپ کر دیکھا۔ جاملوش کے زوال کے بعد تاریک براعظم میں کہیں کوئی میرا ثانی نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے خود مشاہدہ کیا تھا کہ اقابلا کی بارگاہ میں ساحر اعظم جاملوش کی قدر و منزلت کا کیا عالم تھا۔ وہ دوران اس کے قصر میں آ جاتا تھا۔ اقابلا اس کے مشورے پسندیدہ نظروں سے دیکھتی تھی۔ اب تاریک براعظم کا ساحر اعظم میں تھا اور میں نے مشروب حیات پی کے ایک دائمی زندگی حاصل کر لی تھی۔ میں زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو گیا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ گل بدن مجھے جاملوش کی طرح قدر و منزلت کا درجہ دیتی ہے یا اس کا تپاک اس سے سوا ہوتا ہے؟

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پتھر کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلنا شروع ہوا۔ میرے جسم میں ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ سامنے ایک ہوش ربا منظر تھا۔ سب سے پہلے نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی نے میرا خیر مقدم کیا۔ میں نے اپنا دل سینے میں سنبھالے ہوئے قدم بڑھایا جیسے حجلۂ عروسی میں داخل ہو رہا ہوں۔ جیسے مدتوں انتظار کے بعد میرے محبوب کا نامہ آیا ہو۔ جیسے وہ دروازہ نہ کھلا ہو۔ بلکہ میری بے نور آنکھوں کو روشنی مل گئی اور میرے تن مردہ میں میری گم شدہ روح واپس آ گئی ہو۔ وہاں کا رنگ وہی تھا۔ قصر کی پری چہرہ نازنینوں کا ایک پرا بھاگتا ہوا میرے قریب آیا۔ انہوں نے اپنے جسموں سے پھول نوچ نوچ کے مجھ پر پھینکنے شروع کر دیے جب انہوں نے اپنے سر جھکائے تو ان کی دراز سرخ اور سیاہ زلفیں نیچے گر گئیں۔ وہ سب اسی کے جمال کا پرتو تھیں۔ میں ایک شان بے نیازی کے ساتھ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

میں اس قصر سے پہلے بھی کئی بار اپنے آپ کو زخمی کر کے گیا تھا۔ یہاں دنیا کے دل کش نظارے تھے۔ یہاں کی دیواریں بلور کی طرح چمکتی تھیں اور در و بام سے موسیقی پھوٹتی تھی۔ یہاں سرخ و سپید رنگ کی دوشیزائیں حوض کے کنارے اٹھکیلیاں کرتی رہتی تھیں اور جگہ جگہ خوب صورت مجسمے ایستادہ تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ قصر کسی باجبروت بادشاہ نے اپنی محبوب ملکہ کے لیے تعمیر کرایا ہو اور پھر معماروں کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہوں اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئی ہوں تاکہ وہ فن تعمیر کا ایسا شاہکار دوبارہ نہ بنا سکیں۔ آج مجھے یہاں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کچھ ملکیت کا سا احساس ہو رہا تھا۔ میری نگاہیں اسے دیکھنے کے لیے مضطرب تھیں۔ آگے جا کے مجھے کچھ گراں باری محسوس ہوئی۔ مہذب دنیا میں سنا تھا کہ اگر کوئی دیوانہ میرے جیسی طلب رکھے، اس کے جذبے اتنے شدید اور نوکیلے ہوں تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔ پھر کیا سبب تھا کہ ان مہ جمالوں میں اقابلا تڑپتی ہوئی نہیں آئی؟ شاید یہ بھی حسن کا کوئی عشوہ ہو، اتنی جلد میں اپنی خوش خیالیوں سے دست بردار ہونے کے لیے آمادہ نہیں تھا، سب کچھ بدلا ہوا تھا۔ ہر شے سے وارفتگی اور آمادگی جھلکتی تھی، جہاں جہاں سے میں گزر رہا تھا خوش انداز دوشیزائیں اپنے سر جھکا لیتی تھیں۔ میں نے یہ بدگمانیاں جھٹک دیں اور ایک بڑے ایوان سے گزر کر اس کے کمرۂ خاص میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے جمال کی ضیا پاشیاں عموماً یہیں کیا کرتی تھی۔ اس وقت کوئی میرا رہبر نہیں

تھا۔ میں اس سجے ہوئے کمرے میں آ کے کچھ دیر انتظار کرتا رہا۔ عذاب نازک انتظار۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک قرن معلوم ہو رہا تھا اور ہر ہر قرن وحشت بڑھتی جا رہی تھی۔

میں نے اپنے لطیف احساسات تھامے رکھے کیونکہ ان معاملات میں تازگی سے شوق کی افزائش ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھلا دیا کہ میں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر ہوں۔ وہ اس قصر کے کس گوشے میں متمکن ہوگی؟ یہ مجھے نہیں معلوم تھا مگر میں نے اپنے باطنی علوم خوابیدہ رہنے دیے۔ جب کسی طرف سے کوئی آہٹ نہیں ہوئی تو میں نے آگے قدم بڑھائے۔ ایک کے بعد دوسرا ایوان، ایک نگار خانے کے بعد دوسرا نگار خانہ اس کی خوشبو ہر طرف رچی بسی ہوئی تھی جیسے وہ ابھی ابھی کہیں گئی ہو اور مجھ سے آنکھ مچولی کر رہی ہو۔ بس اب اس نے اپنا جلوہ دکھایا اب دکھایا، پھر دیر جاتی ہے، وہ اپنی آغوش وا کیے میرے سامنے انجمن آراء ہوگی۔ کہاں تک چھپوگی؟ میں نے اپنے دل میں کہا۔ میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ لوں گا اور اپنے بازوؤں میں لے کے ایسا نچاؤں گا، ایسا نچاؤں گا کہ تم یاد کرو گی۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ میں اس وسیع و عریض عظیم الشان قصر میں تنہا ادھر سے ادھر سرگشت کرتا اور حیرت سے وہ تو اور دیکھتا رہا جو اس نے اپنے اردگرد جمع کیے تھے۔ اس کا ذوق بہت نفیس تھا۔ اسے پھولوں کا بہت شوق تھا۔ شاید آسمانی رنگ اسے زیادہ پسند تھا۔ جدھر دیکھیے اسی رنگ کا غلبہ تھا، وہ خود بھی تو آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور تھی۔ اس زمین کی کوئی دوشیزہ ہوتی تو کب سے میری نگاہ کے سانچے میں ڈھل گئی ہوتی۔ میرے پاس اسے تلاش کرنے کے لیے اس قصر کے طول و عرض سے زیادہ وقت تھا لیکن رفتہ رفتہ میرے اعصاب تڑخنے لگے اور ہزار وا ہموں، ہزار گمانوں نے مجھے ڈسنا شروع کر دیا۔

پھر مجھے مجبوراً اپنی باطنی آنکھ جگانی پڑی، میں نے ایک نظر میں اس کے تمام شبستان تول لیے اور یہ جان کے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ وہ ایسے وقت میں، جب میں یہاں اپنے حسین خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے آیا تھا، اپنے قصر کی عبادت گاہ میں تھی۔ جزیرہ اسرار بھیجنے سے پہلے ایک مرتبہ اس نے میری نقل و حرکت پر پابندی لگا دی تھی اور خود کو اس عبادت گاہ میں محصور کر لیا تھا۔ توری کے کاہن اعظم نے بتایا تھا کہ وہ برہنہ ہو کے دیوتاؤں کی عبادت میں مصروف ہے اور جب بھی اسے دیوتاؤں کی اعانت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہ یہی کرتی ہے۔ اس وقت اس کی وہاں موجودگی کا کیا سبب ہے؟ اب تاریک براعظم میں انگروما جیسا کوئی خطرہ نہیں ہے، ریماجن کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اپنے بکھرے ہوئے لشکر کے ساتھ پھر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اب دوبارہ طاقت حاصل کرنے سے پہلے وہ اقابلا کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بھلا اب اقابلا پر کون سا مشکل وقت آ پڑا ہے؟ کیا وہ میری وحشتوں سے نمٹنے کے لیے دیوتاؤں کی رائے لینے گئی ہے؟ یا اسے یہ خوف لاحق ہے کہ جالوش کی طرح میں اس کے نجی امور میں دخل دینے کی کوشش کروں گا؟ گویا وہ پیش بندی کے طور پر جارا کا کو ہمنوا بنانے کے لیے وہاں گئی ہے؟ یا وہ جارا کا کو یہ باور کرانے گئی ہے کہ قصر میں میری آمد کوئی انقلاب انگیز نہیں ہے اور اس نے میرے غیر رسمی جذبوں سے نہ متاثر ہونے کا عہد کیا ہے اور وہ اب بھی ایک مجسمے کے مانند یہاں حکومت کرتی رہے گی اور خود کو کسی کے سپرد نہیں کرے گی۔ اس کی تشنہ روح سلطنت و اقتدار کے عوض مزید تشنہ اور مضطرب رہنے کا عہد کر رہی ہوگی؟ میں نے اپنی بے مہار قیاس آرائیاں ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی اور حقیقت حال جاننے کے لیے اس کے استغراق میں مخل ہونے کی ٹھان لی کیونکہ یہ میری زندگی کے سب سے فیصلہ کن لمحے تھے۔

عبادت گاہ چاروں طرف سے بند تھی جب میں درمیان کی ہر رکاوٹ دور کر کے اندر داخل ہوا تو وہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر ہر گوشے میں اقابلا کے بدن کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اسے قریب محسوس کر کے میرے ہوش اڑنے لگے۔ میں نے اپنے نزدیک اس کے مہتاب بدن کی سرسراہٹیں محسوس کیں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا، میں نے شپالی روشن کر کے لمحوں میں وہ بڑی عبادت گاہ بقعہ نور بنا دی۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ یقین نہیں آیا جو کچھ میرے سامنے ہے، وہ حقیقت ہے۔ وہ وہاں موجود تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو مجھ جیسے سخت جان شخص کے اوسان معطل ہو گئے پھر مجھے کچھ ہوش آیا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک مجسمے کے سامنے عقیدت و احترام سے کھڑی ہے۔ اس کے بدن پر حسب معمول پھولوں کی چادر تھی جیسے رنگ برنگے پھول اس کے بدن سے اگ رہے ہوں اور وہ خود حسن و جمال ایک پودا ہو۔ اس کا سراپا گلاب کی ٹہنی سے مشابہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے جب میری نظر اس مجسمے پر گئی تو مجھے شناخت کرنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ اس نوجوان کا مجسمہ تھا جو مجھے دیوزاو نیولے کے منہ میں بیٹھا ہوا ملا تھا اور جس کی ایک نگاہ نے مجھے جاملوش جیسی عظمت عطا کر دی تھی۔ وہ جارا کا کا تھا، جارا کا کا ایک روپ، ایک وجیہہ برہنہ نوجوان کا مجسمہ۔ اسے کسی ماہر فن نقاش نے تراشا تھا۔ اسے دیکھ کے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مجسمہ نہ ہو بلکہ خود اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ یہاں موجود ہو۔ عبادت گاہ میں اچانک روشنی پھیل جانے سے اقابلا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں سرتاپا حسرت سے سمٹ گیا۔ اس کی غزالیں آنکھوں سے بے چینی سی مترشح ہوئی۔ میں نے ان آنکھوں میں اپنے لیے کوئی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے نگاہیں چار نہ ہو سکیں۔ میں جو سوچ کے آیا تھا، وہ سب بھول گیا اور جو بھول گیا تھا، وہ یاد نہیں آسکا۔ جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے اقابلا کا والہانہ انداز پرستش دیدنی تھا۔ میں نے سوچا، چلو ہمیشہ کے لیے واپس چلو۔ جارا کا کا مجسمہ مسکرا رہا تھا اور اقابلا حیران نظروں سے کبھی اسے، کبھی مجھے دیکھتی تھی۔

☆==========☆==========☆

میرے خواب ریزہ ریزہ

جو چلے تو جاں سے گزر گئے جیسے خوبصورت ناول کی مصنفہ ماہا ملک کی ایک اور خوبصورت تخلیق۔ میرے خواب ریزہ ریزہ کہانی ہے اپنے "حال" سے غیر مطمئن ہونے اور "شکر" کی نعمت سے محروم لوگوں کی۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ زمین سے آسمان تک پہنچ کر بھی غیر مطمئن اور محروم رہتے ہیں۔

اس ناول کا مرکزی کردار بھی ہمارے معاشرے کی ہی ایک عام لڑکی ہے جو زمین پر رہ کر ستاروں کے درمیان جیتی ہے۔ زمین سے ستاروں تک کا یہ فاصلہ اس نے اپنے خوش رنگ خوابوں کی راہ گزر پر چل کر طے کیا تھا۔ بعض سفر منزل پر پہنچنے کے بعد شروع ہوتے ہیں اور انکشافات کا یہ سلسلہ اذیت ناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے رستوں کا تعین بہت پہلے کر لینا چاہیے۔

یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، جسے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

مجھے یہ احساس ہوا کہ میں ایک غلط جگہ آ گیا ہوں اور اس منظر کا اہتمام میرے نظارے کے لیے عمداً کیا گیا ہے۔ میرا جسم منہدم ہونے لگا۔

پہلے مجھے واپسی کا خیال آیا، پھر خیال آیا کہ یہیں قیام کیوں نہ کیا جائے؟ اسی عبادت گاہ کے تہہ خانے میں اپنا لامحدود وقت کیوں نہ گزار دیا جائے؟ باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر مجھے ایک جسارت کرنے کی ہوک اٹھی کہ اس کے بعد جو بدترین سزائیں تجویز کی جائیں، انہیں شوق سے قبول کروں، کم از کم اس حسرت کا عذاب نہیں بھگتنا پڑے گا کہ اسے اپنے سینے سے بھی نہیں لگایا۔ میں کوئی بھی فیصلہ نہ کر سکا۔ تذبذب اور کشمکش میں خاموش کھڑا رہا۔ مفلوج، گنگ، نیم جاں، میرے دماغ پر اس کے بارے میں کہے جانے والے ان گنت مقولوں کی یورش ہونے لگی لیکن میرا کوئی اشتعال انگیز فیصلہ میری برسوں کی ریاضت اور جدوجہد پامال کر سکتا تھا۔ ابھی سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا بے سود تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں چلنے والی آندھیاں روکنے کی ناتمام کوشش کی۔ ممکن ہے، اسے یہ بات ناگوار گزری ہو کہ میں اس کی خلوت میں مداخلت کا مرتکب ہوا ہوں۔ اس کا ردعمل جاننے کے لیے میں نے چند لمحے اور توقف کیا۔ پھر وہ جیسے میری موجودگی سے بے نیاز ہو کے دوبارہ جاراکا کے مجسمے کے سامنے مستغرق ہو گئی۔ جاراکا سے اب میرا تعلق بھی اسی کی طرح قریب کا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں پرورش پانے والے اندیشے مختلف سمت میں موڑنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کی پیروی میں ایک یکسانی، ایک تعلق، ایک ربط نظر آتا تھا۔ میں نے کسی آواز کے بغیر جاراکا کو مخاطب کیا۔

''مقدس جاراکا، کا تو جانتا ہے کہ میں نے جالوش اور ریاجن کے مانند تاریک براعظم کے جلیل مناصب اور اعزازات اس لیے حاصل نہیں کیے کہ مجھے حکم دینے کی لذت اور تیرے قریب ہونے کی سعادت مقصود تھی۔ میرے طویل سفر کی محرک صرف اقابلا ہے۔ میں نے ہمیشہ تیری خوشنودی عزیز رکھی ہے اور خود کو تیرا بہترین غلام ثابت کیا ہے۔ میں اپنے سارے اعزازات واپس کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یاد رکھ، میں اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا جب تک مجھے اس کے قرب کا یقین نہ ہو جائے۔ میں صاف لہجے میں یہ گفتگو اس لیے کر رہا ہوں کہ تو کسی تاخیر اور جھجک کے بغیر یہ سمجھ لے کہ میں اپنی موت یا سزاؤں سے خوف زدہ نہیں ہوتا اور نہ مجھے تیرا خوف ہے۔ میں خوف کی منزل سے گزر گیا ہوں۔ تو اس پراسرار زمین کے گوشے گوشے پر حاوی ہے اور تجھے غیر معمولی اختیارات حاصل ہیں لیکن میں تیرے ہاتھوں مزید تماشا بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں اسے تجھ سے مانگنے کی درخواست کرتا ہوں۔ میری بات تحمل سے سن لے اور ایک بہترین شخص کی آنکھوں اور دل میں جھانک کر دیکھ۔ اس میں تجھے کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔ اقابلا کو حکم دے کیونکہ وہ ایک زمانے سے تشنہ ہے۔ ہماری یونگی و وابستگی کے دلچسپ تماشے بھی دیکھ۔ ذرا فیاضی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کر ورنہ میں اپنے بارے میں تجھے یقین دلاؤں کہ تیرے منفی رویے پر میرا ردعمل وہی ہوگا جو ایک ناکام، منتشر اور غیر متوازن شخص کا ہو سکتا ہے۔ تو ایک عظیم جادوگر ہے اور میں ایک بے مثال عزم والا آدمی ہوں۔ امید ہے، تو میرے متعلق ہمدردی سے غور کرے گا، اگر میں اپنے مطالبے سے دست برداری کے موقف میں ہوتا تو اس لہجے میں تجھ سے مخاطب ہونے کا فیصلہ نہ کرتا۔ جان لے کہ میں نے صرف اسی کے بارے میں سوچا ہے اور سن لے کہ میں اس کے سوا کسی اعزاز سے مفاہمت کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔''

میں آج سب کچھ کہہ دینا چاہتا تھا اور اپنے تخاطب میں کوئی وقفہ کرنے کا روادار بھی نہیں تھا۔ میری زبان خاموش تھی اور میں دنیا کی کسی زبان میں اس سے مخاطب نہیں تھا لیکن میرے جسم کا ہر حصہ زبان بن گیا تھا۔ یہ ایک ایسی زبان تھی جو دنیا کے ہر کونے میں سمجھی جاتی ہے۔ مجھے وہ تمام

اذیتیں، مشقتیں سزائیں، صحرا، آگ، بھوک، پیاس، خون، گندگی، سڑا ہوا انسانی گوشت اور مکروہ مناظر یاد آ رہے تھے جن کا تصور کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس کے حصول کی منزل سامنے نہ ہوتی تو میں ان غلیظ اور کثیف مرحلوں سے گزرنے کے بجائے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح موت کا جام نوش کرتا؟ خوش نصیب تھے وہ لوگ جو توری کے ساحل پر قدم رکھتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک جارا کا کا یا اقابلا کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہو جائے گا، میں اسی طرح بولتا رہوں گا اور اسی طرح خاموش کھڑا ان سے اصرار کرتا رہوں گا کہ میں جاسوس اور ریما جن نہیں ہوں۔

میرا انہماک اس وقت ٹوٹا جب اقابلا نے ہاتھ بلند کر کے میری جانب نظر کی اور دفعۃً عبادت گاہ سے واپس جانے لگی۔ اس کی رفتار تیزی تھی۔ عبادت گاہ کے دروازے پر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی اور میں جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے تنہا کھڑا رہ گیا۔ یہ رمز سمجھنے کے لیے میں نے سوال طلب نظروں سے جارا کا کا کا مجسمہ دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ ''میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''شاید میرے سوال کا جواب وہیں ملے گا۔'' میں یہ کہتا ہوا عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔

اور در یچے در یچے، ایوان در ایوان اسے تلاش کرنے کے بجائے میں نے اپنی باطنی قوت سے اس سمت کا تعلق کیا جہاں وہ اس وقت فروکش ہو گی۔ میری حالت کسی پاگل سے مختلف نہیں تھی۔ جی چاہتا تھا، ایک زقند لگا کے چیختا چنگھاڑتا ہوا اس کے روبرو پہنچ جاؤں۔ جارا کا کا کی موجودگی میں اس سے کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ شاید میری شنوائی ہو گئی وہ عبادت گاہ سے اس لیے چلی آئی کہ مجھ سے خلوت میں گفتگو کرے۔ میں نے سوچا، اس کے پاس جاتے ہی ایوان محصور کر دوں گا، حالانکہ اب کسی جاسوس کی مداخلت کا خدشہ نہیں تھا مگر اب بھی اس کا رویہ مشکوک اور ناقابل فہم تھا۔ عبادت گاہ میں اس کی پُراسرار خاموشی اور ہاتھ بلند کر کے خاموشی سے چلا جانا میرے ساتھ پیش آنے والے اس کے مبہم برتاؤ کی نشان دہی کرتا تھا۔ اب میرے اور اس کے درمیان دھند گہری ہو گئی تھی۔ میں اس زریں اور منقش ایوان میں اپنے بے لگام دل کے ساتھ داخل ہو گیا۔ یہاں وہ پہلے سے ایک طلائی تخت پر تمکنت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ آج اس کی کوئی کنیز یا ترجمان بھی درمیان میں حائل نہیں تھی۔

میں اس کے تخت سے کچھ دور جا کے ٹھٹک کے رہ گیا اور اس کے حسین سراپا کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ میری محویت اسی نے توڑی۔ اس نے اپنے بدن کا ایک پھول توڑ کے مجھ پر پھینکا۔ کاش وہ خنجر پھینکتی۔ میں نے عجز و نیاز سے سر جھکانا چاہا لیکن میرا سر نہیں جھکا۔ اس احساس نے میرے دل و دماغ پر نشہ طاری کر دیا کہ میں کائنات کی سب سے دل کش، سب سے حسین دوشیزہ کی خلوت میں موجود ہوں۔ وہ دنیا کی ساری شرابوں سے زیادہ نشیلی اور کاری تھی۔ میری منزل میرے سامنے تھی۔ میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ چہرہ وفورِ شوق سے تمتما رہا تھا۔ دل پارے کی طرح بے قرار تھا۔ سینے میں ایک میٹھی آگ جل رہی تھی۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے جلوہ گر تھی اور اشتیاق آمیز نظروں سے میری کیفیت کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں میرے جسم کے ہر علاقے پر محیط تھیں اور مجھ سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ ایک طویل انتظار کے بعد یہ ساعت نصیب ہوئی تھی۔ میں نے اس کے متعلق اتنا سوچا تھا کہ اب مجھے کچھ کہنے کا یارا نہیں تھا۔ میں نے شدت سے طلب کی کہ اس بار وہ خود ہی پہل کرے۔ اس نے میرے نام کے سوا ابھی تک مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشا تھا۔

آج ہر بات کا امکان تھا۔ وہ مجھے اور میں اسے، ہم دونوں ایک دوسرے کو حسرت اور شوق کی ملی جلی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ میں اس کے اثبات کا جائزہ لیتا رہا اور وہ غالباً میری وحشتوں کی پیمائش کرتی رہی۔ اس وقت نہ وہ تاریک براعظم کی ملکہ تھی اور نہ میں وہاں کا ساحر اعظم' کم از کم میں یہی سمجھتا تھا اور میرے ذہن پر اس کے خسروانہ جلال کا خوف غالب نہیں تھا۔ ہاں، اس کے خسروانہ جمال سے میری آنکھیں خیرہ ہوئی جا رہی تھیں جو لفظ زبان پر آ رہے تھے، میں ان سب کو مسترد کر رہا تھا کیونکہ وہ اس سے تخاطب کی عظمت اور شکوہ سے محروم تھے۔ لفظ، انسانی جذبوں کی زنجیریں، ایک بے مایہ اظہار۔ پہلی بار یہاں آ کے میں نے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو جگایا تھا۔ اس بار نہ جانے کیا ہو گیا تھا، زبان فالج کا شکار ہو گئی تھی۔ یقیناً یہ امتناع احساس شدید ہونے کے سبب سے تھا۔ ہر لحظہ جستجو خیز تھا۔ ہر آن دل دھڑک رہا تھا۔ کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ پتہ نہیں، وہ کیا ارشاد کرے؟ سوچا کہ کچھ ایسی طلب کا اظہار کروں، جو آج تک کسی نے کسی سے نہ کیا ہو، میں سرشاری سے ڈگمگاتا، زمین پر اپنے پیر جماتا دھیرے دھیرے آگے بڑھا اور بے اختیار اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا۔ اس نے بھی میری تقلید کی۔ میں نے اس کا مرمریں ہاتھ نزاکت سے تھام لیا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے۔

دروں خانہ بجلی سی چمکی۔ ''اقابلا!'' میری زبان سے نہ جانے کس طرح اس کا نام ادا ہوا؟ اس کا ہاتھ تھامے تھامے میں اس کے قدموں میں گر گیا۔ میرے لب اس کے ریشمیں پیروں پر نثار ہونے لگے۔ ''تو نے مجھے پہچانا؟'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔

اس کی آنکھوں سے شرارے نکلے۔ ''جابر بن یوسف!'' اس کے شکریں لبوں نے کسی طرح میرا نام لیا۔

''ہاں تیرا غلام، اس بے آب و گیاہ زمین پر تیرا سب سے بڑا طلب گار۔ تو جس کے لیے مشروب حیات ہے، تیرا خواب ناک تصور جسے اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے میرے سینے میں جھانک کر دیکھ۔''

اس کے یاقوتی لبوں کے پھول کھل اٹھے اور اس کی ساغر نگاہوں سے شراب چھلک اٹھی۔ ''جابر بن یوسف!'' اس نے اضطراب آمیز وارفتگی سے میرا نام دہرایا۔

''ہاں میں...... میں'' مجھے اپنے لہجے اور آواز پر تعجب ہوا۔ میں نے اس کے پیر بے تابانہ اپنی آنکھوں سے مس کرتے ہوئے کہا۔ ''تجھ سے میرے باطن کی کوئی رمز پوشیدہ نہیں ہے۔ میں جو کچھ ہوں، وہ تیرے سبب سے ہوں اور تیرے سوا کچھ نہیں۔ یقین کر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب تو مجھ سے جدا ہوئی ہو۔ میں نے اسی دن خود کو تیرے سپرد کر دیا تھا جب پہلی بار تیرا نظارہ کیا تھا۔ اس وقت سے اب تک میری جو بھی روداد ہے، اس میں تیرا حسین تصور شامل ہے، تیرے بدن کی روشنی ہے، تیرے جمال کی تحریک ہے۔ آہ، کیا مجھے اپنی وفاؤں کا شمار کرانا پڑے گا؟'' میں اس سے بہت سے سوال کر کے اسے ہم کلام ہونے پر مجبور کر دینا چاہتا تھا لیکن گویائی کی قوت سلب ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے والہانہ انداز میں اپنا چہرہ اٹھا کے اس کی طرف دیکھا تا کہ جو لفظ میں ادا نہیں کر سکا ہوں، وہ انہیں میرے چہرے پر پڑھ لے۔ میری تپش سے اس کا پتھر پگھلنے لگا۔ اس کے لبوں پر میرے لیے کوئی کلمہ آتے آتے رہ گیا۔ ''یہ حجابات ختم کر دے۔ اپنے آپ کو اس قدر فریب مت دے۔'' میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔

اس نے کرب سے اپنا چہرہ دائیں جانب کر لیا۔ اس کی صراحی دار گردن کی رگیں کھنچ گئیں اور پھولوں کی چادر میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا

جیسے ابھی ابھی طوفانی ہوا چلی ہو اور اس کے باغ بدن کے سارے پھول لرزنے لگے ہوں۔ ”میں تجھ سے اپنے بارے میں کچھ سننے کے لیے مضطرب ہوں۔ یاد رہے، میں نے کہا تھا، میں نے کہا تھا تو مجھے اپنی وہ چوکھٹ بنا لے جہاں سے تو گزرتی ہو، ایک ملکہ کی طرح نہیں، ایک ساحرِ اعظم کے طور پر نہیں۔ میں تجھ سے اپنی اذیتوں کا صلہ مانگنے نہیں آیا۔ یہ سب تو صرف تجھ سے اپنے ربطِ خاص کا اظہار تھا۔ میں خود کو تیرے سپرد کرنے آیا ہوں، مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔“

میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ میرے استحقاق کے طور پر مجھے اپنی قربتوں سے نوازنے سے گریز کرے کیونکہ میرے لیے جالوش کی مسند پر متمکن ہونا فضیلت کا باعث نہیں ہے۔ مجھے اتنا بڑا آزار نہ پہنچائے وہ مجھے جابر بن یوسف کے طور پر برتے۔ وہ مجھ سے تاریک برِاعظم کے امور پر گفتگو نہ کرے کیونکہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں، وہ واپاذ کر کرے، وہ میرا نام لے رہی تھی اور میں اپنے نام کے بعد اس کا خطاب سننے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اقابلا جب اپنے نطق کو زحمتِ کلام دیتی ہوگی تو نغمے پھوٹتے ہوں گے۔ میں نے کہا تھا تو مجھے اس جام کی شکل عطا کر دے جو تیرے ہونٹوں سے مس ہوتا ہو۔ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے اپنا غلام بنا لے، یہیں میں تجھے دیکھ دیکھ کے خوش ہوتا رہوں گا اور اس جلوے کی داد دیتا رہوں گا جو یکتائے روزگار ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔“ میں نے اپنا سر اس کے پیروں پر پٹختے ہوئے کہا۔ ”میں کون ہوں؟ آہ کیا مجھے اپنی شناخت کرانے کی ضرورت ہے؟ کون ہے جو اس سرزمین میں تجھ سے اتنا قریب ہے؟ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے تیرے لیے اتنی فکر کی ہوگی۔ کسی نے نہیں کی۔ کسی نے کی۔ کسی نے نہیں۔ سب راستے میں تھک گئے یا تجھ سے منحرف ہو گئے یا تیری طلب سے کنارہ کش ہو گئے۔ صرف میں باقی رہا، یہاں وہاں، اِدھر اُدھر جہاں جہاں تیرا ذکر ہوا، میں نے تیرا نام بلند کرنا اپنا شعار بنایا۔ میں تیرے لیے صحرائے زارشی گیا، باگمان میں تیری خاطر لوریما سے دست کش رہا۔ میں نے اسمار میں تیرے جلال و مرتبت کے لیے خودسر شوطار سے جنگ کی اور تازغیان اسمار کو تشنہ چھوڑ کے چلا آیا۔ میں نے انگرو ما کے باغیوں کو ایک ایسے معاہدے پر مجبور کیا جس سے تیری عظمت پر حرف نہ آئے۔ میں نے کہیں ان سے مفاہمت نہیں کی۔ میں نے برگزیدہ ساحروں سے جنگ کر کے جلتے ہوئے شعلوں سے تیرا مجسمہ محفوظ کیا اور سارے انگرو ما سے جنگ مول لی، میں نے اپنی قدیم دنیا مکمل طور پر ترک کی۔ اپنے تمام رشتے توڑ دیئے اور تجھ سے ایک رشتہ استوار کیا۔ جب میں نے یہ سنا کہ تو مہذب دنیا کے نوجوان شہزادے پر مہربان ہو گئی ہے تو میں نے غضب میں مقدس جارا کا کا کی مورتی پر اس کی محبوبہ کو قتل کر دیا۔ میں نے ان گنت راتیں تیری یاد میں جاگتے ہوئے گزار دیں اور حسین عورتوں، شرابوں کو ٹھکرا دیا۔ پھر جب تیری کنیز مجھ سے تیرا مجسمہ مانگنے آئی تو میں نے کسی جھجک کے بغیر مجسمہ اس کے حوالے کر دیا تاکہ میرے ذہن میں کوئی ناقص خیال نہ در آئے۔“

وہ سنتی، بکھرتی، کسمساتی اور پہلو بدلتی میرا شدت انگیز احوال سنتی رہی۔ ”میں پوچھتا ہوں، میری طلب میں کون سی خامی ہے؟ میرے وزن میں اور کیا کمی رہ گئی ہے؟ کیا میں تیرے استغراق میں کسی کوتاہی کا مرتکب ہوا ہوں؟ پھر وہ کون سا عذر مانع ہے جو تو اتنی تنگ دل اور بخیل ہو گئی ہے۔ تو کس سے خوف زدہ ہے؟ مجھے بتا ورنہ اس تاریکی اور حبس میں میرا دماغ پھٹ جائے گا اور سن لے، سن لے، میں یہاں کسی کے آگے سر نہ جھکاتا، یہ سب کچھ تو تیری حضوری اور خوشنودی کے لیے ہوا ہے۔ میں اپنی سرکشی سے باز نہیں آؤں گا۔ میں نے اس طلسمی نظام کا بہ تمام و کمال مشاہدہ

کیا ہے، مجھے معلوم ہے، میں ایسے بیانات کے بعد اپنے لیے راستے محدود کر رہا ہوں لیکن انہوں نے دیکھا ہوگا کہ سخت سے سخت مرحلوں میں بھی میں اپنی طلب سے دست بردار نہیں ہوا۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ میرا مقصود حشمت و اقتدار نہیں۔ یہ سب کچھ میں نے اونچی مسند پر بیٹھنے کے لیے کیا ہوتا تو مجھے اس کے چھن جانے کا خدشہ ہوتا۔ میرے لیے سب سے اونچی مسند تیری آغوش ہے۔ تو میری جنت ہے۔ اگر اب بھی کہیں کوئی تقسم رہ گیا ہے تو مجھے حکم دے ورنہ یہ بات جان لے کہ اب کے میں یہاں اس قصر میں تیری زبانی اپنے لیے بہترین اور بدترین فیصلے سننے کا حوصلہ لے کے آیا ہوں اور مجھے کسی کا خوف نہیں ہے، کوئی مصلحت بجز تیرے شیشۂ جمال کی نازکی کے میرے درپیش نہیں ہے۔ میرا درخت تیری زمین پر اگ آیا ہے، تو نے ہی اس کی آب یاری کی تھی۔ اگر تجھے اس کی چھاؤں ناپسند ہے تو اپنے ہاتھوں سے اسے کاٹ دے۔"

اس پر میرے اس منتشر بے ترتیب بیان کا اس قدر اثر ہوا کہ اس کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں، چہرہ گل نار ہو گیا، سانس تیز تیز چلنے لگی اور ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جاں کنی کی کیفیت میں مبتلا ہو، کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہتے ہوئے جھجکتی ہو۔ اس لالہ رخسار کو اس حالت میں دیکھ کے میرا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ وہ جواب دینے سے گریزاں تھی اور میرے سامنے اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی۔ یہ عجب بے اعتبار لمحے تھے۔ وہ موجود بھی تھی اور ناموجود بھی۔ وہ اضطراب کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ میں اس کا جواب جاننے کے لیے بار بار اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا تھا۔ جہاں ڈوبتے ہوئے سورج کی اداسی تھی۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میرے ذہن سے گھنگھرو چپکے ہوئے تھے، مجھے اس کے اکراہ و امتناع کا سبب جاننا چاہیے۔ جب تک یہ بنیادی نکتہ مجھ پر آشکار نہیں ہوگا، میرے جذبوں کی بازگشت صرف میری سماعت تک محدود رہے گی۔ ممکن ہے، وہ پہلے سے مشروط اور پابند ہو لیکن میں اس سے پوچھوں کس طرح؟ میں چیختا رہوں گا اور وہ اسی طرح گم صم رہے گی۔ کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ لفظ بے مایہ ہیں۔ اس سے زیادہ رنگین لفظ اس سے کہے گئے ہوں گے۔ میں ابھی تک اس خوش گمانی میں مبتلا ہوں کہ اس سے دعوئ التفات میں میرا ہمسر کوئی نہیں رہا ہوگا۔ اب اس کا ایک ہی چارہ سمجھ میں آتا ہے کہ مجھے اپنے اظہار کے اس ناکارہ طریقے سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ زبان، قواعد اور آداب کے شعوری عمل کی محتاج ہے۔ مجھے اپنی آنکھوں سے کلام کرنا چاہیے اور اظہار میں حسن جمال کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ کوئی قریبی دیوار شق ہونے، کہیں سے کوئی دہشت ناک چیخ گونجنے اور کسی کے دخل انداز ہونے سے پہلے مجھے صرف ایک مرتبہ اپنی حسرت پوری کر لینی چاہیے۔ "اقابلا!" میں نے بے ہنگم آواز میں نعرہ بلند کیا۔ "میرے پاس کہنے کے لیے اب کچھ نہیں رہ گیا ہے۔"

"جابر بن یوسف اپنا سمند روک لے۔" یکایک ایوان میں لرزتی ہوئی ایک دلکش آواز گونجی۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا اور اپنی خوش بختی پر مستی کرنے لگا لیکن یہ محض میرا گمان تھا۔ وہ تو اپنا چہرہ سینے میں چھپائے ہوئے تھی۔ اس آواز کے ساتھ ہی ایوان میں نقرئی گھنٹیوں اور سوز و گداز کی موسیقی تیز ہو گئی۔

میں سمجھ گیا کہ اس نے اپنا جواب منتقل کرنے کے لیے یہ شاہانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں نے تلملا کے کہا۔ "نہیں نہیں، یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ اب مجھ میں تاب انتظار نہیں ہے۔ میری قدرت انتظار کے جتنے شب و روز تھے وہ میں نے گزار دیے۔ یہ بڑھتا ہوا سیلاب اب تو ہی روک سکتی ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں رہا۔"

''تیرے اختیار میں سب کچھ ہے۔ تو نے مشروب حیات پی کے اپنے آپ کو جاوداں بنا لیا ہے۔ وہ تیرے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تپش محسوس کرتی ہے مگر اتنی تیز آگ مت جلا کہ سب کچھ خس و خاشاک ہو جائے۔'' اس آواز نے دوبارہ اپنا سحر پھونکا۔ خود اقابلا اپنا جسم سمٹائے چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔

میں نے اس کی ترجمانی کرنے والی آواز نظر انداز کر کے براہ راست اس سے تخاطب جاری رکھا۔ ''کیا تیرا مقصد یہ ہے کہ ابھی میرے تیرے ربط دائم کا وقت نہیں آیا؟ تیرا اشارہ پُر اسرار ناساز گار حالات کی طرف ہے یا میں یہ سمجھوں کے درمیان میں اب بھی کوئی طلسمی رکاوٹ موجود ہے؟ یا تو ایک وعدہ فردا کا یقین دلا کے مجھے مزید آزمائشوں میں ڈالنا چاہتی ہے؟ مگر کب تک؟ پھر ایسا کر تو مجھے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دے اور جب موافق ہوائیں چلنے لگیں تو مجھے بیدار کر دینا کیونکہ مجھ سے اپنا ہوش اب برداشت نہیں ہوگا۔''

''جابر بن یوسف!'' ایک خواب ناک آواز پھر ایوان میں ساز بجانے لگی۔ ''تیری تمام باتیں سن لی گئیں۔ وہ تیرے علم و طاقت سے آگاہ ہے۔ تو نے مختصر عرصے میں کمال کر دیا۔''

میں نے برہم ہو کے اس کا کلام قطع کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنی تعریف سننے اور داد چاہنے نہیں آیا۔ یہ کمال میرے لیے اس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک مجھے تیری قربت کا اعزاز نصیب نہیں ہو جاتا۔ میرے گلے سے یہ تو دو اتار لے اور سینے سے مقدس جار اکا کا یہ سیاہ نشان مٹا دے۔ اس کے لیے کوئی اور شخص منتخب کر لے۔''

''ایک ذرا تحمل کر۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''کوئی شبہ نہیں کہ تیرا علم پختہ اور تیری طاقت مستند ہے اور اس کے سامنے اس منکسر اور مشتاق لہجے میں تیرا اخطاب تیرے جذبات کا آئینہ دار ہے مگر ابھی تجھے بہت کچھ سیکھنا اور سمجھنا ہے۔ اقابلا تیرا سوز دروں سمجھتی ہے تاہم وہ ایک عظیم و جلیل ملکہ ہے، دیوتاؤں نے اس کے سر پر اس سرزمین کا تاج رکھا ہے، سو اس کی نظر ہر سو ہے، وہ اس زمین کا ماہتاب ہے۔ جس کی روشنی کا فیض سب کے لیے عام ہے، وہ جمال کا ایک دریا ہے، جس کا رنگین اور ٹھنڈا پانی سب کو سیراب کرتا ہے، ایک زمانے سے یہاں یہی قانون رائج ہے اور یہ قانون دیوتاؤں نے بنائے ہیں۔''

''بس کر۔'' میں نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر چیختے ہوئے کہا۔ ''رحم کر، یہ سنتے سنتے سماعت مجروح ہو چکی ہے کہ ابھی بہت کچھ سیکھنا اور جاننا رہ گیا ہے۔'' میرے لہجے میں اشتعال انگیز حد تک درشتی اور تلخی آ گئی تھی۔ اتنی طویل جدوجہد کے بعد بھی درس سننے کی اس اذیت سے نجات نہیں ملی؟ اس اقابلا! میری زندگی! میری کائنات! تو یقیناً اس زمین کا ماہتاب ہے اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے، جس کا فیض سب کے لیے عام ہے مگر میں نے اس طرح نہیں سوچا تھا۔ میں نے تجھے اس سے سوا تسلیم کیا تھا۔ جو تیرا اصل رنگ و روپ ہے۔ تو کہ نور کا بدن ہے اور چاند سے زیادہ حسین اور آب حیات کے چشمے سے زیادہ مفرح ہے، تیری تخلیق تیرے خالق کی صناعی کا شاہکار ہے مگر تو انگڑائیاں لینے، اضطراب سے پہلو بدلنے اور احساسات رکھنے والا ایک بدن ہے۔ جسے لازماً ایک شخص کی تلاش ہوگی، میں تیرے دل کے تار جھنجھوڑ دوں گا۔ آ تمام مصلحتوں سے بالا ہو کے میرے پہلو سے لگ جا اور یقین کر کہ اس سے زیادہ سکون، اس سے بڑا نشہ اور اس سے بڑی لذت کسی ساحری میں نہیں۔ یہی دنیا کا سب سے بڑا

شعبدہ ہے۔ میں تجھے سچ کی تلقین کر رہا ہوں۔ بس آج کوئی فیصلہ کر لے۔ یہ زریں قصر، یہ جاہ و جلال میرے بازوؤں سے زیادہ دل کش نہیں ہے۔ جو میں نے نہیں سیکھا، جو میں نے نہیں جانا، میں اس کی پروا نہیں کرتا کیونکہ میں اس سے زیادہ سیکھنے اور جاننے پر قادر نہیں ہوں۔ ذرا اس مسند سے اتر کے دیکھ اور میری بات سن۔ تو نے ابھی کچھ نہیں سیکھا، کچھ نہیں جانا، تو بھی ازلی قانون سے انحراف کر رہی ہے۔" میں نے بے قابو ہو کے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور بے محابا اسے اپنی جانب کھینچنے لگا۔

"نہیں نہیں ...... ابھی نہیں ...... ابھی نہیں۔" ایوان میں وہی مرتعش آواز لہرائی۔ "جابر بن یوسف! دیوتاؤں کے لازوال قوانین توڑنے کی کوشش مت کر۔ یہ شیش محل ٹوٹ جائے گا۔" اس کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"سب کچھ ختم ہو جائے۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔ "میں تیرے سوا کوئی قانون نہیں مانتا۔ جب میں اس ایوان میں آ رہا تھا تو میں نے یہ جگہ مسمور کرنے کا ارادہ کیا تھا، پھر میں نے سوچا، بہتر ہے، میرے بارے میں دیوتا ہر بات جان لیں اور ادھر تیرے التفات کا وہی عالم ہے جو پہلے تھا، اس میں کوئی بیشی نہیں ہوئی ہے، پہلے بھی یہی سب کچھ تھا، آج بھی آرزوؤں کی قندیل روشن ہے، تو اسے بجھاتے ہوئے بھی جھجکتی ہے اور ادھر تیرے خیال سے میرے رگ و پے میں ایک آگ مچل رہی ہے۔ میں نے جالموش کا زوال اسی لیے کیا تھا کہ اب کوئی گستاخ ادھر آنے کی جرأت نہ کر سکے۔" اس نے اپنا چہرہ اٹھایا تو اس کے لانبے بال میرے چہرے پر پھیل گئے۔ وہ بے چینی سے دفعتاً کھڑی ہو گئی۔

"جابر بن یوسف! ابھی نہیں۔" ایوان میں پھر اس کی دردناک آواز کا سوز جاگا۔ اس آواز میں تحکم اور درخواست کی آمیزش تھی۔

"ابھی نہیں تو پھر کب؟" میں نے بپھر کے کہا۔

"جب تک تو تنہا نہیں رہ جاتا۔"

"کیا؟ میں کچھ نہیں سمجھا؟"

"کسی ویرانے میں جا کے غور کر کہ یہ سب کیوں ناممکن ہے؟"

میں اپنے بارے میں آخری فیصلہ سننے کے لیے آمادہ ہو کے یہاں آیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو یہ مبہم رویہ اور پُر اسرار انداز بیان میری ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ میں نے بڑی دو ٹوک باتیں کی تھیں حالانکہ اسے قریب دیکھ کے صرف اسے دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا یا وقت رقص نشاط، مدہوشی، نغمہ و موسیقی، گداز اور دل کش باتیں کرنے کا تھا کیونکہ ایک ماہ جبیں روبرو تھی، سلگتے ہوئے جذبات تھے، میری آتش نوائی اور برانگیختگی کا حاصل یہ نکلا کہ اس کی رغبت، اس کی جھجک کا کسی قدر اندازہ ہوا۔ وہ ستم پیشہ وضاحتیں کرنے پر تو مجبور ہوئی، اس کے سینے سے آہیں تو نکلیں۔ اس کے بدن میں ایک طوفان تو اٹھا۔ اس کے تمام اکراہ و انکار کے باوجود میرے دل کو یہ فرحت بخش مژدہ ضرور مل گیا تھا کہ میرے کرب، میرے اشتیاق کا جادو بے اثر نہیں رہا ہے۔ میں نے اس کی مضراب شباب چھیڑ دی تھی۔ دیر تک اس کا چیختے رہنا اور میرے ستم سہنا، کسمسانا، کروٹیں بدلنا، آنکھوں کا سرخ ہو جانا میرے لیے اس کی تائید کا ایک بڑا اشارہ تھا۔ تاہم اس چشمہ رنگ و نور کے کنارے پہنچ کے تشنہ رہنا ایک عذاب تھا۔ اب میرے پیش نظر ایک ہی نکتہ رہ گیا کہ اس کانٹے اور پتھر کو پہچان لوں جو اسے مجھ سے دور کیے ہوئے ہے۔ میرے اندر ایک ٹھہراؤ پیدا ہوا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں کسی

ویرانے میں جا کے غور کروں کہ یہ سب کیوں ناممکن ہے۔ میں نے نرمی سے اس کی انگلیوں کے ناخن اپنے سینے میں چبھوتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بتا، میں ناممکن کو ممکن بنا دوں گا۔''

''تو پھر یہاں سے چلا جا۔ اپنی فضیلتیں رائیگاں نہ کر۔ اپنے آپ کو سوامت کر اور وہ باتیں نہ پوچھ جو تجھے خود جاننی چاہئیں۔''

''پھر وہی حیلہ سازیاں، وہی نکتہ طرازیاں، وہی ابہام، وہی اسرار۔ میں نے تجھ سے صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اب میں ان ستم کاریوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تیرے بغیر میرا اب کہیں قیام ہے، نہ زندگی ہے۔'' میں نے سر جھٹک کر کہا۔

''کیا تو اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے کا رحم نہیں کر سکتا؟''

''کیوں نہیں، بشرطیکہ تیرا اثبات اور یقین شامل ہو۔''

''تو پھر اپنے اطراف دیکھ اور یہاں عارضی لمحاتی قیام کے بجائے دائمی سکون کی ضمانت حاصل کر۔ جو کچھ تو نے حاصل کیا ہے، اسی پر قناعت نہ کر۔ راستے کا ہر پتھر ہٹا کے شاد کام آ، چاہے زمانے صرف ہو جائیں۔''

''میں سمجھ گیا۔'' میں نے اس کی ہتھیلیاں چومتے ہوئے کہا۔ ''پر میرا ذہن تیرے احساس قرب سے اتنا معمور ہے کہ کوئی اور نکتہ ذہن میں نہیں آ رہا ہے۔ ذرا وضاحت سے کام لے۔ تیرے سامنے میں غبی ہو جاتا ہوں، مجھے کچھ ہوش نہیں رہتا۔''

''جابر بن یوسف! اے ذہین اور بہادر شخص......''

''شخص کہہ کے اجنبیت کا اظہار نہ کر۔'' میں نے برہمی سے کہا۔

''اے جنوں کار! تو نے کیسے سمجھ لیا کہ اب تو ہی تو ہے؟ تو نے یہاں آنے میں عجلت سے کام لیا۔'' اس کی آواز میں بتدریج اعتماد اور تحکم آتا جا رہا تھا۔

''میں نے سچ جانا۔ اب کون یہاں میرا ہمسر ہے؟''

''یہی تیری نادانی ہے۔ تو نے ہر طرف سونگھ کر نہیں دیکھا اور تو نے اس نظام کی علت پر غور نہیں کیا جو صدیوں سے قائم ہے۔ تیرے پاس غیر معمولی ماورائی قوتیں ہیں مگر تو اسباب و علل کی مبادیات سے اب تک نا آشنا ہے۔''

''کیا تیرا مقصد ہے کہ مجھے تیرا ہم قد ہونے کے لیے کچھ اور آزمائشوں میں پڑنا چاہیے؟ ابھی حجت باقی رہ گئی ہے؟''

''نہیں، تو پہلے بھی اس کے برابر بیٹھنے کا اہل تھا مگر تیری آنکھوں نے اس کے پیروں میں زنجیریں کیوں نہیں دیکھیں؟'' وہ کرب سے بولی۔

''زنجیریں؟ میں انہیں توڑ دوں گا۔''

''ابھی تو تو نے اپنے سامنے کی چیزیں نہیں پہچانی ہیں۔ تیرا یہ دعویٰ قبل از وقت ہے۔ دیکھ مطلع صاف نہیں ہے۔ اسی لیے تجھے مشورہ دیا جا رہا ہے کہ تحمل اور سنجیدگی سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے اور احتیاط او وہ تمام اندیشے ختم کر دے جو بھی تیرے لیے سد راہ بن سکتے ہیں، وہ طاقتیں، وہ منحرف قوتیں جو اس وقت بھی تیرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔''

''کون؟''میں نے تعجب سے پوچھا۔''کون؟ تیرا اشارہ کس طرف ہے؟''پھر اچانک مجھے خیال آیا، کہیں اس کی مراد سرنگا کی پُراسرار دیوی سے تو نہیں ہے؟ میں نے وضاحت کے لیے اس کا نام نہیں لیا اور یہاں آنے سے پہلے سرنگا کے غار کا وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا جب میں نے دیوی کو از راہِ تفنن اپنے سحر سے سلاخوں میں قید کر دیا تھا۔ اس وقت غار میں نادیدہ طاقتیں اس کی جانب لپکی تھیں۔ میں اگر دیوی کو بہ عجلت تمام آزاد نہ کر دیتا تو وہ نہ جانے کن مصائب سے دوچار ہو جاتی؟ اسی لمحے میرے ذہن کے اندھیرے میں یہ نکتہ روشنی بن کے چمکا تھا کہ میری سرفرازی کا سبب میری ریاضتوں ذہانتوں، معرکوں اور آزمائشوں کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ دیوی، سرنگا کی پُراسرار دیوی، جب میں اقابلا کے قصر کی طرف چلا تھا تو اس خیال سے آسودہ تھا کہ دیوی اب بھی موجود ہے اور بزرگ سرنگا میرا محترم دوست ہے۔ اس کی تعلیم اور اعانت نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا ہے لیکن قصر میں آنے اور اقابلا کا بلا تیز نظارہ کرنے کے بعد میرے اعصاب گرفت میں نہیں رہے۔ ان پر اقابلا کے جمال کا سحر طاری ہو گیا تھا۔

اقابلا جن اندیشوں اور طاقتوں کی طرف اشارہ کر رہی تھی، ان میں دیوی سرفہرست ہوگی ایک بار شوالا سے معرکہ آرائی کے دوران میں اقابلا نے دیوی کو شیشے کے ایک جار میں بند کر دیا تھا۔ ظاہر ہے، ہمارے ایک برِاعظم کے ساحروں کے لئے دیوی کا وجود ناقابل برداشت ہوگا۔ اس کا خیال آنے کے بعد میں نے اپنے اندر زیادہ اعتماد محسوس کیا اور اقابلا کو اپنی آغوش میں سمیٹنے کے لیے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ وہ سمٹ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہوا کہ میرے صدق میں ملاوٹ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے، اقابلا کی دوربین نظریں آنے والے دنوں میں دیوی کو میرے لیے خطرہ سمجھتی ہوں؟ سرنگا بھی کسی لمحے اپنا رویہ تبدیل کر سکتا ہے اور اس زمین سے وفادار نہیں ہے اور اب تک مہذب دنیا میں واپس جانے کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ توری میں دیوی کی موجودگی اقابلا کے لیے گرانی کا سبب ہے مجھے سرنگا کو مہذب دنیا میں واپس بھیج دینا چاہیے۔ وہ اپنی دیوی کو لے کر واپس چلا جائے۔ مجھے اقابلا اپنی روح کی خوشنودی کے لیے یہ ایک ناپسندیدہ کام بھی کرنا ہوگا۔ جیسا کہ میں نے اس کا مجسمہ واپس کر کے کیا تھا۔

''میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔''میں نے اس کی کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھ کے اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ میرے ہاتھوں میں لرزش سی ہونے لگی۔

اس نے میری جسارت پر ایک سسکاری بھری اور تڑپ کر میری دست برد سے آزاد ہو گئی۔ اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اسی لمحے ایوان میں مہربان آواز نے گھبرائے ہوئے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔''وہ دیکھ، وہ آ رہا ہے۔''

میں نے مڑ کے دیکھا۔ میری نشست پر نصب طلسمی عکس نما میں سمندر کا منظر تھا۔ کشتیوں کا ایک لشکر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کے ششدر رہ گیا اور میں نے قریب جا کے غور سے دیکھا، ریاجن اچھلتی، کودتی لہریں روندتا ہوا طوفان کی طرح جزیرہ توری کی طرف بڑھ رہا تھا غصے اور جلال سے میری مٹھیاں بھینچ گئیں۔ ریاجن، وہ فرعون ابھی تک باز نہیں آیا۔ وہ سچ کہتی ہے، میں نے یہاں آنے میں عجلت کر دی۔ مجھے ریاجن کے سر کا تحفہ لے کے اس کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اس سے عہد کے لیے رخ بدل کے مسند پر نظر کی تو وہ خالی پڑی تھی، وہ جا چکی تھی۔ میں اس کے تعاقب میں قصر کے ہر گوشے میں جا سکتا تھا لیکن میں نے صبر کر کے خود کو اس ارادے سے باز رکھا۔ ایک مرتبہ جالوش نے میری آرزوؤں کی یہ محفل درہم برہم کر دی تھی۔ اب ریاجن بڑھا چلا آ رہا تھا۔ شاید اسے خبر ہو گئی کہ میں اقابلا کی خلوت میں موجود ہوں اور کوئی لمحہ جا

رہا ہے کہ وہ خود کو میرے سپرد کر دے۔ ان میں سے کوئی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ کسی ایک پر اپنی نوازشیں مخصوص کر دے اور جارا کا کا ہاں، وہ خوب صورت نوجوان۔ بہر حال مجھے اس وقت اپنا ذہن معطل نہیں کرنا چاہیے اور سکون واستقامت سے نوشتہ تقدیر کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں نے حسرت سے وہ مسند دیکھی جہاں ابھی ابھی وہ جلوہ گر تھی۔ پھول فرش پر بکھرے پڑے تھے۔ میں نے انہیں مٹھی میں اٹھا لیا اور اس کی مسند کو ایک والہانہ بوسہ سپرد کیا۔ "میں جا رہا ہوں، مجھے جانا چاہیے۔" میں بھاری قدموں کے ساتھ اس ایوان سے باہر آ گیا اور گردن جھکائے قصر کے در و بام اور نازنینوں کے درمیان سے گزرتا ہوا توری کے ساحل کی طرف جانے والے راستے پر گامزن ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

جنگل میں آ کے میں نے فی الفور اپنے نائب قارنیل سے روحانی رابطہ قائم کیا اور حکم دیا کہ وہ ہر جزیرے پر منادی کرا دے کہ انگروما کا باغی ریماجن اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایک بار پھر توری کے ساحل پر لنگر انداز ہوا چاہتا ہے۔ تمام برگزیدہ ساحر توری کی طرف کوچ کریں۔ مجھے یہ حکم دیے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ توری کے جنگل میں نقارے بجنے لگے تا کہ غاروں میں بیٹھے ہوئے عابد باہر آ جائیں۔ قارنیل نے جالموش کا وہ گجر بجا دیا تھا جو اس کی جھونپڑی میں رکھا ہوا تھا اور جس کی آواز اس وسیع وعریض زمین کے ہر گوشے میں پہنچ جاتی تھی۔ یہ ایک مکمل طلسمی انتظام تھا۔ حیرت کی بے شمار منزلیں گزر گئی تھیں۔ اس لیے میں کسی استعجاب کے بغیر حیرت انگیز طلسمی نوادر کا ذکر کر جاتا ہوں۔ اس سرسری پن سے غلو کا گمان ہوتا ہوگا۔ سب سے بڑا مبالغہ تو خود تاریک براعظم تھا۔ مہذب دنیا کے لوگ مشکل سے اس مبالغہ آمیز صداقت پر یقین کریں گے۔ یہاں آ کے خود میری رائے مہذب دنیا کے بارے میں بدل گئی تھی۔ تہذیب بھی ایک مبالغہ ہے۔ بہر حال یہ ایک علیحدہ مبحث ہے۔

خواہش تھی کہ ریماجن سے تنہا جنگ کروں، برائے احتیاط میں نے قارنیل کے ذریعے ساحروں میں منادی کرا دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اقابلا اپنی خلوت سے اٹھ کے فوراً جارا کا کا کے مجسمے کے پاس گئی ہوگی۔ وہ ریماجن کی یلغار سے نمٹنے کے لیے بڑی سرگرم اور فعال ہوگی۔ میں نے اسی لیے جارا کا کا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ مجھے ریماجن کا سر درکار تھا اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب وہ سمندر میں ڈوب جانے کے بجائے جنگ کرتا ہوا خشکی پر آ جائے۔ میں تنہا ہی ساحل پر ریماجن کا انتظار کرنے کے لیے جا نکلا۔ سمندر خاصا برہم تھا۔ لہریں آسمان کی جانب اٹھ اٹھ کے بار بار پسپا ہو جاتی تھیں اور اپنی کوششوں سے باز نہیں آتی تھیں۔ سمندر کی لہریں ان چیونٹیوں سے مختلف نہیں ہوتیں جو گرتی ہیں، اٹھتی ہیں اور پھر اپنے راستے پر چل دیتی ہیں۔ میں بھی ایک سمندر تھا۔ کبھی ابھرا، کبھی ڈوبا۔ ایک چٹان پر خاموشی سے بیٹھ کے میں کنکر سمندر میں پھینکنے لگا جیسے مجھے کوئی کام نہ ہو اور میں اس سرزمین کا سب سے ناکارہ شخص ہوں۔ خشکی میں کچھ دور جانے کے بعد ایک خلقت میرے اشاروں کی منتظر تھی لیکن اب تعمیل حکم کی کشش ہی ختم ہو چکی تھی۔ کیوں حکم دیا جائے اور کیوں تعمیل کرائی جائے؟ میرے وہاں جانے سے خشکی پر رینگنے والی زندگی میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوگا۔ توری کے لوگوں نے مجھے ایک عرصے سے نہیں دیکھا تھا۔ فلورا کے ذریعے جب انہیں میری آمد کی خبر ہوئی ہوگی تو وہ سب بے تاب ہو گئے ہوں گے۔ میں آبادی کی طرف منہ کر کے ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرتا تو وہ چشم زدن میں یہاں موجود ہوتے مگر کیوں؟ انہیں کیوں بلایا جائے؟ ان سے تعلق کی تجدید کیوں کی جائے؟

اقابلا نے جسم میں دراڑیں ڈال دی تھیں، اس ویرانے میں میری نگاہ کے افق پر ایک لمبی چوڑی بساط بچھی ہوئی تھی جہاں جابر کا کا ایک کونے میں محظوظ کھڑا تھا، مسکراتا ہوا اور آنکھوں میں شرارت بھرے ہوئے۔ میرا جی چاہا، اس کی جگہ بدل دوں، مجھے جھرجھری سی آگئی، توجہ مبذول کرنے کے لیے میں نے ہریکا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا، ریماجن کی کشتیاں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ میں چٹان پر ڈھیر ہو گیا اور لیٹ کر کھلا آسمان گھورنے لگا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے نہاں خانے میں روپوش ہو گیا۔ میں بھی کتنا عجیب ہوں۔ کیسا بدل گیا ہوں۔ میں نے آکسفورڈ میں پڑھا تھا، کیسا ذی ہوش، چاق و چوبند، خوش اطوار، یار باش اور عقل مند نوجوان تھا۔ تین چار کمروں کا ایک مکان تھا۔ جس میں ہم سب دندنایا کرتے تھے۔ زندگی کا وہ میلا ایک خواب تھا یا یہ دوسرا میلا ایک خواب ہے؟ کون جانے؟ کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ایک شخص ایسے اندر داخل ہو جائے گا کہ پتہ بھی نہیں چلے گا۔ مختلف شاخوں پر بیٹھنے اور نئی نئی کلیوں کا رس چوسنے کی عادت تھی۔ مزاج میں تنوع اور تلون تھا۔ سب کچھ بدل گیا۔ بدل ہی جانا چاہیے تھا۔ میرے پاس ایک طاقت ور دلیل ہے۔ اقابلا کی دلیل۔ اس کا نام آتے ہی دل کے ساز بج اٹھتے ہیں۔ بس اس کا تصور کیا جائے کیونکہ اس سے لطیف اور خوش نما مشغلہ کوئی نہیں ہے۔

''مقدس جابر!'' کسی نے مجھے آواز دی، میں نے چونک کر دیکھا۔ بوڑھا سرنگا اپنی لمبی داڑھی اور خمیدہ کمر کے ساتھ کھڑا تھا۔

''کیا ہے؟'' میں نے الجھ کر کہا۔ ''سرنگا! تم یہاں کیسے آ گئے؟''

''عزیز جابر! شاید تجھے میری ضرورت ہے۔''

''ممکن ہے کبھی پڑے۔ اس وقت تو میں ریماجن کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''تو مقدس اقابلا کے قصر کی طرف گیا تھا؟'' اس نے شفقت سے پوچھا۔

''ہاں، وہیں سے آرہا ہوں۔'' میں نے اداسی سے کہا۔

تو ریماجن کو تنہا شکست دینے کا ارادہ رکھتا ہے؟''

یہی سوچ رہا ہوں۔'' میں نے آہستگی سے مختصر جواب دیا۔

''کیا میں تیرے پہلو میں کھڑا نہیں ہو سکتا؟''

محمد علی قریشی کے قلم سے ایک پرہیبت اور دہشتناک ناول
روح کی پیاس
طاقت کے نشے میں چور ایک نوجوان کی ہولناک سرگزشت
اس کے پاس دل و دماغ کو مسخر کرنے والی پراسرار قوت تھی
اس کا راستہ روکنے والا صرف قسمت کون تھا؟
ابتدا سے انتہا تک اسرار میں ڈوبی داستان
قیمت 120 روپے

''میرے عقب میں تاریک برِاعظم کے ساحروں کی بے شمار فوج ہے۔ تم اپنے غار میں سکون سے بیٹھو اور اپنی دیوی سے خوش گپیاں کرو۔''

''عزیز من جابر! تو مجھ سے ناراض معلوم ہوتا ہے؟''

''میں خود سے ناراض ہوں محترم سرنگا! جاؤ، مجھے تنہا چھوڑ دو۔ ریماجن سے نمٹنے کے بعد میں مہذب دنیا میں تمہاری واپسی کے متعلق سوچوں گا۔ تم اپنی لڑکی اور مہذب دنیا کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ چلے جانا۔ شاید اب تمہارے سامنے کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ میں تمہیں یہ مژدہ سناتا ہوں۔'' میں نے کرب سے کہا۔

''اور تو؟'' سرنگا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا تو یہاں سے واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتا؟''

''میں کہاں جاؤں گا سرنگا؟ اسے چھوڑ کے کہاں جاؤں گا؟''

''کیا تو سمجھتا ہے، ہم تیرے بغیر واپس چلے جائیں گے؟'' سرنگا نے حلاوت سے کہا۔ ''ہم تجھے ساتھ لے کے جائیں گے۔''

''مہذب دنیا کے لیے میں مرچکا ہوں، اب میرے پاس ایک طویل زندگی پڑی ہے۔ یہاں رہ کے میں اس کے قریب رہوں گا۔ بوڑھے سرنگا! تم بھی مجھ سے مطابقت نہیں رکھ سکتے۔ بس تم خاموش ہو جاؤ۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''میں تجھے خوب سمجھتا ہوں میرے لائق بیٹے! میں تیری خاطر غار سے باہر آگیا ہوں اور تجھ سے درخواست گزار ہوں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میرے بوڑھے مشورے ضرور سن لے۔''

''سرنگا! میرے سامنے درمیانی راہ نہیں ہے۔ میں قطبین پر موجود ہوں، کبھی اس سرے پر، کبھی اس سرے پر۔ درمیان کی جگہ تمہاری ہے۔''

''درست ہے، درست۔'' وہ سر ہلا کے بولا۔ ''میں تیرے سلسلے میں مکمل طور پر سنجیدہ ہوں، اگر تجھ سے عقل و ہوش چھن گیا ہے تو میرا دماغ ابھی صحیح و سالم ہے اور میں اسی لیے غار چھوڑ کے آگیا ہوں۔''

''تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟'' میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کتنی عجیب بات ہے، تو مجھ سے یہ بات پوچھ رہا ہے۔''

''اگر تمہاری مراد دیوی سے ہے سرنگا! تو میں تمہیں یقین دلاؤں کہ میں اس سے بہت دور جا چکا ہوں۔''

''یہی تو تیری کوتاہی ہے میرے نادان بچے! حیرت ہے تجھے دیوی کی عظمت کا عرفان نہیں ہے۔''

''تم صرف غار میں بیٹھے رہے ہو جب کہ میں اس طلسمی دنیا کا چشم دید گواہ ہوں، میں جہاں جہاں پہنچا ہوں تمہارا تصور بھی وہاں نہیں جا سکتا۔''

وہ پُراسرار بوڑھا مسکرانے لگا۔ ''میری جان!'' اس نے میرا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ ''میں تجھ سے بحث کرنے نہیں، تیری مدد کرنے آیا ہوں، سردست یہ بحث التوا میں ڈال دے اور مجھے یہ بتا کہ تو نے ریما جن سے معرکہ آرا ہونے کے بارے میں کیا تدبیر سوچی ہے؟''

میں نے برہمی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ''مجھے تمہاری بزرگی پر بعض اوقات ترس آتا ہے، ضروری نہیں کہ تم ہر معاملے میں طاق اور ہر فن میں یکتا ہو۔'' سرنگا خاموش رہا۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ ''اس کے آنے میں ابھی دیر ہے۔ میرا خیال ہے، سمندر کے بجائے ہمیں خشکی پر اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ توری کی زمین اس کے لیے کھول دینی چاہیے، دیکھیں وہ کہاں تک بڑھتا ہے؟''

سرنگا مراقبے میں چلا گیا اور کچھ دیر بعد بڑبڑا کے بولا۔ ''وہ کبھی خشکی پر نہیں اترے گا، وہ ایک زیرک ساحر ہے۔''

''کب تک؟ جب مدتوں اسے ساحل پر کوئی نظر نہیں آئے گا تو وہ کب تک انتظار کرتا رہے گا۔ ایک دن اسے آنا ہی ہوگا میرے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔''

''تو اس طرح سوچ رہا ہے۔'' سرنگا پرخیال لہجے میں بولا۔ ''ٹھیک ٹھیک جنگ کی طرح جنگ کر...... خطرے مول مت لے۔ اپنے عظیم الشان لشکر کو آواز دے۔'' میں نے اس سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا اور چٹان پر سرنگا کے اس کی موجودگی سے بے خبر ہو گیا۔ سرنگا کا گزشتہ مثبت رویہ

میرے سامنے نہ ہوتا تو میں اس کی بدزبانی انحراف اور سرکشی پر محمول کرتا۔ وہ دانا و بینا شخص میری برہمی دیکھ کے چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے اپنی مورتی نکال لی اور اسے عقیدت سے پیار کرنے لگا اس کے یہ اعمال میرے لیے انوکھے نہیں تھے میں نے منہ پھیر لیا۔

میں اور وہ ساری رات ساحل چٹان پر بیٹھے رہے میں سستاتا اور سوچتا رہا اور میری پشت پر تاریک براعظم کا عظیم الشان لشکر جمع ہو گیا۔ علی الصباح دور سمندر میں ٹمٹماتی مشعلیں نظر آئیں اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ریما جن کی کشتیاں توری کے ساحلی حدود میں داخل ہو گئیں۔

میں نے اپنی سستی دور کرنے کے لیے کئی انگڑائیاں لیں اور ہڈیاں چٹخاتا ڈھول جھاڑتا ہوا چٹان پر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف نظر دوڑائی۔ قارنیل سمیت تاریک براعظم کے ممتاز ساحروں کا ہجوم میرے اشارے کا منتظر تھا سرنگا میرے قریب ہی بھٹکتا رہا پہلے میرا خیال تھا کہ کسی مزاحمت کے بغیر توری کا ساحل کھلا رکھ کے ریما جن کو اندر آنے کا موقع دیا جائے اور دور خشکی میں اس سے ایک آخری فساد کیا جائے۔ اس بار میں انگروما کے کسی ساحر کو فرار ہونے کی مہلت دینے کا قائل نہیں تھا، باغیوں کی یہ سرزمین مکمل طور پر نیست و نابود ہونے کے بعد ہی میں اقابلا کی خدمت میں اعتماد اور اطمینان سے جا سکتا تھا۔ میں نے آج تک کسی شخص سے اتنی نفرت نہیں کی تھی جتنی ریما جن سے کی۔ بظاہر میں نہایت سکون سے اس کا انتظار کر رہا تھا مگر یہ باطن غصے اور غضب کا ایک آتش فشاں کھول رہا تھا میں نے سرنگا کی بات مان لی کیونکہ وہ اور مہذب دنیا کے ساتھی طویل انتظار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ نہ جانے کب تک ریما جن اندر آنے سے کترا تا رہے؟ ممکن ہے، ایک زمانہ بیت جائے مہذب دنیا کے لوگوں نے میری طرح مشروب حیات نہیں پیا تھا اور اب ان کی جلد از جلد واپسی ہی میرے حق میں بہتر تھی۔

سمندر میں ایک فاصلے پر انگروما کے باغیوں کی کشتیاں ٹھہر گئیں۔ وہ ساحل پر ہمارے لشکر کا اندازہ لگا رہے تھے۔ انہیں یقیناً حیرت ہوگی کہ ہم نے حملہ کرنے میں پہل کیوں نہیں کی؟ اس سے قبل کہ وہ اپنے طلسمی تیز ہماری طرف اچھالتے، میں نے بلند آواز میں ریما جن کے لشکر کو مخاطب کیا۔ میں اتنے فاصلے کے باوجود اپنی آواز ان تک پہنچانے کی قدرت رکھتا تھا۔ ”انگروما کے سابق دوستو! جابر بن یوسف، تمہارا رفیق تم سے مخاطب ہے۔ میں توری کے ساحل پر تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آؤ، اندر آؤ، ہماری میزبانی کا لطف اٹھاؤ۔ مقدس اقابلا سے نفرت کا وتیرا چھوڑ دو کیونکہ اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ تم نے سن لیا ہوگا کہ مقدس جارا کا نے مجھے یہاں کے تمام جزیروں کا ساحر اعظم مقرر کر دیا ہے۔ خود تم نے انگروما میں میری طاقت، ذہانت اور مجھ پر دیوتاؤں کی نوازش کا مشاہدہ کیا ہے۔ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ میں نے روحوں کے زنداں سے روحیں آزاد کر دی تھیں اور انہوں نے کھلی فضا میں میرے احکام کی تعمیل کی تھی۔ میری بات سن لو۔ تمہارا ایک بڑا لشکر پہلے ہی تباہ ہو چکا ہے اور تم ایک زمانے سے ان لذتوں سے محروم ہو جو یہاں ہمارے علاقوں اور تمہاری سابق زمینوں میں موجود ہیں، اگر تم لڑنے کے لیے آئے ہو تو میں تمہیں ایک مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں۔ یہ خیال ترک کر دو اور آؤ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ یہاں کی نئی عورتیں اور پرانی شرابیں تمہاری منتظر ہیں اور یہاں کے باشندوں کو غیر معمولی آزادی حاصل ہے کیونکہ یہاں کا ساحر اعظم اب میں ہوں، جالموش نہیں۔ تم میری آواز سن رہے ہو؟“ میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلا کے پوچھا۔

”جابر بن یوسف!“ ریما جن کے بجائے اس کے ترجمان معمر لارما نے دوسری طرف سے جواب دیا۔ ”تم نے مقدس ریما جن سے کیا ہوا عہد توڑ کے بدعہدی کا ثبوت دیا ہے۔ اب جزیروں کی تقسیم کے بغیر ہمارے درمیان کسی قسم کی مفاہمت ممکن نہیں ہے۔ میں ریما جن کی طرف سے تمہیں

مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم کشت و خون نہیں چاہتے تو اپنے عہد کے مطابق جزیرے تقسیم کر لو، پھر اقابلا کے قصر کی جانب قدم اٹھانے کی کوشش کرنا۔"

"بدبخت لارما!" میں نے حقارت سے کہا۔ "میری فراخ نظری اور وسیع القلبی سے غلط نتیجے اخذ مت کر۔ اپنے گونگے ساحر اعظم ریماجن سے کہہ کہ بدعہدی اس نے کی ہے۔ اس نے بیترنار کے ساحل پر معاہدے کے باوجود مقدس اقابلا کا مجسمہ مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تھی۔ کیا تو اور تیرے ساحر وہاں موجود نہیں تھے؟"

"خاموش رہ بدزبان جابر! تو اپنے پہلے معاہدے سے منحرف ہوا، پھر تو نے ہم پر اعتبار نہیں کیا۔" دفعتہً ریماجن کی خوف ناک آواز گونجی۔ "تو نے مجسمہ اپنی تحویل میں رکھ کے ہمیں اقابلا سے اپنی شرطیں منوانے کا موقع نہیں دیا۔ تو انگروما کے لشکر کو بیترنار کے ساحل پر چھوڑ کے تنہا یہاں آ گیا اور بلا شرکت غیرے تمام جزیروں کا مختار بن بیٹھا جب کہ تو جانتا تھا کہ ہم نے تیری خاطر اقابلا کی سرفرازی قبول کر لی تھی۔"

"ریماجن او بدعہد بوڑھے ساحر! تو نے میری خاطر نہیں، اس مجسمے کی خاطر ایسا کیا تھا جسے تو برباد کرنے کی آرزو میں پامال ہو رہا تھا اور تیرے ساحر تھک گئے تھے۔ تو یہ بات بہ خوبی جانتا تھا کہ میں ہی اس کام کے لیے موزوں شخص ہوں کیونکہ مجھے دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔ تو نے دیکھا کہ میں ریت کی آندھی عبور کر گیا؟ اور تو وہیں چٹانوں سے اپنا سر پھوڑتا رہا۔ تسلیم کر لے کہ دیوتا میرے ساتھ ہیں ورنہ وقت نکل جائے گا اور پھر کہیں تجھے امان نہیں ملے گی۔"

"آہ۔ تو اپنے آپ کو پہچاننے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا ہے بدبخت! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ پر دیوتاؤں کی یہ پیہم نوازشیں تیری ریاضت اور ذہانت کے سبب سے ہیں؟" ریماجن چیخ کر بولا۔

"یہ تجھے ابھی معلوم ہو جائے گا۔" میں نے طیش میں جواب دیا۔ "مسلسل ناکامیوں سے تیری عقل ضائع ہو گئی ہے۔ تجھے سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ تیرا انجام میرے ہاتھ لکھا ہے۔ میں تجھے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے رفیق ساحروں کے ساتھ ایک پہلا اور آخری سلوک کرتا جا۔ کیوں ان سب کو اس معرکے کے جہنم میں جھونکنا چاہتا ہے؟ آ، میں اور تو تنہا مقابلہ کر لیں۔ ان بے گناہ ساحروں کو کیوں پریشان کرتا ہے؟"

جواب میں نیزوں کا ایک طوفان ہماری جانب بڑھا۔ مجھے امید تھی کہ ابھی جنگ کے آغاز میں دیر ہو گی۔ میں ریماجن کے رفیق ساحروں کے پائے استقامت ڈگمگا دینا چاہتا تھا، اس لیے میں نے انہیں توری پر خوش آمدید کہنے، اپنی طاقت سے ڈرانے، اپنے بارے میں دیوتاؤں کی تائید کا یقین دلانے اور ریماجن سے تنہا جنگ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ریماجن میری تدبیر تک پہنچ گیا اور اس نے میری مزید ہرزہ سرائی سے بچنے کے لیے اچانک حملہ کر کے کھلبلی مچا دی۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ آگے کی صفوں میں کھڑے ہوئے ہمارے متعدد ساحر مارے گئے۔ میں نے جلد از جلد چٹان کا وہ حصہ محصور کیا جہاں میں اور سرنگا کھڑے تھے۔ یہی عمل دوسرے ساحروں نے بھی کیا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ ریماجن کی طرف سے دوسرے حملے جاری ہوں، ہماری طرف سے نیزوں کی بارش ہوئی۔ میں نے قارنیل کو اپنے پاس بلایا اور اسے وہیں کھڑے رہنے کا حکم دیا تاکہ وہ میرے احکام ساحروں کو منتقل کرتا رہے۔ ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ جنگ گزشتہ جنگوں سے مختلف نہیں تھی۔ مگر بڑی تشدد اور تیز تھی۔ آغاز ہی میں شباب پر آ گئی۔ ریماجن کے ساتھ اب بہت کم روحیں تھیں۔ پہلے ہی بیترنار کے ساحل پر اس کے لشکر کا خاصا معقول حصہ کام آ چکا تھا۔ وہ مجھ پر

شدید حملے کرتا اور میں اس کا توڑ کرتا اور ہر حملے کا حوصلے سے جواب دیتا رہا۔ میں نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے دیوتاؤں کے تمام تعویذوں سے کام لینا شروع کیا۔ جلد فضا میں ہر سمت آگ، دھواں اور دھند چھا گئی۔ شور غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ چند ساعتیں گزری تھیں کہ اس طلسمی جنگ کا نتیجہ سامنے آنے لگا۔ ریماجن کی طرف سے حملوں کی شدت میں کمی ہوتی نظر آئی۔ اس وقت توری کے ساحل پر خون اور آگ کے درمیان تاریک براعظم کے ساحر بڑھ چڑھ کے اپنے جوہر آزما رہے تھے۔ نت نئے سحر پھونکے جا رہے تھے۔ جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ میرا لشکر حاوی آنے لگا ہے تو میں ساحرانہ اعمال ترک کر کے ایک تماشائی کی طرح جنگ کے ہولناک مناظر دیکھنے لگا۔ ریماجن کی بہت سی کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئی تھیں اور اس کے لشکر میں افراتفری اور بددلی پھیلی ہوئی تھی۔ ریماجن اور اس کے با اعتماد رفیق اپنے ساتھیوں کو للکار رہے تھے لیکن ان میں تیزی اور جوش مفقود ہو چکا تھا۔ میں نے اسی لمحے قارنیل کو حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے کیے جانے والے حملوں کی شدت میں کمی کر دے اور سمندر میں آگے بڑھنے کے بجائے خشکی کی طرف پسپا ہوتا رہے۔

یہ ایک عجیب حکم تھا۔ قارنیل نے اسے حیرت سے سنا۔ اس نے بوڑھے سرنگا کی طرف دیکھا کہ شاید وہ درمیان میں دخل دے کے مجھے سمجھائے مگر سرنگا خاموش کھڑا رہا۔ قارنیل کو مجبوراً میرا حکم جوشیلے ساحروں کو منتقل کرنا پڑا۔ ان میں ایک اضطراب پھیل گیا اور ان سب کی سوالیہ نظریں میری جانب اٹھ گئیں۔ میری طرف سے کوئی ردعمل نہ دیکھ کے انہوں نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور اپنے عملیات میں بھی کمی کر دی۔ اس کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ ریماجن کے زوال آمادہ لشکر میں جیسے کسی نے برقی رو دوڑا دی۔ ان کا جوش اور غضب پہلے سے کہیں زیادہ شدید ہو گیا اور ان کے بے شمار طلسمی تیزوں نے میرے پسپا ہوتے ہوئے رفیق ساحروں کی ایک بڑی تعداد ساحل پر ڈھیر کر دی۔ قارنیل نے جنگ کی اس نازک صورت حال پر میری توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی مگر میرا سکون دیکھ کے وہ خاموش ہو گیا۔ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا تھا۔ ریماجن کی کشتیاں تیزی سے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہماری جانب سے حملوں کا زور کم ہو گیا تھا اور ساحر بے تحاشا خشکی میں اندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ادھر میں نے اپنے اطراف چٹان پر آگ اور دھویں کا ایک طلسمی دائرہ کھینچ دیا تھا۔ جس کے اندر ریماجن اور اس کے ساحر میری نقل و حرکت کا جائزہ لینے سے قاصر ہو گئے تھے۔ ہاں، وہ ساحری کر کے اسے ختم کر سکتے تھے مگر انہیں اس کی فرصت ہی کہاں تھی؟ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ناقابل یقین منظر تھا۔ زمانوں سے دیکھے ہوئے ان کے حسین خواب کی تعبیر آج پوری ہو رہی تھی تاریک براعظم کے ساحر بھاگ رہے تھے، ساحل پر ان کے تیزوں سے گر رہے تھے اور ان کے پھینکے ہوئے شعلوں سے خشکی پر آگ لگ رہی تھی۔ جب وہ خشکی کے نزدیک آ گئے تو میں نے قارنیل کے ہاتھ پکڑے اور اسے چٹان سے نیچے لے آیا۔ قارنیل دم بخود ہو گیا، ہم جنگل کی طرف بڑھتے گئے اور ریماجن کا لشکر خشکی پر اتر گیا۔

''خوب۔'' بہت دیر بعد سرنگا کی آواز آئی۔ ''میرے لائق بیٹے! تو نے میری توقع سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آخر تو نے اسے خشکی پر کھینچ لیا۔''

''ہاں۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔ ''میں نے اسے دوبارہ سرشوری کرنے کی زحمت سے بچا لیا ہے۔ سمندر میں وہ بدخصلت آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔''

''لیکن تو اسے خشکی میں کہاں تک لے جائے گا؟''

''آبادی کے قریب اس میدان میں جہاں میں نے شوالا سے مقابلہ کیا تھا، وہ میدان ایسے کاموں کے لیے نہایت موزوں ہے۔''

''احتیاط کی ضرورت ہے عزیز جابر! خشکی میں وہ آبادی سے زیادہ قریب ہوگا اور خیال رہے کہ وہ کوئی معمولی ساحر نہیں ہے۔''

''تم مسلسل میری توہین کر رہے ہو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''نہیں۔'' سرنگا نے گھبرا کے کہا۔ ''میں تجھے احتیاط کی تلقین کر رہا ہوں۔ اب تجھے زیادہ توجہ صرف کرنی پڑے گی۔''

میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا، ریماجن کے ساتھی دیوانہ وار خوشی نے نعرے لگاتے چیختے، چلاتے آگے بڑھ رہے تھے۔ قارنیل اب تک میری اور سرنگا کی گفتگو سن رہا اور حیرت سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اب وہ کچھ زیادہ مستعد اور آسودہ نظر آ رہا تھا۔ میری ہدایت پر اس نے بہت سے ساحروں کو جنگل کے اس راستے پر طلب کر لیا، جہاں ابھی ریماجن کا لشکر داخل نہیں ہوا تھا اور جہاں سے ہم آسانی کے ساتھ دوبارہ ساحل پر جا سکتے تھے۔ جیسے ہی ریماجن جنگل میں داخل ہوا، ہم اپنی سمت بدل کے ساحل پر آ گئے۔ اب فتح کے نشے میں چور انگروما کے باغی درمیان میں تھے اور جنگل کے اس طرف اور اس طرف تاریک براعظم کے ساحر موجود تھے۔ میں نے ساحل پر کھڑے ہوکے جنگل میں آگ لگانے کا عمل شروع کیا اور کسی تردد کے بغیر صحرائے زارشی کی شپالی درختوں میں پھینک دی۔ آگ کے شعلے وحشیانہ انداز میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک پھیل گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی۔ ریماجن کے جو ساتھی پیچھے رہ گئے تھے، وہ آہ و بکا کرتے ہوئے واپس ساحل کی طرف آنے لگے جہاں ہمارے ساحر پہلے سے ان کے منتظر تھے۔ انہوں نے طلسمی نیزوں سے ان کے جسم چھلنی کر دیے۔ جنگل کے اس پار آبادی کی جانب بھی یہی ہوا۔ جلتے ہوئے جنگل میں ریماجن کے لشکر کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا جو لوگ ادھر ادھر پناہ کے لیے بھاگے، انہیں ایک پل کی بھی مہلت نہیں دی گئی۔ انگروما کے صرف جید ساحر جنگل کی اس آگ سے بچ سکتے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ ریماجن کو یہ آگ بجھانے کے لیے کسی قدر وقت کی ضرورت ہوگی۔ یہ شپالی کی آگ تھی۔ اس دوران میں ہم انگروما کا بڑا لشکر ختم کر کے ان کی طاقت نصف سے کم کر سکتے تھے۔ مجھے اپنے اس عمل میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور یہ سب اس وجہ سے بھی ہوا کہ میں نے بیشتر اوقات خود کو جنگ سے عملاً علیحدہ رکھا۔ کچھ دیر بعد ریماجن جنگل کی آگ بجھانے میں کامیاب ہو گیا تھا یہی موقع تھا، ہم نے دونوں اطراف سے جنگل میں داخل ہونا شروع کیا اور دو بدو جنگ ہونے لگی۔ مجھے ریماجن کی تلاش تھی اور میں درختوں درختوں سرنگا اور قارنیل کے ساتھ اس کی بو سونگھتا پھر رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو شاید پھر کسی حصار میں محفوظ کر لیا تھا جو میری نظروں کے احاطے میں نہیں آ رہا تھا۔ ادھر جنگل میں چیخوں، آہوں اور فریادوں کا ایک شور بپا تھا۔

بہت دیر ہو گئی، میں ریماجن کی تلاش میں ناکام رہا تو سرنگا نے ایک جگہ میرا ہاتھ پکڑ کے روک لیا۔ ''جابر! تو ریماجن کو اس طرح دستیاب نہیں کر سکتا اگر دیر ہو گئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے ناراضی سے کہا۔

''تیرا ابوزحا دوست تیرے کام آ سکتا ہے۔''

''کیا مطلب؟ یعنی تم جانتے ہو کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے؟''

''میں نہیں، میری محترم دیوی جانتی ہے۔''

''تمہارا مقصد ہے کہ میں دیوی کی اعانت کے بغیر اسے تلاش نہیں کر سکتا؟'' میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''کر سکتا ہے لیکن تو تاخیر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔''

''میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''ضرور۔'' اس نے مسکرا کے کہا۔ ''میں چلا جاتا مگر مجھے معلوم ہے، تجھے میری ضرورت پڑے گی۔''

''میں اس وقت بھی تمہیں زحمت نہیں دوں گا۔''

''کیسی نادانی کی باتیں کرتا ہے عزیز جابر، کتنے مشکل موقعوں پر دیوی تیرے کام آئی ہے، دیوی کی طاقت لازوال ہے۔ تو اس سے مدد کی درخواست کرنے کے بجائے ضد سے کام لے رہا ہے، تجھے تو اس وقت اپنے ہر اس دوست سے مدد لینی چاہیے جس کے ہاں ذرا سا بھی امکان ہو۔''

''مگر میں یہ معرکہ خود سر کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور تو بھول رہا ہے کہ دعویٰ کرنے کی منزل دیوی کی اعانت کے بغیر نہیں آسکتی۔'' سرنگا نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم میرا اعتماد متزلزل کرنے کی فکر میں ہو، شاید تم لاشعوری طور پر مجھ سے حسد کرنے لگے ہو سرنگا، تمہاری دیوی، تمہیں مہذب دنیا میں واپس نہیں لے جا سکی۔''

''میرے عزیز جابر! تو مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ میں نے تیرے متعلق ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔'' سرنگا کی آواز رندھنے لگی۔ ''میں اس وقت تجھ سے ناراض ہونا نہیں چاہتا۔''

''کہاں ہے وہ؟'' میں نے جھنجلا کے کہا۔ ''تمہاری دیوی کہاں ہے؟''

''وہ تیرے پہلو میں موجود ہے۔'' سرنگا نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہ کیا کہتی ہے؟''

''دیکھ، وہ کس طرف اشارہ کر رہی ہے۔'' سرنگا نے کہا، میں نے دیکھا دیوی واقعی میرے پہلو میں موجود تھی اور اپنی تمام تر طاقتوں کے باوجود مجھے اس کا علم نہیں تھا، خود بخود میری نظریں ممنونیت کے انداز میں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ ایک جانب اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے دیر نہیں کی، دیوی ہمارے پہلو بہ پہلو بادلوں کی طرح زمین پر اڑ رہی تھی، سرنگا کے جوش کا عالم ناقابل اظہار تھا۔ جنگل میں کئی طرف سے ریماجن کے ساحروں نے ہم پر حملہ کرنے کی گستاخی کی اور انہیں عبرت ناک موت نصیب ہوئی۔ ''وہ دیکھ۔'' سرنگا چیختا ہوا بولا۔ وہ ایک محفوظ مقام پر ہے، اس کے اردگرد طلسمی طاقتیں پہرا دے رہی ہیں۔

میں نے غور سے دیکھا اور ریماجن کو کچھ فاصلے پر کھڑا پایا، میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ ریماجن یہ دیکھ کے حیرت زدہ رہ گیا کہ میں اس کے

اس قدر قریب موجود ہوں، اسی لمحے دیوی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ "ریماجن!" میں نے اسے للکارتے ہوئے کہا۔ "اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے۔ میں تجھے دوستوں سے برتاؤ کا یقین دلاتا ہوں۔ تو شاید اس حقیقت سے واقف نہیں تھا کہ ہماری پسپائی، تجھے خشکی میں اندر بلانے کی ایک تدبیر تھی، جس میں ہم کامیاب ہو گئے تو اب توری کی سرحدوں سے واپس نہیں جا سکتا کیونکہ توری کے ساحلوں پر ایک ایسی ہی ریتی کی دیوار قائم ہو گئی ہے جو بیشتر ساحر کے گرد تھی تیرا آدھے سے زیادہ لشکر تباہ ہو گیا ہے۔ بہت سے ساحر ہمارے قبضے میں آ چکے ہیں، انگروما کی عورتوں نے توری کی آبادی میں پناہ لے لی ہے۔ اب تیری مزاحمت بے سود ہو گی میں تجھے دوستی کی ایک آخری پیش کش کر رہا ہوں حالانکہ تو میرے پنجرے میں آ چکا ہے۔"

ریماجن نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سارے جسم میں کسی نے تیز مرچیں بھر دی ہیں، میں اپنی جگہ سے اچھل پڑا، سرنگا نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا تھا۔ قارنیل زمین پر بے ہوش پڑا تھا، سرنگا پر اس حملے کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ چند لمحوں میں، میں نے خود کو سنبھال لیا اور ریماجن پر وار کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن مجھ سے پہلے دیوی نے کوئی حملہ کر کے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی تھی، دیوی تتلی کی طرح تھرک رہی تھی اور ریماجن اپنے دائرے میں اچھل کود کر رہا تھا، ہر لمحہ میرے لیے بڑا سخت تھا، دوسری جانب سے میں نے حملہ کیا۔ ریماجن منتشر ہو گیا اور اسے سنبھلنے کا ایک ذرا سا وقت بھی نہیں مل سکا۔ وہ ہماری سحرکاریوں کا توڑ کرنے ہی میں اتنا منہمک رہا کہ اسے دوبارہ حملہ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ بہت بے جگری سے اس نے مدافعت کی، میری اور دیوی کی طرف سے پے در پے وار برداشت کیے جہاں تک بنا اپنے آزمودہ طلسمی حربے بھی آزمائے مگر اس عرصے میں ہمارے گرد بہت سے حلیف ساحر جمع ہو چکے تھے۔ ریماجن زیادہ دیر تک اپنے پیروں میں کھڑا نہیں رہ سکا۔ پہلے اس کا حصار ٹوٹا، پھر جالوش کے بار کے بچھو اس سے چمٹ گئے۔ شپالی میں نے پہلے ہی جنگل میں پھینک دی تھی ورنہ اس موقع پر وہ بڑا کام کرتی۔ ریماجن ایک مردکی طرح جنگ کرتے ہوئے زمین پر گرا۔ یہ تاریک براعظم کا سب سے یادگار لمحہ تھا، انگروما کا سب سے بڑا باقی، اقابلا کا سب سے بڑا حریف ریماجن زمین پر تڑپ رہا تھا، مجھے معلوم تھا کہ اس نے مشروب حیات پیا ہے۔ چنانچہ اس کی روح جسم کے ساتھ پیوست ہو گئی ہے۔ پھر بھی اس کا زوال میرے لیے سب سے سنسنی خیز واقعہ تھا۔ میں اسے دوبارہ توانا ہونے سے پہلے معطل کر دینا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے جالوش کے ساتھ کیا، جالوش کے زوال کے وقت بھی میں نے اس کا جسم مختلف حصوں میں کاٹ دیا تھا۔ اب بھی کہیں، اس کا مفلوج جسم پھڑک رہا ہوگا۔ ریماجن کی ہزیمت کے بعد انگروما کا باقی لشکر خود ہی تاریک براعظم کے ساحروں کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ ان میں بیشتر مارے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کا سر قطع کرنے کے بعد روح کی کیا حیثیت رہے گی۔ روح سر میں قیام پسند کرے گی یا باقی جسم میں؟

مجھے یقین تھا، وہ طلسمی عکس نما میں ریماجن کی تباہی کا منظر دیکھ رہی ہوگی۔ میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک ساحر سے خنجر طلب کیا اور ریماجن کے تڑپتے ہوئے جسم سے سر علیحدہ کرنے کے لیے اس کے نزدیک پہنچ گیا جب میں اس کا سر کاٹ رہا تھا، تو اس کی فلک شگاف فریادیں جنگل میں لرزہ طاری کیے ہوئے تھیں۔ سر کٹنے کے بعد بھی اس کا جسم پھڑکتا رہا۔ میں نے اسے بالوں سے پکڑ کے اٹھایا اور سرنگا کو تھمانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سرنگا نے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوسری جانب دیکھا، مجھے وہاں اسمار کی سابق ملکہ شوطار نظر آئی جسے میں نے فلورا کے ساتھ بستی میں بھیج دیا تھا۔ میں نے شوطار کو اس کا سر دے دیا۔

جب میں جنگل سے آبادی کی طرف کوچ کر رہا تھا تو میرے دائیں بائیں پشت پر تاریک براعظم کے بدمست ساحروں کا ایک ہجوم بھی چل رہا تھا۔ یہ ساحر، ساحر اعظم کے پہلو میں چلنے کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ آگے جا کے میں نے انہیں رخصت کر دیا۔ مجھے اس وقت جلد سے جلد اقابلا کی خدمت میں یہ تحفہ پہنچانا تھا جو شوطار کے ہاتھ میں لٹک رہا تھا، ریماجن کا سر۔ اسے دیکھ کے وہ کس قدر خوش ہوگی، میں اسے سب سے بڑا تحفہ جو دے سکتا تھا، وہ شاید یہی تھا۔ مجھے خود اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کے یہ تحفہ پیش کرنا چاہیے تھا لیکن ابھی میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا، وہ بچ گئی تھی، واقعی ابھی مطلع صاف نہیں ہوا تھا، میرے سامنے سرنگا کی دیوی نے ریماجن کو زچ کرنے میں اپنی غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کیا تھا، دیوی کے بارے میں تاریک براعظم کے دیوتاؤں اور اقابلا کے اندیشے درست معلوم ہوتے تھے۔ گو اس نے اس نازک موقع پر میری بڑی مدد کی تھی۔ تاہم ساتھ ہی اس نے مجھے یہ باور بھی کرا دیا تھا کہ وہ یہاں کے عظیم ساحروں کی نظر میں کس حد تک کھٹکتی ہوگی اور کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

☆==========☆==========☆

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

مشہور ناول نگار

عمیرہ احمد کے ناول

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔

فون: 7352332، 7232336 فیکس: 7223584

امربیل	750/-	سحر اک استعارہ ہے	250/-
من وسلویٰ	600/-	میری ذات ذرہ بے نشاں	250/-
تھوڑا سا آسماں	700/-	لاحاصل	250/-
حسنہ اور حسن آراء	250/-	زندگی گلزار ہے	250/-
دربارِ دل	250/-	واپسی	300/-
ہم کہاں کے سچے تھے	250/-	میرے پچاس پسندیدہ سین	150/-
میں نے خوابوں کا شجر دیکھا ہے	250/-	حرف سے لفظ تک	70/-
ایمان، اُمید اور محبت	250/-	حاصل	250/-

توری میں ایسا جوش اور ولولہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ مہذب دنیا کی لڑکیوں، فلورا، سریتا، فروزیں، جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد، شراڈ اور توری کے باشندوں نے والہانہ طور پر میرا استقبال کیا۔ توری کا کاہن اعظم سورال ان سب کی قیادت کر رہا تھا۔ سنجیدہ سریتا نے اپنے باپ کی موجودگی کی بھی پروا نہیں کی، جب اس نے مجھے دیکھا تو دوڑتی ہوئی آئی اور بے تابانہ میرے قریب آ کے ٹھٹک کے رہ گئی۔ میں نے اپنے تو اور پشت پر کر کے اسے اپنی باہوں میں بھر لیا۔ کوئی سیلاب اس کی آنکھوں میں رکا ہوا تھا جو بہ نکلا۔ وہ کچھ نہیں بولی، بس اس کے آنسو بولتے رہے۔ فلورا بھی یہ منظر وارفتگی سے دیکھ رہی تھی، میں نے ان سب کو اپنے پاس بلا لیا اور وہ سب میرے بازوؤں کی دیواروں میں تحلیل ہونے لگیں۔ ایک مدت سے میری آنکھیں بنجر ہو گئی تھیں ان کی وارفتگیاں دیکھ کے پگھل پڑیں۔ آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی تو ناکام رہا۔ سرنگا نے مسکرا کے مجھے دیکھا۔ انہیں مجھ سے جدا کیا، نازک اندام سریتا اور دبلی ہو گئی تھی، البتہ اس کے چہرے پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔ ایرانی دوشیزہ فروزیں کی آنکھوں میں ابھی تک شرم تیر رہی تھی۔ وہ بھی کمزور معلوم ہوتی تھی، جولیا اور مارشا میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا تھا۔ شراڈ پہلے سے صحت مند تھا اور ڈاکٹر جواد نے غیر معمولی سنجیدگی اوڑھ لی تھی۔ میں نے فلورا اور فروزیں کو ایک جانب، سریتا کو دوسری جانب کر لیا۔ آگے ریما جن کا سر لیے شوطار چل رہی تھی۔ توری کا کاہن اعظم سورال اس کے ساتھ تھا۔

بستی میں آ کے میں نے پتھر کا ایک نفیس طشت طلب کیا اور اسے قارنیل کے حوالے کیا۔ ''قارنیل! کاہن اعظم سورال کی معیت میں اسے مقدس اقابلا کی خدمت میں پہنچا دے۔'' میں نے ہانک لگائی۔

سورال میرے قدموں میں جھک گیا۔ ''مقدس جابر! تو مجھے بھولا تو نہیں ہے؟'' وہ جذباتی آواز میں بولا۔

''میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں؟ تو نے میری تربیت کی، مجھے اپنی لڑکی ترام بخشی، سب سے پہلے تو نے ہی اپنے غار میں مجھے پناہ دی تھی۔ تیری دی ہوئی مالا مجھے ہمیشہ تیری یاد دلاتی رہی۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ کے اسے اٹھایا۔

سورال کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے مخاطب ہوں۔ میں نے اپنے گلے سے اسرار میں شوطار کی عبادت گاہ سے حاصل کیا ہوا ایک پتھر اسے عطا کیا، اس کی آنکھیں فرط مسرت سے چمکنے لگیں اور وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوا قارنیل کے ساتھ رخصت ہو گیا اور میں اپنے خاندان کے ساتھ محل میں داخل ہو گیا۔ شوطار بھی میرے ساتھ تھی۔ ایک وسیع ایوان میں، انہوں نے مجھے ایک مسند پر جلوہ گر کر دیا۔ میں نے ان سب کو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا تھا۔ ''تمہیں فلورا نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہوگا؟'' میں نے فروزیں کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ سب تمہیں دیکھنے کے مشتاق تھے، میں نے انہیں بتایا کہ وہ بالکل بدل گیا ہے سب کچھ بھول گیا ہے، اب وہ اس سرزمین کا آدمی ہے۔'' فلورا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

میں نے فلورا کی بات نظر انداز کر دی اور سریتا سے پوچھا۔ ''کہو۔ سریتا! کیا تم مہذب دنیا میں واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟''

''میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے۔'' وہ جوش میں بولی۔

''اور تم فروزیں؟ تمہیں یاد ہے، تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اب کیا خیال ہے؟''

وہ بری طرح شرما گئی۔ ''جابر بن یوسف! اب کچھ تمہارے اختیار میں ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ جلد از جلد اپنی دنیا میں واپس

چلی جاؤں۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، وہاں میں اپنا اختیار کھو دوں گی اور تم جو چاہو گے۔۔۔۔'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

''اور تم جولیا؟ مارشا؟ شیراز؟ ڈاکٹر جواد؟ میں نے ان سب سے باری باری پوچھا، ان میں کوئی یہاں رہنے کو تیار نہیں تھا حالانکہ انہیں زندگی کی ہر آسائش مہیا تھی۔ وہ ایک عالی شان محل میں رہتے تھے اور غلام ان کے احکام کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت مضطرب رہتے تھے۔

''میں تمہیں ایک نوید سناتا ہوں، تم سب کو جلد ہی مہذب دنیا کی طرف جانے والے پانیوں میں بہا دیا جائے گا۔ اب یہ اتنی بڑی بات نہیں کیونکہ میں یہاں کا ساحر اعظم ہوں۔ تم وہاں جا کے مجھے یاد کرنا۔''

''کیا؟'' سریتا بے چینی سے بولی۔ ''تم نہیں جاؤ گے؟''

''نہیں۔'' میں نے پرعزم لہجے میں جواب دیا۔

''کیوں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''میں نہیں جا سکتا۔'' میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔

''تو پھر ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا۔'' سریتا نے بپھر کے کہا، اس کی تائید میں متعدد آوازیں ابھریں۔ میں نے انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور آخر تھک کے چپ ہو رہا کیونکہ میں ان کے سامنے اقابلا کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''مجھے تم سب کو بھیجنے کے لیے یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔ اگر میں یہ مراتب حاصل نہ کرتا تو تمہاری واپسی کا کوئی امکان بھی نہ ہوتا۔''

''پھر ہم تمہارے مہمان ہی رہیں گے۔'' فروزیں نے شرما کے کہا۔

''تم۔'' میں نے اس کے بال کھینچتے ہوئے کہا۔ ''یہ بات تم کہہ رہی ہو؟''

انہوں نے رات گئے تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ سرنگا درمیان سے اٹھ گیا تھا۔ فلورا جو اس عرصے میں مجھ سے خاصی قریب رہی تھی، میری وحشتوں کے متعلق میرے سامنے حیرت انگیز باتیں انہیں سنا رہی تھی، سریتا نے شوطار کو اپنے پہلو میں بٹھایا ہوا تھا۔ وہ دلچسپی سے ہم لوگوں کی نوک جھونک سن رہی تھی۔ تاریک بر اعظم کا سب سے بڑا شخص عام لوگوں سے اس قدر آزادانہ اور بے تکلفانہ ماحول میں باتیں کر سکتا ہے؟ بڑی عجیب سی بات تھی۔ رات کی یہ محفل ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ میں نے ان سب سے معذرت چاہی اور ایک گوشے میں جا کے اوجھل ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا کہ آج کی شب جابر بن یوسف نہایت پرتکلف طریقے سے بسر کرے گا۔ میں ان سے اس لیے جدا ہو گیا کہ میرے ذہن میں جھکڑ چلنے لگے تھے۔ اتنی مدت بعد میں ان کے ساتھ چند ساعتیں مسرت کی ضرور گزارنا چاہتا تھا کہ وہ شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے لیکن انہیں کیا معلوم تھا، میں ان کے درمیان موجود نہیں ہوں، فلورا نے سچ کہا تھا کہ میں بہت بدل گیا ہوں۔ میں اتنا بدل گیا تھا کہ خود کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔

☆==========☆==========☆

ریما جس کا سر اقابلا کی خدمت میں پہنچا دیا گیا تھا، یہ بات میں نے اسی وقت جان لی تھی جب میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اقابلا کی ایک شق پوری ہو گئی تھی، اب دور و نزدیک کوئی اس کا حریف نہیں تھا اور وہ انگروما سمیت تمام جزیروں کی مختار ہو گئی تھی لیکن ابھی دوسرا

http://kitaabghar.com

مسئلہ باقی تھا۔ میں نے قدم آگے بڑھائے تو میں توری کے جنگل میں تھا، جہاں سکون چھایا ہوا تھا، میں وہیں ایک جگہ دراز ہو گیا۔ سرنگا میرے بغیر جانے پر آمادہ نہیں تھا اور اس کی یہاں موجودگی دیوی کی موجودگی کا سبب بنی ہوئی تھی اور دیوی کی موجودگی اقابلا کی اور تاریک براعظم کے دیوتاؤں کی برہمی کا سبب تھی۔ میں نے سرنگا اور اقابلا کو اپنے ذہن کے میدان میں ایک ساتھ کھڑا کیا، تمام احترام سرنگا کے ساتھ تھے، تمام رغبتیں اقابلا کی طرف تھیں۔ میں اقابلا سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا، بس اس کی ایک صورت تھی کہ سرنگا ہنسی خوشی واپس چلا جائے اور فرض کرو سرنگا واپس نہیں جاتا؟ میں نے خود سے پوچھا۔ مجھے اسے واپس کرنا ہو گا اور اسے میری خوشی کے لیے واپس جانا ہو گا میں نے خود کو جواب دیا، اگر اس نے انکار کر دیا تو؟ میرے اس کے احترام کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور میں اس کے لیے ایک بدترین شخص ثابت ہوں گا۔ میں ایک بار پھر موقع دیکھ کے اس کی دیوی کو پنجرے میں قید کر دوں گا اور اسے اقابلا کی خدمت میں پیش کروں گا مگر دیوی میرے قابو میں آجائے گی؟ اور آجائے گی تو کب تک پنجرے میں مقید رہے گی؟ ممکن ہے، وہ درمیان ہی میں ہم سے چھن جائے اور اگر وہ ناراض ہو جائے تو کیا ہو گا؟ میں اس کی طاقت کا مظاہرہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ شاید سرنگا اسی لیے اپنے غار سے نکل آیا تھا کہ وہ ریاجن کی ہزیمت میں اپنی دیوی کی طاقت کا مظاہرہ کر سکے اور مجھے دیوی کی توہین سے باز رکھ سکے۔ اگر دیوی نہ ہوتی تو اس وقت توری کے جنگل میں شدید لڑائی ہو رہی ہوتی۔

کیوں نہ سرنگا ہی سے دیوی کو مانگ لیا جائے؟ مجھے اپنے اس پاگل پن پر ہنسی آگئی۔ سرنگا بھلا دیوی مجھے کیوں دینے لگا اور دیوی اس کے قبضے میں کب ہے؟ وہ تو اس کی منتیں کرتا رہتا ہے، اسے راضی رکھنے کے لیے طویل مدت تک غار میں بیٹھا رہتا ہے، دیوی اپنی مرضی کی مختار ہے۔ سرنگا اسے طشتری میں رکھ کے میرے حضور میں پیش کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ سرنگا واپس بھی نہیں جاتا۔ سرنگا یہاں موجود بھی ہے، سرنگا کی دیوی میری سرفرازیوں کی بڑی دلیلوں میں سے ایک ہے، سرنگا کی دیوی کو تاریک براعظم کے ساحر پسند بھی نہیں کرتے، وہ میرے اور اقابلا کے درمیان نزاع کی ایک دیوار بن سکتی ہے اور میں اقابلا کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔

اور اگر میں نے دیوی کو کسی طور حاصل کر کے اقابلا کی خدمت میں پیش کر دیا یا سرنگا کو واپس کر دیا تو تاریک براعظم میں میری سرفرازی اور اقابلا کی خوشنودی کی کیا ضمانت ہے؟ دیوی موجود ہے تو میری ایک عزت بھی بنی ہوئی ہے اگر وہ چلی گئی تو اس پیچیدہ اور پر اسرار زمین میں کون سرنگا اور دیوی کی طرح میری مدد کو آئے گا؟

اقابلا کی تشنہ روح جارا کا کا کی پابند ہے، جارا کا کا کے ہاتھ میں تمام نظام کی تکمیل ہے جب میں اس کے قصر میں داخل ہوا تھا تو وہ جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے عقیدت کا اظہار کر رہی تھی اور مجھے یہ نکتہ سمجھا رہی تھی کہ جو کچھ ہے، وہ جارا کا کا ہے۔ جارا کا کا اس ماہ رخ کا امین ہے اور اس کے شباب پر کسی ناگ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھا ہے۔ جارا کا کا جو ایک حقیقت ہے، جب تک وہ مسلط ہے، اقابلا اپنے جذبات پر قفل لگائے بیٹھی رہے گی اور زمانے گزر جائیں گے۔ نتیجتاً مجھے جاملوش کی طرح حالات سے مفاہمت کرنی پڑے گی، جاملوش میرا مستقبل تھا۔ میں اس آئینے میں اپنے آنے والے دنوں کا عکس دیکھ سکتا تھا۔

ہو سکتا ہے وہ مجھ پر اس لیے مہربان ہیں کہ میری پشت پر ایک دیوی کا ہاتھ ہے؟ یہ نکتہ میرے ذہن میں جم کے رہ گیا اور میں بے چینی سے

اٹھ کے ٹہلنے لگا تو اب بھی دیوی موجود ہے۔ میں نے سرنگا کو پانی میں نہیں بہایا ہے۔ اب بھی وہ مجھ سے کمال شفقت سے پیش آتا ہے۔ اس کی لڑکی سرجتا سے میرا اگہرا الحاق ہے، ہندی دوشیزہ اپنے باپ کے سامنے میرے سینے سے چمٹ گئی تھی، مجھے سرنگا کے سامنے یہ تمام صورت حال پیش کر دینی چاہیے۔ وہ تجربہ کار بوڑھا ضرور میری مرضی اور مفاد کے مطابق مشورے دے گا۔ اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اقابلا شاید صحیح کہتی تھی کہ مجھے کسی ویرانے میں بیٹھ کے فکر کرنی چاہیے، میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبے دیکھے تھے، میں نے دیکھا تھا، وہ میری باتوں اور رویوں پر کیسے تلاطم سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جارا کا کا اقابلا پر کیوں قدغن لگائے ہوئے ہے؟ کیا وہ خود اس سے غیر معمولی طور پر متاثر ہے؟ اگر یہ بات ہے تو اس نے اقابلا کے شباب سے فیض حاصل کیوں نہیں کیا؟ اس کے بدن سے دوشیزگی کی بو اب تک کیوں آتی ہے؟ یہ کیا اسرار ہیں؟

میں جنگل سے اٹھ کے سرنگا کو تلاش کرتا ہوا اس کے پاس جا نکلا وہ خود ایک سنسان جگہ پر ہاتھ باندھے بدلتے ہوئے حالات پر غور کر رہا تھا، جیسے ہی میں پہنچا، اس نے روایتی طور پر میرا خیر مقدم کیا اور میں نے پہلی بار اس کے سامنے سب کچھ بیان کر دیا، جو کچھ میں سوچتا تھا، جو کچھ میں چاہتا تھا، ہاں، یہ بلاغت میں نے قائم رہنے دی کہ اس کی دیوی کے تذکرے میں احتیاط سے کام لیا، اس کا ذکر احترام سے کیا، میری باتیں سن کے اس نے مجھے چونک کر نہیں دیکھا، وہ تحمل سے سنتا رہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

”وہ اگر مجھے نہ ملی تو میں اس انتظام.....“

سرنگا نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ”چپ رہو۔“ اس نے ڈانٹ کر کہا۔ ”زبان کا استعمال کم سے کم کرو۔“

”میں انہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ گھر.....“

سرنگا نے دوبارہ مجھے ٹہوکا مار کے خاموش کر دیا۔ ”آؤ میرے ساتھ۔“ اس نے میرا بازو پکڑ کے کہا۔

میں اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا۔ وہ مجھے ساحل تک لے آیا اور اس نے اپنی دیوی کی مورتی سمندر کے پانیوں سے دھوئی اور مجھے ہدایت کی کہ میں اسے تنہا چھوڑ دوں۔ سرنگا کا یہ رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا مگر میں اس سے اپنے دل کا احوال کہہ کے خود کو کمزور محسوس کر رہا تھا، اس لیے میں وہاں سے چلا آیا اور رات انہی پریشان خیالوں میں کاٹتا رہا۔

دوسرے دن صبح توری کے بڑے میدان میں تاریک براعظم کے ساحروں کا عظیم اجتماع تھا، میں ان سے اونچی جگہ پر بیٹھا تھا۔ میدان کے درمیانی علاقے میں توری کی نوخیز لڑکیاں ایک الاؤ کے گرد وحشیانہ رقص کر رہی تھیں۔ ڈھول تاشوں کی آوازوں نے ان کے رقص میں اور شدت پیدا کر دی تھی، یہ جارا کا کا کے حضور تاریک براعظم کے لوگوں کے شکرانے کا جشن تھا۔ مشترکہ عبادت کے بعد کاہن اعظم سورال نے مجھ سے بآواز بلند پوچھا کہ میں نے انگروما کے گرفتار ساحروں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟

”انہیں میرے سامنے پیش کیا جائے۔“ میں نے حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں انگروما کے ساحروں کے گروہ میرے ملاحظے کے لیے پیش کر دیئے گئے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ میں نے انہیں علیحدہ کرنے کا حکم دیا۔ مردوں میں میرے کئی شناسا چہرے تھے، ان میں بوڑھا لارما بھی تھا وہ سب عاجزی سے کھڑے ہوئے تھے۔ ”یہ کیا کہتے ہیں؟“ میں نے سورال سے پوچھا۔

نامور تاریخ نگار محترم اسلم راہی ایم اے کے قلم سے ایک تاریخی ناول
بابل و نینوا
قیمت 250 روپے
ایک نوجوان کے عزم و ہمت کی داستان جس نے بابل شہر کو تخت و تاراج کر کے رکھ دیا
بابل کے بت کدوں میں زلزلہ برپا کر دینے والے باغی کی کہانی

''یہ معافی کے طلب گار ہیں۔'' سوراں نے مودبانہ جواب دیا۔

''تیرا کیا خیال ہے؟''

''انہیں معاف کر دیا جائے۔'' سوراں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''اور تیرا؟'' میں نے شوطار سے پوچھا۔

''تو ہم سے بہتر فیصلہ کرنے پر قادر ہے۔'' شوطار نے کہا۔

''اور تیرا؟'' میں نے فلورا سے پوچھا۔

''معاف کر دو جابر!'' فلورا مضطرب ہو کے بولی۔

''اور تم سریتا؟''

''میرا جواب تمہیں معلوم ہے۔''

''ھوں ھوں'' میں نے ان سب کی آرائیں جمع کر کے ہنکاری بھری۔ اس لمحے بوڑھا لار ما گڑ گڑانے لگا۔ یہ وہی شخص تھا جو ریما جن کی ترجمانی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ میں اس کا ہذیان سنتا رہا اور میں نے کسی طرف دیکھے بغیر اعلان کیا۔ ''ان سب کو جارا کا کا کے نام سے جلتے ہوئے الاؤ میں لوٹ دیا جائے۔'' میرا اعلان سن کے بھی خوف سے لرزنے لگے۔ سریتا نے وحشت میں اپنی جگہ سے اٹھ کے میرے بال پکڑ لیے۔ میں نے شوطار کو اشارہ کیا اور اسے اپنے پہلو میں سمیٹتے ہوئے وہاں سے چلا آیا۔ پتہ نہیں، میں نے ایسا کیوں کیا؟ شاید اس کا جواب کچھ ایسا مشکل نہیں ہے۔

دو دن تک میں سرنگا کا انتظار کرتا رہا اور شوطار کے ساتھ توری کے ساحل پر مقیم رہا، اس دوران میں شوطار باتیں کرتی رہی۔ تاریک بر اعظم کی باتیں، طلسم و اسرار کی باتیں، یہ دن سخت ذہنی عذاب میں گزرے۔ میں نے سوچا، ایک بار پھر اقابلا کی بارگاہ میں جاؤں، ممکن ہے، اس کے تیور بدل گئے ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم اس کا چہرہ ہی دیکھ لوں گا چند لمحے اس کی خلوت میں گزار دوں گا مگر میں اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا، میں شوطار کو چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوا، اس نے میرا تعاقب کیا۔ میں بہت دور نکل آیا تھا، سرنگا ساحل کی دوسری جانب مراقبے میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اسے اطلاع دی۔ ''سرنگا! میں جارا کا کا کے پاس جا رہا ہوں۔''

اس نے اپنا مراقبہ توڑ دیا اور مجھے آواز دی۔ ''جابر! جابر! میری بات سنو۔''

میں نے اس کی بات نہیں سنی اور دور نکل آیا اور بیٹر نار میں جالطوش کی خانقاہ کی عبادت گاہ کا پتھر ہٹانے لگا۔ یہ راستہ جارا کا کا کی اقامت گاہ کو جاتا تھا۔ ابھی میں درمیان میں حائل سنگی دیوار شق کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ کسی نے میری پشت پر ہلکی سی دستک دی، میں نے وحشت سے سر گھما کے دیکھا، وہ سرنگا کی حسین اور پُر اسرار دیوی تھی۔ میں وہیں جم کے رہ گیا، ممکن تھا کہ دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنے بازوؤں میں گرفتار کرنے کے لئے جھپٹتا مگر وہ اپنی صرف ایک جھلک دکھلا کے چشم زدن میں غائب ہو گئی اور اسی لمحے خانقاہ میں ہر سو ایک بھیانک شور اٹھا۔

تھوڑی دیر میں خانقاہ کا نقشہ بدل گیا۔

اور دیکھتے دیکھتے وہاں منتشر اور پریشان حال روحوں کا عظیم الشان اجتماع ہو گیا۔ روحوں کا اتنا بڑا ہجوم میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جیسے ہی دیوی نے میری پشت پر دستک دی وہ زمینوں اور سمتوں سے ابل پڑیں۔ ان کے بین اور فریادوں سے خانقاہ میں دہشت پھیل گئی تھی۔ عبادت گاہ سے جاراکاکا کے علاقے کی طرف جانے والے راستے کی دیوار شق ہو چکی تھی مگر میں روحوں کا یہ وحشت انگیز جلوس دیکھ کے ٹھٹک کر اپنی جگہ جم گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے روحیں دیوی کی تاک میں کہیں چھپی ہوئی بیٹھی تھیں اور دیوی کے نمودار ہونے پر اپنی کمین گاہوں سے نکل آئی ہیں۔ چند ثانیوں کی تاخیر ہو گئی ورنہ اس بار ان کی یلغار اتنی شدید تھی کہ دیوی کے قابو میں آنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ میری گردن تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ دیوی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ اس کے فرار سے مجھے ایک ناقابل بیان خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

اب آگے جانے کا محل نہیں تھا۔ مجھے یہ سوچنے کے لیے وہیں ٹھہر جانا چاہیے تھا کہ توری میں سرنگا اپنا مراقبہ توڑ کے مجھے کیوں روک رہا تھا اور دیوی عین اس وقت کیوں نمودار ہو گئی تھی، جب میں جاراکاکا کے علاقے میں اپنی زندگی کے چند فیصلے کرنے کے لیے داخل ہونے والا تھا۔ شاید میرا غضب نامناسب اور ناوقت تھا۔ اسی لیے دیوی نے مجھے محتاط رہنے کی تاکید کرنے یا کوئی اہم راز منکشف کرنے کے لیے اس سحر زدہ زمین میں آنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ میں نے عجلت کر دی مجھے اپنے آپ پر قابو پا کے سرنگا کی بات سن لینی چاہیے تھی۔ جاراکاکا نے دیوی کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے اور میرے منحرف باغیانہ تیور دیکھ کے اپنی عظمت اور اپنے جلال کا ایک لرزہ خیز مظاہرہ کیا تھا۔ شاید اسے مجھ پر اپنے رعب اور دبدبے کے اظہار کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے اور دل میں نامعلوم خطروں کا احساس جاگزیں ہو گیا تھا۔ میری آنکھیں جالوش کی سحر گاہ کے چپے چپے پر وحشیانہ رقص کے نظارے سے دیکھنے لگی تھیں اور میرے کان ان کی ماتمی چیخوں سے پھٹے جا رہے تھے۔

اندر جانے اور جاراکاکا سے تیز زبان میں مخاطب ہونے کی جرأت مفقود ہو گئی تھی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ اندھے کی آنکھیں کھول دی تھیں اور میری سرکشی اعصاب شکنی میں بدل دی تھی۔ مجھے ایک بار پھر اس کی مرتبت کا اعادہ کرنا چاہیے تھا کہ وہ ایک ناقابل تسخیر ساحر، ایک بہت بڑا شعبدے باز ہے۔ میں تو ابھی اس حقیقت سے بھی ناواقف تھا کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کس نے دنیا کی نظروں سے اوجھل یہ عجائب خانہ بنایا ہے؟ زمانوں پہلے کا کوئی مابعد الطبیعاتی معاشرہ ماضی میں کیوں ٹھہر گیا ہے؟ کون اس کے عقب میں کارفرما ہے؟ یہ کس کی شرارت ہے اور کون اس پیچیدہ پُراسرار نظام کی ڈوری سنبھالے ہوئے ہے؟ جاراکاکا کے عقب میں تاریکی ہے اور جاراکاکا کے آگے بھی تاریکی ہے، کہیں دور میں کھڑا ہوں اسے تاریک برِاعظم میں دیوتا کا درجہ حاصل ہے، دیوتا اس سے مختلف اور کیسے ہوتے ہوں گے؟ جالوش اور ریما جن جیسے سفاک اور شقی القلب ساحر بھی اس کی تخلیق کی ہوئی ہوا میں اڑتے ہوئے تنکے تھے۔ اقابلا اس کے مجسمے کے سامنے عقیدت سے جھک جاتی ہے۔ اس زمین کے ہر ذرے پر اس کا نام کندہ ہے۔ میں اسے اپنی مستی دکھانے چلا تھا۔ میں ایک جاہل اور ناتواں شخص، میں ایک چیونٹی اس پہاڑ کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت کر کے آیا تھا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو اسے اس گستاخی پر جلا کے خاک کر دیتا۔ جاراکاکا نے فراخ دلی اور وسیع النظری سے میرا جنون نظر انداز کر دیا تھا۔

جب تک خانقاہ میں روحیں آہ و بکا کرتی رہیں، میں عبادت گاہ میں حواس باختہ سراسیمہ کھڑا رہا۔ پھر وہ اطراف میں سمٹنے، سکڑنے اور بتدریج غائب ہونے لگیں یہاں تک کہ خانقاہ میں ہر سو سکوت چھا گیا۔ میں اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سن سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے گمان ہوا تھا کہ دیوی کی تلاش میں ناکامی کے بعد وہ مجھ پر ٹوٹ پڑیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا ایسا کیوں نہیں ہوا؟ جارا کا کا میری طرف سے اتنا غافل کیوں ہے؟ اس لیے کہ اسے میری پستی کا بخوبی اندازہ ہے یا وہ اپنے کسی دور دراز مفاد کی خاطر میری ہرزہ سرائیاں مسلسل برداشت کر رہا ہے؟ وہی خلجان، وہی اضطراب، وہی عذاب ناک کیفیت تھی۔ جواب میرے روز و شب سے جونک کی طرح چمٹ گئی تھی۔ وہی اندھیرا اور حبس، نہ انکار نہ اقرار، نہ اثبات نہ نفی، نہ تائید نہ تردید، میں وہ اندھیرا چاک کرنے کے لیے یہاں آیا تھا اور میں نے یہ سوچا تھا، اب جو بھی ہوگا، اسے سر جھکا کے قبول کیا جائے گا۔ اس وقت بھی میرا ذہن اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھا کہ میں کون سی زمین پر کھڑا ہوں۔ میں نتائج سے بے نیاز ہو کے اپنے خلاف آخری فیصلہ سننے کے لیے آیا تھا کیونکہ اب جسم چھلکنے لگا تھا۔ انسانوں کے لیے سب سے بدترین اور سب سے بہترین سزا موت کی ہوتی ہے۔ سو اس بیم جانی سے تو مر جانا بہتر تھا۔ دیوار شق تھی اور میں اندر جا کے کم از کم ایک بار اپنا غبار تو اتار سکتا تھا۔ اندر پتھر رہتے تھے۔ میں پتھروں سے سر پھوڑنے آیا تھا۔ سرنگا کی دیوی غائب یہی بتانے آئی تھی کہ اس جنون کا حاصل کچھ نہیں ہے۔

کون کسی کا دکھ سمجھتا ہے اور جن کا سینہ پہلے ہی کثافتوں سے بھرا ہوا ہو، وہ یہ لطافت کیا سمجھیں گے؟ چارہ گر اگر زخم خوردہ نہ ہو تو انصاف کیا کر سکے گا؟ میں نے کئی بار پہلے بھی اپنی وحشتوں کا اظہار شدت سے کیا تھا، نتیجے میں اور وحشتیں نصیب ہوئی تھیں۔ اقتدار، اعلیٰ منصب، یہ سب شعور کے امتحان میں کامیاب ہونے کی اسناد ہیں۔ شعور ایک سنگ دل اور بے رحم چیز ہے۔ جارا کا کو ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑتی ہیں۔ اسے کسی کے سوز دروں سے کیا واسطہ ہوگا؟ سارا جسم تڑخ رہا تھا۔ میں بکھر کے وہیں بیٹھ گیا۔ اب کون آگے جائے؟ شعبدے بازوں اور جادوگروں کے اس طلسمی دائرے میں کیوں انسانوں کی امیدیں قائم کی جائیں؟ جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دیا جائے۔ نہ زندگی کی تمنا کی جائے، نہ موت کی آرزو کر کے زندگی سے انتقام لیا جائے۔ دیوار کے اس پار میری پذیرائی کس قدر ہوگی۔ میری آنکھیں خیرہ کرنے کے لیے چند اور حیرت انگیز طلسمی تماشے دکھائے جائیں گے اور مجھے آئینہ دکھایا جائے گا، مجھے ترازو میں تولا جائے گا کہ میں نے بیداری میں اپنے قد و قامت سے بڑا ایک خواب دیکھا ہے۔ مہذب دنیا کے بعض احمق لوگ بھی یہی خواب دیکھتے ہیں۔ پھر ان کی چٹکیاں لے کے سوئیاں چبھو کے، پتھر مار کے انہیں جگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، تمہارا شجرہ، تمہاری نسل تمہاری سماجی حیثیت یہ ہے۔ ان میں سے کچھ ٹوٹ جاتے ہیں، کچھ ہوش میں آ جاتے ہیں وہاں بھی کچھ ایسی ہی رسم ہے، یہاں بھی یہی ہے۔ اس دنیا کی ساخت ہی عجیب ہے۔ ہر امید بر آتی تو پھر کوئی امید کیوں کرتا؟ کائنات کے طول و عرض میں انسانوں کو کیا حیثیت حاصل ہے؟ مہذب دنیا اور اس کے طلسماتی دنیا میں بس اتنا فرق ہے کہ وہاں تکیہ کرنے کے لیے چارہ گر مل جاتے ہیں۔ یہاں یہ گداز بھی عنقا ہے۔

جنگ، فساد، شورش، بغاوت، انتقام مگر کس کے خلاف؟ پہاڑوں کے، چٹانوں کے؟ فولاد کے پتھر کے متحرک جسموں سے انتقام کا دعویٰ؟ بہت ہو چکا۔ اب ایک ہی فریضہ انجام دے کے اپنے آپ سے دست بردار ہو جائے۔ مہذب دنیا کا قافلہ پانیوں میں اتار کے اس مجہول اور مذموم زندگی کا انتقام کیا جائے۔ انہیں اس کرب ناک زندگی سے نجات دلانے تک زندگی کا عذاب سہنا پڑے گا اور اس وقت تک جارا کا کا سے بھی

http://kitaabghar.com

مفاہمت کرنی پڑے گی۔ مفاہمت جو اعتراف شکست ہے مگر یہ شکست نہیں تھی۔ یہ تو سب اس حقیقت کا اعتراف تھا جس کا عرفان نہیں ہوا۔ یہ منطق استخراجی تھی۔ میں نے دلیل تلاش کر لی تھی۔ قوانین اپنی جگہ اٹل ہیں اور میں ایک کمزور جثے کا آدمی ہوں، جو کچھ اب حاصل کیا، جو ریاض کیا، جو اذیت جھیلی، وہ مشاہدے کا فریب تھا، وہ نتائج تک پہنچنے کا طریقہ کار تھا۔ ثابت ہوا کہ طریقہ کار ہی غلط تھا، وہ جہالت اور تاریکی تھی، وہی آغاز، وہی انجام، وہی تکرار، بدگمان، وزارش، انگرو ما، جاملوش، ریما جن۔ ہر منزل پر امید کی روشنی، ہر منزل کے بعد ایک نئی منزل، ہر فتنے کے بعد نیا فتنہ۔ اب ایک ہی منزل رہ گئی تھی کہ میں جارا کا کا عزت مآب مقام حاصل کروں اور زمین کا یہ بحر زدہ حصہ اپنے کاندھوں پر اٹھالوں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور خاموشی سے دیوار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر قبر کا سکوت طاری تھا۔ دروازے پر حسب معمول پری چہرہ دوشیزائیں منڈلا رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے اندر جانے سے نہیں روکا۔ دیوزادنیولے کے منہ میں رکھی ہوئی مسند خالی پڑی تھی۔ میں نے احترام سے سر جھکا دیا۔ "مقدس جارا کا کا!" شدت کرب سے میری آواز رندھ گئی اور یہ کہتے ہوئے جسم کے اندر ایک سیلاب مچلنے لگا اور آنکھوں کے راستے امڈ پڑا۔ "مقدس جارا کا کا!" میں نے اپنی لرزتی ہوئی آواز پر قابو کر کے کہا۔ "میرے پاس کہنے کے لیے اب کچھ نہیں ہے؟"

اس سے آگے مجھ سے کچھ کہا نہیں گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میری آواز پر کسی سمت سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوگا۔ یہی ہوا، واپس جانے سے پہلے دروازے پر کھڑی ہوئی دوشیزاؤں نے اپنی دراز زلفوں کا ریشم میرے قدموں پر بکھیر دیا۔ میں بھاری قدموں کے ساتھ ان شعلہ رخوں کے درمیان سے گزرتا ہوا واپس آ گیا۔ جاملوش کی خانقاہ پھر میرے سامنے تھی۔ دور تک عمارتوں کا ایک سلسلہ تھا۔ نہ آواز نہ چہکار، کامل سکوت۔ میری حالت اس شخص سے مختلف نہیں تھی جسے دنیا میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہو۔ تھکن، گراوٹ، درد، انہدام، میں خود کو بوڑھا اور بیمار محسوس کر رہا تھا۔ جاملوش کی خاص جھونپڑی میں داخل ہو کے میں اس کی مسند پر گر گیا۔ سینے میں دھونک سی اٹھی، کھانستا ہوا مسند سے اتر کے فرش پر پھیل گیا اور طلسمی عکس نما پر نگاہ جا پڑی۔ انگلی کے اشارے میں اس کا جلوہ دیکھ سکتا تھا، خود بخود میری انگلی مرتعش ہو گئی۔ طلسمی عکس نما میں اس بت طناز کا عکس ابھرا تو مجھ سے رہا نہیں گیا، میں دیوانگی سے اٹھ کے اسے گھورنے لگا۔ کاش میں یہ منظر دیکھنے کی خواہش نہ کرتا۔ اقابلا اب بھی جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے عقیدت سے ایستادہ تھی۔ میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ کتنے دن گزر گئے، کتنی شامیں، کتنی صبحیں، کتنے پہر افسردگی، شکستگی، اداسیاں، خالی خالی ذہن، اجڑا ہوا کوئی گھر۔ آگ لگنے کے بعد کوئی کھنڈر، ایسی تنہائی کہ ہوا بھی روٹھ گئی ہو۔ ایک ویرانہ جہاں کبھی شان دار بستی آباد ہوگی۔ اب رونے والا بھی کوئی نہیں ایسا درخت جس کے تنے کا گودا خاک ہو گیا ہو۔ کڑی دھوپ میں اڑتی ہوئی ریت، صحن میں خشک آوارہ پتے۔ میں بے حال اپنے دشت میں پڑا رہا۔

اور مجھے اچانک اٹھنا پڑا۔ مجھے احساس نہیں کہ میں کتنی دیر زبوں حالی اور درماندگی کی کیفیت میں مبتلا رہا ایک بار پھر اس ویرانے میں ہیبت ناک شور ابھرنے لگا، میں تیزی سے باہر آیا، وہی منظر پھر موجود تھا، تملاتی ہوئی روحیں پرندوں کی طرح ادھر ادھر اڑ رہی تھیں اور کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ پہلے میں سمجھا کہ وہ مجھے بلانا چاہتی ہیں، سو میں خود ان کے پاس پہنچ گیا مگر اس بار بھی انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ان کے دوبارہ واویلا کرنے کا مقصد اس امر کی غمازی کرتا تھا کہ انہوں نے اس علاقے میں سرنگا کی دیوی کی بو سونگھ لی ہے۔ اس کی ایک جھلک دیکھ لی ہے۔ تو کیا دیوی پھر یہاں وارد ہوئی تھی؟ یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ وہ مجھ تک پہنچنے میں اس لیے ناکام رہی کہ میری لاش جاملوش کی خاص جھونپڑی کے

اندر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا یہاں آنا نامناسب تھا۔ جالوش کا پورا علاقہ سحر و اسرار میں جکڑا ہوا تھا اور اس کی جھونپڑی بطور خاص ایک مستقل طلسمی حصار کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے افسوں کار ماحول میں دیوی کا بار بار آنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اس پر غلبہ پانے کے لئے روحوں کے انداز و اطوار میں پہلے سے کہیں زیادہ اضطراب پایا جاتا تھا۔ ادھر یہ شدید مظاہرہ مجھے دیوی کے بارے میں از سر نو سوچنے اور اس کی بلند قامتی کا احساس دلانے پر اکسا رہا تھا گویا جارا کا کا دیوی کے سلسلے میں اس قدر متوحش ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میری سرگزشت دیوی کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ بلاشبہ سرنگا کی دیوی غیر معمولی ماورائی طاقتوں کی حامل تھی تاہم میں اسے تاریک براعظم کی طاقتوں سے بالا کوئی طاقت تسلیم کرنے سے گریزاں تھا۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ میں نے اس سحر گاہ کے جید ساحروں کے محیر العقول کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ ان کی تعداد بے شمار تھی اور دیوی اس خرابے میں تنہا تھی۔ دیوی کی موجودگی کے باوجود سرنگا یہاں سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ غار میں مقید ہو کے گزارا تھا۔ دیوی گاہے گاہے مشکل موقعوں پر میری مدد کو آتی تھی اور آناً فاناً کسی چڑیا کی طرح آسمانوں میں کھو جاتی تھی۔ وہ حملہ کرنے کے بجائے دفاع کرتی تھی اور اب تک اس کے تیوروں سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سرزمین کی نادیدہ طاقتوں کی عظمت سے خائف ہے اور ان سے الجھنے میں پس و پیش کرتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ دیوی میرے گلے میں پڑے ہوئے معجز نما طلسمی نوادر کی طرح کوئی نادرہ کار مظہر ہے۔ جیسے شپالی، جیسے ڈگی کے سینگ، ورنہ میرے بجائے یہاں یہ اقتدار سرنگا کو حاصل ہوتا کیونکہ اس کا تعلق دیوی سے براہ راست تھا۔ میں نے لیفو کا سڑا ہوا گوشت کھایا تھا، میں نے سوروال سے علوم سیکھے تھے، میں نے زارشی کے صحرا میں بوڑھے ساحروں کے ساتھ آگ کے گرد بیٹھ کے صبر آزما ریاضت کی تھی۔ میری تدبیر، میرا ذہن، میرے بازوؤں کی طاقت، جرأت، ہوش مندی۔ دیوی ہر جگہ تو موجود نہیں تھی۔ میں مہذب دنیا کے قافلے میں سب سے غیر معمولی شخص تھا۔ میرا چہرہ وجیہہ، دماغ بڑا، جسم مضبوط، زبان فصیح اور انداز جارحانہ تھے اور میں اقابلا کا دعوے دار تھا۔ جس کی طلب میں تاریک براعظم کا کوئی شخص میرا ہمسر نہیں تھا۔ میں راستے کے تمام پتھر ہٹاتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔ کوئی اور ان صفات سے آراستہ نہیں تھا۔

جب میں تمام اعزازات سے مسلح ہو کے سرنگا کے غار میں گیا تھا اور میں نے دیوی کو سلاخوں میں بند کر دیا تھا تو جارا کا کا کے موکل تیزی سے اندر آ گئے تھے اور جب اقابلا نے مبہم جذبات جن رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا تھا ان میں دیوی بھی شامل تھی۔ اس وقت مجھے اس رمز خفی کا احساس ہوا تھا کہ میری فضیلت اور سرفرازی کا ایک سبب دیوی بھی ہے۔ یہ احساس میرے لیے بڑا اعصاب شکن تھا اور میں کسی طور یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ محض دیوی کی اعانت کے سبب سے ہے۔ میرے خیال میں دیوی ایک ایسا تحفہ ضرور تھی کہ اسے اقابلا کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔ اسی بنیاد پر میں نے سرنگا سے تلخ اور ترش باتیں کی تھیں۔ دیوی نے ریمانجن کے زوال کے وقت بھی میرا ساتھ دیا تھا اور اب وہ خطروں میں کود کے مجھے سرشوری سے باز رکھنے کی تلقین کرنے آئی تھی اور جارا کا کا اسے حاصل کرنے میں اتنا سنجیدہ تھا کہ اس نے بے قرار روحوں کی ایک فوج اس کے لئے بھیجی تھی۔ یعنی جارا کا کا نے ایک آخری طلسمی حربہ اختیار کیا تھا اور روحیں جو لمحوں میں فاصلے طے کر لیتی ہیں، وہ دیوی کی منزل تک پہنچنے میں ناکام ہو گئی تھیں۔ ادھر میں تمام منزلیں حاصل کرنے کے بعد خود سے بے خبر ہو گیا تھا کیونکہ اب ہوش رکھنے کا یارا نہیں تھا۔ سرنگا نے بھی میری

طلب کی تائید نہیں کی۔ وہ یہی رٹ لگائے رہتا تھا کہ یہ سب ایک سراب ہے۔ وہ آنے والے خطروں سے دہلاتا اور لرزتا رہا اور میں نے اگھروما کا قلع قمع کر دیا اور جالوش سے اس کا اقتدار چھین لیا۔ وہ یکوااس کرتا رہا اور اس نے دیکھا کہ میرا ہاتھ جب دراز ہوتا ہے تو فاصلوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ میری پلکیں جنبش کرتی ہیں تو بجلیاں چمک جاتی ہیں۔ میرے ہونٹ ہلتے ہیں تو زمین لرز جاتی ہے۔ آج سرنگا کی ایک ایک بات مجھے یاد آ رہی تھی۔ میری نظر میں یہ سب ہیچ تھا کیونکہ اس مرتبت میں اقابلا کا اعزاز شامل نہیں تھا۔ اس کی نظر میں یہ کمال تھا اور اب وہ شعور کے اطلاق پر اصرار کرتا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ شعور تو میں تمام کا تمام صرف کر چکا ہوں۔ اب میرے پاس کیا رہ گیا ہے؟

شاید جو کچھ میرے پاس رہ گیا تھا۔ دو آنکھیں، کان، دماغ، حواس اقتدار، یہ گھسے ہوئے پرزے وہ اب بھی کارآمد سمجھتا تھا اور اسی لیے اس نے دیوی کو یہاں ارسال کیا تھا کہ میں اب بھی اپنے فرسودہ اعضا سے کچھ کام لے سکتا ہوں۔ روحوں کا جلوس ناکام ہو کے شور مچاتا ہوا دوبارہ رخصت ہو گیا۔ میری کیفیت پہلے سے یقیناً مختلف تھی۔ نگاہوں میں زہر سرایت کر گیا تھا۔ اس بار روحوں کے نالہ و شیون نے مجھے زیادہ متاثر نہیں کیا۔ ایک بے رنگ مسکراہٹ میرے لبوں پر چھا گئی۔ میں نے گزشتہ دنوں اپنے نائب قارنگل سے پوچھا تھا کہ اب مجھ میں کس چیز کی کمی رہ گئی ہے تو اس نے جواب دیا تھا کہ میرے پاس تجربے کی کمی ہے۔ تجربہ جو علم ہے اور علم زندگی ہے۔ سارا قصور جہالت کا ہے اس اندھیرے کا ہے جہاں چیزیں نظر نہیں آتیں اور آدمی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ سارا کرب نہ جاننے کا ہے، جواب تک جانا ہے وہ نہ جاننے کے مساوی ہے۔ مکمل جہالت اور مکمل علم آسودگی ہے، درمیان کی حالت باعث نزاع۔ تمام اختیار و اقتدار گہرے شعور اور اعلیٰ آگہی کے متقاضی ہیں۔ میں نے کہاں جانا کہ یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے؟ ہم کیا جانتے ہیں؟ جہاں دیدہ سرنگا بھی کچھ نہیں جانتا۔ آگہی کے اس مرحلے کے بغیر ہر برتری خام ہے۔ سرنگا کی پُراسرار دیوی آگہی کی منزل میں ہے ورنہ وہ سرنگا کو اپنا عرفان منتقل کرنے کی بخشش ضرور کرتی۔

☆==========☆==========☆

پاکستان کے مقبول ترین کالم نگار
جاوید چودھری کے کالموں کا مجموعہ
زیرو پوائنٹ 4،3
قیمت: -/600 روپے

پاکستان کی نامور ناول نگار
عمیرہ احمد کا ناول
من و سلویٰ
قیمت: -/550 روپے

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں
علم و عرفان پبلشرز | مشتاق بک کارنر | کتاب گھر | اشرف بک ایجنسی | ویلکم بک پورٹ

زندگی کے عجیب دستور ہیں۔ وہ اپنی بقا کے لیے کوئی نہ کوئی گنجائش ضرور نکال لیتی ہے۔ دلیلیں تلاش کر لیتی ہے۔ اپنے آپ کو سرزنش کر کے دوبارہ سرگرم عمل ہو جاتی ہے۔ زندگی اپنے ہونے پر کس کس طرح مصر رہتی ہے۔ مجھے توری میں سرنگا کے پاس جا کے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ کیوں اپنی دیوی کو اس خطرناک مقام پر بھیج رہا ہے؟ آخر وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس کے پاس کہنے کے لئے اور کیا ہوگا مگر اس کے کہ مجھے جارا کا کا کو اپنی سرشوری سے ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ اقابلا کو میری آغوش میں آنے کا نسخہ بتانے سے تو وہ رہا۔ میں نے سرنگا کے پاس جانے اور اس سے باز پرس کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بس یہی احساس توانائی کے لئے بہت تھا کہ سرنگا کی دیوی موجود ہے جو باعث فضیلت اور وجہ امتیاز ہے۔ اسے رائیگاں نہیں جانے دینا چاہیے۔ مہذب دنیا کے ہم نفسوں کے لیے اس کی کرشمہ کار رفاقت بہت سی اذیتوں سے نجات کا سبب ہے۔

آگہی کا عمل بڑا کاری ہے۔ علم کو خراج لینے کی عادت ہے۔ جب تک ہم جاننے کے اس اذیت ناک عمل سے نہیں گزریں گے، اندھیرا دور نہیں ہوگا۔ اس کے سوا کوئی متبادل راستہ نہیں ہے۔ میں طلسمی عکس نماؤں کے ایوان میں جا پہنچا اور میں نے بیک وقت تمام جزیروں کے عکس نما روشن کر دیئے۔ میں دیر تک یہ نظارہ کرتا رہا۔ پھر میں نے اسمار کے قرسام کو اپنی خانقاہ میں طلب کیا، اسمار کی ایشام، زرماز کو فی الفور یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں نے توری سے سوورال کو بلایا اور غاروں میں بیٹھے ہوئے بے شمار ساحروں کو خانقاہ میں دوبارہ ریاضت کرنے کے لئے اپنے گرد اکٹھا کر لیا۔ میرا نائب قارتیل میرے اشاروں پر کشاں کشاں بیتر تار میں وارد ہو گیا اور میرے پیر چاٹنے لگا۔ چند ہی دنوں میں خانقاہ میں تاریک براعظم کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے ساحروں کے غول نظر آتے تھے۔ ہر طرف ریاضتوں اور عبادتوں، مراقبوں اور ساحرانہ عملیات کی گرم بازاری تھی۔ باگمان سے میرا دوست اسنالا بھی یہاں آ گیا تھا۔ توری سے سوورال، اسمار سے قرسام، جہاں جہاں میرے دوست تھے، ان سب کو میں نے طلب کر لیا تھا۔ اسمار کی سابق ملکہ شوطار بھی توری سے یہاں آ گئی تھی۔ میں سرنگا کو بھی یہاں بلانا چاہتا تھا مگر توری میں مہذب دنیا کے لوگوں کو اس کی بزرگی کے سائے کی ضرورت تھی۔ میں نے غالباً صحیح سمت میں قدم اٹھایا تھا اسی لیے دیوی دوبارہ اس علاقے میں نظر نہیں آئی۔ بہت سے ساحروں کے لیے یہ بڑی عزت کا مقام تھا کہ میں نے انہیں اپنے قریب بلا لیا ہے۔ میں نے، کس نے؟ تاریک براعظم کے جلیل القدر ساحر اعظم نے۔ اوہ، یہ کیسا بھیانک مذاق تھا۔ سوورال کو یقین نہیں آتا تھا کہ میں اسے تادیر یاد رکھوں گا اور اتنی عزت دوں گا۔ ہم نے مل کے وہاں ریاضتوں کی دھوم مچا دی۔ ہم نے شب و روز کا امتیاز ختم کر دیا اور ایسی آگ لگائی، ایسے جارحانہ طور اختیار کیے کہ جارا کا کا نے بھی اپنے ساحروں کو اس عالم میں نہیں دیکھا ہوگا۔ شروع کے چند دنوں میں تو ہم بے تحاشا مصروف رہے، پھر ساحروں کے علیحدہ علیحدہ غول بن گئے اور ان میں ساحری کے حیرت انگیز کمالات کا مقابلہ ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ خانقاہ تاریک براعظم کے منتخب ساحروں، عابدوں اور عالموں کا عظیم الشان مرکز بن گئی۔ شوطار، اشمار، زرماز اور ایشام یہاں آ کے بہت شاداں تھیں کیونکہ یہ سب وہ جاننے کی آرزومند تھیں جو انہیں نہیں معلوم تھا۔ ان میں سے سوورال میرا سابق اتالیق سب سے زیادہ کام آیا۔ وہ ہمہ وقت میرے قریب رہتا تھا۔ میرا یہ منصب نہیں تھا کہ میں اس جادوگری کے بارے میں ابتدائی قسم کے سوالات کروں۔ تاہم میں دانستہ ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیتا تھا کہ سربستہ راز کے پرت خود بخود کھلتے جاتے تھے۔ سوورال قرسام، شوطار اور دوسرے ساحر نامعلوم زمانوں سے یہاں موجود تھے۔ وہ ایک ہی بات جانتے تھے کہ جارا کا کا ان کا دیوتا اور آقا ہے۔ دیوتا زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ جارا کا کا بھی

http://kitaabghar.com

ہمیشہ ان کے درمیان موجود رہتا ہے اور ان کے افعال و اعمال کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ زمانوں سے موجود یہ افراد اس کی خوشنودی کو اپنا مقصود سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جارا کا کا نے روحوں کو جسم کا دوام بخش دیا ہے۔ انہیں آسمان کے نیچے اور بہت سی دنیا میں ہونے کا یقین تھا جیسے مہذب دنیا کے لوگ دوسرے سیاروں کے بارے میں مخلوقات کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب اپنا ماضی، اپنی شناختیں بھول گئے ہیں، جو شناختیں انہیں بتا دی گئی ہیں وہ اسی پر قانع ہیں، مگر جارا کا کا سے زیادہ قریب ہونے اور کچھ رازہائے سربستہ جاننے کی ایک جستجو ان کے ہاں پائی جاتی تھی۔ وہ طاقت کی زبان سمجھتے تھے۔

وقت کے نشیب و فراز، رفتار اور بہار و خزاں سے انہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ زندگی جمی ہوئی ٹھہری ہوئی تھی۔ حیات کی نمو کا عمل سست تھا۔ میں نے سمورال کے لڑکے جمرال کا نمو پانا، اور دوشیزاؤں کے نئے پودے ابھرتے دیکھے تھے مگر ثابت ہوا کہ ان میں مہذب دنیا کے قریب ترین علاقوں سے کھنچے ہوئے مرد و زن تھے جو اصل میں حیات کا پیش خیمہ تھے اور جن کی زندگیاں یہاں آ کے منجمد ہو گئی تھیں۔ بہر حال یہ عجیب و غریب ماحول تھا۔ پہلے میرا مقصد طاقت کا حصول تھا، اب مقصد کم سے کم مدت میں عرفان و آگہی کا تھا اس کے لئے میں نے ہر ساحر سے خصوصی تعلق قائم کیا۔ میں انہیں حصار میں لے کے بیٹھ جاتا جہاں بیرونی دنیا سے ہمارا رابطہ منقطع ہو جاتا اور پھر میں ان کے بچھڑے ہوئے دنوں کے متعلق پوچھتا۔ اس تگ و دو کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے چند اور ساحرانہ شعبدوں کا تجربہ کر لیا اور یہاں کے مختلف جزیروں کے متعلق معلومات حاصل کر لیں۔ کون سا علاقہ جارا کا کا کا منظور نظر ہے؟ کہاں اس کی خاص عنایت ہے؟ مگر میں اپنی پیہم کوششوں کے باوجود اس نظام کا سرا نہیں پکڑ سکا جس کے لئے میں نے جگہ جگہ کے ساحر جمع کر کے ان کی نمائش کا انعقاد کیا تھا، آخر ان مظاہروں سے میری طبیعت اکتا گئی اور ایک روز میں نے غیر متوقع طور پر بہت سے ساحروں کو حکم دیا کہ وہ خانقاہ چھوڑ کے اپنی پرانی جگہوں پر واپس چلے جائیں۔ ان کے لیے یہ حکم تازیانہ تھا۔ بہت سوں نے میرا فیصلہ جوں کا توں قبول کر لیا لیکن چند ساحروں نے میری کشادہ دلی اور غیر رسمی سلوک کے اعتماد میں مجھ سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی۔ میں نے انہیں وہیں نذر آتش کر دیا۔ ان میں میرا دوست اسمارکا کا ابن اعظم قرسام بھی شامل تھا۔ سمورال، شوطار، زرباز، اشمار، اسالا اور قارنیل کو میں نے اپنے پاس ہی روک لیا۔ مجھے حیرت تھی کہ جارا کا کا اپنے بہترین ساحروں کے ضیاع پر ایک غیر متعلق تماشائی کی طرح خاموش کیوں رہا؟ پھر ایسا ہوا کہ میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا۔ میرے ساتھیوں نے میرے چند ابتدائی سوالوں کے غیر تسلی بخش جواب دے کر مجھے اور پریشان کر دیا۔ میں نے اپنے جوش میں طلسمی عکس نماؤں کا شان دار ایوان تاراج کر دیا۔ اس پر بھی جارا کا کا کی طرف سے کسی ناراضی اور تکدر کا اشارہ نہیں ہوا۔ نہ اقابلا کی جانب سے کوئی پرسش ہوئی چنانچہ ایک رات، میں نے زچ ہو کے توری جانے کا ارادہ کیا۔ سرنگا مجھے ساحل پر جاتا ہوا مل گیا۔ وہ پتھر کی طرح ساکت بیٹھا تھا اور ٹکٹکی باندھے سمندر کی لہریں تک رہا تھا۔ میں نے اسے ٹہوکا مارا۔ میری صورت دیکھتے ہی اس کے جسم میں جیسے زلزلہ آ گیا۔ اس نے کوئی بات کرنے سے پہلے چاروں طرف ہاتھ گھما کے اپنے لب کھولے۔ "عزیز جابر اتم یہاں کیسے آ گئے؟"

"میں پکھ رو چکا ہوں محترم سرنگا!" میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"واپس جاؤ اور مقدس جارا جا کا کے سامنے عقیدت و احترام سے سر جھکاؤ کیونکہ اسی پر راستے تمام ہو جاتے ہیں۔ خود کو اس کا بہترین

غلام ثابت کرو۔ وہ ایک بڑا ساحر ہے۔ اسی سے فریاد کرو۔"

"لیکن وہ گونگا اور بہرا ہے۔" میں نے کرب سے کہا۔

"میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اس کی سماعت اور بصارت کا کوئی ثانی نہیں، جاؤ واپس جاؤ، سب کچھ تمہیں وہیں سے ملے گا۔" سرنگا نے روکھے لہجے میں کہا۔

میں تو بہت سی باتیں دل میں لے کے آیا تھا۔ سرنگا کے لہجے میں بیزاری اور خوف شامل تھا۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ جارا کاکا کے علاقے میں داخلے کے وقت دیوی کی آمد کا مقصد کیا تھا اور اب وہ جارا کاکا کے پاس واپس جانے کے لیے کیوں اصرار کر رہا ہے؟ میں اس سے ان انکشافات پر بھی گفتگو کرنا چاہتا تھا جو گزشتہ دنوں جالوش کے علاقے میں ریاضت کے دوران میں مجھ پر ہوئے تھے مگر سرنگا نے کوئی توجہ نہیں دی۔ میں اس کے نزدیک دیر تک گم صم کھڑا رہا اور تھوڑی دیر میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ سرنگا گفتگو سے کیوں پہلو تہی کر رہا ہے۔ میں نے اپنی باطنی آنکھوں سے ساحل پر روحوں کی ایک فوج ظفر موج دیکھی۔ حیرت سے میری آنکھیں پھٹ گئیں۔ انھوں نے سرنگا کو پوری طرح نرغے میں لے رکھا تھا۔ "یہ کب سے ہے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"بہت دنوں سے میں تنہا کب رہا ہوں؟" سرنگا نے مختصر جواب دیا۔

"ادھر بھی یہی حال ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"باتیں کم کرو۔" اس نے جھڑک کر کہا۔

"میں واپس جا رہا ہوں۔" میرے لہجے میں ترشی تھی۔

اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ "دیکھو عزیز من! اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور جو کچھ مقدس جارا کاکا سے ملے، اسے جھولی میں ڈال لینا۔"

"ہونہہ۔" میں نے معنی خیزی سے سر ہلایا۔ مجھے سرنگا کی حالت زار پر بڑا رحم آیا۔ وہ بوڑھا نادیدہ سرکش قوتوں سے تن تنہا جنگ کر رہا تھا۔ میں یہیں ٹھہر کے سرنگا کو سہارا دینے کا خواہش مند تھا مگر سرنگا نے مجھے دھکا دے کے خود سے دور کر دیا۔

خانقاہ واپس آنے کے بعد میں نے جارا کاکا کے علاقے کا رخ فوراً نہیں کیا۔ میں سوچتا تھا کہ ہر سمت آگ لگا دوں، جو کچھ میرے علم، میری بساط اور میرے قبضہ قدرت میں ہے، آج رات اس کا لرزہ خیز نظارہ جارا کاکا کو کرا دوں لیکن میں نے ضبط کی زنجیریں اپنے پیروں، ہاتھوں اور زبان پر ڈال دیں۔ سرنگا اب تک پُر امید تھا۔ اس نے غیر معمولی حالات کے آگے سپر نہیں ڈالی تھی۔ روحیں اس بوڑھے کے قریب آنے سے کتراتی تھیں اور دیوی ابھی تک اس کے پاس محفوظ تھی۔ رات کا آخری پہر تھا۔ میں عبادت گاہ میں داخل ہوا اور میں نے پتھر کی دیوار شق کر دی۔ یہ دیوار ہر بار شق ہونے کے بعد اپنی اصل حالت میں استوار ہو جاتی تھی۔ اندرون کا گمان ہوتا تھا۔ تیز روشنیوں نے ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں چکا چوند کر دیں۔ دروازے پر دوشیزاؤں نے میرا خیر مقدم کیا۔

میں اپنے دل کے کسی تغص کا اظہار جارا کا پر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ان کی آنکھیں فرش بن گئیں اور بدن چٹکنے لگے جیسے کلیاں چٹک جائیں۔ وہ کب سے اس دروازے پر کسی کی منتظر تھیں کہ کوئی آئے۔ بادِصبا کا ایک جھونکا چلے اور ان کے پھولوں کا رس چرا لے۔ تخلیق ترسیل کی ضرورت مند ہوتی ہے جو دماغ میں منتقل ہے، وہ زمین میں دفن ہے۔ حسن کی تخلیق بھی ترسیل کی محتاج ہے۔ ایک خوب صورت شعر اگر سنانہ جائے تو اس کا وجود میں آنا نہ آنا یکساں ہے۔ میں نے پہلی بار انہیں اپنی نگاہوں کا خراج پیش کیا جیسے میرے پاس بڑی فراغت ہے اور میرا قلب بہت آسودہ ہے۔ انہوں نے میرا وزن اپنے گداز میں سمیٹ لیا اور مجھے اندر لے آئیں جہاں وہ دیوزاد ہیولا موجود تھا۔ میں نے ان سے بہ مشکل نجات حاصل کی۔ دیوزاد ہیولے کے منہ سے نکل کے میں دوسری طرف جا پہنچا۔ وہ آہیں بھرتی رہ گئیں۔

اس عالم میں کوئی کیا کر سکتا ہے؟ میں پوچھتا ہوں، کون سی تدبیر ایسی تھی جو میں نے صرف نہیں کی؟ کون سی ایسی طاقت تھی جو میں نے نہیں آزمائی۔ کون سی برداشت تھی جس کا میں نے ثبوت نہیں دیا۔ ہاں صرف ایک کوتاہی ہوگئی تھی کہ ہم مہذب دنیا کے درماندہ لوگوں کو تو معافی کی تقلید کرنی چاہیے تھی۔ جس نے جزیرہ توری کی خشکی پر اترنے کے بجائے خود کو سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔ ہم نے زندگی کی خواہش کی تھی۔ زندگی نے ہم سے خوب مذاق کیا۔ اندر ایک بڑا حوض تھا جس کے کنارے خوش رنگ مچھلیاں آرام کر رہی تھیں۔ جارا کا کے خاص علاقے کی دوشیزائیں میری آہٹ پر تڑپنے لگیں اور میری آغوش کے دریا میں پھڑکنے لگیں۔ میں حوض کے کنارے لیٹ گیا اور ان میں میری قربت کے لیے چھینا جھپٹی ہونے لگی۔ میں نے سوچا، میں اپنے جسم کے حصے کاٹ کے ان کے آگے پھینک دوں۔ اس طرح ان کی سیری ہو جائے گی۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں ان کے لئے اجنبی نہیں ہوں، میری آمد متوقع تھی۔ وہ پہلے بھی مجھے دیکھ چکی تھیں۔

میں نے باقی رات ان کے ساتھ ہی گزار دی۔ صبح نور کا تڑکا ہوا تو وہ حوض کے کناروں پر بدمست پڑی تھیں اور میں تمام دنیا سے غافل ایک طرف بکھرا ہوا تھا۔ میں انگڑائیاں لیتا ہوا اٹھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ جب تک جارا کا خود نہ چاہے گا، میں اس عظیم وجلیل ساحر سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ یہ اسی وقت ممکن تھا جب میں اس کی عظمت اور جلال کی تمام رموز سے آگاہ ہو کے اس کے وزن کا ساحر بن جاؤں اور مدتوں زمانوں تک کرب ناک انتظار کروں۔

میں مختلف عمارتوں میں کسی کتے کی طرح جارا کا کی بو سونگھتا اور اپنی ساحرانہ باطنی قوتوں سے اس کے قیام کا اندازہ لگاتا رہا۔ اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔ یہ بات میری توقع کے عین مطابق تھی اس لیے میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہوا۔ پھر میں نے دیواریں ٹھونکنا شروع کر دیں۔ یہاں ایک ہیبت طاری تھی، یا یہ میرے دل کی ہیبت تھی۔ ان تنگ عمارتوں میں دنیا کی ہر شے موجود تھی، شراب، عورتیں۔ مجھے سب سے زیادہ جو عمارت پسند آئی، میں نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا اور نہایت سکون سے جارا کا کو اپنی غلامی اور اطاعت کا یقین دلایا۔ جواب میں خوش جمال عورتوں کا پرا اندر آ گیا جس میں ایک ایک دوشیزہ بہاروں، لالہ زاروں کو شرماتی تھی۔ میں نے انہیں خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔ بہر حال یہ جارا کا کی طرف سے اس کی فراخ نظری کی علامت تھی۔ میں نے اس طائفے کی منتخب لڑکی سے پوچھا۔ ”اے مہ جمال! کیا تو نے مقدس جارا کا کا نظارہ کیا ہے؟“

”ہاں، یہ سعادت مجھے ایک بار نصیب ہوئی ہے۔“ اس نے شوخی سے جواب دیا۔ ”اسے دوبارہ دیکھنے کی حسرت ہے۔“

محی الدین نواب کے قلم سے محبت کے موضوع پر دلچسپ کتاب
محبت کا عذاب
قیمت 125 روپے

"کیا تو نے خود کبھی اس سے ملنے کی جستجو نہیں کی؟"

"نہیں۔ میں نے یہ جرأت نہیں کی۔"

"کیا تو جانتی ہے کہ اس کا پسندیدہ مقام کون سا ہے؟"

"نہیں میں کچھ نہیں جانتی۔" اس نے اداسی سے کہا۔

"کیا تجھے معلوم ہے کہ تو کون ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"کیا تجھے موت کی خواہش ہے؟"

"موت کیا چیز ہوتی ہے؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"گہری اور ابدی نیند۔" میں نے سرد آہیں بھر کے کہا۔ "وہ ہر قدم پر اپنی عظمت کے نقش قائم کرتا رہتا ہے۔"

میں ان کے درمیان سے مغلوب ہو کے اٹھ بیٹھا اور عمارت کے باہر آ گیا اور میں نے کڑی دھوپ میں اپنا جسم بانس کی طرح سیدھا کر لیا۔ میرے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے اور جڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور تمام تر توجہ اسی کی طرف مرکوز کر دی۔ جارا کا کا میری نظروں میں اس کا چہرہ سمایا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت نوجوان کا چہرہ۔ میں نے ہر حرکت مفقود کر دی۔ شروع میں مجھے احساس ہوا کہ نازنینوں کا ایک گروہ میرے قریب منڈلا رہا ہے اور اٹکھیلیاں کر رہا ہے وہ میرا جسم نوچ رہی تھیں اور ان کی زبانیں میرے بازوؤں میں پیوست ہوئی جاتی تھیں۔ میں نے حرکت نہیں کی پھر کسی نے میرے شانے پر عصا مارا اور مجھے ہوش میں آنے کی تاکید کی۔ میں نے اس کی بھی پروا نہیں کی۔ میں جانتا تھا کہ یہ وہی بوڑھا ہے جس نے اس مقام پر مشروب حیات کے چشمے کی طرف میری رہنمائی کی تھی۔ آہستہ آہستہ میں گردوپیش سے ہر قسم کا رابطہ ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور جیسے جیسے میری سماعت مفقود ہوتی گئی، میرے اندر روشنیاں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ مجھے کوئی سدھ بدھ نہیں رہی۔ کون آیا؟ کس نے خوں خوار چیونٹیاں میرے جسم پر پھینک دیں؟ کس نے جسم میں سوراخ کیے؟ کس نے میرے نزدیک آگ جلائی؟ میرا جسم کس کس کا نشانہ بنا؟ مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ یہ بے شمار ریاضت، ریاضتوں کے ایک طویل سفر کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے اور کوئی بھی اس میں کامیاب ہو سکتا ہے جب اس کے دل میں میری طرح شوق کا شعلہ دہک رہا ہو اور وہ اتنا پک گیا ہو اور اس میں اس قدر شدت پیدا ہو گئی ہو جس کی مثال میں خود تھا۔ جیسے جیسے میں اپنے اندر منتقل ہوتا گیا، میرے باطن کے دریچے کھلتے گئے اور سرشاری تھی کہ بڑھتی گئی۔ آگہی کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے، میں اس غرور میں بہت آگے نکل گیا کہ مجھے کوئی طاقت اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکی۔ کوئی عام ساحر اس ریاضت میں مستغرق نہیں تھا، یہ وہ شخص تھا جس کا درجہ جارا کا کا کے بعد سب سے بلند تھا اور جس نے یہ عزم کر لیا تھا کہ وہ اب واپس نہیں جائے گا۔ یہیں سر پھوڑے گا۔

پتہ نہیں کب؟ شاید مہینوں بعد میرے منجمد ہاتھوں میں حرکت پیدا ہوئی کیونکہ اب میں اپنے ارتکاز پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا۔ میرے اندر ایک کھولن، ایک بے چینی پیدا ہوئی اور میرے ہاتھ خود بخود ڈھلک گئے۔ میں نے ایک عرصے بعد آنکھیں کھولیں تو کسی طرف کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی

تھی، صرف میں ایک بدلا ہوا شخص تھا۔ میں نے اپنا اکڑا ہوا جسم ہلانے اور آگے بڑھانے کی جلدی کی تو ناکام ہو گیا اور فرش پر گر گیا۔ بوڑھا شخص اور جارا کاکا کے علاقے کی نوخیز لڑکیاں قریب ہی کھڑی تھیں، انہوں نے مجھے تھام لیا اور سہارا دے کے اٹھایا۔ میں نے خود کو بہکی ہوئی حالت میں ان کے سپرد کر دیا۔ وہ مجھے اپنے کاندھوں پر اٹھا کے ایک عمارت میں لے گئیں۔ اندر جا کے انہوں نے میرے جسم کی مالش کی اور حلق میں کوئی تیز کسیلا قسم کا مشروب ٹپکایا۔ کچھ دیر بعد میں اپنے اعضا کو حرکت دینے کے قابل ہو گیا۔ "سن بوڑھے!" میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے بوڑھے کو نقاہت سے مخاطب کیا۔ "مقدس جارا کاکا سے کہنا، اس کے غلام جابر نے اس کی عظمت کی مزید دلیلیں سنی ہیں، اسے میرا احترام، میری عقیدت پہنچا دینا اور کہنا، وہ بھی میری طرح تنہا ہے۔ مجھ سے اچھا دوست اسے کہیں نہیں ملے گا۔ سن رہا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

بوڑھے کی آنکھوں میں جنبش نہیں ہوئی بلکہ وہ خاموشی سے رخصت ہو گیا۔ ادھر لڑکیوں کیلئے میں عجوبہ حیرت بنا ہوا تھا۔ وہ میرا جسم ٹٹول ٹٹول کے دیکھ رہی تھیں جس میں تیزی سے زندگی کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ میں ان کے زانوؤں پر دراز تھا اور ان کی تپش سے اپنے اندر حرارت منتقل کر رہا تھا۔ انہوں نے میرے بال سنوارے اور میرے جسم سے کثافتیں صاف کیں۔ مجھے اپنے اضطراب پر قابو پانے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔

آہ! آگہی کی طمانیت اور اس کا جبر! آگہی کا آشوب۔ میں نے اپنی اس طویل سرگزشت میں بارہا ہزار ہا قیاس آرائیاں کی تھیں، اپنے تو بہ تو مشاہدات ہی سے نتائج اخذ کیے تھے جو ایک منطقی طریقہ کار ہے مگر میں نے کبھی اتنا شدید ارتکاز نہیں کیا تھا۔ کبھی میں اتنا یکسو اور مستغرق نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا، کبھی میں اس قدر بے حال، منتشر اور حواس باختہ بھی نہیں ہوا تھا۔ جو نتائج میں نے پہلے اخذ کیے تھے، وہ اب سے بہت مختلف نہیں تھے۔ جارا کاکا میرے ارتکاز کی حیرت انگیز مشق کے بعد بھی ایک عظیم ساحر تھا۔ میں نے اس کی بیخ کنی کے لیے یہ طریقہ کار اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ اتنا آسان کام بھی نہیں تھا۔ میرا مقصد تو اپنے ذہن کے اندھیرے دور کرنا اور یہ معلوم کرنا تھا کہ کون کرشمہ ساز ان کمالات کا خالق ہے؟ کون سی دیوار درمیان میں حائل ہے؟ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا، میری اندر کی آنکھوں نے، اس نے حیرتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ آگہی کا جبر آگہی کی طمانیت سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ میں جارا کاکا کو تلاش کر کے اور اسے اپنی اطاعت کا کلی یقین دلا کے اس سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو جاتا۔ میں اس تنہا شخص کا بہترین دوست بھی بن سکتا تھا، اس محروم اور مجبور شخص کا۔ میں نے اس کا درد اپنے قلب میں محسوس کیا تھا۔ یا شاید اسی نے میری آنکھیں کھولنے کے لیے یہ اہتمام کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میری طلب میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ اس بار میں مصمم عزم کر کے آیا ہوں کہ میں اس کے علاقے سے واپس نہیں جاؤں گا اور اس کی ہر سزا قبول کر لوں گا۔ ممکن ہے، اس نے اسی لیے مجھے نہ چھیڑا ہو۔ اس نے چھیڑنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر میں گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

میں بہ عجلت تمام سرنگا کے پاس پہنچ کے اس سے اہم مشورے کرنے کا خواہش مند تھا۔ مراقبے کے فوراً بعد یہاں سے جانا جارا کاکا کو مشکوک کر سکتا تھا۔ میرے بے تاب قدم رک گئے، فراغت کے یہ لمحے گزارنے مشکل ہو گئے۔ میں دوبارہ اپنا جسم کارآمد بنا کے باہر وسیع سبزہ زار میں آ گیا جہاں جارا کاکا نے اپنے لیے ایک جنت تخلیق کی تھی اور خوب صورت تتلیاں ادھر ادھر اڑی پھرتی تھیں۔ میں انہیں کہاں تک پکڑتا؟ تھک گیا۔ صبح و شام میرا کام یہی رہ گیا کہ جارا کاکا کو مخاطب کیا کروں۔ اسے اپنی عقیدت کا یقین دلاتا رہوں اور اقابلا کے ضمن میں اپنی شدتیں منتقل

کرتا رہوں۔ اس خانہ پری کے بعد، میں نے خانقاہ میں جانے کی ٹھانی۔ اب مجھے جارا کا کا سے معانقہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن جب میں دیوزاد نیولے کی دم تک پہنچا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، راستہ مسدود تھا۔ میں نے دوسری سمتوں سے جانا چاہا اور مجھ پر جلد ہی یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ جارا کا کا نے میرے باہر جانے کے تمام راستے اوجھل کر دیے ہیں اور اب میں اس کے طلسمی پنجرے میں قید ہو چکا ہوں میرے سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسی صورت میں مجھے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟ میں نے وحشت میں مختلف راستوں سے نکل جانا چاہا لیکن میں ایک بے بس پرندے کی طرح پھڑ پھڑاتا رہا۔ دیوتا جارا کا کا کے سامنے ساحرانہ شعبدے بازی کر کے کچھ حاصل ہونے کی امید بھی نہیں تھی اور میرے لیے یہ مناسب بھی نہیں تھا کہ میں براہِ راست اس سے کسی قسم کے تصادم کا خطرہ مول لوں مگر جارا کا کا آخر اس سطحی حربے پر کیوں اتر آیا؟ جب کہ تاریک براعظم کے چپے چپے پر اس کا سحر قائم ہے۔ اس بات کی تہہ تک پہنچنا کوئی ایسا مشکل نہیں تھا۔ جالوش کی خانقاہ کی طرح یہ جارا کا کا کا مخصوص علاقہ تھا۔ اس کا دارالحکومت جہاں وہ قیام کرتا تھا اور جہاں کی زمین پر اس نے کچھ زیادہ ہی توجہ صرف کی تھی تا کہ وہ کسی بھی بیرونی آفت سے محفوظ رہے۔ وہ سرنگا کی دیوی کو اپنی طرف راغب کرنے یا اس پر غلبہ پانے کی ہر کوشش میں ناکام ہو گیا تھا۔ اب وہ مجھے یرغمال بنا کے اسے اپنے مخصوص علاقے میں کھینچنا چاہتا تھا تا کہ اس کے باہر نکلنے کا کوئی امکان نہ رہے۔

میں نے اس طرح تو سوچا بھی نہیں تھا۔ اب مجھے یہ سلسلہ ملانے میں کوئی قباحت نہیں تھی کہ جارا کا کا سرنگا کی دیوی کے حصول میں کیوں اتنا مضطرب ہے؟ شروع میں وہ مجھے متعدد مشاغل میں الجھائے تماشا دیکھتا رہا۔ جب میں نے ساحری میں سب سے اونچا مقام حاصل کر لیا تو اسے میرے بارے میں تشویش ہوئی۔ ادھر اس عرصے میں مجھ پر دیوی کی مہربانیاں بھی پہلے سے سوا ہو گئی تھیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں دیوی یہاں آنے کی غلطی نہ کر بیٹھے۔ جارا کا کا کو یقین ہوگا کہ وہ مجھے نجات دلانے یہاں ضرور آئے گی۔ اس کے لیے وہ مجھے زمانوں تک قید رکھ سکتا تھا۔ اس نے میرے گرد اپنے حسنِ تدبیر کا ایک خوبصورت جال بن دیا تھا۔ اب مجھی کو دیوی کی آمد سے پہلے اپنی نجات کا انتظام کرنا تھا۔ کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں جارا کا کا کو اپنی عقیدت کا یقین دلاتا رہوں، دانش مندی یہ تھی کہ جلد سے جلد یہاں سے رہا ہو جاؤں۔ جارا کا کا میری طرف سے مطمئن ہو کے سرنگا پر وار کرنے سے نہیں چوکے گا۔ میں عمارتیں مسمار کر سکتا تھا، نہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر سکتا تھا، اپنے غضب کا اظہار، جارا کا کا کے علاقے میں، میری ہر تدبیر میرے لیے اور مشکلیں کھڑی کر دیتی۔

کئی دن، کئی بے کیف دن بیت گئے۔ کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ میں نے اس طاقت سے بھی منہ موڑ لیا جو میری آسودگی جاں کے لیے جارا کا کا نے بھیجا تھا، ہاتھ پیر کٹ گئے تھے۔ میرے پر قینچ کر دیے گئے تھے۔ اب میرا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ میں جارا کا کا کے طلسمی تو اور دیکھا کروں اور کسی ایسی جگہ جا پہنچوں، جہاں جارا کا کا کی ساحری کا تمام خزانہ چھپا ہو۔ پھر میں اسے آگ لگا دوں۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ یہ کیسی عجیب خوش فہمی تھی۔ آدمی مصیبتوں میں کیا کیا خوش خیالیاں کرتا ہے، چند روز کی تگ و دو کے بعد میں ایک ایسے ایوان میں جا پہنچا جہاں طلسمی تو اور کا انبار تھا۔ شیشے کے ایک جار پر بطور خاص میری نظر ٹک گئی۔ اس میں خون بھرا ہوا تھا۔ میں اسے غور سے دیکھتا اور اس کی ساحرانہ صفات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے انگرومائیں گورے کے سکھائے ہوئے ایک مشکل عمل کا اعادہ کیا جو اس نے ہر بیکا کی سمت کا تعین کرنے کے لیے کیا تھا۔ میں نے کئی چراغ روشن

کیے اور دیواروں پر لگی ہوئی کھوپڑیاں جلانی شروع کیں۔ ایوان میں یکایک درندوں کی خوف ناک آوازیں گونجنے لگیں۔ میں نے یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جب تک تمام کھوپڑیاں راکھ کا ڈھیر نہ بن گئیں۔ یہ راکھ میں نے خون میں ملا دی اور خون اچھی طرح بالا کے جار منہ سے لگا لیا۔ چند گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد، میں نے اپنی نس کاٹ کر اپنا خون بھی اس خون میں شامل کیا اور اسے جارا کا کا نعرہ لگا کے ایک سمت بہا دیا۔ خون تیزی سے ایک طرف بہنے لگا۔ میں اس لکیر کا تعاقب کرتا ہوا جنوبی حصے تک پہنچ گیا۔ جیسے جیسے خون آگے بڑھتا جاتا تھا میری حالت متغیر ہوتی جاتی تھی۔ جسم میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ خون کی لکیر تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور میرے ہاتھ پاؤں پھولے جاتے تھے۔ جہاں جہاں سے یہ لکیر گزرتی تھی، وہاں کی زمین سیاہ ہو جاتی تھی۔ شاید اسے خبر ہو گئی، اچانک جیسے کسی نے خون کی لکیر تیزے سے قطع کر دی۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا اور اچھل پڑا۔ میرے سامنے ایک دیو قامت، دیو ہیکل شخص کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر شاہانہ جلال، ہاتھ لانبے اور بال دراز تھے۔ میں اسے دیکھ کے دم بخود رہ گیا۔ چند ثانیوں کے لیے تو میرے اوسان معطل ہو گئے۔ "مقدس جارا کا کا!" میں نے بھرائی آواز میں کہا۔ "یہ میں ہوں۔ تیری طرح کا ایک شخص۔ تجھے میری ضرورت ہے، میں تجھ سے ہر قسم کا وعدہ کرنے کو تیار ہوں۔" نہ جانے کس طرح یہ لفظ میری زبان سے ادا ہوئے۔ ان میں کوئی ترتیب، فصاحت اور دل کشی نہیں تھی۔ جیسے کسی بچے نے اپنی توتلی زبان میں انہیں ادا کیا ہو۔ "میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے گھبرا کے کہا۔ "بس مجھے اپنے قریب کر لے۔"

اس کی آنکھوں کی سرخی اور گہری ہو گئی۔ اس کا کیا دبدبہ تھا۔ میں نظریں نہیں ملا سکا۔ میرے شخصی غرور کا شیشہ پہلے ہی ان مصائب نے چکنا چور کر دیا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کے رہے سہے حواس بھی خطا ہونے لگے، پھر مصلحت بھی یہی تھی کہ میں خود کو اس کے روبرو ایک کمزور اور کم تر شخص کی حیثیت سے پیش کروں، کسی طور اس کی کدورت مٹاؤں۔ اس نے خشونت آمیز بے پروائی سے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ پھر مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں میرے سینے میں اتر گئیں۔ میں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ جیسے اس نے میری چوری پکڑ لی ہو۔ دوسرے لمحے وہ مجھے تڑپتا، بلکتا اور زمین سے سر پھوڑتا چھوڑ کے کہیں خلاؤں میں گم ہو گیا۔ وہ یقیناً مجھے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ شاید میری گستاخ آنکھیں پھوڑنے، شاید میرے چہرے پر آبلے ڈالنے، مجھے مفلوج کرنے کی خواہش رکھتا تھا لیکن وہ کسی مصلحت کے پیش نظر خاموش رہا۔ مجھے اس کی مصلحت کا کسی قدر اندازہ تھا۔ اپنے رد عمل کو کوئی گزند پہنچا کے اسے دیوی سے محروم ہونے کا خدشہ تھا۔ وہ اپنی قامت، وجاہت، رعب اور جلال کی ایک جھلک دکھا کے جیسی شان سے آیا، اسی تمکنت سے رخصت ہو گیا۔

اور میں دیواروں، عمارتوں میں کسی دیوانے کی طرح مارا مارا پھرتا رہا۔ میری تمام فضیلتیں دھری رہ گئیں اور صبر و ضبط، اداسی اور ویرانی کی ساعتیں مجھے اندر سے کھوکھلا کرتی رہیں۔ میں بار بار اپنے راستے کی طرف جاتا اور ناکام ہو کے واپس آ جاتا۔ مجھے دیوی کے آنے کی امید تھی اور میں دیوی کے نہ آنے کی آرزو میں کرتا تھا، کبھی نفرت میں حملہ کرنے کے لیے اٹھتا، غیظ و غضب میں چیختا اور اپنے بال نوچ کے، اپنے منہ پر طمانچے مار کے خاموش ہو جاتا۔ یہ دیوانگی اتنی بڑھی کہ میں ایک ویران گوشے میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گیا اور میں نے ہر طرح اپنے آپ سے رشتہ منقطع کر لیا۔

http://kitaabghar.com

اگر سرنگا کی دیوی جاراکاکا کے اس مخصوص طلسمی علاقے میں آنے کی جرأت نہ کرتی تو میں یوں ہی ایند تا اور سر ڈالے پڑا رہتا۔ مجھے اس کی آمد کی اطلاع اس وقت ہوئی جب حسبِ معمول یہاں ہر طرف ایک شور گونجا اور زمین سے آگ ابلنے لگی اور آسمان کی چھت پر چنگاریاں اڑتی نظر آئیں۔ یہ دیوی کی آمد کا غلغلہ تھا۔ جاراکاکا ہی اس تپاک سے اس کا خیر مقدم کر سکتا تھا۔ میرے تن مردہ میں کسی نے بجلی بھر دی۔ یہ ہوش ربا منظر دیکھنے کے لیے میں اپنی کمین گاہ سے جھپٹ کر باہر نکلا۔ جاراکاکا کے پورے علاقے میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا لیکن ابھی ایک ساعت گزری تھی کہ پھر یہی فشار برپا ہوا، زمین سے آسمان کی طرف چنگاریاں لپکیں، روحوں نے گرجتے بادلوں کی طرح اڑنا شروع کر دیا اور وقفوں کے بعد بار بار اسی طرح کا قیامت خیز شور انتشار رہا۔ میں نے سرنگا کی دیوی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ اسے یہاں آنے سے باز رکھ سکوں لیکن میری ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ اس دن دیوی نے جاراکاکا کو کئی بار پریشان کیا۔ ہر بار مستعد روحیں ہمارے علاقے میں پھیل گئیں۔ ہر بار گہری خاموشی چھا گئی۔ ابھی تک دیوی کی جانب سے مجھے کوئی اشارہ نہیں ملا تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی کی طرح یہ خوں ریز طلسمی مناظر دیکھتا رہا۔ میری ذرا سی لغزش دیوی کے لیے مشکلیں پیدا کر سکتی تھی۔ دونوں شکستوں سے دوچار تھے۔ دیوی مجھے نجات دلانے میں اور جاراکاکا اس پر قبضہ جمانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ دیوی کے بار بار آنے کا مقصد یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ جاراکاکا کو پریشان کر کے کسی رعایت کی امید کرتی ہو۔ مسلسل ناکامی کے بعد جاراکاکا اپنے جادوئی حربوں میں یقیناً ترمیم کر سکتا تھا۔ میرے حواس خبط ہو گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں یہاں ان بلاؤں کے درمیان دیوی کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟

دوسرے دن بھی یہی آنکھ مچولی جاری رہی، اس بار دیوی نے اپنی سمت تبدیل کر دی۔ نتیجتاً روحوں کی یلغار بھی اس سمت ہو گئی۔ جدھر دیوی موجود تھی۔ میں بھی ان روحوں میں شامل ہو گیا اور میں نے پیچھے سے آواز لگائی ”سرنگا کی محترم دیوی! یہ مذاق بند کر دے اور جاراکاکا کے لیے التفات پر آمادہ ہو جا۔ جاراکاکا تیرا دوست ہے۔ میں بھی اس کا حامی ہوں، آ نیچے آ جا۔ یہاں تیرا شایانِ شان خیر مقدم کیا جائے گا۔ میں تجھے ایک بہترین سلوک کا یقین دلاتا ہوں۔“

میری آواز پر روحوں کی چیخ و پکار اچانک بند ہو گئی۔ غالباً جاراکاکا کی بھی یہی خواہش تھی کہ میں دیوی سے اس طرح کا کوئی خطاب کروں۔ جواب دینے کے بجائے دیوی ایک سمت مڑ گئی۔ میں نے بھی روحوں کے جلو میں بھاگتے ہوئے اس کا تعاقب کیا۔ میں جب بھی اس سے خطاب کرتا، روحیں خاموش ہو جاتیں۔ جاراکاکا نے اپنے طلسمی عملیات میں بھی کمی کر دی تھی۔ یہ ایک خوش گوار علامت تھی کہ وہ دیو قامت ساحر دیوی سے مفاہمت پر آمادہ نظر آتا ہے۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ سرنگا کی باتوں میں کتنا وزن تھا۔ وہ دیوی کو کیوں عزیز رکھتا تھا۔ اس نے غار میں مقید ہو کے ایک طویل ریاضت کیوں کی۔ میں نے سرنگا کی دیوی کے سلسلے میں بڑے نادر کلمات ادا کیے تھے۔ ممنونیت سے میری نظریں اس طرف اٹھ گئیں جدھر اس کے موجود ہونے کا گمان تھا۔ دیوی اب وقفے وقفے سے یکسر معدوم و مفقود ہونے کے بجائے ادھر ادھر متحرک رہی تھی لیکن اس کی سمت واضح طور پر ایک ہی تھی۔ میں اسے جاراکاکا کی عظمت کا احساس دلاتا اور مفاہمت کے لیے فریاد کرتا جاتا تھا، وہ ایک آن کے لیے ٹھہرتی اور دوسری آن اگلی عمارت پر نظر آتی۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ بے تاب مجمع دیوانگی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں بھی انہی لوگوں کے درمیان

تھا۔ پھر اچانک وہ ایک اونچی عمارت کے فلک بوس گنبد پر اتر گئی۔ وہ ایک طرف ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ جیسے ہی مجسم شکل میں وہاں نمودار ہوئی، گنبد کے قریب تیز آگ بھڑک اٹھی، روحیں وہاں سے بلبلاتی ہوئی بھاگیں۔ میں اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ دیوی نے اپنی سمت پھر بدل دی تھی، چنانچہ روحوں کا ہجوم پھر اس کی طرف بھاگنے لگا لیکن میں ہجوم کے ساتھ جانے کے بجائے اس جانب تیزی سے دوڑنے لگا جہاں دیوی نے اشارہ کیا تھا۔ جارا کاکا کے علاقے میں بڑی بے ترتیبی پائی جاتی تھی، کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ دیوی تماشا دکھا رہی تھی۔ انگروما کے سحر خانے سے مجھے بھی وہی نکال کے لائی تھی۔ وہ وہاں میری ڈھال بن گئی تھی۔ یہاں جارا کاکا مقابل میں تھا، سو وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہی تھی۔ اس کے پیش نظر ایک ہی بات تھی کہ وہ کسی طور مجھے اس طلسمی پنجرے سے باہر نکال لے اور اس عرصے میں جارا کاکا کو اپنی ہی جانب مائل رکھے اور اسے چند لمحوں کے لیے مجھ سے بے نیاز کر دے۔ اس نے بار بار سمتیں بدل کے جارا کاکا کے لیے متذبذب صورت پیدا کر دی تھی۔

میرا دوسرا قدم جالموش کی خانقاہ کے اندر تھا۔ مجھے دیوانوں کی حالت میں دیکھ کے شوطار، اشار، نرماز، ایشام، قارنیل، اسنالا اور سمورال سکتے میں رہ گئے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑا اور فی الفور توری جانے کا ارادہ کیا۔ جالموش کی مسند حاصل کرنے کے بعد فاصلے میرے ارادوں کے تابع ہو گئے تھے۔ چند لمحوں بعد میں جزیرہ توری کے ساحل پر موجود تھا جیسے درمیان میں کوئی سمندر نہ ہو۔ میں اندھیرے کی اوٹ سے نکلا۔ جب دوسری طرف آیا تو وہ جزیرہ توری تھا۔ ساحل پر حسب توقع سرنگا سمندر کی جانب منہ کیے بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ میری آہٹ پا کے اس کی آنکھیں مسرت سے جگمگانے لگیں اور وہ بے اختیار میرے گلے لگ گیا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔

اس نے گریز نہیں کیا، میں اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ ہم دونوں اس غار میں آ گئے جہاں سرنگا بیٹھ کے ریاض کرتا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے غار محصور کر دیا۔ یہ جارا کاکا کا مخصوص علاقہ نہیں تھا جہاں اس کے سحر کو برتری حاصل تھی۔ ہر طرف سے مطمئن ہو کے میں نے وفور جذبات میں سرنگا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''میرے محترم سرنگا! میرے محسن سرنگا! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں......''

سرنگا نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔ ''آہ جابر! کیا تم یہی کہنے آئے ہو؟'' وہ ناراضی سے بولا۔

''مجھے کہنے دو۔'' میں نے اس کے دونوں ہاتھ سینے سے لگا لیے۔

''اس سے زیادہ اہم باتیں بھی تمہارے پاس موجود ہیں، مجھے بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟''

میں نے کسی تکلف کے بغیر اسے شروع سے آخر تک سب کچھ بتا دیا، جو کچھ میں نے قیاس کیا اور جو کچھ میں نے جارا کاکا کے علاقے میں ریاضت کے دوران میں اپنی چشم باطن سے دیکھا، میں نے وہ ڈوری سرنگا کے ہاتھ میں تھما دی جو صدیوں تک پھیلی ہوئی تھی اور جس کا سرا میں نے اپنی دانست میں پکڑ لیا تھا۔ سرنگا کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ تادیر گم رہا اور غار کی دیواریں گھورنے لگا۔

''جابر بن یوسف! میرے لائق بچے!'' اس کی آواز کانپنے لگی۔ ''تو نے ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب سب کچھ اس پر منحصر ہے کہ ہم آئندہ دنوں میں کیسے حسن تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہیں؟''

''تم سچ کہتے ہو۔ میرا فرار جارا کاکا نے نہایت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا ہوگا۔ وہ اشتعال میں آ سکتا ہے۔''

''ہونہہ۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ''ممکن ہے، وہ ایسا نہ کرے، وہ ایک زیرک، متحمل مزاج اور قوی شخص ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں، اب ہم پہلے سے زیادہ خطروں میں گھر گئے ہیں اور تصادم کچھ واضح ہوتا جا رہا ہے۔''

''ہمارے پاس اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ ہم اسے اپنی وفاداری اور کم تری کا یقین دلاتے رہیں۔''

''اپنی برتری کا کیوں نہیں؟'' میں نے جوش میں کہا۔

اس کا بھاری سر ہلنے لگا۔ ''مجھے سوچنے دو۔''

''وہ تا کیے ہم پر یقین کرے گا سرنگا؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

سرنگا گہری فکر میں ڈوب گیا۔ میں نے بھی اسے نہیں چھیڑا کیونکہ مجھے اس کی فکر صائب ہونے کا اعتماد ہو چکا تھا۔ ہمارے لیے یہ آزاد لمحے بڑے سنگین نازک اور وحشت ناک تھے۔ دیوی کے حصول میں ناکامی کے بعد جارا کا کا مشتعل ہو جانا قرین امکان تھا۔

''سرنگا!'' میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''طویل مدت کاری ہو سکتی ہے اور ہم ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تھک بھی چکے ہیں۔ مجھے بتاؤ، کیا تم اپنی عظیم دیوی میرے حوالے کر سکتے ہو؟''

وہ چونک پڑا اور میری صورت دیکھنے لگا۔ ''وہ تیرے پاس رہتی ہے، میں سمجھ رہا ہوں تو کیا کہنا چاہتا ہے۔''

''تو پھر میں جا رہا ہوں۔ میں اسے ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا پر پھر سکوت کا دورہ پڑ گیا۔ وہ تذبذب میں تھا اور کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر نظر آ رہا تھا۔ ''تم اس ساحلی چٹان پر چلے جاؤ جہاں ریما جن سے مقابلہ کرتے وقت میں آرام کر رہا تھا اور تم میرے قریب بیٹھے تھے۔''

ہم دونوں نے اشاروں کنایوں میں ہر اندیشے پر غور کیا۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میں سرنگا کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی دلیلوں سے اسے قائل کر لیا اور غار سے باہر نکل آیا۔ باہر آ کے ہم نے جارا کا کا کی حمایت میں اپنے سینوں سے آوازیں نکالیں، جب میں اس سے جدا ہو رہا تھا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے شفقت سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

☆==========☆==========☆

شیطان صاحب

عمران سیریز اور جاسوسی دنیا جیسے بہترین جاسوسی اور سراغرسانی سلسلے کے خالق اور عظیم اردو مصنف ابن صفی کے شریر قلم کی کاٹ دار تحریروں کا انتخاب۔ طنزیہ اور مزاحیہ مضامین پر مشتمل یہ انتخاب یقیناً آپ کو پسند آئے گا۔ شیطان صاحب کو کتاب گھر پر **طنز و مزاح** سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

میرا رخ اقابلا کے قصر کی طرف تھا۔ اقابلا۔ اقابلا۔ اقابلا حسن کا شجر، زمین کا چاند، نور کا بدن، رنگوں کی تجسیم، لالہ رخساراں، بت طناز، زہرہ جمال، شاہ شمشاد قداں، خسرو شیریں دہناں، سمن بر، زریں کمر، کج کلاہ، مژگان دراز، آہو چشم، میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں کہا۔ تاریک براعظم میں اس کے التفات سے بڑی مہم میرے لیے کوئی نہیں تھی۔ اب اس مہم کا سب سے نازک مرحلہ آ گیا تھا، میں ایک بار پھر کشاں کشاں اس کے قصر کی طرف جا رہا تھا۔ اس بار دل کا عجب عالم تھا، دل اپنی جگہ نہیں تھا بلکہ آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔ رفتار بے توازن تھی۔ جسم دہک رہا تھا۔ سوچا پہلے اوسان درست کر لوں، میں نے قصر کے بڑے دروازے پر دستک بھی نہیں دی، اسے عبور کر کے سیدھا اس کی ماہ وش کنیزوں کے حلقوں میں جا پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کے متبسم ہوئیں۔ کون یہاں جالوش کے جانشین جابر بن یوسف کے راستے میں مزاحم ہو سکتا تھا؟ وہ ایک جانب سکڑتی اور مجھے راستہ دیتی گئیں۔ میں جھل مل کرتی روشنیوں، رنگ برنگے بادلوں، منقش ستونوں، نغمہ ریز ایوانوں سے گزرتا ہوا اس کی خلوت خاص میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ میرا قیاس تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے کسی تاخیر کے بغیر عبادت گاہ کا رخ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے عبادت گاہ ہی کو اپنی مستقل جولاں گاہ بنا لیا ہو۔ جاراکا کے مجسمے پر نظر پڑتے ہی میں نے عقیدت واحترام کی رسمیں ادا کیں۔ ''مقدس جاراکا!'' میں نے اپنی آواز بلند کی تو وہ اپنے خواب سے بیدار ہوئی۔ ''میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔'' میں نے خشوع سے کہا۔

وہ میری اچانک آمد سے کچھ گھبرا سی گئی۔ جسم پر پھولوں کی جو چادر اس نے پہن رکھی تھی، اس میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ میں نے مشتاق نگاہوں سے اسے جواب دیا۔ ''اقابلا، مقدس اقابلا! آ میری بات سن، اب کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ ریما جن کا سر تیری خدمت میں پہنچ چکا ہے اور میں تیرے اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے آیا ہوں۔''

وہ کسی شاخ کی طرح لہرائی اور اس نے جاراکا کے مجسمے کی طرف نظر کی۔ پھر اس نے میری حسرت آمیز نگاہیں دیکھیں اور چھلکتی ہوئی اپنی جگہ سے حرکت کی۔ میں وہیں ٹھہر گیا تا کہ وہ سکون سے اپنی مسند پر جلوہ نشیں ہو جائے اور اس کے ہاں میرے سلسلے میں ایک آمادگی پیدا ہو جائے۔ وہ آہستہ خرامی کے ساتھ عبادت گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اس کی جگہ لے لی، یہاں اس کے بدن کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ پر نشہ طاری ہونے لگا اور میں نے سرشاری سے جاراکا کو مخاطب کیا۔ ''میں تجھ سے اپنی رفاقت کے اظہار کے طور پر اور تیری قربت کے لیے اور تیرا جانشین بننے کے لیے اپنے تمام ہتھیار تیرے سامنے رکھ دوں گا لیکن ایک بار مجھے اسے خوب جی بھر کے دیکھ لینے دے۔'' یہ کہہ کر میں نے مجسمے کے ہاتھ چومے اور بے تابانہ عبادت گاہ سے نکل آیا۔ کوئی اس شخص سے پوچھے جو ایک مدت بعد اپنے مقصود سے ہم کنار ہونے جا رہا ہو، جسے چند قدم چلنے کے بعد وصال کا یقین ہو، جس کا انتظار بس لمحوں کا رہ گیا ہو، ایسے عالم میں دل اچھلنے لگتا ہے، چیونٹیاں سی رینگنے لگتی ہیں، برقی لہریں جسم سنسنا دیتی ہیں۔ آج تو کیفیت ہی تمام دنوں سے مختلف تھی۔ پہلے مرحلے پر اس کی طرف سے تائیدی اشارے ملے تھے۔ اگر وہ چاہتی تو عبادت گاہ میں محصور رہتی اور میں چیختا چلاتا رہ جاتا مگر اس کا بدن ازل کا پیاسا تھا اور میری آنکھوں میں شوق کا ایک سمندر موج زن تھا۔

خلوت میں وہ اپنی سابق نشست کے بجائے ایک سفید چوکی پر بیٹھی نظر آئی۔ اس کے زرنگار چہرے پر غیر معمولی حزن اور سوگواری تھی۔ میں نے وہ ایوان وصال اپنے طلسم سے محصور نہیں کیا۔ اس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میرے رگ و پے میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ آج وہ کچھ زیادہ

اداس تھی، کچھ دل گرفتہ، دل شکستہ سی۔ مجھے اس سے کچھ کہنے کے لیے اپنے آپ کو سمیٹنے میں مشکل پیش آئی۔ میں اس کا جمال سرتاپا دیکھتا رہا۔ اتنے غور اور انہماک سے کہ وہ قرار سے نہ بیٹھ سکی، پہلو بدلنے لگی۔ تر و تازہ، معطر، شاداب، گلاب کی ادھ کھلی کلی، نازک سی، میں اس کی تصویر قلب میں اتارتا رہا تھا، بس زندگی کا حاصل یہی ہے کہ وہ اسی طرح بیٹھی رہے اور میں اسی طرح اس کے گلستان کا نظارہ کرتا رہوں۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔

''میں پھر آ گیا ہوں۔'' میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''مجھ سے تیرا فراق برداشت نہیں ہوتا۔''

وہ کسمسانے لگی۔ میں نے اپنے سینے سے نکلتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اب تو چاہے فیصلہ کر دے۔ میری زبان کاٹ دے یا آنکھیں معدوم کر دے۔ میں اپنے اصرار سے باز نہیں آؤں گا کیونکہ میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ یقین کر کوئی نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ تیرے لیے اس کی طلب مجھ سے زیادہ شدید ہے۔ میں نہ کوئی ساحر ہوں، نہ کوئی مقتدر شخص۔ مجھے ان سے علیحدہ اور بالا سمجھ! بس مجھے تیرا اقتدار مطلوب ہے، تیری مسند، تیرا جلوہ، تیرا وصال۔ تو میری مجبوری ہے۔ میں نے جو کچھ کیا، تیرے لیے کیا۔ بتا، اب تجھے کیا گریز ہے؟'' میرے لہجے میں شدید کرب تھا۔ ''میرے صدق میں اب کون سی آلودگی رہ گئی ہے؟''

وہ مچلنے لگی، اس نے شدت سے اپنی گردن جھٹکی اور میرا سلگتا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔ میرا جی چاہا کہ آگے بڑھ کے اسے دبوچ لوں۔ اس سے پہلے میں نے اس کے سامنے اپنی بے قراریوں کا حال بیان کرنے میں اظہار کی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ کوتاہی کیا، مجھے خوف رہتا تھا کہ کہیں یہ منظر بدل نہ جائے اور وقت نہ ملے وہ برہم نہ ہو جائے اور میں اپنا احوال کہنے سے رہ جاؤں سو میں دیوانے پن سے عجلت میں نہ جانے کس کس طرح اسے اپنے جذبے منتقل کرتا تھا لیکن آج دل و دماغ کا موسم بدلا ہوا تھا، مجھے اس کی محرومیوں کا عرفان اور اس کے امتناع کا سبب معلوم ہو گیا تھا۔ آج میرے پاس وقت ہی وقت تھا۔ مجھے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو جگانا تھا۔ اگر میں اپنی آگ پر قابو پانے کا جبر نہ کرتا، جیسا کہ میں نے پہلے کیا تھا، گو اس کے ہاں مزید امتناع ہونے اور اس کے شعوری ہونے کا احتمال تھا۔ اس کے دل پر زنگ لگ گیا تھا۔ یہ زنگ مجھے صاف کرنا تھا، میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اس کا لوہا تپانے، اس کا پتھر توڑنے، اس کی برف پگھلانے، اس کے اعصاب جھنجوڑنے اور اس کا خوابیدہ بدن بیدار کرنے کے لئے ایک مشکل عمل سے گزرنا پڑے گا۔ چاہے اس مہم کی تسخیر میں کتنے ہی دن، کتنی ہی صدیاں کیوں نہ صرف ہو جائیں، تاریک براعظم میں میری پہلی اور آخری منزل وہی تھی۔ اس نے گزشتہ مرتبہ بڑی مبہم باتیں کی تھیں۔ کہا تھا کہ مجھے کسی ویرانے میں بیٹھ کے گرد و پیش کے متعلق غور کرنا چاہیے کیونکہ ابھی مطلع پوری طرح صاف نہیں ہوا ہے۔ باقی رہا جن کا سر قلم کر کے میں نے ایک دیوار کاٹ دی تھی اور دیوی؟ سرنگا کی عظیم دیوی جو جارا کا کا کو بہت پسند تھی۔ اب میں اس کے بارے میں اسے نوید سنانے آیا تھا اس کے سوا مجھ سوختہ جاں کے پاس کوئی راہ نہیں تھی۔ جارا کا کا کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں اقابلا کے قصر میں موجود ہوں۔ اس کا بت بھی میری نظروں میں کھبا ہوا تھا۔ آگے ایک طوفان امڈ رہا تھا، میرا دل ڈوب رہا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تو نے سچ کہا تھا، پہلے میں ایک بہت بڑا جاہل تھا، کچھ نہیں جانتا تھا۔''

اس نے اپنی گردن کو جنبش دی تو اس کی عنبریں زلفیں بے ترتیب ہو گئیں۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا وہاں اس کی سانسوں کی فرحت بخش ہوا چل رہی تھی۔ میں نے وہ معطر اور تازہ ہوا اپنے سینے میں بھر لی۔ ''میں تیری زبانی اپنے بارے میں کچھ سننے کا منتظر ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی آواز کی موسیقی خلوت میں بکھر گئی اور وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''کہہ دے، جو کہنا چاہتی ہے، کہہ دے۔'' میں نے اضطراب سے کہا۔ ''کیا اب بھی تو یوں ہی خاموش رہے گی؟ مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشے گی؟''

''اوہ'' اس نے کرب سے اپنی گردن نیچی کر لی۔ اس کا چہرہ چھپ گیا۔

میں فرش پر اس کے مرمریں پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے ان پر اپنی پلکیں بچھا دیں۔ میرے آنسوؤں سے وہ گیلے ہو گئے۔ میں اپنے ہی آنسو چاٹتا رہا۔ نمکین، بے مزہ آنسو۔ میں اپنا ہی درد پیتا رہا۔ ''کب تک؟ زمانے بیت گئے۔ آخر کب تک تو اپنے آپ پر ستم کرتی رہے گی؟ ایک بار جرأت کر لے۔ یہ سلطنت، یہ اقتدار، یہ قصر، یہ شبستان، یہ خوب صورت کنیزیں، یہ بادل۔ آ میں تجھے ایک اور جنت کی سیر کراؤں۔''

''جابر بن یوسف!'' اس نے مضطرب ہو کے میرے بالوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''ہاں۔ میری جان! میں سچ کہتا ہوں۔'' میں نے اس کے نازک ہاتھ تھام کے کہا۔ ''میرے پاس تیرے لیے بہت کچھ ہے، وہ گداز جو تجھے درکار ہے، وہ آتش جس کی تجھے ضرورت ہے۔''

وہ کچھ نہیں بولی، میں بھی خاموش ہو گیا۔ دیر تک ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں نے آج اس کے بدن کے پھول بھی وحشت سے نہیں نوچے۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے گالوں پر رکھ لیے اور میرے پاس جتنا درد تھا، وہ میں نے خرچ کر دیا۔ میرے پاس جتنے آنسو تھے، وہ میں نے بہا دیے، میرے پاس جتنے لفظ تھے وہ میں نے ادا کر دیے۔ میں اسے اپنی روداد سناتا اور تکرار کرتا رہا۔ کہاں کہاں میں نے اسے یاد کیا؟ اس کے لیے کیسے معرکے سر کیے؟ میں نے اپنی جلتی راتوں اور دنوں کی سرگزشت سنائی حالانکہ میں پہلے بھی اسے سنا چکا تھا۔ میں نے اپنے اظہار کی تجدید کی کہ وہی میری زندگی کا مال ہے مجھے اس کے بعد زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ میرا بیان توجہ سے سنتی رہی اور اس کی آنکھوں سے شرارے اٹھنے لگے۔ ''بس بس۔'' پچھلی بار اپنے نام کے سوا اس کی زبان سے میں نے یہ لفظ سنے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کہ اس کے نطق نے زحمت کلام کی ہے، میرے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ میں اس کے پاس مسند پر بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ اسے آغوش میں لینے کے لیے مچلنے لگے لیکن میں نے انہیں اپنے شعور کی زنجیر پہنا دی۔

''جاناں!'' میری مرتعش آواز ابھری۔ ''میں تو ختم ہو جاؤں گا۔ میں تو تیری آگ میں جل جاؤں گا، یہی کہنے کے لیے آیا ہوں۔ میرے بعد تو مجھے یاد رکھے گی اور صدیاں بیت جائیں گی۔ تیرا پارۂ شباب اسی طرح ترح تار رہے گا، تو مجھے بہت یاد رکھے گی۔''

''جابر بن یوسف!'' اس کے ہاتھوں میں سختی آ گئی۔ اس نے میرا چہرہ بے قراری سے تھام لیا۔

''میں کچھ نہیں چاہتا، مجھے صرف تیری نگاہ کا گداز چاہیے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا شباب کتنی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے اور تیرا فیصلہ نہیں ہے مجھے سب معلوم ہے، میں نے تجھ سے کہا تھا، تو مجھے اپنے غلاموں میں شمار کر لے، میں نے کہا تھا، تو مجھے اس مسند میں تبدیل کر دے جس پر تو فروکش ہوتی ہے، تو مجھے ایک پھول کی شکل دے دے جو تو اپنے آپ پر سجاتی ہے، تو مجھے ساغر بنا دے جو کہ تو اپنے ہونٹوں سے لگاتی ہے۔ تو مجھے وہ

ساز بنا دے جسے تو اپنی تنہائیاں کاٹنے کے لئے بجاتی ہے۔ میں تو تیری ایک آزاد نگاہ کا جویا ہوں جو صرف میرے لیے ہو اور اس کے لیے میں نے تیری ہر آزمائش کی تکمیل کی ہے۔ مجھے یہ یقین دے دے کہ میری طلب بے اثر نہیں ہے۔"

"تیری طلب بے اثر نہیں۔" اس نے لرزتی آواز میں تکرار کی۔ "تیری طلب بے اثر نہیں۔"

"ہے۔ مجھے معلوم ہے، ہے۔" میں نے بے چینی سے کہا۔ "میرے بیان میں کوئی خامی ہے، میری طلب تیری مصلحتوں سے زیادہ شدید نہیں ہے تو ایک شہزادی ہے، اس سلطنت کی سربراہ، تو ایک ساحرہ ہے، تیرا حسن ایک اعجاز ہے، تو دنیا کا سب سے نادر عجوبہ ہے مگر تجھے خود پر اختیار نہیں ہے، تیرے حسن کی شراب یوں ہی اپنے شیشے میں بند رہے گی۔ تو اپنے ہی لطف سے ناآشنا ہے، تو اپنی ہی جان کے لیے عذاب ہے۔ تیرا اقتدار، تیری غلامی ہے، تیرا حسن تیری تنہائی ہے۔ تو ایک خوب صورت متحرک پتھر کا مجسمہ ہے۔ بتا، کب تک تو اپنے آپ سے دور رہے گی؟ خوف زدہ، بے قرار؟"

اس نے میرے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ دیں۔ اس کے ہاں پہلے سے کہیں زیادہ حلاوت نظر آ رہی تھی، بظاہر اس ایوان میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا لیکن ظاہر ہے، ہم دونوں کی آوازیں نادیدہ سماعتوں تک پہنچ رہی تھیں۔ میرے لیے یہ مشکل تھا کہ میں اپنے بیان کا ایسا بلیغ اظہار کروں جو ایک طرف اقابلا کے سینے میں شگاف پیدا کر دے، دوسری طرف جارا کاکا کا قلب مضطرب آسودہ رکھے۔ اقابلا پہلے بھی میری جنوں کاریوں میں اپنا شعور کھو چکی تھی اور میری آواز کی خواب ناک فضا میں تحلیل ہو گئی تھی۔ اس کے ہاں زمانوں سے ایک سپردگی تھی، زمانوں سے ایک انکار تھا۔ میں اس کے انکار و امتناع پر غالب آ چکا تھا لیکن ایک مرتبہ جالوش نے آ کے اسے چونکا دیا، دوسری مرتبہ ریما جن نے تو ری پر یلغار کر دی تھی۔ اب بھی یہی امکان تھا۔ میں جارا کاکا کے علاقے سے اشتعال انگیز انداز میں فرار ہو گیا تھا اور سرنگا کی دیوی نے اسے ایک بار پھر شکست دے دی تھی۔ ادھر اقابلا کا انفعال برقرار رکھنا، ادھر جارا کاکا کو یقین دلانا کہ آنے والے لمحے دیوی کو اس کے قریب کر رہے ہیں، مکمل شعور اور حسن بیان کے نظم کا متقاضی تھا۔ مجھے احساس تھا کہ جارا کاکا میرے جذباتی رویے اور میرا سرکش مزاج ضرور پیش نظر رکھتا ہوگا۔ اسے یاد ہوگا کہ میں نے اقابلا کا مجسمہ نہایت فراخ دلی سے اس کی کنیز کے حوالے کر دیا تھا، میں اور کچھ بھی کر سکتا ہوں، میرے دعوے بہت جارحانہ اور اطوار سرکشانہ تھے، مجھے اعتماد تھا کہ وہ اقابلا کے سامنے میرے جذباتی بیانات آخری حد تک برداشت کرے گا، اس عرصے میں اگر جارا کاکا کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھا کے میں اقابلا کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی صدیوں کی دھند دور کرنے اور وہ آگ فروزاں رکھنے میں کامیاب ہو گیا جو میں دھیمے دھیمے اس کے نہاں خانے میں لگا رہا تھا تو فیصلے میرے حق میں ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کے لیے جو میری طرح کسی سے اس حد تک مغلوب و مسحور ہوا اور اس کا مطلوب قریب ہی بیٹھا ہو اور انتظار بسیار کے بعد اس کا وصال نصیب ہو، وہ کہاں نظم و ضبط رکھ سکتا ہے۔ مجھے اس ہوش کا ستم بھی سہنا پڑا۔ عقل کا پاسبان اس خلوت میں بھی مجھے ٹوکتا رہا۔

میری وارفتگی شیفتگی ہلکی موسیقی کی طرح آہستہ آہستہ اس کے حواس و اعصاب پر چھاتی رہی۔

"اقابلا۔ میری صورت دیکھ اور میرا حوصلہ بیدار کر۔" میں نے اپنا سر اس کے بازو سے رگڑتے ہوئے کہا۔

''تو شکستوں کے درپے ہے۔'' وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

''ہونے دے۔ تیری روح کو قرار آ جائے گا۔ ہم سب برباد ہونے کے لئے ہیں، ایک لمحہ سکوں کئی قرنوں پر محیط ہوتا ہے۔''

''تو کیسی باتیں کرتا ہے؟''

''میں سچ کہتا ہوں اور تو سچ کی شناخت سے محروم ہوگئی ہے۔ تو نے اپنے آپ کو ایک بے مثال فریب دیا ہے۔''

''جا، مجھے تنہا چھوڑ دے۔'' اس نے وحشت سے کہا۔

''میں چلا جاؤں گا اور پھر تجھے کبھی اپنی صورت نہیں دکھاؤں گا۔ میں سمندر میں غرق ہو جاؤں گا۔'' میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔

''یہاں تمام فیصلے جاراکا کا کرتا ہے، ہر چیز اس کی امانت ہے، ہر ذرہ اس کا مفتوح ہے۔'' اس کی آواز دکھ سے بھری ہوئی تھی۔

''میں جانتا ہوں، عظیم جاراکا اس سرزمین کا مختار ہے۔ میں اس سے تجھے مانگ لوں گا لیکن اس سے پہلے میں تیرا یقین چاہتا ہوں۔ اسے خوش کرنے کے لیے میرے پاس ایک خوب صورت تحفہ ہے۔ مجھے یقین ہے، اس کے بعد وہ تیرے حسن کی سلطنت مجھے بخش دے گا۔''

''تیرے پاس کون سا تحفہ ہے؟'' اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''میرے پاس ایک پُراسرار ہندی عورت ہے جو اصل میں میرے بوڑھے دوست سرنگا کی ملکیت ہے۔ اس سرزمین میں ایسا کوئی طلسمی جوہر نہیں، جیسی وہ ہے۔ مجھے معلوم ہے، جاراکا اسے اپنے پاس رکھنے کا خواہش مند ہے۔ اس عورت نے تیرے لیے سر کیے جانے والے معرکوں میں میری بڑی مدد کی ہے۔ میرا بوڑھا دوست سرنگا ہمیشہ مجھ پر مہربان رہا ہے۔ یقیناً وہ میرے اصرار اور درخواست پر اپنی دیوی مجھے بخش دے گا اور میں تجھے اور تو جاراکا کو، اگر اس سرزمین سحر و اسرار کی نادیدہ طاقتیں اس کی موجودگی ایک رکاوٹ سمجھتی ہیں تو میں یہ رکاوٹ ہمیشہ کے لیے انہیں سونپ کر سارا فساد ختم کر دوں گا۔''

''اوہ، جابر بن یوسف!'' اس کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی، جیسے پھول کھل اٹھے ہوں، جیسے جل ترنگ بج اٹھے ہوں مگر دوسرے ہی لمحے وہ فکر میں ڈوب گئی اور اس کی آنکھوں میں چمک معدوم ہوگئی۔ ''اور اگر پھر بھی تجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو؟'' اس نے اداسی سے پوچھا۔

مجھے اس کے مفہوم کی تہہ تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ دیوی سپرد کرنے کے بعد بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ اس کا یہ اشارہ مجھ سے احساس رفاقت کا آئینہ دار تھا، وہ مجھے ایک اندیشے سے باخبر رکھنا چاہتی تھی چونکہ وہ کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی۔ گویا اس نے اپنا وتیرہ بدل لیا تھا۔ ''میں نے اس سرزمین میں پناہ حاصل کی ہے۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔ ''اور خود کو یہاں کا معیاری شخص بنانے اور تیرے قریب بیٹھنے کا اہل ثابت کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے، میں تیرے لیے جیتا ہوں، اس کی کرشمہ ساز ہندی عورت میں بڑی خوبیاں ہیں مگر تو نے گزشتہ ملاقات میں اس کے لیے اپنی دبی ہوئی خواہش کا اظہار کیا تھا، مجھے اپنے دوست سرنگا کو آمادہ کرنے میں دیر لگ گئی، اگر اس کا تعلق مجھ سے ہوتا تو میں اسے تیری خدمت میں پیش کرنے میں تاخیر نہ کرتا۔ میں تو تیری خوشنودی کے لئے جیتا ہوں، اس کے بعد کچھ بھی ہو، اس کی پروا کون کرتا ہے؟ میں نے کہا نا کہ میں تو تیرا اعتماد چاہتا ہوں۔''

تو میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟" اس کی لہجے میں سپردگی تھی۔

جس کے لیے میں نے بہت سوچا تھا، بہت خواب دیکھے تھے، وہ نازک بدن مجھ سے اس قدر قریب تھی اور اپنے شیریں لبوں کو میرے لیے زحمت دے رہی تھی۔ اس کا سوال بے شمار معنی رکھتا تھا، میں نے جانا کہ وہ آج مجھ پر مائل بہ کرم ہے۔ "میں تو یہ جانتا ہوں۔" میں نے لڑکھڑاتی آواز میں جواب دیا۔ "کہ تو دنیا کی سب سے خوب صورت عمارت ہے، میں تیرے محل کے غلاموں کی جگہ چاہتا ہوں۔ میں نے اب تک تجھے جاننے اور خود کو شناخت کرانے کے لیے یہ سفر طے کیا ہے، میں جالوش بنا، طاقت میں یہاں کا سب سے اعلیٰ شخص قرار پایا، ساحری میں کمال پیدا کیا۔ جارا کاکا کے بعد، جو ایک دیوتا ہے، کون ہے جو مجھ سے زیادہ تجھے جانتا ہو؟"

"جابر بن یوسف!" وہ کھل کے بولی اور پھر خاموش ہو گئی۔

"بس ایک بار۔ ہاں ایک بار۔ ایک بار تو میرے لیے اپنا سینہ کشادہ کر دے۔ میں تیری طویل صدیوں کی چند ساعتیں اپنے لیے وقف کرنا چاہتا ہوں، چند گھڑیوں کے لیے اپنے گداز کا اعزاز عطا کر دے۔"

"آہ۔" وہ منتشر ہو گئی۔ "جابر بن یوسف! میں تو تیرے پاس موجود ہوں۔"

"تو میرے پاس کہاں ہے؟ تو تو اپنے پاس بھی نہیں ہے، تو اس حبس کی عادی ہو گئی ہے، یہ زنداں تجھے راس آ گیا ہے۔ شاید میں تجھے قائل نہیں کر پاؤں گا۔" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

پھر میں نے اس سے کچھ نہیں کہا کیونکہ میری نگاہوں نے بولنا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم تھا، اس کے ہاں ایک شدید کشمکش ہو رہی ہے۔ میں نے اپنے آتشیں رویوں سے اسے اور انتشار سے دوچار کر دیا وہ بکھرنے لگی، وہ گم صم بیٹھی رہی اور میری خاموشی سنتی رہی۔ وہ خاموشی جس کی زبان تمام دنیا میں سمجھی جاتی ہے۔ اس نوخیز کلی کا عالم وہی تھا جو کلی کا چٹکنے کے وقت ہوتا ہے۔ گلابی رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

میں نے کسی عجلت اور وحشت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ بے قرار ہونے لگی، کبھی اس پہلو، کبھی اس پہلو، آنکھوں میں ڈورے سے پڑ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا سارا بدن شراب میں ڈوب گیا ہو۔ جب اس کی آنکھوں میں شبنم نظر آنے لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس کی انگلی پکڑ کے کہیں دور لے جا سکتا ہوں تو میں نے مسند سے اتر کے اعتماد سے ہاتھ بڑھا دیا، اس نے مجھے مایوس نہیں کیا، ایک شان دل ربائی سے میری پذیرائی کی اور اپنا مرمریں ہاتھ میرے سپرد کر دیا، میں نے اسے ہولے سے کھینچ لیا کہ کہیں اسے ٹھیس نہ لگ جائے، اس کا آبگینہ نہ ٹوٹ جائے۔ وہ اٹھی تو جیسے ساری کائنات اٹھ گئی۔ میں اس کا ہاتھ تھامے تھامے ڈگمگاتے قدموں سے خلوت سے باہر آیا۔ "کہاں؟" اس نے نشیلی آواز میں پوچھا۔

"کہیں بھی۔ جہاں میں چاہوں۔" میں نے سرشاری سے کہا۔ "ذرا اس ایوان سے باہر نکل کے دیکھ اور تازہ ہوا اور روشنی میں چل کے دیکھ، انکار نہ کر، عرصے سے تیرے پہلو بہ پہلو سفر کرنے کی حسرت ہے۔ میں اپنے دوست سرنگا کو دکھاؤں گا اور اس سے کہوں گا، دیکھو، یہ ہے میری جدوجہد کا حاصل۔ وہ تجھے میرے ساتھ دیکھے گا تو حیرت زدہ رہ جائے گا۔ وہاں وہ پراسرار عورت بھی ہے۔ جسے میں تیری خدمت میں پیش کروں گا۔ بس، اب انکار نہ کر۔"

http://kitaabghar.com

وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں، میں نے اسے اور قریب کر لیا۔ وہ کچھ لرزنے سی لگی، پھر وہ کمال اشتیاق سے میرے ساتھ آگے قدم بڑھانے لگی، میں بتا نہیں سکتا کہ اس وقت میں کیا محسوس کر رہا تھا۔

میں اسے اس سحرزدہ، حبس زدہ قصر سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اقابلا میرے ساتھ تھی اور میں ہواؤں کے دوش پر سوار تھا، تاریک براعظم کی ملکہ، پھولوں کی ملکہ۔ خراماں خراماں' معطر معطر۔ چند لمحوں بعد ہم گھنے جنگل میں پہنچ گئے۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تیرے پیر زخمی ہو جائیں گے، آ میں تجھے اٹھالوں۔''

اس نے سرشاری سے منع کر دیا اور میرے بازوؤں سے چپک کے خاردار زمین میں بہکے ہوئے قدموں سے چلتی رہی۔ کون تھا جو ہمارے قریب آنے کی جرأت کرتا؟ کسی کی مجال تھی جو ہمارے راستے میں خزاں بکھیرتا؟ اس کا بدن ڈولنے لگا تھا اور تمکنت و وقار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، اس حالت میں وہ اور دل کش ہو گئی تھی۔ ہم چاہتے تو ساحری کے زور سے تاریک براعظم کے آخری کناروں تک لمحوں میں پہنچ جاتے لیکن میں نے دانستہ اسے کانٹوں پر چلنے پہ مجبور کیا، اس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ ہم دونوں یار شرابی تھے۔ اتنی پی تھی کہ چھلک گئے تھے، اتنے دنوں بعد پی تھی کہ ہوش ہی نہ رہا تھا۔

میں نے سوچا اب جارا کا جو بھی سزا تجویز کرے تو کیلے ڈنکوں والے حشرات الارض کے انبار میں ڈال دے، کچھ بھی کرے، اب کسی بات کی پروا نہیں ہے۔

ہم دونوں جب ساحل پر پہنچے تو ایک دوسرے میں گم ہوئے جاتے تھے۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا، سرنگا اس چٹان کی اوٹ سے باہر آ رہا تھا، جہاں میں نے اور جالوش نے انگروما کے باغیوں کا مقابلہ کیا تھا، یہاں آ کے میری بے تابیاں بڑھ گئیں۔ سرنگا ہمیں دیکھ کے اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ میں نے بلند آواز میں اقابلا سے کہا۔ ''یہ ہے میرا محسن، میرا ابوز ھادوست سرنگا۔ اسی کے پاس وہ طلسمی عورت ہے۔'' سرنگا احترام سے زمین بوس ہو گیا۔

''اے عظیم ملکہ، مقدس اقابلا! اس زمین پر جو کچھ ہے، وہ تیرا ہے، ہمیں بس تیری امان چاہیے۔'' سرنگا نے مودبانہ کہا۔

سرنگا کے قریب ایک لمحے کے لیے اس کی دیوی مجسم شکل میں نمودار ہوئی اور اقابلا کی طرف مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی اوجھل ہو گئی۔ اقابلا نے اسے تجسس اور اشتیاق سے دیکھا مگر دوسرے ہی ثانیے اس کے بدن میں لرزش ہونے لگی اور آنکھیں خوں بار ہو گئیں۔ اس نے وحشت سے اپنا ہاتھ ہلایا، میں نے دیکھا کہ ہمارے چاروں طرف نادیدہ روحوں کا حصار تیزی سے تنگ ہو رہا ہے۔ وہ اقابلا کے اشارے پر دور ہو گیا۔ ''تو دیکھتا ہے؟'' اس نے مجھ سے سرگوشی میں کہا۔

میں اس کا مقصد سمجھ گیا، وہ مجھے دیوی کی فراخ دلانہ پیش کش کے بارے میں نظرثانی کا کنایہ کر رہی تھی۔ ''میں دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے مستی میں کہا۔ ''لیکن تیرے ساتھ ایک رنگین ساعت کے صلے میں مجھے ہر سزا قبول ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میں اسے تیزی سے اس چٹان پرلے آیا جو سرنگا نے اپنی دیوی کی سحرکار قوت سے پہلے ہی محصور کر دی تھی۔ ''تمام اندیشے سامنے بیٹھے ہوئے سمندر میں جھونک دے اور یہاں میرے پہلو میں آرام کر۔''

''جابر بن یوسف!'' وہ اضطراب آمیز سراسیمگی سے بولی۔ ''تو شاید بہک رہا ہے۔ اپنے آپ کو اتنی دور مت لے جا۔ جاراکا کی طاقت بڑی ہے۔''

''میں جانتا ہوں لیکن میری طلب اس سے بھی بڑی ہے۔ تو اب آزادی سے گفتگو کر سکتی ہے۔ میں نے تجھ سے گزارش کی تھی کہ اپنی عمر کے طویل حصے میں سے صرف چند گھڑیاں میرے لیے وقف کر دے۔ بھول جا کہ تو کون ہے۔ تیرا منصب کیا ہے اور یہ اصرار کیا، میں۔ کیا مجھے سب کچھ دوبارہ کہنے کی ضرورت ہے؟'' میں نے اپنے نوادر گلے سے کھینچ کے زمین پر پھینک دیے۔ اس وقت اگر آسمان سے بجلی گر جاتی یا زمین پر زلزلہ آ جاتا تو میں اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔

''کیا میں اب بھی تیرے لیے اجنبی ہوں دور کا آدمی، کیا کوئی اور تیری نظر میں ہے جو مجھ سے زیادہ تیرا طلب گار ہے؟ پھر تجھے یہ گریز کیوں ہے؟ یاد رکھ، اگر تو نے یہ گھڑیاں گنوا دیں تو ہمیشہ کے لیے تشنگی تیرا نصیب ہوگی۔ پھر کوئی تیرے دل پر دستک نہیں دے گا۔ نہ جاراکا تیرے قریب آئے گا اور نہ کسی کو آنے دے گا تو تڑپتی اور ترستی رہے گی۔ اس سے پہلے کہ جاراکا کو یہ لمحے منتشر کرنے کا موقع مل جائے مجھے پہچان کہ میں کون ہوں۔ میں تیرا جابر ہوں، میں تیری نجات ہوں، دیوتاؤں نے تیرے لیے مجھے اس زمین پر بھیجا ہے کہ تیری پیاسی روح کو میں قرار بخشوں۔''

''جابر بن یوسف! آہ...... آہ...... آہ'' وہ آہیں بھرنے لگی۔ ''یہ ممکن نہیں ہے۔''

اسی اثنا میں کہیں دور فلک شگاف چیخیں گونجیں، ایسی دردناک اتنی پُرسوز کہ کلیجے شق ہو جائیں۔ اقابلا کی حالت غیر ہو گئی تھی۔ اس کی پتلیاں ساحل کی طرف تک گئیں جہاں ہر سمت روحیں بین کر رہی تھیں، انہوں نے ہمیں متنبہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ جاراکا ہم پر یلغار کرنے میں جتا ہوا ہے گا کیونکہ اقابلا میرے جسم سے پیوست تھی اور میں جالوش کا جانشین تھا اور دیوی ابھی آزاد فضاؤں میں گھوم رہی تھی۔ اقابلا تڑپ رہی تھی۔

اب کہیں پناہ نہیں تھی۔ یہ بہت سنگین اور نازک وقت تھا۔ عظیم جاراکا کا غضب میں آ کے سب کچھ تہہ و بالا کرنے کا ارادہ بھی کر سکتا تھا۔ اس لیے میں اقابلا کو بہت دور لے جانا چاہتا تھا، اتنی دور جہاں سے وہ واپس نہ آ سکے۔ اور میں اسے ساحلوں تک لے آیا تھا، میں اسے بہت دور لے آیا تھا، میں نے ایسی شراب پلانی شروع کی تھی کہ اس کا ہوش میں آنا مشکل تھا۔ وہ بتدریج اپنے حواس کھو رہی تھی۔ وہ پگھلی تو ایسی پگھلی، ٹوٹی تو ایسی ٹوٹی کہ ہمہ جاں و ہمہ دل ہو گئی۔ کبھی کسی نے کسی سے اس طرح بکھر کے اظہار نہ کیا ہوگا۔

ادھر ماتم بپا تھا۔ چٹان کے قریب دور تک ساحل پر آگ فروزاں تھی، الاماں ایسا بین ہو رہا تھا، ایسا شور تھا۔ جس سے سماعتیں ہلاک ہو جائیں، آدمی ٹوٹ جائیں۔ اقابلا نے وزدیدگی سے مجھے دیکھا اور سسکتے ہوئے کہا۔ ''دیکھ، کیسا حشر بپا ہے۔''

''ہم سے زیادہ شدید نہیں۔'' میں نے سرمستی میں کہا۔ ''کیا ہوا اگر اس نے ہمیں غارت کر دیا، پھر کوئی شکوہ تو نہیں رہے گا۔ جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دے اور مجھ سے پیوست ہو جا، اپنی سماعت صرف میرے دل کی دھڑکنوں تک مرکوز دے اور اپنی بصارت صرف مجھ تک محدود کر لے اور اطراف میں جو تماشا ہو رہا ہے، اسے بھول جا، دیر ہو گئی تو سارے خواب منہدم ہو جائیں گے۔''

ابھی میں نے یہ کہا تھا کہ سمتیں گرجنے لگیں اور سمندر کی لہریں بے قابو ہو گئیں جیسے طوفان آنے والا ہو، ہر سو گرج اور چمک تھی، ادھر بھی

طوفان آ گیا تھا، پھر اقابلا نے کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ کہنے اور سننے کی منزل سے گزر گئی تھی۔ میں نے اس سے اس کا اختیار چھین لیا تھا، میں نے اس کے کان میں ایسے نغمے گھولے تھے جو اس نے آج تک نہیں سنے تھے۔ میں اسے ایک جنت میں لے گیا تھا جہاں وہ کبھی نہیں گئی تھی۔ قریب ہی کہیں تیز شور اٹھا۔ حشر کا سا شور اور چٹان کے گرد شعلے رقص کرنے لگے۔ زمین تڑپنے لگی۔ میرے بازو اس کی طرف لپکے اور اس کی چاندنی میں میرا جسم نہا گیا۔ میں نے اس کا گلستان اپنے سینے میں پوری طرح محفوظ و محصور کر لیا۔ وہ چیخنے لگی۔ پھر اسے اور مجھے کچھ سنائی اور دکھائی نہیں دیا، کچھ یاد نہیں رہا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ اس گھڑی گہرے سیاہ بادلوں نے چٹان پر یورش کر دی تھی اور ہر سمت آہ و بکا جاری تھی اور ہم دونوں ہوش کھو بیٹھے تھے۔

☆==========☆==========☆

عمیرہ احمد کا نیا ناول



علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور

پاکستان کی نامور ناول نگار
عمیرہ احمد کا نیا ناول
من و سلویٰ
شائع ہو گیا ہے
قیمت: -/550 روپے

پاکستان کے مقبول ترین کالم نگار
جاوید چودھری کے کالموں پر مشتمل کتاب
زیرو پوائنٹ 3، 4
شائع ہو گئی ہے
قیمت: -/600 روپے

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

مشتاق بک کارنر | کتاب گھر | اشرف بک ایجنسی | ویلکم بک پورٹ

علم و عرفان پبلشرز
34- اردو بازار، لاہور
فون: 7352332-7232336

کسی نے زور زور سے میرے بازو جھنجوڑے، میں نے بدقت سے آنکھیں کھولیں تو بوڑھا سرنگا میرے سرہانے کھڑا تھا اور سارا منظر بدلا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا، یہ کوئی اجنبی زمین تھی مگر وہی چٹان جہاں میں اقابلا کے ساتھ موجود تھا۔ تاحد نظر ایک خشک صحرا نظر آ رہا تھا۔ نہ کوئی درخت، نہ سایہ۔ مجھے گمان ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ کوئی بھیانک خواب۔ جسم ٹوٹ رہا تھا اور لگتا ہیں وحشت سی پڑ گئی تھیں۔ "تم کوئی خواب نہیں دیکھ رہے ہو، جابر بن یوسف!" سرنگا کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری۔

"وہ کہاں ہے؟" میں نے چاروں طرف بے تابی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ جزیرہ توری ہے، بحر واسرار کی زمین۔ اب وہ کہاں جس کی تمہیں تلاش ہے؟ ہوش میں آؤ سیدی جابر!" سرنگا کی آواز میں لرزش تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟" میں نے اس کے شانے پکڑتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں میرے بچے۔ سب ختم ہو گیا۔ سارا طلسم ٹوٹ گیا، ہر شے فنا ہو گئی، وہ عالی شان قصر، وہ طلسمی نوادر، وہ ماہ جبیں اقابلا، اس کی خوب صورت کنیزیں، وہ غلام، وہ عبادت گاہیں۔ اب یہاں لق و دق صحرا ہے۔ ایک بے آب و گیاہ جزیرہ۔ ایک چھوٹا سا جزیرہ جو تاریک براعظم کہلاتا تھا اور جہاں ایک عظیم سلطنت قائم تھی۔"

"یہ سب کیا ہو گیا؟" میں نے وحشت سے چیخ کر کہا۔ "میں جانتا تھا کہ یہ سب ممکن ہے مگر اتنی جلد، اتنی تیزی سے۔ وہ بھی ختم ہو گئی؟ وہ بھی اسی طلسم خانے کا ایک حصہ تھی، جب سب راکھ ہوئے تو وہ بھی راکھ ہو گئی۔"

سرنگا نے میری پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

"وہ یہیں تو تھی۔" میری آواز بھرا گئی اور میں اس طرح حسرت سے تکنے لگا جیسے وہ کہیں چھپی بیٹھی ہو۔

"آؤ عزیز جابر! یقین کرو، وہ بھی چلی گئی۔ سب چلے گئے۔ وہ سب معلق تھے، ان کی روحیں اپنے مسکنوں میں چلی گئیں۔ اپنے آپ کو سنبھالو سیدی! ہوش میں آؤ۔ تمہارے ساتھی تمہارے منتظر ہیں۔" سرنگا نے مجھے کھینچتے ہوئے کہا۔

میں وہیں بیٹھ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی خوشبو ابھی وہاں موجود ہے، میں دیوانہ وار زمین سے لپٹ گیا اور بے تحاشا بوسے دینے لگا۔ سرنگا نے مجھے کھینچ کر اٹھایا۔ "دیوانے مت ہو سیدی! میرے بیٹے! میرے بہادر بیٹے! اپنے اوسان بحال کرو۔ ہمیں ایک اور مرحلہ درپیش ہے۔"

"مجھے یہیں چھوڑ دو۔" میں نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے ہذیانی انداز میں کہا۔ "میری قبر یہیں بنا دو۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو، کیا یہ سب غیر متوقع تھا؟ چلو۔" سرنگا نے دبدبے سے کہا اور مجھے دھکیلتا ہوا آگے لے گیا۔ دور ساحل پر کشتی کے چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے آتا دیکھ کے وہ تیزی سے میری طرف بھاگے، وہ مہذب دنیا کے باقی ماندہ لوگ تھے، سریتا، فلورا، فروزین، جولیا، مارشا، شراڈ اور ڈاکٹر جواد۔ سریتا اور فلورا بھاگتی ہوئی میرے سینے سے چمٹ گئیں۔

"جابر! ہم آزاد ہو گئے۔" فلورا نے وفور مسرت سے مجھے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

سریتا میرے شانے سے لگی ہوئی تھی۔ "سیدی!" اس نے دھیرے سے آواز دی، خوشی سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

وہ سب بری طرح مجھ سے لپٹے جا رہے تھے۔ سرنگا نے انہیں ایک جگہ سکون سے بیٹھنے کی تلقین کی۔ ہم سب لہروں کے نزدیک پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ گئے۔ ''یہاں دور دور تک پانی نہیں ہے، نہ کوئی سایہ، نہ وہ کشتی نظر آرہی ہے جس میں ہم یہاں آئے تھے اگر ہمیں جلد ہی کہیں سے کوئی مدد نہ ملی تو ہم سب یہاں بھوکے پیاسے مر جائیں گے ہمیں سب سے زیادہ اس مسئلے پر غور کرنا چاہیے۔'' بوڑھے سرنگا نے اعلان کیا۔

''خدا نے ہماری یہاں تک سعی کی ہے تو باقی انتظام بھی وہی کرے گا۔'' ایرانی دوشیزہ فروزیں نے کہا۔

''میں سوچتی ہوں، ہم ایک ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے، وہ درخت، وہ سبزہ، وہ محلات کہاں غائب ہو گئے؟'' جولیا نے حیرت سے کہا۔

''میری بچی!'' سرنگا نے شفیق لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''ہم سب ایک جہنم میں گرفتار تھے، ایک عذاب سے دوچار تھے۔ اب دعا کرو کہ ہم بہ خیریت اپنے گھروں کو پہنچ جائیں۔''

''یہ سب کیا تھا محترم سرنگا؟'' فروزیں نے معصومیت سے پوچھا۔

''یہ ایک طویل عبرت ناک اور حیرت انگیز کہانی ہے۔ میں سکون سے کسی وقت تمہیں سناؤں گا۔ ہمیں سمندر کی طرف نظر رکھنی چاہیے۔ شاید کوئی بھولا بھٹکا جہاز ادھر آ جائے اور ہم بے سروسامانوں کو ہماری زمینوں پر پہنچا دے۔''

''یقین نہیں آتا کہ ہم بھی اپنے وطن واپس جا سکتے ہیں۔'' شراڈ نے کہا۔ ''سرنگا فرض کرو اگر کوئی جہاز ادھر نہ آیا تو؟''

''ایسی باتیں مت کرو۔'' سرنگا نے اسے جھڑک کے کہا۔ ''ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔''

وہ سب ایک دوسرے کے چہرے دیکھ رہے تھے، بار بار گردوپیش کو حیرت سے دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کی چٹکیاں بھر کے یقین کرتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں، مسرت سے ان کے چہرے کھلے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی ایک موہوم سا خوف بھی ان کی آنکھوں میں موجود تھا، سرنگا صبر و ضبط کی تلقین کرتا جاتا تھا اور اس کی نگاہیں سمندر کے افق پر پھیلی ہوئی تھیں۔ فروزیں کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے تھے۔ صرف میں خاموش تھا۔

''سیدی جابر!'' جولیا نے تیکھی آواز میں کہا۔ ''تم کچھ نہیں بولتے۔ کیا تمہیں یہ صبح نجات طلوع ہونے سے خوشی نہیں ہوئی؟''

''اس سے کچھ مت کہو۔'' سرنگا نے ڈپٹ کر کہا۔

''یقیناً اسے اپنا اقتدار یاد آ رہا ہوگا، وہ ساحر اعظم نہیں رہا۔'' مارشا میرا چہرہ دیکھتے ہوئے بے باکی سے بولی۔

''چپ رہو۔'' سرنگا کی آواز غصے سے لرزنے لگی۔ ''وہ تم سب کا محسن ہے۔ تم لوگوں نے یہ کیسی دل آزار باتیں شروع کر دی ہیں، اس کے بغیر یہ سب ناممکن تھا، اس کا احترام کرو۔'' پھر اس نے میری جانب ہاتھ اٹھا کے ستائشی انداز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف الباقر! میرا لائق فرزند، وہ ذہانت اور شجاعت میں ہم سب سے بلند ہے۔ بھلا اس کے پاس کس چیز کی کمی تھی؟''

میں نے جولیا، مارشا اور شراڈ سے کچھ نہیں کہا۔ میں تو اپنے آپ میں گم بیٹھا رہا، سریتا نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، مجھے اداس دیکھ کے وہ بھی اداس ہو گئی تھی۔ فلورا کا بھی یہی حال تھا۔ وہ دونوں مسلسل کوششیں کر رہی تھیں کہ میں کسی طرح اپنے تاثر کا اظہار کر دوں لیکن مجھ سے کچھ بولا نہیں جاتا تھا۔ ''سیدی!'' سریتا نے میرا ہاتھ دبا کے کہا۔ ''کیا تم ہم سے ناراض ہو؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان سوالوں اور تبصروں سے تنگ آ گیا تھا اور یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ وہ مسلسل بول رہے تھے۔ فلورا نے میرے کاندھے پر سر رکھ دیا تھا۔ ادھر سریتا میری انگلیوں سے رنگ صاف کر رہی تھی۔ وہ بار بار مجھے ٹوکتی تھیں اور خاموش ہو جاتی تھیں۔

''محترم سرنگا! کیوں نہ ہم پانی تلاش کریں، شاید کہیں زمین نرم اور کہیں شراب کا گھڑا محفوظ رہ گیا ہو یا ہمیں کھانے پینے کا سامان نظر آ جائے۔'' شہزادے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''بیٹھ جاؤ شہزادے!'' سرنگا کی سرد آواز ابھری۔ ''یہاں اب تمہیں گرم زمین اور ریت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اپنی طاقت بحال رکھو۔''

''کاش ہمیں پہلے سے علم ہوتا تو ہم کچھ شراب، پانی اور غذائیں زمین میں دفن کر دیتے۔'' مارشا مایوسی سے بولی۔

''کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا۔'' سرنگا معنی خیز انداز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف اور میں جانتے تھے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے مگر ہم اپنے ساتھ کوئی چیز محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔''

''محترم سرنگا! اب کوئی خطرہ تو درپیش نہیں ہے؟'' فروزیں نے خوف سے کہا۔ ''مجھے اس زمین سے ڈر لگتا ہے۔''

''اب یہ ایک بنجر زمین ہے۔ اب یہاں صرف ہم رہ گئے ہیں میری بچی!'' سرنگا نے فروزیں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو سمندر بڑھ رہا ہے۔ ممکن ہے ہمیں اس بلند چٹان پر پناہ لینی پڑے۔''

''یہ کیا اسرار تھے محترم سرنگا؟'' فروزیں نے ہیبت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ داستان۔'' سرنگا نے گہری سانس لے کے کہا۔ ''بڑی انوکھی ہے میرے بچو! میں تم سب کی تسلی کے لئے اسے سناتا ہوں، تم سب ذرا جابر کے پاس بیٹھ جاؤ، اسے تمہارے التفات کی ضرورت ہے۔'' وہ سب میرے اطراف بیٹھ گئے اور تجسس سے سرنگا کا چہرہ دیکھنے لگے۔ سرنگا نے کہنا شروع کیا۔ ''معلوم تاریخ سے کہیں پہلے سرزمین یونان میں ایک بڑا جادوگر رہتا تھا جس کا نام نارما تھا، نارما کو دیوتا کا درجہ حاصل تھا اور وہ ایک طرح سے بے تاج بادشاہ تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، جاراکا کا۔ جسے اس نے اپنی تمام فضیلتیں سونپ دی تھیں۔ ساحری میں وہ اپنے باپ کا ہم سر ہو گیا تھا لیکن وہ اتنا خود سر اور سرکش تھا کہ بستیوں کے لیے مصیبت بن گیا۔ جاراکا کا اقابلا نامی ایک حسین و جمیل شہزادی کے دام الفت میں ایسا گرفتار ہوا کہ اس نے اپنے باپ سے بغاوت کر دی، نارما نے اسے منع کیا تھا کہ وہ شہزادی اقابلا سے دور رہے کیونکہ نارما بادشاہ امارلیس کا خاص رفیق تھا اور اس نے شاہی خاندان کو بلاؤں سے نجات دلانے کے لئے اپنی امان میں لے رکھا تھا جیسا کہ پہلے زمانوں میں دستور تھا، یہ ایک عہد تھا جو بادشاہ اور ساحر نارما کے درمیان تھا۔ ممکن ہے نارما خود اقابلا کا دعوے دار ہو، جب جاراکا کا کی سرشوریاں حد سے گزرنے لگیں اور وہ اقابلا کی طلب سے باز نہیں آیا تو نارما نے جاراکا کا کو ہمیشہ کے لئے اقابلا سے محروم کر دینے کا ایک اذیت ناک طریقہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے ایک غیر معمولی سحر سے اقابلا کا بدن مقفل کر دیا تاکہ جب بھی اس کی دوشیزگی ختم کر دینے کی کوشش کی جائے تو جاراکا کا کا سارا سحر، ساری طاقت ختم ہو جائے۔ تم نے شاید سنا ہو کہ ساحروں کی طاقت کسی کل یا کسی شے سے وابستہ یا اس میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس طرح نارما نے جاراکا کا کو ہمیشہ کے لیے اذیت میں مبتلا کر دیا۔ نارما ایک بڑا ساحر تھا، وہ یہ کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ اب جاراکا کا کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی محبوب اقابلا کو کہیں محفوظ کر دے،

http://kitaabghar.com

چنانچہ اس نے اسے شاہی محل سے اغوا کر کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا۔ پھر اس نے اپنی ساحری کی طاقت بڑھانی شروع کی اور آب حیات کا چشمہ تلاش کر کے اپنی اور اقابلا کی زندگی جاوداں بنا دی۔ وہ اقابلا کو لے کے ایک ویران جزیرے میں چلا آیا لیکن وہ اپنے باپ کا سحر توڑنے میں ناکام رہا۔ اس نے کڑی ریاضتیں کیں سخت آزمائشوں سے گزرا، اس نے ساحری میں کمال پیدا کیا، بے شمار مدارج طے کیے اور اس قابل ہو گیا کہ نادیدہ روحیں غلام بنالے اور انہیں ان کی سابقہ شکلوں میں واپس لے آئے۔ اس نے ایک چھوٹی سی سلطنت بنائی اور اپنی محبوبہ اقابلا کو اس کی ملکہ بنایا۔ پھر اس نے دنیا کے شاہی محلات اور بستیوں سے حسین وجمیل لڑکیاں اغوا کیں اور انہیں مشروب حیات پلا کے جاوداں کر دیا۔ اس نے قریب کے جزیروں سے سیاہ فام غلام پکڑے اور ان کی نسل کی افزائش کی یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی عمر طبعی سے گزر گئے۔ اس نے عبادت گاہیں اور محلات بنائے پھر اسے اس تماشے میں اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ اس نے ایک ہی زمین کو مختلف جزیروں اور حکومتوں میں تقسیم کر کے مسحور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ وہ ایک عظیم اور ناقابل تسخیر سلطنت کے باشندے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی جزیرہ تھا، اس نے اپنے نائب ساحر پیدا کیے۔ سردار بنائے اور انہیں مختلف جزیروں کی حکومتیں سونپ دیں۔ وہ خود کسی کے سامنے نہیں آیا کیونکہ اس نے خود کو ایک دیوتا کے روپ میں پیش کیا تھا، مختلف جزیروں میں مختلف معاشرے تھے اور یہاں لوگوں کو ترقی کرنے کے مواقع حاصل تھے۔ صدیاں بیت گئیں مگر وہ اقابلا کے لئے ترستا ہی رہا۔ اس نے رقابتیں پیدا کیں اور اپنے ہی لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑوایا۔ اس نے روحوں کی ایک فوج بنائی، ریما جس نے اقابلا کے عشق میں ناکام ہو کے اور بہت سوں نے جالوش کے ظلم وستم سے تنگ آ کے انگروما میں پناہ لے لی تھی۔ جارا کا کا ان کا بھی دیوتا تھا اور دور بیٹھا ہوا اپنی کٹھ پتلیوں کی ڈوریاں کھینچتا اور تماشا دیکھتا رہتا تھا، کسی کو نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کس کی کار فرمائی ہے۔ اقابلا کے حسن کے بہت سے اسیر تھے، یہاں نفرتیں عداوتیں اور رقابتیں تھیں، سب جارا کا کا کے سحر کے اسیر تھے اور اپنی شناختوں سے محروم ہو گئے تھے۔ طلسمی تو اور علوم، جادو گری کے مدارج، کسی کو خبر نہیں تھی کہ جارا کا کا کون ہے؟ غاروں میں ساحر بیٹھے رہتے تھے، ہر طرف ساحری سیکھنے کا زور شور تھا تا کہ وہ جارا کا کا کے بنائے ہوئے سماج میں عزت ومرتبہ حاصل کر سکیں۔

پھر کئی صدیوں سے موجود اس زمین میں ہم بدنصیبوں کا قافلہ آ گیا اور جارا کا کا کو پہلی بار اپنی سلطنت میں ایک حریف طاقت۔" سرنگا نے اپنی سورتی بلند کر کے کہا۔ " نظر آئی۔ جارا کا کا کو مہذب دنیا کے اس قافلے میں غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ ادھر جابر نے کہیں اقابلا کا دیدار کر لیا تھا اور وہ پہلی نظر میں اس کے حسن جہاں سوز کا غلام ہو چکا تھا۔ اقابلا جابر بن یوسف سے متاثر تھی کیونکہ وہ زمانوں سے تشنہ تھی مگر وہ جارا کا کا کے سحر کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔ جارا کا کا کی نگاہ اس پر کڑی تھی۔ اقابلا ہی یہاں ایک ایسی عورت تھی جو کسی سے وابستہ نہیں تھی، جابر نے اقابلا کے حسن کی تحریک پر یہاں کے دستور کے مطابق عذاب ناک مشقتیں کیں اور بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو دوسروں کو صدیوں میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس میں میری پر اسرار دیوی کی اعانت کا بڑا دخل تھا جو جارا کا کا کی نظروں میں بتدریج اہمیت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ جابر بن یوسف کو بہت سی رعایتیں اسی کے سبب سے حاصل ہوئی تھیں۔ یہ بوڑھا سرنگا اپنے معنوی فرزند جابر بن یوسف کے سلسلے میں دیوی کو راضی رکھنے کے لئے غار میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور سخت ریاضت کرتا رہتا تھا۔ ہماری ذرا سی لغزش ہماری موت کا سبب بن سکتی تھی۔ جابر بن یوسف نے دیوی کی وجہ سے دوسروں کے مقابلے

میں زیادہ بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا کیونکہ اب جاراکاکا کسی طور پر دیوی کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسے یہ شک ہو گیا تھا کہ جابر بن یوسف کو رعایتیں دے کے ہی دیوی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ خود اس پر تسلط جمانے میں ناکام ہو گیا تھا اس لیے اس نے ایک خاص حد تک اقابلا کو جابر سے التفات کی آزادی دے دی تھی لیکن یہ آزاد لمحے اقابلا کو جابر بن یوسف سے قریب لانے کا سبب بن گئے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اپنی کوششوں اور دیوی کی مدد کے باوجود ہم اس طلسمی نظام کی علت اور اس کے ماضی سے ناواقف رہے تھے اور جب تک یہ جہالت باقی تھی، ہم کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ شاید اقابلا کے مسلسل گریز سے مایوس ہو کے جابر کے ذہن میں یہ نکتہ آ گیا۔ وہ جاراکاکا کے علاقے میں گھس گیا اور وہاں اس نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا کے جاراکاکا کے پس منظر سے واقف ہونے کی بے مثال ریاضت کی۔ پھر اس نے یہ ظاہر کیا کہ اب وہ دیوی سے دست بردار ہوا چاہتا ہے بشرطیکہ اسے اقابلا کے ساتھ مسرتوں کے چند لمحے میسر آ جائیں۔ وہ اقابلا کے قصر میں ایک عظیم مہم سر کرنے کے لئے داخل ہوا اور اس نے اس کے برف بدن میں آگ لگا دی۔ یقیناً اس موقع پر اقابلا نے جاراکاکا سے رابطہ قائم کیا ہو گا اور جاراکاکا نے اسے جابر کے ساتھ قصر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی ہو گی کیونکہ اسے دیوی کے حصول کی توقع تھی۔ جابر بن یوسف اقابلا کو اس ساحلی چٹان تک لے آیا جو میں نے اور دیوی نے پہلے ہی مسحور و محصور کر دی تھی۔ جابر نے تشنہ ذہن اقابلا کو زندگی کی ایک نئی رمز سے آشنا کیا اور جاراکاکا دیکھتا رہ گیا۔ وہ آخر تک یہی سمجھا کہ اب جابر اس کے دام میں آ گیا ہے اور اقابلا لمحہ آخر میں جابر کو تڑپتا چھوڑ کے حصار سے باہر آ جائے گی لیکن اقابلا نے جاراکاکا کی صدیوں کی غلامی پر ایک لمحہ نشاط کو ترجیح دی۔ جاراکاکا کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوا اور اسے امید ہو گی کہ شاید دیوی اس کے باپ نارما کا سحر توڑنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس طرف دیوی جاراکاکا کو ساحل پر منتشر کیے ہوئے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ جب جاراکاکا کو ہوش آیا تو بساط الٹ چکی تھی جیسے ہی جابر نے اقابلا پر اقتدار حاصل کیا، سب دھواں ہو گیا، ماضی، ماضی میں دفن ہو گیا۔''

سرنگا خاموش ہو گیا، سب کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا، وہ سب خوف اور حیرت سے میرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے ہمدردی اور خلوص کی لہریں نمودار ہوئیں اور آنسوؤں سے ان کا چہرہ تر ہو گیا، نہ جانے کیوں سرینا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی تھیں۔

''مجھے معاف کر دو سیدی!'' جولیا نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہارا دل دکھایا۔''

''سیدی! تم ایک عظیم آدمی ہو۔'' مارشا میری پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بولی۔

''ہم سب ایک خاندان کے افراد ہیں، میں سوچتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے سے کیسے جدا ہوں گے اور مہذب دنیا کے لوگ تو ہمیں بھول گئے ہوں گے۔'' شہزاد نے کہا۔ ''آؤ، ہم عہد کریں کہ آئندہ سب ایک ساتھ رہیں گے۔''

''یہ قبل از وقت ہے۔'' سرنگا نے فیصلہ صادر کیا۔

''بھلا ہمیں کتنے دن اس جہنم میں ہو گئے ہوں گے؟'' ڈاکٹر جواد نے کہا۔ وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔

''جاراکاکا کی تقویم کے اعتبار سے تو بیس پچیس سال گزر گئے مگر ہم نے یہاں کوئی آٹھ سال کا عرصہ گزارا ہے، جس قافلے میں شہزاد آیا تھا، اسے بھی کوئی پانچ سال تو ہو گئے ہوں گے۔''

"آٹھ سال؟" ڈاکٹر جواد نے تعجب سے کہا۔

سب سرنگا سے مختلف قسم کے سوالات کرتے رہے۔ شراڈ کہنے لگا۔ "سرنگا! تم اپنی دیوی سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ ہمیں نجات دلانے کے لیے مدد کرے۔"

"میں نے دیوی کو رخصت کر دیا ہے، اسے میں نے بہت زحمت دی تھی۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ اسے ہمارا حال معلوم ہوگا، میں اسے مزید روکنے سے جھجکتا تھا۔"

پہلا دن گزر گیا، دوسرا دن بھی گزر گیا، ساحل پر سخت دھوپ تھی سب کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے، بھوک اور پیاس سے برا حال تھا۔ انہوں نے اس کنارے سے اس کنارے تک ساری زمین دیکھ ڈالی تھی۔ خشک ریت اور جلی ہوئی چیزوں کے سوا انہیں کچھ نہیں ملا۔ اب رفتہ رفتہ انہیں اپنی برہنگی کا احساس بھی ہو چلا تھا۔ سریتا پہلے کی طرح اپنا بدن چرانے لگی تھی۔ وہ پتوں سے اپنے تن ڈھانپنا چاہتے تھے مگر انہیں کچھ نہیں ملا۔ میں نے ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھا رہا۔ وہ سب دعائیں مانگ رہے تھے۔ ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے، چہرے ستنے لگے تھے۔ موت ان کی منتظر تھی اور اب وہ موت سے بہت گھبرا رہے تھے۔ تیسرا دن بھی بیت گیا۔ پھر چوتھا سورج ان کے سروں سے گزر گیا۔ اب ان میں چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، سریتا نے میرے زانو پر سر ڈال دیا تھا اور فلورا سمندر کی لہروں میں نہانے کے بعد اپنا جسم خشک کر کے پھر میرے قریب بے سدھ ہو جاتی تھی۔ انہیں کوئی تختہ نصیب نہیں ہوا کہ وہ سمندر میں کسی جہاز کی تلاش کے لیے نکل جاتے، ایرانی دوشیزہ فروزیں بجدے میں گری ہوئی تھی۔ بوڑھا سرنگا ان سب سے زیادہ طاقت رکھتا تھا۔ اب بھی اس کی آواز میں دم تھا، وہ ہدایتیں دیتا جا رہا تھا اور اس نے اپنی آنکھیں سمندر کی طرف کھلی رکھی تھیں۔ وہ بار بار ریاضت کرنے لگتا تھا۔ سات دن اسی عالم میں گزر گئے۔ اب وہ گردن اٹھا کے سمندر کی جانب دیکھتے اور نقاہت سے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔ ان کے پاس کوئی کپڑا بھی نہیں تھا کہ وہ جہاز کو اشارہ کر سکیں۔ شراڈ سمندر میں دور تک تیرتا ہوا جاتا تھا اور مایوس ہو کے واپس آ جاتا تھا، پھر اس میں بھی ہمت نہیں رہی۔

آٹھویں دن شام کے وقت دور کہیں ایک روشنی نظر آئی، سرنگا نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور پھر ان سب کو دکھایا، ان کے زرد چہروں پر سرخی کی لکیریں ابھر آئیں۔ جہاز بہت دور تھا۔ وہ چیخنے چلانے لگے جیسے سمندر کے شور میں ان کی آواز جہاز تک پہنچ جائے گی۔ انہیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ میرے بت کی طرف حسرت و امید سے دیکھنے لگے کہ شاید میں اپنی ساحری کا کوئی کرشمہ دکھاؤں گا، جب سے اب تک میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں تو خلاؤں کو تکتا اور ان کی باتیں سنتا رہتا تھا، وہ مجھے جھنجھوڑتے تھے، بلاتے تھے، روتے تھے، جب ان کے پاس آنسو بھی نہیں رہے اور ان کی آوازیں معدوم ہونے لگیں تو انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ میں اب بھی منجمد بیٹھا تھا اور میرے قلب و دماغ پر اس خبر سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک جہاز دیکھ لیا ہے نہ ان کی طرح مجھے بھوک اور پیاس نے ستایا تھا۔ وہ شور مچانے لگے، ہاتھ ہلانے اور اچھلنے لگے۔ "مدد، مدد۔"

شراڈ سمندر میں کود گیا۔ فلورا نے بھی اس کی تقلید کی، جولیا اور مارشا بھی پُرشور لہروں میں کود گئیں لیکن وہ آگے نہیں جا سکیں، طوفانی لہروں

نے انہیں کچھ دور ہی روک لیا۔ وہ چیختی چلاتی رہیں اور واپس آ گئیں۔ شراڈ دور تک نکل گیا اور جوش میں اتنی دور تک چلا گیا، سمندر کو غصہ آ گیا۔ وہ واپس نہیں آ سکا۔ وہ جہاز تک پہنچ گیا تھا اور عرشے پر کھڑے ہوئے تجارتی جہاز کے عملے نے اسے دیکھ بھی لیا تھا مگر وہ اسے صحیح وسلامت اوپر لانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ البتہ اب ان کی توجہ ساحل پر مرکوز ہو گئی تھی جہاں جاں بلب لوگ اپنے نجات دہندوں کے منتظر تھے۔ جہاز قریب آنے پر ان خستہ حالوں پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ انہوں نے دیوانوں کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ جہاز کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا، جب ساحل پر کشتی ٹھہری تو وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے، جیسے انہیں کشتی میں جگہ نہ ملنے کا اندیشہ ہو۔ وہ مجھے بھی ساحل کی طرف کھینچ رہے تھے۔ ''میں واپس نہیں جاؤں گا۔'' میں نے دہاڑ کر کہا۔

سرنگا نے جہاز کے عملے کو اشارہ کیا، غالباً اس نے کہا ہوگا کہ میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ مجھے بے بس کر دیا گیا۔ میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ انہوں نے مجھے زبردستی کشتی پر لاد دیا اور کشتی توری کے ساحل سے جہاز کی سمت روانہ ہو گئی۔ جہازی ہمیں گھور گھور کے دیکھ رہے تھے، وہ ہمیں کسی نامعلوم دنیا کی مخلوق سمجھ رہے تھے۔ ہمارے بدن رنگے ہوئے تھے۔ بال بڑھے ہوئے تھے۔ اور ہم سرتاپا برہنہ تھے۔ وہ مبہوت سے رہ گئے۔ جولیا، مارشا، ڈاکٹر جواد اور سرنگا نے انگریزی میں انہیں اپنی مختصر روداد سنائی تو ان کی حیرت دوچند ہو گئی۔ انہوں نے پہننے کے لیے ہمیں اپنے لباس دیئے اور کھانے کے لیے خوراک۔ خوراک پر سب بھوکے کتوں کی طرح پل پڑے۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا لیکن میری بھوک اڑ چکی تھی، سریتا اور فلورا نے بھی کھانا چھوڑ دیا اور وہ خود کھانے کے بجائے بہلا کے مجھے کھلانے لگیں۔ ان کے شکم پُر ہو گئے تو انہیں شراڈ کا خیال آیا اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ شراڈ جہاز تک پہنچنے کی کوشش میں ان سے جدا ہو گیا ہے تو ان کی خوشی ان سے چھن گئی۔ پھر جہاز پر کسی کو ہنستے نہیں دیکھا گیا۔

یہ جرمن جہاز ایک طویل راستے سے گزرتا ہوا ڈربن جا رہا تھا، تین دن بعد راستے میں بیروت جانے والا ایک جہاز ٹکرا گیا اور ہمیں اس میں سوار کرا دیا گیا۔ بیروت پہنچتے پہنچتے ہمیں دس دن لگے۔ ان دس دنوں میں عمدہ غذا اور آرام سے سب کے چہروں پر سرخی آ گئی تھی لیکن شراڈ کے خیال اور میری ناگفتہ بہ حالت نے انہیں اداس اور خاموش کر دیا تھا۔ سریتا اور فلورا ہر دم میرے قریب ہی رہتی تھیں، ایرانی دوشیزہ فروزیں بھی بار بار مجھے دیکھنے آتی تھی۔ بوڑھا سرنگا ایک طرف خاموش بیٹھا اپنی سورتی جیب سے نکالے سمندر کی جانب تکا کرتا تھا۔ بیروت میں ہم سے پہلے ہماری خبر پہنچ گئی تھی۔ سب سے پہلے بیروت کی پولیس نے ہمارا استقبال کیا اور ہم سے طرح طرح کے سوال کیے جانے لگے۔ سرنگا کا خیال تھا کہ ہمیں جزیرہ توری کے اسرار پر کم سے کم گفتگو کرنی چاہیے ورنہ ہم تماشا بن جائیں گے۔ ابھی تک ہماری آمد کی خبر سے اخباروں کو مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ ایک مدت بعد بیروت کی فضاؤں میں میری حالت کسی قدر سنبھلی۔ پولیس کو ہماری کہانی پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ ہم تیرہ بختوں سے شناخت نامے اور راہداری کے اجازت نامے طلب کر رہے تھے۔ آخر مجھے اپنے والد اور چچا کا نام بتانا پڑا جب میرے چچا پولیس اسٹیشن پہنچے تو مجھے پہچاننے میں انہیں خاصی دیر لگی، شاید میں بہت بدل گیا تھا۔ میرا چہرہ سخت اور رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے مجھے گلے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے سنانے کے لیے ان کے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ میرے غم میں میرے والدین رخصت ہو گئے تھے۔ چچا نے ہم سب کو اپنی ضمانت پر پولیس سے رہائی دلوائی۔ یہ خبر چھپی نہیں رہ سکی۔ چچا کے گھر پر اخباری نامہ نگاروں کا تانتا بندھ گیا مگر ہم نے انہیں ملنے سے انکار کر دیا۔

ایک ہفتے تک جولیا اور مارشا میرے ساتھ بیروت ہی میں رہیں، پھر اپنے اپنے وطن روانہ ہو گئیں۔ ڈاکٹر جواد مصر چلا گیا۔ فروزیں نے چلتے وقت مجھ سے شرما کے اپنا وعدہ ایفا کرنے کا اظہار کیا۔ میں نے اسے گلے لگا کے اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کے اسے معاف کر دیا، وہ ایران چلی گئی۔ سرنگا ہندوستان جانے پر اصرار کر رہا تھا مگر سریتا نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ فلورا نے بھی مجھ سے جدا ہونا گوارا نہیں کیا، وہ انگلستان واپس نہیں گئی۔ کئی مہینوں تک میری حالت متزلزل رہی۔ میرے سینے پر اب بھی وہ سیاہ نشان تھا جو جارا کاکا نے مجھے جالوش کا جانشین بناتے وقت کندہ کیا تھا۔ آخر سرنگا کی نازک اندام لڑکی نے مجھے شکست دے دی۔ وہ میرے لیے مرہم بن گئی۔ اس نے اپنا نام بدل لیا اور مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور فراخ دلی سے اپنی ملکیت دو حصوں میں تقسیم کر دی۔ فلورا کو بھی اس نے برابر کی شریک بنایا۔ ہم تینوں میں جو اشتراک قائم ہوا تھا، وہ اب بھی جاری ہے۔

لیکن اقابلا؟ کوئی نہیں جانتا کہ وہ اب بھی میرے ساتھ رہتی ہے۔ صبح و شام، شب و روز۔ وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوئی۔ وہ تو میرے سینے میں چھپی رہتی ہے۔

(ختم شد)

خدا اور محبت

کتاب گھر پر نئی آنے والی کتاب......

ہاشم ندیم کا خوبصورت اور شہرہ آفاق ناول

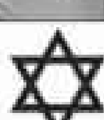
خدا اور محبت

21 جنوری بروز جمعہ کو کتاب گھر پر پیش کیا جائے گا......

خدا اور محبت







ہاشم ندیم